سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

دیوتا

44

چوالیسواں حصّہ

دیوتا

فرہاد علی تیمور

ہنگاموں، رنگینیوں اور تحیر کے اُس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی جس
نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جب اور جس
کے ذہن میں چاہتا، جھانک لیتا اور یہی اُس کا مہلک ترین ہتھیار تھا۔
دو نسلوں پر محیط وہ طلسم ہوش رُبا جسے قارئین کی دوسری نسل بھی
بہت شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے اور ملک و قوم کے دشمنوں کو خیال خوانی
نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا دینے والے فرہاد علی تیمور
کی لازوال اور بے مثال داستانِ عبرت جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے
ساتھ حریفوں سے برسرِ پیکار ہے۔

اُردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

کبریا اپنا حلیہ تبدیل کر چکا تھا۔ کوئی اسے البرٹ پارکر کی حیثیت سے پہچان نہیں سکتا تھا پھر وہ ایسے مسلمان کو ڈھونڈ رہے تھے، جس کے ساتھ اغوا شدہ ایک لڑکی ہوگی۔ ٹی وی کے نئی چینل کے ذریعے سرلا کی تصویر دکھائی جا رہی تھی اور یہ اطلاع نشر کی جا رہی تھی کہ ایک قد آور جوان جو خود کو البرٹ پارکر کہتا ہے۔ اس نے سرلا پانڈے کو اغوا کیا ہے۔ یہ لڑکی کسی بھی مرد، عورت، جوان یا بوڑھے کے ساتھ دکھائی دے، فوراً ہی قریبی تھانے میں اطلاع دیں۔ لڑکی گجراتی ہے۔ گجراتی، ہندی اور انگریزی روانی سے بولتی ہے۔ اطلاع دینے والے کو ایک لاکھ روپے دیے جائیں گے۔

البرٹ پارکر کا ایک خیالی خاکہ بھی اسکرین پر پیش کیا جا رہا تھا۔ شاردا اور میرا نے ریلوے اسٹیشن کے ٹی وی اسٹیشن پر سرلا کی تصویر دیکھی پھر ٹرین پر سوار ہو گئیں۔ شاردا نے کہا "پارکر کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ہم نے سرلا کو دیکھا ہے۔ یہ ناگیش ور پانڈے کی بیٹی ہے۔ مانا کہ باپ ظلم کر رہا ہے لیکن اس کی بیٹی پر ظلم نہیں کرنا چاہیے۔"

پروفیسر نے کہا "پارکر اس لڑکی کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ وہ اسے صرف ایک ڈھال کے طور پر استعمال کر رہا ہے۔"

شاردا نے میرا کی طرف جھک کر سرگوشی میں کہا "سرلا بھرپور جوان ہے۔ سندر بھی ہے۔ پارکر نہ جانے اس کے ساتھ کیا کر رہا ہوگا؟"

میرا نے اسے گھور کر دیکھا پھر کہا "تم بھی بھرپور جوان ہو۔ سندر بھی ہو۔ کیا اس نے کبھی تمہیں لفٹ دی ہے۔ الٹا تم اسے لفٹ دیتی رہیں اور وہ تم سے کتراتا رہا۔"

"تم جو راستے کی دیوار بنی ہوئی تھیں۔ وہ تمہاری خاطر خود کو مسلمان کر رہا تھا۔ پانڈے کو یہ بتا رہا تھا کہ تم اس کے ساتھ وقت گزار رہی ہو۔"

"اس نے پانڈے کو بھڑکانے کے لیے ایسا کہا تھا۔ ورنہ اس کے رویّے سے سمجھ لینا چاہیے کہ وہ جوان لڑکیوں سے دلچسپی نہیں لیتا ہے۔"

کبریا ٹرین کی روانگی سے پہلے ٹکٹ کاؤنٹر پر آیا۔ اس نے کاؤنٹر کلرک کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے ایک ائر کنڈیشنڈ کیبن اس کے لیے ریزرو رکھا ہوا تھا۔ ایک کیبن چار مسافروں کے لیے ہوتا ہے۔ کبریا نے اپنے ایک فرضی نام کے ساتھ پروفیسر دینا ناتھ، میرا اور شاردا کے نام سے چار ٹکٹ حاصل کیے۔ ان کی رقم ادا کی پھر ٹرین پر سوار ہو گیا۔

صبح کے چھ بج رہے تھے۔ ٹرین وہاں سے چل پڑی۔ شاردا نے کہا "بڑی مشکل سے بیٹھنے کے لیے سیٹ ملی ہے۔ سونے کی جگہ نہیں ہے اور ہم رات بھر جاگتے رہے ہیں۔ نیند کیسے پوری ہوگی؟"

پروفیسر نے کہا "پانڈے ہمارے لیے مصیبت بن گیا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

ہے۔ ہم بیٹھے بیٹھے کس طرح نیند پوری کریں گے۔"

"میں کبھی اس طرح سو نہیں پاؤں گی۔ آپ ٹکٹ چیکر کو زیادہ رقم دے کر ائر کنڈیشنڈ کیبن میں برتھ حاصل کریں۔"

پروفیسر کے موبائل کا بزر سنائی دیا۔ اس نے اسے آن کر کے کان سے لگایا۔ اسے کبریا کی آواز سنائی دی۔ وہ خوش ہو کر بولا "تم؟ خیریت سے ہو نا؟ ہم تمہارے لیے بہت پریشان ہیں۔ تم کہاں ہو؟"

کبریا نے کہا "آپ حیرانی پریشانی ظاہر نہ کریں۔ میرا اور شاردا کے ساتھ اس ٹرین کی بوگی نمبر سولہ کے کیبن نمبر سات میں آجائیں۔"

اس نے فون بند کردیا۔ پروفیسر نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے میرا اور شاردا سے کہا "میرے ساتھ آؤ۔ ہم دوسرے ڈبے میں جائیں گے۔"

وہ دونوں اس کے ساتھ چلنے لگیں۔ میرا نے کہا "دوسرے ڈبے میں جگہ نہیں ملے گی۔"

شاردا نے کہا "سمجھا کرو۔ انکل ٹکٹ چیکر کو رشوت دے کر برتھ حاصل کریں گے۔"

ٹرین کی تمام بوگیاں ایک دوسرے سے منسلک تھیں۔ وہ ایک ایک بوگی سے گزرتے ہوئے کبریا کے کیبن کے دروازے پر آئے۔ اس نے دروازہ کھول کر کہا "آجائیں۔"

وہ پیچھے ہٹ گیا۔ وہ تینوں اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ اس نے پروفیسر کو اندر آنے پر مائل کیا۔ وہ دونوں بھی اس کے ساتھ آگئیں۔ وہ دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد بولا "میں نے دشمنوں سے بچنے کے لیے اپنا چہرہ اور حلیہ تبدیل کیا ہے۔ آپ مجھے آواز سے پہچان سکتے ہیں۔ میں البرٹ پارکر ہوں۔"

تینوں حیران ہو کر اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ مسکرا کر بولا "جب میں بھیس بدلتا ہوں تو میرے اپنے بھی مجھے پہچان نہیں سکتے۔ میری پہچان یہ ہے کہ میں غیر معمولی قوت سماعت رکھتا ہوں۔"

پروفیسر نے کہا "بے شک یہ البرٹ پارکر کی پہچان ہے۔"

وہ بولا "تھوڑی دیر پہلے شاردا کہہ رہی تھی' بڑی مشکل سے بیٹھنے کے لیے سیٹ ملی ہے۔ سونے کی جگہ نہیں ہے اور ہم رات بھر جاگتے رہے ہیں۔ نیند کیسے پوری ہوگی؟"

میرا نے کہا "ہاں۔ شاردا یہی کہہ رہی تھی۔"

شاردا نے اتنی دیر میں پہلی بار کبریا کو لگاوٹ سے دیکھا اور کہا "یہ تم اندازے سے بھی کہہ سکتے ہو کہ ہمیں برتھ نہیں ملی ہوگی اس لیے میں نے ایسی باتیں کی ہیں۔ ہماری کوئی دوسری گفتگو سناؤ۔"

وہ مسکرا کر بولا "تم نے میرا سے سرگوشی میں کہا تھا' سرلا بھرپور جوان ہے۔ سندر بھی ہے۔ پارکر اس کے ساتھ نہ جانے کیا کر رہا ہوگا؟"

شاردا یہ سنتے ہی جھینپ گئی پھر بولی "سوری پارکر! میں نے حسد اور جلاپے میں یہ کہہ دیا تھا۔ پتا نہیں کیوں' میں کسی دوسری لڑکی کو تمہارے قریب نہیں دیکھ سکتی۔"

"یہ تمہاری دماغی کمزوری ہے۔ تم جلد ہی میرے ساتھ میری آئیڈیل کو دیکھو گی۔ اسے میرے قریب برداشت نہیں کرو گی تو میں اسے لے کر دور چلا جاؤں گا۔"

وہ بولی "تم میری توہین کر رہے ہو۔ کیا تمہاری کوئی آئیڈیل ہے؟"

"ہاں۔ وہ بہت خوب صورت' سنجیدہ اور خاموش رہنے والی لڑکی ہے۔ جب سے اسے دیکھا ہے' وہ میری نگاہوں میں رہنے لگی ہے۔ اس وقت بھی مجھ سے دور نہیں ہے۔"

میرا نے چونک کر اسے چور نظروں سے دیکھا۔ کبریا اسے مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔ شاردا نے دونوں کی نگاہوں کے تصادم کو دیکھا پھر غصے سے بھڑک گئی "مجھے پہلے ہی شبہ تھا۔ تم بہن نہیں دشمن ہو۔ کالی بلی کی طرح میرا راستہ کاٹ رہی ہو۔ انکل! آپ دیکھ رہے ہیں' یہ خاموش رہتی ہے مگر مجھے اندر سے ڈستی رہتی ہے۔"

میرا نے ناگواری سے کہا "کیا بکواس کر رہی ہو۔ انکل! اسے سمجھائیں۔ پتا نہیں' یہ میرے متعلق کیسی رائے قائم کر رہی ہے؟"

پروفیسر نے ڈانٹ کر کہا "مجھے پارکر سے ضروری باتیں کرنے دو۔ تمہاری بے تکی باتوں کے باعث مجھے باتیں کرنے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔"

"میں چپ رہوں گی۔ پہلے میرا صاف صاف کہہ دے کہ اسے پارکر سے لگاؤ نہیں ہے۔"

کبریا نے کہا "میرا سے نہ پوچھو' میں کہتا ہوں کہ میرا میری آئیڈیل ہے۔ کیا اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ میں اسی کی خاطر برسر اقتدار پارٹی کے لیڈر سے ٹکرا رہا ہوں اور بھیس بدل کر پھر اس کے قریب آگیا ہوں۔"

اس کی باتیں سن کر میرا کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ منہ پھیر کر شرما رہی تھی اور شاردا رونے لگی تھی۔ پروفیسر نے کہا "کیوں بچوں کی طرح رو رہی ہو؟ چپ ہو جاؤ' آنسو پونچھو۔ محبت ایسی چیز نہیں ہے' جسے تم زبردستی کسی سے چھین سکو۔"

پھر اس نے کبریا سے کہا "پارکر! میرا اور شاردا کی ذمے داریاں مجھ پر ہیں۔ یہ دونوں جسے پسند کریں گی۔ میں اس سے شادی کردوں گا لیکن تم تقدیر سے نہیں لڑ سکو گے۔ میرا کے مقدر میں کوئی مسلمان لائف پارٹنر ہے۔ تم اس کے جیون ساتھی نہیں بن سکو گے۔"

وہ بولا "محبت کا جذبہ اتنا طاقت ور ہوتا ہے کہ وہ تقدیر بدل دیتا ہے یا اپنے محبوب کی تقدیر کے مطابق ڈھل جاتا ہے۔ میں میرا کی خاطر مسلمان ہو جاؤں گا۔"

میرا ان لمحات میں شرم و حیا بھول گئی۔ پیار کے جذبوں میں ڈوب کر اسے دیکھنے لگی۔ بڑی خاموشی سے اس پر قربان ہونے لگی۔ شاردا کا دل ٹوٹ رہا تھا۔ کبریا نے اسے ایک برتھ پر سونے کے لیے مائل کیا۔ وہ وہاں لیٹ گئی۔ وہ پروفیسر سے بولا "میں ابھی ٹائلٹ سے آتا ہوں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹائلٹ میں آیا۔ دروازے کو اندر سے بند کیا پھر شاردا کے اندر پہنچ کر اس کے دماغ کو تھپکنے لگا۔ وہ دو تین منٹ کے اندر سو گئی۔ وہ دروازہ کھول کر باہر آیا۔ پروفیسر نے شاردا کو محبت سے دیکھا پھر کبریا سے کہا "ابھی اس میں بچپنا ہے۔ ایک بچی کی طرح کھلونے کے لیے ضد کرتے کرتے سو گئی ہے۔ تم اس کی حرکتوں کا برا نہ ماننا۔"

وہ بولا "میں ایسی باتوں اور حرکتوں کو اہمیت نہیں دیتا۔ یہ رفتہ رفتہ نارمل ہو جائے گی۔ اچھا ہوا سو گئی۔ ہم اطمینان سے ضروری باتیں کر کے سو جائیں گے۔ ہم سب ہی پچھلی رات سے جاگ رہے ہیں۔"

"میں صرف دو باتیں کروں گا۔ پہلی بات تو یہ کہ تم میرا کی خاطر کیا واقعی مسلمان ہو جاؤ گے۔ اپنے باپ دادا کا مذہب چھوڑ دو گے؟"

"میرے دادا اور پردادا سب ہی مسلمان تھے۔ میرے پاپا بھی مسلمان ہیں اور الحمدللہ میں بھی پیدائشی مسلمان ہوں۔"

میرا اور پروفیسر اسے بے یقینی سے دیکھنے لگے۔ وہ بولا "آپ کو رفتہ رفتہ یقین ہو جائے گا۔ میری کچھ مجبوریاں ہیں۔ میں ابھی اپنے پاپا اور اپنے خاندان کے متعلق کچھ نہیں بتا سکوں گا۔ میرے کئی دشمن ہیں۔ ان سے چھپتے رہنے کے لیے میں بھیس بدلتا رہتا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں' جب مناسب سمجھو' اپنی اصلیت بتا دینا۔ میرا کی خاموشی بتا رہی ہے کہ یہ تم سے راضی ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میرا دوسرا سوال ہے' کیا واقعی تم نے پانڈے کی بیٹی سرلا کو اغوا کیا ہے؟"

"جی ہاں۔ میں اسے ایک محفوظ جگہ چھوڑ کر آیا ہوں۔ وہاں وہ عزت آبرو سے رہے گی۔ جب پانڈے ہمارا پیچھا چھوڑ دے گا تو اس کی بیٹی اسے مل جائے گی۔"

"اگرچہ وہ دشمن کی بیٹی ہے مگر میں چاہتا ہوں اس کی عزت پر حرف نہ آئے۔ مجھے تم پر بھروسا ہے۔ اس کا خیال رکھو اور اسے جلد ہی عزت سے اس کے گھر پہنچا دو۔ اب باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔ میں سو رہا ہوں۔"

وہ اوپر والی برتھ پر سونے چلا گیا۔ کبریا نے اسے بھی خیال خوانی کے ذریعے سلا دیا۔ میرا سر جھکائے بیٹھی تھی۔ کبریا نے کہا "تمہیں بھی سونا چاہیے۔ میں چاہتا ہوں' سونے سے پہلے تم کچھ کہو۔ میں اپنے بارے میں کہہ چکا ہوں۔ کیا میری اس سچائی کا تمہیں یقین ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ تم سے جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے۔ آپ مجھ سے جھوٹ نہیں بولیں گے۔ میرے لیے یہ فخر کی بات ہے کہ آپ میری خاطر ایک ایسے طاقت ور دشمن سے لڑ رہے ہیں جو بہت بااختیار ہے۔ اس کے ذرائع اتنے وسیع ہیں کہ وہ ہندوستان میں کہیں بھی آپ کو سکون سے رہنے نہیں دے گا۔ کیا آپ میری ایک بات

الیاس سیتاپوری
انسانوں کی اثر انگیز کہانیوں کے مجموعے
انسان جو کبھی نہیں بدلے گا اور کبھی پرانا نہیں ہوگا، اسی طرح یہ کہانیاں بھی کبھی پرانی نہیں ہوں گی کیونکہ یہ کہانیاں انسانوں کی کہانیاں ہیں۔ ان کہانیوں میں وہ سب کچھ ہے جو انسان میں ہے۔
✱
قیمت فی کتاب 40 روپے
ڈاک خرچ فی کتاب 23 روپے
✱
10 کتابوں کے سیٹ کی رعایتی قیمت
350 روپے مع ڈاک خرچ ہوگی
✱
رقم پیشگی بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں
کتابیات پبلی کیشنز
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
Email : kitabiat1970@yahoo.com
پوسٹ بکس 23
کراچی 74200

مانیں گے؟“

”بولو۔ ہزار باتیں مانوں گا۔“

”آپ یہ ملک چھوڑ دیں۔ یہاں قدم قدم پر آپ کے لیے خطرہ ہے۔ وہ لوگ کہیں سے چھپ کر آپ کو گولی مار سکتے ہیں۔“

”تم ملک چھوڑنے کی بات کہہ رہی ہو۔ میں تو تمہارے بغیر یہ دنیا بھی نہیں چھوڑوں گا۔ کیا میرے ساتھ گولی کھاؤ گی؟“

”میں زبان سے کیا کہوں؟ کسی دن ثابت کردوں گی کہ میری جان آپ ہی کے لیے ہے اور یہ جان آپ ہی کو دوں گی۔“

”مجھے یقین ہے۔ میں تم پر بھروسا کرتا ہوں اور تمہیں دل و جان سے چاہتا ہوں۔ تم اپنے دل کی بات کہو۔“

اس نے میرا کے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں میں لیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے، شرماتے ہوئے اسے دیکھا پھر سر جھکا کر بولی ”میں آپ کی سلامتی چاہتی ہوں۔ آپ اس شیطان پانڈے کو نہیں جانتے۔ وہ آپ کو مار ڈالنے کے لیے سرکاری مشینری کو کام میں لائے گا۔“

”میں دشمنوں سے بے خبر نہیں ہوں۔ ان کے ایک ایک منصوبے سے باخبر رہتا ہوں۔“

”میں سمجھ گئی۔ آپ غیر معمولی قوت سماعت کے ذریعے دشمنوں کی باتیں سنتے رہتے ہیں۔ واقعی اس صلاحیت کے ذریعے آپ محفوظ رہتے ہیں۔“

اس کا ہاتھ کبریا کے ہاتھ میں تھا۔ وہ عجیب سی کشش محسوس کررہی تھی۔ اس کی طرف کھنچی جارہی تھی۔ اس کے اندر کیا ہورہا ہے، یہ کبریا خوب سمجھ رہا تھا۔ فی الحال وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ دشمن اسے کہاں کہاں تلاش کررہے ہیں؟

اس نے کہا ”جی چاہتا ہے، اسی طرح تمہارے ساتھ محبت سے وقت گزارتا رہوں لیکن ہم سب پچھلی رات سے جاگ رہے ہیں۔ ہمیں ذہنی اور جسمانی طور پر فریش رہنے کے لیے سوجانا چاہیے۔ میں اوپر والی برتھ پر جارہا ہوں۔ تم یہاں سوجاؤ۔“

اسے کبریا کی قربت اچھی لگ رہی تھی۔ وہ دیر تک بیٹھی رہنا چاہتی تھی لیکن محبت سے یہ بھی سوچ رہی تھی کہ وہ تنہا دشمنوں سے جنگ لڑ رہا ہے۔ بہت تھکا ہوا ہے۔ اسے سوجانا چاہیے۔

کبریا نے اس کے ہاتھ کو چوم کر کہا ”ہم نیند پوری کرنے کے بعد ڈھیر ساری باتیں کریں گے۔ اب آرام سے سوجاؤ۔“

وہ اوپر والی برتھ پر چلا گیا۔ میرا نے اس ہاتھ کو اپنے دھڑکتے ہوئے سینے سے لگالیا۔ جسے کبریا نے چوما تھا پھر وہ اپنی برتھ پر لیٹ گئی۔ کبریا نے اسے ایک منٹ میں خیال خوانی کے ذریعے سلا دیا۔

ابھی اس کے نصیب میں آرام نہیں تھا۔ دشمنوں کی مصروفیات کے بارے میں معلومات حاصل کرنا بہت ضروری تھا۔ پہلے اس نے ناگیشور پانڈے کی بیٹی سرلا کی خبر لی۔ وہ شلپا کے بنگلے کے ایک کمرے میں آرام سے سورہی تھی۔ کبریا نے سرلا، شلپا اور اس کی ماں کے دماغوں میں باری باری جاکر یہ حکم دیا کہ وہ تینوں مزید چار گھنٹوں تک سوتی رہیں گی۔

پھر اس نے ڈی آئی جی کے خیالات پڑھے۔ وہ مایوس ہو کر اپنے اعلیٰ افسر سے کہہ رہا تھا کہ البرٹ پار کر دہلی میں نہیں ہے۔ اس شہر سے باہر نہ جانے کون سے شہر یا قصبے میں جاکر چھپا ہوا ہے۔ اعلیٰ افسر نے کہا ”ممبئی سے ناگیشور پانڈے اپنی بیٹی کے لیے گرج رہا ہے۔ آج شام تک اس کی بیٹی واپس نہ آئی تو وہ ہم سب کو ہمارے عہدوں سے نیچے گرا دے گا۔ ہمارا ٹرانسفر کرادے گا۔“

کبریا نے ناگیشور پانڈے کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اسے کبریا کی مرضی کے مطابق فون کی گھنٹی سنائی دی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا ”ہیلو۔ کون ہے؟“

”تمہارا باپ بول رہا ہے۔ اپنی بیٹی واپس چاہتے ہو یا نہیں؟“

وہ چونک کر بولا ”ارے تم! تم البرٹ پار کر ہو؟“

”میں البرٹ پار کر کے بھیس میں تھا۔ اب دوسرے بھیس میں ہوں۔ تمہارے اترپردیش کے تمام پولیس والے مجھے ڈھونڈ رہے ہیں۔ کتنے ہی میرے قریب سے گزر چکے ہیں۔ کسی نے مجھے اب تک نہیں پہچانا ہے اور نہ ہی کبھی پہچان پائیں گے۔“

”یہ بتاؤ۔ میری بیٹی کہاں ہے؟ تم نے اسے کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا ہے۔“

”تمہاری بیٹی بہت ہی سندر اور بھرپور جوان ہے۔“

”اے خبردار! ایک بیٹی کے باپ سے ایسی باتیں نہ کرو۔“

”تم دوسروں کی بیٹیوں سے کھیلتے ہو اور چٹخارے لے لے کر ان کے حسن و شباب کی باتیں کرتے ہو۔ ایسے وقت

تمہیں شرم نہیں آتی؟“

”اپنی بیٹی کے لیے غیرت جاگتی ہے۔ دوسروں کی بیٹیاں لوٹ کا مال ہوتی ہیں۔ مجھے بتاؤ، سرلا کہاں ہے؟“

”میرے سامنے بیڈ پر لیٹی ہوئی ہے۔ میں اس سے کہہ رہا ہوں لباس پہنو مگر یہ نہیں پہن رہی ہے۔ تم نے اسے بچپن سے ننگی رہنے کی عادی بنا دیا ہے۔ اب یہ کھلی ہوئی کتاب کی طرح پڑی میری نیت خراب کررہی ہے۔“

”اے! مجھے غصہ نہ دلاؤ۔ میری بیٹی سے بات کراؤ۔“

”وہ دوسرے فون سے بات کرے گی۔ میں نمبر بتا رہا ہوں۔ ڈائل کرو۔“

اس نے کریڈل پر ہاتھ رکھ کر ہٹایا پھر کبریا کی مرضی کے مطابق آئی جی کی بوڑھی دادی کے موبائل فون پر رابطہ کیا۔ ادھر سے بوڑھی دادی نے ”ہیلو“ کہا۔ وہ غصے سے بولا ”تمہیں شرم نہیں آتی۔ ننگی کیوں ہو؟“

بڑھیا نے گھبرا کر اپنے آپ کو دیکھا پھر غصے سے کہا ”تم کون ہو بدتمیز؟“

”شٹ اپ! اپنے باپ کو بدتمیز کہہ رہی ہو؟“

”کیا بکواس کررہے ہو؟ میرے باپ کو مرے ہوئے پچاس برس ہوچکے ہیں۔“

”کیا تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے؟ میں زندہ ہوں اور تم مجھے مردہ کہہ رہی ہو۔ آگے کوئی بکواس کرنے سے پہلے بستر سے اٹھو اور فوراً کپڑے پہنو۔“

”پاگل کے بچے! میں نے پورے کپڑے پہنے ہیں۔ تیری ماں ننگی ہوگی جاکے اسے کپڑے پہنا۔“

آئی جی نے کمرے میں آکر پوچھا ”دادی ماں! کس کا فون ہے؟“

”پتا نہیں کون کمینہ ہے؟ کیا تم معلوم کرسکتے ہو کہ یہ فون کرنے والا کتا کون ہے؟“

آئی جی نے اس سے فون لے کر کان سے لگایا۔ اس وقت وہ پوچھ رہا تھا ”کیا تم سرلا نہیں ہو؟“

اس نے سرلا کا نام لیا تو آئی جی نے اس کی آواز بھی پہچان لی۔ حیرانی سے پوچھا ”ناگیشور! یہ تم ہو؟“

وہ بولا ”اوہ۔ سوری۔ اس دشمن نے مجھے غلط نمبر بتایا ہے۔ تم آئی جی ہو نا؟“

”ہاں۔ کس دشمن نے تمہیں یہ نمبر دیا ہے؟“

”وہی دشمن ہے جس نے سرلا کو اغوا کیا ہے۔ پتا نہیں وہ میری بیٹی کے ساتھ کیا کیا کررہا ہے؟“

”فکر نہ کرو۔ وہ خیریت سے ہوگی۔ ہم اسے ڈھونڈ نکالنے کی پوری کوششیں کررہے ہیں۔“

”یہ تو میں کل رات سے سنتا آرہا ہوں۔ وہ میری بیٹی کے ساتھ اسی شہر کے کسی مکان میں ہے۔ میری عزت کی دھجیاں اڑا دیا ہے۔“

”ہم پورے شہر کی ناکا بندی کرچکے ہیں۔ وہ یہاں سے جا چکا ہے۔ اگر سرلا کے ساتھ کسی مکان میں ہے تو پھر کسی قریبی شہر میں ہوگا۔ میرا مشورہ ہے۔ اس کا کوئی مطالبہ ہو تو مان لیا جائے۔ اس طرح بیٹی واپس آجائے گی۔ اس کی واپسی کا یہی ایک آسان طریقہ ہے۔“

کبریا نے اسے فون کی گھنٹی بجنے کا احساس دلایا۔ وہ بولا ”فون کی گھنٹی بج رہی ہے۔ شاید اسی کا فون ہے؟ میں ابھی تم سے رابطہ کروں گا۔“

اس نے وہ ریسیور رکھ کر دوسرے فون کا ریسیور اٹھایا پھر اسے کان سے لگا کر بولا ”ہیلو!“

کبریا نے کہا ”تم نے اپنی بیٹی سے بات کرلی؟“

”تم نے مجھے غلط نمبر دیا تھا۔ پلیز! میرا مذاق نہ اڑاؤ۔ میری بیٹی کو واپس کردو۔ تمہارا جو بھی مطالبہ ہوگا میں اسے پورا کروں گا۔“

”میرا مطالبہ ہے۔ تم پروفیسر دینا ناتھ، شاردا اور میرا سے دشمنی بھول جاؤ گے۔“

”سمجھو کہ بھول گیا۔ بس اسی لمحے سے بھول گیا۔ میں کبھی ان کا نام بھی زبان پر نہیں لاؤں گا۔“

”تم دو دنوں کے لیے دہلی آجاؤ گے۔ یہاں آنے کے بعد تم ممبئی میں کسی سے فون پر بھی رابطہ نہیں کرو گے۔“

”میں ابھی کسی بھی پہلی فلائٹ میں دہلی جانے کے لیے سیٹ حاصل کروں گا۔“

”تم جتنی جلدی دہلی آؤ گے اتنی ہی جلدی تمہیں بیٹی واپس ملے گی۔ وہ ائرپورٹ پر تمہیں ریسیو کرنے آئے گی۔“

وہ ناگیشور پانڈے کو اس لیے ممبئی سے ہٹا رہا تھا کہ شام تک پروفیسر دینا ناتھ ان دونوں لڑکیوں کے ساتھ وہاں پہنچنے والا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ پانڈے کو وہاں ان کی آمد کا علم ہو اور وہ ان کے خلاف شیطانی حرکتیں کرے۔

اس نے کہا ”دہلی جانے سے پہلے یہاں کسی کو دو کروڑ روپے دے کر جاؤ۔ میں وہ رقم اس سے وصول کرلوں گا۔“

وہ عاجزی سے بولا ”دو کروڑ تو بہت ہوتے ہیں۔“

”تو پھر تین کروڑ دے دو۔ جتنی بحث کرو گے اتنی ہی رقم بڑھتی جائے گی۔ جسے تین کروڑ دے کر جاؤ گے اسے ابھی بلاؤ۔“

اس نے اپنے ایک مشیر کو بلایا پھر اس کے آنے پر کہا "میں ابھی تمہیں تین کروڑ روپے دے رہا ہوں۔ کسی وقت بھی ایک شخص تمہارے پاس آئے گا۔ وہ کوڈ ورڈز کے طور پر کہے گا "تاگیشور پانڈے گدھے کا بچہ ہے" یہ سنتے ہی تم اسے تین کروڑ روپے دے دو گے۔"

مشیر نے حیرانی سے پوچھا "پانڈے صاحب! آپ گالی کھانے کے تین کروڑ دے رہے ہیں؟"

"آج میں بہت خوش ہوں۔ جو مجھے گالی دے گا۔ میں اسے اسی طرح انعام دوں گا۔"

"میں آپ کو ماں بہن کی گالیاں دے سکتا ہوں۔ کیا مجھے بھی تین کروڑ ملیں گے؟"

"تین کروڑ جوتے ملیں گے۔"

کبریا اس مشیر کی آواز سن چکا تھا۔ کسی وقت بھی اس کے اندر پہنچ سکتا تھا۔

مشیر نے کہا "یہ آپ ریسیور اٹھا کر کس سے باتیں کر رہے ہیں؟ یہ تو خراب پڑا ہے۔ اس کے لیے کمپلین کی گئی ہے۔"

"مجھے پتا ہے۔ تم ابھی جاؤ۔ میں بعد میں بلاؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد اس نے ریسیور کو دیکھ کر سوچا "واقعی یہ فون تو خراب ہے۔ میں اتنی دیر سے اس پر کیسے بات کر رہا ہوں؟ اور مجھے اس کی آواز بھی سنائی دے رہی ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

اس نے ریسیور کو پھر کان سے لگایا۔ کبریا نے کہا "گدھے کے بچے! جب تجھے آواز سنائی دے رہی ہے تو پھر فون کیسے خراب ہو سکتا ہے؟ اب یہ ریسیور رکھ دے اور دوسرے فون کے ذریعے دہلی کے لیے سیٹ حاصل کر لے۔"

اس نے ریسیور کو رکھ کر دوسرے فون کا ریسیور اٹھایا پھر ایک ایرلائن ایجنسی کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

کبریا دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ آئندہ پھر پانڈے کے پاس جا کر اس سے نمٹنے والا تھا۔

○☆○

اعلیٰ بی بی نے فرمان مصری کے ساتھ کچھ وقت گزارا تھا۔ اس کے ساتھ رات کا کھانا کھا کر قاہرہ کی شاہراہوں پر گھومتی رہی تھی۔

فرمان ایک صحت مند' قد آور خوب رو جوان تھا۔ پہلی ملاقات میں اعلیٰ بی بی کو دل دے بیٹھا تھا۔ وہ بھی اس سے کسی حد تک متاثر تھی لیکن اتنی ریزرو تھی کہ وہ اظہارِ محبت کی جرأت نہیں کر رہا تھا۔ وہ بھی اسے موقع نہیں دے رہی تھی۔

پراسرار علوم جاننے والی بنت عمارہ نے فرمان کو اپنا بیٹا بنایا تھا۔ بعد میں اعلیٰ بی بی کو بھی بیٹی بنا لیا تھا۔ وہ بوڑھی ٹیلی پیتھی جانتی تھی۔ اس کے دماغ میں کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا آ سکتا تھا لیکن اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اس نے خود پر ایسا عمل کیا تھا کہ تیر ہو تلوار ہو یا بندوق کی گولیاں ہوں' وہ چند سیکنڈ کے لیے اسے زخمی کرتی تھیں' پھر وہ زخم آپ ہی آپ بھر جاتا تھا۔ وہ اور بھی کئی طرح کے پراسرار علوم جانتی تھی۔

اس نے مجھے تلاش کرنے کے لیے میرا زائچہ بنایا تھا۔ اپنے ایک پراسرار علم کے ذریعے مجھے ڈھونڈ رہی تھی۔ ایسے وقت پتا چلا کہ کوئی اس کی معلومات کے راستے میں رکاوٹ بن رہا ہے۔ وہ رکاوٹ بننے والا کون ہے؟ کہاں رہتا ہے؟ اور کس طرح کا عمل کر رہا ہے؟ یہ ابھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

میں پچھلے باب میں بیان کر چکا ہوں۔ کماری پوجا کلیانی کی دادی ماں ایک وچ لیڈی تھی۔ وہ اپنے کالے علوم سے سولہ برس کی جوان خوب صورت چھوکری بن کر رہتی تھی۔ اس وقت وہ ایک سو دس برس کی بوڑھی تھی۔ اس کا دعویٰ تھا۔ آئندہ اور ایک سو سال تک وہ سولہ برس کی جوان لڑکی بن کر رہے گی۔

اس نے تنویمی عمل کے ذریعے میرا برین واش کیا تھا۔ میرے اندر ٹیلی پیتھی کا علم رہنے دیا تھا۔ باقی میری پچھلی زندگی بھلا دی تھی۔ میں کیسی ذہانت سے کام لیتا ہوں؟ کیسی حکمت عملی سے دشمنوں کو پسپا کرتا ہوں۔ یہ سب کچھ میری یادداشت میں محفوظ تھا۔ خیال خوانی کی صلاحیتیں بھی یاد آنے والی تھیں لیکن میری اصلی شناخت مجھے نہیں مل سکتی تھی۔ میں نہ خود کو پہچان سکتا تھا اور نہ ہی اپنوں میں واپس جا سکتا تھا۔

وہ پوجا کی دادی ماں زبردست وچ لیڈی تھی۔ میرے چاروں طرف کالے علم سے ایسی بندش کر چکی تھی کہ بنت عمارہ جیسی زبردست وچ لیڈی بھی مجھ تک نہیں پہنچ پا رہی تھی۔ وہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ کس نے میرے اطراف کالے منتروں سے بندش کی ہے؟ اور اس کا توڑ کیسے ہو سکتا ہے؟

اس رات بنت عمارہ تھک ہار کر سو گئی تھی۔ اس نے سمجھ لیا تھا کہ اس نامعلوم جادوگر سے ٹکرانا آسان نہیں ہو گا۔ رفتہ رفتہ معلومات حاصل ہوں گی کہ کس نے مجھے ٹریپ کیا ہے؟ اور میں کب تک کالے علم کی جکڑ بندی میں رہوں گا؟

فرمان مصری نے اعلیٰ بی بی کو بنت عمارہ سے ملایا تھا۔ اس سے پہلے اعلیٰ بی بی نے فرمان مصری کے خیالات پڑھے تھے۔ اس کے ذریعے بنت عمارہ کے دماغ میں پہنچی تھی پھر اس کے بھی خیالات پڑھے تھے۔ یہ اس کی خوش فہمی تھی کہ وہ ان ماں بیٹے کے دماغوں میں پہنچ کر بہت کچھ معلوم کر سکتی ہے۔ بعد میں بنت عمارہ نے اسے بتایا کہ وہ دھوکا کھا رہی تھی۔ ان ماں بیٹے کے چور خیالات کو کوئی نہیں پڑھ سکتا۔ اس نے اپنے اور فرمان کے دماغ پر ایسا عمل کیا تھا کہ وہ اپنے اندر پرائی سوچ کو محسوس کر لیتے تھے لیکن ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے۔ ایسا ہی عمل بابا صاحب کے ادارے میں اعلیٰ بی بی اور کبریا پر کیا گیا تھا۔

فرمان مصری بہترین فائٹر تھا۔ اپنی ماں سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر چکا تھا۔ بہت جلد خیال خوانی کے قابل ہونے والا تھا۔ بنت عمارہ اسے کچھ پراسرار علوم بھی سکھا رہی تھی۔

اعلیٰ بی بی' فرمان اور بنت عمارہ کے درمیان محبت اور اعتماد پیدا ہوا۔ تب فرمان نے اعلیٰ بی بی کو اپنے بارے میں اصل حقائق بتائے۔ اعلیٰ بی بی نے دریائے نیل کے ساحل پر ایک بنگلا کرائے پر لیا تھا۔ فرمان نے کہا "قاہرہ کے مضافات میں وسطی نامی ایک بستی ہے۔ میں وہاں کی زمینوں کا مالک ہوں وہاں ایک بہت بڑی حویلی میں رہتا ہوں۔ میں چاہوں گا۔ تم وہاں میرے ساتھ رہو۔ اس کرائے کے بنگلے کو چھوڑ دو۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "آج رات مجھے یہاں رہنے دو۔ کل کسی وقت تمہاری حویلی میں آؤں گی۔"

فرمان بڑے پیار سے مصافحہ کر کے چلا گیا۔ وہ رات اس نے اسی بنگلے میں گزاری۔ کھڑکیوں اور دروازوں کو اندر سے اچھی طرح بند کر دیا پھر سونے سے پہلے اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ بنگلے کے آس پاس کوئی غیر معمولی بات ہو یا کوئی اندر آنا چاہیے تو فوراً اس کی آنکھ کھل جائے۔ وہ یہ ہدایت دے کر صبح چھ بجے تک کے لیے گہری نیند سو گئی۔

فرمان مصری اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا جا رہا تھا۔ قاہرہ شہر سے اس کی حویلی پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر تھی۔ وہ اپنے علاقے کا جاگیردار تھا۔ اس کی حویلی کے اندر اور باہر درجنوں مسلح گارڈز کی ڈیوٹی رہا کرتی تھی۔ یہ دولت اور جاگیر اسے بنت عمارہ سے حاصل ہوئی تھی۔ وہ کہتی تھی "تم میرے بیٹے ہو۔ آج میرا جو کچھ ہے وہ کل تمہارا ہو گا۔" وہ صرف اپنی دولت اور جائداد ہی نہیں اپنے پراسرار علوم بھی اس کے ذہن میں منتقل کرتی جا رہی تھی۔

اس نے ایک بار پوچھا تھا "ماما! آپ اپنا سب کچھ مجھے دیتی جا رہی ہیں۔ آخر مجھے اس قدر چاہتی کیوں ہیں؟"

اس نے جواب دیا "بیٹے! میں تمہارے ذریعے محبت کے رشتوں میں اضافہ کرنا چاہتی ہوں۔ تمہاری زندگی میں ایک حسین لڑکی آنے والی ہے۔ تم اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارو گے۔ وہ میرے لیے ایک پوتے کو جنم دے گی۔ تو وہ پوتا مجھے دنیا کی سب سے خوش نصیب عورت بنا دے گا۔"

"آپ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ وہ حسینہ مجھ سے راضی ہو جائے گی اور وہ ایک بیٹے کو جنم دے گی۔"

"میرا ایک علم مجھے مستقبل کے بارے میں درست بتاتا ہے۔ بس ایک پریشانی ہے۔ کہیں سے کوئی رکاوٹ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔"

"کیسی رکاوٹ ماما؟"

"یہ ابھی میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ میں معلوم کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

یہ کچھ عرصہ پہلے کی بات تھی پھر اعلیٰ بی بی سے ان کی ملاقات ہوئی تو وہ فرمان سے بولی "یہی وہ حسینہ ہے' جو میرے لیے ایک پوتا پیدا کرے گی۔ اسے جلد سے جلد اپنی محبت میں گرفتار کرو۔"

وہ بولا "ماما! یہ جتنی حسین ہے' اتنی ہی سنگین ہے۔ بہت ریزرو رہتی ہے۔ رومانی انداز اختیار کرنے کا موقع نہیں دے رہی ہے۔ کیا یہ مجھ سے محبت کرے گی؟"

"محبت اور اپنے بہترین سلوک سے ہم دونوں اس کا دل جیت لیں گے۔ میں اس کے باپ کو ڈھونڈ نکالوں گی تو یہ ہمیشہ کے لیے ہماری ہو جائے گی۔"

پھر بنت عمارہ نے پراسرار علوم کے ذریعے مجھے تلاش کرنا چاہا۔ تب پتا چلا' واقعی ویسی ہی رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے۔ جس کا ذکر فرمان سے کر چکی تھی۔

اب یہ اندیشہ پیدا ہو رہا تھا کہ وہی رکاوٹ فرمان اور اعلیٰ بی بی کے درمیان آئے گی۔ انہیں ایک دوسرے سے ملنے نہیں دے گی پھر اعلیٰ بی بی اس کے لیے ایک پوتے کو جنم نہیں دے سکے گی۔

اس نے فرمان سے کہہ دیا تھا کہ وہ صبح تک مراقبے میں رہے گی اور اس نامعلوم قوت کے بارے میں معلوم کرتی رہے گی۔ اسے اعلیٰ بی بی کے زیادہ سے زیادہ قریب ہو جانا چاہیے۔ وہ اپنی ماما کی ہدایات کے مطابق اعلیٰ بی بی کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوششیں کرتا رہا لیکن اس کا انداز

محبوبانہ ہونے کے باوجود بے تکلفانہ نہیں تھا۔

وہ اسے محبت اور اس کی رضا مندی سے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا اسے ساحلی بنگلے میں تنہا چھوڑ کر شہر سے دور اپنی حویلی کی طرف جانے لگا۔ وہ کار ڈرائیو کرنے کے دوران یہ تمام باتیں سوچ رہا تھا۔ اچانک اس کے اندر بے چینی سی پیدا ہونے لگی۔ یہ سوچ پیدا ہونے لگی کہ وہ اعلیٰ بی بی سے دور ہو کر غلطی کر رہا ہے۔ آج ہی رات اسے حاصل کر لینا چاہیے۔

اس نے سڑک کے کنارے گاڑی روک دی۔ بڑی سنجیدگی سے خود کو ٹٹولنے لگا کہ اس کے اندر اعلیٰ بی بی کے لیے جارحانہ خیالات کیوں پیدا ہو رہے ہیں "نہیں۔ میں اسے پیار کی سچائی سے حاصل کروں گا۔ میرے اندر یہ شیطانی خیالات کیوں پیدا ہو رہے ہیں؟ اگر پرائی سوچ کی لہریں ہوتیں تو میں انہیں محسوس کر لیتا۔ میرے اندر کوئی نہیں ہے پھر میں اپنے قابو سے باہر کیوں ہو رہا ہوں؟"

اس نے سوچتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کی پھر اسے واپسی کے راستے پر موڑ لیا۔ تب اسے ماننا پڑا کہ کوئی نادیدہ قوت اس پر حاوی ہو رہی ہے۔ اسے واپس اعلیٰ بی بی کی طرف لے جا رہی ہے۔ اگر اس نے خود کو نہ روکا تو یہ بہت برا ہوگا۔ اعلیٰ بی بی اس سے بدظن ہو جائے گی۔ اسے عیاش اور بدکردار سمجھ کر اس کا ساتھ چھوڑ دے گی۔

وہ تیزی سے کار ڈرائیو کرتا جا رہا تھا اور اسے روکنے کی کوشش بھی کرتا جا رہا تھا لیکن ناکام ہو رہا تھا۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی کرتے ہوئے بنت عمارہ کو پکارا "ماما! مجھے بچاؤ۔ کوئی مجھ پر حاوی ہو رہا ہے۔ یہ وہی نادیدہ قوت ہو سکتی ہے۔ مجھے بچاؤ۔۔۔"

اس کی سوچ کی لہریں بنت عمارہ تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔ تب اسے یاد آیا جب وہ مراقبے میں رہتی ہے تو اس کے دماغ کے تمام راستے بند ہو جاتے ہیں۔ کوئی اس کے اندر نہیں پہنچ پاتا۔ اس نے کہا تھا، صبح تک مراقبے میں رہے گی۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ ابھی اس کی آواز سن پائے گی اور نہ ہی اس کی کوئی مدد کر سکے گی۔

وہ نادیدہ قوت بہت ہی زبردست تھی۔ وہ اس سے نجات حاصل کرنے میں ناکام ہو رہا تھا۔ بے اختیار ڈرائیو کرتا ہوا اسی ساحلی بنگلے کی طرف جا رہا تھا، جہاں ایک بیڈ روم میں اعلیٰ بی بی سو رہی تھی۔

گاڑی اس بنگلے کے سامنے پہنچتے ہی رک گئی۔ اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اعلیٰ بی بی کے اندر پہنچا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی بیدار ہو گئی۔ اس نے پوچھا "کون ہے؟"

وہ بولا "میں فرمان! میرے اندر آؤ اور مجھ سے بچنے کی کوشش کرو۔ کوئی شیطان میرے اندر گھسا ہوا ہے۔"

وہ فوراً اٹھ بیٹھی۔ اس کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہ بہت پریشان تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا۔ وہ واپس نہیں آنا چاہتا تھا لیکن ایک نادیدہ قوت اسے یہاں لے آئی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ فرمان زبردستی اعلیٰ بی بی سے تعلقات قائم کرے۔

وہ کار سے اتر کر بنگلے کے دروازے تک آیا پھر پوری قوت سے واپس جانے کی کوشش کی۔ وہاں سے پلٹ کر ساحل کا رخ کیا لیکن اس کا دماغ اس کے قابو سے باہر ہو گیا۔ وہ دروازے کے پاس آ کر اسے لاتیں مارنے لگا۔ جھنجلا کر کہنے لگا "دروازہ کھولو۔ نہیں کھولو گی تو یہ ٹوٹ جائے گا۔"

اعلیٰ بی بی اس کے اندر اپنی دماغی قوتوں کا اضافہ کرنا چاہتی تھی۔ تاکہ اس کی اور فرمان کی مشترکہ قوتوں سے اس ناگہانی شیطانی قوت کا مقابلہ کیا جا سکے۔ ایسے وقت پتا چلا کہ اس کا دماغ بے قابو ہو رہا ہے۔ اب وہ فرمان کو اپنے پاس بلانا چاہتی ہے۔ اس کی بات ماننا چاہتی ہے۔

وہ انکار میں سر ہلا کر چیخنے لگی "نہیں۔ یہ میرے اندر کیسے گندے خیالات پیدا ہو رہے ہیں؟ میں دروازہ نہیں کھولوں گی۔"

وہ انکار کر رہی تھی لیکن بے اختیار دروازے کی طرف بڑھتی جا رہی تھی۔ ان لمحات میں فرمان دماغی طور پر سکون محسوس کر رہا تھا۔ اس کے اندر سے شیطانی ضد ختم ہو گئی تھی۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر بولا "اب وہ نادیدہ قوت تمہارے اندر موجود ہے۔ ایک بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ وہ بیک وقت ہم دونوں کو مجبور نہیں کر سکے گی۔ میں نے دروازے کو باہر سے بند کر دیا ہے۔ تم اندر سے کھولو گی تو یہ نہیں کھلے گا۔"

یہی ہوا۔ اعلیٰ بی بی نے نادیدہ قوت کے دباؤ میں آ کر دروازے کی چٹخنی ہٹائی تو وہ باہر سے بند تھا۔ اچانک فرمان نے پھر اپنے اندر شیطانی ضد محسوس کی۔ ادھر اعلیٰ بی بی نے دماغی سکون محسوس ہوتے ہی پھر چٹخنی لگا دی۔ باہر سے فرمان نے دروازہ کھولنا چاہا تو وہ اندر سے بند ہو چکا تھا۔

ایسا دو چار بار ہوا۔ وہ نادیدہ قوت اعلیٰ بی بی کو مجبور کرتی تو فرمان اس کا بچاؤ کرتا۔ وہ فرمان کو مجبور کرتی تو اعلیٰ بی بی اس کا بچاؤ کرتی۔ ایسے طریقہ کار سے وہ قوت اپنے ارادے میں ناکام ہو رہی تھی۔

آخر وہ مجبور ہو گئی۔ اسے بولنا پڑا۔ فرمان کو اپنے اندر بنت عمارہ کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "تم گدھے ہو۔ میں نے کتنے مواقع فراہم کیے۔ پہلے تمہیں رومانس کا موقع دیا پھر تم اس بنگلے میں اس کے ساتھ تنہا آئے لیکن تم نے اسے ہاتھ نہیں لگایا۔ آخر میں مجبور ہو کر ایسا کر رہی ہوں۔ تم میرے بیٹے ہو۔ میری بات مانو۔ میں اعلیٰ بی بی پر پوری طرح قبضہ جما رہی ہوں۔ وہ بالکل بے بس ہو جائے گی۔ تم ابھی اس سے جسمانی تعلق قائم کرو گے۔"

"نہیں ماما! یہ اچھی بات نہیں ہے۔ میں اسے پیار سے حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ آپ زبردستی کے لیے کیوں مجبور کر رہی ہیں؟"

"میرا علم کہہ رہا ہے۔ آج رات یہ بہت ضروری ہے۔ مجھے تاش کے پتوں نے بتایا ہے۔ آج رات اس کی کوکھ میں میرے پوتے کی بنیاد پڑے گی۔"

وہ جھنجلا کر بولا "آپ تو ایک پوتے کے پیچھے پڑ گئی ہیں۔ اخلاق اور تہذیب کو بھول گئی ہیں۔ میں نکاح پڑھائے بغیر آپ کی یہ خواہش پوری نہیں کروں گا۔"

"بیٹے فرمان! تم نہیں جانتے۔ آج چاند کی پہلی تاریخ ہے۔ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو اگلے چاند کی پہلی تک انتظار کرنا ہوگا۔ میں زیادہ دنوں تک انتظار نہیں کر سکتی۔"

"انتظار کیوں نہیں کر سکتیں؟ مسئلہ کیا ہے؟"

"میرا بڑھاپا، میری کمزوری بڑھتی جا رہی ہے۔ تمہاری اولاد میری تمام کمزوریاں دور کر دے گی۔ میرے تمام مسائل حل کر دے گی۔"

"پھر آپ ایک ماہ تک انتظار کریں۔ میں اعلیٰ بی بی کو شادی کے لیے راضی کروں گا۔"

"تم میری بات نہیں سمجھو گے۔ نہ میں سمجھا سکوں گی۔ شادی نہیں ہونی چاہیے۔ میں جو عمل کرنے والی ہوں، اس کے لیے ناجائز اولاد چاہیے۔"

"یہ آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ وہ فرہاد علی تیمور کی بیٹی ہے۔ اس نے بابا صاحب کے ادارے میں پرورش پائی ہے۔ وہ کبھی خلافِ تہذیب ایک ناجائز بچے کی ماں نہیں بنے گی۔"

انہیں اعلیٰ بی بی کی آواز سنائی دی "میں سب سن رہی ہوں۔ ماما! آپ ایک بچہ چاہتی ہیں۔ شرط یہ ہے کہ بچہ فرمان کا ہو اور وہ میری کوکھ سے ہو۔ اس سلسلے کی اہم بات یہ ہے کہ اسے ناجائز ہونا چاہیے۔"

"تم نے مجھے ماں کہا ہے اور میں تمہیں دل سے بیٹی سمجھتی ہوں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں فرمان کو اپنی دولت اور جائداد دیتی رہتی ہوں۔ یہ رفتہ رفتہ بے انتہا دولت مند بنتا جا رہا ہے۔ میں تمہارے بھی کام آ رہی ہوں۔ کل صبح تک تمہارے پاپا کو ڈھونڈ نکالوں گی۔ ایک ماں تم دونوں کے لیے بہت کچھ کر رہی ہے۔ کیا اس کے بدلے میری ایک چھوٹی سی خواہش پوری نہیں کرو گے؟ بہت معمولی سی خواہش ہے۔ مجھے ایک ناجائز بچہ دے دو۔"

وہ بولی "ماما! میں اب تک یہی سمجھ رہی تھی کہ آپ نے مثبت مقاصد کے لیے پراسرار علوم حاصل کیے ہیں لیکن یہ موٹی عقل سے بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ غلط حرکتوں سے ناجائز مقاصد حاصل کیے جاتے ہیں۔ آپ کالا جادو جانتی ہیں اور اسے پراسرار علوم کا نام دیتی ہیں۔ آپ کو کالے جادو کے لیے مجھ سے اور فرمان سے جنم لینے والے ناجائز بچے کی ضرورت ہے۔ میری معلومات کے مطابق کالا جادو جاننے والے اپنا کوئی اہم مقصد حاصل کرنے کے لیے گناہ آلود ناجائز بچے کی قربانی دیتے ہیں۔ اس کا خون بہا کر کوئی مراد حاصل کرتے ہیں۔"

بنت عمارہ نے کہا "تم درست کہہ رہی ہو۔ جب میں ہر طرح تم دونوں کے کام آ رہی ہوں تو کیا تم اپنا ایک بچہ میرے لیے قربان نہیں کرو گے۔"

فرمان نے نفرت سے کہا "آپ پہلی بار ایک ماں کی نہیں، ایک ڈائن کی، ایک خبیث چڑیل کی زبان سے بول رہی ہیں۔ اب معلوم ہوا ہے کہ آپ نے میرا ایک بیٹا حاصل کرنے کے لیے مجھے بیٹا بنایا ہے۔ میں ایسے رشتے پر تھوکتا ہوں۔ آپ میرے دماغ سے چلی جائیں۔۔۔"

"کیسے چلی جاؤں؟ اگر کسی دوسرے جوان سے اور کسی دوسری لڑکی سے میرا کام بنتا تو میں تم لوگوں کے پیچھے اتنا وقت ضائع نہ کرتی تم دونوں کا زائچہ میرے کالے عمل کے مطابق ہے۔ تم دونوں کی دانش مندی یہی ہوگی کہ میری بات مان لو۔ سمجھ لینا پہلا بچہ پیدا ہوتے ہی مر گیا تھا۔ اس کے بعد مالا مال کروں گی۔ تم دونوں دنیا کے امیر ترین میاں بیوی کہلاؤ گے۔"

اعلیٰ بی بی فرمان کے دماغ میں تھی۔ اس نے کہا "تم پوری طاقت سے سانس روکو میں تمہاری دماغی توانائی میں اضافہ کر رہی ہوں۔ ہم اسی طرح اسے دماغ سے نکال سکتے ہیں۔"

ان دونوں نے مل کر پوری طاقت سے سانس روکی۔

بنت عمارہ اس کے دماغ سے نکل گئی۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ اعلیٰ بی بی کے اندر آگئی۔ فرمان جانتا تھا کہ وہ یہی کرے گی۔ اس نے بھی اعلیٰ بی بی کے اندر آکر اس کے ساتھ پوری قوت سے سانس روکی۔ وہ وہاں سے نکل گئی۔

دو چار بار یہی ہوتا رہا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "بنت عمارہ! ہم نے تمہیں ماں کہہ کر غلطی کی۔ اب ایسی غلطی نہیں کریں گے۔ تم اپنے پراسرار علوم ہم پر آزماؤ۔ ہم اپنی ذہانت سے ان کا توڑ کرتے رہیں گے۔"

وہ غصے سے بولی "تم نے اپنی حماقت سے مجھے دشمن بنالیا ہے۔ میں تمہارے باپ کو تلاش کر کے تمہیں وہاں تک پہنچانا چاہتی تھی لیکن اب تمہارا باپ بھی میری دشمنی سے نقصان اٹھائے گا۔ وہ ابھی جہاں بھی ہو' بے بس اور مجبور ہو۔ وہ ٹیلی پیتھی کا علم بھول چکا ہے۔ اسی لیے تم لوگوں سے رابطہ نہیں کر رہا ہے۔ میں کل تک اسے تلاش کر کے دماغی مریض بنادوں گی۔"

فرمان نے کہا "تم ہمیں ماں کا پیار دیتے دیتے اچانک بدترین دشمن بن گئی ہو۔ مجھے یاد آرہا ہے ایک بار تم نے کہا تھا کہ تم دوبارہ جوان ہونے کا عمل کر رہی ہو۔ میرا پہلا بچہ تمہارے لیے خوش نصیبی لائے گا۔ اب بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی ہے کہ تم اپنا بڑھاپا اور کمزوری دور کرنے کے لیے اور ایک بار پھر سے جوان ہونے کے لیے ہمارے پیچھے پڑ گئی ہو تم مجھ کو' اعلیٰ بی بی کو اور اس کے پاپا کو جان سے مار ڈالنے کی بھی دھمکی دو تب ہم تمہارے سامنے نہیں جھکیں گے۔"

وہ غصے سے بولی "میں تم دونوں کو جھکا کر رہوں گی۔ تم دونوں اپنا پہلا ناجائز بچہ مجھے دو گے۔ ضرور دو گے۔ اس وقت چار بج چکے ہیں اب تھوڑی دیر میں صبح ہونے والی ہے۔ چاند کی پہلی رات گزر چکی ہے۔ آج میں ناکام ہوگئی۔ تم دونوں کو جان سے مار ڈالنا میرے لیے معمولی سی بات ہے لیکن میں تمہیں زندہ رکھنے پر مجبور ہوں۔ اگلے ماہ چاند کی پہلی تاریخ کو میں اپنی بات ضرور منواؤں گی۔ میں جارہی ہوں۔ لعنت ہے تم دونوں پر۔۔۔"

وہ چلی گئی۔ انہوں نے اطمینان کی سانس لی۔ اعلیٰ بی بی نے فرمان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "تم بہت اچھے ہو۔ تم اس کی ممتا کے فریب میں نہیں آئے۔ اگر ہم ایک دوسرے کے ساتھ تعاون نہ کرتے تو وہ ہمیں بہت ہی گندے اور گھناؤنے راستوں پر لے جاتی۔"

فرمان نے کہا "ہم ایک دوسرے سے تعاون کر کے ہی آئندہ بھی اس بلا سے نجات حاصل کرسکتے ہیں۔ یہ اگلے ماہ چاند کی پہلی تاریخ تک ہمیں گناہ کرنے پر مجبور کرتی رہے گی۔"

"ہماری بہتری اسی میں ہے کہ ہم اس بلا کے ٹلنے تک ضرور ایک ساتھ رہیں۔"

"ہاں۔ اب یہ ضروری ہوگیا ہے کہ ہم اس کی کمزوریوں کو سمجھیں وہ اپنے بڑھاپے اور کمزوری سے نجات حاصل کرنے کے لیے ہمارے پیچھے پڑ گئی ہے۔ اگر ہم اسے مزید کمزور بنانے کی تدابیر پر عمل کریں تو اس سے ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے گی۔"

وہ اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا "وعدہ کرو ایسی مصیبت میں میرے ساتھ رہو گی۔ تمہارے ساتھ رہ کر مصائب سے کھیلنا اچھا لگے گا۔"

وہ اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتی ہوئی بولی "تم انتہائی مجبوری کی حالت میں بھی شیطان نہ بن سکے۔ تم نے ثابت کیا ہے کہ شریف اور عزت دار ہو۔ میں تم پر اعتماد کروں گی اور تمہارے ساتھ رہوں گی۔"

"تو پھر ابھی یہ بنگلا چھوڑ دو۔ میری حویلی میں چلو اور میرے ساتھ رہو۔"

اعلیٰ بی بی نے سفری بیگ میں اپنا تمام ضروری سامان رکھا پھر اس کے ساتھ باہر آکر کار میں بیٹھ گئی پھر اس سے کہا "ہمیں ہر لمحے محتاط رہنا ہے۔ وہ چڑیل کسی وقت بھی ہمارے اندر پہنچ سکتی ہے۔"

وہ کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا "فی الحال ہمارے بچاؤ کا طریقہ یہی ہوگا۔ وہ تمہارے دماغ میں آئے گی تو میں تمہارے اندر آکر اسے ناکام بناؤں گا۔ جب وہ میرے اندر آئے گی تو تم اسے ناکام بناتی رہو گی۔ اس کے حملوں کی نوعیت کو سمجھتے ہوئے ہمیں ہمہ وقت حاضر دماغی سے کام لینا ہوگا۔"

وہ تین گھنٹے کی لانگ ڈرائیو کے بعد حویلی میں آگئے۔ اس وقت دن نکل آیا تھا۔ اس نے اعلیٰ بی بی سے کہا "فی الحال کسی بھی بیڈ روم میں جا کر نیند پوری کرو۔ بعد میں جو بھی کمرا پسند آئے گا وہ تمہارے لیے مخصوص کردیا جائے گا۔ ویسے تم یہاں مہمان بن کر نہیں اس حویلی کی مالکن بن کر رہو گی۔"

اس نے ایک کمرے میں آکر کہا "میں یہاں گزارہ کرلوں گی۔ ویسے ابھی تک خیریت ہے وہ ہماری طرف پلٹ کر نہیں آرہی ہے۔"

وہ یقیناً تھک گئی ہوگی۔ میں ایک عرصے سے اس کے قریب رہتا آیا ہوں۔ میں نے دیکھا ہے وہ بظاہر صحت مند نظر آتی ہے لیکن اندر سے بہت کمزور ہے۔ کچھ دوائیں کھاتی رہتی ہے اور اپنے اوپر کچھ عمل کرتی رہتی ہے۔ اس طرح عارضی طور پر توانائی حاصل کرتی رہتی ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "اس لیے وہ جلد سے جلد کالے عمل کے ذریعے پھر سے جوانی اور توانائی حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اچھی بات ہے اب میں چار بجے تک نیند پوری کروں گی پھر بیدار ہو جاؤں گی۔ اب تو دن نکل آیا ہے۔ شب بخیر نہیں کہہ سکتی اس لیے صبح بخیر۔"

وہ دونوں ہنستے ہوئے ایک دوسرے سے رخصت ہوگئے۔ فرمان اپنے کمرے میں جا کر سو گیا۔ اعلیٰ بی بی پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ یہ بنت عمارہ صرف اس لیے مجھ پر بھاری پڑ رہی ہے کہ اپنے ایک پراسرار علم کے ذریعے میرے دماغ کو بے حس بنا کر اندر گھس آتی ہے اور میں اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کے قابل نہیں ہوں۔

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اس چڑیل کو اپنے اندر آنے سے کس طرح روک سکتی ہے۔ اس نے کچھ سوچ کر الپا کو مخاطب کیا "ہیلو سسٹر! میں بول رہی ہوں۔"

الپا نے خوش ہو کر کہا "اعلیٰ بی بی! تم آئی ہو؟ خیریت سے ہو ناں؟"

"سسٹر! میں ایک پرابلم میں ہوں۔ ایک وچ لیڈی بہت خطرناک ہے اس کا نام بنت عمارہ ہے۔ وہ کئی طرح کے پراسرار علوم جانتی ہے۔ کسی کے بھی دماغ میں گھس آتی ہے وہ تمہارے بھی اندر آئے گی تو تم اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکو گی۔"

"پھر تو وہ واقعی بہت خطرناک ہے۔ اس کا مطلب ہے وہ تمہارے دماغ میں گھس آتی ہے اور تم اسے روک نہیں پاتیں۔"

"ہاں۔ یہی پریشانی ہے۔ میں جناب تبریزی سے التجا کروں گی تو وہ میرے دماغ کو لاک کردیں گے لیکن وہ اکثر یہی سمجھاتے رہتے ہیں کہ دنیاوی معاملات میں روحانی امداد طلب نہ کیا کرو۔ پتا نہیں قدرت کا منشاء کیا ہوتا ہے؟ بعض مصائب انسان کی بہتری کے لیے ہوتے ہیں وہ ایسے مصائب کی آگ میں جل کر کندن بن جاتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ تمہیں ابھی جناب تبریزی سے رجوع نہیں کرنا چاہیے۔ ہم اپنے طور پر کچھ تدابیر پر عمل کریں گے سب سے پہلے تو میں اس کی کمزوریاں معلوم کرنا چاہوں گی۔"

اعلیٰ بی بی نے اسے بتایا کہ اس کی عمر سو سال سے بھی زیادہ ہوگی۔ وہ بوڑھی اور کمزور ہے پھر سے جوانی اور توانائی حاصل کرنے کے لیے اسے اور فرمان کو پریشان کر رہی ہے اس کے بنائے ہوئے زائچوں کے مطابق اگر وہ فرمان سے جسمانی تعلق قائم کرے گی اور ناجائز بچے کو جنم دے گی تو اس ناجائز بچے کے لہو سے اس بڑھیا کو جوانی بھی حاصل ہوگی اور توانائی بھی۔ اس مقصد کے لیے وہ اگلے چاند کی پہلی تاریخ تک ان دونوں کو گناہ گار بننے پر مجبور کرتی رہے گی۔ ابھی وہ تھک ہار کر سو رہی ہے۔ آئندہ کسی وقت بھی آکر پریشان کرسکتی ہے۔

الپا نے پوچھا "کیا تم مجھے اس کے قریب پہنچا سکتی ہو؟"

"میں اس کے دماغ میں پہنچا سکتی ہوں۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتی ہے لیکن انجان بنی رہتی ہے۔ اسے یہ اطمینان رہتا ہے کہ کوئی اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکے گا۔"

"میں تمہارے دماغ میں آرہی ہوں۔ تم مجھے اس کے اندر پہنچا دو۔"

"ایک بات یاد رکھو۔ اگر وہ تمہاری آواز اور لہجے کو پکڑ لے گی۔ تو خود تمہارے لیے بھی مصیبت بن جائے گی۔ تم اس کی سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ سے نہیں نکال سکو گی۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں محتاط رہوں گی۔ مجھے اس کے پاس پہنچا کر تم آرام سے اپنی نیند پوری کرو۔ میں بعد میں تم سے رابطہ کروں گی۔"

اعلیٰ بی بی نے اسے بنت عمارہ کے دماغ میں پہنچا دیا پھر واپس آکر بستر پر لیٹ گئی۔ اپنے دماغ کو ضروری ہدایات دے کر سو گئی۔ وہ بوڑھی وچ لیڈی اس وقت سو رہی تھی۔ اس نے نیند کی حالت میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا لیکن انجان بنی رہی۔ وہ سو جانا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے اس کی پرسنل سیکریٹری نے کہا "میڈم ایک ضرورت مند رئیس آپ سے ملنا چاہتا ہے کیا آپ اسے ملاقات کا کوئی وقت دینا چاہیں گی؟"

وہ بولی "اس سے کہو شام کو فون پر بات کرے۔ میں تم سے کہنا بھول گئی تھی کہ ابھی چند گھنٹے آرام کروں گی۔ مجھے ڈسٹرب نہ کرنا۔"

وہ ریسیور رکھ کر پھر بستر پر لیٹ گئی۔ آنکھیں بند کر کے سوچ کے ذریعے بولی "اعلیٰ بی بی! میں تمہیں اپنے اندر

محسوس کر رہی ہوں۔ تم یہی دیکھنے آئی ہو کہ میں تمہارے خلاف کیا کرنے والی ہوں؟ میں ابھی کچھ نہیں کروں گی۔ تھک گئی ہوں۔ چند گھنٹوں تک نیند پوری کرنے کے بعد ایسی چال چلوں گی کہ تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔ تم میرے چور خیالات نہیں پڑھ سکو گی۔ میری چالوں کو نہیں سمجھ سکو گی۔ اس لیے جاؤ۔"

الپا اس کے دماغ سے نکل کر اس کی پرسنل سیکریٹری کے اندر پہنچ گئی۔ اسے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ بنت عمارہ پر کتنے ہی حملے کیے جائیں تو وہ اپنے مقررہ وقت سے پہلے نہیں مرنے گی۔ اس کے جسم پر جتنے زخم لگتے ہیں وہ دیکھتے ہی دیکھتے چند سیکنڈ میں بھر جاتے ہیں۔

الپا یہ اچھی طرح سمجھ گئی کہ اس بوڑھی چڑیل کو زخمی کیا جاسکتا ہے اور نہ ہلاک کیا جاسکتا ہے۔ وہ بڑھاپے کے باعث بہت کمزور ہے اسے مزید کمزور بنایا جائے تو اس کی خیال خوانی کی صلاحیتیں کمزور پڑ جائیں گی۔ مشکل یہ تھی کہ اسے اعصابی کمزوریوں میں بھی مبتلا نہیں کیا جاسکتا تھا۔ صرف ایک ہی راستہ تھا کہ اس کی ان کمزوریوں میں اضافہ کیا جائے جو بڑھاپے کے باعث تھیں۔

وہ مزید معلومات کے لیے اب اس کی پرسنل سیکریٹری کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ یہ معلوم ہوا کہ بنت عمارہ کے پاس پراسرار علوم کے ہزاروں سالہ پرانے نسخے ہیں۔ جن سے وہ استفادہ کر رہی ہے۔ ان میں سے دو چار نسخے ایسے ہیں جنہیں وہ ہر روز ایک بار پڑھتی ہے اور اپنی کھوئی ہوئی توانائی بحال کرتی رہتی ہے۔

یہ کام کی بات معلوم ہوئی تھی۔ بنت عمارہ کو ان نسخوں سے محروم کیا جاسکتا تھا۔ سیکریٹری کے خیالات نے بتایا کہ بنت عمارہ کے بیڈ روم سے ملحقہ ایک کمرا ہے۔ جہاں ایک الماری میں اس کی اہم دستاویزات اور وہ اہم نسخے رکھے ہوئے ہیں۔ اس الماری کی ایک چابی اس کے پاس رہتی ہے اور دوسری چابی اس کا ایک معاون وچ ڈاکٹر اپنے پاس رکھتا ہے۔ وہ جب بھی کوئی کالا عمل کرتی ہے تو وہ وچ ڈاکٹر ایک شاگرد اور خدمت گار کی حیثیت سے اس کالے عمل کی تیاریاں کرتا ہے اور اس عمل کے لیے ضروری سامان فراہم کرتا ہے۔

الماری کی جو چابی بنت عمارہ کے پاس تھی۔ اسے حاصل کرنا ممکن نہیں تھا۔ وہ ایک سونے کی چین کے ساتھ اس چابی کو اپنے گلے میں پہنے رہتی تھی۔ وچ ڈاکٹر بھی اس چابی کو بڑی احتیاط سے رکھتا تھا۔ سیکریٹری کے خیالات نے بتایا کہ وچ ڈاکٹر اس کے عشق میں مبتلا ہے۔ وہ بھی اسے چاہتی ہے لیکن ابھی اس کے قریب نہیں جارہی ہے دور ہی دور سے اسے للچاتی رہتی ہے۔ الپا نے فیصلہ کرلیا کہ اس سیکریٹری کے ذریعے وچ ڈاکٹر کو ٹریپ کرے گی پھر اس الماری سے وہ تمام نسخے نکال لے گی۔

وہ وچ ڈاکٹر فی الوقت موجود نہیں تھا۔ ایک ہفتے کی چھٹی لے کر اسکندریہ گیا ہوا تھا۔ یہ بات پریشان کن تھی جب تک وہ نہ آتا بنت عمارہ کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جاسکتی تھی۔ سیکریٹری کو اس کا فون نمبر نہیں معلوم تھا۔ وہ فون پر اپنے عاشق سے گفتگو کرتی تو الپا اس کی آواز سنتے ہی اس کے اندر پہنچ جاتی پھر اسے اسکندریہ سے واپس آنے پر مجبور کرتی۔

الپا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ وہ میرے لیے بھی پریشان تھی۔ میں کہاں گم ہو چکا ہوں؟ میرا کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا۔ اب اعلیٰ بی بی کو ایک اہم مسئلہ درپیش تھا۔ اس چڑیل کو اس کے دماغ میں آنے سے کس طرح روکنا تھا۔ فی الحال کوئی تدبیر سجھائی نہیں دے رہی تھی۔

بنت عمارہ بری طرح تھکی ہوئی تھی۔ مسلسل چھ گھنٹے تک سوتی رہی۔ بیدار ہونے کے بعد پھر اعلیٰ بی بی اور فرمان کے سلسلے میں فکر مند ہو رہی تھی۔ سوچ رہی تھی کہ کس طرح انہیں قابو میں کیا جائے وہ کسی ایک کے دماغ پر مسلط ہو کر اسے گناہ کی طرف مائل کرسکتی تھی مگر دوسرا اس کی طرف مائل نہیں ہوتا تھا۔ وہ بیک وقت دونوں کے دماغوں میں جا کے انہیں مجبور نہیں کرسکتی تھی۔ اسے ہر حال میں ان سے ہونے والے ایک ناجائز بچے کی ضرورت تھی۔

اس کے پاس ایک ایسا مہرہ تھا جسے وہ اعلیٰ بی بی کے خلاف استعمال کرسکتی تھی اور وہ مہرہ تھا۔ راسپوٹین۔ اس وقت وہ ایک بیوہ کے مکان کے کمرے میں قیدی بنا ہوا تھا۔ بنت عمارہ نے ہی اسے قیدی بنا کر وہاں رکھا تھا۔

جہاں اسے قیدی بنا کر رکھا گیا تھا وہاں ایک نوجوان بیوہ رہتی تھی۔ اس کا نام ہالہ تھا۔ ہالہ نے اس کمرے کے دروازے کو باہر سے بند کردیا تھا۔ راسپوٹین وہاں سے باہر نہیں نکل سکتا تھا وہ شور نہیں مچا سکتا تھا دروازہ نہیں توڑ سکتا تھا۔ کیونکہ پورے قاہرہ کی پولیس اسے تلاش کرتی پھر رہی تھی۔ ہالہ اسے گرفتار کرا سکتی تھی۔ اس نوجوان بیوہ کے دماغ کو لاک کردیا گیا تھا۔ راسپوٹین اس کے اندر پہنچ سکتا تھا اور نہ اسے اپنا معمول بنا سکتا تھا۔

وہ جیل سے فرار ہونے کے بعد ٹیلی پیتھی کے ذریعے

وہاں کی پولیس اور انتظامیہ کو پریشان کرتا رہا تھا۔ کتنے ہی افسروں اور سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا تھا۔ وہاں کے اعلیٰ حکام اور عوام کو اچھی طرح دہشت زدہ کرچکا تھا پھر یہ وارننگ دی تھی کہ شہر کی ناکا بندی کی جائے گی اور اسے تلاش کیا جائے گا تو وہ یہاں کے حکمرانوں کو اور اعلیٰ عہدے داروں کو ایک ایک کرکے ہلاک کرتا رہے گا۔

حکومت کی طرف سے اعلان کیا گیا تھا کہ اسے گرفتار نہیں کیا جائے گا۔ وہ یہ شہر اور یہ ملک چھوڑ کر چلا جائے گا لیکن ابھی شہر چھوڑ کر جانا اس کے لیے مناسب نہیں تھا۔ اس کے پاؤں میں گولی لگی تھی۔ سب جانتے تھے کہ وہ لنگڑا کر چل رہا ہے۔ وہ شہر سے باہر جانے کے لیے ائرپورٹ یا بندرگاہ کی طرف جاتا تو اسے دور ہی سے پہچان کر گولی ماردی جاتی۔

پھر اسے اعلیٰ بی بی کی طرف سے خطرہ تھا وہ کسی بھیس میں بھی ہوتا تو وہ اسے لنگڑی چال سے پہچان لیتی پھر اسے مزید زخمی کرکے اس کے دماغ پر حاوی ہوجاتی۔ ان اندیشوں کے باعث وہ ہالہ کے مکان میں آکر چھپ گیا تھا۔ وہاں بنت عمارہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی اسے پریشان کرتی رہی تھی پھر اسے اسی مکان کے ایک کمرے میں قید کردیا تھا۔

اب بنت عمارہ چھ گھنٹے تک سونے کے بعد تازہ دم ہوچکی تھی۔ وہ راسپوٹین کے دماغ میں پہنچ گئی۔ راسپوٹین کو بڑا ناز تھا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں نہیں آسکتا لیکن پچھلی رات سے بنت عمارہ اس کے اندر آکر اسے پریشان کرتی رہی تھی۔ اس نے خود کو ظاہر نہیں کیا تھا اور وہ پریشان ہوتا رہا تھا کہ اس کے اندر کون پہنچ گیا ہے اور خود کو ظاہر کیوں نہیں کررہا ہے؟

اس بار بنت عمارہ نے کہا ”ہیلو راسپوٹین! میں خود کو ظاہر کررہی ہوں۔“

وہ پریشان ہو کر بولا ”تم مس ان نون ہو۔ آواز اور لہجہ بدل کر بول رہی ہو۔“

وہ بولی ”تم جسے مس ان نون کہتے ہو اس کا اصل نام اعلیٰ بی بی ہے۔ وہ فرہاد علی تیمور کی بیٹی ہے۔ تم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور امریکی اکابرین کو مس ان نون کے نام سے جھانسا دیتی رہتی ہے۔“

اس نے پوچھا ”تم کون ہو؟ میرے دماغ میں کیسے آگئی ہو؟ میں یوگا کا ماہر ہوں۔ حساس ذہن رکھتا ہوں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا ہوں۔ ایسی کیا بات ہے کہ میں تمہیں محسوس نہیں کرپا رہا ہو۔“

”میں یہاں کی بہت مشہور و معروف وچ لیڈی ہوں۔ کئی پراسرار علوم جانتی ہوں ایسے ہی ایک علم کے ذریعے تمہارے جیسے یوگا کے ماہروں کے اندر پہنچ جاتی ہوں۔ میرا نام بنت عمارہ ہے تم یہ نام کبھی نہیں بھولو گے کیونکہ میں تم پر حکومت کرنے والی مالکن ہوں اور تم میرے غلام ہو۔“

وہ بے بسی سے خلا میں تک رہا تھا۔ اس کے اندر یہ غیر معمولی صلاحیت تھی کہ وہ اعصابی کمزوریوں میں مبتلا نہیں ہوتا تھا۔ دشمن اسے کمزور بنا کر اس کے اندر نہیں آسکتے تھے لیکن وہ وچ لیڈی دماغی توانائیوں کے باوجود دماغ میں گھس آئی تھی۔

اس نے یوگا کی مہارت سے پوری طرح سانس روکی ایسے میں سوچ کی لہروں کو باہر نکل جانا چاہیے تھا لیکن وہ قہقہے لگا رہی تھی۔ کہہ رہی تھی ”اور سانس روکو اور جتنی تدابیر پر عمل کرسکتے ہو کرتے رہو۔“

وہ اچھی طرح سمجھ گیا کہ اس وچ لیڈی کے خلاف کچھ بھی نہیں کرسکے گا۔ وہ بے بسی سے بولا ”اوہ گاڈ! تم کہاں سے پیدا ہوگئی ہو؟ تم نے تو مجھے بری طرح جکڑ لیا ہے۔“

”تم میرے فرماں بردار بن کر رہو گے تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں تمہیں آزاد چھوڑ دوں گی تم جہاں چاہو گے جاسکو گے جو چاہو گے کرسکو گے۔ میرے فرماں بردار بن کر رہنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ دنیا کا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا کبھی تم پر حاوی نہیں ہوسکے گا۔ میں تمہارے کسی بھی دشمن کے دماغ میں پہنچ کر اسے نابود کردوں گی۔“

وہ قائل ہو کر بولا ”ہاں۔ یہ فائدہ ضرور ہے۔ میں تمہارے ذریعے تمام دشمنوں پر حاوی ہوسکتا ہوں۔ میں سب سے پہلے اعلیٰ بی بی کو زیر کرنا چاہوں گا“ کیا تم اسے میرے زیر اثر لاسکتی ہو؟“

”تم اس سے بہت بری طرح خار کھائے بیٹھے ہو۔ ایک بہت ہی کم عمر لڑکی تمہارے جیسے خرانٹ تجربے کار ٹیلی پیتھی جاننے والے کو الو بناتی رہی ہے۔ اس کی وجہ سے تم نے اپنی ایک ٹانگ پر گولی کھائی اور تم لنگڑے ہو کر جیل پہنچے۔ اس میں شبہ نہیں کہ تم بہت شاطر ہو تم نے جیل سے فرار ہو کر یہاں کے حکمرانوں کو دہلا دیا ہے سب تمہارے نام سے دہشت زدہ ہیں۔ میں تمہاری صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھاؤں گی۔“

”میں دن رات تمہارے کام آتا رہوں گا۔ تم میری ایک خواہش پوری کردو۔ ابھی اور اسی وقت اسے میری کنیز بنادو۔“

”تمہاری یہ خواہش ابھی پوری نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ پہلے میں اعلیٰ بی بی سے ایک فائدہ حاصل کرنے والی ہوں۔ جب میرا کام نکل جائے گا تو میں اسے تمہارے حوالے کردوں گی۔“

”کیا وہ بھی تمہارے زیر اثر آچکی ہے؟“

”دنیا کے بڑے سے بڑے ٹیلی پیتھی جاننے والے اور بڑے سے بڑے یوگا کے ماہر میرے زیر اثر آسکتے ہیں۔ اعلیٰ بی بی کی کیا بساط ہے؟“

”تمہاری صلاحیتوں سے پتا چلتا ہے کہ تم اس کے دماغ میں بھی پہنچ جاتی ہو۔“

”صرف پہنچتی نہیں ہوں تمہیں بھی پہنچا سکتی ہوں۔“

وہ خوش ہو کر بولا ”کیا سچ کہہ رہی ہو؟“

”تم ابھی میرے دماغ میں آؤ۔ میں اس لڑکی کے اندر جارہی ہوں لیکن خبردار وہاں اپنی موجودگی ظاہر نہیں کرو گے۔ خاموش رہو گے۔“

راسپوٹین اس بوڑھی وچ لیڈی کے اندر آگیا۔ وہ اعلیٰ بی بی کے اندر پہنچ گئی۔ اس وقت وہ بھی اپنی نیند پوری کرچکی تھی۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر فریش ہوگئی تھی اور فرمان کے ساتھ بیٹھی دوپہر کا کھانا کھاتے ہوئے فرمان سے کہہ رہی تھی ”دن کے دو بج رہے ہیں بنت عمارہ کی طرف سے طویل خاموشی ہے۔“

فرمان کہہ رہا تھا ”وہ ہمیں پریشان نہیں کررہی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ خاموش بیٹھی ہوگی۔ ابھی وہ ہمارے خلاف کوئی گہری چال چل رہی ہوگی۔“

وہ بولی ”یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ ابھی وہ ہمارے اندر موجود ہو اور خاموشی سے ہماری باتیں سن رہی ہو۔ میں یہ سوچ کر ہی پریشان ہوجاتی ہوں کہ وہ میری مرضی کے خلاف میرے اندر چھپی ہوئی ہے۔“

بنت عمارہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ راسپوٹین نے کہا ”واپس کیوں آگئیں؟ یہ سننا چاہیے کہ وہ تمہارے خلاف کیا پلاننگ کررہی ہے؟“

”میں بعد میں اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرلوں گی۔“

”تم زبردست ہو۔ اعلیٰ بی بی کو تو ایک چٹکی میں مسل ڈالو گی۔“

”میں اسے جان سے نہیں ماروں گی۔ اس کا زندہ رہنا میرے لیے بہت ضروری ہے۔ میں اس سے ایک کام لینا چاہتی ہوں لیکن یہ کم بخت راضی نہیں ہورہی ہے۔“

”راضی کیسے نہیں ہوگی؟ تم اس کے دماغ پر قبضہ جماؤ گی تو یہ غائب دماغ رہ کر تمہارا کام کرے گی۔“

”ابھی تم نے جس نوجوان کو اس کے ساتھ دیکھا اس کا نام فرمان ہے۔ وہ اعلیٰ بی بی کے دماغ میں پہنچ کر اسے بچاتا ہے۔ میں فرمان کے دماغ میں پہنچتی ہوں اسے سزا دیتی ہوں تو اعلیٰ بی بی اس کے اندر آکر اسے بچاتی ہے۔“

”میں سمجھ گیا۔ تم بیک وقت دونوں پر اثر انداز نہیں ہوسکتیں۔ ایسا کرو۔ پہلے کسی ایک کے اندر جا کر اس پر تنویمی عمل کرو۔ اسے معمول بنالو پھر کسی دوسرے وقت دوسرے کو معمول وار بنالو۔“

”آج تمہارے تعاون سے یہی کروں گی۔ تم میرا لب ولہجہ اختیار کرکے فرمان کے اندر جاؤ گے تو وہ تمہیں اپنے اندر سے نہیں نکال سکے گا۔ میں جب تک اعلیٰ بی بی پر عمل کرتی رہوں گی۔ تب تک تم فرمان کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھو گے وہ قابو میں نہیں آئے گا تو اس کے اندر زلزلہ پیدا کرو گے۔“

”میں تو اسے دماغی مریض بنادوں گا۔“

”ایسا ہرگز نہ کرنا۔ میں ان دونوں کو جسمانی اور ذہنی طور پر صحت مند رکھنا چاہتی ہوں۔ تاکہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ جسمانی تعلقات قائم کرتے رہیں۔“

”تم ایسا کیوں چاہتی ہو؟“

”میرے بنائے ہوئے زائچوں کے مطابق ان دونوں سے جو ناجائز اولاد ہوگی میں اس کے لہو میں بھیگ کر جوان لڑکی بن جاؤں گی۔ میرا بڑھاپا اور بڑھاپے کی تمام کمزوریاں ختم ہوجائیں گی۔“

”اب سمجھا، تم اعلیٰ بی بی کو زندہ رکھنا کیوں چاہتی ہو۔ میں جسے مار ڈالنا چاہتا ہوں۔ وہ تمہارے لیے بہت ضروری ہوگئی ہے۔“

”ہم آج رات انہیں ٹریپ کریں گے۔ پہلے فرمان کو دماغی طور پر کمزور بنایا جائے گا۔ اس کے بعد وہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہے گا۔ اعلیٰ بی بی کے اندر پہنچ کر اس کی مدد نہیں کرسکے گا۔“

”ایک وعدہ کرو۔ جب تمہیں ایک بچہ مل جائے اعلیٰ بی بی تمہارے کام کی نہیں رہے تو اسے میری داشتہ بنادینا۔“

”وہ مغرور لڑکی تمہیں ضرور ملے گی۔ اب میرے دماغ سے جاؤ۔“

وہ بولا ”میں ہالہ کے مکان کے ایک کمرے میں قید

ہوں۔ ہالہ سے کہو، وہ دروازہ کھولے۔ مجھے باہر نکلنے دے۔"

"تم جاؤ۔ دروازہ کھل جائے گا لیکن مکان سے باہر نہ جانا۔ پولیس والے تمہیں گولیوں سے چھلنی کردیں گے۔"

وہ چلا گیا۔ ادھر اعلیٰ بی بی نے کہا "میں اتنی دیر سے راسپوٹین کو بھول رہی ہوں۔ کل بنت عمارہ نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے تگنی کا ناچ نچایا تھا۔"

فرمان نے کہا "ہاں میں جانتا ہوں۔ وہ ہالہ کے مکان میں ہے۔"

"بنت عمارہ نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ وہ بیک وقت ہم دونوں کو زیر نہیں کرسکے گی۔ اس کے لیے اسے ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت ہوگی۔ وہ راسپوٹین کو اپنا معمول بنا کر ہمارے خلاف استعمال کرے گی۔"

"اس سے پہلے کہ وہ اسے اپنا آلہ کار بنائے ہمیں اسے راستے سے ہٹا دینا چاہیے۔ آؤ ہم ابھی وہاں چلیں گے۔"

وہ دونوں وہاں سے روانہ ہوگئے۔ بنت عمارہ نے اپنے طور پر صحیح پلاننگ کی تھی۔ ان دونوں کو بیک وقت ٹریپ کرنے کے لیے راسپوٹین کی خیال خوانی سے کام لینے والی تھی لیکن ایک اہم بات بھول گئی تھی کہ اعلیٰ بی بی راسپوٹین کے بارے میں یہ جانتی ہے کہ وہ ہالہ کے مکان میں چھپا ہوا ہے۔

اس بوڑھی وچ لیڈی کو یہ سوچنا چاہیے تھا کہ اعلیٰ بی بی وہاں جا کر اس کے اہم آلہ کار کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ فرمان نے کہا "میں وہاں پہنچتے ہی اسے گولی مار دوں گا۔ نہ رہے گا بانس۔ نہ بجے گی بانسری۔"

وہ بولی "وہ ہمیں دیکھتے ہی بدک جائے گا۔ فوراً خیال خوانی کے ذریعے بنت عمارہ کو مدد کے لیے پکارے گا۔"

وہ بولا "ہمارا طریقہ کار وہی ہوگا۔ وہ تمہارے اندر آئے گی تو میں بھی تمہارے اندر آکر تمہاری دماغی توانائی میں اضافہ کردوں گا۔ جب وہ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو تم میرے بچاؤ کے لیے میرے اندر آجاؤ گی۔"

"اس بار یہ طریقہ کار کام نہیں آئے گا۔ ہم ایک دوسرے کی مدد کرنے میں الجھے رہیں گے تو راسپوٹین کو فرار ہونے کا موقع مل جائے گا۔"

فرمان نے تائید میں سر ہلایا "ہاں یہ مسئلہ تو ہے۔ وہ بڑھیا اپنے آلہ کار کو ہمارے ہاتھوں مرنے نہیں دے گی۔ وہ ہمیں آپس میں الجھا دے گی۔"

"میں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلا رہی ہوں۔ وہ ہم دونوں کے اندر رہ کر ہماری دماغی توانائی میں اضافہ کرتے رہیں گے۔"

وہ الپا کو مخاطب کر کے بولی "سسٹر! ہم راسپوٹین سے ٹکرانے جارہے ہیں۔ بنت عمارہ اسے بچانے کے لیے ہمارے اندر زلزلے پیدا کرسکتی ہے۔ تم کبریا کو بلاؤ اور ہمارے اندر رہ کر دماغی توانائی میں اضافہ کرو۔ کبریا کو یہ اچھی طرح سمجھا دینا کہ ہمارے پاس رہ کر اپنی آواز نہ سنائے ورنہ چڑیل اس کے اندر پہنچ جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی پانچ منٹ میں آرہی ہوں۔"

اعلیٰ بی بی اس کے دماغ سے واپس آگئی۔ وہ ہالہ کی رہائش گاہ کے قریب پہنچ رہے تھے۔ اس نے کہا "ابھی ادھر نہ جاؤ۔ ہم دس منٹ کے بعد جائیں گے۔ گاڑی کسی دوسرے راستے پر لے چلو۔"

فرمان نے گاڑی دوسرے راستے پر موڑ لی۔ وہ دس منٹ تک اس علاقے میں اِدھر اُدھر گھومتے رہے پھر کبریا کی آواز سنائی دی "کیا ہو رہا ہے اعلیٰ بی بی؟ کس چڑیل کے چکر میں پھنس گئی ہو؟ سسٹر نے بتایا ہے کہ وہ بہت خطرناک ہے۔"

"ہاں وہ کم بخت یوگا جاننے والوں کے اندر بھی پہنچ جاتی ہے۔ یہ میرے ساتھ فرمان بیٹھے ہوئے ہیں۔"

پھر اس نے کہا "فرمان! میرا بھائی کبریا آیا ہے۔ وہ تمہارے پاس آئے گا اسے ہیلو کہو۔"

وہ مسکرا کر بولا "ہیلو کبریا! یو آر ویل کم۔"

الپا، اعلیٰ بی بی سے باتیں کرنے لگی۔ کبریا نے فرمان کے اندر پہنچ کر کہا "ہیلو فرمان! تم سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔"

"فرہاد علی تیمور کے بیٹے سے مل کر مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے اس کا اندازہ تم نہیں کرسکتے۔ تمہاری آمد سے بہت حوصلہ پیدا ہو رہا ہے۔"

"میں تنہا نہیں ہوں۔ ہماری سسٹر الپا بھی ہے اور مزید چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔"

وہ خوش ہو کر بولا "او گاڈ! اتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی موجودگی میں وہ بالکل بے بس ہوجائے گی۔ اسے پھر ایک بار ناکامی ہوگی میں راسپوٹین کی طرف جارہا ہوں۔ تم سب گونگے بن جاؤ۔ سسٹر کو اور چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سمجھا دو کہ کام ہوجانے کے بعد ہم سے رخصت ہوتے وقت بھی کچھ نہ بولیں۔ خدا حافظ بھی نہ کہیں۔"

وہ راستہ بدل کر ڈرائیو کرتا ہوا ہالہ کے مکان کے قریب پہنچ گیا۔ اعلیٰ بی بی ہالہ کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس وقت وہ کچن میں مصروف تھی۔ وہ اسے کچن سے بیرونی دروازے تک لے آئی۔ اس نے دروازے کو کھول دیا۔ سامنے اعلیٰ بی بی فرمان کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ دونوں کے ہاتھ میں ریوالور تھے۔ وہ ہالہ کے خیالات پڑھ کر معلوم کرچکی تھی کہ راسپوٹین ایک بیڈ روم میں ہے۔ وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے ادھر جانے لگے۔ راسپوٹین بیڈ روم سے باہر آرہا تھا۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی ٹھٹک گیا۔ سہم کر بولا "کون ہو تم لوگ؟"

"پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہاتھوں میں ریوالور لے کر آنے والے دوست نہیں ہوتے۔" اس نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے آواز دی۔

"عمارہ! جلدی آؤ موت اچانک میرے سامنے آگئی ہے۔"

وہ اپنی کمزوریاں دور کرنے کے لیے ایک نسخہ سامنے رکھ کر اس پر لکھا ہوا منتر پڑھا کرتی تھی۔ ایسے وقت کوئی اسے مخاطب کرتا تو وہ غصے سے بھڑک جاتی تھی لیکن راسپوٹین نے کہا تھا کہ موت اچانک میرے سامنے آگئی ہے۔ اس بات نے اسے چونکا دیا۔ وہ فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس کے اندر پہنچی۔ اس وقت اعلیٰ بی بی کہہ رہی تھی "کیا ہوا راسپوٹین؟ ہوش اڑ گئے؟ کیا اپنی ماں کو بلا رہے ہو؟"

بنت عمارہ نے راسپوٹین کے ذریعے ان دونوں کے ہاتھوں میں ریوالور دیکھے پھر فوراً ہی اعلیٰ بی بی کے دماغ میں پہنچ گئی۔ کہنے لگی "خبردار! گولی نہ چلانا ورنہ ایسا زلزلہ پیدا کروں گی کہ تمہارے دماغ کی چولیں ہل جائیں گی۔"

"تو پھر زلزلہ پیدا کر ہی دو۔ میرے تین گننے تک تم نے مجھے پوری قوت کے ساتھ نہ روکا تو میں اسے گولی مار دوں گا۔"

یہ وارننگ دے کر اس نے کہا "ایک۔۔۔"

بنت عمارہ نے اس کے اندر ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ پتا چلا اس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے۔ وہ بولی "اب میں ایک کے بعد دو کہہ رہی ہوں۔ تمہارا یہ آلہ کار حرام موت مرنے والا ہے۔"

اعلیٰ بی بی کے دماغ میں الپا دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ تھی یعنی اعلیٰ بی بی کی اپنی دماغی قوت ملا کر اس وقت چار دماغی قوتیں بنت عمارہ کے مقابلے پر تھیں۔ اس بار اس نے پوری قوت سے زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش کی پھر وہ حیران رہ گئی۔ اسے یوں لگا جیسے اعلیٰ بی بی کا دماغ ایک فولادی قلعے میں محفوظ ہے۔ وہ وہاں تک پہنچ نہیں پا رہی تھی۔

اعلیٰ بی بی نے تین کہتے ہی ٹریگر کو دبایا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی راسپوٹین کے شانے کی ہڈیاں توڑتے ہوئے گزر گئی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے دیوار سے جا کر لگ گیا۔

بنت عمارہ نے چیخ کر کہا "اسے جان سے نہ مارو۔ ورنہ میں فرمان کو جہنم میں پہنچانے جارہی ہوں۔ تم اسے مارو گی تو میں تمہارے یار کو مار ڈالوں گی۔"

وہ خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر فرمان کے دماغ میں آگئی پھر اس سے بولی "اعلیٰ بی بی کو فائرنگ سے روکو راسپوٹین میرا معمول ہے۔ یہ مرے گا تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ اسے فوراً روکو۔"

فرمان نے کہا "میں اسے کیا روکوں گا؟ اس نے ایک گولی چلائی ہے تو میں دوسری گولی چلاؤں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے ٹریگر کو دبایا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی راسپوٹین کے دوسرے شانے کی ہڈی توڑتے ہوئے گزر گئی۔ وہ چیختا ہوا تکلیف سے کراہتا ہوا زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ بنت عمارہ غصے سے چیختی ہوئی زلزلے پیدا کرنے کی بار بار کوششیں کر رہی تھی لیکن فرمان کا دماغ متاثر نہیں ہو رہا تھا۔

وہ حیرانی سے بولی "تمہارا دماغ بھی فولاد کی طرح سخت ہوگیا ہے۔ تم دونوں نے ایسا کیا عمل کیا ہے؟ میرے حملے ناکام کیوں ہو رہے ہیں۔"

فرمان نے کہا "تم بوڑھی اور کمزور ہوچکی ہو۔ اب تمہارا کوئی جادو مجھ پر نہیں چلے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "بڈھی چڑیل! تیرا یہ آلہ کار جہنم میں جارہا ہے۔ اسے بچا سکتی ہو تو بچالو۔ اپنا تمام کالا جادو آزمالو۔"

وہ بولی "اسے نہ مارو مجھ سے صلح کرو۔ میں وعدہ کرتی ہوں۔ آئندہ تم دونوں کے دماغوں میں نہیں آؤں گی۔"

"وہ تو تم ویسے بھی نہیں آسکو گی۔ تم ہماری دماغی قوتوں کو آزما چکی ہو۔ ہم تمہیں اپنے اندر سے بھگا بھی سکتے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے سانس روکی۔ الپا اور دونوں ساتھیوں نے بھی زور لگایا تو اس کی سوچ کی لہریں باہر نکل گئیں۔ وہ فرمان کے اندر پہنچی فرمان نے بھی یہی کیا۔ کبریا اور دو ساتھیوں نے مل کر دماغ سے نکال لیا۔

وہ بار بار ان کے دماغوں میں جانے لگی اور بڑی بے آبرو ہو کر ان کے کوچوں سے نکلنے لگی۔ آخر تھک ہار کر تسلیم کرلیا کہ اب وہ کبھی ان کے دماغوں میں جاسکے گی نہ انہیں کوئی نقصان پہنچا سکے گی۔

اعلیٰ بی بی نے کہا "راسپوٹین! تو فرعون کی طرح طاقت کا غرور دکھاتا رہا اور آج اسی فرعون کے دیس میں کتے کی موت مر رہا ہے۔"

اس نے ایک فائر کیا۔ گولی راسپوٹین کی پیشانی میں آگے سے سوراخ کرتی ہوئی پیچھے سے نکل گئی۔

○☆○

جزیرہ کلیانی کے اس محل میں جیسے ایک زبردست طوفان آکر گزر گیا ہو۔ کماری پوجا کلیانی اپنے ساتھ دو باڈی گارڈز جادیو اور ہردیو کو بھارت کے ایک علاقے کیرالہ سے لے کر آئی تھی۔ اسے جادیو پر اندھا اعتماد تھا کہ وہ اس کا وفادار اور جانباز باڈی گارڈ ہے۔

"میں نے جادیو کو دیکھتے ہی بھانپ لیا تھا کہ وہ شخص اندر سے بہت گہرا اور چالباز ہے۔ بعد میں میرا اندازہ درست نکلا۔ جادیو کی اصلیت یہ تھی کہ وہ انڈین آرمی کمانڈوز آفیسر تھا۔ اس کے کئی کمانڈوز پوجا کے ملازم اور سیکیورٹی گارڈ کے بھیس میں وہاں بڑی رازداری سے مناسب وقت کا انتظار کر رہے تھے۔

بھارتی حکمران پوجا کلیانی سے وہ جزیرہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ عدالت میں مقدمہ چل رہا تھا اور وہ مقدمہ ہارنے والے تھے۔ بھارتی جاسوس اس جزیرے کی ایک ایک رپورٹ اپنے ہیڈ کوارٹر تک پہنچایا کرتے تھے۔ میرے بارے میں یہ رپورٹ پہنچائی گئی تھی کہ چوبیس گھنٹے پہلے مجھے بے ہوشی کی حالت میں ایک ہیلی کاپٹر کے ذریعے اس محل میں لایا گیا تھا۔

میں کون ہوں اور مجھے کہاں سے لایا گیا ہے؟ یہ تو میں خود بھی نہیں جانتا تھا۔ آرمی انٹیلی جنس والے میری اصلیت معلوم کرنا چاہتے تھے اس لیے جادیو نے محل میں پہنچتے ہی آپریشن شروع کردیا تھا۔ محل کے باہر پوجا کلیانی کی پرسنل سیکریٹری ٹینا سے معلوم کرنا چاہا کہ میں کون ہوں؟ اس نے جھوٹی قسم کھائی کہ وہ میرے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہے۔ اسے قتل کردیا گیا پھر پوجا کے وفادار گارڈز پر حملے کیے گئے اس طرح محل کے اندر اور باہر فائرنگ شروع ہوگئی۔

میں نے پوجا کو سمجھایا تھا کہ وہ جادیو پر بھروسا نہ کرے لیکن وہ میرے مقابلے میں جادیو کو اہمیت دے رہی تھی۔ لہٰذا میں اپنی سلامتی کے لیے اسے بیڈ روم میں چھوڑ کر محل کے دوسرے حصے میں آیا۔ وہاں کی ایک کنیز ثمرن نے میرا ساتھ دیا۔ جگہ جگہ میری رہنمائی کی۔ میں نے مین سوئچ آف کرکے محل کے اندر اور باہر تاریکی پھیلا دی اور دشمنوں کے لیے مسئلہ پیدا کردیا۔ میں نے بڑی حکمت عملی سے جادیو اور ہردیو کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے کمانڈوز بھی مارے گئے۔ تب پوجا کو یہ دیکھ کر شرمندگی ہوئی کہ وہ مجھ پر جادیو کو ترجیح دے رہی تھی۔

پوجا کو یہ خوش فہمی تھی کہ میں اسے منگیتر اور محبوبہ سمجھتا ہوں لیکن میں ثمرن سے متاثر ہوگیا تھا۔ پوجا اس جزیرے کی مالک تھی۔ میں نے ثمرن جیسی کنیز کو اس پر ترجیح دی تو وہ جل بھن کر رہ گئی۔ میں نے اس سے کہا "تمہارے سامنے دو اہم مسئلے ہیں۔ ایک تو یہ کہ میں تمہارے لیے بہت ضروری ہوں تو کیا تم مجھے ثمرن کے ساتھ اس محل میں رہنے دو گی؟ اگر انکار کرو گی تو میں یہ جزیرہ چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔"

یہ پوجا کے لیے بہت بڑا مسئلہ تھا وہ ایک زبردست پلاننگ کے مطابق مجھے ٹریپ کرکے اور میرا برین واش کرانے کے بعد مجھے اس جزیرے میں لائی تھی۔ اس کی دادی ماں کالے جادو کی بہت خطرناک وچ لیڈی تھی۔ دادی ماں نے اپنے منتروں کے ساتھ گیان حاصل کرنے کے بعد پوجا سے کہا تھا کہ وہ فرہاد علی تیمور کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے انڈین آرمی کو اس جزیرے میں آنے سے روک سکتی ہے۔

پوجا نے مجھے ہانگ کانگ کے ایک ساحلی علاقے میں دیکھا تھا۔ وہاں سے مجھے ٹریپ کرکے اسی شہر کے ایک خفیہ مکان میں لایا گیا تھا۔ وہاں اس کی دادی ماں نے پتا نہیں مجھ پر کیسا کیسا کالا عمل کیا تھا۔ میرے ذہن سے ان سوالات کے جوابات مٹا دیے تھے۔

کہ میں کون ہوں؟

کیا میں اس دنیا میں تنہا رہتا تھا یا اپنی پوری فیملی کے ساتھ رہا کرتا تھا؟ اس فیملی میں میرا کون کون تھا؟ ماں باپ بھائی بہن بیوی بچے؟

میری زندگی کے چھوٹے بڑے واقعات میرے چھوٹے بڑے کارنامے کیا تھے؟

ان تمام سوالات کے جوابات حرفِ غلط کی طرح میرے ذہن سے مٹا دیے گئے تھے۔ میری آواز اور لب و لہجہ کو تبدیل کردیا گیا تھا۔ صرف ٹیلی پیتھی، ذہانت اور حاضر دماغی، حکمت عملی اور جانبازی کو برقرار رکھا گیا تھا۔

کالا جادو جاننے والی دادی ماں نے اس دنیا میں ایک سو دس برس گزارے تھے۔ اس طویل عمر میں اس نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا تھا۔ وہ بہت ہی چالاک اور حاضر دماغ تھی۔ کسی بھی معاملے کے ہر پہلو پر نظر رکھتی تھی میرے معاملے میں چھوٹی سی چھوٹی بات کو پیشِ نظر رکھا تھا اور مجھے اتنی مضبوطی سے جکڑ لیا تھا کہ میرے چاہنے والے غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے کے باوجود مجھے ڈھونڈ نہیں پا رہے تھے۔

پوجا اور اس کی دادی ماں نے اس جزیرے کو اپنے قبضے میں رکھنے کے لیے پہلے مجھ پر قبضہ جمایا تھا۔ میں ان کے لیے جزیرے سے زیادہ اہم تھا پھر وہ دادی اور پوتی دیکھ رہی تھیں کہ ابھی میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال نہیں ہوئی تھیں اور میں نے خیال خوانی کے بغیر درجنوں کمانڈوز کو ان کے کمانڈر کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

ان دادی اور پوتی کی نظروں میں میری اہمیت اور بڑھ گئی تھی۔ انہیں یقین ہوگیا تھا کہ میں آئندہ بھی اسی طرح انڈین آرمی کے حملوں کو پسپا کرتا رہوں گا۔

ان حقائق کے پیش نظر پوجا کبھی یہ نہ چاہتی کہ میں ثمرن کے ساتھ اس جزیرے کو چھوڑ کر چلا جاؤں۔ اس نے کہا "ٹھیک ہے میں تمہیں اپنا منگیتر نہیں کہوں گی تم مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتے اس جزیرے کے مالک نہیں بننا چاہتے تو نہ بنو لیکن کبھی یہ جزیرہ چھوڑ کر نہ جاؤ۔"

میں نے کہا "اس طرح تمہارا یہ پہلا مسئلہ حل ہوگیا۔ تم ثمرن سے دشمنی نہیں کرو گی تو میں یہ جزیرہ چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ یہاں تمہارے دشمنوں سے نمٹتا رہوں گا۔ اب دوسرا مسئلہ بھی اہم ہے۔"

پوجا نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ میں نے کہا "اس محل کے اندر اور باہر انڈین آرمی کے درجنوں کمانڈوز کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ ان کے دو کمانڈر جادیو اور ہردیو بھی مارے گئے ہیں۔ اس تباہی اور ناکامی کی خبر آرمی کے اعلیٰ افسران تک پہنچے گی تو سمجھ لو اس جزیرے پر قیامت آجائے گی۔ انہیں یہاں بحری اور فضائی حملے کرنے کا جواز مل جائے گا۔ تمہیں آرمی کے جوانوں اور افسروں کو قتل کرنے کے الزام میں گرفتار کرلیا جائے گا۔"

میں نے پوجا کے سیکیورٹی افسر سے کہا "تم سب کی سلامتی اسی میں ہے کہ ان لاشوں کے ساتھ بھاری بھاری پتھر باندھ کر انہیں گہرے سمندر میں ڈبو دیا جائے۔"

پوجا نے سیکیورٹی افسر سے کہا "ان تمام لاشوں کو ہمارے دونوں ہیلی کاپٹروں میں لے جاؤ اور بہت دور سمندر کی گہرائیوں میں پھینک دو۔ جزیرے میں اور جزیرے کے آس پاس ان کا نام و نشان بھی نہیں ملنا چاہیے۔"

سیکیورٹی افسر اور دوسرے تمام گارڈز ان تمام احکامات کی تعمیل کرنے لگے۔ میں ثمرن کے ساتھ ایک پرتعیش خواب گاہ میں آگیا۔ پوجا نے اپنے بیڈ روم کے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد فون کے ذریعے دادی ماں سے رابطہ کیا۔ اسے بتایا کہ بھارتی کمانڈوز نے جزیرے پر کیسی قیامت ڈھائی تھی اور میں نے کس طرح انہیں خاک و خون میں ملا دیا ہے۔

وہ بولی "لیکن اس نے میری انسلٹ کی ہے مجھے ناپسند کرکے ایک کنیز ثمرن کو گلے لگایا ہے۔ میں خون کے گھونٹ پی کر یہ توہین برداشت کر رہی ہوں۔ کیا آئندہ مجھے سلمان قیصر پر بھروسا کرنا چاہیے۔"

وہاں میرا نام سلمان قیصر تھا۔ مجھے یہی بتایا گیا تھا۔ دادی ماں نے اسے سمجھایا "اپنی ہوس اور اپنے جذبات کو نہ دیکھو۔ تمہیں بہت مرد مل جائیں گے۔ تمہارے لیے یہ اطمینان کافی ہے کہ وہ اکیلا شخص پورے جزیرے کا محافظ بن کر رہے گا۔ وہ زبان کا دھنی ہے جب تک بھارتی حکومت اس جزیرے کو تمہاری ملکیت تسلیم نہیں کرے گی تب تک وہ تمہارا ساتھ دیتا رہے گا۔"

"پھر تو میں مطمئن رہوں گی لیکن وہ داسی ثمرن میرے سینے پر مونگ دلتی رہے گی۔ میرے سامنے رہ کر آنکھوں میں چبھتی رہے گی۔"

دادی ماں نے کہا "میں دن رات تپسیا کرتی رہی۔ کالے منتروں کا جاپ کرتی رہی۔ بیس برس کی کٹھن تپسیا کے بعد دوبارہ یہ جوانی حاصل کی ہے۔ پہلے سے زیادہ حسین اور پرکشش ہوگئی ہوں جو مجھے دیکھتا ہے دیوانہ ہو جاتا ہے۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "جب میں نے ہانگ کانگ میں پہلی بار فرہاد کو دیکھا تو اس کے لیے پاگل سی ہوگئی لیکن تم اس کے لیے باؤلی ہو رہی تھیں۔ میں اپنی پوتی کا دل نہیں توڑ سکتی تھی لہٰذا میں نے اسے تمہارے حوالے کردیا۔"

وہ مایوس ہو کر بولی "یہ میری بدقسمتی ہے۔ اب میں اسے تمہارے حوالے کر رہی ہوں۔"

"تم نے میرے دل کی بات کہہ دی۔ اب میں اس جزیرے میں آؤں گی اور اپنے حسن، اپنی جوانی، اپنی اداؤں اور اپنے منتروں سے اسے دیوانہ بنا کر رکھوں گی وہ میرے منتروں کی جکڑ بندی سے نکل نہیں پائے گا۔"

پوجا نے کہا "دادی ماں! تم میری سب سے بڑی طاقت ہو۔ تم یہاں آؤ گی تو مجھے اپنے مکمل تحفظ کا یقین رہے گا۔"

"اب مجھے دادی ماں کہنا بھول جاؤ۔ میرا نام انیتا سکینہ ہے۔ میں تمہاری سہیلی ہوں اور کیرالہ سے آئی ہوں۔"

رات کا پچھلا پہر تھا۔ میں تھک ہار کر ثمرن کے ساتھ

اپنی خواب گاہ میں سو رہا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ پوجا کلیانی کی کوئی دادی ماں بھی ہے اور وہ ایک بہت خطرناک وچ لیڈی ہے۔ میں بہت سے معاملات سے بے خبر تھا۔ اگر ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال ہو جاتیں تو یہ بے خبری نہ ہوتی۔

میں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرلیتا کہ ان دادی اور پوتی میں کیا باتیں ہو رہی ہیں؟ مجھے یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ جادیو اور ہردیو کے تمام کمانڈوز مارے جا چکے ہیں یا ان میں سے ایک آدھ بچ گیا ہے اور وہ ابھی سیکیورٹی گارڈز کے بھیس میں چھپا ہوا ہے۔

اگر کوئی زندہ بچ گیا ہوگا تو خفیہ طور سے اپنے اعلیٰ افسران کو یہ ضرور بتا رہا ہوگا کہ جزیرے میں تمام کمانڈوز اپنے دونوں کمانڈروں کے ساتھ مارے گئے ہیں اور اب ان کی لاشیں رات کی تاریکی میں دور سمندر کی گہرائیوں میں پھینکی جا رہی ہیں۔

اگر یہ خبر اعلیٰ افسروں تک پہنچائی جا رہی ہوگی تو انڈین آرمی صبح ہونے سے پہلے اس جزیرے کو گھیر لے گی۔

سیکیورٹی افسر اور تمام گارڈز نے صبح ہونے سے پہلے ان تمام لاشوں کو سمندر کی گہرائیوں میں پہنچا دیا۔ جب میں صبح سات بجے تیار ہوا تو ہر طرف خاموشی تھی' سکون تھا ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی جو تشویش ناک ہوتی۔ ثمرن مجھ سے پہلے بیدار ہو گئی تھی۔ ہم غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کرنے کے بعد خواب گاہ سے باہر آئے۔ ثمرن میرے لیے ناشتے کی تیاریاں کرنے لگی۔ میں نے سیکیورٹی افسر کو بلا کر پوچھا "کیا تمام لاشوں کو ٹھکانے لگا دیا گیا ہے۔"

اس نے کہا "یس سر! نیچے کھائی میں دو لاشوں کے ساتھ ہماری سیکریٹری ٹینا کی بھی لاش تھی۔ ہم نے ان سب کو بھی سمندر کی گہرائیوں میں پہنچا دیا ہے۔ خون کے تمام دھبے اور دوسرے نشانات مٹا دیے گئے ہیں۔"

میں نے کہا "بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے وہ کمانڈوز سیکیورٹی گارڈز بن کر تمہارے درمیان رہتے تھے اور تم ان سے دھوکا کھاتے رہے۔"

"سر! ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ انڈین کمانڈوز اتنی رازداری سے ہمارے درمیان جگہ بنالیں گے۔ اب میں یہاں اپنے ایک ایک گارڈز کو چیک کر رہا ہوں۔"

"اگر ان میں سے کوئی زندہ بچ گیا ہوگا اور ہمارے درمیان چھپا ہوگا تو وہ ہمارے لیے بہت بڑا مسئلہ بن رہا ہوگا۔ ہوسکتا ہے اس نے آرمی افسران تک یہاں کے متعلق تمام خبریں پہنچائی ہوں۔"

"سر! کل رات میں نے یہاں کے تمام ٹیلی فون تار کاٹ دیے تھے۔ یہ اطمینان کیا ہے کہ یہاں کسی کے پاس موبائل فون نہیں ہے۔"

میں نے کہا "ٹھیک ہے تم جا سکتے ہو۔"

"وہ سیلوٹ کر کے چلا گیا۔ میں ثمرن کے ساتھ ناشتا کرتے ہوئے سوچنے لگا کوئی دشمن زندہ نہیں بچا ہے۔ اگر زندہ ہے بھی تو اسے اپنے اعلیٰ افسروں سے رابطہ کرنے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔ ویسے سیکیورٹی آفیسر مطمئن تھا کہ اب محل کے اندر اور باہر کوئی دشمن چھپا ہوا نہیں ہے۔ اگر کوئی ہوتا اور اس نے کسی طرح اطلاع دی ہوتی تو بھارتی فوج پچھلی رات کو ہی اس جزیرے پر حملہ کر دیتی۔

پچھلی رات یہ ہوا تھا کہ جادیو نے محل میں آپریشن شروع کرتے ہی ہیڈ کوارٹر سے رابطہ کیا تھا اور بڑے یقین سے کہا تھا "یہاں تقریباً چالیس مسلح گارڈز ہیں۔ ہمارے کمانڈوز انہیں چاروں طرف سے گھیر کر ہلاک کر رہے ہیں۔ وہ جلد ہی ہتھیار ڈال دیں گے پھر پوجا کلیانی کو محل کے تہ خانے میں دفن کر دیا جائے گا۔"

ہیڈ کوارٹر میں اعلیٰ افسران کو بھی یقین ہو گیا تھا کہ جزیرے پر ان کا قبضہ ہو جائے گا۔ ابھی وہ ایک گھنٹے بعد خوش خبری سننے کی توقع کر رہے تھے لیکن وقت گزرنے لگا۔ جادیو کی طرف سے مسلسل خاموشی رہی تو وہ پریشان ہو گئے۔

انہوں نے جادیو اور ہردیو کے موبائل فون پر رابطہ کیا تو کوئی جواب نہیں ملا۔ دونوں کی طرف سے خاموشی رہی۔ محل میں آرمی کا ایک اور اہم جاسوس تھا۔ اس کی طرف سے بھی مسلسل خاموشی تھی۔ وہ لوگ صبح تک انتظار کرتے رہے اور تشویش میں مبتلا ہوتے رہے۔

صبح ناشتے کی میز پر پوجا میرے پاس آئی۔ جب ہی آرمی ہیڈ کوارٹر سے اسے فون پر مخاطب کیا گیا۔ ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا "ہیلو مس پوجا! خیریت سے ہو؟"

وہ بولی "آپ آرمی کے بہت بڑے افسر ہیں۔ میں حیران ہوں کہ آپ اتنی صبح میری خیریت کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"ہمیں رپورٹ ملی ہے کہ پچھلی رات آپ کے محل میں فائرنگ ہوتی رہی ہے۔ کیا آپ فائرنگ کی وجہ بتائیں گی؟"

"آپ کو کسی نے غلط رپورٹ دی ہے۔ یہاں فائرنگ تو دور کی بات ہے دیوالی کے پٹاخے بھی نہیں چھوڑے گئے۔ یہاں مکمل امن و امان ہے۔"

"ہمیں ملنے والی رپورٹ غلط نہیں ہوسکتی۔ آپ ہم سے حقیقت چھپا رہی ہیں۔ کل رات وہاں گھنٹوں فائرنگ ہوتی رہی ہے۔"

میں فون کے وائڈ اسپیکر سے دوسری طرف کی باتیں سن رہا تھا۔ میں نے پوجا سے ریسیور لے کر کہا "جناب! میں پوجا کا ہونے والا پتی ہوں۔ میری وائف درست کہہ رہی ہیں۔ اگر آپ کو یقین نہیں ہے تو آپ اپنا ایک بندہ یہاں بھیج دیں۔ وہ اپنی آنکھوں سے یہاں کا امن و امان دیکھے گا تو آپ کو اطمینان ہوگا۔"

"ایک بندہ نہیں' سراغ رسانوں کی ایک ٹیم ہیلی کاپٹر سے وہاں پہنچے گی۔"

میں نے کہا "سوری۔ ہم ایک بندے سے زیادہ کسی اور کو نہیں آنے دیں گے۔ آپ زبردستی نہ کریں۔ ہمارا مقدمہ عدالت میں چل رہا ہے۔ فیصلہ ہمارے حق میں ہونے والا ہے۔ اگر آرمی والے جبراً یہاں آئیں گے تو ہم پھر عدالت میں جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

"تم شاید وہی ہو۔ جسے بے ہوشی کی حالت میں وہاں لے جایا گیا تھا؟"

"جی ہاں۔ میں بیمار تھا۔ ڈاکٹر کے مشورے کے مطابق مجھے اسپتال سے یہاں لایا گیا ہے۔"

"ہم ڈاکٹر اور اسپتال کا نام معلوم کرنا چاہیں گے۔"

"پھر ایک بار سوری۔ آپ ہمارے ذاتی معاملات کی کھوج نہ لگائیں تو بہتر ہوگا۔"

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر کہا گیا "آپ بہت اسمارٹ بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ٹھیک ہے' ہمارا ایک افسر اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ آ رہا ہے۔"

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ میں نے سیکیورٹی افسر کو بلا کر کہا "ہم نے آرمی والوں کی یہاں آمد پر پابندی لگائی ہے۔ اب وہ رات کے اندھیرے میں سمندری راستے سے جزیرے میں آکر چھپیں گے۔ خود کو فوجی ظاہر نہیں کریں گے۔ تاریکی میں حملے کریں گے اور نقصان پہنچا کر پھر جنگلوں میں چھپتے پھریں گے۔ تم سب کو ایسی گوریلا جنگ کے لیے تیار رہنا چاہیے۔"

سیکیورٹی افسر نے کہا "پچھلی رات ہمارے چھ گارڈز مارے گئے ہیں اور دس زخمی ہیں۔ فی الوقت ہمارے پاس چھبیس گارڈز ہیں۔ اس محل سے دور جنگلوں میں گوریلا فائٹ کے لیے مزید گارڈز کی ضرورت ہے۔"

پوجا نے کہا "اور پچیس گارڈز کا اضافہ کرلو لیکن خوب چھان بین کے بعد ان گارڈز کو جزیرے میں لاؤ۔ ان میں بھی آرمی والے چھپ کر آسکتے ہیں۔ یہ اچھی طرح پرکھنا ہوگا کہ انڈین آرمی کے خلاف وہ گارڈز ہمارے وفادار رہیں گے یا نہیں؟"

میں نے کہا "انڈیا کے بڑے شہروں میں کتنے ہی مفرور مجرم ہوں گے۔ وہ چھپتے پھر رہے ہوں گے۔ ایسے مجرموں کو یہاں پناہ ملے گی تو وہ غلام بن کر آرمی والوں سے ضرور مقابلہ کریں گے۔"

"ایسے لوگوں کو تلاش کرنے میں کئی دن' کئی مہینے لگ جائیں گے اور ہمیں جلد سے جلد گارڈز کی تعداد بڑھانی ہے۔"

میں سر جھکا کر سوچنے لگا۔ اگر میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال ہو جاتیں تو میں ایسے مجرموں کو ٹریپ کر کے یہاں لے آتا جو قانون کے محافظوں سے چھپتے پھر رہے ہیں۔ پتا نہیں' کون سی کمزوری آڑے آ رہی تھی۔ میرا ذہن خیال خوانی کے قابل نہیں ہو رہا تھا۔

ایک گھنٹے بعد اطلاع ملی کہ ایک آرمی افسر اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ آ رہا ہے۔ ہمارے ہیلی پیڈ پر جگہ نہیں تھی۔ ان کے ہیلی کاپٹر کو محل سے دور ایک میدان میں اتارنے کے لیے کہا گیا۔ سیکیورٹی افسر ان کے استقبال کے لیے ایک گاڑی لے کر گیا۔ آرمی افسر ایک نہیں' دو باڈی گارڈز کے ساتھ آیا تھا۔

جب وہ محل میں آئے تو میں نے ان سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "جو معاملات طے ہو جائیں' اسی کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ آپ اصول کے خلاف دو باڈی گارڈز کے ساتھ آئے ہیں۔ ہم بات نہیں بڑھانا چاہتے۔ اس لیے دوسرے گارڈ کو برداشت کر رہے ہیں۔"

"برداشت تو کرنا ہوگا۔ ہم فوجی ہیں۔ دیش کے رکھشک ہیں۔ اس جزیرے کا کیس عدالت میں ہے۔ اس لیے ہم ذرا مجبور ہو گئے ہیں۔ عدالت میں اگلی پیشی ہوگی۔ آخری فیصلہ سنا دیا جائے گا۔ پوجا کلیانی کے ساتھ بڑے بے آبرو ہو کر یہاں سے نکلو گے۔"

پوجا نے کہا "ابھی تو آپ یہاں سے نکلیں گے۔ جو انکوائری کرنے آئے ہیں' کریں اور تشریف لے جائیں۔"

ہمارے درمیان تلخ باتیں ہوتی رہیں۔ وہ محل کے اندر اور باہر ہمارے ساتھ گھومتے رہے۔ انہیں ایسے آثار نہیں مل رہے تھے کہ پچھلی رات وہاں گولیاں چلتی رہی ہوں اور وہاں لوگ خاصی تعداد میں مارے گئے ہوں۔

دو استعمال شدہ گولیوں کے خول مختلف جگہ زمین پر پائے گئے۔ افسر نے کہا "ان سے ثابت ہوتا ہے کہ پچھلی

رات گولیاں چلتی رہی ہیں۔ کیا اب بھی انکار کریں گے؟"

میں نے کہا "یہاں چاند ماری ہوتی ہے۔ نشانے بازی کی مشقیں جاری رہتی ہیں۔ ڈھونڈنے سے ایسے خول اور بھی ملیں گے۔"

پوجا نے کہا "ہم نے آپ کے کھانے پینے کا بندوبست کیا ہے۔ مجھے امید ہے۔ ناکام ہونے کے بعد آپ ناراض نہیں ہوں گے۔ کچھ کھا پی کر جائیں گے۔"

انہیں ہمارے خلاف کوئی ثبوت نہیں مل رہا تھا۔ وہ الزام نہیں دے سکتے تھے کہ وہاں ان کے کمانڈوز اور کمانڈر مارے گئے ہیں یا انہیں کہیں قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔

افسر نے کہا "ہم اس محل کا تہ خانہ دیکھیں گے۔"

پوجا نے کہا "یہاں کوئی تہ خانہ نہیں ہے۔"

میں نے کہا "پوجا! انکار نہ کرو۔ انہیں تہ خانے میں جاکر اچھی طرح اطمینان کرلینے دو۔"

ہم تہ خانے کے ایک خفیہ دروازے کے پاس آئے۔ افسر اپنے گارڈز اور ہمارے سیکیورٹی افسر کے ساتھ تہ خانے میں گیا۔ ہم باہر رہے۔ پوجا نے ناگواری سے کہا "جب میں انکار کرچکی تھی کہ یہاں تہ خانہ نہیں ہے تو تم نے مجھے کیوں جھٹلا دیا؟ کیا تم نے ان کے سامنے میری انسلٹ نہیں کی ہے؟"

"تم حماقت کرو گی تو انسلٹ بھی ہوگی۔ تم اپنے باڈی گارڈ جادیو پر اندھا اعتماد کرتی تھیں۔ کیا تم نے اسے تہ خانے کے بارے میں نہیں بتایا تھا؟ اس نے یہاں کا پورا نقشہ ہیڈ کورٹر میں پہنچایا ہوگا۔"

وہ ایسی غلطی کرچکی تھی۔ اس لیے خاموش رہی۔ وہ چاروں تہ خانے سے باہر آگئے۔ افسر نے کہا "ہم واپس جارہے ہیں۔ کیا آپ ہمارے ساتھ ہیلی کاپٹر تک چلیں گے؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "دوست ہوں یا دشمن، میں سب ہی کو گھر تک پہنچاتا ہوں۔ آپ گاڑی میں بیٹھیں۔ میں آرہا ہوں۔"

پوجا نے کہا "میں بھی چلوں گی۔"

میں نے ثمرن کے پاس آکر اسے رازداری سے سمجھایا "میں پوجا کے ساتھ واپس آنے میں دیر کروں گا۔ تم اس کی غیر حاضری میں اس کے بیڈ روم کی تلاشی لو۔ وہاں شاید ایسی کوئی چیز ملے، جس کے ذریعے میں اپنی پچھلی زندگی کو یاد کرسکوں۔"

میں اسے سمجھا کر پوجا کی کار میں آیا۔ وہ بولی "کیا مہمانوں کے سامنے ایک داسی سے پرائیویٹ باتیں کرنی ضروری تھیں؟"

"میں نے تمہیں سمجھایا ہے، وہ داسی نہیں ہے۔ آئندہ اس کی انسلٹ نہ کرنا۔ ورنہ میری مخالفت مول لوگی۔"

میں ثمرن کو اس پر ترجیح دے رہا تھا اور وہ اس کی برتری برداشت نہیں کررہی تھی۔ میری مخالفت کی دھمکی پر وہ چپ رہی۔

میں اور پوجا سیکیورٹی افسر کے ساتھ ایک کار میں تھے۔ دوسری گاڑی میں آرمی افسر اپنے دو گارڈز کے ساتھ تھا۔ ان کا ہیلی کاپٹر گھنے جنگل کے درمیان ایک کھلے میدان میں تھا۔ جنگل سے گزر کر چاروں طرف ساحل تک جانے کے لیے پختہ سڑکیں بنی ہوئی تھیں۔ ہم ایسے ہی ایک راستے سے گزر کر ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ گئے۔

ہم اپنی کار سے اتر کر ان سے رخصتی مصافحہ کرنا چاہتے تھے۔ ایسے ہی وقت آرمی افسر نے میرے سینے پر ریوالور کی نال رکھ دی پھر ہمارے سیکیورٹی افسر سے کہا "تم گولی چلانا چاہو گے تو اس سے پہلے تمہارا یہ مالک، تمہارا یہ آقا مارا جائے گا۔"

سیکیورٹی افسر مجبور ہوگیا۔ ان دو گارڈز نے پوجا کو نشانے پر رکھا تھا۔ میں دلیری سے اپنا بچاؤ کرسکتا تھا لیکن وہ پلک جھپکتے ہی پوجا کو گولی مار دیتے۔ ان کے ایک گارڈ نے سیکیورٹی افسر سے ہتھیار چھین لیے۔ پوجا کے ہینڈ بیگ سے ایک ریوالور نکال لیا گیا۔ میں اپنی عادت کے مطابق کبھی اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتا تھا۔

آرمی افسر نے ہمیں نہتا کرنے کے بعد حکم دیا "تم تینوں ایک قطار میں کھڑے ہوجاؤ اور میرے سوالوں کے صحیح جواب دو۔"

ہم قیدیوں کی طرح ایک قطار میں کھڑے ہوگئے۔ افسر نے کہا "ہمارے دو کمانڈر جادیو اور ہردیو کل رات نو بج کر چالیس منٹ تک اس جزیرے میں موجود تھے۔ انہوں نے ہم سے رابطہ کیا تھا۔ ہمیں یقین دلایا تھا کہ ان کا آپریشن کامیاب رہے گا لیکن اچانک وہ چپ ہوگئے پھر انہوں نے ہم سے رابطہ نہیں کیا۔ جواب دو۔ وہ دونوں کمانڈر اپنے سات کمانڈوز کے ساتھ کہاں غائب ہوگئے ہیں؟ یا غائب کردیے گئے ہیں؟"

میں نے کہا "یہ تو ہم سراسر الزام ہے۔ جادیو اور ہردیو کل شام پوجا کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں آئے تھے پھر رات کا

کھانا کھا کر ایک اسپیڈ بوٹ کے ذریعے واپس چلے گئے۔"

وہ گرج کر بولا "بکواس مت کرو۔ سچ نہیں بولو گے تو ابھی کتے کی موت مارے جاؤ گے۔"

یہ کہتے ہی اس نے مجھے گالی دی۔ ایک دم سے میرا خون کھولنے لگا۔ آج تک کبھی کسی نے گالی دینے کی جرأت نہیں کی تھی۔ ایسی کوشش کرنے والوں کی زبانیں اپنے ہی دانتوں تلے آجاتی تھیں اور وہ تکلیف سے تلملا کر رہ جاتے تھے۔

میں نے تڑپ کر شدت سے خواہش کی، میری خیال خوانی کی صلاحیتیں واپس آجائیں۔ میں اس گالیاں دینے والے کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

میرے اندر آندھی سی چل رہی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا۔ جیسے طوفانی ہوائیں میرا دماغ اڑا کر لے جائیں گی یا تو میرا دماغ تنکے کی طرح اڑ جائے گا، یا پھر خیال خوانی کی صلاحیتیں پورے استحکام کے ساتھ واپس آجائیں گے۔ میں سب کچھ برداشت کرسکتا تھا لیکن گالی نہیں برداشت کرسکتا تھا۔ میں نے شدید غصے سے لرزتے ہوئے کہا "کتے کے بچے! تم نے مجھے گالی دی ہے۔ یہ گالی تمہیں بہت مہنگی پڑے گی۔ چلاؤ مجھ پر گولی۔ ورنہ اب تم مرنے والے ہو۔"

اس نے میری وارننگ کو گیدڑ بھبکی سمجھا۔ مذاق اڑانے کے انداز میں قہقہے لگانے لگا۔ وہ اور اس کے دونوں گارڈز ہتھیاروں سے لیس تھے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں۔۔ سکتا تھا کہ میں عزتِ نفس کی خاطر جان پر کھیل جاؤں گا۔

اس نے مجھے نشانے پر رکھا تھا لیکن قہقہہ لگانے کے دوران میں ریوالور والا ہاتھ اوپر نیچے ہو رہا تھا۔ ایسے وقت میں نے اس پر چھلانگ لگائی۔ اس کو اپنے ساتھ زمین پر گرا کر ڈھلان کی طرف لڑھکتا چلا گیا۔ ریوالور سے فائرنگ ہوتی رہی ہم لڑھکتے رہے۔ اس کی کلائی میری گرفت میں تھی اور اس کا ہاتھ اوپر کی طرف تھا۔ اس لیے دونوں ہی گولیوں سے محفوظ رہے۔ وہ ایک جگہ بڑے پتھر سے ٹکرا کر رک گیا۔ تکلیف کے باعث اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ ریوالور پر گرفت ڈھیلی ہوگئی۔ میں نے فوراً ہی اس ریوالور پر قبضہ جمالیا۔

اس کے دونوں گارڈز ڈھلان کی بلندی پر کھڑے پوجا اور سیکیورٹی افسر کو گن پوائنٹ پر رکھے ہوئے تھے۔ وہاں سے للکار کر کہہ رہے تھے "ہمارے آفیسر کو ذرا بھی خراش آئے گی تو ہم ان دونوں کو گولی مار دیں گے۔"

اس افسر کا ریوالور میرے ہاتھ میں آگیا تھا۔ میں نے پیچھے سے اس کی گردن دبوچ لی تھی۔ اس کی کنپٹی سے ریوالور کی نال لگاتے ہوئے بولا "آج تک کسی نے مجھے گالی دینے کی جرأت نہیں کی۔ اب تو دیکھے گا کہ یہ گالی تجھ کو کتنی مہنگی پڑے گی۔"

پھر میں نے اس کے دونوں گارڈز سے کہا "تمہارا یہ باپ میرے نشانے پر ہے۔ وہاں ایک بھی گولی چلی تو تم اس کی لاش یہاں سے لے جاؤ گے۔"

عجیب سچویشن پیدا ہوگئی تھی۔ ادھر ان کے آفیسر کی موت تھی۔ ادھر پوجا کلیانی مفت میں ماری جانے والی تھی۔ میں نے اس افسر سے کہا "اپنے کتوں سے کہو۔ انہیں چھوڑ دیں اور اپنے ہتھیار پھینک دیں۔"

وہ بولا "مجھے مارنے کے بعد کیا اس جزیرے کی مالکن کو مرتے دیکھ سکو گے؟"

ادھر سے پوجا نے چیختے ہوئے کہا "سلمان! آفیسر کو چھوڑ دو۔ ورنہ یہ مجھے مار ڈالیں گے۔"

میں نے کہا "یہ آرمی کا بہت بڑا افسر ہے۔ وہ لوگ اسے مرنے نہیں دیں گے۔ تم فکر نہ کرو۔ چپ چاپ دیکھتی رہو کہ میں زندگی اور موت کی بازی کس طرح کھیلنے والا ہوں؟"

ویسے بازی جیت کر بھی ہارنے کے آثار تھے۔ کیونکہ وہ زندہ سلامت واپس نہ جاتے تو یہ ثابت ہوجاتا کہ ہم نے ان کے دو کمانڈروں اور کئی کمانڈوز کو ہلاک کرکے اور ان کی لاشیں کہیں چھپا دی ہیں۔

ایک تو ناکامی کے آثار تھے۔ دوسرا یہ کہ اس کی گالی دو دھاری خنجر کی طرح میری عزت نفس کو کاٹ رہی تھی۔ میرے اندر ابھی تک آندھی چل رہی تھی۔ تیز ہوا کے جھکڑ میرے دماغ کی چولیں ہلا رہے تھے۔ ایک دم سے شہپر کے پر پھڑپھڑائے، بلند نگاہ، بلند پرواز رکھنے والے ٹیلی پیتھی کے شاہین نے ایک اڑان لی پھر اڑتا ہوا آرمی افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔

صد شکر ہے میرے معبود! تو ہی عزت دیتا ہے، تو ہی ذلت دیتا ہے اور تو مجھے عزت دیتا آرہا ہے۔

میری صلاحیتیں واپس آچکی تھیں۔

جس نے بھی میرا برین واش کیا تھا۔ اس نے میرے دماغ سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں نہیں مٹائی تھیں۔ اس غیر معمولی علم کے ساتھ میری ذہانت' حاضر دماغی' جانبازی اور بروقت حکمتِ عملی کو برقرار رکھا تھا۔ میں اب تک ان تمام صلاحیتوں کے ذریعے دشمنوں کو نیست و نابود کرتا آرہا تھا۔ ایک ٹیلی پیتھی کی صلاحیت رہ گئی تھی۔ یہ دیر سے واپس آئی مگر اچھے وقت پر آئی۔ دیر آید۔ درست آید۔

میں نے ایک ہاتھ سے آرمی افسر کی گردن دبوچ رکھی تھی۔ دوسرے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ وہ بری طرح سہا ہوا تھا۔ کسی بھی لمحے گولی چل سکتی تھی۔ وہ خوف سے لرزتی ہوئی آواز میں بولا "اسے ہٹاؤ دھوکے سے گولی چل سکتی ہے۔ ذرا عقل سے سوچو۔ میری موت تمہیں اور پوجا کو بہت مہنگی پڑے گی۔ میں زندہ واپس نہیں جاؤں گا تو یہاں انڈین آرمی کے حملے شروع ہو جائیں گے۔"

"اور میں تمہیں چھوڑ دوں گا تو تمہارے آدمی پوجا کو مار ڈالیں گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں، ہم تم لوگوں کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر ابھی یہاں سے چلے جائیں گے۔"

میں نے کہا "ہم تمہیں دوستانہ انداز میں الوداع کہنے یہاں تک آئے تھے لیکن تم اچانک ہی دشمن بن گئے۔"

"میرے لیے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ ہمارے کمانڈر اور کمانڈوز اس جزیرے سے کہاں غائب ہوئے ہیں۔ اس اہم سوال کا جواب تم ہی دے سکتے ہو۔"

"ہم جواب دے چکے ہیں اور تم محل کے اندر اور باہر اچھی طرح دیکھ چکے ہو۔ تم نے وہاں کا تہ خانہ بھی دیکھا ہے۔ ہم نے انہیں زندہ یا مردہ کہیں نہیں چھپایا ہے۔"

وہ بولا "پھر تو ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ تم لوگوں نے ان کی لاشیں سمندر میں پھینک دی ہیں۔"

"تم خوا مخواہ شبہ کر رہے ہو اور ہمارے پاس تمہارے شک کا کوئی علاج نہیں ہے۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ اپنے دونوں گارڈز کے ساتھ یہاں سے زندہ سلامت جانے کے لیے اپنے ان سے کہو کہ وہ ہتھیار پھینک دیں اور ہیلی کاپٹر میں جا کر بیٹھ جائیں۔"

ہتھیار پھینکنے کے بعد وہ بالکل نہتے ہو جاتے۔ ہمارے رحم و کرم پر رہتے اگر وہ ہتھیار پھینکنے سے انکار کرتے تو یہ خوف تھا کہ ان کا افسر مارا جائے گا۔

میں نے اس افسر کے دماغ پر حاوی ہو کر اس بات پر قائل کیا کہ انہیں ہتھیار پھینک دینے چاہئیں۔ اس نے چیخ کر دونوں گارڈز سے کہا "ہمارے معاملات طے ہو چکے ہیں۔ ہم ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اپنے تمام ہتھیار پھینک دو اور ہیلی کاپٹر میں جا کر بیٹھ جاؤ۔"

انہوں نے حکم کی تعمیل میں پوجا اور سیکیورٹی آفیسر کے آگے ہتھیار پھینک دیے اور پلٹ کر ہیلی کاپٹر کی طرف جانے لگے۔ میں اس افسر کے ساتھ چڑھائی چڑھتا ہوا پوجا کے پاس آگیا۔ وہ افسر سے بولی "بڑے شرم کی بات ہے۔ ہم نے شرافت سے تمہیں یہاں آنے کی اجازت دی۔ پوری طرح اپنی بے گناہی کا ثبوت دیا۔ تمہارے کمانڈرز اور کمانڈوز نہ یہاں آئے تھے اور نہ ہی ہم نے انہیں قیدی بنا کر کہیں چھپایا ہے۔ اس کے باوجود تم ہمیں جان سے مار ڈالنا چاہتے تھے۔ اب ہتھیار ہمارے ہاتھوں میں ہیں۔ اب ہم تمہیں مار ڈالیں تو؟"

وہ بولا "تو اس جزیرے پر قیامت آجائے گی۔ ہم اپنے ہیڈ کوارٹر سے روانگی کا وقت لکھ کر آئے ہیں۔ اگر ہم چار گھنٹے کے اندر وہاں پر واپس نہ پہنچے تو آرمی کو یہاں حملہ کرنے کا جواز مل جائے گا۔"

میں نے کہا "پوجا! ان سے بحث نہ کرو۔ انہیں جانے دو۔"

میں نے اسے دھکا دیتے ہوئے کہا "جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے چلے جاؤ۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گیا۔ وہ تینوں ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے لیکن میں ٹیلی پیتھی کی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ تینوں غصے میں تھے۔ افسر نے جھلا کر کہا "یہ پوجا کا منگیتر بہت پراسرار ہے۔ اس نے بڑی چالاکی سے ان تمام لاشوں کو سمندر میں پھنکوایا ہے۔ ہم اس کے خلاف ایک چھوٹا سا ثبوت حاصل کرنے میں بھی ناکام رہے ہیں۔ کم آن یہاں سے نکل چلو۔"

ہیلی کاپٹر بلندی کی طرف' پرواز کرتا ہوا دور جانے لگا۔ میں نے کہا "تم سیکیورٹی افسر کے ساتھ اپنی کار میں جاؤ۔ میں اس دوسری گاڑی میں آجاؤں گا۔ یہاں مجھے کچھ کام ہے۔"

اس نے پوچھا "یہاں جنگل میں تمہارا کیا کام ہے؟"

"تمہارے جزیرے کی حفاظت کرنا میری ذمے داری ہے۔ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ مجھے یہاں کیا کرنا ہے۔ مجھ سے کوئی سوال نہ کیا کرو۔ جاؤ یہاں سے۔"

اس نے مجھے ناگواری سے دیکھا۔ اس کے خیالات کہہ رہے تھے "یہ بہت مغرور ہے۔ سیکیورٹی افسر کے سامنے میری توہین کر رہا ہے۔ جی چاہتا ہے اس کا منہ نوچ لوں لیکن یہ ہے بہت زبردست۔ پچھلی رات سے میری حفاظت کرتا آرہا ہے یہ نہ ہوتا تو جادیو مجھے موت کے گھاٹ اتار دیتا اور ابھی اس نے کتنی دلیری سے آرمی افسر اور اس کے گارڈز کو نہتا کر دیا تھا۔"

وہ اپنی کار میں جا کر بیٹھ کر بھی سوچتی رہی "یہ خطرناک ہے مگر زبان کا دھنی ہے۔ اپنے وعدے کے مطابق میری خاطر ایک بہت بڑی فوج سے ٹکر لے رہا ہے۔ مجھے اس کی بد مزاجی کو برداشت کرنا ہی ہو گا۔"

وہ سوچتی رہی۔ سیکیورٹی افسر اور دو گارڈز کے ساتھ اپنی کار میں وہاں سے چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی میں اس آرمی افسر کے اندر پہنچ گیا۔ وہ وائرلیس کے ذریعے ہیڈ کوارٹر کو بتا رہا تھا "انہوں نے اپنے خلاف کوئی ثبوت نہیں چھوڑا ہے۔ بڑی رازداری سے ان لاشوں کو غائب کیا گیا ہے۔ پتا نہیں سمندر کے کس حصے میں لے جا کر پھینکا گیا ہے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "ہمارے دونوں کمانڈرز اور وہ سات کمانڈوز مجرمانہ انداز میں چھپ کر وہاں گئے تھے۔ ہم ان کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں کر سکیں گے۔ انہیں کوئی الزام نہیں دے سکیں گے۔"

اس افسر نے کہا "پوجا کا منگیتر ہماری نظروں میں مشکوک ہے۔ تعجب ہے کہ پوجا کلیانی ایک مسلمان سے کیوں شادی کر رہی ہے؟"

دوسری طرف سے کہا گیا "وہ بڑے پراسرار طریقے سے جزیرے میں لایا گیا ہے۔ کیا تم نے اس کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کی ہیں؟"

"فی الحال تو اتنا ہی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ وہ بہت ہی زبردست فائٹر ہے۔ موت کی پروا کیے بغیر جھپٹ پڑتا ہے۔ پوجا کلیانی اسے اپنا منگیتر کہتی ہے لیکن وہ اس کا مشیر خاص ہے۔ اس نے جادیو اور ہردیو جیسے ناقابل شکست کمانڈروں کو نابود کر دیا ہے۔ اس نے مجھے بری طرح جکڑ لیا تھا۔ میں اپنی رپورٹ میں لکھوں گا کہ وہ سلمان قیصر جزیرہ کلیانی کا فولادی دروازہ ہے۔ پہلے اس دروازے کو توڑنا ہو گا۔ اس کے بعد ہی جزیرہ پر قبضہ جمایا جا سکے گا۔"

ہیلی کاپٹر تیزی سے پرواز کرتا جا رہا تھا۔ ہیڈ کوارٹر سے تقریباً چالیس کلومیٹر کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "ہم پندرہ منٹ میں وہاں پہنچنے والے ہیں۔ میں آپ کے پاس آکر تفصیلی رپورٹ پیش کروں گا۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق وائرلیس میں خرابی پیدا کر دی۔ ہیڈ کوارٹر سے رابطہ منقطع ہو گیا۔ میں نے کہا "کتے کے بچے! تو نے مجھے گالی دی تھی۔"

اس نے بوکھلا کر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا پھر حیرانی سے بولا "یہ۔ اس کی آواز میرے اندر سنائی دے رہی ہے۔"

ایک گارڈ نے پوچھا "سر! کس کی آواز؟"

"وہ۔۔۔ وہ وہی ہے۔ جس نے ہم سب کو نہتا کر دیا تھا۔ ٹھہرو' مجھے سننے دو۔ وہ کچھ بول رہا ہے۔"

میں نے کہا "میں بہت کم بولتا ہوں۔ باقی جو کرنا ہوتا ہے وہ کر گزرتا ہوں۔ تم نے جس زبان سے مجھے گالی دی تھی اسے دانتوں تلے کچل ڈالو۔"

وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا لیکن بے اختیار اس کی زبان ذرا باہر نکلی پھر اوپر نیچے کے دانتوں نے اسے پوری قوت سے چبا ڈالا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیختا ہوا اپنی سیٹ پر تڑپنے لگا۔ دونوں گارڈز نے پریشان ہو کر پوچھا "کیا ہوا؟ سر! کیا تکلیف ہے؟"

وہ بولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ منہ کھولے زبان باہر نکالے ہائے ہائے کر رہا تھا۔ میں نے کہا "تم نے مجھے نہتا اور کمزور پا کر طاقت کے غرور میں گالی دی تھی۔ اب اپنی طاقت سے کام لو۔ جو سزا مل رہی ہے۔ اس سے خود کو بچاؤ۔"

وہ عاجزی سے بولا "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ اگر معلوم ہوتا تو تمہارے سامنے سر جھکا کر باتیں کرتا۔"

"تمہارے جیسے مغرور طاقت ور لوگ کمزور ہونے کے بعد اسی طرح گھٹنے ٹیک دیتے ہیں۔ تم لوگوں میں انسانیت نام کو نہیں ہوتی۔"

یہ کہتے ہی میں نے پھر اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے پھر دانتوں تلے اپنی زبان کو پیس ڈالا۔ وہ حلق پھاڑ کر چیخنے لگا۔ سیفٹی بیلٹ سے بندھا ہوا تھا اس لیے بری طرح تڑپنے کے باوجود اپنی سیٹ پر ہی بیٹھا ہوا تھا۔ دونوں گارڈز پریشان تھے۔ وہ اپنے اعلیٰ افسر کی تکلیف کو سمجھ نہیں پا رہے تھے۔ ایک نے کہا "سر! آپ تکلیف برداشت کریں ہم ہیڈ کوارٹر پہنچ رہے ہیں۔ وہاں پہنچتے ہی ڈاکٹرز آپ کو اٹینڈ کریں گے۔"

وہ ہیلی کاپٹر ایک ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کرتا ہوا ہیڈ کوارٹر کے اطراف چکر کاٹ رہا تھا۔ ایسے وقت میں نے پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے میرے زیر اثر آتے ہی انجن بند کر دیا۔ گروش کرتا ہوا پنکھا رکنے لگا۔ ایک گارڈ نے چیخ کر کہا "یہ کیا کر رہے ہو؟ انجن کو فوراً آن کرو۔"

پائلٹ نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ ان دونوں کو نہ لڑنے کا موقع ملا نہ سنبھلنے کا۔ پنکھے کی گردش تھمتے ہی ہیلی کاپٹر تیزی سے نیچے جا رہا تھا۔ ہیڈ کوارٹر کے افسران اور سپاہی اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر خوف سے بھاگ رہے تھے۔ وہ ہیلی کاپٹر تیزی سے آکر گولا بارود کے گودام پر گرا۔ اس کے ساتھ ہی زبردست دھماکے ہونے لگے۔ گودام میں رکھے ہوئے مختلف ساخت کے بم پھٹ رہے تھے۔ آگ کے شعلے دور تک پھیل رہے تھے۔ آسمان کی طرف لپک رہے تھے۔ ایک قیامت کا منظر تھا جو دور سے دیکھنے والوں کے دل بھی دہلا رہا تھا۔

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ گاڑی کا دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے محل کی طرف جانے لگا۔

اس نے مجھے یہاں گالی دی تھی اگر میں طیش میں آکر اسے یہاں مار ڈالتا تو انڈین آرمی کو جزیرے پر حملہ کرنے کا ایک بہانہ مل جاتا۔ اسی لیے میں نے اس کے گھر پہنچ کر اسے ایسی موت مارا تھا کہ اس کی موت عبرت ناک بن گئی تھی۔ اس کے ساتھ کتنے ہی آرمی والے مارے گئے۔ کروڑوں روپے کا گولا بارود اور اسلحہ تباہ ہو گیا۔ ان کے اہم ریکارڈز جل کر راکھ ہو گئے۔

وہ تو پہلے ہی اپنے دو کمانڈروں اور سات کمانڈوز کے قتل کا الزام ہم پر عائد نہیں کر سکتے تھے۔ اب اتنی بڑی تباہی کے بارے میں یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہم نے ان سے انتقام لیا ہے۔

میں گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا شمالی ساحل کے پاس آکر رک گیا۔ وہاں کئی کشتیاں اور اسپیڈ بوٹس کھڑی ہوئی تھیں۔ پوجا کے محل میں کام کرنے والے ملازم اور سیکیورٹی گارڈز وغیرہ ان کشتیوں اور اسپیڈ بوٹس وغیرہ کے ذریعے ہندوستان کے مغربی ساحلی شہروں کی طرف جایا کرتے تھے۔ وہ ساحلی کنارہ بہت خوب صورت تھا۔ ناریل کے اونچے اونچے درخت تھے۔ وہاں ہریالی تھی اور رنگ برنگے خوب صورت پھول کھلے ہوئے تھے۔

میں نے اس خوب صورت ماحول میں ایک جگہ بیٹھ کر ثمرن کا تصور کیا۔ وہ بہت حسین بہت پرکشش تھی۔ میں نے اس کے خیالات پڑھے وہ میرے بارے میں بڑی محبت اور بڑی عقیدت سے سوچ رہی تھی۔ میں نے اسے ایک ہی رات میں داسی سے ملکہ بنا دیا تھا۔ پستی سے اٹھا کر بہت بلندی پر لے آیا تھا۔ وہ میرے بارے میں سوچ رہی تھی کہ مجھ پر قربان ہونے کے لیے یہ ایک زندگی بہت کم ہے۔ وہ ایک جنم کے بعد جتنی بار جنم لیتی رہے گی۔ اتنی ہی بار سلمان قیصر یعنی مجھ پر قربان ہوتی رہے گی۔

میں نے محل سے باہر آتے وقت اسے رازداری سے کہا تھا کہ پوجا جب تک محل سے باہر رہے وہ اس کے بیڈ روم میں جا کر وہاں کی تلاشی لے۔ شاید کوئی ایسی چیز مل جائے جو میرے بھولے ہوئے ماضی کی طرف نشان دہی کرے۔ مجھے پوجا پر بالکل اعتماد نہیں رہا تھا۔ کچھ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ جھوٹ بول رہی ہے دھوکا دے رہی ہے۔

پوجا میرے ساتھ آرمی افسر کو رخصت کرنے ہیلی کاپٹر تک آئی تھی۔ ثمرن اس دوران میں اس کے بیڈ روم کی تلاشی لیتی رہی تھی۔ تلاش بسیار کے بعد بھی کوئی ایسی چیز ہاتھ نہیں لگی جو میرے کسی کام آتی۔

پوجا کی پرسنل سیکریٹری کا نام ٹینا تھا۔ وہ اس کی سیکریٹری بھی تھی اور بہت ہی گہری رازدار سہیلی بھی۔ وہ اس کے بیڈ روم سے ملحقہ کمرے میں رہتی تھی۔ ثمرن اس کمرے کی بھی تلاشی لینے لگی۔ ایک الماری میں ٹینا سے تعلق رکھنے والی کچھ اہم دستاویزات تھیں۔ ہیرے موتیوں سے جڑے ہوئے زیورات تھے۔ وہاں ایک ڈائری رکھی ہوئی تھی۔

ثمرن اسے اٹھا کر پڑھنے لگی۔ ٹینا نے اپنے اور پوجا کے بارے میں بہت سی اہم باتیں لکھی تھیں۔ ڈائری کا ایک ایک ورق پڑھ کر پتا چلتا تھا کہ وہ دونوں کتنی رازدار سہیلیاں تھیں۔ اس ڈائری کے ایک صفحے پر میرے بارے میں پڑھتے ہی ثمرن چونک گئی۔

ٹینا نے لکھا تھا کہ پوجا کی دادی ماں ایک بہت زبردست وچ لیڈی ہے۔ اس کے کالے عمل سے کوئی دشمن بچ نہیں پاتا ہے۔ اس دادی ماں نے تقریباً بیس برس تک بڑی کٹھن تپسیا کی تھی۔ چند خاص منتروں کا جاپ کرتی رہی تھی۔ اس طویل عرصے میں کتنی ہی مشکلات سے گزرنے کے بعد وہ بوڑھی سے جوان ہونے لگی۔ اس نے سدا جوان رہنے کا کالا علم حاصل کر لیا تھا۔ اب وہ سولہ برس کی ایک نوخیز دوشیزہ کے روپ میں ہے اور خود کو انیتا سکینہ کہلاتی ہے۔

اس کے مقابلے میں اس کی پوتی پوجا کلیانی زیادہ عمر کی دکھائی دیتی تھی۔ اپنی دادی سے لڑتی تھی اور کہتی تھی کہ اسے بھی سولہ برس کی دوشیزہ بنایا جائے۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ جب اس پر بڑھاپا طاری ہونے لگے گا تو وہ اسے بھی ایک نوخیز دوشیزہ بنا دے گی۔ دونوں دادی پوتی میں بڑی محبت تھی وہ پوتی کو سمجھاتی تھی کہ وہ دنیا والوں کے سامنے اسے دادی ماں نہ کہے۔ ورنہ لوگ دادی کو حیرانی سے دیکھیں گے اور پوتی کا مذاق اڑائیں گے کہ وہ ایک سولہ برس کی لڑکی کو دادی ماں کہہ رہی ہے۔

دادی ماں کے جوان ہونے سے بڑی الجھنیں پیدا ہو رہی تھیں پوتی عمر میں بڑی اور دادی چھوٹی دکھائی دیتی تھی۔ اس لیے یہ طے پایا کہ وہ دونوں سہیلیاں بن کر رہیں گی۔ تنہائی میں وہ اسے دادی ماں کہہ سکتی ہے۔

ڈائری کے دوسرے صفحے پر لکھا تھا کہ وہ دادی اور پوتی کسی ضرورت سے ہانگ کانگ گئی تھیں۔ ٹینا بھی ان کے ساتھ تھی۔ وہاں انہوں نے ایک شخص کو دیکھا وہ عمر رسیدہ تھا لیکن آج کل کے جوانوں سے زیادہ جوان اور صحت مند دکھائی دیتا تھا۔ دادی ماں نے اسے دیکھتے ہی کہا "مجھے جس کی تلاش تھی وہ مل گیا۔ میرے کالے علم نے بتایا تھا کہ میرا مطلوبہ شخص سمندر کے کسی ساحلی علاقے میں ملے گا۔

پوجا نے پوچھا "آخر اس میں کیا خاص بات ہے؟"

اس نے جواب دیا "تم دیکھ رہی ہو اس وقت وہ گہری سوچ میں ڈوبا ہوا ہے۔ دراصل یہ خیال خوانی میں مصروف ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

پوجا نے کہا "دادی ماں تم نے کہا تھا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا شخص ہمارے کام آئے گا۔ ہمارے جزیرے کی حفاظت کے لیے تنہا بھارتی فوج سے لڑتا رہے گا۔ کیا یہ وہی ہے؟ ہائے کتنا خوب رو اور اسمارٹ ہے۔"

دادی ماں نے کہا "ہاں یہ وہی ہے۔ اسے ٹریپ کر کے اس کرائے کے مکان میں لے جانا ہوگا جہاں ہمارا عارضی قیام ہے۔"

یہ میں پچھلے باب میں بیان کر چکا ہوں کہ میں ہانگ کانگ کے ایک ساحل پر چہل قدمی کر رہا تھا، ایسے وقت ٹینا نے دو نوجوانوں کے ذریعے مجھے اس طرح اٹھایا تھا کہ میں اس کے سازشی ارادوں کو سمجھ نہیں پایا تھا۔ اچانک بے ہوشی کی دوا انجیکٹ کی گئی تب میں چونکا تھا لیکن اس وقت تک دیر ہو چکی تھی۔ اس کے بعد میں اپنی ذات سے، اپنے وجود سے غافل ہو گیا تھا۔

اور اب تک میں اپنے آپ سے غافل تھا۔ ابھی ثمرن کے خیالات پڑھ کر معلوم ہو رہا تھا کہ میرے ساتھ کیا کچھ ہوتا رہا تھا۔ ٹینا نے ڈائری میں لکھا تھا کہ مجھے بے ہوش کرنے کے بعد ایک مکان میں پہنچایا گیا تھا۔ وہاں دادی ماں نے مجھ پر کالا عمل کیا تھا۔ مجھ پر ایسا سحر طاری کیا تھا کہ میں بے ہوشی کے عالم میں اس کے ہر سوال کا جواب دیتا رہا تھا۔ اس طرح انہیں یہ معلوم ہوا کہ میرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ اس نے مجھ پر کئی طرح کے عمل کیے۔ میرے ذہن سے میرا نام اور میری شناخت مٹا دی۔ صرف میری اہم صلاحیتوں کو میرے ذہن میں محفوظ رکھا۔ اس کے بعد میری تمام پچھلی زندگی کو حرف غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیا۔

اس کے کالے عمل کے بعد پوجا نے پوچھا تھا "دادی ماں آپ نے اس کا نام سلمان قیصر رکھا ہے اگر کبھی اسے معلوم ہو گا کہ اس کا نام فرہاد علی تیمور ہے اور یہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک مشہور ہے تو پھر یہ بڑی آسانی سے معلومات حاصل کرتا ہوا اپنے لوگوں تک پہنچ جائے گا۔"

اس نے جواب دیا "میں نے اس پر ایسا عمل کیا ہے کہ یہ کبھی اپنے بارے میں معلوم کرنا چاہے تو ایسے وقت اس کا ذہن بھٹک جائے۔ یہ اپنے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے کبھی کسی صحیح سمت میں نہیں جا سکے گا۔"

میں جزیرے کے ایک خوب صورت ساحلی علاقے میں بیٹھا ہوا تھا۔ ثمرن نے بڑی محبت اور لگن سے میرا اصلی نام معلوم کیا تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مجھے ہانگ کانگ سے لایا گیا ہے۔ یہ دو باتیں بڑی اہم تھیں۔ میں اس چھوٹی سی ٹپ کے ذریعے اپنے بارے میں بڑی بڑی معلومات حاصل کر سکتا تھا۔

میں وہاں سے واپس جانے کے لیے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پوجا محل میں پہنچ گئی تھی۔ ثمرن اسے دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ میں کہاں رہ گیا ہوں؟ واپس کیوں نہیں آیا؟ میں محل میں جا کر اسے سینے سے لگا کر شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا کہ وہ اپنی کوششوں سے مجھے میری شناخت کی طرف لے جا رہی تھی۔

ٹینا نے اپنی ڈائری میں جو کچھ لکھا تھا۔ اسے پڑھنے کے بعد یہ ثابت ہو گیا تھا کہ پوجا اور اس کی دادی ماں دونوں ہی خود غرض اور مطلب پرست ہیں۔ انہوں نے اپنے مفادات حاصل کرنے کے لیے مجھ سے میرا ماضی چھین لیا ہے۔ میرے لہو کے رشتوں سے مجھے الگ کر دیا ہے۔

اب مجھے بہت محتاط رہنا تھا۔ اس محل میں رہ کر میں اپنے بارے میں اور بہت کچھ معلوم کر سکتا تھا۔ میں اپنی گاڑی سے ٹیک لگا کر پوجا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پہلے سوچا تھا کہ محل میں جا کر اطمینان سے اس کے چور خیالات پڑھوں گا لیکن اپنے بارے میں حقائق جاننے کی بے چینی تھی۔ میں نے اسی وقت اس کے خیالات پڑھنے شروع کیے۔

بڑی حیرانی ہوئی۔ اس کی سوچ کی لہریں بتا رہی تھیں کہ میں اس کا منگیتر ہوں اور وہ مجھے دل و جان سے چاہتی ہے۔ میں اس کے چور خیالات پڑھ کر اس کی دادی ماں کے بارے

میں کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن اس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ اس کی کوئی دادی ماں نہیں ہے۔ اس کا دنیا میں اپنا کوئی سگا نہیں ہے۔ صرف دو محبت کرنے والی دو سہیلیاں ہیں۔ ان میں سے ایک سہیلی ٹینا تھی۔ جو مر چکی ہے۔ دوسری سہیلی کا نام انیتا سکینہ ہے۔

میں یہ خیالات پڑھ کر چونک گیا۔ کیونکہ ڈائری کے مطابق اس کی دادی ماں کا موجودہ نام انیتا سکینہ تھا۔ وہ سولہ برس کی جوان لڑکی بن چکی تھی۔ یہ سارے حقائق پوجا کے دماغ سے حاصل نہیں ہو رہے تھے۔ خیال خوانی اور تنویمی عمل کی ایک تکنیک کے پیش نظر فوراً ہی یہ بات سمجھ میں آگئی کہ پوجا کے دماغ کے اس حصے کو لاک کیا گیا ہے۔ جہاں چور خیالات چھپے ہوتے ہیں۔

جو دادی ماں اپنے کالے عمل کے ذریعے میرا برین واش کر سکتی ہے' میرے ماضی کی تمام یادیں مجھ سے چھین سکتی ہے۔ وہ اپنی پوتی کی حفاظت کے لیے ایسی احتیاطی تدابیر پر عمل کر چکی ہوگی۔ تاکہ میں کبھی اس کے چور خیالات نہ پڑھ سکوں۔

وہ بوڑھی بہت دور اندیش تھی۔ یہ جانتی تھی کہ جلد ہی میری خیال خوانی کی صلاحیتیں واپس آجائیں گی۔ اس لیے اس نے صرف پوجا کے ہی دماغ کو نہیں بلکہ اپنے دماغ کے چور خانے کو بھی لاک کر دیا ہوگا۔ میں ابھی خود کو نہیں پہچان رہا تھا مگر اپنے اصل دشمن کو پہچان گیا تھا۔ یہاں رہ کر اب مجھے دادی ماں کا سراغ لگانا تھا۔ میں اس کی شہ رگ تک پہنچ کر ہی اس کا سارا طلسم توڑ سکتا تھا۔

میں گاڑی کی اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ اسے اسٹارٹ کر کے وہاں سے جانا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت ونڈ اسکرین کے پار دور سمندر میں ایک اسپیڈ بوٹ دکھائی دی۔ وہ تیزی سے ساحل کی طرف آرہی تھی۔ رنگین ملبوسات سے اندازہ ہوا کہ کوئی عورت آرہی ہے۔ وہ اسپیڈ بوٹ جیسے جیسے کشتی گھاٹ کے قریب آتی گئی۔ آنے والی واضح ہوتی گئی۔

میں گاڑی سے اتر کر گھاٹ کے قریب آیا۔ وہ اسپیڈ بوٹ سے اتر رہی تھی۔ ایک نوخیز دوشیزہ تھی۔ غضب کا حسن تھا' غضب کی کشش تھی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی ہاتھ ہلا کر قریب آتے ہوئے کہا "ہائے سلمان! تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں آرہی ہوں؟ مجھے ریسیو کرنے آئے ہو نا؟"

وہ مجھے پہچانتی تھی۔ مجھے یاد نہیں آرہا تھا کہ میں نے پہلے کبھی اسے دیکھا ہے۔ اس نے قریب آکر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا "تم مجھے کیسے جانتی ہو؟ میں تو پہلی بار تمہیں دیکھ رہا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "او مائی یور ڈارلنگ! پوجا نے مجھے بتا ہے کہ تمہاری یادداشت کمزور ہوگئی ہے۔ تم اپنی پچھلی زندگ بھول گئے ہو پھر مجھے کیسے پہچانو گے؟"

پھر وہ ذرا قریب ہو کر سرگوشی میں بولی "کبھی ہم میں تم میں بھی چاہ تھی' تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو۔ تم پوجا کے منگیتر ہ مگر چھپ کر میرے بیڈ روم میں آتے رہے ہو۔"

"یہ۔ یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟ کیا تم پوجا کی سہیلی ہو اگر سہیلی ہو تو شاید میں تمہارا نام جانتا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تم مجھے اتنا چاہتے ہو؟ سب کچ بھولنے کے باوجود تم نے میرا نام یاد رکھا۔ اچھا بتاؤ۔ کیا نا ہے میرا؟"

میں اسے یہ نہیں بتانا چاہتا تھا کہ اس کا نام انیتا سکی ہے۔ اگر نام بتا دیتا تو اس کے اندر یہ تجسس پیدا ہوتا کہ مجھ اس کا نام کیسے معلوم ہوا ہے؟ وہ اور پوجا سوچ بھی نہیں سک تھیں کہ ٹینا کی ڈائری مجھے ان کے بارے میں بہت کچھ بتا چک ہے۔

میں نے غلط نام لیتے ہوئے کہا "تمہارا نام چمپاکل ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "چمپا کلی نہیں انیتا سکینہ۔ میرا نا انیتا سکینہ ہے۔ یادداشت گم ہونے کے بعد بہت دلچس ہوگئے ہو۔ تمہارے ساتھ اچھا وقت گزرے گا۔ آؤ حو میں چلیں۔"

وہ میری کمر میں ہاتھ ڈال کر گاڑی کی طرف بڑھنے لگ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کالا جادو جاننے والی دادی اتنی اسمارٹ اور فری ہوگی۔ وہ سولہ برس کی جوان چھوکر تھی لیکن میں سمجھ رہا تھا کہ ایک سو دس برس کی بوڑھی دا ماں مجھ سے چپک کر چل رہی ہے اور سولہویں سال ک حرارت پہنچا رہی ہے۔

○☆○

کبریا نے سرلا کو اپنی معمولہ بنانے کے بعد شلپا کوٹھی میں پہنچا دیا تھا۔ اس نے شلپا اور اس کی ماں پ مختصر سا تنویمی عمل کر کے انہیں یہ ذہن نشین کرایا تھا کہ سرلا کو اپنی ایک عزیز سمجھ کر قبول کرتی رہیں گی۔ اس بارے میں کوئی سوال نہیں کریں گی کہ وہ کہاں سے آئی اور ان کے گھر میں کیوں آئی ہے؟

وہ تینوں دوسرے دن دیر تک سوتی رہیں پھر بیدار ہو

کے بعد غسل وغیرہ کیا۔ لباس تبدیل کیا پھر ایک ساتھ بیٹھ کر ناشتا کیا۔ آپس میں ہنستی بولتی رہیں۔ اسے اپنی ایک عزیزہ سمجھ کر بے تکلفی سے گفتگو کرتی رہیں۔

سرلا بھی خود کو بھولی ہوئی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اسے اغوا کیا گیا ہے۔ جبکہ دہلی سے ممبئی تک اس کے اغوا ہونے پر ہلچل پیدا ہو گئی تھی۔ وہ حکمران پارٹی کے ایک لیڈر کی بیٹی تھی۔ پچھلی رات سے پولیس اور انتظامیہ حرکت میں تھی۔ اسے جگہ جگہ تلاش کیا جا رہا تھا اور وہ شلپا کی کوٹھی میں آرام سے وقت گزار رہی تھی۔

کبریا، پروفیسر دینا ناتھ، میرا اور شاردا کے ساتھ ٹرین میں ممبئی کی طرف جا رہا تھا۔ وہ سب پچھلی رات کے جاگے ہوئے تھے۔ لہٰذا گہری نیند سو رہے تھے۔ کبریا نے سونے سے پہلے ناگیشور پانڈے سے کہہ رہا تھا کہ اس کی بیٹی سرلا اس وقت واپس ملے گی جب وہ ممبئی چھوڑ کر تین دنوں کے لیے دہلی چلا جائے گا۔

کبریا چاہتا تھا کہ جب پروفیسر دینا ناتھ، میرا اور شاردا ممبئی پہنچیں تو وہ دشمن ناگیشور پانڈے اس شہر میں نہ رہے۔ پانڈے ایک عرصے سے میرا کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ وہ اسے گھاس نہیں ڈال رہی تھی۔ پانڈے کو اس وقت اپنی اغوا شدہ بیٹی کی فکر تھی۔ اس لیے وہ شام چار بجے کی فلائٹ سے دہلی روانہ ہو چکا تھا۔

کبریا نے سرلا کی واپسی کے لیے تین کروڑ روپے کا مطالبہ کیا تھا۔ پانڈے نے اپنے ایک مشیر کو تین کروڑ روپے سے بھرا ہوا بریف کیس دیا تھا اور کہا تھا کہ کوئی بھی اجنبی شخص اس کے پاس آئے گا تو وہ بریف کیس اس کے حوالے کرے گا۔ کبریا ممبئی پہنچ کر وہ بریف کیس اس سے حاصل کرنے والا تھا۔ فی الحال وہ ٹرین میں آرام سے نیند پوری کرتا ہوا سفر کر رہا تھا۔

شام کو سرلا نے شلپا اور اس کی ماں سے کہا "آج میں نے آپ لوگوں کے ساتھ بہت اچھا وقت گزارا ہے۔ اب میں جا رہی ہوں ہوں پھر کبھی ملاقات ہو گی۔"

شلپا کی ماں نے پوچھا "بیٹی! تم کہاں جانا چاہتی ہو؟ ہمیں بتاؤ۔ ہم تمہیں اپنی گاڑی میں پہنچا دیں گے۔"

"میں یہاں سے ائرپورٹ جاؤں گی۔ آپ زحمت نہ کریں۔ میرے لیے ایک ٹیکسی منگوا لیں۔"

ایک ملازم ٹیکسی لے آیا۔ وہ اس میں بیٹھ کر ائرپورٹ کی طرف روانہ ہو گئی۔ پانڈے نے فون کے ذریعے اپنی بیوی اور بیٹے راہول پانڈے کو اطلاع دی تھی کہ وہ شام کی فلائٹ سے دہلی پہنچ رہا ہے۔ سرلا اسے ریسیو کرنے ائرپورٹ آئے گی۔

راہول نے پوچھا "کیا اس کی رہائی کا معاملہ طے ہو چکا ہے؟ آپ نے بہت بڑی رقم ادا کی ہو گی۔"

"ہاں بیٹے! میں نے تمہاری بہن کے لیے تین کروڑ روپے ادا کیے ہیں۔ وہ دشمن مجھے بہت نقصان پہنچا رہا ہے۔"

"اتنی بڑی رقم کیسے ادا کی جائے گی اور کہاں ادا کی جائے گی؟"

"وہ میرے مشیر کے پاس آ کر رقم لے جائے گا۔"

"پھر تو اسے آسانی سے گرفتار کیا جا سکتا ہے۔ آپ مشیر کے مکان کے اطراف خفیہ طور سے پولیس کا پہرا لگوا دیں۔"

پانڈے نے کہا "یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا لیکن کیا وہ اتنا نادان ہو گا کہ خود وہ رقم لینے آئے گا؟"

"وہ نہیں آئے گا کوئی دوسرا آئے گا۔ اس کے ذریعے اس مجرم تک پہنچا جا سکتا ہے۔ آپ فوراً ایکشن لیں۔"

پانڈے نے بیٹے کے مشورے کے مطابق ممبئی کے ایک پولیس افسر کو حکم دیا کہ اس کے مشیر کے مکان کی کڑی نگرانی کرائی جائے اور جو بھی شخص رقم سے بھرا ہوا بریف کیس لینے آئے۔ اسے گرفتار کر لیا جائے گا۔

وہ شام کی فلائٹ سے دہلی پہنچ گیا۔ اس کی بیوی اور بیٹا اسے ریسیو کرنے آئے تھے۔ اس نے پوچھا "کیا سرلا آئی ہے؟"

بیوی نے پوچھا "وہ کہاں سے آئے گی؟ کل سے نہ جانے کہاں گم ہو گئی ہے؟"

"اس نے کہا تھا کہ وہ مجھے ریسیو کرنے یہاں آئے گی۔"

"کیا سرلا نے کہا تھا؟ کیا آپ دونوں کے درمیان گفتگو ہوتی رہی ہے؟"

"اس سے گفتگو نہیں ہوئی۔ سمجھا کرو۔ اس دشمن نے کہا تھا کہ وہ یہاں آئے گی۔"

"دشمن نے کہا اور آپ نے یقین کر لیا اور یقین کر کے تین کروڑ روپے دے دیے۔ کیا آپ کی عقل گھاس چرنے گئی ہے؟"

سرلا ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر وہاں آئی۔ وزیٹرز لابی میں جیسے ہی ایک جگہ بیٹھی کبریا کے تنویمی عمل کے مطابق اسے اپنے بارے میں یاد آ گیا کہ وہ کون ہے اور کس کی بیٹی ہے؟ وہ حیرانی سے اپنے آس پاس کے ماحول کو دیکھ کر سوچنے لگی کہ میں اب تک کہاں تھی؟ اور کیا کرتی رہی تھی؟

پچھلی رات اس کا بھائی راہول پانڈے ماں سے ملنے کے لیے دہلی آ رہا تھا۔ وہ اپنی ماں کے ساتھ راہول کو ریسیو کرنے ائرپورٹ آئی تھی۔ پچھلی رات ماں نے بہت زیادہ پی لی تھی۔ سرلا نے کہا تھا "آپ گاڑی میں بیٹھی رہیں ورنہ وزیٹرز لابی میں جا کر تماشا بن جائیں گی۔"

لیکن اس کی ماں کار سے اتر کر ائرپورٹ کی عمارت میں چلی گئی تھی۔ سرلا نے سوچا تھا کہ وہ تماشا بننے نہیں جائے گی۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھی رہی تھی۔ ایسے ہی وقت کبریا نے اسے ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں بند کر لیا تھا پھر اسے پتا نہیں چلا کہ وہ کہاں گم ہو گئی تھی۔

اب وہ اسی ائرپورٹ کی عمارت میں بیٹھی سوچ رہی تھی "میں تو اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی اور رات کا وقت تھا۔ یہاں تو دن کی روشنی ہے۔"

سامنے گھڑی میں چھ بج کر بیس منٹ ہوئے تھے۔ پتا نہیں وہ صبح کا وقت تھا یا شام کا؟ لیکن پریشان کن بات یہ تھی کہ ابھی کار کے اندر رات تھی اور ابھی وزیٹرز لابی میں دن کا وقت لگ رہا تھا پھر یہ سمجھنے سے بھی قاصر تھی کہ کار کی اسٹیئرنگ سیٹ سے نکل کر وزیٹرز لابی میں کیسے پہنچ گئی ہے؟

ناگیشور پانڈے اپنی بیوی اور بیٹے کے ساتھ وہاں سے گزر رہا تھا۔ وہ تینوں اسے دیکھتے ہی ٹھٹک گئے۔ پانڈے نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا "بیٹی! تم یہاں ہو؟ ہم وہاں تمہارا انتظار کر رہے تھے۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی "ڈیڈی! آپ۔۔۔ آپ تو ممبئی میں تھے۔ آپ راہول کو ریسیو کرنے یہاں کیسے آ گئے؟"

راہول نے ہنستے ہوئے کہا "میں تو کل رات کو یہاں آیا تھا۔ ڈیڈی ابھی ممبئی سے آ رہے ہیں۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کل رات سے اب تک کتنے گھنٹے گزر چکے ہیں؟"

"اٹھارہ گھنٹے گزر چکے ہیں۔"

وہ شدید حیرانی سے بولی "اوہ۔۔۔ گاڈ! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں تھوڑی دیر پہلے اپنی کار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ رات کا وقت تھا۔ ممی تمہیں ریسیو کرنے یہاں آئی تھیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا، یہ سب کیا ہے؟ رات سے اچانک دوسرے دن کی شام کیسے ہو گئی؟ تم اکیلے یہاں آ رہے تھے لیکن اب ڈیڈی بھی تمہارے ساتھ آ گئے ہیں۔"

وہ اپنا سر پکڑ کر بھائی کے بازو سے لگ گئی۔ باپ نے اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا "ڈونٹ وری۔ تمہیں کڈنیپ کیا گیا تھا۔ تمہارے ذہن پر برا اثر پڑا ہے۔"

وہ بولی "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ مجھے کسی نے کڈنیپ نہیں کیا تھا۔ میں کل رات سے یہاں ائرپورٹ پر ہی ہوں۔"

ان سب نے ایک دوسرے کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر ناگیشور پانڈے نے کہا "پورے دہلی کی پولیس اور انٹیلی جنس والے پچھلی رات سے تمہیں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں اور تم یہاں چھپی بیٹھی تھیں؟"

پھر وہ کچھ سوچ کر بولا "مگر نہیں۔ وہ تمہیں اغوا کر کے کہہ رہا تھا کہ تم اس کے ساتھ ایک بیڈ روم میں ہو اور۔۔۔ اور کیا بتاؤں؟ بڑی شرمناک باتیں کر رہا تھا۔"

وہ ناگواری سے بولی "ڈیڈی! آپ کی باتیں سن کر مجھے شرم آ رہی ہے۔ کل سے اب تک کوئی دوست یا دشمن میرے قریب نہیں آیا۔ پلیز! اس سلسلے میں مجھ سے کوئی بات نہ کریں۔ میرا سر دکھ رہا ہے۔ میں سوچنا چاہتی ہوں، میں سمجھنا چاہتی ہوں کہ کل سے اب تک میں نے کہاں وقت گزارا ہے اور کس طرح گزارا ہے؟ مجھے گھر جا کر تنہائی میں سوچنا چاہیے۔"

پانڈے نے کہا "تم بہت اپ سیٹ ہو۔ خاموش رہ کر سوچنے کی کوشش کرتی رہو۔ شاید تمہیں کچھ یاد آ جائے؟ آؤ ہم گھر چلیں۔"

وہ سب باہر پارکنگ ایریا میں آ کر اپنی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ راہول گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔ ناگیشور نے اپنے موبائل کے ذریعے ہوم منسٹر سے رابطہ کیا۔ ہوم منسٹر نے اس کی آواز سن کر کہا "مسٹر پانڈے! ہم پوری کوشش کر رہے ہیں۔ جلد ہی آپ کی بیٹی کو ڈھونڈ نکالیں گے۔"

وہ بولا "آپ لوگ کیا ڈھونڈیں گے؟ میں نے ڈھونڈ لیا ہے۔ میری بیٹی میرے پاس آ گئی ہے۔"

ہوم منسٹر نے چونک کر حیرانی سے پوچھا "کیا۔ آپ کی بیٹی واپس آ گئی ہے؟ اسے کس نے اغوا کیا تھا؟ میں کسی بڑے افسر کو بھیج رہا ہوں۔ وہ اس کا بیان لے گا۔ ہم اس کے ذریعے اس مجرم تک پہنچ سکیں گے۔"

"ہم شاید کبھی مجرم تک نہ پہنچ سکیں؟ یہ اغوا کا کیس الجھا ہوا ہے۔ ایسا لگتا ہے، میری بیٹی کو کسی نے کالے جادو کے ذریعے ٹریپ کیا تھا۔ میرے پاس واپس آنے کے بعد اسے یاد نہیں آ رہا ہے کہ اسے کس نے اغوا کیا تھا؟ اور اس نے کل رات سے اب تک کہاں وقت گزارا ہے؟"

"یہ بات تو بڑی تشویش ناک ہے۔"

"تشویش ناک بھی ہے اور عجیب بھی۔ ذہن تسلیم نہیں کر رہا ہے کہ وہ کل رات سے اب تک دماغی طور پر کہیں

غائب رہی تھی۔"

ہوم منسٹر نے کہا "او۔ گاڈ! آپ نے دماغی طور پر غائب رہنے کی بات کہی ہے تو مجھے یاد آرہا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے غائب دماغ بنایا جاتا ہے۔"

"ٹیلی پیتھی ....؟" اس نے چونک کر سوچا کہ کل ممبئی میں اس کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہوا تھا۔ وہ اس دشمن سے بات کرنے کے دوران میں کئی بار غائب دماغ ہوا تھا اور ایک بار تو ایسا ہوا کہ ٹیلی فون کا تار ٹوٹا ہوا تھا اور وہ ریسیور اٹھا کر باتیں کررہا تھا۔ حیرانی کی بات یہ تھی کہ اس ریسیور سے دشمن کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

اسے یقین ہونے لگا کہ وہ دشمن ضرور ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس نے سرلا کی واپسی کے لیے تین کروڑ کا مطالبہ کیا تھا اور وہ اتنی بڑی رقم ادا کرنے سے انکار نہ کرسکا۔ ہوم منسٹر نے پوچھا "آپ خاموش کیوں ہوگئے؟"

"میں آپ کی بات پر غور کررہا ہوں۔ میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہوچکا ہے۔ میں کبھی کبھی غائب دماغ رہا ہوں۔ میں کسی حد تک یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ شخص ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

ہوم منسٹر نے کہا "وہاں وزارت خارجہ کے دفتر میں ایسے واقعات ہوچکے ہیں۔ وہاں کا سیکریٹری دماغی طور پر غائب ہو کر آفس میں سب کے سامنے ننگا ہوگیا تھا۔ یہودی تنظیم کے سربراہ جے وی شوٹر کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ اس یہودی نے بیان دیا ہے کہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا کبریا دہلی میں موجود ہے اور ہمارے اندرونی خفیہ معاملات میں مداخلت کررہا ہے۔"

"میں وزارت خارجہ کے سیکریٹری سے اس سلسلے میں بات کروں گا۔ اگر وہ واقعی فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے تو میں نے اس سے دشمنی مول لے کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔"

اس نے فون بند کردیا۔ سرلا پچھلی سیٹ پر اپنی ماں کے ساتھ بیٹھی فون پر ہونے والی گفتگو سن رہی تھی اور دل ہی دل میں یہ تسلیم کررہی تھی کہ اسے اب تک ٹیلی پیتھی کے ذریعے غائب دماغ بنایا گیا تھا اور اس کے ساتھ ایسا کرنے والا فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔ وہ اپنے باپ کی طرح خوب رو اور اسمارٹ ہوگا۔ قد آور باڈی بلڈر ہوگا اور پہلی نظر میں ہی گھائل کردیتا ہوگا۔

سرلا کو ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کا بے حد شوق تھا۔ لندن میں تعلیم حاصل کرنے کے دوران اس نے ایک ایسے انسٹی ٹیوٹ میں داخلہ لیا تھا۔ جہاں یوگا اور ٹیلی پیتھی کے بارے میں بہت کچھ بتایا اور سکھایا جاتا تھا۔

وہ میرے اور میری فیملی کے بارے میں بھی بہت کچھ سنتی رہتی تھی۔ اب یہ سن کر اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا کہ میرا بیٹا اس کے دماغ میں آیا تھا۔ اسے غائب دماغ بناکر کہیں لے گیا تھا۔

اب اسے اپنے باپ کی وہ بات یاد آئی۔ پانڈے نے کہا تھا "وہ تمہیں اغوا کرکے کہہ رہا تھا کہ تم اس کے ساتھ ایک بیڈ روم میں ہو اور..... اور کیا بتاؤں؟ بڑی شرمناک باتیں کررہا تھا۔"

باپ کی یہ باتیں یاد آتے ہی وہ شرم سے سرخ ہونے لگی۔ ایک سنسنی سی پیدا ہونے لگی "کیا میں اس کے ساتھ بیڈ روم میں تھی؟"

دل کی دھڑکنیں پاگل ہوگئیں۔ اس نے سینے پر اتنی سختی سے ہاتھ رکھا جیسے دھڑکنوں کو روک رہی ہو۔ ان سے کہہ رہی ہو "یہ کیا پاگل پن ہے؟ یہ کوئی ضروری تو نہیں کہ اس نے تنہائی میں مجھے ہاتھ لگایا ہو۔ میں اپنے اندر کوئی تبدیلی محسوس نہیں کررہی ہوں۔ میں گھر جاکر آئینہ دیکھوں گی۔ آئینہ بتائے گا کہ کہاں کہاں واردات ہوئی تھی؟

وہ گھر پہنچنے کے بعد سیدھی اپنے بیڈ روم میں چلی گئی پھر دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ بند کمرے میں کیا ہوتا ہے؟ کوئی نہیں دیکھ سکتا لیکن اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ یقیناً اپنی الجھنیں دور کررہی ہوگی۔

اس کا باپ اپنی الجھنیں دور کررہا تھا۔ وزارت خارجہ کے سیکریٹری سے فون پر رابطہ کرکے میرے بیٹے کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "میں نے فرہاد کے بیٹے کو نہیں دیکھا ہے۔ یہودی تنظیم کے سربراہ جے وی شوٹر نے یہ انکشاف کیا ہے کہ فرہاد کا بیٹا یہاں ہے۔ وہ وجے شرما کے نام سے شلپا کی کوٹھی میں مہمان بن کر آیا تھا۔"

"یہ شلپا کون ہے؟"

"ہمارے فارن ڈپارٹمنٹ کی ایک بہت ہی حسین اور پرکشش لڑکی ہے۔ اس نے بھی یہی بیان دیا ہے کہ وہ اس کی ٹیلی پیتھی سے سحرزدہ ہوگئی تھی اور یہ میرا اپنا تجربہ ہے۔ اس نے میرے دماغ پر قبضہ جماکر مجھے سب کے سامنے ننگا کردیا تھا۔"

"کیا آپ کے فارن ڈپارٹمنٹ کو یہ تشویش نہیں ہے کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ملک کے اہم راز معلوم کررہا ہے؟"

"ہم بہت پریشان ہیں۔ ہم نے پورے ملک کی پولیس اور انتظامیہ کو الرٹ کردیا ہے۔ انٹیلی جنس والے بھی بڑی رازداری سے اسے تلاش کررہے ہیں۔ شلپا اور جے وی شوٹر نے اس کا جو حلیہ بیان کیا ہے۔ اس کے مطابق اس کی ایک خیالی تصویر بناکر تمام متعلقہ اداروں میں پہنچا دی گئی ہے۔"

"اس کی ایک تصویر میرے پاس بھیج دیں۔ اس کا نام کیا ہے؟"

"اس کا نام کبریا ہے۔ اس کی عمر سولہ سال ہے لیکن اسے دیکھ کر یقین نہیں آتا۔ وہ قد آور باڈی بلڈر ہے۔ بیس بائیس برس کا جوان لگتا ہے۔ وہ بھیس بدلنے کا ماہر ہے۔"

وہ کبریا کے بارے میں بتا رہا تھا۔ تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد پانڈے نے رابطہ ختم کردیا۔ اس کے بیٹے راہول نے کہا "ڈیڈی! آپ نے ایسے خطرناک نوجوان سے دشمنی کیوں مول لی؟"

"بیٹے! میری مخالفت پروفیسر دینا ناتھ سے تھی۔ اس کی بھتیجی میرا ایک مسلمان سے عشق کرتی تھی۔ میں نے اس مسلمان کو قتل کروا دیا۔ میرا نے غصے سے کہا تھا کہ اب وہ کسی دوسرے مسلمان سے عشق کرے گی۔"

اس کی بیوی نے کہا "آپ کو میرا سے کیا دلچسپی ہے؟ وہ کسی سے بھی عشق کرے۔"

"تم جانتی ہو کہ ہماری پارٹی مسلمانوں کے خلاف ہے۔ ہم کبھی یہ برداشت نہیں کرسکتے کہ ہماری کوئی ہندو عورت کسی مسلمان سے شادی کرے اور اس کے لیے مسلمان بچے پیدا کرے۔"

راہول نے کہا "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا مسلمان ہے۔ آپ اسلام دشمنی سے باز نہیں آئیں گے تو وہ آئندہ بھی آپ کو اور ہم سب کو نقصان پہنچائے گا۔ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ اس نے سرلا کو اغوا کرنے کے بعد کیا سلوک کیا ہوگا؟ وہ غائب دماغ رہی تھی۔ اس لیے کچھ بتا نہیں پارہی ہے۔"

سرلا ان کے کمرے میں آئی اور بولی "ڈیڈی! آپ جانتے ہیں میں لندن میں ٹیلی پیتھی کی کلاسز اٹینڈ کیا کرتی تھی۔ مجھے پھر شوق ہورہا ہے۔ میں پھر ٹیلی پیتھی سیکھوں گی۔"

ماں نے پوچھا "کیا پھر لندن جانے کا ارادہ ہے؟"

"اتنی دور جانے کی کیا ضرورت ہے؟ جس نے مجھے اغوا کیا تھا' اس سے سیکھوں گی۔ ڈیڈی! آپ اس سے رابطہ کریں۔ اس سے میری بات کرائیں۔"

"کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے؟ کیا دشمن سے ٹیلی پیتھی سیکھوگی؟ اور کیا وہ سکھادے گا؟"

راہول نے کہا "آپ پھر اس سے دشمنی کی بات کررہے ہیں۔ یہ کتنا فنٹاسٹک آئیڈیا ہے۔ سرلا ٹیلی پیتھی سیکھے گی تو وہ دوست بن جائے گا۔ ہمیں کبھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ بلکہ ہم اس سے بہت سا فائدہ حاصل کرسکیں گے۔"

"بچوں جیسی باتیں نہ کرو۔ وہ ہمارے دیس کا دشمن ہے۔ جن اہم رازوں کو کوئی چرا نہیں سکتا' وہ چرالیا کرتا ہے۔"

سرلا نے تالی بجانے کے انداز میں دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر کہا "ہائے! یہ ٹیلی پیتھی کیا چیز ہے؟ جہاں انسان پہنچ نہیں پاتا' وہاں پہنچا دیتی ہے۔ پلیز ڈیڈی! آپ اس سے رابطہ کریں۔ آپ میری بات نہیں مانیں گے تو میں آپ سے بات نہیں کروں گی۔"

"بات نہ کرو۔ مرجاؤ لیکن ایک مسلمان سے تمہیں دوستی نہیں کرنے دوں گا۔ کروگی تو اس کے ساتھ تمہیں بھی گولی ماردوں گا۔"

"آپ اسے گولی مارنے کہاں جائیں گے؟ ابھی چلیں۔ میں بھی چلتی ہوں۔ اس طرح اس سے ملاقات ہوجائے گی۔ مجھے یقین ہے آپ گولیاں ضائع کریں گے۔ اسے مار نہیں سکیں گے۔ اپنی جان کی امان پانے کے لیے پھر اسے تین کروڑ روپے ادا کریں گے۔"

وہ غصے سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا "پورے شہر کی پولیس اور جاسوس اسے تلاش کررہے ہیں۔ وہ کب تک چھپتا پھرے گا۔ جلد ہی ساری دنیا اس کی موت کی خبر سنے گی۔ تم اس کے ساتھ دوسری دنیا میں جاکر ٹیلی پیتھی سیکھ سکوگی۔"

وہ غصے سے پاؤں پٹختا ہوا چلا گیا۔ وہ بھائی سے بولی "راہول! ہم دونوں مل کر اسے تلاش کریں گے۔ ہم اپنی محبت سے دشمن کو دوست بنائیں گے۔"

راہول نے کہا "اس کی ایک خیالی تصویر شہر کے تمام تھانوں میں پہنچائی گئی ہے۔ ہم آئی جی انکل کے پاس جاکر وہ تصویر حاصل کریں گے۔"

وہ دونوں وہاں سے جانے لگے۔ ماں نے انہیں روکا لیکن وہ نہیں رکے۔ سرلا دھن کی پکی تھی۔ اسے ہر حال میں ڈھونڈ نکالنے کا ارادہ کرچکی تھی۔

کبریا' میرا' شاردا اور پروفیسر نے نیند پوری کرلی۔ شام تک جیسے گھوڑے بیچ کر سوتے رہے۔ بیدار ہونے کے بعد کبریا اور پروفیسر اوپری برتھ سے اتر کر نیچے آگئے۔ میرا نے کہا "مجھے سو کر اٹھنے کے بعد غسل کرنے کی عادت ہے۔ پتا نہیں باتھ روم میں کتنا پانی ہوگا۔"

پروفیسر نے کہا "ٹرین میں ہزاروں مسافر پانی بہاتے

رہتی ہیں۔ تمہارے نہانے کے دوران میں پانی ختم ہوجائے گا تو پھر مشکل میں پڑجاؤ گی۔"

ٹکٹ کلکٹر نے دروازے پر دستک دی۔ کبریا نے دروازہ کھول کر اسے چار ٹکٹ دکھائے پھر پوچھا "یہ ٹرین کب تک ممبئی پہنچے گی؟"

"امید ہے' دو گھنٹے کے اندر پہنچ جائے گی۔"

وہ چلا گیا۔ کبریا نے دروازہ بند کرکے میرا کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا "دو گھنٹے صبر کرو۔ ممبئی کے کسی شان دار ہوٹل میں غسل کرسکو گی۔"

وہ سر جھکا کر ٹائلٹ میں چلی گئی۔ صبح سونے سے پہلے کبریا نے محبت سے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ اس بات پر وہ شرما رہی تھی۔ اس سے نظریں نہیں ملا رہی تھی۔ شاردا کبریا کو ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی "میرا کا چہرہ اور اس کے شرمانے کی ادائیں بتا رہی ہیں کہ ان دونوں کے درمیان بہت کچھ ہوتا رہا ہے۔ ہم رات بھر کے تھکے ہوئے تھے۔ بے ہوشی کی نیند سوتے رہے اور یہ دونوں پتا نہیں کیا کیا کرتے رہے۔"

وہ تصور میں دیکھنے لگی کہ وہ دونوں کیا کیا کرتے رہے تھے۔ کبریا اس کے خیالات پڑھ رہا تھا اور مسکرا رہا تھا۔ پروفیسر نے کہا "میں کچھ کھانے پینے کی چیزیں لے آتا ہوں۔ تم کیا کھانا پسند کروگے؟"

"ہلکا سا ناشتا بہتر ہوگا۔ رات ہوچکی ہے۔ ہم ممبئی پہنچ کر اچھا کھانا کھائیں گے۔ میں گرما گرم چائے پینا چاہتا ہوں۔"

پروفیسر کیبن سے باہر چلا گیا۔ شاردا نے کہا "تم میرا کے ساتھ سو رہے تھے یا جاگ رہے تھے؟"

وہ بولا "عشق میں سونے جاگنے کا پتا نہیں چلتا۔ یہ عشق بڑی گہرائی میں اتار دیتا ہے۔ ویسے تم بہت کھوجی ہو' دوسروں کے پرائیویٹ معاملات کا کھوج لگاتی رہتی ہو۔ بہتر ہوگا' ہمارے بارے میں سوچنا چھوڑ دو۔ کوئی دوسرا ساتھی تلاش کرو۔"

"ساتھی تلاش کرنے کے لیے مجھے تمہارے مشوروں کی ضرورت نہیں ہے۔ کتنے ہی مجھ سے لفٹ لینا چاہتے ہیں لیکن میں تمہارے لیے دل سے مجبور ہوگئی ہوں۔ تم نہیں جانتے میرے اندر کیا ہورہا ہے؟ اگر تم نے میرے پیار کا جواب پیار سے نہیں دیا تو میں اپنی جان دے دوں گی۔ چلتی ٹرین سے کود پڑوں گی۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ تم ایسی کوئی حرکت نہیں کرو گی۔"

"تم چاہو تو مجھے خودکشی سے باز رکھ سکتے ہو۔ تم میرا کو ضرور چاہو مگر مجھ سے بھی پیار کرو۔ کیا بیک وقت دونوں بہنوں سے پیار نہیں کرسکتے؟"

"تم پاگل ہورہی ہو۔ بیک وقت دو سگی بہنوں سے ازدواجی رشتہ نہیں ہوسکتا۔ ایسی احمقانہ باتیں دماغ سے نکال دو۔"

وہ کچھ کہتے کہتے رہ گئی "میرا ٹائلٹ سے باہر آگئی۔ اس کے سامنے وہ کچھ بولنا نہیں چاہتی تھی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹائلٹ چلی گئی۔ میرا تولیے سے منہ ہاتھ پونچھ رہی تھی۔ بالوں میں کنگھی کررہی تھی۔ اس انتظار میں تھی کہ کبریا کچھ بولے گا۔

وہ بولا "یہ شاردا باؤلی ہورہی ہے۔ میں تمہیں چاہنے لگا ہوں' یہ اس سے برداشت نہیں ہورہا ہے۔ تم اسے سمجھاؤ' میرا خیال دل سے نکال دے۔"

"میں کیا سمجھاؤں۔ خود اپنے دل کو سمجھا نہیں پارہی ہوں۔ میرا ذہن کہتا ہے کہ مجھے آپ سے دور ہوجانا چاہیے۔ ورنہ میری وجہ سے آپ پر مصیبتیں آتی رہیں گی۔ وہ ناگیش ورپانڈے کتے کی طرح آپ کی بو سونگھتا پھر رہا ہوگا۔"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ اس جیسے ہزاروں دشمن میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

وہ بولی "ہم ممبئی پہنچنے والے ہیں۔ پانڈے اس شہر کا بے تاج بادشاہ ہے۔ اسے خبر ہوجائے گی کہ پروفیسر انکل ہمارے ساتھ اس شہر میں آئے ہوئے ہیں۔"

"میں نے کہا نا' فکر نہ کرو۔ پانڈے ممبئی میں نہیں دہلی میں ہے۔"

"آپ کیسے جانتے ہیں؟"

"میں شطرنج کی بساط پر اپنے ہر مخالف مہرے کی چال پہچانتا ہوں۔ پوری خبر رکھتا ہوں کہ کون کہاں ہے؟ اور آئندہ کیا کرنے والا ہے؟"

اس نے میرا کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔ وہ بولی "پلیز چھوڑ دیں۔ شاردا آجائے گی۔ آپ نے مجھے دل میں جگہ دے کر اسے مایوس کیا ہے۔"

"وہ زیادہ عرصے تک مایوس نہیں رہے گی۔ جلد ہی اس کی زندگی میں ایک چاہنے والا آئے گا پھر وہ ہمارے لیے پرابلم نہیں بنے گی۔"

وہ ایک دوسرے کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اس کے ہاتھ کو چومنا چاہتا تھا۔ اسی وقت شاردا ٹائلٹ سے باہر آئی۔ وہ دونوں فوراً ہی سیدھے ہوکر بیٹھ گئے۔ شاردا نے انہیں گھور کر دیکھا پھر تولیے سے منہ پونچھنے لگی۔

میرا نے پوچھا "کیا ہم سے ناراض ہو؟"

"میرے حق پر ڈاکا ڈال کر پوچھ رہی ہو۔ بڑی بھولی بن رہی ہو۔"

کبریا جانتا تھا کہ وہ ایسی ہی ٹیڑھی باتیں کرے گی۔ وہ وہاں سے اٹھ کر ٹائلٹ میں چلا گیا۔ وہ سب بیدار ہونے کے بعد باری باری ٹائلٹ جارہے تھے اور فریش ہوکر آرہے تھے۔ وہ اندر منہ ہاتھ دھو رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد میرا نے دروازہ پیٹتے ہوئے کہا "آپ فوراً باہر آئیں۔ یہ شاردا اپنا بیگ لے کر جارہی ہے۔"

کبریا نے اندر سے کہا "تم آرام سے بیٹھو وہ کہیں نہیں جائے گی۔"

"وہ جاچکی ہے۔ میں اسے روکنا چاہتی تھی۔ اس نے مجھے دھکا دے کر گرا دیا ہے۔"

وہ شاردا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ گاڑی کسی چھوٹے سے اسٹیشن پر رکی ہوئی تھی۔ وہ ٹرین سے اتر کر اسٹیشن کے باہر جارہی تھی۔ کبریا چاہتا تو اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے واپس ٹرین میں لے آتا لیکن اس نے جان بوجھ کر ڈھیل دے دی۔

وہ ٹائلٹ کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ اس وقت تک ٹرین چل پڑی تھی۔

میرا نے کہا "آپ اتنے اطمینان سے باہر آرہے ہیں۔ پتا نہیں وہ کہاں چلی گئی ہے؟ آپ جائیں اسے منا کر لے آئیں۔"

"تم خوامخواہ پریشان ہورہی ہو۔ وہ چلتی ٹرین سے باہر کہیں نہیں جائے گی۔"

پروفیسر دینا ناتھ ناشتا لے کر آیا۔ میرا نے کہا "یہ شاردا بہت پریشان کررہی ہے۔ ابھی مجھ سے لڑ جھگڑ کر گئی ہے۔"

پروفیسر نے کہا "تم دونوں ناشتا کرو۔ میں اسے منا کر لے آتا ہوں۔"

"میں بھی چل رہا ہوں۔ آپ ٹرین کے پچھلے حصے کی طرف جائیں۔ میں اگلے حصے کی طرف جاتا ہوں۔"

وہ دونوں کیبن سے باہر آکر مختلف سمتوں میں چلے گئے۔ کبریا ٹرین کی اگلی سمت آگے جاکر ایک خالی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ شاردا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اس اسٹیشن سے باہر آکر دور تک دیکھتی رہی۔ وہ ایک چھوٹا سا ٹاؤن تھا۔ دور تک چھوٹی چھوٹی دکانیں کھلی ہوئی تھیں۔ چند اوباش قسم کے لوگ ایک چبوترے پر بیٹھے تاش کھیل رہے تھے۔ ایک نے کہا "یارو! ادھر دیکھو زبردست مال ہے۔"

سب نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ اپنے لباس اور رکھ رکھاؤ سے کوئی رئیس زادی دکھائی دے رہی تھی۔ دوسرے نے کہا "کوئی مال دار اسامی ہے۔ اگر یہ میری ٹیکسی میں جائے گی تو میرے وارے نیارے ہوجائیں گے۔"

دوسرے نے کہا "سب کو حصہ ملنا چاہیے۔ وہ ہم میں سے کسی کی بھی ٹیکسی میں بیٹھے گی تو اسے ٹاؤن سے باہر روالی کے جنگل میں لے جایا جائے گا۔ باقی ساتھی پیچھے پیچھے وہاں پہنچ جائیں گے۔"

ایک ڈرائیور اپنے پتے پھینک کر شاردا کے پاس آیا۔ سائیکل رکشے اور آٹو رکشے والے اس سے پوچھ رہے تھے "دیدی! کہاں جاؤ گی؟ آؤ میرے رکشے میں بیٹھو۔"

ڈرائیور نے سب کو ہٹاتے ہوئے کہا "ہٹو یہاں سے۔ یہ رکشے میں نہیں' ٹیکسی میں جائیں گی۔ شریمتی جی! کہاں جائیں گی؟"

شاردا نے پوچھا "یہاں سے ممبئی کتنی دور ہے؟"

"ساٹھ کلومیٹر دور ہے۔ کیا آپ کو ممبئی جانا ہے؟"

"ادھر جانے کے بعد واپسی کے لیے سواری نہیں ملتی۔ میں آٹھ سو روپے لوں گا۔"

وہ اس کے ساتھ ٹیکسی کے پاس آئی پھر بولی "ہم کتنی دیر میں ممبئی پہنچیں گے؟"

"زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ گھنٹے میں۔ میں ہوائی جہاز کی طرح ٹیکسی چلاتا ہوں۔ ڈیڑھ گھنٹے سے پہلے پہنچا دوں گا۔"

وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ ڈرائیور نے دور اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ انہوں نے اشارے سے کہا کہ وہ پیچھے پیچھے آجائیں گے۔ اس نے ٹیکسی میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا پھر اسے آگے بڑھاتے ہوئے بولا "آپ اکیلی ہیں؟"

"کیا میں اکیلی نظر نہیں آرہی؟"

وہ مسکرا کر بولا "لمبا سفر ہے۔ باتیں کرنے کا کوئی بہانہ تو ہونا چاہیے۔ میرے پوچھنے کا مطلب یہ تھا کہ آپ اکیلی کہاں سے آرہی ہیں؟ ممبئی میں کس جگہ جائیں گی؟"

"پہلے ممبئی پہنچو پھر بتاؤں گی اور ممبئی پہنچنے تک بالکل خاموش رہو۔ مجھے زیادہ باتیں کرنا پسند نہیں ہے۔"

ڈرائیور نے دل ہی دل میں کہا "بڑی نخرے دکھا رہی ہے۔ جب بدن کے کپڑے پھٹیں گے' تب سارے نخرے بھول جائے گی۔"

اس نے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ پیچھے دور تک کوئی ٹیکسی یا کوئی گاڑی نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ جس ٹاؤن سے آرہے تھے۔ وہاں سے دو راستے نکلتے تھے۔ ایک راستہ ممبئی کی طرف اور دوسرا روالی کے جنگل کی طرف جاتا تھا۔ اسے روالی کی طرف جانا تھا لیکن وہ ممبئی والے راستے پر چل پڑا تھا۔

اس نے دائیں بائیں دیکھ کر حیرانی سے سوچا "یہ میں غلط راستے پر کیوں جارہا ہوں۔ مجھے واپس جانا چاہیے۔"

اس نے گاڑی روک دی۔ شاردا نے پوچھا "گاڑی کیوں روک دی؟"

وہ گاڑی کو واپسی کے لیے موڑتے ہوئے بولا "میری جان! میں تمہیں جنگل میں لے جانا چاہتا تھا۔ بھولے سے ممبئی جانے والے راستے پر آگیا۔"

وہ چیخ کر بولی "اسی راستے پر چلو۔ ورنہ میں گاڑی سے کود جاؤں گی۔"

وہ گاڑی کو روک کر باہر آیا پھر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بولا "بھری جوانی میں رات کو اکیلی گھر سے نکلی ہے۔ بیگ میں مال بھی بہت ہوگا۔ کیا میں تجھے ایسے ہی چھوڑ دوں گا؟"

وہ پچھلی سیٹ پر آکر اسے پکڑ کر سینے سے لگا کر چومنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی "چھوڑ دو مجھے۔ ایسا پاپ نہ کرو۔ بھگوان کے لیے چھوڑ دو۔"

"بھگوان کے پاس لڑکیوں کی کمی نہیں ہے۔ اس کے لیے کیوں چھوڑوں۔ تو اپنے گھر میں سکھ چین سے رہ رہی ہوگی۔ وہاں تجھ سے محبت کرنے والے بھی ہوں گے مگر تو ان سب کو چھوڑ کر یہاں مرنے آئی ہے تو تجھے مرنا ہی ہوگا۔ کیا تو اتنا بھی نہیں جانتی کہ جوان لڑکی تنہا رات کو کہیں محفوظ نہیں رہ سکتی۔"

ان لمحات میں وہ پچھتا رہی تھی۔ اسے میرا، کبریا اور پروفیسر یاد آرہے تھے۔ اگر وہ میرا سے حسد نہ کرتی۔ بہن کی خوش نصیبی پر خوش رہتی تو یوں بدنصیب نہ بنتی۔ وہاں رات کو ویرانی میں کوئی اس کی مدد کرنے والا نہیں تھا پھر وہ اچانک ہی تبدیل ہوگئی۔

اس نے اچانک ہی ایک زوردار لات ماری۔ وہ ایک دم سے پیچھے جاکر کھلے ہوئے دروازے سے ٹکرا کر ٹیکسی سے باہر گر پڑا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک نوجوان لڑکی اتنی زوردار لات مارے گی۔ وہ تڑپ کر ٹیکسی سے باہر آئی۔

اچانک اس کی آواز بھی بدل گئی۔ وہ مردانہ آواز میں غرا بولی "تم ڈراؤنے ڈرامے اور فلمیں دیکھتے ہو؟ میں ایسی فلم سے نکلی ہوئی ایک پریت آتما ہوں۔ اب تم وہاں سے اٹھو گے اور دوڑتے ہوئے آکر ٹیکسی کے بونٹ سے ٹکراؤ گے۔"

وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہوگیا پھر بے اختیار دوڑ ہوا آکر بونٹ سے ٹکرایا پھر اس نے اپنے سر کو بھی بونٹ سے ٹکرادیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ الٹ کر پھر سڑک پر گر پڑا۔

شاردا حیرانی سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہی تھی اپنے آپ پر بھی حیران ہورہی تھی کہ اس میں اتنی طاقت کہاں سے آگئی؟ ایک لات مارتے ہی وہ ٹیکسی کے باہر جا گر گیا پھر میری آواز اچانک مردانہ ہوگئی ہے۔ کیا سچ مچ کوئی پریت آتما میرے اندر سماگئی ہے؟

وہ آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ جیسا اس نے کہا تھا اسی طرح وہ بونٹ سے ٹکرایا تھا۔ وہ پھر مردانہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی "اب تم کئی فٹ اوپر اچھل کر گرو گے اور اس پکی سڑک پر اپنا سر مارو گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی وہ کئی فٹ اوپر اچھل کر نیچے گر پڑا پھر اس نے اپنے سر کو سڑک پر زور سے مارا۔ وہ لا تین بار سر مارتا رہا اور چیختا رہا۔

اب وہ یہ سوچ کر خوف زدہ ہورہی تھی کہ اس کے اندر کسی کی بدروح سماگئی ہے۔ وہ اس سے کبھی نجات حاصل نہیں کرسکے گی۔

وہ ڈرائیور دونوں ہاتھ جوڑ کر اس کے سامنے جھک رہا تھا۔ اس سے معافیاں مانگ رہا تھا "مجھے معاف کردو، میا ماں! میں تمہیں بری نیت سے ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔"

وہ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی پھر نفرت سے بولی "کتے! وہاں کیا کھڑا ہے؟ چل گاڑی چلا۔"

وہ فوراً ہی دوڑتا ہوا آکر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی چلانے لگا۔ وہ بری طرح دہشت زدہ تھا۔ اب اسے کسی طرح بھی نقصان پہنچانے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔ وہ اپنی جگہ سہمی ہوئی بیٹھی تھی، پریشان ہوکر سوچ رہی تھی 'ایک بدروح اس کے اندر سماگئی ہے۔ اب وہ نارمل لڑکی نہیں رہے گی۔'

اسے اپنے اندر آواز سنائی دی "اری نادان لڑکی! تو ڈرتی کیوں ہے؟ میں تجھے نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ تیری حفاظت کروں گا، تیری طاقت بنوں گا۔"

وہ سہم کر بولی "تم کون ہو؟ اور میرے اندر کہاں سے آئے ہو؟"

"میں اس ویرانے سے گزر رہا تھا۔ تجھے دیکھا تو تو میرے دل میں سما گئی۔ اس لیے میں تیرے اندر سماگیا۔"

"کیا تم ہمیشہ میرے اندر گھسے رہو گے؟"

"ہمیشہ نہیں۔ کبھی آتا رہوں گا۔ کبھی جاتا رہوں گا۔ اب میں جارہا ہوں پھر کسی وقت آؤں گا۔"

"تم چلے جاؤ گے تو یہ ڈرائیور پھر مجھے پریشان کرے گا۔"

"اب تو اس کا باپ بھی تمہیں ہاتھ نہیں لگائے گا۔ یہ تم سے دور دور رہے گا۔ تم فکر نہ کرو آرام سے ممبئی پہنچو۔"

کبریا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر دوبارہ اپنے کیبن میں آگیا۔ وہاں میرا اور پروفیسر دینا ناتھ اس کا انتظار کررہے تھے۔ میرا نے اسے دیکھتے ہی پوچھا "شاردا کہاں ہے؟"

پروفیسر نے کہا "میں تو پچھلی تمام بوگیوں میں دیکھ آیا ہوں وہ کہیں نظر نہیں آئی۔"

"میں اگلی تمام بوگیوں میں دیکھ آیا ہوں۔ وہ ٹرین میں کہیں نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے۔ ایک گھنٹا پہلے ٹرین جس اسٹیشن پر رکی تھی۔ وہ وہیں اتر گئی تھی۔"

میرا پریشان ہوکر بولی "اندھیری رات ہے۔ اسے ذرا بھی خوف نہیں آیا کہ چور بدمعاش اس کے ساتھ کیسا سلوک کریں گے؟"

پروفیسر نے کہا "ہم اس اسٹیشن کی طرف واپس بھی نہیں جاسکتے اور اگلے کسی اسٹیشن پر اتر کر اسے تلاش نہیں کرسکتے۔ پتا نہیں وہ کہاں گئی ہے؟ اور کس راستے سے گئی ہے؟ اس لڑکی نے تو ہمارا سکون برباد کردیا ہے۔"

میرا نے کہا "وہ اپنی حماقتوں سے خود بھی نقصان اٹھائے گی۔ ہمیں بھی فکر و پریشانی میں مبتلا کرتی رہے گی۔ ہم سب صبح سے بھوکے ہیں۔ کسی طرح اسے تلاش کریں۔ اسے ہمیشہ کے لیے اپنا بنالیں۔"

کبریا نے کہا "وہ نادان ہے تم نادانی کی باتیں نہ کرو۔ اسے مجھ سے محبت نہیں ہے بلکہ تمہارے مقابلے میں ضد ہے، حسد ہے، جلاپا ہے۔"

وہ اس کے قریب بیٹھ کر بولا "اگر وہ ضد کرے کہ مجھے اندھے کنوئیں میں کود جانا چاہیے ورنہ وہ اندھی ہوکر اپنی عزت لٹانے کہیں چلی جائے گی۔ تو کیا میں اس کی ضد پوری کرنے کے لیے اندھے کنوئیں میں کود کر جان دے دوں گا۔"

"میں نہیں جانتی۔ آپ کسی طرح اسے تلاش کریں۔ وہ دیکھنے میں جوان ہوگئی ہے لیکن ذہنی طور پر بچی ہے۔ وہ غلطی کررہی ہے تو ہمیں اس کی غلطی کو سدھارنا ہوگا۔ اسے محبت سے سمجھانا ہوگا۔"

"میں ہزار بار سمجھاؤں گا لیکن تمہارے حصے کی محبت اسے نہیں دوں گا۔"

میرا نے سر اٹھا کر بڑی محبت سے اسے دیکھا پھر کہا "میں کچھ نہیں جانتی۔ آپ غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ ہزاروں میل دور کی آوازیں سن لیتے ہیں اس کی آواز سنیں یہ معلوم کریں کہ وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟"

"ٹھیک ہے۔ مجھے تھوڑی دیر خاموش رہنے دو۔ میں اس کی آوازیں سنتا ہوں۔"

وہ سر اٹھا کر کیبن کی دیوار کو تکنے لگا۔ جیسے دور کی آواز سننے کی کوشش کررہا ہو پھر اس نے کہا "ہاں۔ مجھے اس کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ او گاڈ! وہ خوف زدہ ہوکر چیخ رہی ہے۔ کسی مرد کا قہقہہ سنائی دے رہا ہے۔"

میرا اور پروفیسر پریشان ہوکر بالکل سیدھے بیٹھ گئے۔ پروفیسر نے پوچھا "اس کے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ پلیز جلدی بتاؤ۔ وہ کس مصیبت میں ہے؟"

کبریا نے کہا "شاردا کی آواز اچانک بدل گئی ہے۔ وہ بھاری بھرکم مردانہ آواز میں بول رہی ہے۔ "تم ڈراؤنے ڈرامے اور فلمیں دیکھتے ہو؟ میں ایسی ہی فلم سے نکلی ہوئی ایک پریت آتما ہوں۔ اب تم وہاں سے اٹھو گے اور دوڑتے ہوئے آکر ٹیکسی کے بونٹ سے ٹکراؤ گے۔"

میرا اور پروفیسر دم بخود رہ گئے تھے۔ میرا نے پریشان ہوکر پوچھا "کیا اس کے اندر کوئی پریت آتما گھس گئی ہے؟"

کبریا نے کہا "ابھی کچھ پتا نہیں چل رہا ہے۔ میں کسی کے دوڑنے اور بونٹ سے ٹکرانے کی آواز سن رہا ہوں۔"

کبریا ایک ذرا وقفے سے بولا "وہ پھر مردانہ آواز میں بول رہی ہے 'اب تم کئی فٹ اوپر اچھل کر گرو گے اور اس پکی سڑک پر اپنا سر مارو گے۔"

میرا نے کبریا کا بازو تھام کر پوچھا "کیا آپ معلوم نہیں کرسکتے کہ سچ مچ اس کے اندر کسی کی آتما سمائی ہے یا نہیں؟"

وہ بولا "میں اس شخص کے چیخنے کی آواز سن رہا ہوں۔ وہ پریت آتما کے حکم کے مطابق اپنا سر ٹکرا رہا ہے اور چیخیں مار رہا ہے۔"

میرا کچھ اور کہنا چاہتی تھی۔ پروفیسر نے کہا "بیٹی خاموش رہو۔ اسے پوری توجہ سے آوازیں سننے دو۔"

کبریا نے کہا "میں شاردا کی آواز سن رہا ہوں۔ وہ اسی

طرح مردانہ آواز میں بول رہی ہے' کتے! وہاں کیا کھڑا ہے۔ چل گاڑی چلا۔"

وہ ایک ذرا وقفے سے بولا "اب میں گاڑی چلنے کی آواز سن رہا ہوں۔ شاردا شاید اس بات سے سہمی ہوئی ہے کہ اس کے اندر ایک بد روح گھس آئی ہے۔ میں اس بد روح کی آواز سن رہا ہوں۔ وہ شاردا سے کہہ رہی ہے "اری نادان لڑکی! تو ڈرتی کیوں ہے؟ میں تجھے نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ تیری حفاظت کروں گا۔ تیری طاقت بنوں گا۔"

کبریا کی یہ باتیں سن کر میرا اور پروفیسر نے اطمینان کی سانس لی۔ پروفیسر نے کہا "معلوم ہوتا ہے شاردا کے اندر کوئی نیک آتما سما گئی ہے۔"

میرا نے کہا "وہ آتما کہہ رہی ہے کہ شاردا کی حفاظت کرے گی اس کی طاقت بنے گی۔ ہے بھگوان! تو نے تو ہماری ساری چنتا دور کر دی۔"

کبریا نے کہا "اب تمہیں مطمئن ہو کر کچھ کھانا پینا چاہیے۔"

پروفیسر نے پیک کیا ہوا ناشتا کھولتے ہوئے کہا "تم بھی کچھ کھاتے رہو اور شاردا کی آوازیں سنتے رہو اور پلیز یہ معلوم کرو کہ وہ کہاں جا رہی ہے؟"

انہوں نے کھانا شروع کیا۔ کبریا نے سوچا "ابھی یہ دونوں پوری طرح مطمئن نہیں ہوئے ہیں۔ انہیں اور اطمینان دلانا ہوگا۔"

شاردا اس کیبن سے جاتے وقت پروفیسر کا موبائل فون لے گئی تھی۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر پریت آتما کے انداز میں بولا "شاردا۔۔۔!"

وہ اپنے اندر آواز سن کر چونک گئی۔ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا "تو محفوظ ہو گئی ہے۔ تجھے سکون مل گیا ہے لیکن تیری بہن اور تیرا انکل بہت پریشان ہیں۔ چل ابھی فون سے رابطہ کر۔ اب میں جا رہا ہوں۔"

کبریا دماغی طور پر کیبن میں حاضر ہو گیا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی اسے اپنے موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے ایک بٹن دبا کر اسے کان سے لگایا پھر دوسری طرف کی آواز سن کر ایک دم سے خوش ہو کر بولا "ارے شاردا! تم ہو؟ تمہیں پتا ہے ہم تمہارے لیے کس قدر پریشان ہو رہے ہیں۔ یہ لو پروفیسر انکل سے بات کرو۔"

اس نے پروفیسر کو اپنا موبائل فون دیا۔ میرا خوش ہو رہی تھی۔ اس نے بڑی محبت سے کبریا کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ پروفیسر فون پر کہہ رہا تھا "بیٹی! تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ تم ناراض ہو کر ہم سے دور جا کر ہمیں بہت بڑی سزا دے رہی ہو۔"

وہ بولی "انکل! میرا کی طرح آپ بھی بے مروت ہیں۔ آپ چاہتے تو اس بہروپیے البرٹ پارکر کو میری طرف مائل کر سکتے تھے۔ مجھے نہ بہن پر اور نہ ہی انکل پر اعتماد رہا ہے۔ میں نے اتنی بڑی دنیا میں تنہا رہنے کا فیصلہ کیا ہے میں نے ہمت سے کام لیا۔ گھر سے تنہا نکلی تو مجھے ایک پریت آتما کی شکتی حاصل ہو گئی ہے۔ اب میں مردوں کی اس دنیا میں تنہا اٹھا کر شان سے جی سکتی ہوں۔"

"ہمیں خوشی ہے کہ تمہیں ایک شکتی حاصل ہو رہی ہے۔ ایسے وقت تمہیں ہم سے دور نہیں رہنا چاہیے۔ ہ سب مل کر بڑی شان سے زندگی گزاریں گے۔"

میرا نے فون لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "شاردا! تم اس وقت کہاں ہو؟ اور کسی گاڑی میں کہاں جا رہی ہو؟"

"میں بتانا تو نہیں چاہتی تھی کہ میں کہاں جا رہی ہوں اور آئندہ کیا کرنے والی ہوں لیکن تمہاری جیسی بے مروت بہن کو ایک اچھا سبق سکھانا چاہتی ہوں۔ وہاں تم لوگوں کے ہاں آؤں گی اور تمہارے یار کو تم سے چھین کر لے جاؤں گی۔ میری شکتی کے سامنے اس کی غیر معمولی صلاحیتیں کام نہیں آئیں گی۔ وہ میرا غلام بن کر میرے قدموں میں رہے گا۔"

میرا نے محبت سے اور عاجزی سے کہا "شاردا! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم مجھے غلط کیوں سمجھ رہی ہو؟ تمہیں آتما شکتی حاصل ہو گئی ہے۔ کیا تم میری وجہ سے میرے چاہنے والے کو بھی نقصان پہنچاؤ گی۔"

"تمہارے چاہنے والے نے اگر مجھے نہ چاہا۔ تمہارے حصے کی محبت مجھے نہ دی تو میں اسے خاک میں ملا دوں گی۔ اس کے آگے میں تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی ممبئی م ملاقات ہوگی تو تم سر پیٹ پیٹ کر روؤ گی۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ میرا ہیلو' ہیلو کہتی رہ گئی۔ کبریا نے اس سے فون لے کر بند کر دیا۔ وہ پریشان ہو کر بولی "میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں؟ وہ آپ کی دشمن بن گئی ہے۔ وہ اپنی آتما شکتی سے آپ کو اپنا غلام بنانے والی ہے۔"

کبریا نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا "جب وہ ایسا کرے گی تب دیکھا جائے گا۔ تم ابھی سے کیوں پریشان ہو رہی ہو؟ وہ اپنی آتما شکتی سے مجھے ٹریپ کرنے کے لیے ہمارے پاس آئے گی تو ہم محبت سے اسے اپنا بنا لیں گے۔"

پروفیسر نے کہا "وہ بہت ضدی لڑکی ہے پھر بھی ہم اسے اپنا بنائے رکھنے کی کوشش کریں گے۔"

"وہ ٹرین ممبئی پہنچنے والی تھی۔ کبریا نے ٹائلٹ میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کیا پھر خیال خوانی کے ذریعے نا گیشور پانڈے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتا چلا وہ دہلی پہنچ گیا ہے اور اسے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس کی بیٹی کو اغوا کرنے والا فرہاد علی تیمور کا بیٹا کبریا ہے اور وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس کی بیٹی کو اغوا کرنے اور تین کروڑ روپے حاصل کرنے کا کھیل ٹیلی پیتھی کے ذریعے کھیل رہا ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کی خیالی تصویر دہلی کے تمام تھانوں اور متعلقہ شعبوں میں پہنچا دی گئی ہے اور اب دو بھارتی چینلز کے ذریعے اسکرین پر اس کی تصویر دکھائی جا رہی ہے۔ عوام کو اطلاع دی جا رہی ہے کہ اس کا نام کبریا ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی جیسا خطرناک علم جانتا ہے۔ بھیس بدلنے کا ماہر ہے۔ یہ اپنی عمر سولہ برس بتاتا ہے لیکن بیس بائیس برس کا دکھائی دیتا ہے۔ قد آور باڈی بلڈر ہے۔ یہ جہاں بھی نظر آئے یا کسی کو یہ شبہ ہو کہ وہ کہیں خاموش بیٹھا خیال خوانی کر رہا ہے تو فورا ہی قریبی تھانے میں اطلاع دینے والے کو پانچ لاکھ روپے انعام کے طور پر دیے جائیں گے۔

کبریا نے یہ بھی معلوم کیا کہ پانڈے کی بیٹی سرلا اور اس کے بیٹے راہول نے اپنے باپ کو سمجھایا تھا کہ وہ کبریا سے دشمنی نہیں دوستی کرے لیکن سانپ کبھی دوستی کرنا نہیں جانتا۔ اس کی بیٹی اور بیٹا دونوں ہی ماں باپ کی مخالفت کر رہے ہیں اور کبریا کو تلاش کرنے کے لیے گھر سے نکل گئے ہیں۔

کبریا نے سوچا کبھی فرصت ہوگی تو ان بہن بھائی سے رابطہ کیا جائے گا۔ وہ نا گیشور پانڈے کے مشیر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پانڈے نے اپنے مشیر کو ایک بریف کیس دیا تھا جس میں تین کروڑ روپے تھے۔ اس نے حکم دیا تھا کہ کوئی اجنبی اس سے ملنے آئے تو وہ بریف کیس اس کے حوالے کر دے۔ اب اس مشیر کے مکان کے چاروں طرف خفیہ پولیس کا پہرا لگا ہوا تھا۔ وہ تاک میں لگے ہوئے تھے کوئی بھی اجنبی بریف کیس لینے آتا تو اسے گرفتار کر لیتے۔

مشیر نے اس بریف کیس کو اپنی الماری میں چھپا کر رکھا تھا۔ اس نے کبریا کی مرضی کے مطابق ایک خالی بریف کیس کو کھولا اس میں ردی کاغذات رکھے پھر ان کے اوپر نوٹوں کی چند گڈیاں رکھیں۔ اس بریف کیس کو بند کیا پھر اسے مخصوص نمبروں کے ذریعے لاک کر دیا۔ جب کبریا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ لاک نمبر بھول گیا۔

کبریا ٹائلٹ سے نکل کر کیبن میں آیا۔ ٹرین ممبئی اسٹیشن کے ایک پلیٹ فارم پر پہنچ کر رک گئی تھی۔ وہ تینوں ٹرین سے اتر کر پلیٹ فارم پر آئے جگہ جگہ لگے ہوئے ٹی وی کے اسکرین پر کبریا کی خیالی تصویر نشر کی جا رہی تھی۔ اس کے بارے میں تفصیلات بیان کی جا رہی تھیں۔ میرا اور پروفیسر ٹھٹک کر ٹی وی اسکرین کی طرف دیکھنے لگے۔ اناؤنسر کہہ رہی تھی کہ اس کا نام کبریا ہے اور یہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ یہ ہمارے دیس کے لیے بہت بڑا خطرہ بن گیا ہے۔ یہ جہاں بھی نظر آئے یا کہیں بیٹھا ہوا خیال خوانی کرتا ہوا دکھائی دے تو فورا قریبی تھانے میں اطلاع دی جائے۔ اطلاع دینے والے کو پانچ لاکھ روپے انعام کے طور پر دیے جائیں گے۔

میرا اور پروفیسر نے حیرانی سے کبریا کو دیکھا پھر پروفیسر نے اس کے قریب ہو کر سرگوشی کی "تم اتنی بڑی بات ہم سے چھپا رہے تھے۔ کیا تمہیں ہم پر بھروسا نہیں ہے؟ اب ہمیں آزما لینا۔ ہم تمہاری حقیقت کسی پر ظاہر نہیں کریں گے۔"

میرا نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا "میں نے تو آپ کی زبان سے سن کر ہی یقین کر لیا تھا کہ آپ مسلمان ہیں۔ اب تو آپ کے دشمن بھی آپ کو مسلمان تسلیم کر رہے ہیں۔ آپ میرے ہونے والے جیون ساتھی ہیں۔ میں ہر قدم پر آپ کی ہم راز رہوں گی۔"

وہ اسٹیشن سے باہر آ کر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ایک عالی شان فائیو اسٹار ہوٹل میں پہنچ گئے۔ وہ تمام راستے خاموش رہے تاکہ ٹیکسی ڈرائیور ان کی باتیں نہ سن لے۔ انہوں نے اس ہوٹل میں ایک سوئٹ حاصل کیا پھر وہاں آرام سے بیٹھ کر کبریا نے کہا "مجھے یقین ہے کہ آپ دونوں میرے رازدار بن کر رہیں گے لیکن شاردا پر بھروسا نہیں ہے۔ میں چاہوں گا کہ میری اہم باتیں اس سے چھپائی جائیں۔"

میرا نے کہا "مختلف میڈیاز کے ذریعے آپ کی حقیقت بیان کی جا رہی ہے۔ شاردا ابھی کسی ٹی وی چینل کے ذریعے آپ کے بارے میں یہ حقائق سن سکتی ہے۔"

کبریا نے کہا "مجھے اندیشہ ہے کہ وہ میرے خلاف پولیس والوں کو اطلاع دے سکتی ہے۔ حسد اور جلاپے کے باعث کچھ بھی کر سکتی ہے۔"

پروفیسر نے تائید میں سر ہلا کر کہا "یہ اندیشہ تو ہمیں بھی ہے۔ کیا تم اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے روک نہیں سکتے؟"

"میں ابھی اس کے دماغ میں جا رہا ہوں۔ اسے روکنے کی کوشش کروں گا۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس کے پاس پہنچا۔ پتا

چلا وہ ابھی ٹیکسی میں سفر کر رہی ہے اور ممبئی سے تقریباً بیس میل دور ہے۔ وہ تھکن محسوس کر رہی تھی۔ کبریا نے اسے پچھلی سیٹ پر لیٹنے کے لیے مائل کیا۔ وہ لیٹ گئی پھر اس کی مرضی کے مطابق گہری نیند سو گئی۔ اس نے ایک مختصر سا تنویمی عمل کیا کہ وہ کبریا کی اصلیت کسی کو نہیں بتائے گی اور کسی سے یہ بھی نہیں کہے گی کہ وہ میرا اور پروفیسر دینا ناتھ کے ساتھ رہتا ہے۔ یہ باتیں اس کے ذہن میں نقش کرنے کے بعد اس نے اسے آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند سے سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

پھر اس ٹیکسی ڈرائیور کے خیالات پڑھے۔ وہ شاردا سے بری طرح سہا ہوا تھا اسے جلد سے جلد ممبئی پہنچا کر اس سے نجات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ شاردا کو کسی حال میں بھی نقصان پہنچانے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔

اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر میرا اور پروفیسر کو دیکھا۔ وہ دونوں بڑی دلچسپی سے اسے خیال خوانی کرتے دیکھ رہے تھے۔ اس نے شاردا کے متعلق انہیں بتایا ”وہ ابھی تک ٹیکسی میں سفر کر رہی ہے اور ایک گھنٹے کے اندر ممبئی پہنچنے والی ہے۔ میں اسے یہاں ہوٹل میں آنے پر مجبور کر دوں گا۔“

میرا نے کہا ”اسے کسی پریت آتما کی شکتی حاصل ہو گئی ہے۔ وہ آپ کو نقصان پہنچانا چاہے گی۔“

کبریا نے ہنستے ہوئے کہا ”وہ پریت آتما میں ہی ہوں۔ ایک ٹیکسی ڈرائیور اس کی عزت لوٹنا چاہتا تھا۔ میں نے شاردا کے دماغ میں گھس کر یہ تاثر دیا کہ اس کے اندر ایک پریت آتما گھس آئی ہے۔ اب وہ بہت زیادہ طاقت ور بنی رہے گی۔“

یہ بات سن کر میرا اور پروفیسر ہنسنے لگے۔ وہ بولا ”میں چاہتا ہوں کہ شاردا اسی خوش فہمی میں مبتلا رہے۔ یہی سمجھتی رہے کہ اسے ایک آتما کی بھرپور شکتی حاصل ہو چکی ہے۔“

پروفیسر نے کہا ”تم جو مناسب سمجھو وہ کرو۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔“

اس نے کہا ”میں نے ناگیشور پانڈے کو اچھی خاصی سزا دی ہے۔ اس کی بیٹی سرلا کو عزت آبرو سے گھر پہنچا دیا ہے لیکن جرمانے کے طور پر اس سے تین کروڑ روپے وصول کر رہا ہوں۔ اس نے سیاست بازی میں خوب دولت کمائی ہے۔ ابھی ایک شخص تین کروڑ روپے لے کر یہاں آئے گا۔ اس کے لیے میں تھوڑی دیر تک خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔“

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا مشیر کے دماغ میں پہنچا اس کے ذریعے دو چار ٹیلی فون کال کرائیں پھر کال کا جواب دینے والوں میں سے ایک شخص کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ شخص کبریا کی مرضی کے مطابق اپنی کار میں بیٹھ کر مشیر کے مکان کے احاطے میں داخل ہوا۔ خفیہ پولیس والے الرٹ ہو گئے۔ مشیر نے دروازہ کھول کر پوچھا ”آپ کون ہیں؟ کس لیے آئے ہیں؟“

اس شخص نے کہا ”ناگیشور پانڈے نے جس اجنبی شخص کا ذکر کیا تھا وہ میں ہی ہوں۔ تمہارے ایک بریف کیس میں تین کروڑ روپے رکھے ہوئے ہیں۔ میں وہ لینے آیا ہوں۔ کوئی اور سوال نہ کرو بریف کیس میرے حوالے کر دو۔“

مشیر نے اندر آ کر الماری کھول کر اس بریف کیس کو نکالا۔ اس میں ردی کاغذات بھرے ہوئے تھے اور اسے مخصوص نمبروں کے ذریعے لاک کیا گیا تھا۔ اس نے باہر آ کر اسے اس اجنبی کے حوالے کر دیا۔ وہ اجنبی اسے کر اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگا۔ جب وہ مین روڈ پر آیا تو خفیہ پولیس کی کئی گاڑیاں اس کے پیچھے لگ گئیں۔

وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ بریف کیس لے جانے والا کبریا ہے یا اس کا کوئی آلہ کار ہے۔ اگر وہ آلہ کار ہو گا تو اتنی بڑی رقم کبریا تک پہنچانے کے لیے ضرور جائے گا۔ وہ اجنبی جب پولیس والوں کو اپنے پیچھے لگا کر دور نکل گیا تو کبریا نے مشیر کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ مشیر غائب دماغ ہو گیا۔ الماری سے اصل بریف کیس نکال کر اپنی کار میں بیٹھ کر ہوٹل میں پہنچ گیا۔

کبریا نے دروازہ کھولا۔ مشیر وہ بریف کیس اس کے حوالے کر کے کچھ‘ کہے سنے بغیر وہاں سے چلا گیا۔ کبریا نے اس وقت تک اس کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھا۔ جب تک کہ وہ اپنے مکان کے اندر نہ پہنچ گیا پھر وہ اسے چھوڑ کر دماغی طور پر حاضر ہو کر، میرا کے پاس آیا۔ بریف کیس کو سامنے رکھتے ہوئے بولا ”اسے کھولو۔“

میرا نے اسے کھولا۔ پروفیسر نے حیرانی سے دیکھا۔ وہاں بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ کبریا نے کہا ”میرا! ناگیشور پانڈے نے تم سے دشمنی کی انتہا کر دی ہے۔ مجھ سے پہلے تم ایک مسلمان کو چاہتی تھیں۔ اس نے بڑی بے دردی سے اسے قتل کرا دیا۔ اب بھی وہ تمہارے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ میں اسے اسی طرح سزا دوں گا۔ اس کی تمام دولت تمہاری طرف منتقل کرتا رہوں گا۔ یہ تین کروڑ روپے کی پہلی قسط تمہاری ہے۔ آئندہ بھی ہر قسط کی رقم تمہاری ہی ہوا کرے گی۔“

میرا نے اسے بڑی محبت اور عقیدت سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو جھلملانے لگے۔

پروفیسر نے کہا ”ہم نے ٹرین میں پیٹ بھر کر نہیں کھایا تھا۔ رات کے دس بج رہے ہیں۔ کیا خیال ہے؟“

کبریا نے کہا ”شاردا یہاں پہنچنے ہی والی ہے۔ میں اس کے دماغ میں جا رہا ہوں وہ ابھی یہاں آ جائے گی۔“

وہ شاردا کے اندر پہنچ گیا۔ وہ تنویمی نیند سے بیدار ہو کر پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ممبئی شہر کے ایک بازار سے گزر رہی تھی۔ ڈرائیور نے پوچھا ”شری متی جی! میں آپ کو کہاں لے جاؤں؟“

اس نے کبریا کی مرضی کے مطابق ہوٹل کا نام اور پتا بتایا۔ ڈرائیور نے اس کو وہاں پہنچا دیا۔ وہ ٹیکسی سے اتر کر ہوٹل کے اندر آ کر لفٹ کے ذریعے ساتویں فلور پر آئی۔ وہ حیرانی سے سوچ رہی تھی ”میں بے اختیار یہاں پر کیسے آ گئی ہوں۔“

کبریا نے اس کے اندر کہا ”میں وہی آتما ہوں۔ جو تمہاری محافظ ہے اور تمہاری طاقت ہے۔ یہاں سے تمہیں سوئٹ نمبر ون میں جانا ہے۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”کیا تم میرے اندر رہو گے؟“

وہ بولا ”میں ضرورت کے وقت تمہارے پاس آ جایا کروں گا۔“

اس نے آگے بڑھ کر سوئٹ نمبر ون کے دروازے کو کھولنا چاہا۔ وہ اندر سے بند تھا۔ اس نے دستک دی چند سیکنڈ کے بعد ہی دروازہ کھل گیا۔ وہ کبریا کو اپنے سامنے دیکھ کر چونک گئی۔ حیرانی سے بولی ”تم۔ تم یہاں ہو؟“

وہ مسکرا کر بولا ”حیران کیوں ہو رہی ہو؟ یہاں میرا بھی ہے اور تمہارے انکل بھی ہیں۔ اندر آ جاؤ۔“

وہ ایک آتما کی شکتی حاصل کرنے کے بعد بڑے فخر سے میرا اور کبریا کا سامنا کرنا چاہتی تھی لیکن یہ توقع نہیں تھی کہ اتنی جلدی سامنا ہو جائے گا۔ وہ اندر آ گئی۔ میرا اسے دیکھتے ہی آگے بڑھ کر اس کے گلے لگنا چاہتی تھی۔ شاردا نے ہاتھ اٹھا کر کہا ”خبردار۔ میرے قریب نہ آنا۔ مجھے ایک ایسی شکتی مل گئی ہے کہ میں اپنے دشمنوں کو جلا بھسم کر دیتی ہوں۔“

میرا آگے بڑھتے بڑھتے رک گئی۔ بڑے دکھ سے کبھی شاردا کو اور کبھی کبریا کو دیکھنے لگی۔ کبریا نے کہا ”اپنی بہن کی بدمزاجی کا غم نہ کرو۔ اسے رفتہ رفتہ عقل آ جائے گی۔“

پروفیسر نے کہا ”شاردا! تم کیوں اتنی ضدی اور ہڈحرام ہو؟ آخر تمہیں ہم سے کیا شکایت ہے؟“

وہ بولی ”آپ میرے بزرگ ہیں لیکن آپ نے مجھ سے ناانصافی کی ہے۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں اس خوب رو جوان کو چاہتی ہوں لیکن آپ نے میری حوصلہ افزائی نہیں کی۔ جب آپ نے دیکھا کہ میرا اسے چاہنے لگی ہے اور یہ مسلمان ہے تو آپ فوراً ہی اس سے رشتہ کرنے کے لیے راضی ہو گئے۔ کیا آپ نے میرا جی نہیں توڑا ہے؟ مجھ سے ناانصافی نہیں کی ہے؟“

پروفیسر نے کہا ”میں نے تمہاری اور میرا کی مرضی بعد میں دیکھی ہے۔ پہلے کبریا کی پسند اور محبت کو دیکھا ہے۔ اس کے مطابق میرا کی حمایت کی ہے۔“

شاردا نے بڑے غرور سے کبریا کو دیکھا پھر پوچھا ”اگر میں کبریا کو اپنی طرف مائل کر لوں۔ یہ ابھی مجھے پسند کرنے لگے اور محبت کرنے لگے تو کیا آپ میرے حق میں فیصلہ کریں گے؟“

میرا نے کہا ”اگر یہ ابھی تمہیں پسند کر لیں گے تو مجھ سے زیادہ خوشی کسی کو نہیں ہو گی۔ میں تم دونوں کے درمیان کبھی نہیں آؤں گی۔“

شاردا نے کبریا کو دیکھا پھر مسکرا کر کہا ”میں پہلی ہی نظر میں تمہیں دل دے بیٹھی تھی۔ اس وقت سے تم میرے ہو اور ہمیشہ میرے رہو گے۔ میں چاہتی ہوں انکل کے سامنے میری محبت کا اقرار کر لو ورنہ میں تمہیں اقرار کرنے پر مجبور کر دوں گی۔“

”تعجب ہے۔ تم زبردستی مجھے اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہو۔ یہ تم محبت نہیں کر رہی ہو۔ بھیک مانگ رہی ہو۔“

”یُو شٹ اَپ! باتیں نہ بناؤ۔ میرے پاس آؤ۔ مجھے بازوؤں میں لے کر محبت کا اظہار کرو۔“

”تم کچھ زیادہ ہی حد سے بڑھ رہی ہو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم مجھے کس طرح اپنی طرف مائل کر لو گی۔“

شاردا نے آنکھیں بند کر کے پوچھا ”اے شکتی والی آتما! کیا تو میرے اندر ہے؟“

کبریا نے اس کے اندر پہنچ کر کہا ”ہاں۔ میں تمہارے اندر ہوں۔ بولو تم کیا چاہتی ہو؟“

”میں چاہتی ہوں کہ کبریا کو جو حکم دوں وہ فوراً اس کی تعمیل کرے۔“

”ٹھیک ہے۔ تم حکم دو۔“

اس نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھتے ہوئے حکم دیا ”کبریا! میرے پاس آؤ۔ مجھے بازوؤں میں لو اور مجھے پیار کرو۔“

میرا نے کہا "چھی چھی۔ انکل کے سامنے کیسی بے شرمی کی باتیں کر رہی ہو۔"

وہ بولی "خاموش رہو اور دیکھو۔ یہ ابھی کچے دھاگے سے بندھا آئے گا۔"

"کبریا نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا۔ جیسے کوئی شکتی اسے شاردا کی طرف کھینچ رہی ہو۔ وہ آگے بڑھا وہ خوش ہوگئی لیکن آگے بڑھنے والا رک گیا پھر پیچھے ہٹ گیا۔ وہ سختی سے بولی "یہ میرا حکم ہے۔ آگے بڑھو۔ میرے پاس آؤ۔ مجھے گلے سے لگاؤ مجھے پیار کرو۔"

کبریا پھر رک رک کر آگے بڑھنے لگا۔ وہ سخت لہجے میں بولی "جلدی آؤ۔ میرے حکم کی تعمیل کرو۔"

وہ قریب آگیا۔ شاردا نے دونوں بانہیں پھیلا کر آنکھیں بند کرلیں پھر فاتحانہ انداز میں کہا "دیکھو میرا! یہ تمہارے سامنے مجھے گلے لگا رہا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی تڑاخ کی آواز کے ساتھ اس کے گال پر طمانچہ پڑا۔ اس نے آنکھیں کھول کر حیرت سے دیکھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہاں پیار کے بجائے تھپڑ ملے گا۔ وہ جھلا کر بولی "اے آتما! تو کہاں ہے؟ کیا تیری شکتی اس پر اثر نہیں کر رہی ہے؟"

کبریا نے کہا "وہ آتما تمہیں ایک برے انسان سے بچانے کے لیے اس ویرانے میں آئی تھی۔ اب بھی کوئی تم سے برائی کرنا چاہے گا تو وہ تمہارے اندر آکر تمہاری مدد کرے گی لیکن تم کسی کے ساتھ برائی کرنا چاہو گی تو وہ آتما تمہاری کوئی مدد نہیں کرے گی۔ اس کے برعکس تمہاری پٹائی کرے گی۔"

وہ اپنا ایک گال سہلا رہی تھی۔ شرمندہ سی ہو کر میرا اور انکل سے نظریں چرا رہی تھی۔ کبریا نے پوچھا "جانتی ہو۔ وہ آتما کون ہے جو تمہارے اندر آتی ہے؟"

شاردا نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولا "وہ کوئی آتما نہیں ہے میں ہوں۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارے اندر آتا رہا ہوں۔ اس ویرانے میں ایک نہیں کئی ٹیکسی ڈرائیور آکر تمہاری عزت کا کباڑا کرنے والے تھے۔ میں نے ان سب کو تمہارے قریب نہیں آنے دیا اور جو تمہارے قریب آیا۔ اسے تم نے سزا پاتے دیکھ لیا۔ میں تمہیں برائیوں سے بچانے کے لیے ہمیشہ تمہارے اندر آکر تمہاری طاقت بن جاؤں گا لیکن تم کسی برائی چاہو گی تو میں تمہارے کسی کام نہیں آؤں گا۔"

وہ جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ میرا نے اس کے پاس بیٹھ کر کہا "ذرا عقل سے سوچو' کبریا اس ویرانے میں تمہیں نہ بچاتے تو ابھی تم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتیں۔ تم ہمیں چھوڑ کر چلی گئی تھیں لیکن کبریا نے تمہیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑا۔ ہمارے رشتوں کو ہماری محبت کو سمجھو۔"

وہ سمجھا رہی تھی۔ شاردا یوں سر جھکائے بیٹھی تھی جیسے سمجھ رہی ہو لیکن کبریا اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ ایک فرضی آتما کی شکتی سے محروم ہو کر شہ زور بنتے بنتے اچانک کمزور بن کر اپنی توہین محسوس کر رہی تھی۔

پھر جس بہن سے اس کا پیار چھین رہی تھی' اسی بہن کے سامنے کبریا نے اسے طمانچہ مارا تھا۔ وہ یہ انسلٹ برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔

وہ ایک دم سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ وہاں سے جانے لگی۔ میرا اور پروفیسر نے اسے پکڑ لیا "کہاں جا رہی ہو؟ رک جاؤ۔"

"چھوڑ دو۔ میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں رہوں گی۔"

پروفیسر نے پوچھا "تنہا کہاں جاؤ گی؟ کہاں رہو گی؟ کیا رات کی ٹھوکر کافی نہیں ہے؟ اس ٹیکسی ڈرائیور جیسے ہزاروں لاکھوں بدمعاش تمہیں قدم قدم پر ملیں گے۔ کہاں تک اپنی عزت بچاؤ گی؟"

"میں اپنی عزت لٹاؤں' یا مرجاؤں۔ آپ کی بلا سے۔ مجھے چھوڑ دیں۔ جانے دیں۔"

کبریا نے کہا "اسے چھوڑ دو۔ جانے دو۔ یہ کہیں نہیں جائے گی۔"

انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی دروازے کے پاس گئی۔ اسے کھولا لیکن باہر نہیں گئی۔ اسے بند کر کے واپس آئی پھر صوفے پر بیٹھ گئی۔ پروفیسر نے خوش ہو کر کہا "شاباش بیٹی! تم بہت سمجھ دار ہو۔"

اس نے چونک کر سب کو دیکھا پھر اچھل کر کھڑی ہوگئی "میں۔ میں تو جا رہی تھی پھر یہاں آکر کیسے بیٹھ گئی؟"

وہ پھر تیزی سے چلتی ہوئی گئی پھر دروازے تک جا کر واپس آگئی۔ سب نے سمجھ لیا کہ یہ ٹیلی پیتھی کا تماشا ہے۔ میرا اور پروفیسر مسکرانے لگے۔ شاردا اور آگ بگولہ ہوگئی۔ کبریا کو گھور کر دیکھنے لگی۔ اس نے اچانک چیخ مارنے کے لیے منہ کھولا لیکن آواز نہیں نکلی۔ منہ آپ ہی آپ بند ہوگیا۔

اس نے غصے سے ایش ٹرے اٹھا کر کبریا کو مارنا چاہا پھر چپ چاپ اسے واپس رکھ دیا "تم میری مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرسکو گی۔ اپنے دماغ سے گرمی نکالو۔ ہم سب تمہیں چاہتے ہیں۔ ہماری محبتوں کو سمجھو۔ ہم سے پیار لو۔ ہمیں پیار دو۔"

وہ گہری سنجیدگی سے سوچ رہی تھی پھر آہستگی سے بولی "میں ایک شرط پر یہاں رہوں گی۔"

"یہاں رہنے کے لیے کوئی بھی شرط منوالو۔"

"تم اپنی ماں کی قسم کھاؤ کہ میری بات مان لو گے۔"

"ماں کی قسم کیوں دے رہی ہو۔ ایسے ہی اپنی بات منوالو۔"

"نہیں' پہلے قسم کھاؤ۔"

"اگر تم میرا کی محبت مجھ سے چھیننا نہیں چاہو گی تو میں اپنی مما کی قسم کھا کر کہتا ہوں' تمہاری بات مان لوں گا۔"

وہ بولی "بہت معمولی سی بات ہے۔ تم کبھی میرے دماغ میں نہیں آؤ گے۔"

کبریا نے پریشان ہو کر میرا اور پروفیسر کو دیکھا۔ پروفیسر نے کہا "کبریا! تم یہ بات نہیں مانو گے۔ یہ بے لگام ہو جائے گی۔ ہماری باتیں پیار سے بھی نہیں سمجھے گی پھر کہیں بھٹکنے چلی جائے گی۔"

شاردا نے کہا "تم اپنی ماں کی قسم کھا چکے ہو۔ کیا قسم توڑو گے؟"

وہ بولا "نہیں۔ میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں۔ تم خوش ہو جاؤ۔ آئندہ تمہارے دماغ میں نہیں آؤں گا۔"

میرا نے کہا "آپ اس کی باتوں میں آگئے ہیں۔ یہ ہمارے قابو میں نہیں رہے گی۔ ہماری کوئی بات نہیں مانے گی۔"

"آئندہ یہ کیا کرے گی؟ ہمارے ساتھ کیسے رہے گی؟ یہ بعد میں دیکھا جائے گا۔ پروفیسر! آپ کے علم نے بتایا تھا کہ میرے بابا جنوب کی طرف ہیں۔ ہم شمال سے جنوب کی طرف آچکے ہیں۔ اب آپ دیکھیں کہ وہ کس سمت میں ہیں اور کتنے فاصلے پر ہیں؟"

پروفیسر اپنی اٹیچی سے میرا زائچہ وغیرہ نکال کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر تک حساب کرتا رہا پھر بولا "اب بھی جنوب کی طرف اشارہ ہے۔"

اس کا حساب درست تھا۔ جزیرہ کلیانی وہاں سے انتہائی جنوب کی طرف تھا۔ کبریا کو اسی سمت میں اور آگے جانا تھا۔

○☆○

راسپوٹین کی موت اعلیٰ بی بی کے ہاتھوں لکھی ہوئی تھی۔ تقدیر کا وہ لکھا ہوا پورا ہوگیا۔ وہ حرام مرگیا۔ بنت عمارہ نے اسے بچانے کی انتہائی کوششیں کیں۔ اپنے طلسمی ہتھکنڈے آزمائے۔ اعلیٰ بی بی سے سمجھوتا کرنے پر راضی ہوئی لیکن وہ ایک بار بیٹی بن کر دھوکا کھا چکی تھی۔ اس بوڑھی چڑیل پر بھروسا کرنے کی نادانی نہیں کرسکتی تھی۔

اس نے اسے موقع دیا تھا کہ وہ اپنے آلہ کار راسپوٹین کو بچا سکتی ہے تو بچالے لیکن اس کا کوئی جادوئی حربہ کام نہیں آیا۔ اعلیٰ بی بی نے راسپوٹین کا ایسا نشانہ لیا کہ گولی اس کی پیشانی میں سوراخ کرتی ہوئی کھوپڑی کے پچھلے حصے سے باہر نکل گئی۔ وہ فرش پر گر کر تھوڑی دیر تڑپتا رہا پھر ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ گیا۔

وہ بنت عمارہ کا ایک اہم آلہ کار تھا۔ وہ اس کی ٹیلی پیتھی سے فائدہ اٹھا رہی تھی۔ تنہا خیال خوانی کے ذریعے اعلیٰ بی بی اور فرمان کو زیر نہیں کرسکتی تھی۔ انہیں اپنے ایک اہم مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہتی تھی۔ اس کے ایک پراسرار علم نے اسے یہ بتایا تھا کہ اعلیٰ بی بی اور فرمان کے ملاپ سے ناجائز بچہ پیدا ہوگا تو وہ اس بچے کے لہو سے نہا کر جوان اور صحت مند ہو جائے گی۔

راسپوٹین کی ہلاکت کے بعد وہ تنہا رہ گئی تھی۔ تنہائی کے باوجود اس میں اتنا دم خم تھا کہ وہ اعلیٰ بی بی کا سکون برباد کرسکتی تھی۔ فی الحال تھک گئی تھی۔ بڑھاپے نے کمزور بنا دیا تھا۔ وہ اس کمزوری کو دور کرنے کے لیے ہزاروں سال پرانے ایک نسخے کے منتروں کو پڑھتی رہتی تھی۔ یادداشت بھی کمزور ہوچکی تھی۔ اس لیے ان منتروں کو زبانی یاد نہیں کرسکتی تھی۔ لہٰذا صبح و شام وہ نسخہ کھول کر پڑھتی رہتی تھی۔ جس روز پڑھنے کا موقع نہ ملتا۔ اس روز بے حد کمزوری محسوس کرتی تھی۔ ان منتروں سے اور کمزوریوں سے نجات حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ وہ ایک نوزائیدہ بچے کے لہو سے غسل کرے اور وہ بچہ اعلیٰ بی بی اور فرمان کے ملاپ سے ہو۔

وہ بضد تھی کہ ایک بچہ حاصل کر کے ہی رہے گی۔ اس کی یہ ضد اعلیٰ بی بی کے لیے کئی طرح کے مسائل پیدا کرنے والی تھی۔ اب وہ سوچ رہی تھی کہ اعلیٰ بی بی کی لاعلمی میں فرمان کو اپنا معمول بنائے گی۔ اسے اچھی طرح اپنے شکنجے میں لے گی۔ تو وہ مجبور اور بے بس ہو جائے گا۔ اس کے حکم کے مطابق اعلیٰ بی بی کی عزت سے جبراً کھیلے گا اور اسے اپنے بچے کی ماں بنائے گا۔

الپا نے اعلیٰ بی بی سے کہا "تمہیں بہت محتاط رہنا چاہیے۔ وہ بوڑھی چڑیل ہماری توقع کے خلاف اچانک

تمہیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

اس نے الپا سے کہا "سسٹر! تم نے کہا تھا۔ اس نسخہ سے اسے محروم کردیا جائے، جس کے منتروں کو پڑھ کر وہ روزانہ توانائی حاصل کرتی رہتی ہے۔"

"ان نسخوں تک پہنچنے میں ذرا دشواری ہے پھر بھی میں جلد ہی انہیں حاصل کر کے تباہ کردوں گی۔"

وہ نسخے ایک الماری میں محفوظ تھے۔ وہ الماری بنت عمارہ کے بیڈ روم سے ملحقہ ایک کمرے میں تھی۔ الماری اور کمرا مقفل رہتے تھے۔ ان کی چابیاں بنت عمارہ کے پاس رہتی تھی۔ دوسری چابیاں اس کے معاون وچ ڈاکٹر کے پاس رہا کرتی تھیں۔

الپا نے بنت عمارہ کی لیڈی سیکریٹری کے خیالات پڑھے تھے۔ وچ ڈاکٹر اس سے عشق کرتا تھا۔ الپا اس سیکریٹری کے ذریعے وچ ڈاکٹر کی آواز سن کر اسے ٹریپ کرسکتی تھی لیکن وہ موجود نہیں تھا۔ چند دنوں کے لیے اسکندریہ گیا ہوا تھا۔ سیکریٹری کے پاس اس کا فون نمبر بھی نہیں تھا۔ وہ جلد ہی اس کا فون نمبر معلوم کرکے اس سے رابطہ کرنا چاہتی تھی۔

فرمان نے اعلیٰ بی بی سے کہا "یہاں ہمارے لیے خطرہ ہے۔ ہمیں یہ شہر یہ ملک چھوڑ دینا چاہیے۔"

"ہم کہیں بھی جائیں گے، وہ ہمارے دماغوں میں گھس آئے گی۔"

"پچھلی بار سسٹر، کبریا اور تمہارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہمارے اندر سے اسے بھگا دیا تھا۔ وہ سمجھ رہی ہوگی کہ اب ہم اپنی دماغی قوتوں سے اسے جب چاہیں بھگا سکتے ہیں۔ وہ ہمارے اندر نہیں آئے گی۔"

"شیطان کو زندگی بھر دھتکارتے رہو، وہ پیچھا نہیں چھوڑتا۔ وہ ایک بچہ حاصل کرنے کے لیے پاگل ہو رہی ہے۔ ہمارے اندر ضرور آئے گی۔ ہم اپنی تنہا دماغی قوتوں سے بھگا نہیں سکیں گے۔ وہ پھر ہم پر حاوی ہو جائے گی۔"

"راسپوٹین کی موت کے بعد وہ اکیلی رہ گئی ہے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے ایک وقت میں کسی ایک کے اندر آسکے گی۔ تمہارے اندر آئے گی تو میں فوراً ہی سسٹر اور کبریا وغیرہ کو کال کروں گا۔ وہ میرے دماغ میں آئے گی تو تم اپنے خیال خوانی کرنے والوں کے ساتھ میرے اندر سے اسے بھگا سکو گی۔ ہم اسے بار بار اس طرح شکست دیں گے تو وہ تھک ہار کر پیچھا چھوڑ دے گی۔"

وہ بولی "ہم اسی طرح اس کا مقابلہ کریں گے لیکن یہ شہر چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ وہ پراسرار علوم کے ذریعے میرے پاپا کا سراغ لگا رہی تھی مگر ایک غیبی طاقت اسے روک رہی تھی۔"

وہ بولا "ہاں۔ اس نے کہا تھا کہ کوئی غیبی قوت آڑے آرہی ہے۔ اس نادیدہ قوت کا تعلق بھی کالے جادو سے ہے۔ وہ نامعلوم جادوگر یہ نہیں چاہتا کہ بنت عمارہ تمہارے پاپا کا سراغ لگائے۔"

"اس بوڑھی چڑیل نے کہا تھا کہ وہ جلد ہی اس رکاوٹ کو دور کردے گی اور مجھے میرے پاپا تک پہنچا دے گی۔ میں اسے کسی طرح مجبور کروں گی کہ وہ میرے کام آئے۔"

"وہ کام نہیں آئے گی۔ تم سے انتقام لے گی۔ اس کی طرف سے ایک اور اندیشہ پیدا ہو رہا ہے۔ وہ تمہارے پاپا کا سراغ لگا کر انہیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔ تمہارے پاپا پہلے ہی کسی مصیبت میں مبتلا ہیں۔ یہ ان کے لیے نئی مصیبت بن جائے گی۔"

"اس بڑھیا کو صرف اسی طرح قابو میں کیا جاسکتا ہے کہ اسے روز منتر پڑھنے اور توانائی حاصل کرنے کا موقع نہ دیا جائے۔ اسے ہمیشہ کمزور بنا کر رکھا جائے۔"

اعلیٰ بی بی نے فرمان کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا "تم بنت عمارہ کے معاون وچ ڈاکٹر سے مل چکے ہوگے؟"

"کئی بار مل چکا ہوں۔ بنت عمارہ سے روز ملنے جایا کرتا تھا۔ وہاں اکثر اسے ملاقات ہوا کرتی تھی۔"

"وہ اسکندریہ گیا ہوا ہے۔ پتا نہیں کب واپس آئے گا۔ کیا تم اس کا کونٹیکٹ نمبر یا پتا ٹھکانا جانتے ہو؟"

"وہ اسکندریہ میں کہاں گیا ہے؟ کیوں گیا ہے؟ یہ میں نہیں جانتا۔ اس کے موبائل فون کا نمبر میری ڈائری میں لکھا ہوا ہے۔ میں ابھی ڈائری لے کر آتا ہوں۔ میرے ذہن میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ ہم اس وچ ڈاکٹر سے کوئی کام لے سکتے ہیں۔"

وہ دونوں ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ فرمان کی حویلی میں آکر رہنے لگی تھی۔ فرمان اچھے کردار کا مالک تھا۔ اسے رفتہ رفتہ متاثر کر رہا تھا۔ وہ اسے پسند کرنے لگی تھی اور پسند کرنے کی ہی حد تک تھی۔ اس سے آگے پیار و محبت کے مراحل تک نہیں پہنچنا چاہتی تھی۔

فرمان اپنے بیڈ روم سے ایک ڈائری لے کر آیا۔ اسے کھول کر موبائل فون کا نمبر پڑھتے ہوئے بولا "ابھی اسے فون کیا جائے؟"

"پہلے اس کے بارے میں بتاؤ۔ کیا وہ یوگا کا ماہر ہے؟"

"اس کی ایک کمزوری ہے۔ شام ہوتے ہی وہ شراب

پینے لگتا ہے۔ ایسے میں بھلا وہ سانس کیا روکے گا؟"

"پھر تو سمجھو کام بن گیا۔ اس سے بات کرو۔"

اس نے نمبر پنچ کیے۔ فون کو کان سے لگا کر انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی آواز سنائی دی "ہیلو! میں فرنانڈس بول رہا ہوں۔"

"میں فرمان مصری بول رہا ہوں۔ کہاں ہو؟ کتنے دنوں سے تمہیں نہیں دیکھا ہے۔ کیا لمبی چھٹی پر گئے ہو؟"

اعلیٰ بی بی، فرمان کے اندر تھی۔ فرنانڈس کی آواز سنتے ہی اس کے اندر پہنچ گئی۔ وہ زبان سے کچھ بول رہا تھا۔ اس کے دل میں کچھ اور تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "ہیلو فرمان! میں کیسے یاد آگیا؟ تم تو میڈم عمارہ کے ساتھ مصروف رہتے ہو۔ میں تو ان کا ایک معمولی خدمت گار ہوں۔ تم تو ان کے بیٹے ہو۔"

اس کے چور خیالات کہہ رہے تھے "لیکن اب تم بیٹے نہیں رہے۔ بدترین دشمن بن گئے ہو۔ میڈم میرے دماغ میں آکر مجھے بتا چکی ہیں۔ مجھے تم سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ تم ضرور کسی خاص مقصد سے رابطہ کر رہے ہو۔"

فرمان نے کہا "میں ماما (بنت عمارہ) کا بیٹا ہوں لیکن تمہارا دوست ہوں اور دوست رہوں گا۔ تم نے بتایا نہیں کہاں ہو؟"

"اسکندریہ میں ہوں۔ سنا ہے، میڈم کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میں شام تک ان کے قدموں میں پہنچ جاؤں گا۔ تمہارا عشق کس مرحلے پر ہے۔ ویسے خوش نصیب ہو۔ بہت خوب صورت لڑکی ملی ہے۔"

"میں اپنے لیے دعا کروں گا کہ یہ خوش نصیبی میرے حصے میں آئے۔ ٹھیک ہے۔ تم شام کو آرہے ہو۔ ماما کی رہائش گاہ میں ملاقات نہیں ہوگی۔"

"جسٹ اے منٹ! یہ تو بتاؤ۔ کیا وہ تمہارے ساتھ رہتی ہے؟"

"نہیں۔ وہ ایک ساحلی بنگلے میں ہے۔ اچھا۔ بائے پھر ملاقات ہوگی۔"

فرمان نے فون کو بند کیا۔ اس کے قریب اعلیٰ بی بی بیٹھی فرنانڈس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ وہ بھی پڑھنے لگا۔ ایک نیا انکشاف ہوا کہ وہ بہت عرصے سے بنت عمارہ کا شاگرد یا معاون بن کر اس کے تمام پراسرار علوم حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے ہزاروں سال پرانے نسخے حاصل کرنے کی کوششیں کر رہا تھا لیکن یہ سوچ کر محتاط رہتا تھا کہ وہ بوڑھی اس کے اندر آکر اس کے چور خیالات پڑھتی ہوگی۔

وہ اپنے چور خیالات میں اس بات کو مستحکم بناتا رہتا تھا کہ وہ بنت عمارہ کا فرماں بردار ہے۔ ساری عمر اس کا فرماں دار بن کر رہے گا اور اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانیاں دیتا رہے گا۔ اس کے پاس اس الماری کی چابیاں تھیں۔ جن میں وہ نایاب نسخے رکھے ہوئے تھے۔ وہ انہیں چرانے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ الماری سے اگر ایک نسخہ بھی باہر نکالا جاتا تو اسے خبر ہو جاتی۔

اس نے ان نسخوں کو چرانے کا دوسرا طریقہ اختیار کیا۔ بنت عمارہ جب اسے کوئی نسخہ نکال کر لانے کا حکم دیتی تھی اور اس نسخے کے مطابق کسی کالے عمل کی تیاریاں کراتی تھی تو وہ اس دوران میں اس نسخے کو زیادہ سے زیادہ زبانی یاد کرنے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ انہیں اپنے ذہن میں محفوظ کرنے کے بعد گھر آکر لکھ لیا کرتا تھا۔

وہ معاون ہونے کی حیثیت سے بنت عمارہ کے بہت سے اندرونی راز جانتا تھا۔ سب سے اہم راز یہ تھا کہ وہ بہت کمزور ہو چکی تھی۔ اندر سے کھوکھلی ہو چکی تھی۔ وہ بوڑھی سے جوان ہونے اور بھرپور توانائی حاصل کرنے کے انتظار میں تھی۔ اس مقصد کے لیے وہ اعلیٰ بی بی سے ایک بچہ حاصل کرنے میں ناکام ہو رہی تھی۔ جب تک وہ بچہ حاصل نہ ہوتا۔ تب تک وہ عارضی طور پر توانائی حاصل کر رہی تھی۔ فرنانڈس یہ ساری باتیں اچھی طرح جانتا تھا۔

وہ روزانہ توانائی حاصل کرنے کے لیے جن منتروں کا جاپ کیا کرتی تھی۔ انہیں ایک بڑے سے کاغذ پر فرنانڈس سے لکھوایا تھا۔ اس طرح کہ وہ نسخہ پڑھتی گئی تھی اور یہ کاغذ پر لکھتا گیا تھا۔ کئی منتروں کو ایک دوسرے سے ملایا گیا تھا۔ انہیں یاد رکھنا مشکل تھا۔ ایسے وقت فرنانڈس نے اس کے کمزور حافظے سے فائدہ اٹھایا تھا۔ اس نے لکھتے وقت منتروں کے کئی الفاظ میں تبدیلیاں کی تھیں۔

اس کا مقصد صاف ظاہر تھا۔ وہ بنت عمارہ کو بالکل ہی کمزور بنا دینا چاہتا تھا۔ منتر خالص نہیں تھے۔ ان میں گڑبڑ ہو چکی تھی۔ اس لیے اسے برائے نام توانائی حاصل ہوتی تھی۔ کمزوری کا یہ عالم تھا کہ اب وہ یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں پہنچ نہیں پا رہی تھی۔ اسے یہ فکر ستا رہی تھی کہ اسی طرح کمزور رہے گی تو اعلیٰ بی بی اور فرمان کے اندر نہیں جا سکے گی۔ نہ ہی انہیں اپنے زیر اثر لا سکے گی اور نہ ہی انہیں ایک بچہ پیدا کرنے پر مجبور کر سکے گی۔

اعلیٰ بی بی اور فرمان نے فرنانڈس کے یہ خیالات پڑھ کر اطمینان حاصل کیا کہ بنت عمارہ خیال خوانی کے معاملے میں کسی حد تک کمزور ہو چکی ہے۔ جب تک توانائی حاصل نہیں ہوگی۔ وہ ان کے دماغوں میں نہیں آسکے گی۔

اس نے فرمان سے کہا "میں اپنے پاپا کے لیے فکر مند ہوں۔ اس بڑھیا نے بڑی حد تک ان کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں۔ وہ معلومات جہاں تک بھی ہوں۔ اس نے ہمیں نہیں بتایا۔ ہم اس کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر کچھ تو معلوم کر سکتے ہیں؟"

فرمان نے کہا "وہ سیدھی طرح ان معلومات کے متعلق کچھ نہیں بتائے گی اور ہم جبراً اس سے معلوم نہیں کر سکیں گے۔ اسے ہلاک کرنے کی دھمکی نہیں دے سکتے۔ وہ اپنی طبعی موت سے پہلے نہیں مرے گی۔ اسے مار پیٹ کر۔ اسے بدترین قسم کی اذیتیں پہنچا کر اس سے کچھ اگلوا نہیں سکیں گے کیونکہ اسے سوئی چبھوئی جائے یا اس کے جسم میں خنجر پیوست کیا جائے تو ان کا زخم چند سیکنڈ میں بھر جاتا ہے۔ وہ تکلیف محسوس نہیں کرتی۔ بلکہ ایسے حملوں سے آسودگی حاصل کرتی ہے۔"

"اس بات پر غور کرو کیا فرنانڈس کو آلہ کار بنا کر اس بڑھیا سے کچھ معلوم کیا جا سکتا ہے؟"

"وہ اسکندریہ سے واپس آرہا ہے۔ تقریباً دو گھنٹے بعد بنت عمارہ کے پاس پہنچے گا پھر ہم دیکھیں گے کہ ان کے درمیان کیا باتیں ہو رہی ہیں؟ اور وہ ہمارے خلاف کیا کرنے والے ہیں؟"

وہ وقت گزارنے کے لیے حویلی سے باہر آگئے۔ حویلی کے اطراف دور تک سرسبز و شاداب باغ بھی تھا اور وہاں مختلف قسم کی سبزیاں بھی اگائی گئی تھیں۔ وہاں سے کچھ فاصلے پر ایک چھوٹی سی بستی آباد تھی۔ اس بستی کی تمام عورتیں اور مرد فرمان مصری کو آقا کہتے تھے۔ وہ اس کے کھیتوں اور اس کی حویلی میں ملازمت کرتے تھے۔

وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے۔ بستی سے گزرتے رہے۔ عورتیں اور مرد انہیں دیکھ دیکھ کر بڑی عقیدت سے سلام کرتے رہے۔ وہ ایک دوسرے کی قربت سے چپکے چپکے سحر زدہ ہو رہے تھے۔ رسمی طور پر انہیں جواب دیتے جا رہے تھے۔ انہیں پتا بھی نہ چلا کہ وہ بستی سے باہر کتنی دور نکل آئے ہیں۔

ان کے ایک طرف چھوٹی بڑی پہاڑیاں تھیں، دوسری طرف ایک گھنا جنگل تھا۔ پہاڑیوں کے دامن میں دور تک کھیت ہی کھیت دکھائی دے رہے تھے۔ وہ اس پختہ راستے پر تھے جو کھیتوں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ راستے کے ایک طرف ایک خوب صورت سا کاٹیج دکھائی دے رہا تھا۔

اعلیٰ بی بی نے اسے دیکھتے ہوئے کہا "اس ویرانے میں اتنا خوب صورت کاٹیج کس نے بنوایا ہے؟"

"میں نے بنوایا ہے۔" فرمان نے جواب دیا "جب مجھے تنہائی درکار ہوتی ہے میں یہاں آجاتا ہوں۔"

"تم یہاں آکر تنہا کیوں رہتے ہو؟"

وہ باتیں کرتے ہوئے کاٹیج کے احاطے میں داخل ہوئے۔ وہاں ہر طرف رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔ ساتھی حسین ہو تو احساسات میں بھی پھول کھلنے لگتے ہیں۔ فرمان اس کی قربت سے مست ہو رہا تھا۔ وہ مستی میں نہیں تھی۔ بہت ریزرو رہنے کی عادی تھی۔ فرمان اسے بہت اچھا لگتا تھا لیکن وہ زبان سے اظہار نہیں کرتی تھی۔ اپنی اداؤں اپنے عمل سے اپنی پسندیدگی ظاہر کرتی تھی۔

وہ دروازہ کھول کر کاٹیج کے اندر آئے۔ وہ کاٹیج ایک پہاڑی ٹیلے پر بنا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے گھنا جنگل جانے کتنی دور تک پھیلا ہوا تھا۔ اس کے کھڑکی دروازے اندر سے بند تھے۔ فرمان نے ایک بڑی سی کھڑکی کھول کر کہا "یہاں آکر دیکھو۔ جنگل کتنا گھنا ہے؟ حد نظر تک درخت ہی درخت دکھائی دے رہے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے کھڑکی کے پاس آکر دیکھا۔ پہاڑی کے ڈھلان میں حد نظر تک درخت ہی درخت دکھائی دے رہے تھے۔ اس نے پوچھا "جنگلات کا یہ سلسلہ کہاں تک گیا ہے؟"

"دریائے نیل کے ساحل تک پہنچ کر یہ جنگل دلدلی ہو جاتا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ کھڑکی کا ایک پٹ بند تھا۔ وہیں سے گولی شیشہ توڑتی ہوئی اندر آئی۔ فرمان اسے دھکا دیتا ہوا فرش پر گر پڑا۔ وہ جمناسٹک کی ماہر تھی۔ گرتے گرتے بھی قلابازی کھاتی ہوئی دور چلی گئی۔

فرمان فرش پر پڑا کراہ رہا تھا پھر وہاں سے رینگتا ہوا اعلیٰ بی بی کی طرف آرہا تھا۔ اس کے بائیں بازو میں گولی لگی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے پریشان ہو کر پوچھا "گولی اندر ہے یا نکل چکی ہے۔"

"نکل چکی ہے۔ فکر نہ کرو۔ دوسرے کمرے کی الماری میں کئی طرح کے ہتھیار موجود ہیں۔ انہیں فوراً نکالو۔"

وہ دوڑتی ہوئی دوسرے کمرے میں آئی۔ الماری کھول کر اس کی ایک بڑی سی دراز کو کھولا۔ اس میں مختلف ساخت کے ریوالور، شاٹ گن اور کلاشنکوف رکھی ہوئی تھیں۔ اس

نے ایک ریوالور کو چیک کیا۔ وہ بھرا ہوا تھا۔ فرمان بھی اٹھ کر وہیں آگیا۔ اس نے ریوالور کو چیک کیا۔ وہ بھرا ہوا تھا۔ فرمان اٹھ کر کھڑا ہوگیا تھا۔ کمرے میں آگیا تھا۔ اس نے ریوالور کو اس کی طرف اچھالا۔ وہ اسے دائیں ہاتھ سے کیچ کرتے ہوئے بولا "نیچے والی دراز میں فرسٹ ایڈ باکس ہے۔ اسے نکال کر مجھے دو اور تم جنگل کی سمت والی کھڑکیوں کی طرف نہ جاؤ۔"

اس نے نچلی دراز سے فرسٹ ایڈ باکس نکال کر اسے فرش پر رکھا پھر اسے زور سے دھکا دیا۔ وہ پھسلتا ہوا فرمان کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے بعد ایک کلاشنکوف بھی اس کے پاس آگئی۔ وہ برق رفتاری سے ایکشن میں آچکی تھی۔ اس نے ایک پستول کو لوڈ کیا۔ اس کے کئی میگزین اپنے لباس کے اندر چھپائے پھر کھڑکی کے قریب ایک دیوار سے لگ کر شیشے کے آرپار دیکھنے لگی۔ ڈھلان میں بڑے پتھر اور چٹانیں دکھائی دے رہی تھیں۔ اس کے بعد دور تک درخت ہی درخت دکھائی دے رہے تھے۔ ادھر کوئی آدم زاد تو کیا؟ کوئی جانور بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ کھڑکی کے نیچے جھکتی ہوئی دوسرے کمرے میں آئی۔ وہاں کھڑکی کے کنارے دیوار سے لگ کر دیکھا۔ وہاں بھی ڈھلان میں بڑے بڑے پتھر اور چٹانیں تھیں۔ دو مسلح شخص اوپر چڑھتے ہوئے کاٹیج کی طرف آرہے تھے۔ اس نے آہستگی سے کھڑکی کی چٹخنی گرائی پھر اچانک ہی کھڑکی کے پٹ کو کھول کر تڑاتڑ فائرنگ کی۔ ایک شخص کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ گولی کھا کر ڈھلان سے لڑھکتا ہوا نیچے جانے لگا۔

دوسرا شخص اچھل کر ایک پتھر کی آڑ میں چلا گیا۔ اعلیٰ بی بی نے دوڑ کر چھلانگ لگائی اور میز پر آئی۔ وہاں روشن دان سے دیکھا۔ اس سے بچ کر جانے والا اب چٹان پر رینگتا ہوا ایک سمت جارہا تھا۔ اس نے نشانہ لے کر گولی چلا دی۔ وہ چٹان پر اوندھے منہ لیٹا ہوا رینگ رہا تھا۔ اس کے بعد رینگنے کے قابل نہ رہا۔ وہیں اوندھے منہ لیٹا رہ گیا۔

فرمان نے ایک دوا کے ذریعے خون کے بہاؤ کو روک لیا تھا۔ اس پر پٹی چپکا کر دوسری کھڑکی کی طرف جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت دوسرے کمرے کی کھڑکی کے شیشے کے ٹوٹنے کی آواز آئی۔ فرمان فرش پر رینگتا ہوا اس کمرے کے دروازے پر آیا۔ اسے آہستگی سے کھول کر دیکھا۔ ایک مسلح شخص شیشہ توڑنے کے بعد ہاتھ ڈال کر چٹخنی گرا رہا تھا۔ وہ جیسے ہی ایک پٹ کھول کر اندر کی طرف آیا۔ فرمان نے گولی چلا دی۔ گولی اس کے شانے میں لگی۔ وہ آدھا کھڑکی کے اندر تھا اور آدھا باہر تھا۔ زخمی ہونے کے بعد بھاگنا چاہتا تھا لیکن فورا ہی باہر نہ جاسکا۔ فرمان نے للکارتے ہوئے کہا "خبردار! کوئی حرکت نہ کرنا۔ ہتھیار پھینک دو اور بتاؤ کہ ہم سے دشمنی کیوں کررہے ہو؟"

وہ ہتھیار پھینکتے ہوئے بولا "پلیز مجھے گولی نہ مارنا۔ ہم تمہیں ہلاک کرنے نہیں آئے ہیں صرف تمہیں دہشت زدہ کرکے قیدی بنا کر لے جانے آئے ہیں۔"

"مجھے قیدی بنا کر کہاں لے جانا چاہتے ہو۔"

"ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ تمہیں اہرام کے پیچھے ایک لال کوٹھی میں لے جائیں۔"

فرمان نے کہا "اچھا۔ سمجھ گیا۔ اس لال کوٹھی کی مالک بنت عمارہ ہے۔ اس نے تم لوگوں کو بھیجا ہے۔"

"ہاں۔ تم ہماری مجبوری سمجھ سکتے ہو۔ میڈم بہت خطرناک ہیں۔ ان کے حکم کی تعمیل نہ کرنے کی سزا موت ہے۔ یہاں ناکام ہونے کے بعد تم سے بھی ہمیں موت ملے گی۔"

"تم سب تعداد میں کتنے ہو؟"

"ہم آٹھ تھے۔ دو ابھی مارے گئے ہیں۔ میں آپ کو دوستانہ انداز میں سمجھاتا ہوں۔ آپ ہمارے ساتھ لال کوٹھی میں چلیں۔ آپ کو میڈم کی طاقت کا پتا ہے ان کے سامنے جھکنا ہی پڑے گا۔"

"میں بھی تمہیں سمجھاتا ہوں۔ اپنے باقی پانچ ساتھیوں کے ساتھ واپس چلے جاؤ۔ ورنہ تم میں سے کوئی یہاں سے زندہ نہیں جاسکے گا۔"

"آپ ہمارے لیے پرابلم پیدا کررہے ہیں۔ ہم آپ کو لیے بغیر نہیں جاسکیں گے پھر بھی میں جاکر اپنے ساتھیوں کو سمجھاتا ہوں۔ انہیں سمجھا منا کر یہاں سے لے جانے کی کوشش کروں گا۔"

وہ کھڑکی سے باہر جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت اعلیٰ بی بی نے وہاں پہنچ کر اس کی ٹانگ پر گولی ماردی پھر بولی "فرمان! تم اس سے باتوں میں لگے رہے۔ اس کے خیالات نہیں پڑھے۔ یہ یہاں سے جاکر اس کاٹیج کے اندر آنسو گیس کے شیل پھینکنا چاہتا تھا۔ ہمیں باہر آنے پر مجبور کرنا چاہتا تھا۔ اب یہ اپاہج بن کر یہاں اندر پڑا رہے گا تو اس کے ساتھی اس کی سلامتی کے لیے شیل نہیں پھینکیں گے۔"

وہ گولی کھانے کے بعد کمرے کے اندر گر کر فرش پر پڑا ہوا تھا۔ فرمان نے کھڑکی کے قریب دیوار سے لگ کر چیختے ہوئے کہا "سنو! میری بات توجہ سے سنو! تمہارا ایک ساتھی

یہاں ہماری قید میں ہے۔ اگر آنسو گیس کے شیل یہاں پھینکو گے تو ہمارے ساتھ یہ بھی مصیبت میں مبتلا ہوگا۔ تم صرف پانچ رہ گئے ہو۔ اگر پانچ منٹ کے اندر واپس نہیں جاؤ گے تو یہاں کوئی تمہاری لاشیں اٹھانے کے لیے بھی نہیں آئے گا۔"

اعلیٰ بی بی اور فرمان جھک کر چلتے ہوئے کاٹیج کے پیچھے اس دروازے کی طرف آئے جو جنگل کی طرف کھلتا تھا۔ انہوں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ ادھر ویرانی تھی۔ کوئی دشمن نظر نہیں آرہا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے دروازے کو آہستگی سے کھول کر باہر کی طرف دیکھا۔ کاٹیج کے دائیں بائیں بھی کوئی نظر نہیں آرہا تھا پھر اس نے فرمان سے کہا "میں دیوار سے لگی ہوئی دائیں طرف جاؤں گی۔ تم اسی طرح دیوار سے لگے ہوئے بائیں طرف جاؤ۔ ادھر دیوار کے پیچھے جو لوگ چھپے ہوں گے وہ نظر آجائیں گے۔ اب ہمیں فائرنگ کرتے ہوئے اس ڈھلان سے اتر کر جنگل کی طرف جانا ہوگا۔ کاٹیج کے اندر خطرہ ہے۔"

وہ دونوں محتاط انداز میں باہر آئے پھر دیوار سے لگ کر دو مختلف سمتوں میں جانے لگے۔ وہ دونوں ان کناروں تک پہنچ گئے جہاں کاٹیج کی دیوار دوسری طرف مڑتی تھی۔ انہوں نے سر نکال کر دوسری طرف دیکھا۔ اسی وقت گولیاں چلنے لگیں۔ ان دونوں نے جوابی فائرنگ کی۔ ایسی کاؤنٹر فائرنگ سے نہ کسی کو نقصان ہوا نہ کسی کو فائدہ پہنچا۔ فرمان اپنی جگہ سے اچھل کر دوڑتا ہوا ڈھلان کی طرف ایک بڑے پتھر کے پیچھے چلا گیا۔ وہاں سے اس نے فائرنگ کی تو جوابی فائرنگ کرنے والے کسی دوسری جگہ چھپنے کے لیے اِدھر اُدھر بھاگتے چلے گئے۔

فرمان نے انہیں دور بھگا کر اعلیٰ بی بی کی طرف دیکھا۔ وہ دیوار کے پاس سے چھلانگ لگا کر فضا میں لمبی قلا بازیاں کھاتی ہوئی ڈھلان سے نیچے جانے لگی۔ یہ جمناسٹک کا حیرت انگیز کمال تھا۔ ہموار زمین پر سبھی بازیگر مختلف انداز میں قلا بازیاں کھا لیتے ہیں مگر وہاں کی زمین ہر قدم پر نیچے اور نیچے کی طرف جارہی تھی۔ ایسی ڈھلان پر بار بار قدم جما کر پھر فضا میں قلا بازیاں کھا کر آگے بڑھنا تقریباً ناممکن تھا جسے وہ ممکن بنا رہی تھی۔

دو دشمن اس کی طرف مسلسل فائر کررہے تھے لیکن اس کے مسلسل متحرک رہنے کے باعث نشانہ چوک رہا تھا۔ گولیاں آس پاس سے گزر رہی تھیں۔ فرمان نے کلاشنکوف سے گولیاں چلائیں تو ان میں سے ایک چیخ کر ہوا میں اچھلا اور پھر زمین پر آکر گرا اور اس کی لاش ڈھلوان کی طرف لڑھکتی چلی گئی۔ اس کا دوسرا ساتھی چھپنے کے لیے کاٹیج کے دوسری طرف بھاگتا چلا گیا۔ اب وہ چار رہ گئے تھے۔

موقع ملتے ہی فرمان پتھروں کے پیچھے چھپتا ہوا ڈھلوان سے اتر کر نیچے جانے لگا۔ وہ نیچے پہنچ کر اعلیٰ بی بی کی طرف جانا چاہ رہا تھا وہ اس سے بہت دور تھی۔ ایسے وقت پھر اوپر سے فائرنگ ہونے لگی۔ وہ چاروں دور دور تک پھیل گئے تھے۔ فائرنگ کرتے ہوئے انہیں گھیرنا چاہتے تھے۔ فائرنگ ایسی ہورہی تھی کہ وہ اعلیٰ بی بی کی طرف نہ جاسکا۔ دوڑتا ہوا قریبی درخت کے پیچھے چلا گیا۔

وہاں سے گھنے درختوں کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ دشمن بڑے بڑے پتھروں کے پیچھے چھپتے ہوئے ڈھلوان سے اترتے ہوئے ان کی طرف آرہے تھے۔ ان میں سے دو فرمان کی طرف فائرنگ کررہے تھے اور باقی دو اعلیٰ بی بی سے جوابی فائرنگ میں مصروف تھے۔ وہ بھی درختوں کے پیچھے آگئی تھی اور فائرنگ سے بچنے کے لیے ایک درخت سے دوسرے درخت کے پیچھے چھپتی جارہی تھی۔

فرمان بھی اسی طرح چھپتا ہوا دور ہوتا جارہا تھا۔ ان کے درمیان اتنے درخت آڑے آرہے تھے کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں پا رہے تھے۔ مسلسل فائرنگ کے باعث ان دونوں کو خیال خوانی کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ وہ بنت عمارہ کے اندر جاکر اسے وارننگ دینا چاہتے تھے کہ وہ دشمنی سے باز آجائے۔ ایسی دشمنی سے وہ کچھ حاصل نہیں کرسکے گی۔ سراسر نقصان اٹھائے گی۔

وہ دونوں جنگل میں بہت دور نکل آئے تھے۔ بے شمار درخت تھے اور ایسے گھنے تھے کہ سورج چھپ گیا تھا۔ اس کی روشنی زمین تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ فائرنگ رک گئی تھی۔ دشمن بھی انہیں تلاش کررہے تھے اور یہ سمجھ رہے تھے کہ اس جنگل میں زیادہ اندر تک جائیں گے تو بھٹک جائیں گے۔ واپسی کا راستہ سمجھ میں نہیں آئے گا۔

اعلیٰ بی بی نے خیال خوانی کے ذریعے فرمان کو مخاطب کیا "تم خیریت سے ہو؟ کیا تمہاری طرف فائرنگ ہورہی ہے؟"

فرمان نے کہا "دشمنوں کی طرف سے خاموشی ہے۔ پتا نہیں ہم ایک دوسرے سے کتنی دور ہوگئے ہیں؟"

ایک طویل وقفے کے بعد پھر فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ ایک گولی اس درخت کے تنے سے آکر لگی جس کے پیچھے فرمان چھپا ہوا تھا۔ اس نے مسلسل جوابی فائرنگ کی پھر زمین پر رینگتا ہوا دوسرے درخت کے پیچھے چلا گیا۔ اعلیٰ بی بی نے

کہا "انہوں نے تمہیں دیکھ لیا ہے۔ پتا نہیں تم کہاں ہو؟ میں تمہارے پاس کیسے آؤں؟"

"میری فکر نہ کرو۔ اپنا خیال رکھو۔ خیال خوانی کرتی رہو گی تو دشمنوں سے غافل ہو جاؤ گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک گولی چلی۔ وہ اچھل کر زمین پر گرا۔ اعلیٰ بی بی نے پریشان ہو کر کہا "فرمان حوصلہ کرو۔ او خدایا! پہلے تمہارے بائیں بازو میں گولی لگی تھی۔ اب اسی بازو کے اوپر شانے میں گولی لگی ہے۔"

فرمان کے ہاتھ سے گن چھٹ گئی تھی۔ وہ تکلیف کی شدت سے تڑپ رہا تھا۔ چار مسلح شخص اسے گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے قریب آتے جا رہے تھے۔ تب اعلیٰ بی بی کو سمجھ میں آیا کہ وہ چاروں فرمان کے ہی پیچھے لگے ہوئے تھے۔ اس کے پیچھے کوئی نہیں آ رہا تھا۔ بنت عمارہ کو فرمان کی ضرورت تھی۔ اس لیے وہ اعلیٰ بی بی کو نظر انداز کر رہے تھے۔

وہ چاروں فرمان کے قریب آ گئے۔ وہ تکلیف کی شدت کو برداشت کرتے ہوئے اٹھنا چاہتا تھا۔ ان میں سے ایک نے رائفل کے کندے سے اس کے سر پر ضرب لگائی۔ وہ چکرا کر ایسے گرا کہ پھر اٹھ نہ سکا۔ بے ہوش ہو گیا۔ اعلیٰ بی بی اب اس کے خیالات نہیں پڑھ سکتی تھیں۔ یہ معلوم نہیں کر سکتی تھیں کہ وہ لوگ فرمان کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں؟

وہ فوراً ہی خیال خوانی کرتی ہوئی بنت عمارہ کے دماغ میں پہنچی۔ وہ ٹیلی فون کا ریسیور کان سے لگائے پوچھ رہی تھی "کہیں وہ مر تو نہیں گیا؟ اسے چیک کرو۔ اسے مرنا نہیں چاہیے۔"

دوسری طرف سے آواز سنائی دی "میڈم! ہم اسے آپ کے پاس زندہ ہی لائیں گے۔ یہ صرف بے ہوش ہوا ہے۔"

اس بڑھیا نے پوچھا "وہ لڑکی کہاں ہے؟"

"میڈم وہ اسی جنگل میں کہیں گم ہو گئی ہے۔ نظر نہیں آ رہی ہے۔"

"اس سے ہوشیار رہو۔ وہ مکار بھی ہے اور خطرناک بھی۔ فرمان کو فوراً لال کوٹھی میں پہنچاؤ۔ وہ اپنے یار کی خاطر اس کوٹھی کی طرف ضرور آئے گی پھر میں اس سے نمٹ لوں گی۔"

"عمارہ نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا پھر دروازے کی طرف دیکھا۔ وہاں اس کا معاون وچ ڈاکٹر فرنانڈس کھڑا ہوا آگے جھک کر سلام کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "میں آپ کے حکم کے مطابق حاضر ہو گیا ہوں۔ آپ بہت کمزور اور بیمار سی دکھائی دے رہی ہیں۔"

وہ بولی "اچھا ہوا تم آ گئے۔ ایسے برے وقت میں تم ہی میری ناکامیوں کو کامیابیوں میں بدل سکتے ہو۔"

"آپ پریشان نہ ہوں۔ میرے لیے یہ بڑے فخر کی بات ہے کہ میں آپ کے برے وقت میں کام آؤں گا۔ پلیز مجھے بتائیں معاملہ کیا ہے؟"

اس نے کہا "میں تمہیں فرمان کے بارے میں بتا چکی ہوں کہ اس نے بیٹا بن کر مجھے دھوکا دیا ہے۔ ایک حسین لڑکی کی خاطر مجھ سے نافرمانی کر رہا ہے۔ میرا صرف ایک حکم نہیں مان رہا ہے۔ مجھے صرف اس کا ایک بچہ چاہیے اور وہ بچہ دینے سے انکار کر رہا ہے۔"

فرنانڈس نے کہا "آپ فکر نہ کریں۔ میں اسے اپنے شکنجے میں لے کر آپ کی فرماں برداری پر مجبور کر دوں گا۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہے ہو۔ اس کے ساتھ فرہاد علی تیمور کی بیٹی ہے۔ وہ اپنی ماں سونیا کی طرح مکار اور خطرناک ہے۔ وہ ابھی فرمان کی حفاظت کر رہی تھی لیکن میرے غلاموں نے فرمان کو بے ہوش کر دیا ہے۔ اسے بے ہوشی کی حالت میں لال کوٹھی پہنچا رہے ہیں۔ تم فوراً ڈاکٹر زبیر کو ساتھ لے کر جاؤ۔ اس سے کہو کہ وہ فرمان کے ہوش میں آتے ہی اسے کوما میں پہنچا دے۔ اس طرح اعلیٰ بی بی کبھی اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکے گی۔"

وہ بولا "میں ابھی جا رہا ہوں۔ آپ میرے دماغ میں رہ کر یہ معلوم کرتی رہیں کہ میں کس طرح فرمان کو اس کی محبوبہ سے دور کر رہا ہوں۔"

"میں تم سے فون کے ذریعے رابطہ کرتی رہوں گی۔ فی الحال خیال خوانی نہیں کروں گی۔"

فرنانڈس نے اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا آپ بہت زیادہ کمزوری محسوس کر رہی ہیں؟"

وہ پریشان ہو کر بولی "ہاں۔ پتا نہیں۔ مجھ پر منتروں کا اثر کیوں نہیں ہو رہا ہے؟ میں صبح سے شام تک منتر پڑھتی رہتی ہوں پھر بھی توانائی حاصل نہیں ہو رہی ہے۔ کمزوری بڑھتی جا رہی ہے۔ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میں ڈوب رہی ہوں۔"

وہ بولا "آپ اس قدر کمزوری کے باعث خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہی ہیں۔"

"آہ! میں بہت مجبور ہو گئی ہوں۔ ابھی میں نے اپنے غلاموں سے فون پر گفتگو کی تھی۔ پہلے خیال خوانی کی کوشش کی تو ناکام رہی۔ تم اب جاؤ میں تم سے بھی فون کے ذریعے معلومات حاصل کرتی رہوں گی۔"

"میں ابھی آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا لیکن ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے بتایا تھا کہ آپ نے کسی حد تک فرہاد علی تیمور کا سراغ لگایا ہے لیکن کوئی انجانا جادوگر آپ کے راستے میں رکاوٹ بن رہا ہے۔"

"ہاں۔ مجھے کچھ توانائی حاصل ہو گی تو میں اس رکاوٹ کو دور کر دوں گی۔ فرہاد تک پہنچ کر اسے اپنے طلسمی شکنجے میں لے آؤں گی۔ یہ باتیں بعد میں بھی ہو سکتی ہیں۔ تم ابھی جاؤ۔"

"میڈم! یہ باتیں ابھی بہت ضروری ہیں۔ میں اعلیٰ بی بی کی کوئی بہت بڑی کمزوری اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتا ہوں۔ فی الحال اس کی کمزوری اس کا باپ ہے۔ جب میں اسے یہ بتاؤں گا کہ اس کا باپ مجھے مل گیا ہے اور وہ میرے شکنجے میں ہے۔ تب وہ میرے سامنے دم نہیں مارے گی میری فرماں بردار بن کر رہے گی۔"

بنت عمارہ نے کہا "وہ تمہاری نہیں، میری معمولہ بن کر رہے گی تو میرے لیے ایک ناجائز بچے کو جنم دینے پر مجبور ہو جائے گی۔"

"آپ اس قابل نہیں رہیں کہ اسے اپنی معمولہ بنا سکیں۔ آپ کی جسمانی اور دماغی کمزوری بڑھتی جا رہی ہے۔ یہ بھول جائیں کہ آپ توانائی حاصل کر سکیں گے۔ آپ اپنے سارے کام مجھے سونپ دیں۔ میں آپ کو بوڑھی سے جوان اور کمزور سے توانا بناؤں گا۔"

وہ شکست خوردہ انداز میں بولی "بے شک اب میں اعلیٰ بی بی سے تنہا نہیں لڑ سکوں گی۔ تم میرے لیے اسے ایک ناجائز بچہ پیدا کرنے پر مجبور کر سکو گے۔"

"تو پھر آپ مجھے اعلیٰ بی بی کی کمزوری بتائیں۔ اس کا باپ کہاں گم ہو گیا ہے؟ وہ مجھے کہاں مل سکتا ہے؟"

وہ بولی "میرے علم نے مجھے بتایا ہے کہ فرہاد علی تیمور کو مشرق کی طرف جا کر تلاش کیا جا سکتا ہے۔ یہاں سے مشرق کی طرف ایشیا ہے۔ دنیا کے نقشے میں یہاں سے دیکھا جائے تو مشرق کی طرف پہلا ملک ہندوستان ہے پھر اس کے بعد مشرق بعید کے بہت سے ممالک ہیں۔"

وہ چند لمحوں تک چپ رہی پھر بولی "میں نے منتروں کا جاپ کرنے کے دوران میں ایک انجانی سی رکاوٹ محسوس کی ہے۔ اگر وہ رکاوٹ نہ ہوتی تو میں معلوم کر لیتی کہ وہ کہاں موجود ہے۔"

فرنانڈس نے کہا "میں ابھی فرمان کو کوما میں پہنچانے جا رہا ہوں۔ اس کے بعد یہاں واپس آؤں گا۔ آپ میری رہنمائی کریں گی کہ کس طرح اس ایک رکاوٹ کو دور کر کے بعد فرہاد علی تیمور تک پہنچا جا سکتا ہے۔"

اعلیٰ بی بی بڑی خاموشی سے بنت عمارہ کے اندر رہ کر ان دونوں کی باتیں سن رہی تھی۔ اس کے لیے یہ بات اطمینان بخش تھی کہ وہ بڑھیا کمزوری کے باعث خیال خوانی کے قابل نہیں رہی ہے۔ وہ آئندہ اس کے اور فرمان کے دماغوں میں نہیں آ سکے گی۔ فی الحال ایک ہی پریشانی تھی کہ فرمان ان کا قیدی بن گیا تھا اور وہ بڑھیا فرمان کو اس سے دور کرنے کے لیے اسے کوما میں پہنچانا چاہتی تھی۔

ابھی اعلیٰ بی بی کا اہم مسئلہ یہی تھا کہ فرمان کو کوما میں جانے سے کس طرح بچا سکتی ہے۔ کوما کو آدھی موت کہنا چاہیے۔ ایک انجکشن کے ذریعے اچھے بھلے چلتے پھرتے آدمی کو سر سے پاؤں تک بے بس بنا دیا جاتا ہے۔ وہ ایک ذرا سی حرکت کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ وہ ایک مردے کی طرح بستر پر چاروں شانے چت پڑا سامنے والی دیوار کو دیکھتا رہتا ہے۔ اس میں اتنی سکت بھی نہیں رہتی کہ وہ دیدے گھما کر دائیں بائیں دیکھ سکے۔ دماغ کچھ سوچنے کے قابل نہیں رہتا۔ کوئی بھی خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر آ کر اسے دماغی طور پر بیدار نہیں کر سکتا۔

وہ نہ سن سکتا ہے، نہ سوچ سکتا ہے۔ نہ بول سکتا ہے نہ منہ کھول کر کچھ کھا پی سکتا ہے۔ اس کے اندر انجکشن کے ذریعے خوراک پہنچائی جاتی ہے۔ اگر وہ فرمان کو کوما میں پہنچا دیتے تو اعلیٰ بی بی پھر اس سے کسی طرح بھی رابطہ کرنے کے قابل نہ رہتی اسے ان کے شکنجے سے نکالنے کی ہر تدبیر ناکام ہوتی رہتی۔

وہ بنت عمارہ کے دماغ سے نکل کر فرنانڈس کے اندر پہنچ گئی۔ فرنانڈس آدھے گھنٹے بعد ڈاکٹر زبیر کے پاس پہنچ گیا۔ اس سے بولا "میڈم عمارہ کو تمہاری خدمات کی ضرورت ہے۔"

ڈاکٹر زبیر نے کہا "میں اس وقت اسپتال جا رہا تھا لیکن میڈم کے لیے تو جان بھی حاضر ہے۔ میں ان سے جتنی رقم مانگتا ہوں وہ اس سے زیادہ دیتی ہیں بولو کیا کام ہے؟"

"تم ابھی میرے ساتھ لال کوٹھی چلو گے۔ تم میڈم کے منہ بولے بیٹے فرمان کو جانتے ہو۔ وہ فرمان نافرمان ہو گیا ہے۔ اسے بے ہوشی کی حالت میں لایا جا رہا ہے۔ جب وہ ہوش میں آ جائے تو تم اسے کوما میں پہنچا دو گے۔"

اعلیٰ بی بی ڈاکٹر زبیر کے اندر پہنچ گئی تھی۔ اس کے

خیالات پڑھ رہی تھی۔ وہ ڈاکٹر رشوت خور تھا دولت کمانے کے لیے کسی کا حمل گرا دیتا تھا، کسی کا دل، گردے اور آنکھیں غیر قانونی طور پر حاصل کرکے ایسے ضرورت مندوں کو فیض پہنچاتا تھا جو اسے زیادہ سے رقم دیتے تھے۔ اس نے فرنانڈس سے کہا "تم یہاں بیٹھو۔ میں کوما کے سلسلے میں ضروری دوائیں اپنے بیگ میں رکھ لوں پھر ہم چلیں گے۔"

اس نے کہا "وہ بری طرح زخمی ہے۔ اسے دو گولیاں لگی ہیں۔ اس کی مرہم پٹی کے لیے بھی ضروری دوائیں اور انجکشن رکھ لو۔"

وہ دوسرے کمرے میں آیا وہاں دواؤں کا اسٹاک رکھا ہوا تھا۔ وہ ضروری دوائیں نکال کر بیگ میں رکھنے لگا۔ ایک انجکشن کی شیشی اٹھاتے وقت اس کے خیالات نے کہا "یہ انجکشن بڑا موثر ہے۔ یہ کم از کم پچاس گھنٹوں تک فرمان کو نیم مردہ بنا کر رکھے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمالیا تھا اس نے اعلیٰ بی بی کی مرضی کے مطابق اس شیشی پر لگے ہوئے لیبل کو الگ کیا پھر اس لیبل کو دوسرے انجکشن کی شیشی پر چپکا دیا۔ اس شیشی میں ایسی دوا تھی جو مریض کو سکون سے سلا دیتی اور اسے کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچاتی۔

اس نے ڈاکٹر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر سوچا "یہ ابھی مجھے ایک لمحے کے لیے کیا ہوگیا تھا؟"

اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی انجکشن کی شیشی کو دیکھا۔ اس شیشی کا لیبل بتا رہا تھا کہ اس میں وہی دوا ہے جو فرمان کو کوما میں پہنچا دے گی۔ اس نے خود کو سمجھایا "مجھے کچھ نہیں ہوا تھا میں نے ابھی یہ شیشی بیگ میں رکھنے کے لیے اٹھائی تھی اور یہ میرے ہاتھ میں ہے۔ پتا نہیں کیوں کبھی کبھی ایسا لگتا ہے جیسے ہم بیٹھے بیٹھے کہیں کھو گئے ہوں۔ ہم چند ساعتوں کے لیے ایسے گم ہوجاتے ہیں کہ ہمیں اپنی کوئی خبر نہیں ہوتی۔"

اس نے وہ شیشی بیگ میں رکھ لی۔ اعلیٰ بی بی مطمئن ہوگئی۔ اب یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ ان دشمنوں کے دماغوں میں مسلسل رہتی۔ اسے دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری تھا۔ وہ ڈاکٹر زبیر کے دماغ سے واپس آگئی۔ اس کے اپنے مسائل بھی تھے۔ اس وقت وہ گھنے جنگل میں تھی۔ شام کے سائے پھیل رہے تھے۔ ایک آدھ گھنٹے بعد رات کی تاریکی پھیلنے والی تھی پھر اسے وہاں کچھ دکھائی نہ دیتا۔ وہ ایک اندھی کی طرح دوسری صبح تک بھٹکتی رہتی۔

ابھی دن کی ہلکی ہلکی سی روشنی تھی۔ دور تک بڑے بڑے سایہ دار درخت اور گھنی جھاڑیاں تھیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس سمت جانے سے وہ کسی انسانی آبادی تک پہنچ سکے گی؟

اس نے ذہانت سے سوچا۔ چاروں طرف توجہ سے دیکھا تو ایک سمت گہرے سائے حد نظر تک تھے۔ دوسری طرف دن کی دم توڑتی ہوئی روشنی کہہ رہی تھی کہ وہ بھی ایک آدھ گھنٹے میں بجھنے والی ہے۔ ذہانت نے سمجھایا جہاں دم توڑتی ہوئی بجھتی ہوئی سی روشنی ہے وہاں یقیناً سورج ڈوبنے والا ہے اور وہ مغربی سمت ہے۔

وہ مغرب کی سمت رخ کرکے کھڑی ہوگئی۔ اس کے دائیں طرف شمال اور بائیں طرف جنوب تھا۔ جنوب کی طرف اس جنگل کے اختتام پر دریائے نیل بہہ رہا تھا۔ شمال کی طرف فرمان کا وہ کاٹیج تھا جہاں دشمنوں نے ان پر حملے کیے تھے۔

وہ شمال کی طرف تیزی سے دوڑنے لگی۔ وہ دن کی آخری روشنی بجھنے سے پہلے اس کاٹیج تک یا کسی انسانی آبادی تک پہنچنا چاہتی تھی۔ بنت عمارہ کا خیال تھا کہ وہ جنگل ایک بھول بھلیاں ہے۔ اعلیٰ بی بی تمام رات تاریکی میں بھٹکتی رہے گی۔ جنگلی درندوں اور زہریلے سانپوں سے بچ کر واپس نہیں آسکے گی لیکن وہ اپنی ذہانت سے بچاؤ کا راستہ نکال چکی تھی۔ تیزی سے ایک ہی سمت میں دوڑتی چلی جارہی تھی۔ اس نے طے کرلیا تھا کہ دائیں بائیں کہیں نہیں مڑے گی۔ اس کے راستے میں درخت اور جھاڑیاں آرہی تھیں وہ جھاڑیوں کے اس پار جانے کے لیے دائیں یا بائیں جتنے قدم مڑتی تھی ان جھاڑیوں کو پار کرنے کے بعد پھر اتنے ہی قدم واپس آجاتی تھی اس طرح پھر شمال کی سمت دوڑنے لگتی تھی۔

اسے صرف آدھے گھنٹے تک مسلسل دوڑنا پڑا آخر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو ہی گئی۔ رات کی تاریکی پھیلتے پھیلتے وہ اس پختہ سڑک پر پہنچ گئی جس کے دوسری طرف دور تک کھیت ہی کھیت دکھائی دے رہے تھے۔ وہ فرمان کے ساتھ اسی راستے پر چلتی ہوئی کاٹیج تک گئی تھی۔ وہ کاٹیج اور وہ بستی دور تک نظر نہیں آرہی تھی۔ اندھیرا پھیل چکا تھا۔ وہ دور تک دیکھ بھی نہیں سکتی تھی۔

ایک اندازہ تھا کہ وہ کاٹیج یا بستی کے قریب ہے۔ وہ ایک آدھ گھنٹے تک پختہ سڑک پر چلتی رہے گی تو انسانی آبادی تک پہنچ جائے گی۔

وہ سڑک پر چلتی ہوئی خیال خوانی کے ذریعے فرنانڈس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ ڈاکٹر زبیر نے فرمان کو ایک انجکشن لگایا تھا۔ جس کے بعد وہ ساکت ہوگیا ہے۔ اب وہ اپنی مرضی سے ایک ذرا بھی جنبش نہیں کرسکے گا۔

وہ یہ خیالات پڑھ کر فرمان کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ کوما میں نہیں تھا۔ انجکشن تبدیل کرنے کے نتیجے میں اسے کوما سے نجات ملی تھی اس وقت وہ گہری نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔

اس کے خوابیدہ خیالات نے بتایا کہ اس نے ہوش میں آنے کے بعد خود کو ایک کمرے میں پایا تھا۔ اس کے آس پاس فرنانڈس اور ڈاکٹر زبیر کو کھڑے ہوئے تھے۔ فرنانڈس نے مسکرا کر اس سے کہا تھا "فرمان! ہمارے درمیان اچھے تعلقات رہے ہیں لیکن فی الحال میں تمہارے کسی کام نہیں آسکوں گا۔ تمہیں زیادہ دیر ہوش میں نہیں رکھا جاسکتا۔ تمہاری چاہنے والی یقیناً تمہارے دماغ میں ہوگی اور تمہیں بچانے کی تدبیر کررہی ہوگی مگر افسوس اس بے چاری کو مایوسی ہوگی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ڈاکٹر نے اس کے بازو میں ایک انجکشن لگایا۔ وہ زخمی ہونے کے باعث پہلے ہی کمزور تھا۔ نیند کے انجکشن نے فوراً اثر دکھایا اور وہ گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

اعلیٰ بی بی نے اسے مخاطب کیا "فرمان! تم خواب کی اسکرین پر مجھے دیکھ رہے ہو۔ مجھے دیکھو۔ کیا میں نظر آرہی ہوں؟"

اس کی خوابیدہ سوچ نے کہا "ہاں۔ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ تم کہاں ہو؟ میں تنہا رہ گیا ہوں۔ میرے پاس آجاؤ۔"

"میں تمہارے پاس ہوں۔ یہ کبھی نہ سوچو کہ میں تمہیں بے یارومددگار چھوڑ دوں گی۔ بنت عمارہ، فرنانڈس اور ڈاکٹر زبیر تمہیں کوما میں پہنچانا چاہتے تھے تاکہ تم جسمانی اور دماغی طور پر نیم مردہ ہوجاؤ۔ تمہاری سوچ کی لہریں سوجائیں اور میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے کام نہ آسکوں۔"

وہ بولا "میں کوما میں جانے کے بعد ایک مردے سے بھی بدتر ہوجاؤں گا۔ کیا تم نے میرے بچاؤ کی کوئی تدبیر سوچی ہے؟"

"میں اپنی تدبیر پر عمل کرچکی ہوں۔ ڈاکٹر زبیر جس انجکشن کے ذریعے تمہیں کوما میں پہنچانا چاہتا تھا۔ میں نے وہ انجکشن بدل دیا ہے۔ وہ دھوکا کھا گیا ہے تمہیں نیند کا انجکشن لگا کر یہ سمجھ رہا ہے کہ تم کوما میں پہنچ گئے ہو۔"

"او۔ تھینک یو اعلیٰ بی بی! تم بہت باکمال ہو۔ تم نے ان کی ایک بہت اہم چال کو ناکام بنا دیا ہے۔"

"تمہیں جو انجکشن لگایا گیا ہے اس کے نتیجے میں چند گھنٹے تک سوتے رہو گے لیکن آنکھ کھلتے ہی دشمنوں پر یہ بھید کھل جائے گا کہ تم کوما میں نہیں ہو۔"

وہ بولا "میں خود کو سکتے کی حالت میں رکھوں گا۔ مردہ بن کر پڑا رہوں گا۔ ایک ذرا حرکت نہیں کروں گا۔"

"نہیں فرمان! کوئی بھی زندہ اور متحرک شخص خود کو کئی گھنٹے تک ساکت بنا کر نہیں رکھ سکتا۔ کسی وجہ سے بھی تمہارا جسم ذرا سی بھی حرکت کرے گا تو وہ سمجھ لیں گے کہ ہم انہیں دھوکا دے رہے ہیں۔"

"تو پھر ایک ہی راستہ ہے۔ تم تنویمی عمل کے ذریعے میرے جسم کو بے حس و بے حرکت بنا دو۔"

"میں یہی کرنے والی ہوں۔ اب تم خاموش رہو۔"

وہ اس پر عمل کرنے لگی۔ اسے پوری طرح اپنے زیر اثر لانے کے بعد اس سے پوچھا "کیا تم میرے مطیع اور فرماں بردار ہو؟"

وہ خوابیدہ لہجے میں بولا "ہاں۔ میں تمہارا مطیع اور فرماں بردار ہوں۔"

"میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد بھی تمہاری آنکھیں اسی طرح بند رہیں گی۔ تمہارے جسم کا کوئی حصہ ایک ذرا سی بھی حرکت نہیں کرے گا۔ تمہارے جسم پر کوئی مکھی بیٹھے یا کوئی سانپ رینگتا رہے۔ تب بھی تم حرکت نہیں کرو گے۔ تمہارا ذہن بیرونی اثرات قبول نہیں کرے گا۔ کسی وجہ سے بھی چھینک آئے گی یا کھانسی ہوگی تو تمہارا ذہن نہ اسے قبول کرے گا اور نہ ہی اسے ظاہر کرے گا۔ یہ سب کچھ تمہارے اندر ہی تحلیل ہوکر رہ جائے گا۔"

پھر اس نے کہا "اس طرح تم مصنوعی کوما میں رہو گے۔ نہ بول سکو گے، نہ حرکت کرسکو گے۔ جب خطرہ ٹل جائے گا اور میں حکم دوں گی تو تمہارے اندر سے تمام بے حسی ختم ہوجائے گی پھر تم بستر سے اٹھ جاؤ گے۔ چلنے پھرنے، دوڑنے اور ذہنی قلابازیاں کھانے لگو گے۔"

اس نے تنویمی عمل مکمل کیا پھر اس کے خوابیدہ دماغ سے نکل کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ وہ رات کی تاریکی میں ویران سڑک پر تنہا جارہی تھی۔ فرمان پر تنویمی عمل کرنے کے بعد مطمئن ہورہی تھی۔ سب سے زیادہ اطمینان کی بات تو یہ تھی کہ بنت عمارہ انتہائی کمزوری کے

باعث خیال خوانی کے قابل نہیں رہی تھی۔ اب وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے فرمان کو اپنا معمول اور مطیع نہیں بنا سکتی تھی۔ اس بڑھیا کے پاس ایک ہی راستہ رہ گیا تھا وہ پراسرار علوم کے ذریعے اسے اپنا معمول بنا کر اپنی اہم بات منوا سکتی تھی۔

وہ کالے جادو کے زیر اثر اگر اعلیٰ بی بی کو ایک بچہ پیدا کرنے کے سلسلے میں راضی کرسکتا تھا۔ اعلیٰ بی بی نہ مانتی تو وہ اس پر جبر کرسکتا تھا۔ اکثر عورتیں جبر سے مان جاتی ہیں۔ وہ بھی اس کی بات مان سکتی تھی۔

وہ ویران راستے پر جارہی تھی اور اپنے موجودہ حالات پر غور کررہی تھی۔ اب اس کے سامنے دو بڑے چیلنج تھے۔ ایک تو یہ کہ وہ میرا سراغ لگائے۔ اسے اس حد تک معلوم ہوگیا تھا کہ میں مشرق کی طرف ایشیا کے کسی ملک میں ہوں۔

فرنانڈس نے کہا تھا کہ وہ بنت عمارہ کی رہنمائی میں کالے جادو کے ذریعے اس نامعلوم رکاوٹ کو دور کرے گا جو کسی دوسرے جادوگر نے ان کے راستے میں حائل کی ہوئی ہے۔ وہ رکاوٹ دور ہوتے ہی صاف پتا چل جائے گا کہ میں کس ملک کے کس علاقے میں موجود ہوں۔

اعلیٰ بی بی اسی بات کی منتظر تھی کہ دوسرے دن بنت عمارہ اور فرنانڈس یہ کالا عمل کریں وہ اس نادیدہ رکاوٹ کو دور کریں پھر وہ ان کے خیالات پڑھ کر میرا پتا معلوم کرلے۔ اس کے آگے دوسرا بڑا چیلنج یہ تھا کہ وہ کس طرح بنت عمارہ اور فرنانڈس کی طلسمی قوتوں کو خاک میں ملا کر فرمان کو ان کے شکنجے سے رہائی دلوائے گی۔

○☆○

انیتا سکینہ بہت خوب تھی۔ سولہ برس کی چھوکری تھی اور اس سولہ برس کے پیچھے ایک سو دس برس کی بڑھیا چھپی ہوئی تھی۔ میں جزیرہ کلیانی کے ساحل پر تھا وہیں اس سے پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ پچھلی رات پوجا نے اپنی وچ ڈاکٹر دادی ماں عرف انیتا سکینہ کو یہ بتایا تھا کہ میں اس کی طرف مائل نہیں ہورہا ہوں۔ اس محل کی ایک داسی ثمرن کا دیوانہ بن گیا ہوں۔

پوجا اور اس کی دادی ماں انیتا سکینہ کی پلاننگ یہ تھی کہ پوجا مجھے پہلے اپنا منگیتر اور پھر اپنا پتی دیو بنا کر رکھے۔ اس طرح میں اس کے جزیرے کا محافظ بن کر رہوں گا اور اس کے تحفظ کے لیے بھارتی فوج سے لڑتا رہوں گا۔ دوسرے لفظوں میں پوجا مجھے اپنا شوہر نہیں باڈی گارڈ بنا کر رکھنا چاہتی تھی۔

میں نے ثمرن کو پوجا پر ترجیح دے کر غلطی نہیں کی تھی۔ ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ پوجا خود غرض تھی۔ اس نے دادی ماں کے کالے علوم کے ذریعے مجھ سے میری پچھلی زندگی چھین لی تھی۔ مجھے اپنے لہو کے رشتوں سے دور کردیا تھا۔ میں سب کو بھول چکا تھا کبھی کسی کو یاد کرنے اور پہچاننے کے قابل نہیں رہا تھا۔

اس کے برعکس ثمرن وفادار تھی۔ مجھے میری پچھلی زندگی یاد دلانا چاہتی تھی اس نے بڑی کوششوں کے بعد ٹینا کی ڈائری حاصل کی تھی۔ اس ڈائری میں میری اصلیت لکھی ہوئی تھی۔ میں نے ثمرن کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا تھا کہ اس ڈائری میں میرا نام لکھا ہوا ہے اور یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ کس طرح مجھے ٹریپ کرنے کے بعد کالے عمل کے ذریعے میرا برین واش کرکے مجھے اس جزیرے پر پہنچایا گیا ہے۔

جب اس کی دادی ماں کو پتا چلا کہ میں اس کی پوتی کو چھوڑ کر ثمرن کا دیوانہ ہوگیا ہوں تو وہ اپنے حسن و شباب کا جادو جگانے کے لیے اس جزیرے میں میرے سامنے آگئی۔ ساحل پر پہلی ملاقات میں ہی اس نے یہ جتلانے کی کوشش کی کہ وہ پوجا کی رازدار سہیلی ہے اور میں پوجا کا منگیتر ہونے کے باوجود اس کے ساتھ بھی چوری چھپے راتیں گزارتا رہا ہوں۔ وہ سمجھانے کی کوشش کررہی تھی کہ میں پوجا اور ثمرن سے بھی زیادہ اس کا دیوانہ ہوں۔ حافظہ کمزور ہونے کے باعث اسے بھول رہا ہوں۔

وہ ہمارے ساتھ محل میں رہنے آئی تھی۔ میرے ساتھ آکر گاڑی میں بیٹھ گئی۔ جس طرح اس نے میرا برین واش کیا تھا اس کے نتیجے میں میری یادداشت کبھی واپس نہ آتی۔ میں کبھی خود کو پہچان نہ پاتا لیکن بھلا ہو ثمرن کا' اس نے ایک ڈائری کے ذریعے کسی حد تک مجھ سے میری پہچان کرا دی تھی۔ میں گاڑی اسٹارٹ کرکے محل کی طرف جانے لگا۔ وہ اگلی سیٹ پر مجھ سے لگی اپنے بدن کی حرارت پہنچا رہی تھی۔ اس نے کہا "سیدھے محل میں نہ چلو۔ جزیرے کے چاروں طرف ساحلی سڑک پر چلتے رہو۔ بہت دنوں بعد ہماری ملاقات ہورہی ہے۔ میں زیادہ سے زیادہ وقت تمہارے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں۔"

میں ساحلی سڑک پر سست رفتار سے ڈرائیو کرنے لگا۔ میں نے کہا "مجھے یاد نہیں آرہا ہے کہ میں نے پہلے کبھی تمہیں دیکھا ہے لیکن تم اس قدر بے تکلف ہورہی ہو۔ جیسے برسوں کی پہچان ہو۔"

"تمہیں میری بات کا یقین نہیں آرہا ہے۔ ہم اس قدر بے تکلف ہوچکے تھے کہ تم کئی راتیں میرے ساتھ گزارتے رہے۔ جب تمہاری خیال خوانی کی صلاحیتیں واپس آئیں گی اور تم میرے خیالات پڑھو گے تو میرے اندر کی سچی باتیں تمہیں معلوم ہوں گی۔ تم میرے اس قدر دیوانے ہو کہ تم نے پوجا کو چھوڑنے اور مجھ سے شادی کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔"

"تعجب ہے۔ میں اتنی ساری اہم باتیں بھول چکا ہوں۔ ویسے تم اس جزیرے میں کب تک رہو گی اور رہو گی تو کیا پھر وہی گڑبڑ کرو گی۔"

اس نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا "کیسی گڑبڑ؟"

"تمہارے بیان کے مطابق تم میرے ساتھ راتیں گزار چکی ہو۔ کیا یہاں بھی پوجا سے چھپ کر مجھ سے ملتی رہو گی؟"

وہ مسکرا کر بولی "پوجا سے چھپنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ جب اسے یہ معلوم ہوگا کہ تم اس کے نہیں میرے دیوانے ہو تو پھر وہ تم سے دستبردار ہوجائے گی پھر میں تم سے شادی کروں گی اور محل میں تمہارے ساتھ رہا کروں گی۔"

"لیکن میں تم سے شادی نہیں کروں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "کیوں مذاق کرتے ہو؟"

"مذاق تو تم اور پوجا کررہی ہو۔ تم دونوں میں سے کوئی ایک مجھے حاصل کرنا چاہتی ہو۔ تمہیں اس بات کی پروا نہیں ہے کہ میں کیا چاہتا ہوں۔"

"تم بولو۔ کیا چاہتے ہو؟"

پوجا کو معلوم ہے اس محل میں ثمرن نامی ایک بہت ہی خوب صورت لڑکی ہے۔ میں اسے دل و جان سے چاہتا ہوں۔"

"چھی چھی۔ کتنے چھوٹے خیالات ہیں تمہارے۔ تم ایک محل کی مہارانی کو چھوڑ کر ایک داسی کو گلے لگا رہے ہو۔ ہماری عزت اور شان و شوکت کا تو خیال کرو۔"

"تمہاری اور پوجا کی عزت اور شان و شوکت اس طرح برقرار رہ سکتی ہے کہ میں ثمرن کو لے کر یہاں سے چلا جاؤں۔"

وہ تڑپ کر بولی "کیا بکواس کررہے ہو؟ اس کتیا کی وجہ سے ہمیں چھوڑ کر جاؤ گے۔ تم ہماری انسلٹ کررہے ہو۔"

میں نے ایک جھٹکے سے گاڑی روک دی۔ اس کا سر ڈیش بورڈ سے ٹکرا گیا۔ وہ جھلا کر بولی "یو نان سنس! کیا میری جان لو گے؟"

میں اسے گھور کر دیکھ رہا تھا۔ ڈیش بورڈ سے ٹکرانے کے باعث اس کی پیشانی زخمی ہوگئی تھی۔ لہو بہہ رہا تھا۔ میں نے ناگواری سے کہا "تم نے ابھی کس لہجے میں کہا ہے کہ بکواس نہ کرو؟ کیا میں تمہارے باپ کا نوکر ہوں؟"

مشہور مصنفین کی مشہور کتابیں

روشنی کے مینار
اسلام کے خاموش مبلغوں اولیائے کرام کے دلچسپ اور پُراثر واقعات ضیاء تسنیم بلگرامی کے قلم سے
قیمت -/150 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے

عظمت کے مینار
ضیاء تسنیم بلگرامی کے مضامین کا دوسرا مجموعہ
قیمت -/150 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے

ایمان کا سفر
محی الدین نواب کی ۱۰ معاشرتی کہانیوں کا مجموعہ وہ فن پارے' جن کی آپ کو تلاش ہے۔
قیمت -/150 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے

کچرا گھر
محی الدین نواب کی کہانیوں کا دوسرا مجموعہ جسے آپ آنکھوں سے نہیں دل سے پڑھیں گے۔
قیمت -/100 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے

آدھا چہرہ
محی الدین نواب کا پہلا طویل معاشرتی ناول ان لوگوں کے لیے ایک تازیانہ جو پاکیزگی کے لبادے میں اپنا اصل چہرہ چھپا کر رکھتے ہیں
قیمت -/250 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے

کالی کہانیاں
جرائم' جادو' شیطان ازم' ارواح' طنز و مزاح' اسرار و خوف' سسپنس اور تجسس پر مبنی ۲۰۱ کہانیاں
قیمت -/30 روپے ڈاک خرچ -/23 روپے

نک ویلوٹ کی چوریاں
مشہور چور نک ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں گراں قدر معاوضے پر چراتا ہے
دو حصے۔ قیمت فی حصہ -/50 روپے
قیمت -/50 روپے ڈاک خرچ -/23 روپے

-/200 روپے کی کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف
یہ رعایت پیشگی منی آرڈر ارسال کرنے پر ہی حاصل ہوگی

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 6802562-6895313 فیکس: 6802551

اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ بولی "سوری۔ تم ایک داسی کو ہم پر ترجیح دے رہے ہو۔ اس لیے مجھے غصہ آگیا تھا۔"

وہ اپنے بیگ میں سے ایک ٹشو پیپر نکال کر پیشانی سے بہتے ہوئے لہو کو پونچھنے لگی۔ میں نے حیرانی سے دیکھا۔ اس کی پیشانی پر جہاں زخم آیا تھا وہ زخم بھر گیا تھا۔ وہ ایسے مٹ گیا تھا جیسے وہاں کبھی چوٹ ہی نہ لگی ہو۔ اس نے ایک بے بی مرر میں اپنے چہرے کو دیکھتے ہوئے لہو کو پونچھ لیا تھا۔ چہرہ اور پیشانی پہلے کی طرح صاف و شفاف ہوگئی تھی۔ میں نے کہا "ابھی تمہیں چوٹ لگی تھی۔ پیشانی پر زخم کا نشان تھا۔ اب نظر نہیں آرہا ہے۔"

وہ ہنسنے لگی پھر بولی "تمہارا حافظہ بہت ہی کمزور ہوگیا ہے۔ تم سب کچھ بھول گئے ہو۔ یہ بھی یاد نہیں ہے کہ میں پیدائشی طور پر ایک غیر معمولی لڑکی ہوں۔ میرے جسم پر کہیں بھی چوٹ لگے تو وہ زخم چند سیکنڈ میں بھر جاتا ہے۔"

وہ مجھ سے چھپا رہی تھی۔ یہ نہیں بتانا چاہتی تھی کہ اسے کالے جادو میں مہارت حاصل ہے۔ میں نے گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا "تمہارے اندر اور کون سی غیر معمولی صلاحیت ہے؟"

"میری ایک عادت ہے۔ میں اپنے کسی بھی مخالف کو برداشت نہیں کرتی۔ میری بددعا میں بڑی تاثیر ہے۔ جب میں اس کے خلاف پرارتھنا کرتی ہوں تو وہ مصیبتوں میں مبتلا ہوجاتا ہے اور تڑپ تڑپ کر مرجاتا ہے۔"

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں تم سے محبت کروں۔ تمہاری محبت کی مخالفت نہ کروں اگر تمہاری مخالفت مول لے کر ثمرن سے پیار کرتا رہوں گا تو تمہاری بددعا مجھے مار ڈالے گی۔ صاف کیوں نہیں کہتیں کہ تم کالا جادو جانتی ہو۔"

"چلو یہی سمجھ لو اور یہ بھی اچھی طرح سمجھ لو کہ میرے کالے جادو سے تمہیں نقصان نہیں پہنچے گا۔ البتہ ثمرن زندہ نہیں رہے گی۔"

میں نے گاڑی کی رفتار سست کردی۔ سوچ میں پڑگیا۔ میری وجہ سے کسی وقت بھی ثمرن کی جان جاسکتی تھی۔ میں نے کہا "کیا ہمارے درمیان سمجھوتا نہیں ہوسکتا؟ مجھ سے عشق و محبت کا ناٹک نہ کرو۔ صاف صاف بولو میری ذات سے کیا فائدہ اٹھانا چاہتی ہو اور میں صاف صاف کہتا ہوں کہ ثمرن محفوظ رہے گی تو تم اور پوجا میری ذات سے فائدہ اٹھا سکو گی۔ اگر اسے نقصان پہنچے گا تو پھر سمجھ لو میں اس پورے جزیرے کو سمندر میں ڈبو کر رکھ دوں گا۔"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا پھر کہا "م
چاہتی ہوں۔ تم ہمارے بن کر رہو اور اس جزیرے سے
نہ جاؤ۔"

"اگر ثمرن میرے ساتھ زندہ سلامت رہے گی تو م
اس جزیرے میں رہوں گا۔ ورنہ یہاں سے چلا جاؤں گا کہ
تمہارا کالا جادو بھی مجھے روک نہیں سکے گا۔"

"تم اس جزیرے کی سلامتی کے لیے انڈین آرمی
لڑتے رہو گے تو ثمرن کو کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"کیا اس بات کی ضمانت دو گی کہ ثمرن کو کوئی حادثہ پی
نہیں آئے گا۔ وہ اچانک کسی بیماری سے نہیں مرے گی؟"

"میں یہ ضمانت کیسے دے سکتی ہوں؟ ثمرن کو' پوجا کو
مجھ کو کہیں بھی کوئی حادثہ پیش آسکتا ہے۔ ہم میں سے کسی
بھی اچانک کوئی بیماری لگ سکتی ہے۔ یہ تو قدرتی معاملات
ہیں۔"

"کالا جادو جاننے والوں کی سب سے بڑی شیطانیت یہ
ہوتی ہے کہ وہ قدرتی معاملات میں مداخلت کرتے ہیں۔ میں
نادان نہیں ہوں۔ تم درپردہ اپنے کسی کالے عمل سے ثمرن
بیمار بنا سکتی ہو۔ اسے اندر ہی اندر اذیتوں میں مبتلا کر
مار سکتی ہو۔"

"شبہ کرو گے تو سمجھوتا نہیں ہوسکے گا۔ ہمیں ایک
دوسرے پر بھروسا کرنا ہی ہوگا۔ مجھ پر بھروسا کرو میں ثمرن
کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔"

میں نے ایک گھاٹ کے قریب گاڑی روک لی۔ وہاں
ساحل پر کئی موٹر بوٹس تھیں۔ اس نے پوچھا "گاڑی کیوں
روک دی؟"

میں نے کہا "میں سمندر کی سیر کرنے کے لیے یہاں آیا
تھا۔ ارادہ تھا ایک موٹر بوٹ میں دور تک جاؤں گا لیکن
تمہیں دیکھ کر اپنا ارادہ بھول گیا تھا۔ تم بولو۔ تمہارا کیا ارادہ
ہے؟ میرے ساتھ سمندر کی سیر کرو گی؟"

وہ مسکرا کر بولی "تمہارے ساتھ تو میں جہنم کی بھی سیر
کرسکتی ہوں۔"

ہم گاڑی سے اتر کر ایک موٹر بوٹ کے پاس آئے
ساحل پر کھڑے ہوئے ملاح اور بوٹ ڈرائیور ہمیں دیکھ کر
سلام کرنے لگے۔ وہ سب پوجا کے ملازم تھے۔ میں نے ایک
ڈرائیور سے کہا "ہم اس بوٹ پر سمندر میں جائیں گے
تمہاری ضرورت نہیں ہے۔"

وہ میرے ساتھ بوٹ پر سوار ہوگئی۔ میں نے انجن کو
اسٹارٹ کیا پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا کھلے سمندر کی طرف جانے لگا۔ وہ بولی "تم اپنی پچھلی زندگی بھول گئے ہو لیکن تمہیں اپنی تمام صلاحیتیں یاد ہیں۔ تم یہ موٹر بوٹ تو کیا ہیلی کاپٹر اور ہوائی جہاز بھی اڑا سکتے ہو۔"

میں اس سے باتوں کے دوران میں اس کے خیالات بھی پڑھتا جا رہا تھا۔ وہ اور پوجا پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی تھیں۔ اس کے باوجود اس دادی ماں نے اپنے اور پوجا کے چور خیالات کے خانوں کو مقفل کردیا تھا اور اپنے دماغوں پر یہ ہدایات نقش کردی تھیں کہ میں کسی روک ٹوک کے بغیر ان کے دماغوں میں آکر ان کے عام خیالات پڑھ سکوں گا۔ جو خاص اور خفیہ خیالات ہوں گے وہ ان کے دماغوں کے چور خانوں میں محفوظ رہیں گے۔

اس کے موجودہ عام خیالات بتا رہے تھے کہ وہ فی الحال مجھ سے سمجھوتا کررہی ہے لیکن ایک داسی ان کے غرور اور ان کی برتری کو ٹھیس پہنچا رہی ہے۔ وہ یہ توہین برداشت کررہی تھی اور خود نہیں جانتی تھی کہ کب تک برداشت کرپائے گی۔ ارادے بدل سکتے تھے۔

اس نے پوچھا "تم خاموش کیوں ہو؟ کیا میرے بارے میں کچھ سوچ رہے ہو؟"

"ہاں۔ دادی ماں! تمہارے بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

وہ ایک دم سے چونک کر بولی "تم مجھے دادی ماں کہہ رہے ہو؟"

"ہاں تم دادی اور پوتی خود کو بہت چالاک سمجھتی ہو۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کیا تم ہمارا رشتہ بھی جانتے ہو؟ کیا تمہاری دماغی کمزوری دور ہوگئی ہے؟ کیا تمہاری یادداشت واپس آگئی ہے؟"

"تم اپنے چور خیالات کے خانوں کو لاک کرکے یہ سمجھ رہی تھیں کہ تمہاری حقیقت مجھ سے چھپی رہے گی۔ مجھے کسی حد تک معلوم ہوا ہے کہ تم کالے جادو میں خطرناک حد تک مہارت رکھتی ہو۔ دنیا میں بڑے بڑے شہ زور گزرے ہیں لیکن وہ اپنی تمام شہ زوری اور تمام مہارت کے ساتھ مٹی میں مل گئے۔ تم بھی اپنے تمام کالے جادو کے ساتھ سمندر میں غرق ہوجاؤ۔"

وہ سہم کر بولی "نہیں۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ مجھے گہرے سمندر میں لاکر دھوکا دے رہے ہو۔ میں ابھی اپنے منتروں سے تمہیں جلا کر بھسم کردوں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ کوئی منتر پڑھنے لگی۔ میں نے اس کی گردن دبوچ لی پھر گلا دبایا تو وہ منتر پڑھنے کے قابل نہ رہی۔ کالا جادو جاننے والے ایسے وقت مجبور ہوجاتے ہیں۔ جب انہیں فوری ضرورت کے وقت منتر پڑھنے کا موقع نہیں ملتا۔ اسے بھی یہ موقع نہیں مل رہا تھا۔ وہ خود کو میری گرفت سے چھڑانے کی کوششیں کررہی تھی۔ میں نے اسے زیادہ جدوجہد کرنے کا موقع نہیں دیا۔ اسے دونوں ہاتھوں سے اٹھالیا۔ وہ چیخنے لگی "چھوڑو مجھے چھوڑ دو۔ فرہاد! تم بہت پچھتاؤ گے۔"

میں نے اسے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر اپنے سر سے بلند کیا پھر کہا "میں تو بعد میں پچھتاؤں گا۔ ابھی تم سمندر میں جاؤ۔"

یہ کہتے ہی میں نے اسے سمندر میں پھینک دیا۔ موٹر بوٹ کو واپسی کے لیے موڑ لیا۔ وہ پانی میں ہاتھ پاؤں مار رہی تھی کبھی ڈوب رہی تھی کبھی ابھر رہی تھی۔ میں تیز رفتار موٹر بوٹ میں اس سے دور ہوتا چلا گیا۔ آخری بار میں نے اسے ڈوبتے دیکھا پھر وہ ابھر نہ سکی۔

میں ساحل پر واپس آگیا۔ وہاں دوسرے بوٹس مین اور ساحل پر کام کرنے والے دوسرے لوگوں نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں ایک حسین لڑکی کے ساتھ کھلے سمندر میں گیا تھا اور اب تنہا واپس آیا تھا۔ ان سب کی نظروں میں یہی سوال تھا کہ وہ حسینہ کہاں چلی گئی؟

میں پوجا کے حوالے سے اس جزیرے کا مالک تھا۔ ان سب کا آقا تھا۔ ان کا ان داتا تھا۔ اس لیے وہ مجھ سے کچھ پوچھ نہیں سکتے تھے اور پوچھنا ضروری بھی نہیں تھا۔ صاف سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ میں اسے سمندر میں پھینک آیا ہوں۔

وہاں میری گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ میں اس گاڑی میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتا ہوا محل کی طرف جانے لگا۔ میں اپنی داستان میں ایسے واقعات بھی پیش کرتا رہتا ہوں۔ جو میری غیر موجودگی میں سیکڑوں ہزاروں میل دور رونما ہوتے رہتے ہیں اور یہ واقعات میری بیٹی' بیٹوں اور سونیا کو پیش آتے رہتے ہیں۔ ان واقعات کا علم مجھے بعد میں ہوتا ہے لیکن میں داستان گوئی میں حسن ترتیب کا خیال رکھتے ہوئے اپنے خیالات کے ساتھ ان واقعات کو بیان کرتا رہتا ہوں۔

اس وقت بھی میں نہیں جانتا تھا کہ ساحل پر واپس آنے کے بعد میرے پیچھے سمندر میں کیا ہورہا ہے؟

میں اسے ڈبو چکا تھا۔ سمندر شانت تھا لیکن وہ شانت نہیں تھی۔ ہزاروں فٹ گہرے پانی سے وہ آہستہ آہستہ ابھرنے لگی۔ پانی کی سطح پر گردن تک باہر نکل آئی۔ وہ ڈوبتے وقت سولہ برس کی حسین دوشیزہ تھی۔ وہاں سے ابھرتے وقت ایک سو دس برس کی خبیث بڑھیا دکھائی دے رہی تھی۔

◆◆◆

سونیا میری تلاش میں نکل چکی تھی۔

وہ مجھے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تلاش کرنے کا عزم کر چکی تھی۔ جناب تبریزی نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ جب وہ مجھے تلاش کرتی ہوئی مجھ سے ایک ہزار کلومیٹر کے فاصلے تک پہنچ جائے گی تو اس کے سونگھنے کی غیر معمولی حس بیدار ہو جائے گی۔ وہ میرے جسم کی مخصوص مہک کو سونگھتی ہوئی مجھ تک پہنچ جائے گی۔

دنیا کے ایک سرے پر امریکا ہے، دوسرے سرے پر جاپان، اس نے پلاننگ کی کہ وہ مجھے امریکا سے ڈھونڈنا شروع کرے گی۔ وہاں سے تمام ممالک کے دشوار گزار علاقوں میں جاتی رہے گی۔ اس طرح دنیا کے دوسرے سرے جاپان تک پہنچ جائے گی۔ کسی نہ کسی علاقے میں میری مخصوص مہک اسے ضرور ملے گی۔

پہلے وہ انتہائی شمال میں گرین لینڈ گئی تھی۔ وہاں سال کے بارہ مہینے برف جمی رہتی ہے۔ درخت اور مکانوں پر بھی برف چھائی رہتی ہے۔ دروازوں کے سامنے بیلچوں سے برف ہٹا کر اندر جانے کا راستہ بنایا جاتا ہے۔ وہاں انسانی آبادی کم ہے۔ سونیا نے انتہائی شمال میں پرنس کرسچین لینڈ سے جنوب میں کنگ فریڈرک لینڈ تک مجھے تلاش کیا۔ ہر شہر اور علاقے میں کہیں ایک دن اور کہیں دو چار گھنٹے رہ کر مغرب میں پھیلے ہوئے بے شمار جزیروں میں گھومتی پھرتی رہی۔ سردی ایسی شدید تھی کہ وہ ہوٹل اور گیسٹ ہاؤس میں یا باہر سے آتی تو اس کے اونی اور چرمی لباس پر برف جمی رہتی تھی۔ وہ بد ترین موسم سے لڑتی ہوئی مجھے ڈھونڈ رہی تھی۔

ان برفانی علاقوں میں آئی بینک، کڈنی بینک تقریباً ہر بڑے جزیرے میں ہیں۔ وہاں کی ٹھنڈک میں عطیے کے طور پر حاصل ہونے والی آنکھیں اور گردے کئی گھنٹوں تک محفوظ رہتے ہیں۔ وہاں سے امریکا کی تمام ریاستوں میں یہ عطیات ضرورت مندوں تک پہنچائے جاتے ہیں۔

وکٹوریہ آئی لینڈ پہنچنے کے بعد سونیا کو زکام ہو گیا۔ اس نے بہت عرصے کے بعد برفانی علاقوں میں دن رات گزارے تھے۔ اس لیے کچھ علیل ہو گئی۔ علاج کے لیے ایک اسپتال میں آئی۔ وہاں کے سینئر ڈاکٹر لارسن نے اس کا معائنہ کرتے ہوئے کہا "تم بہت ہی خوب صورت اور اسمارٹ ہو۔ تمہاری عمر کیا ہو گی؟"

وہ مسکرا کر بولی "عورتوں سے ان کی عمر نہیں پوچھنا چاہیے۔ ویسے میں کئی جوان بچوں کی ماں ہوں۔"

"مذاق کر رہی ہو۔ کوئی یقین نہیں کرے گا کہ تم شادی شدہ ہو۔"

"میں کسی کو یقین دلانا بھی نہیں چاہتی۔"

"اگر تم کئی بچوں کی ماں ہو تو تمہاری صحت حیرت ا
ہے۔ کیا تم عینک لگاتی ہو؟ تمہاری دور کی نظر کیسی ہے؟"

"تم دیکھ رہے ہو، میری آنکھوں پر عینک نہیں ہے
نیم تاریکی میں بھی دور تک اپنوں اور غیروں کو پہچان
ہوں۔"

"تمہاری قریب کی نظر کیسی ہے؟ کیا پڑھتے لکھتے
عینک لگاتی ہو؟"

"میں صرف زکام کے لیے دوا لینے آئی ہوں اور تم
سوالات کر رہے ہو، جیسے مجھے کوئی تشویش ناک خفیہ
ہو۔ ویسے میری قریب کی نظر بھی اتنی تیز ہے کہ میں تمہا
مونچھوں میں ایک تنکا دیکھ رہی ہوں۔"

"آئیں۔۔۔؟"

اس نے اپنی مونچھوں پر ہاتھ رکھا پھر دو انگلیوں
انہیں ٹٹولنے لگا۔ سونیا نے ایک انگلی سے اشارہ کرتے ہو
کہا "ادھر نہیں۔ ادھر۔ ہاں۔ ذرا نیچے۔ چور کی داڑھی
تنکا ہوتا ہے، مگر وہ تمہاری مونچھوں میں ہے۔"

وہ تنکا مونچھوں سے نکل آیا۔ وہ حیرانی سے بولا "وا
تمہاری نظریں بہت تیز ہیں۔"

"تمہیں میری آنکھوں سے اتنی دلچسپی کیوں ہے؟"

"میرے اسپتال میں آئی بینک ہے۔ جن لوگوں کی
ہر پہلو سے درست ہوتی ہے۔ میں انہیں ہدایات دیتا ہو
سمجھاتا ہوں کہ انہیں اپنی آنکھوں کا عطیہ دینا چاہیے
یہاں باقاعدہ قانونی طور پر تحریری وصیت لکھائی جاتی
موت کے بعد یہ آنکھیں نکال کر کسی ضرورت مند
جا سکتی ہیں۔"

"میں اپنا دل، اپنی آنکھیں اور اپنے گردے پہلے
ایک اسپتال میں ڈونیٹ کر چکی ہوں۔ میری موت کے
میرے جسم سے یہ سب نکال کر ضرورت مندوں کو دے
جائیں گے۔"

"تم بہت دل والی ہو، انسان دوست ہو۔ میں پہلے
برسوں سے ہوں۔ تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"میں فرانس کی رہنے والی ہوں۔ ایک ساتھی کی تلا
میں نکلی ہوں۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے
اسے تلاش کرنے کا عزم ہے۔"

"پھر تو وہ ساتھی بہت ہی خوش نصیب ہے۔ تمہار
جیسی حسینہ اس کی تلاش میں بھٹک رہی ہے۔ کیا یہاں با
تنہا ہو؟"

"ہاں۔ ہوٹل کارلوس میں ہوں۔ آج طبیعت سنبھل جائے گی تو کل کسی فلائٹ سے الاسکا چلی جاؤں گی۔"

ڈاکٹر نے اسے نسخہ لکھ کر دیتے ہوئے کہا "جانے سے پہلے کیا ایک شام میرے ساتھ گزارو گی؟"

"میں اس جزیرے کی سیر کرنا چاہتی ہوں۔ ہو سکتا ہے، میرا ساتھی یہیں کہیں مل جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ آج شام پانچ بجے ہوٹل میں آؤں گا۔ تمہیں اپنی کار میں لے چلوں گا۔ تم چاہو گی تو ہم ایک حسین رات بھی گزار لیں گے۔"

"سوری! میرے بارے میں اتنی دور تک نہ سوچو۔ ڈنر کے بعد تم گھر جاؤ گے۔"

وہ اسپتال سے باہر آئی پھر ٹیکسی میں بیٹھ اپنے ہوٹل پہنچ گئی۔ وہ جزیرہ ایک ہزار کلومیٹر کے رقبے میں پھیلا ہوا تھا۔ جناب تبریزی نے اس سے کہا تھا کہ میں کہیں ایک ہزار میل کے رقبے میں رہوں گا تو وہ میری بو سونگھ لے گی۔ ایسے ہی وقت اس کے سونگھنے کی حس بیدار ہو جائے گی۔

اس جزیرے میں پہنچنے کے بعد اسے معلوم ہو گیا کہ میں وہاں نہیں ہوں پھر بھی وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر جزیرے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گئی تھی۔ ایک گھنٹے کے اندر یقین ہو گیا کہ میں وہاں نہیں ہوں۔

اس نے اسی وقت ائرپورٹ آکر الاسکا جانے کے لیے معلومات حاصل کیں۔ پتا چلا کل صبح سے پہلے کوئی فلائٹ نہیں ہے۔ اس نے اس فلائٹ میں ایک سیٹ حاصل کر لی تھی۔ اب اسے کل صبح کا انتظار تھا۔ اسے وہ رات جزیرے میں گزارنی تھی۔

وہ ہوٹل میں آکر چوتھے فلور پر جانے کے لیے لفٹ کے اندر آئی۔ وہاں ایک عورت پہلے سے موجود تھی۔ اس کی حالت سے عیاں تھا کہ اس کے یہاں آج کل میں ولادت ہونے والی تھی۔ چوتھے فلور پر پہنچنے تک سونیا نے اسے توجہ سے دیکھا۔ وہ بہت خوب صورت تھی۔ مکمل عورت نہیں لگ رہی تھی۔ بیس بائیس برس کی لڑکی دکھائی دیتی تھی۔ کسی نے وقت سے پہلے اسے ماں بنا دیا تھا۔

لفٹ چوتھے فلور پر رک گئی، دروازہ کھل گیا۔ وہ باہر جاتے جاتے لڑکھڑا گئی۔ سونیا نے اسے تھام لیا۔ اسے لفٹ سے باہر لاتے ہوئے بولی "کس روم میں جاؤ گی؟"

اس نے کمزور سی آواز میں کہا "فور زیرو ایٹ۔"

"اوہ۔ تم میرے ساتھ والے کمرے میں ہو۔ میں فور زیرو نائن میں ہوں۔"

وہ اسے سہارا دے کر کمرے تک لائی۔ اس نے کہا "شکریہ! اب میں چلی جاؤں گی۔"

سونیا نے اس کے ہاتھ سے چابی لے کر کہا "تکلف نہ کرو۔ میں تمہیں بیڈ پر لٹاؤں گی۔ تمہارے آرام کا خیال کروں گی پھر جاؤں گی۔ میری کوئی خاص مصروفیت نہیں ہے۔"

وہ دروازہ کھول کر اس کے ساتھ اندر آئی پھر پوچھا "کیا تم اکیلی ہو؟"

وہ تھکے ہوئے انداز میں بیڈ کے سرے پر بیٹھ کر بولی "ہاں۔ اکیلی ہو گئی ہوں۔"

"تمہارا شوہر کہاں ہے؟"

"الاسکا میں ہے۔ میں کل صبح کی فلائٹ سے جا رہی ہوں۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا "پھر تو الاسکا تک ہمارا ساتھ رہے گا۔ میں بھی اسی فلائٹ سے جانے والی ہوں۔" پھر اس کی طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں پوچھا "ویسے تمہارے ہاں ولادت کب تک متوقع ہے۔ ڈاکٹر کیا کہتے ہیں؟"

"ڈاکٹر کہتے ہیں کہ میں ایک ہفتے تک ماں بن جاؤں گی۔"

"تمہیں تکلیف سے زیادہ پریشانی ہے بلکہ تم خوف زدہ ہو۔"

اس نے چونک کر سونیا کو دیکھا پھر ہچکچاتے ہوئے بولی "نہیں۔۔۔ میں۔۔۔ میں خوف زدہ تو نہیں ہوں۔ مجھے بھلا کس کا ڈر ہو گا؟ میں تو خوش ہوں۔ کل ڈیڑھ گھنٹے کی پرواز کے بعد اپنے خاوند کے پاس پہنچ جاؤں گی۔"

سونیا نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا تھا۔ انسانی چہرے پڑھنا جانتی تھی۔ اس نے پوچھا "تمہارا خاوند تمہیں یہاں تنہا چھوڑ کر کیوں گیا ہے؟"

"اسے وہاں نئی ملازمت ملی ہے۔ وہ ایک کرائے کا مکان حاصل کرنے کے بعد مجھے بلا رہا ہے۔ کل میں جاتے ہی اس کے گلے لگ جاؤں گی۔"

عورت جب اپنے مرد سے گلے لگنے کی بات کرتی ہے تو خوشی سے کھل جاتی ہے۔ اس کے چہرے پر خوشی نہیں تھی۔ آنکھوں سے خوف جھلک رہا تھا۔ سونیا نے کہا "سردی زیادہ ہے۔ کافی پینا چاہو گی؟"

"نہیں۔ شکریہ، اب میں آرام سے سو جاؤں گی۔ تم بھی آرام کرو۔"

وہ سونیا کو ٹالنا چاہتی تھی۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ اٹھنا چاہتی تھی۔ سونیا نے کہا "بیٹھی رہو۔ میں فون یہیں لے آتی ہوں۔"

وہ فون اٹھا کر اس کے پاس لائی۔ اس نے ریسیور اٹھایا اور کان سے لگا کر کہا "ہیلو، میں بول رہی ہوں۔"

اس نے دوسری طرف کی بات سنی پھر کہا "مسٹر فو! میں نے آپ کو آواز سے پہچان لیا ہے۔ کیا آپ مجھے نہیں پہچان سکتے۔ میں ہوں ریزا شون۔۔۔"

وہ چپ ہوئی۔ دوسری طرف کی باتیں سنتی رہی پھر بولی "میں مجبور تھی۔ پچھلی رات کی فلائٹ میں سیٹ نہیں ملی۔ میں کل صبح کی فلائٹ سے آ رہی ہوں۔ کل دن کے گیارہ بجے تک ہاٹ اسپرنگ ائرپورٹ پہنچوں گی۔"

وہ پھر چپ ہو کر سننے لگی۔ سامنے اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ سونیا نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ کب چلی گئی تھی، اسے پتا ہی نہ چلا۔ اس نے پریشان ہو کر کہا "آپ اپنے ہی کام کی باتیں کیے جا رہے ہیں۔ پلیز خاموش ہو جائیں۔ برجر مائیک کو فون دیں۔ میں اس کی آواز سننا چاہتی ہوں۔"

وہ ایک ذرا چپ ہو کر بولی "میں صرف ایک ہی بات جانتی ہوں۔ اگر برجر سے میری بات نہیں کرائی جائے گی تو پھر میں ڈلیوری کے لیے وہاں نہیں آؤں گی۔"

اس سے کچھ کہا گیا۔ وہ غصے سے بولی "مجھے دھمکی نہ دو۔ برجر زندہ سلامت نہ رہا تو میں یہاں اپنی جان دے دوں گی۔ وہاں نہیں آؤں گی۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر وہ خوش ہو کر بولی "برجر! مائی ڈارلنگ! تم خیریت سے ہو؟"

وہ اس سے باتیں کر کے خوش ہو رہی تھی اور کہہ رہی تھی "تم فکر نہ کرو۔ جب میں ان کا مطالبہ پورا کر دوں گی تو وہ تمہیں رہا کر دیں گے۔"

وہ برجر کی باتیں سن کر بولی "مجھے بھی مسٹر فو پر بھروسا نہیں ہے۔ میں پہلے اس سے اپنی شرائط منواؤں گی۔ اسے فون دو۔"

وہ چند سیکنڈ کے بعد بولی "مسٹر فو! آپ برجر کو کل ائرپورٹ ساتھ لائیں گے۔ وہاں اس کی رہائی کے بغیر میں ڈلیوری نہیں دوں گی۔"

وہ مسٹر فو کی باتیں سننے کے بعد بولی "دھوکا میں نہیں، آپ دے سکتے ہیں۔ لہٰذا کسی شک و شبے کے بغیر لین دین ہونا چاہیے۔ وہاں ائرپورٹ کے باہر برجر آپ کی گاڑی میں بیٹھا رہے گا۔ میں اسی گاڑی کے اندر آ کر آپ کا مال آپ کو دے کر برجر کے ساتھ کسی ٹیکسی میں چلی جاؤں گی۔"

وہ ذرا چپ ہونے کے بعد بولی "سوری۔ میں اور کوئی بات نہیں مانوں گی۔ بالکل صاف ستھرا لین دین ہوگا۔ میرے مطالبے پر غور کرو پھر مجھے فون کرو۔ میرا مطالبہ قابل قبول ہوگا تو کل آؤں گی۔ ورنہ مال خاک میں ملا دوں گی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پریشان ہو کر کچھ سوچنے لگی پھر چونک کر سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا۔ زیر لب بڑبڑائی "وہ کہاں چلی گئی؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کے پاس آئی۔ وہ بند تھا۔ اس نے خود کو سمجھایا "وہ جا چکی ہے۔ تھینکس گاڈ! اس نے یہ باتیں نہیں سنیں۔"

وہ دروازے سے پلٹ کر بیڈ کے پاس آئی پھر ٹھٹک گئی۔ سونیا بیڈ کے پیچھے کھڑی مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی "کہاوت ہے کہ دائی سے پیٹ نہیں چھپتا۔ کیا اب بھی چھپاؤ گی؟ یقین کرو، مجھے راز دار بناؤ گی تو تمہارا برجر تمہیں صحیح سلامت ملے گا۔ میں یہ پیش گوئی کر دوں کہ وہ دشمن مال کی ڈلیوری لیتے ہی تم دونوں کو ہلاک کر دے گا۔"

وہ پریشان ہو کر اس کا منہ تکنے لگی۔ اس نے کہا "مجھ پر بھروسا نہ کرو۔ مجھے راز دار نہ بناؤ، تب بھی میں بہت کچھ معلوم کر چکی ہوں۔ برجر مائیک تمہارا شوہر ہے مسٹر فو نے اسے قیدی بنا کر تم سے کوئی اہم چیز اسمگل کرا رہا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟"

ریزا نے جواب نہیں دیا۔ سر جھکا لیا۔ سونیا نے کہا "صرف ایک سوال کا جواب دو۔ اس کے بعد کچھ اور نہ پوچھوں گی۔"

اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا "تم ان کے لیے کون سی اہم چیز چھپا کر لے جا رہی ہو؟"

اس کا سر جھکا ہی رہا۔ نہ اس نے سر اٹھایا، نہ جواب دیا۔ وہ بولی "کوئی بات نہیں، کل میں تمہاری ہم راز رہوں گی۔ ہاٹ اسپرنگ ائرپورٹ میں دیکھوں گی کہ تم کس کے ساتھ کیا لین دین کر رہی ہو۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دروازے تک گئی۔ وہاں پلٹ کر بولی "خدا سے اپنی جان کی امان چاہو۔ وہ تمہارے برجر کے ساتھ تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اپنی نہ سہی، اپنے بچے کی تو سلامتی چاہو۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر آئی۔ ساتھ والا کمرا اس کا تھا۔ کمرے کے اندر آئی۔ بہت دنوں سے کوئی ہلچل پیدا کرنے والا معاملہ پیش نہیں آیا تھا۔ اب ریزا اور برجر کا معاملہ کچھ ہلچل پیدا کرنے والا تھا۔ ریزا کسی مسٹر فو پر بھروسا کر کے غلطی کر رہی تھی۔ وہ کوئی اہم چیز ان کے حوالے کرنے والی تھی اور مسٹر فو اس اہم چیز کو خفیہ رکھنے کے لیے اسے اور برجر کو موت کی نیند سلا سکتا تھا۔

دروازے پر دستک سنائی دی۔ اس نے پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے مردانہ آواز سنائی دی "روم سروس۔۔۔"

ہوٹل کا ملازم آیا تھا۔ اس نے دروازہ کھولا۔ باہر سے دروازے پر لات پڑی۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے چلی گئی۔ تین ہٹے کٹے شخص اندر آئے۔ ایک نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ دوسرے نے کہا "ہم دوستی کرنے آئے ہیں۔ ہماری بات مان لوگی تو دوستی ہو جائے گی۔ ورنہ دشمنی کے قابل بھی نہیں رہو گی۔"

"کیا بات نہ ماننے سے گولی مار دو گے؟"

ایک نے چاقو نکال کر کھٹاک کی آواز کے ساتھ اسے کھولا پھر کہا "ہم شور مچانے والا ہتھیار نہیں رکھتے۔ یہ تمہارے چیخنے سے پہلے گلا کاٹ دے گا۔ آواز بھی نہیں نکل سکے گی۔"

دو اس کے پیچھے تھے۔ ایک سامنے تھا۔ وہ بولی "مجھے بھی چیخنا چلانا پسند نہیں ہے۔ یہ بتاؤ، مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

ایک نے تہ کیے ہوئے کاغذات جیب سے نکال کر کہا "ان کاغذات کو پڑھے بغیر ان پر دستخط کر دو۔ کوئی سوال نہ کرو۔ ہم تمہارے دستخط اور انگوٹھے کے نشانات لے کر چلے جائیں گے۔"

"میں یہاں اجنبی ہوں۔ فرانس سے آئی ہوں۔ یہاں میرا کسی سے کوئی لین دین نہیں ہے پھر یہ کیسا معاہدہ ہے جس پر مجھے دستخط کرنے ہوں گے؟"

"ہم کہہ چکے ہیں تم کوئی سوال نہیں کرو گی۔ دستخط کرنے سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا البتہ فائدہ پہنچے گا۔ ہم تمہیں زندہ سلامت چھوڑ کر جائیں گے۔"

سونیا نے حیرانی سے پوچھا "آخر تم لوگوں کو مجھ سے دشمنی کیا ہے؟ مجھے ان کاغذات کو پڑھنے تو دو۔"

ایک نے پیچھے سے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر زور کا جھٹکا دیا پھر کہا "اب اگر بکواس کی اور دستخط نہ کیے تو تیرے گلے پہ چاقو چل جائے گا۔"

اس نے شیرنی کے بالوں کو جھٹکا دیا تھا۔ ایک دم سے جیسے زلزلہ آ گیا۔ اس نے سامنے والے شخص کے پیٹ سے نیچے زوردار لات ماری۔ وہ ایک دم سے تڑپ گیا ہاتھ سے چاقو چھوٹ گیا۔ پیچھے والے شخص کی پسلیوں پر ایک ہاتھ کی کہنی لگی۔ تیسرا شخص اس کا ہاتھ پکڑنا چاہتا تھا اس کے منہ پر گھونسا پڑا پھر اس نے لپک کر فرش پر پڑے ہوئے چاقو کو اٹھا لیا۔ وہ تینوں مار کھانے کے بعد سنبھل رہے تھے۔ اس نے چاقو کا ہاتھ چلایا۔ وہ چاقو ایک کے چہرے کو کان سے لے کر ناک تک کاٹتا چلا گیا۔

اس نے گھوم کر چاقو کا دوسرا ہاتھ چلایا۔ دوسرے کے سینے سے قمیص پھٹتی چلی گئی۔ لہو کی دھار بہتی چلی گئی۔ تیسرا آدمی اپنے بچاؤ کی کوشش میں پیچھے ہٹ رہا تھا۔ سونیا نے اچھل کر ایک فلائنگ کک ماری۔ وہ لات کھانے کے بعد پیچھے دیوار سے ٹکرا کر واپس آیا تو چاقو اس کے پیٹ پر لہو کی دھار بناتا چلا گیا۔

یہ سب کچھ صرف ایک منٹ کے اندر ہوا۔ ان تینوں پر ایک منٹ میں قیامت آ کر گزر گئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک عورت اتنی خطرناک فائٹر ہوگی۔ انہیں یوں لگا جیسے چشم زدن میں ایک بجلی آسمان سے کوندی ان پر لپکی اور انہیں ناکارہ بنا کر گزر گئی۔ وہ تینوں فرش پر پڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے کوئی اٹھ رہا تھا اور کوئی رینگتا ہوا دروازے کی طرف جا رہا تھا۔

وہ اچھل کر دروازے کے پاس آ گئی اور رکاوٹ بن کر کھڑی ہو گئی پھر ایک ہاتھ میں پکڑے ہوئے چاقو کو لہراتے ہوئے بولی "اپنی ماں کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟ کن کاغذات پر دستخط کروا رہے ہو؟ انہیں پڑھ کر سناؤ۔"

وہ تینوں قریب آ رہے تھے۔ جس کے چہرے پر زخم آیا تھا۔ اس نے سونیا کو غافل سمجھ کر اس پر چھلانگ لگائی مگر لات کھا کر واپس چلا گیا۔ اس نے پھر چاقو والا ہاتھ چلایا۔ دوسرے کے بازو پر لہو کی لکیر بن گئی۔ وہ تکلیف سے کراہتا ہوا پیچھے چلا گیا اور تیسرا تو پیچھے ہی تھا۔ اسے اپنی سلامتی عزیز تھی وہ آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔ وہ بڑی سفاکی سے بولی "ابھی تو میں زخمی کر رہی ہوں۔ اب اگر میری بات پر عمل نہ کیا تو پھر تم تینوں کی لاشیں ہی باہر جائیں گی۔ کم آن۔ ان کاغذات کو پڑھ کر سناؤ۔"

تیسرے نے فرش پر پڑے ہوئے کاغذات کو اٹھایا پھر اٹک اٹک کر پڑھنا شروع کیا۔ وہ اسی اسپتال کے مطبوعہ فارم تھے۔ جو لوگ اپنی زندگی میں اپنی آنکھوں گردوں اور دل کا عطیہ دینا چاہتے تھے۔ وہ اس فارم کو اپنے مکمل نام اور پتے کے ساتھ پُر کرتے تھے۔ اس وصیت پر دستخط کرتے تھے کہ ان کی موت کے بعد دل، ان کے گردے اور ان کی

آنکھیں ضرورت مندوں کو دے دی جائیں۔ یہ عطیات حاصل کرنے کے لیے ان کے کسی عزیز و اقارب سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

سونیا نے کہا ”اب سمجھ میں آرہا ہے کہ ڈاکٹر لارسن کیوں میری آنکھوں، گردوں اور دل کے بارے میں سوالات کررہا تھا؟“

اس نے سر سے پیچھے کھڑے ہوئے ایک شخص سے کہا ”میرا موبائل فون بیڈ پر پڑا ہوا ہے۔ اسے یہاں لاؤ۔“

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ ذرا دور سے ہاتھ بڑھا کر موبائل فون اسے دیا۔ سونیا نے ان سے پوچھا ”پولیس کسٹڈی میں جانا چاہو گے یا میرے سوالات کے صحیح جوابات دو گے؟ صحیح جوابات ملنے پر میں پولیس کو کال نہیں کروں گی۔ تم تینوں کو یہاں سے زندہ جانے دوں گی۔“

وہ تینوں اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ اس نے پوچھا ”کیا وہ اسپتال جرائم کا اڈا ہے؟ وہاں دل، گردے اور آنکھیں بھاری قیمت پر فروخت کرنے کے لیے بے گناہوں کی جانیں لی جاتی ہیں۔“

ایک نے کہا ”ایسے عطیات کے سلسلے میں سخت قانونی کارروائیاں کی جاتی ہیں۔ کسی کی مرضی کے خلاف جبرا ان کے یہ اہم اعضا چھینے نہیں جاتے۔“

”پھر یہ میرے ساتھ ابھی کیا ہو رہا تھا؟“

دوسرے شخص نے کہا ”ہم اسپتال والوں سے چھپ کر ڈاکٹر لارسن کے احکامات کے مطابق یہ سب کرتے ہیں۔“

تیسرے نے کہا ”تم یہاں اجنبی اور تنہا ہو۔ ڈاکٹر لارسن بڑے وسیع ذرائع اور اختیارات رکھتا ہے۔ تم یہ ثابت نہیں کرسکو گی کہ ڈاکٹر نے ہمیں واردات کے لیے یہاں بھیجا ہے۔ وہ ہم تینوں کی بھی سزائیں کم سے کم کرا سکتا ہے۔“

”اگر تم ہمیں زندہ چھوڑ رہی ہو تو ہم تمہیں دوستانہ مشورہ دے رہے ہیں جتنی جلدی ہوسکے اس جزیرے سے چلی جاؤ۔ وہ بہت ضدی، بہت خطرناک ہے۔ وہ آج رات کی صبح نہیں ہونے دے گا تمہیں ختم کردے گا۔“

”میں ایک شرط پر تم لوگوں کو زندہ جانے دوں گی۔ تم سب مجھے اس کے تمام خفیہ اڈوں کا پتا بتاؤ گے۔“

انہیں اپنی جان پیاری تھی۔ وہ زندہ رہنا چاہتے تھے۔ وہ ڈاکٹر لارسن کے تمام خفیہ اڈوں کے پتے، فون اور فیکس نمبر بتانے لگے۔ سونیا ایک کاغذ پر نوٹ کرتی رہی پھر اس نے کہا ”جو کچھ تم لوگوں نے لکھایا ہے اگر یہ غلط ہوگا تو میں تمہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر کتوں کی موت ماروں گی۔ اب یہاں سے جاؤ۔“

اس نے دروازہ کھول دیا۔ وہ تینوں لڑکھڑاتے ہو گرتے پڑتے باہر آئے۔ ریزا اپنے کمرے کا دروازہ کھول باہر آرہی تھی۔ ان تینوں زخمیوں کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ سو نے کمرے سے باہر آکر خون آلود چاقو ان کی طرف پھینک ہوئے کہا ”اسے رکھ لو۔ ہتھیار مجھے بوجھ لگتے ہیں۔“

وہ چاقو اٹھا کر وہاں سے دوڑتے ہوئے لفٹ کی طرز چلے گئے۔ ریزا نے شدید حیرانی اور بے یقینی سے پوچھا ” نے ان تینوں کی یہ حالت بنائی ہے۔ تم تو بالکل تنہا ہو۔ کیا نے تنہا ہی ان سے مقابلہ کیا تھا؟“

”نہیں۔ میرے قبضے میں کئی بدروحیں ہیں۔ وہ تی مجھے ہلاک کرنے آئے تھے۔ بدروحوں نے انہیں لہولہ کرکے واپس بھیج دیا ہے۔ اگر تم اپنی اور برجر کی سلامتی چاہتی ہو تو کل صبح سے پہلے مجھے اپنا ہم راز بنالینا۔ صرف بتا دینا کہ تم کس مال کی ڈلیوری دینے والی ہو پھر میں تمہار مسٹر فو سے خود ہی نمٹ لوں گی۔“

ریزا نے سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا پھر سر جھ اپنے کمرے میں چلی گئی۔ سونیا نے موبائل آن کرکے نمبر کیے پھر کان سے لگا کر انتظار کرنے لگی۔ دوسری طرف آواز سنائی دی ”ہیلو! ڈاکٹر لارسن اسپیکنگ!“

اس نے کہا ”میں بول رہی ہوں۔ تم میری آواز مجھے پہچان رہے ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا میں عطیا دینے والے فارم پر دستخط کرچکی ہوں؟“

”میرا خیال ہے کرچکی ہو۔ میرے آدمی کو فون دو۔“

”تمہارے وہ تینوں کتے زخموں سے چور یہاں لہولہان ہو کر گئے ہیں۔ شاید ناکامی کے باعث تمہارے سا نہیں آئیں گے۔ سنا ہے تم بہت خطرناک ہو۔“

”تم میرے مزاج کے خلاف بول رہی ہو۔ میر کے خلاف شہ زوری دکھا رہی ہو۔ میں حیران ہوں کہ ت ان تینوں کو کیسے زخمی کیا ہے؟“

”تمہیں حیران نہیں ہونا چاہیے تم ایک دل، دو گر اور دو آنکھیں چاہتے تھے۔ تمہاری تمام مطلوبہ چیزیں کل تک تمہارے اسپتال کے بینک میں پہنچ جائیں گی اور دو گردے اور وہ آنکھیں تمہاری ہوں گی۔“

وہ ایک ذرا توقف سے بولی ”میں تمہیں بیس منٹ رہی ہوں۔ اپنے وسیع ذرائع اور اختیارات استعمال شروع کردو۔ اس کے باوجود تم چھپتے پھرو گے۔ یہ حقیقت ہے کہ وسیع ذرائع اور اختیارات والوں کو بھی موت آ اور تمہاری موت بھی آرہی ہے۔“

اس نے فون بند کردیا۔

○☆○

میں گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا محل کی طرف جارہا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے میں سولہ برس کی انیتا سکینہ کے ساتھ کھلے سمندر میں گیا تھا۔ وہاں میں نے اسے اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا تھا۔ اب مطمئن ہو کر ثمرن کے پاس جارہا تھا۔ محل میں پوجا تھی اس کے سیکیورٹی گارڈز تھے۔ اس کے باوجود ثمرن وہاں تنہا اور بے یارومددگار تھی۔ وہ میرا انتظار کررہی تھی۔

مجھے وہاں پہنچنے میں دیر ہوگئی تھی۔ وہ پریشانی سے سوچ رہی تھی کہ پوجا اور سیکیورٹی آفیسر محل میں واپس آگئے ہیں۔ میں کیوں نہیں آیا ہوں؟ کیا میرے ساتھ کوئی حادثہ پیش آیا ہے؟ یا پوجا نے میرے خلاف کوئی سازش کی ہے۔

میں اس کے خیالات پڑھ رہا تھا اور اس کی اپنی سوچ میں اسے تسلیاں دے رہا تھا کہ مجھے کچھ نہیں ہوا ہے۔ میں جلد ہی واپس آجاؤں گا۔

میں نے ثمرن اور پوجا وغیرہ کو اپنی خیال خوانی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ میں خود اپنے بارے میں بہت کم جانتا تھا۔ اس حد تک معلوم ہوا تھا کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور مجھے ہانگ کانگ کے ایک ساحلی علاقے سے لایا گیا ہے۔

پوجا نے اپنی دادی ماں کے بل بر مجھ سے بڑی زیادتیاں کی تھیں۔ مجھ سے میری یادداشت چھین کر مجھے تاریکیوں میں پہنچا دیا تھا۔ اب میں پوجا سے جبرا تمام حقائق اگلوا سکتا تھا۔ اب اس کی حفاظت کرنے کے لیے دادی ماں اس دنیا میں نہیں رہی تھی۔ اس کے محافظ صرف سیکیورٹی گارڈز تھے میں ان سے نمٹ سکتا تھا۔

میں نے محل کے احاطے میں پہنچ کر گاڑی روکی۔ گاڑی سے اتر کر باہر آیا۔ ثمرن دوڑتے ہوئے آکر مجھ سے لپٹ گئی۔ مجھے پیار کرتے ہوئے شکایتیں کرنے لگی ”آپ کہاں چلے گئے تھے میری جان نکلی جارہی تھی۔ آئندہ میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑوں گی۔ سائے کی طرح آپ کے ساتھ رہوں گی۔“

میں نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھالیا۔ پوجا باہر آکر دیکھ رہی تھی۔ میں ثمرن کو بازوؤں میں اٹھائے اس کے قریب سے گزر کر محل کے اندر آگیا۔ پوجا نے ناگواری سے کہا ”یہ کیا حرکت ہے؟ کیا یہ پیار و محبت کے چونچلے تنہائی میں نہیں کرسکتے؟“

میں نے ثمرن کو بازوؤں سے اتار کر کہا ”میں تمہیں پہلے سمجھا چکا ہوں کہ مجھے اس جزیرے کا محافظ بنا کر رکھنا چاہتی ہو تو میرے ذاتی معاملات میں کچھ نہ بولا کرو۔“

وہ ذرا نرم پڑ کر بولی ”میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ کیا میرے بیڈ روم میں چلو گے؟ وہاں ہمارے درمیان صرف یہ سیکیورٹی افسر ہوگا۔ ثمرن کو یہاں چھوڑ دو۔“

”سوری۔ یہ میرا سایہ ہے۔ میرے ساتھ رہے گی۔ ہم سب ایک دوسرے کے لیے اہم ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کے سامنے کھل کر باتیں کرنی چاہئیں۔“

ہم سب ایک بڑے سے ہال میں آکر مختلف صوفوں پر بیٹھ گئے۔ پوجا نے مجھ سے پوچھا ”تم تین گھنٹے جزیرے میں گزار کر آئے ہو۔ کیا جنگل میں بھٹک رہے تھے؟“

”میں اس جزیرے کو دیکھ رہا تھا۔ سمجھ رہا تھا۔ جب یہاں رہنا ہے تو یہاں کے چپّے چپّے سے واقف رہنا چاہیے۔“

سیکیورٹی افسر نے کہا ”ہمیں یہاں جنگ جو افراد کی ضرورت ہے، جو ہر طرح کے ہتھیار استعمال کرنا جانتے ہوں۔ میں میڈم کی اجازت سے پندرہ فائٹرز کو بھارت کے مختلف حصوں سے بلا رہا ہوں۔ ان سے فون اور ای میل کے ذریعے رابطہ کرچکا ہوں۔ وہ آج رات کسی وقت یہاں پہنچیں گے۔“

میں نے کہا ”ابھی انہیں یہاں آنے سے روک دو۔ اس جزیرے کی سلامتی کی ذمے داری مجھ پر ہے۔ پہلے میں ان پندرہ افراد سے فون پر باتیں کروں گا پھر فیصلہ کروں گا کہ ان میں سے کتنے افراد کو یہاں بلانا ہے۔“

سیکیورٹی افسر نے کہا ”کیا آپ سمجھتے ہیں، میں کمزور فائٹروں کا انتخاب کروں گا۔ کیا مجھ سے زیادہ آپ کا تجربہ ہے؟“

”تمہارا تجربہ تو پوجا نے بھی دیکھ لیا۔ انڈین کمانڈوز تمہارے زیر سایہ یہاں سیکیورٹی گارڈز بنے ہوئے تھے۔ تم آستین میں سانپ پال رہے تھے۔“

وہ جھینپ کر بولا ”انسان کبھی کبھی دھوکا کھا جاتا ہے کیا آپ دھوکا نہیں کھاتے؟“

”جب کھاؤں گا، تب یہ سوال کرنا۔ فی الحال میرے حکم کی تعمیل کرو۔ میں ایک گھنٹے بعد تمہارے منتخب فائٹروں سے فون پر باتیں کروں گا۔“

پوجا نے کہا ”تمہارے حکم کی تعمیل کی جائے گی۔ آج

کسی وقت میری ایک سہیلی یہاں آنے والی ہے۔ اس کے سامنے اپنا رویہ درست رکھو۔ تم تو میرے بھی آقا بن جاتے ہو۔"

"تم سہیلی کو بھول جاؤ۔ وہ یہاں نہیں آئے گی۔"

"کیا تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو؟ وہ یہاں آتی ہی ہوگی۔"

"وہ ابھی ساحل پر آئی تھی۔ میں نے اسے واپس بھیج دیا ہے۔"

"وہ ایسی نہیں ہے کہ میرے پاس آکر واپس چلی جائے۔"

"موت اگر واپس بھیج دے تو کیا پھر بھی نہیں جائے گی؟"

"تم نہیں جانتے میری سہیلی کو اتنی جلدی موت نہیں آئے گی۔ اگر کوئی اسے مارنا چاہے گا تو پھر بھی نہیں مرے گی۔"

"تم تو خدائی دعویٰ کررہی ہو۔ ہماری دنیا میں ایسا کون ہے جسے پیدا ہونے کے بعد موت نہ آئی ہو۔ ایک سو دس برس تک زندہ رہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔"

پوجا نے چونک کر مجھے دیکھا پھر کہا "میری سہیلی ایک سو دس برس کی نہیں ہے صرف سولہ برس کی ہے۔"

"تم اپنی سہیلی کی بات کررہی ہو اور میں تمہاری دادی ماں کی بات کررہا ہوں۔"

وہ نہیں جانتی تھی کہ میں اس کی دادی ماں کے بارے میں کیا کچھ جانتا ہوں؟ وہ پریشان ہو کر بولی "تم یہ کیسی باتیں کررہے ہو؟ میری کوئی دادی ماں نہیں ہے۔"

"ہاں اب تو تمہیں یہی کہنا ہوگا۔ اب تمہاری کوئی دادی ماں نہیں رہی ہے۔ وہ سولہ برس کی چھوکری بن کر یہاں آئی تھی۔ میں نے اسے سمندر میں پھینک دیا ہے وہ ڈوب کر مرچکی ہے۔"

وہ یقین نہیں کرسکتی تھی کہ کوئی اس کی دادی ماں کو مار سکتا ہے۔ وہ اپنے موبائل فون پر نمبر پنچ کرتے ہوئے بولی "میں ابھی اس سے پوچھتی ہوں کہ وہ کب تک یہاں آرہی ہے۔ وہ ابھی مجھے جواب دے گی۔"

اس نے فون کو کان سے لگایا اور انتظار کرنے لگی۔ پتا چلا دوسری طرف فون میں کوئی گڑبڑ ہے اسے جواب نہیں ملے گا۔ اس نے اپنا فون بند کردیا پھر کہا "آج وہ کسی وقت آئے گی تو تمہارا یہ مذاق ختم ہوجائے گا کہ وہ مرچکی ہے۔"

میں اس کی یہ باتیں سن کر خاموش رہا۔ اسے اس کی دادی ماں کی موت کا یقین دلانا ضروری نہیں تھا۔ آج نہ کل حقیقت معلوم ہونے پر وہ سر پکڑ کر رونے والی تھی۔

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سیکیورٹی افسر نے آگے بڑھ فون اٹینڈ کیا پھر دوسری طرف کی باتیں سن کر فون کے وا اسپیکر کو آن کرتے ہوئے کہا "میڈم! انڈین آرمی کے ا افسر آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

پوجا نے بلند آواز سے کہا "ہیلو! میں کماری پوجا کل بول رہی ہوں۔"

فون کے وائڈ اسپیکر سے آواز سنائی دی "ہیلو! م انڈین آرمی کا میجر ارجن کھنہ بول رہا ہوں۔ شاید تمہیں خبر مل گئی ہوگی۔ ہمارا جو افسر انکوائری کے لیے تمہار جزیرے میں گیا تھا۔ وہ یہاں زندہ واپس نہیں آسکا۔ اس ہیلی کاپٹر یہاں پہنچنے سے پہلے ہی گر کر تباہ ہوگیا۔"

پوجا نے کہا "اگر وہ افسر ہیلی کاپٹر کے ساتھ تباہ ہو ہے تو آپ یہ خبر ہمیں کیوں سنا رہے ہیں؟"

میجر نے کہا "مس پوجا! آپ کا وہ منگیتر سلمان قیصر حیرت انگیز کمالات دکھا رہا ہے۔ ہمارے دو کمانڈوز جادیو اور رہ ناقابل شکست تھے۔ وہاں ہمارے جان پر کھیل جانے وا کئی کمانڈوز بھی تھے۔ وہ تمہارے دو درجن سیکیورٹی گارڈز خاک میں ملا کر رکھ دیتے۔ کل تمہارا ابھی نام و نشان مٹ جاتا۔ تمہارے سیکیورٹی گارڈز وہ جنگ نہیں جیت سکتے تھے جیتنے کے لیے کسی غیر معمولی طاقت یا غیر معمولی ہتھیار ضرورت تھی اور وہ ٹیلی پیتھی کا ہتھیار تمہارے سلمان قی کے پاس ہے۔"

پوجا نے میری طرف دیکھا پھر ہنستے ہوئے فون پر کہا کتابوں اور قصہ کہانیوں کی باتیں کررہے ہو۔ میرے منگ سلمان قیصر کو ایک طرح کے دورے پڑتے ہیں۔ وہ اپ بیماری کے نتیجے میں اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہے۔ یہ اپنے آ کو نہیں پہچان رہا ہے تو ٹیلی پیتھی جیسے مشکل علم کو کیا گا۔"

"تم باتیں بنا رہی ہو۔ حقیقت یہی ہے۔ سلمان قیص اسی ہتھیار سے ہمارے دونوں کمانڈروں اور کئی کمانڈوز ہلاک کرکے ہے ان کی لاشوں کو گہرے سمندر میں لے جا ڈبویا گیا ہے۔ اتنی بڑی واردات کرنے کے بعد اس نے اپ خلاف کوئی ثبوت نہیں چھوڑا ہے۔ آج اس نے ہمارے ا اور اس کے دو باڈی گارڈز کو ہیلی کاپٹر سمیت یہاں پہنچا کر کیا ہے۔ ہیڈ کوارٹر میں تباہی مچادی ہے۔ کروڑوں روپے گولا بارود اور اسلحہ تباہ ہوچکا ہے۔"

پوجا نے کہا "مجھے یہ سن کر افسوس ہو رہا ہے۔ میں اس سلسلے میں کیا کرسکتی ہوں؟"

"میں سلمان قیصر سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

میں نے اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے کہا "میں سلمان قیصر بول رہا ہوں۔ فون کے وائڈ اسپیکر کے ذریعے آپ کی تمام باتیں سن رہا ہوں آپ مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"ہم آپ کے بارے میں دور تک معلومات حاصل کررہے ہیں۔ ابھی اس حد تک معلوم ہوا ہے کہ آپ پہلے کبھی ہمارے بھارت دیس میں نہیں رہے۔ آپ کو ہانگ کانگ سے اس جزیرے میں پہنچایا گیا ہے۔ کیا واقعی آپ اپنی یادداشت کھوچکے ہیں؟"

"آپ مجھ سے یہ نہ پوچھیں کہ میں کیا کھوچکا ہوں اور کیا پاچکا ہوں! یہ بتائیں کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

میجر کی آواز سنائی دی "یہاں دہلی اور ممبئی میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ وہ ہمیں پاکستان سے سفارتی سطح پر بہت نقصان پہنچا رہا ہے۔ پتا نہیں اس نے کتنے اہم راز چرا لیے ہیں۔ اس کے بارے میں یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ سولہ یا سترہ برس کا جوان ہے اور وہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا کبریا ہے۔"

پوجا میرا نام سنتے ہی چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ میں اپنا نام سنتے ہی خود کو نہ پہچان لوں لیکن میں انجان بنا بیٹھا ہوا تھا۔ اسے ذرا اطمینان ہوا۔ وائڈ اسپیکر کے ذریعے میجر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "ٹیلی پیتھی کا جو کھیل کبریا دہلی میں کھیل رہا ہے وہی کھیل آپ اس جزیرے میں بیٹھ کر کھیل رہے ہیں۔ آپ کی عمر اور آپ کے تجربے کے پیش نظر یہ قیاس آرائی کی جاسکتی ہے کہ آپ سلمان قیصر نہیں ہیں۔ کبریا کے باپ فرہاد علی تیمور ہیں۔ فرہاد علی تیمور! آپ تسلیم کرلیں۔"

پوجا ایک دم سے بھڑک کر بولی "یہ کیا بکواس ہے؟" "میجر! تم سراسر بکواس کررہے ہو یہ میرے منگیتر سلمان قیصر ہیں۔ یہ اپنی یادداشت بھول چکے ہیں۔ آپ انہیں فرہاد علی تیمور کہہ کر بھٹکا رہے ہیں۔ انہیں مجھ سے دور کردینا چاہتے ہیں۔ مجھے ایسی فضول باتیں پسند نہیں ہیں۔ میں فون بند کررہی ہوں۔"

میں نے کہا "فون بند نہ کرو۔ جب میں سلمان قیصر ہوں تو پھر ہوں تم غصہ کیوں دکھا رہی ہو؟ میجر کی باتیں تحمل سے سنو اور ان کی باتوں کا معقول جواب دو۔"

پھر میں نے ٹیلی فون کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا "ہیلو میجر! آپ لوگ میرے بارے میں جیسی بھی رائے قائم کریں۔ میں جواباً کچھ نہیں کہوں گا کیونکہ میں خود کو بھول چکا ہوں۔ فی الحال اتنا ضرور جانتا ہوں کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کبریا سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی اس سے کوئی رابطہ ہے۔"

میجر نے کہا "کل رات سے اب تک ہمارے دو کمانڈرز کئی کمانڈوز اور ایک انکوائری کرنے والا افسر حیرت انگیز طور پر مارے گئے ہیں۔ ہمیں کروڑوں روپے کا نقصان پہنچایا گیا ہے۔ ہمارے اہم فوجی افسروں کی لاشیں بھی نہیں مل رہی ہیں۔ ایسی ہلاکتیں اور ایسی تباہیاں صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے لائی جاسکتی ہیں۔ آپ خیال خوانی سے انکار کررہے ہیں کوئی بات نہیں۔ آپ ہم سے ایک ملاقات تو کرسکتے ہیں؟"

پوجا نے کہا "نہیں سلمان! ملاقات سے انکار کردو۔"

میں نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر پوچھا "کیا آپ ملاقات کرنے یہاں آئیں گے؟"

"ہمارا ایک انکوائری افسر وہاں گیا تھا تو زندہ واپس نہیں آیا۔ آپ برا نہ مانیں اس جزیرے میں آپ ہماری زندگی کی ضمانت نہیں دے سکیں گے۔ ہم آپ کی سلامتی کی ضمانت دے سکتے ہیں۔ آپ دہلی چلے آئیں۔"

"میں وہاں آؤں گا۔ آپ جھوٹے الزامات لگا کر مجھے گرفتار کرلیں گے یہ دیکھیں گے کہ میں اپنی رہائی کے لیے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرتا ہوں یا نہیں۔ سیدھی سی بات ہے میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتا اور جب آپ کو یقین ہوجائے گا کہ میں نہیں جانتا ہوں تو آپ مجھے قیدی بنا کر کماری پوجا کلیانی کو بلیک میل کریں گے۔ اسے مجبور کریں گے کہ وہ میری رہائی کے لیے عدالت میں جزیرے کا کیس ہار جائے۔"

"آپ خوامخواہ شبہ کررہے ہیں ایسا کچھ نہیں ہوگا۔"

"ہم ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ ایک دوسرے پر کبھی اعتماد نہیں کریں گے۔ اس لیے مجھ سے ملاقات کرنے کا خیال دل سے نکال دو۔"

ہماری باتوں کے دوران میں ایک سیکیورٹی گارڈ نے آکر سیکیورٹی افسر سے کچھ کہا "اس گارڈ کے ہاتھ میں وہ ہینڈ بیگ تھا جسے انیتا سکسینہ اپنے ساتھ لارہی تھی۔ میں نے ملاقات سے انکار کرنے کے بعد فون بند کیا۔ سیکیورٹی افسر نے پوجا سے کہا "میڈم! گھاٹ کے ملاحوں نے یہ اطلاع بھیجی ہے کہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹا پہلے ایک خوب صورت جوان لڑکی یہاں ساحل پر آئی تھی۔ مسٹر سلمان اسے کھلے سمندر میں لے گئے تھے۔ جب یہ واپس آئے تو اس موٹر بوٹ میں وہ لڑکی نہیں

تھی۔ یہ اسے سمندر میں ڈبو کر آئے ہیں۔"

پوجا نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا "اس طرح کیا دیکھ رہی ہو۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تمہاری وہ سہیلی یا تمہاری وہ دادی ماں یہاں آئی تھی۔ میں نے اسے گہرے پانی میں ڈبو کر مار ڈالا ہے۔"

وہ چیخ کر بولی "نہیں تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

وہ سیکیورٹی افسر سے ہینڈ بیگ لے کر اسے کھول کر دیکھنے لگی۔ اس کے اندر کچھ ایسا سامان تھا جسے دیکھ کر تصدیق ہوگئی کہ اس کی دادی ماں یہاں آئی تھی۔ اس نے چیخ کر پوچھا "کہاں ہے وہ؟"

"جہنم میں ہے۔ تمہارے چیخنے چلانے سے واپس نہیں آسکے گی۔ آرام سے کام کی باتیں کرو۔ ورنہ میں یہاں سے اٹھ کر چلا جاؤں گا۔"

وہ آنسوؤں سے روتے ہوئے سیکیورٹی افسر سے کہہ رہی تھی "ابھی انکوائری کرو۔ کیا سچ مچ ایک حسین لڑکی یہاں آئی تھی اور اس نے اسے سمندر میں لے جا کر ڈبویا ہے۔ اگر اسے ہلاک کیا گیا ہے تو میں اسے بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی اسے گرفتار کرلو۔"

سیکیورٹی افسر اور دوسرے گارڈز نے اپنی اپنی گن کا رخ میری طرف کیا۔ میں نے سیکیورٹی افسر کی کھوپڑی گھما دی۔ وہ پوجا سے بولا "میڈم! آپ غصے میں غلط فیصلہ نہ کریں۔ انڈین آرمی کو ہم سے بہت بڑا نقصان پہنچا ہے۔ وہ اچانک ہم پر حملہ کرسکتے ہیں۔ ایسے وقت آپ مسٹر سلمان کو دشمن نہ بنائیں۔"

وہ غصے سے روتے ہوئے بولی "مجھے مشورہ نہ دو۔ جاؤ اور میری دادی ماں کو تلاش کرو۔"

"آپ کی دادی ماں یہاں نہیں آئی ہیں۔ ساحل پر ایک جوان لڑکی کو دیکھا گیا تھا۔ وہ اب نہیں ملے گی۔ سمندر میں ڈوب چکی ہے۔"

وہ چیخ کر بولی "وہ جوان لڑکی میری دادی ماں تھی۔ تم نہیں سمجھو گے اور میں سمجھا نہیں سکوں گی۔ اس نے میری دادی کو ہلاک کیا ہے۔ تم کھڑے کیوں ہو؟ اسے گرفتار کیوں نہیں کرتے؟"

"میڈم! آپ ابھی نارمل نہیں ہیں۔ ایک جوان لڑکی کو دادی ماں کہہ رہی ہیں۔ آپ کی عقل میں یہ بات نہیں آرہی ہے کہ مسٹر سلمان اس جزیرے کی سلامتی کے لیے بہت اہم ہیں۔ بہتر ہے آپ اپنے بیڈ روم میں جا کر آرام کریں۔ محل کا ڈاکٹر آپ کا معائنہ کرے گا۔"

وہ بار بار چیخ کر بولنے پر مجبور ہو رہی تھی۔ حالات ا تھے کہ اس کا قابلِ اعتماد سیکیورٹی افسر اسے ایب نارمل رہا تھا "میں بیمار نہیں ہوں۔ پاگل نہیں ہوں۔ مجھے کسی ڈا کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جو حکم دے رہی ہوں' اس پر عمل کرو۔ فرہاد کو گرفتار کرلو۔"

سیکیورٹی افسر نے تعجب سے مجھے دیکھا پھر کہا "آپ اس میجر کی طرح انہیں فرہاد کہہ رہی ہیں؟"

پوجا کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ ذرا سنبھل کر "میں بہت پریشان ہوں۔ میرا ذہن کام نہیں کر رہا ہے۔ یہ فرہاد نہیں ہے۔ سلمان قیصر ہے۔"

میں نے کہا "تم نے روانی میں اور بے خیالی میں میرا اصلی نام لیا ہے۔ اب دو میں سے ایک بات کرو۔ تم نارمل یا نہیں؟ نارمل نہیں ہو' اس لیے ایک جوان لڑکی کو دادی اور مجھے فرہاد کہہ رہی ہو۔ اگر نارمل ہو تو مجھے سلمان کہو یہ کہہ دو کہ وہ جوان لڑکی تمہاری دادی ماں نہیں ہے۔"

"ہے!" وہ حلق پھاڑ کر چیختی ہوئی بولی "وہ میری دادی ماں تھی۔ تم نے اسے مار ڈالا ہے۔"

"اگر یہ سچ ہے کہ وہ تمہاری دادی ماں تھی تو یہ بھی ہے کہ میں سلمان نہیں' فرہاد علی تیمور ہوں۔"

وہ میری باتوں سے الجھ کر رہ گئی۔ مجھے غصے سے دیکھنے لگی۔ میں نے سیکیورٹی افسر سے کہا "میجر نے درست انداز لگایا تھا۔ یہ بھی غصے سے درست کہہ رہی ہے اور مجھے بھی تسلیم کرنا چاہیے کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ تمہاری میڈم بھی درست کہہ رہی ہیں کہ وہ لڑکی دیکھنے میں جوان تھی لیکن ایک سو دس برس کی بوڑھی وچ ڈاکٹر یعنی جادوگرنی تمہاری کماری پوجا کلیانی کی دادی ماں تھی۔"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "وہ کالا جادو جاننے والی بڑھیا مر چکی ہے۔ اب یہاں صرف ٹیلی پیتھی کا جادو چلے گا۔ میری حکمرانی ہوگی۔ جو میرا فرماں بردار رہے گا۔ اسے بھی زندگی ملے گی۔ جو نافرمانی کرے گا۔ اس کے ہاتھ سے ہتھیا چھوٹ جائیں گے۔"

سیکیورٹی افسر کی سوچ نے کہا "یہ تو زبردستی ہمیں ماتحت بنانا چاہتا ہے۔ ہم میڈم کا نمک کھاتے ہیں۔ میڈم سے وفاداری کرنی چاہیے۔"

میں نے اس کے ہاتھ سے ریوالور گرا دیا۔ اس نے تعجب سے اپنے خالی ہاتھ کو دیکھا۔ میں نے کہا "تم میرے خلاف سوچ رہے تھے۔ اس لیے ریوالور گر گیا۔ جب تک مجھ سے وفاداری نہیں کرو گے۔ اس ریوالور کو فرش سے اٹھا نہیں سکو گے۔"

اس نے سوچا' فوراً جھک کر اسے اٹھائے گا لیکن صرف سوچ رہا تھا۔ عمل نہیں کر رہا تھا پھر اس نے میری مرضی کے مطابق وہاں موجود گارڈز کو حکم دیا کہ وہ اپنے ہتھیار پھینک دیں۔ انہوں نے اپنے افسر کے حکم کی تعمیل کی۔ اپنے اپنے ہتھیار فرش پر ڈال کر سیدھے کھڑے ہو گئے۔

سیکیورٹی افسر نے پریشانی سے شکست خوردہ انداز میں مجھے دیکھا۔ میں نے پوچھا "کیا تم سمجھ رہے ہو' ٹیلی پیتھی کیا ہوتی ہے؟ ہاں۔ کچھ سمجھ رہے ہو۔ میں کچھ اور سمجھتا ہوں۔"

میں نے ایک گارڈ کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے اپنی گن اٹھا کر سیکیورٹی افسر کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "یہ ہوتی ہے ٹیلی پیتھی۔ پلک جھپکتے ہی تمہارے تمام گارڈز کو باغی بنا دے گی۔ یہ تمہاری دی ہوئی گن سے تمہیں ہی گولی مار دیں گے۔"

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے احکامات کی تعمیل کرنے والے گارڈز اس طرح اچانک اس کے جانی دشمن بن سکتے ہیں۔ وہ عاجزی سے بولا "سر! مجھے معاف کردیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ میں اور میرے تمام گارڈز آپ کے وفادار رہیں گے۔ ہم اس جزیرے کی سلامتی چاہتے ہیں۔"

میں نے کہا "ٹھیک ہے۔ ہتھیار اٹھالو اور تم سب یہاں سے جاؤ۔"

وہ سب ہتھیار اٹھا کر وہاں سے چلے گئے۔ پوجا نے بے بسی سے مجھے دیکھا۔ میں نے کہا "یہ محل تمہارا ہے۔ یہ جزیرہ تمہارا ہے لیکن تم یہاں اکیلی بے یارو مددگار رہ گئی ہو۔"

وہ پھر رونے لگی۔ کہنے لگی "تم نے میری دادی ماں کو کیوں مار دیا۔ وہ میری ماں کی ماں تھی۔ میری طاقت تھی۔ تم تنہا جزیرے کی حفاظت نہیں کرسکو گے۔ یہاں ہماری سلامتی کے لیے کالا جادو ضروری تھا۔ تم نے ہماری آدھی طاقت کم کردی ہے۔"

"میں تمہاری دادی ماں کو کم نہ کرتا تو تم دونوں مجھے کم کردیتیں۔ اس نے میرا برین واش کیا تھا۔ وہ اگر زندہ رہتی تو مجھے کبھی اپنی یادداشت واپس لانے کا موقع نہ دیتی۔ اب میں اپنے لہو کے رشتوں کو تلاش کروں گا۔ وہ میری یادداشت واپس لائیں گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کیا تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

"تم میرے عزیز و اقارب تک مجھے پہنچا دو۔ میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ جب تک یہ جزیرہ قانونی طور سے تمہارا تسلیم نہیں کیا جائے گا' تب تک میں تمہارا ساتھ دوں گا۔"

"یقین کرو۔ میں نہیں جانتی' تمہارے عزیز و اقارب کون ہیں اور کہاں ہیں؟ دادی ماں نے صرف اتنا بتایا تھا کہ تمہارا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ مجھے صرف تمہاری ذات سے دلچسپی تھی۔ اس لیے میں نے تمہارے رشتے داروں کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا تھا اور نہ ہی دادی ماں نے کچھ بتایا تھا۔"

"میں نہیں جانتا' تم کس حد تک سچ بول رہی ہو۔ میں تمہارے چور خیالات نہیں پڑھ سکوں گا۔ اس بڑھیا نے چور خیالات کے خانے کو لاک کردیا ہے۔ لہٰذا میرے سامنے یہی ایک راستہ ہے کہ میں اس جزیرے سے باہر نکلوں اور تمام دنیا میں اپنے رشتے داروں کو تلاش کرتا رہوں۔ جگہ جگہ پہنچ کر خیال خوانی کرتا رہوں گا تو وہ ضرور کہیں نہ کہیں مل ہی جائیں گے۔"

"پلیز' اس جزیرے کو چھوڑنے کی بات نہ کرو۔ میں تمہارے عزیز و اقارب کا پتا ٹھکانا معلوم کروں گی۔"

"کیسے معلوم کرو گی؟"

"کیرالہ میں دادی ماں کے پاس ان کی اہم دستاویزات' جادوئی نسخے اور ان کی لکھی ہوئی ڈائریاں رکھی ہیں۔ رواں سال کی ڈائری میں انہوں نے تمہارے بارے میں تمام تفصیلات ضرور لکھی ہوں گی۔ میں ابھی فون کرتی ہوں۔ دادی ماں کی ہمراز ملازمہ وہ ڈائریاں لے کر کل صبح تک یہاں ضرور آجائے گی۔"

"اگر ایسا ہے تو میں کل تک انتظار کروں گا۔"

میں ثمرن کا ہاتھ پکڑ کر اس کے سامنے سے گزرتا ہوا اپنے بیڈ روم میں آگیا۔ کمرے میں پہنچتے ہی وہ دیوانہ وار مجھ پر فدا ہوتے ہوئے بولی "میں کتنی خوش نصیب ہوں۔ آپ فرہاد علی تیمور ہیں۔ میرے پتا جی ٹیلی پیتھی سیکھنے کی کوششیں کرتے کرتے اس دنیا سے چلے گئے۔ وہ تو آپ کی پوجا کرتے تھے۔ دن رات آپ کے کارنامے سنایا کرتے تھے۔ میں بھگوان کا جتنا بھی شکر ادا کروں' کم ہے۔ میں بھی پتا جی کی طرح آپ کی پوجا کرتی رہوں گی۔"

وہ پوجا کرنے لگی۔ میں پیار کرنے لگا۔ دشمن حالات سے نمٹتے نمٹتے' زندگی کی دھوپ میں چلتے چلتے ثمرن کے پیار کی چھاؤں بہت ٹھنڈی اور پرسکون لگ رہی تھی۔ پتا نہیں آگے اور کتنی کڑی دھوپ تھی۔ میں جی بھر کے اس چھاؤں میں

آرام کرنے لگا۔

اس دوران میں کبھی کبھی خیال خوانی کی پرواز بھی کررہا تھا۔ موجودہ حالات میں دشمنوں سے غافل رہنا نادانی ہوتی۔ پوجا نے مجھے ٹریپ کرکے اپنی دادی ماں کے ذریعے میری یادداشت چھین کر بڑی چالاکی دکھائی تھی۔ مجھے جزیرے میں پیار سے قیدی بنا کر رکھنے کی ٹھوس پلاننگ پر عمل کیا تھا لیکن تقدیر اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

دادی ماں کی موت نے اس کی کمر توڑ دی تھی۔ اس جزیرے میں اور محل میں اس کے اختیارات ختم ہوگئے تھے۔ اس نے محل سے باہر آکر سیکیورٹی افسر سے کہا "میں تم پر اندھا اعتماد کرتی تھی لیکن تم برے وقت پر میرا ساتھ چھوڑ رہے ہو۔"

وہ بولا "میں نے آپ کا نمک کھایا ہے۔ آپ سے وفاداری کرتا رہوں گا۔ ابھی میں فرہاد کا وفادار بن گیا ہوں تو اس میں آپ کی بھلائی ہے۔ میں درپردہ آپ ہی کی بہتری کے لیے کام کرتا رہوں گا۔"

وہ بولی "ایک بات رازداری سے بتاؤ۔ ابھی تو فرہاد میرے لیے بہت ضروری ہے۔ جب اس کی ضرورت نہیں رہے گی تو کیا تم چھپ کر اسے گولی مار کر میرے راستے سے ہٹا دو گے؟"

"آپ جب بھی اشارہ کریں گی، میں اس کا کام تمام کردوں گا۔"

ایک سیکیورٹی گارڈ دوڑتا ہوا ان کے پاس آیا۔ پوجا نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ ہانپتے ہوئے بولا "میڈم! میں موت کا ہرکارہ ہوں۔ مجھے حکم ملا ہے کہ غدار کو جینے نہ دو۔ اسے موت سے پہلے عبرت ناک سزا دو۔"

یہ کہتے ہی اس نے اپنی گن سیدھی کی پھر سیکیورٹی افسر کے ایک پاؤں میں گولی مار دی۔ وہ چیختا ہوا اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ پوجا نے سہم کر پوچھا "یہ تم نے کیا کیا؟ اپنے افسر سے دشمنی کررہے ہو؟"

گارڈ نے سیکیورٹی افسر کا ریوالور لے کر کہا "تم نے اپنے آقا فرہاد علی تیمور کو دھوکا دیا ہے۔ وفاداری کی قسم کھا کر غداری کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ بولو تمہیں گولی کیوں نہ ماری جائے؟"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑا کر بولا "مجھ سے بھول ہوگئی۔ میری پہلی غلطی معاف کردو۔ مجھے وفاداری کا ایک موقع اور دو۔ اب میں میڈم پوجا کی باتوں میں نہیں آؤں گا۔ میں جان کی امان چاہتا ہوں۔ مجھے ایک موقع دو۔"

وہاں فائٹرز پہلے کم تھے۔ میں اور کم نہیں کرنا چاہتا میں نے اس سیکیورٹی گارڈ کی زبان سے کہا "ٹھیک تمہیں آخری موقع دیا جاتا ہے۔ جاؤ اپنے زخم کی مرہ کراؤ۔"

پوجا سہمی ہوئی تھی۔ دادی ماں کی زندگی میں غبار طرح پھولی ہوئی تھی۔ اب اس غبارے سے ہوا نکل تھی۔ اس نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ میری مخالفت میں کرنا تو دور کی بات ہے دل میں بھی مخالفت کرے گی تو مجھے ہوجائے گی۔

میں نے اس کے اندر کہا "میں پہلی بار تمہارے بول رہا ہوں۔ بے شک یہ تمہیں اچھی طرح سمجھ چاہیے۔ مجھ سے دشمنی کا ارادہ بھی کرو گی تو مجھے خبر ہو گی۔ میں تمہارے اندر گھسا ہوا ہوں۔ کیا تم مجھے باہر سکتی ہو۔"

وہ سہمی ہوئی تھی۔ بے بسی سے بولی "میں انڈین آر کے خطرے کو ہمیشہ کے لیے ٹالنا چاہتی تھی لیکن تم اس بھی بڑا خطرہ بن کر مجھ پر مسلط رہو گے۔"

"تم نے مجھے خطرناک بنا دیا ہے۔ اگر تمہاری اچھی ہوتی۔ تم میرا برین واش نہ کراتیں اور ایک دوست کر مجھ سے مدد حاصل کرتیں تو آج تم یوں بے یار و مددگار ہوتیں۔ اب تمہیں عقل آگئی ہے تو میں تم سے یہاں مالکانہ حقوق نہیں چھینوں گا۔ تم اب بھی ایک ملکہ کی شان و شوکت کے ساتھ یہاں زندگی گزارو گی۔"

میں دماغی طور پر ثمرن کے پاس حاضر ہوگیا۔ وہ مجھ پیار نچھاور کرتے ہوئے خوش کررہی تھی۔ میں بھی اس ساتھ خوش ہورہا تھا۔ کبھی خیال خوانی کرتے ہوئے مخا کے عزائم معلوم کررہا تھا پھر میں نے انڈین آرمی کے میج پاس جانے کا ارادہ کیا۔ یہ جاننا ضروری تھا کہ وہ جزیرے خلاف کیسے منصوبے بنا رہے ہیں۔

اس میجر نے کہا تھا کہ دہلی یا ممبئی میں کبریا نامی ٹیلی پیتھی جاننے والا نوجوان ہے اور وہ میرا بیٹا ہے۔ اگر درست کہہ رہا تھا تو اس حد تک پتا چل گیا کہ میرا ایک بیٹا بھی ہے اور میں دہلی یا ممبئی کی طرف جا کر اسے تلا کرسکتا ہوں۔

پوجا نے کہا تھا کہ وہ دادی ماں کی لکھی ہوئی ڈائری تک یہاں منگوالے گی۔ اگر اس ڈائری سے مجھے معلومات حاصل نہ ہوتیں تو میں ثمرن کو لے کر یہاں جاتا۔ فی الحال میں یہیں بیٹھے بیٹھے خیال خوانی کے ذریعے اپنے بیٹے تک پہنچنے کی کوششیں کرسکتا تھا۔

میں نے میجر کے اندر یہ سوچ پیدا کی کہ کبریا ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے کچھ اہم راز معلوم کررہا ہے۔ اس سلسلے میں ہوم منسٹر نے میجر سے رابطہ بھی کیا تھا۔ لہٰذا پھر اس سے رابطہ کرنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے ان ٹیلی پیتھی جاننے والے باپ بیٹے کے بارے میں کوئی نئی بات معلوم ہوسکے۔

میجر نے ہوم منسٹر کو یہ نہیں بتایا تھا کہ انڈین آرمی عدالتی فیصلے سے پہلے ہی کلیانی جزیرے پر قبضہ جمانا چاہتی ہے۔ آرمی نے اپنے اس مشن کو راز میں رکھا تھا۔ میجر نے کبھی کسی پر ظاہر نہیں کیا تھا کہ اس جزیرے میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا شخص موجود ہے جس پر فرہاد علی تیمور ہونے کا شبہ کیا جارہا ہے۔

میجر نے ہوم منسٹر سے پوچھا "کیا کبریا علی تیمور کا کوئی سراغ مل رہا ہے؟"

ہوم منسٹر نے کہا "یہ ٹیلی پیتھی کا چکر ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ اس نوجوان کی موجودگی کبھی دہلی میں ظاہر ہوتی ہے کبھی ممبئی میں۔ وہ ان دو میں سے کسی ایک شہر میں کہیں چھپا ہوا ہے۔"

میں ہوم منسٹر کی آواز سنتے ہی اس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ یہ معلوم ہونے لگا کہ یہودی تنظیم کا سربراہ جے وی شوٹر اور شلیا نامی ایک حسین لڑکی ایک پاکستانی سیاست دان کو پھانس کر پاکستان آرمی کے اہم راز معلوم کرنا چاہتے تھے۔ کبریا نے ان کے تمام اہم منصوبوں کو ناکام بنا دیا تھا۔

پھر کبریا نے ممبئی کے ایک سیاست دان ناگیشور پانڈے کی بیٹی کو اغوا کیا تھا۔ اس کی بیٹی دہلی میں اسے واپس ملی تھی اور کبریا نے اس کی واپسی کے عوض ممبئی میں تین کروڑ روپے وصول کیے تھے۔ انٹیلی جنس والے کہہ رہے تھے کہ وہ کہیں ایک جگہ بیٹھا ہوا ہے اور ان دونوں شہروں کے اعلیٰ افسران اور اعلیٰ عہدے داران کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے دن کا چین اور رات کی نیندیں اڑا رہا ہے۔

میں ہوم منسٹر کے اندر رہ کر آگے بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن اچانک ہی ثمرن کی چیخ سن کر خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میں نے گھبرا کر پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ دونوں ہاتھ سینے پر رکھے گہری گہری سانسیں لینے کی کوشش کرتے ہوئے... اٹک اٹک کر کہہ رہی تھی "یہاں ایک سوئی سی چبھ رہی ہے۔ سانسیں مشکل سے آرہی ہیں۔"

میں نے فوراً ہی محل کے ڈاکٹر کو خیال خوانی کے ذریعے گرفت میں لیا۔ وہ دواؤں کا بیگ اٹھا کر تیزی سے دوڑتا ہوا بیڈ روم میں آگیا۔ میں نے کہا "اسے دیکھو کیا ہورہا ہے؟ اچانک سینے میں چبھن ہورہی ہے۔ یہ سانس نہیں لے پا رہی ہے۔"

ڈاکٹر اس کا معائنہ کرنے لگا۔ پریشان ہوکر کہنے لگا "یہ تو بالکل ٹھیک ہے۔ نبض صحیح چل رہی ہے۔ دل کی دھڑکنیں بھی درست ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ثمرن نے پھر ایک زوردار چیخ ماری۔ دونوں ہاتھوں سے پیشانی کو تھام کر تکلیف سے تڑپ کر بولی "یہاں بھی سوئی چبھ رہی ہے۔ پیشانی سے دماغ تک چبھ رہی ہے۔ مجھے بچاؤ۔ مجھے بچاؤ نہیں تو میں مرجاؤں گی۔"

وہاں سیکیورٹی گارڈز وغیرہ آگئے تھے۔ پوجا بھی پہنچ گئی تھی۔ ثمرن کو گھور کر دیکھ رہی تھی۔ ڈاکٹر نے مجھ سے کہا "سر! اس کا علاج کوئی ڈاکٹر نہیں کرسکے گا۔ اس پر کالا جادو کیا جارہا ہے۔"

میں نے جھلا کر کہا "یہ کیا بکواس ہے؟ یہ تکلیف سے تڑپ رہی ہے تم فوری طور پر سکون پہنچانے کے لیے کوئی دوا نہیں دے سکتے۔"

وہ عاجزی سے بولا "سر! آپ یقین کریں۔ یہ کالے جادو کا ووڈو سسٹم ہے۔ کوئی اس کا پتلا بنا کر اس کے سینے اور اس کی پیشانی میں سوئیاں چبھو رہا ہے۔"

یہ سنتے ہی پوجا ایک دم سے قہقہے لگانے لگی۔ میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ وہ قہقہہ لگاتے ہوئے کہہ رہی تھی "زندہ ہے۔ میری دادی ماں زندہ ہے۔ میں جانتی تھی میری دادی ماں کو مقررہ وقت سے پہلے کوئی نہیں مار سکے گا۔"

میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ چڑیل زندہ تھی اور میں اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ وہ مرچکی ہے۔ ثمرن تھوڑی دیر تک پرسکون رہی پھر اس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر چیخ ماری اور تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگی۔ میں اس کی تکلیف دیکھ کر اندر سے تڑپنے لگا۔ میں نے آگے بڑھ کر پوجا کا گلا دبوچ کر گرجتے ہوئے پوچھا "کہاں ہے تیری دادی ماں؟ اسے بول یہاں آئے۔ اسے فوراً سمجھا کہ ثمرن کو نقصان نہ پہنچائے ورنہ میں تیرے ٹکڑے ٹکڑے کردوں گا۔"

میں نے اسے دھکا دیا وہ پیچھے دیوار سے ٹکرا گئی۔ غصے سے بولی "تم کیا سمجھتے ہو؟ مجھے مار ڈالنے کے بعد یہاں سے زندہ سلامت جاسکو گے۔ جاؤ ابھی ثمرن کو لے کر یہاں سے جاسکتے ہو تو چلے جاؤ۔ اپنی ٹیلی پیتھی کی تمام صلاحیتیں آزمالو۔

تمہیں اس جزیرے سے باہر جانے کا راستہ نہیں ملے گا۔"

اس کے موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ وہ اسے آن کر کے سننا چاہتی تھی۔ میں نے اس سے چھین کر فون کو کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے ایک بوڑھی اور کمزور آواز سنائی دی "میری بچی! تم خیریت سے ہو ناں؟"

وہ آواز میرے لیے انجانی تھی۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک دم سے چونک کر بولی "اچھا تو تو میرے اندر آیا ہے! میری پوتی تیری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی لیکن میں محسوس کر رہی ہوں۔ ثمرن کو زندہ دیکھنا چاہتا ہے تو میرے اندر سے چلا جا۔"

"تو مجھے دماغ سے جانے کو کہہ رہی ہے۔ مجھے سانس روک کر کیوں نہیں بھگا رہی ہے؟"

وہ بولی "تو نے مجھے کمزور بنا دیا ہے۔ میں بیس برس کی کٹھن تپسیا کے بعد جوان چھوکری بن گئی تھی۔ جوانی کی تمام توانائیاں حاصل کر چکی تھی لیکن تو نے مجھے سمندر میں ڈبو دیا۔ میں اپنے مقررہ وقت سے پہلے نہیں مروں گی۔ میں گہرے پانی سے باہر نکل آئی لیکن پتا چلا کہ میری جوانی کھارے پانی سے ڈھل گئی ہے۔ میں نہیں جانتی ایسا کیوں ہو گیا؟"

میں نے کہا "تیری شامت آئی تھی کہ تو مجھ سے ٹکرانے کے لیے یہاں آ گئی۔ اب میں تیری موت کا حساب غلط کر دوں گا۔ مقررہ وقت سے پہلے تجھے خاک میں ملا دوں گا۔ اگر تو اپنی باقی سانسوں تک زندہ رہنا چاہتی ہے تو ثمرن کا پیچھا چھوڑ دے۔"

"تو نے کہا اور میں نے چھوڑ دیا لیکن یاد رکھ میری پوتی کو نقصان پہنچے گا تو تیری وہ رکھیل زندہ نہیں رہے گی۔"

"پوجا کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"میرے بدن پر سمندر کے پانی کا نمک لگا ہوا ہے۔ میں دریا کی طرف جا رہی ہوں۔ میٹھے پانی سے غسل کرنے کے بعد نمک ڈھل جائے گا اور میری جوانی واپس مل جائے گی تو میں تیری دشمنی کو بھول جاؤں گی۔"

"اور اگر میٹھے پانی سے نہا کر بھی جوانی واپس نہ لوٹی تو پھر کیا کرے گی؟"

وہ کچھ سوچ کر بولی "اگر چند مخصوص منتروں کے پڑھتے رہنے کے بعد بھی جوانی واپس مل جائے گی تو اس وقت بھی میں تجھے معاف کر دوں گی اور اگر اثر نہ ہوا تو پھر سمجھ لے کہ تو میرے ہاتھوں سے مرنے کے لیے ہی پیدا ہوا ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت تجھے میرے ہاتھوں مرنے سے نہیں بچا سکے گی۔ فی الحال اپنی خیریت چاہتا ہے تو میرے دماغ سے چلا جا۔"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ ثمرن سکون سے آنکھ بند کیے بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔ اسے پرسکون دیکھ کر مجھے اطمی ہوا۔ اسے تو سکون مل گیا تھا لیکن میری فکر اور پریشانیاں گئی تھیں۔ وہ بوڑھی چڑیل جنگل میں کہیں چھپی ہوئی اور اپنے جادوئی ہتھکنڈوں سے مجھے مجبور اور بے بس تھی۔ یہ میں نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ اب وہ مجھے جزیرے سے باہر نہیں جانے دے گی۔

○☆○

کبریا ممبئی کے ایک ہوٹل میں میرا، شاردا اور پروفیسر دینا ناتھ کے ساتھ تھا۔ شاردا ان کے لیے ایک پریشان مسئلہ بن گئی تھی۔ اس کی ضد تھی کہ کبریا اس سے کرے اور شادی کرے۔ جبکہ کبریا اور میرا ایک دوسرے چاہنے لگے تھے۔ کبریا نے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ میرا کی اسے کبھی نہیں دے گا۔

اس بات پر شاردا غصے سے ان کا ساتھ چھوڑ کر چلی تھی۔ کبریا ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے بدمعاشوں کے چنگل سے بچا کر واپس لے آیا تھا۔ اس کے باوجود شاردا ضدی بچی کی طرح مچل رہی تھی۔ اس نے ایک ہی رٹ رکھی تھی کہ رہے گی تو کبریا کی آغوش میں، ورنہ کہیں دور جائے گی۔

اس نے کبریا سے وعدہ لیا تھا۔ اسے ماں کی قسم دی کہ وہ اس کے دماغ میں نہیں آئے گا۔ کبریا نے کہا "زندگی میں پہلی بار اسے ماں کی قسم دی گئی ہے۔ لہٰذا وہ کبھی شاردا کے دماغ میں جائے گا نہ اس کے خیالات پڑھے گا۔"

اس طرح ایک اور مسئلہ پیدا ہو گیا، وہ قابو سے باہر ہو گئی۔ پہلے کبریا اسے خیال خوانی کے ذریعے کنٹرول کرتا تھا۔ اب وہ بے لگام ہو گئی تھی۔ میرا نے کہا "آپ ا دی ہوئی قسم قبول نہ کریں۔ یہ ہمارے لیے مصیبت بن گی۔"

"یہ اپنے لیے مصیبت بنے گی۔ ہمیں چھوڑ کر جائے گی تو بے یار و مددگار رہے گی۔ غنڈے بدمعاش عزت کی دھجیاں اڑاتے رہیں گے۔ بہرحال ابھی تو بھوک لگی ہے۔ کیا کھانے کے لیے کہیں باہر چلیں یا کمرے میں کھانا منگوا لیں۔"

میرا نے کہا "باہر چلیں۔ واکنگ ہو جائے گی۔ کسی اوپن ایر ریسٹورینٹ میں اپنی اپنی پسند کی ڈش کھائیں گے۔"

وہ سب کمرے کو لاک کر کے ہوٹل کے باہر پروفیسر، شاردا کے ساتھ چلتا ہوا اسے پیار سے سمجھا رہا تھا۔ وہ پروفیسر کے ساتھ چل رہی تھی لیکن میرا اور کبریا کو ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر چلتے دیکھ رہی تھی۔ اس کا دماغ اندر سے چیخ رہا تھا "میرا کی جگہ مجھے ہونا چاہیے۔ کبریا کو میرا ہاتھ تھامنا چاہیے۔ میں بوڑھے انکل کے ساتھ چل رہی ہوں اور یہ میرے آئیڈیل کے ساتھ کیسی مست ہو کر چل رہی ہے۔ اس کی ساری مستی نکال دوں گی۔ اسے کبریا سے ہمیشہ کے لیے الگ کر دوں گی۔"

وہ ایک اوپن ایر ریسٹورینٹ میں آ کر بیٹھ گئے۔ اپنی اپنی پسند کے مطابق کھانے کا آرڈر دینے لگے۔ وہ ہندو تھے، ماس مچھلی یعنی گوشت مچھلی نہیں کھاتے تھے۔ سبزیوں پر گزارہ کرتے تھے۔ سبزیوں کی ڈشیں بھی طرح طرح کی مزے دار ہوتی تھیں۔

کبریا نے بھی سبزی کی ایک ڈش کا آرڈر دیا۔ میرا نے کہا "آپ تو گوشت مچھلی کھاتے ہیں پھر آپ سبزی کا آرڈر کیوں دے رہے ہیں؟"

"اس لیے کہ تم میری زندگی میں آ گئی ہو۔ مجھے سبزی کی عادت ڈالنی ہوگی اور تمہیں گوشت کی۔"

وہ سر جھکا کر مسکرانے لگی۔ شاردا کی ساری توجہ ان دونوں کی طرف تھی۔ میرا کو مسکراتے دیکھ کر جل گئی۔ ناگواری سے بولی "تم گوشت کھاؤ گی تو کیا تمہارا دھرم بھرشٹ نہیں ہو گا؟"

وہ بولی "مجھے کسی ایک دھرم کی ہو کر رہنا ہے۔ جب میں ایک مسلمان کو اپنے دل و جان کا مالک بنا رہی ہوں تو پھر میں مسلمان ہی بن کر رہوں گی۔"

ان کے آرڈر کے مطابق کھانا آ گیا۔ وہ کھانے کے دوران میں باتیں کرنے لگے۔ شاردا کھانا ادھورا چھوڑ کر اٹھی اور پروفیسر سے بولی "انکل! میں ابھی واش روم سے آتی ہوں۔"

میرا نے اٹھتے ہوئے کہا "میں بھی چلتی ہوں۔"

وہ ناگواری سے بولی "تم میرے ساتھ کیوں آ رہی ہو؟ کیا میری نگرانی کرو گی؟ کیا تم میری باڈی گارڈ ہو؟"

"تم برا کیوں مان رہی ہو؟ میں کسی ضرورت سے ہی واش روم جا رہی ہوں۔"

وہ بیٹھ گئی اور بولی "تو پھر جاؤ۔ جب تم آ جاؤ گی تب میں جاؤں گی۔"

میرا نے بیٹھ کر کہا "پہلے تم جا رہی تھیں۔ اس لیے تم ہی جاؤ۔ مجھے جلدی نہیں ہے۔"

اس نے گھور کر میرا کو دیکھا پھر وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ میرا نے تشویش سے کہا "مجھے اس سے ڈر لگ رہا ہے۔ یہ پھر ہمیں چھوڑ کر جا سکتی ہے۔"

کبریا نے بڑی بے پروائی سے کہا "اب وہ کہیں جائے گی تو کسی جہنم میں ہی پہنچے گی۔ تم اسے ساری زندگی زنجیریں پہنا کر نہیں رکھ سکو گی۔ کھانے پر توجہ دو۔ اسے آنا ہو گا تو آ جائے گی۔"

وہ سر جھکا کر کھانے لگی لیکن اس کا سارا دھیان شاردا کی طرف تھا۔

پروفیسر نے کہا "کوئی اپنے مقدر سے نہیں لڑ سکتا۔ اس کا زائچہ اور اس کے ہاتھ کی لکیروں سے بس ایک ہی بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ لڑکی اپنے ہاتھوں سے اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارتی رہے گی۔ اسے روکا نہیں جا سکتا۔"

کبریا نے کہا "میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے روک سکتا تھا لیکن اس نے قسم دے کر یہ رکاوٹ بھی دور کر دی ہے۔ تقدیر اپنا لکھا ہوا منوانے کے لیے ایسے ہی تماشے کرتی ہے۔"

میرا نے اٹھتے ہوئے کہا "میں ابھی جا کر دیکھتی ہوں۔"

کبریا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیا "بیڈ لک۔ کیوں اس کی اتنی فکر کرتی ہو؟ اس کا بس چلے گا تو وہ تمہاری جگہ حاصل کرنے کے لیے تمہیں قتل بھی کر دے گی۔"

میرا نے دونوں ہاتھ جوڑ کر عاجزی سے کہا "آپ غصہ نہ کریں۔ اس کے لیے میرے جذبات کو سمجھیں۔ پلیز مجھے جانے دیں۔"

کبریا نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا "اچھی بات ہے جاؤ۔"

وہ خوش ہو کر وہاں سے چلی گئی۔ پروفیسر نے کہا "بچپن میں ان کی ماں مر گئی تھی۔ تب سے میرا شاردا کو بہت چاہتی ہے۔ اسے ماں کی کمی محسوس نہیں ہونے دیتی۔ حالانکہ یہ شاردا سے صرف دو برس بڑی ہے۔"

تھوڑی دیر بعد میرا تیزی سے چلتی ہوئی آئی۔ وہ گھبرائی ہوئی تھی۔ اس نے کہا "وہ واش روم میں نہیں ہے۔ میں نے ریسٹورینٹ کے اندر ہر جگہ دیکھا ہے۔ وہ کہیں نظر نہیں آ رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے وہ پچھلے دروازے سے چلی گئی ہے۔"

کبریا نے نیپکن سے ہاتھ پونچھتے ہوئے کہا "اب وہ میرے لیے خطرہ بن جائے گی۔ اسے جو بھی محبت سے سہارا دے گا۔ وہ اس کے سامنے اگل دے گی کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور تم دونوں کے ساتھ رہتا ہوں۔"

میرا نے کہا "وہ ایسی حماقت نہیں کرے گی۔"

کبریا نے ڈانٹ کر کہا "بکواس مت کرو۔ کیا وہ اب تک حماقتیں کرتی نہیں آ رہی ہے؟ وہ حسد اور جلاپے میں کچھ بھی کر سکتی ہے۔"

پروفیسر نے کہا "میرا! خوامخواہ شاردا کی حمایت نہ کرو۔ وہ کبریا کے لیے خطرہ بن گئی ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمام میڈیا کے ذریعے کبریا کو تلاش کیا جا رہا ہے۔ اسے پولیس والے آرمی والے سب ہی تلاش کر رہے ہیں۔ اگر وہ ان میں سے کسی کے ہتھے چڑھ جائے گی تو وہ لوگ اس کے بارے میں بہت کچھ اس سے اگلوا لیں گے۔"

کبریا نے پروفیسر سے کہا "فی الحال دانش مندی یہ ہے کہ میں آپ لوگوں سے دور ہو جاؤں۔ ہمارا ایک ساتھ رہنا مناسب نہیں ہے۔"

میرا اس کا بازو تھام کر بیٹھ گئی پھر بولی "میں آپ کو کہیں نہیں جانے دوں گی۔ اس دیس میں قدم قدم پر آپ کے دشمن ہیں۔ میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑوں گی۔"

وہ میرا کے ہاتھ کو محبت سے تھام کر بولا "ایسے وقت جذبات سے نہیں عقل سے کام لینا چاہیے۔ اگر پولیس یا آرمی والوں نے گھیرا ڈالا تو ہم سب ایک ساتھ پھنس جائیں گے۔ اگر میں روپوش رہوں گا تو تم دونوں کو مصیبتوں سے نجات دلاتا رہوں گا۔"

"کچھ بھی ہو میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑوں گی۔ انکل یہاں سے لکھنؤ واپس چلے جائیں گے میں آپ کے ساتھ رہوں گی۔"

"تم میرے ساتھ رہ کر میری بہت بڑی پہچان بن جاؤ گی۔ ڈھونڈنے والوں کو یہ معلوم ہوگا کہ تمہارے انکل تنہا رہ گئے ہیں تو یقیناً تم میرے ساتھ ہو۔ میں بھیس بدلتا رہوں گا لیکن تمہاری موجودگی کے باعث پہچان لیا جاؤں گا۔"

پروفیسر نے کہا "بیٹی! کبریا کی باتوں کو سمجھو۔ اس کے لیے پرابلم نہ بنو۔ اسے جانے دو۔ یہ دور رہ کر میری اور تمہاری حفاظت کرے گا۔"

میرا شکایت بھری نظروں سے کبریا کو دیکھنے لگی۔ وہ اس سے جدا نہیں ہونا چاہتی تھی لیکن حالات بچھڑنے پر مجبور کر رہے تھے۔ کبریا نے اس کے اندر سوچ کے ذریعے کہا "میری جان! نہ میں تمہیں بھلا سکتا ہوں اور نہ ہی زیادہ دنوں تک تم سے دور رہ سکتا ہوں۔ میں دشمنوں کو اپنے راستے سے بھٹکا کر کسی محفوظ پناہ گاہ میں پہنچتے ہی تمہیں اپنے پاس بلا لوں گا۔ ہم مجبوراً عارضی طور پر جدا ہو رہے ہیں۔"

وہ بھی سوچ کے ذریعے بولی "وعدہ کریں۔ آپ مجھے جلد سے جلد بلائیں گے۔ آپ جب تک دور رہیں گے۔ مجھ سے مسلسل ذہنی رابطہ رکھیں گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ ہر گھنٹے آدھے گھنٹے میں تمہارے پاس آتا رہوں گا۔"

پروفیسر نے کہا "کبریا! جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ میری معلومات کے مطابق تمہارے پاپا جنوب کی طرف اسی علاقے میں ہیں۔ میرا خیال ہے اب تم پونا، کیرالہ اور سری لنکا کی طرف جاؤ گے۔"

"جی ہاں۔ میں اسی طرف جاؤں گا۔"

میرا نے کہا "تم مجھے بتاتے رہو کہ کس شہر کی طرف جا رہے ہو؟ کس علاقے میں پہنچ گئے ہو۔ میں اسی طرف سفر کرتی رہوں گی۔"

کبریا نے پروفیسر سے کہا "آپ ہمارے ساتھ کہاں بھٹکتے رہیں گے۔ میرا مشورہ ہے اپنے شہر لکھنؤ واپس چلے جائیں۔ میں جنوب کی طرف سفر کرنے کے دوران میں آپ سے دماغی رابطہ رکھوں گا اور پاپا کے زائچے کے مطابق آپ مجھے بتاتے رہیں گے کہ وہ کس سمت میں ہیں۔"

پروفیسر نے پوچھا "اور میرا کے متعلق کیا چاہتے ہو؟"

"آپ اسے تنہا چھوڑ دیں۔ یہ تنہا ان علاقوں کی طرف جاتی رہے گی جہاں میں پہنچتا رہوں گا۔"

پروفیسر نے کہا "مجھے یقین ہے کہ یہ جہاں بھی تنہا جائے گی تم اس کے اندر رہ کر اس کی حفاظت کرتے رہو گے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں یہاں سے لکھنؤ چلا جاؤں گا۔ میں اپنی یہ بیٹی تمہارے حوالے کر رہا ہوں۔"

"میرا ایک اور مشورہ ہے۔ آپ صبح تک اس ہوٹل میں نہ جائیں۔ ہمارا سامان اور وہ تین کروڑ روپے وہیں پڑے رہنے دیں۔ میں خیال خوانی کے ذریعے معلومات حاصل کرتا رہوں گا۔ جب کوئی خطرہ درپیش نہیں ہوگا تو میں آپ سے وہاں جانے کے لیے کہوں گا۔"

پروفیسر نے وہاں سے اٹھ کر کھانے کا بل ادا کیا پھر میرا کو گلے لگا کر کبریا سے مصافحہ کر کے وہاں سے رخصت ہو گیا۔

میرا نے پوچھا "میرے لیے کیا حکم ہے؟"

میرے ساتھ شاپنگ سینٹر چلو۔ سفری بیگ اور ضروری سامان خریدو۔ اس سے پہلے ہم کسی ائر کنڈیشنڈ کوچ میں دو سیٹیں حاصل کریں گے اور ایک دوسرے کے لیے اجنبی بن کر اس کوچ کے ذریعے پونا جائیں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "آپ بہت اچھے ہیں۔ میرا ساتھ نہیں چھوڑ رہے ہیں لیکن شاپنگ کے لیے رقم کم پڑے گی۔ میرے پرس میں صرف دو ہزار روپے ہیں۔"

کبریا نے کہا "اور میری جیب تو بالکل خالی رہتی ہے۔ اس کے باوجود دنیا کی ساری دولت میرے قدموں میں رہتی ہے۔ چلو میں ٹیلی پیتھی کا کمال دکھاتا ہوں۔ تم کبھی کسی کی محتاج نہیں رہو گی۔"

وہ حیرانی سے بولی "لیکن آپ رقم کہاں سے حاصل کریں گے؟"

"میں اس ریسٹورینٹ کے مالک سے کم از کم پچاس ہزار روپے وصول کر سکتا ہوں لیکن اس کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا ہے کہ یہ ایک سچا، دھرم والا نیک انسان ہے۔ میں حلال کی روزی کمانے والوں سے رقم نہیں لیتا۔ بے ایمانوں اور شیطانوں سے ان کی دولت حاصل کرتا ہوں۔ آگے چلو ہماری دنیا میں شیطان بہت ہیں۔"

وہ ریسٹورینٹ بہت مشہور تھا۔ وہاں بڑے بڑے دولت مند شراب پی کر اپنی داشتاؤں کے ساتھ ماس مچھلی کھانے آیا کرتے تھے۔ کبریا نے کہا "رقم یہیں مل جائے گی۔ وہاں کتنی ہی قیمتی گاڑیاں کھڑی ہوئی ہیں۔ تم آگے بڑھو اور ان گاڑیوں کے قریب سے گزرتی جاؤ۔"

وہ بولی "ان گاڑیوں میں اوباش قسم کے رئیس ہوتے ہیں۔ وہ مجھے چھیڑیں گے۔ تم ایسی حرکتیں برداشت نہیں کر پاؤ گے۔ خوامخواہ بات بڑھے گی۔ میں کوئی ہنگامہ نہیں چاہتی ہوں۔"

"کوئی ہنگامہ نہیں ہوگا۔ جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ ادھر جاؤ۔"

وہ جانے لگی۔ ان کاروں کے قریب سے گزرنے لگی۔ امیر کبیر لوگ اپنی اپنی کار میں کسی نہ کسی حسینہ کے ساتھ شراب پی رہے تھے۔ گوشت مچھلی کھا رہے تھے اور زر خرید حسیناؤں کو کلیجے سے لگا رہے تھے۔ ایک کار میں ایک شخص نشے کی حالت میں اپنے ساتھ بیٹھی ہوئی حسینہ کو دھتکار رہا تھا۔ اسے ہزار ہزار کے پانچ نوٹ دے کر کہہ رہا تھا "گٹ آؤٹ۔ سور کی بچی! کیا اسی وقت تمہیں بیمار ہونا تھا سارا موڈ چوپٹ کر دیا۔"

وہ رقم لے کر باہر چلی گئی۔ تب اس نے دور سے آتی ہوئی میرا کو دیکھا۔ دروازہ کھول کر بولا "او واٹ اے فنٹاسٹک بیوٹی! اکیلی کہاں بھٹک رہی ہو۔ میری گاڑی میں آ جاؤ۔ جتنی رقم مانگو گی تمہیں دوں گا۔"

کبریا نے کہا "میری جان! تمہیں گھبرانا نہیں چاہیے۔ اس کے قریب جاؤ اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھو۔ مجھ پر بھروسا کرو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

وہ اس کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ ڈیش بورڈ کے خانے میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپے ہیں۔ سیٹ کے نیچے ایک بیگ میں اس کے کچھ ضروری کاغذات رکھے ہوئے تھے۔ وہ میرا سے پوچھ رہا تھا "کیا تم پیو گی؟ بہترین امپورٹڈ وہسکی ہے۔"

کبریا نے کہا "اب یہ تھوڑی دیر میں چپ ہو جائے گا۔ تمہارے پیروں کے پاس ایک بیگ رکھا ہوا ہے۔ اسے خالی کرو پھر ڈیش بورڈ کا خانہ کھول کر وہاں کی تمام رقم بیگ میں رکھ لو پھر وہاں سے ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف جاؤ۔ میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے اس رئیس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اس نے کبریا کی مرضی کے مطابق وہسکی کی بوتل کو کھول کر منہ سے لگایا اور غٹاغٹ پینے لگا۔ وہ تو پہلے ہی نشے میں ٹن تھا۔ بھری ہوئی بوتل خالی ہوتی گئی اور اسے ہوش و حواس سے بیگانہ کرتی گئی۔ میرا بیگ میں رقم بھر کر اسے بند کرنے کے بعد کار سے باہر آئی پھر تیز قدموں سے چلتی ہوئی ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف جانے لگی۔

کبریا ایک ٹیکسی کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اس نے آواز دی "کم آن میرا! یہاں اس ٹیکسی میں آ جاؤ۔"

وہ دونوں اس ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر ایک بڑے شاپنگ سینٹر میں پہنچ گئے۔ میرا نے ٹیکسی سے اتر کر اس کا کرایہ ادا کیا پھر شاپنگ کرنے کے لیے مہنگے علاقے کی مہنگی دکانوں کی طرف کبریا کے ساتھ جانے لگی۔

شاردا ایک پولیس اسٹیشن میں تھانہ انچارج سے کہہ رہی تھی "میں اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو جانتی ہوں۔ جسے گرفتار کرنے کے لیے پورے دیس کی پولیس اور انٹیلی جنس والے پچھلے دو دنوں سے پریشان ہو رہے ہیں۔"

انچارج افسر نے چونک کر پوچھا "تم کون ہو؟ اسے کیسے جانتی ہو؟ کیا تم اس کا خفیہ اڈا جانتی ہو؟"

"میں ابھی اس کے بارے میں سب کچھ بتاؤں گی لیکن اسے گرفتار کرانے والے کے لیے دو لاکھ روپے کی رقم انعام کے طور پر رکھی گئی ہے۔ پہلے یہ رقم مجھے ملنی چاہیے۔"

اس وقت شاردا کے پرس میں صرف آٹھ سو روپے تھے اسے تنہا رہنے کے لیے زیادہ سے زیادہ رقم کی ضرورت تھی۔ اس لیے وہ پہلے رقم کا مطالبہ کر رہی تھی۔

انچارج افسر نے کہا "تمہیں رقم مل جائے گی۔ پہلے

اسے گرفتار کراؤ۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "اپنے اعلیٰ افسران سے میری بات کراؤ۔ رقم تمہارے بڑوں سے ملے گی۔ اس لیے میں تمہارے بڑوں کو کبریا تک پہنچاؤں گی۔"

وہ جھنجلا کر بولا "جب میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ رقم مل جائے گی تو پھر ضرور ملے گی۔ مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے؟"

"مجھے غصہ نہ دکھاؤ۔ اپنے بڑوں سے بات کراؤ ورنہ چلی جاؤں گی۔"

"کہاں جاؤ گی۔ میں تمہیں حوالات میں بند کروں گا۔ تمہاری اتنی پٹائی کروں گا کہ تم اس کا پتا بتانے پر مجبور ہو جاؤ گی۔"

"تم جب تک میری پٹائی کرو گے۔ اس وقت تک وہ وہاں سے جا چکا ہو گا۔"

وہ غصے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسسٹنٹ پولیس انسپکٹر سے بولا "اسے حوالات میں بند کرو۔ یہ ابھی پانچ منٹ میں اگل دے گی۔"

انسپکٹر نے کہا "سر! یہ ہمارے دیس کی سلامتی کا معاملہ ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا یہاں کے اہم راز چرا کر لے جائے گا۔ آپ اس لڑکی کا مطالبہ پورا کریں اور فوراً آئی جی صاحب سے رابطہ کریں۔"

انچارج افسر نے غصے سے دہاڑتے ہوئے کہا "بکواس مت کرو۔ ہم اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو گرفتار کرنے کا کریڈٹ حاصل کریں گے۔ پورے دیس میں ہمارا نام ہو گا۔ ہماری ترقی ہو گی۔"

انسپکٹر نے کہا "آپ نام پیدا نہ کریں اپنے دیس کو نقصان سے بچائیں۔"

"دیس کو نقصان نہیں پہنچے گا اور ہمیں بھی فائدہ ہو جائے گا۔ تم اسے بند کرو۔" انچارج نے دہاڑتے ہوئے کہا۔

انسپکٹر نے ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "سر! معافی چاہتا ہوں۔ آپ دیس کا نقصان کریں گے تو میں آپ کو گولی مار کر زخمی کروں گا پھر کمشنر صاحب کو رپورٹ کروں گا۔ پلیز۔۔۔ فوراً ہمارے بڑوں کو اطلاع دیں ورنہ آپ نام نہیں کما سکیں گے۔ آپ کی وردی اتر جائے گی۔"

انچارج افسر کے پاس بھی ریوالور تھا لیکن وہ میز کی نچلی دراز میں تھا۔ وہ جواباً اس پر ریوالور نہیں تان سکتا تھا۔ اس نے مجبور ہو کر آئی جی آف پولیس سے رابطہ کر کے اسے کبریا کے بارے میں بتایا۔ آدھے گھنٹے کے اندر پولیس کے بڑے افسران اس تھانے میں پہنچ کر شاردا سے سوالات کرنے لگے۔

شاردا نے کہا "جب میں یہاں آئی تو کبریا میری بہن اور میرے انکل کے ساتھ مرلی دھر ریسٹورینٹ میں بیٹھا ہوا تھا لیکن آپ کا یہ انچارج افسر میری پٹائی کرنے کی دھمکیاں مجھے دیتا رہا اور وقت برباد کرتا رہا۔"

اس انچارج افسر کو حراست میں لے لیا گیا۔ کمشنر پولیس نے پوچھا "اب وہ کہاں ہو گا؟"

وہ بولی "اب وہ لوگ ایک فائیو اسٹار ہوٹل کے کمرے میں ہوں گے۔"

آئی جی نے کہا "ہم اس ہوٹل کو چاروں طرف سے گھیر لیں گے۔ جب تک وہ گرفتار نہیں ہو گا۔ ہم اس ہوٹل سے کسی کو باہر نکلنے نہیں دیں گے۔"

شاردا نے کہا "اسے گرفتار کرنے کے لیے میرے ایک اہم مشورے پر عمل کرنا ہو گا۔ آپ سب وہاں پہنچ کر گونگے بن جائیں گے۔ وہاں جو بھی بولے گا کبریا اس کے دماغ میں گھس کر اسے اپنا غلام بنا لے گا۔"

کمشنر نے کہا "تم نے بہت اچھا مشورہ دیا ہے۔ اب ہمارے تمام افسران اور سپاہی گونگے بن کر اسے گرفتار کریں گے۔"

درجنوں کی تعداد میں پولیس والوں کی گاڑیاں وہاں سے روانہ ہوئیں۔ شاردا تمام اعلیٰ افسران کے ساتھ تھی۔ وہ پہلے مرلی دھر ریسٹورینٹ پہنچے۔ شاردا نے ایک میز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہ تینوں یہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ اب وہ ہوٹل کی طرف گئے ہوں گے۔ آپ فوراً وہاں چلیں۔"

ہوٹل کے پاس پہنچتے ہی سپاہیوں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ شاردا اعلیٰ افسران کے ساتھ ہوٹل کے اندر آئی پھر لفٹ کے ذریعے ان کے کمرے تک پہنچی۔ اس کا دروازہ مقفل تھا۔ منیجر کو حکم دیا گیا کہ وہ ماسٹر کی کے ذریعے اسے کھولے۔ منیجر نے حکم کی تعمیل کی اور دروازہ کھل گیا۔

وہ سب کمرے کے اندر آئے پھر وہاں رکھے ہوئے سامان کی تلاشی لینے لگے۔ ایک بریف کیس سے تین کروڑ روپے برآمد ہوئے۔ ایک اعلیٰ افسر نے کمشنر سے کہا "سر! یہ وہی تین کروڑ روپے ہیں جو ناگیشور پانڈے سے وصول کیے گئے ہیں۔ پانڈے صاحب کا مشیر اس بات کی گواہی دے گا۔"

پانڈے کے مشیر کو بلانے کا حکم دیا گیا۔ وہاں سے دہلی تک کتنے ہی فون پر باتیں ہونے لگیں۔ ہوم منسٹر اور آرمی

کے اعلیٰ افسران کو اطلاع دی گئی کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اب دہلی میں نہیں ہے۔ ممبئی کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں آیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے اسے اس کارروائی کی اطلاع مل چکی تھی۔ اسی لیے وہ پھر کہیں گم ہو گیا ہے۔ ہم پورے شہر کی ناکہ بندی کر رہے ہیں۔ اسے یہاں سے نکل بھاگنے کا موقع نہیں دیں گے۔

فون کے ذریعے احکامات جاری کیے جانے لگے۔ کئی ٹی وی چینلز کے ذریعے عوام کو اطلاعات فراہم کی جانے لگیں کہ کبریا علی تیمور ممبئی میں ہے۔ اس کے ساتھ ایک خوب صورت لڑکی اور اس کا پروفیسر انکل بھی ہے۔

شاردا نے اعلیٰ افسران کو یہ معلومات بھی فراہم کیں کہ کبریا اپنے باپ کو تلاش کر رہا ہے۔ وہ اس کی تلاش میں جنوبی ہند کے علاقوں میں جاتا رہے گا۔ شاردا کے اس بیان کی روشنی میں ممبئی سے لے کر راس کماری تک تمام پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو الرٹ کر دیا گیا۔

کبریا اور میرا شاپنگ کر رہے تھے۔ آئندہ سفر میں کام آنے والی ضروری چیزیں خرید رہے تھے اور انہیں اپنے اپنے سفری بیگ میں رکھتے جا رہے تھے۔ کبریا نے میک اپ کرنے کا سامان خریدا۔ اس دوران میں وہ اپنے قریب سے گزرنے والوں کو توجہ سے دیکھتا رہا۔ کبھی کبھی کسی کی آواز سن کر اس کے مختصر خیالات پڑھتا رہا۔

وہ صبح تک کے لیے کہیں ٹھکانا بنانا چاہتا تھا۔ ایک بہت بڑی دکان کے مالک کے خیالات نے بتایا کہ وہ اپنے بہت بڑے بنگلے میں تنہا رہتا ہے۔ اتنا کنجوس ہے کہ کوئی نوکر بھی نہیں رکھتا۔ آدھی رات کے بعد گھر جاتا ہے پھر صبح دس بجے آ کر دکان میں بیٹھ جاتا ہے۔

میرا خریداری میں مصروف تھی۔ کبریا نے اس دکان دار کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس کے بنگلے کی چابیوں کا ایک گچھا اس کی جیب میں رہتا تھا۔ چابیوں کا دوسرا گچھا احتیاطاً دکان میں رکھا کرتا تھا۔ اس نے دکان میں رکھی ہوئی چابیاں نکال کر میرا کو دے دیں۔

میرا نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیا۔۔۔؟"

کبریا اس دکان دار کی زبان سے بولا "یہ ہمارے نئے مکان کی چابیاں ہیں۔ ہم وہاں محفوظ رہیں گے۔ تم اس دکان دار سے کوئی چیز طلب کرو۔"

میرا لپ اسٹکس کے مختلف شیڈز کے بارے میں پوچھنے لگی۔ کبریا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونک کر میرا سے بولا "جی ہاں۔ نیا امپورٹڈ مال ہے۔ ابھی دکھاتا ہوں۔"

اس سے پہلے کبریا اپنا کمال دکھا چکا تھا۔ وہ دونوں ضرورت کا تمام سامان خریدنے کے بعد باندرہ ہل کے ایک پوش علاقے میں آئے۔ وہاں اس دکان دار سیٹھ کا بہت بڑا بنگلا تھا۔ انہوں نے بنگلے سے بہت پہلے ہی وہ ٹیکسی چھوڑ دی۔ اور پیدل بنگلے کی طرف روانہ ہو گئے۔

میرا نے کہا "میں آپ کی ٹیلی پیتھی کے تماشوں کو کچھ کچھ سمجھنے لگی ہوں۔ آپ نے اس سیٹھ سے چابیاں حاصل کی ہیں۔ کیا وہاں اس کے رشتے دار نہیں آئیں گے؟ بنگلے میں ملازم وغیرہ تو ہوں گے؟"

"نہ ملازم ہیں' نہ رشتے دار میں اطمینان کر چکا ہوں۔ یوں بھی ہمیں وہاں ساری زندگی نہیں رہنا ہے۔ ہم صبح تک رہیں گے پھر پونا کے لیے روانہ ہو جائیں گے۔"

وہ دونوں اس بنگلے کے دروازے پر پہنچ گئے۔ اسے کھول کر اندر آئے۔ اسے اندر سے لاک کر دیا۔ وہ بنگلا اتنا وسیع و عریض تھا کہ وہاں گھوم کر دیکھنے میں اچھا خاصا وقت صرف ہو جاتا۔ وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپری حصے میں آ گئے۔

کبریا نے ایک بیڈ روم میں پہنچ کر پوچھا "وقت گزارنے کے لیے یہ بیڈ روم کیسا رہے گا؟"

میرا نے جواب نہیں دیا۔ سر جھکا کر اس کے قریب آ گئی۔ اس نے بڑی محبت سے اسے بازوؤں میں بھر لیا۔ وہ جذبات سے لرزتے ہوئے لہجے میں بولی "میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔ آپ مجھے چھوڑ تو نہیں دیں گے؟"

"میں نے تمہیں چھوڑنے کے لیے نہیں پکڑا۔ میری ایک کمزوری ہے کہ میں تقدیر سے نہیں لڑ سکوں گا۔ باقی تمام دنیا سے تمہارے لیے لڑتا رہوں گا۔"

یہ اس کے لیے بہت بڑی بات تھی کہ اس کی خاطر جنگ کرنے والا ایک مرد اس کی زندگی میں آ گیا ہے۔ وہ اس کے بازوؤں میں پگھلنے لگی۔

بنگلے کے باہر ان سے دور پولیس' آرمی اور انٹیلی جنس والے شہر کی ناکہ بندی کر چکے تھے۔ ممبئی کے تمام علاقوں میں انہیں ڈھونڈ رہے تھے۔ اتنا تو وہ سمجھ رہے تھے کہ کبریا اب کسی ہوٹل یا گیسٹ ہاؤس میں نہیں رہے گا۔ کہیں اونچے طبقے میں یا نچلے طبقے میں کسی کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کر کے اس کے مکان میں روپوش رہے گا۔

پروفیسر دینا ناتھ نے کبریا کے مشورے پر عمل کیا تھا۔ اس نے عارضی طور پر دوسرے ہوٹل میں ایک کمرا لیا تھا

لیکن ہوٹلوں پر چھاپے مارنے والی پولیس پارٹی وہاں بھی پہنچ گئی۔ پروفیسر نے اپنا ایک فرضی نام اور پتا بتایا۔ پولیس افسر کو اس پر شبہ ہوا۔ اس نے فون کے ذریعے آئی جی سے رابطہ کرکے شاردا کو ایک اعلیٰ افسر کے ساتھ بلایا۔ شاردا کو دیکھتے ہی پروفیسر نے سر جھکالیا۔ وہ اعلیٰ افسر سے بولی "یہ میرے انکل ہیں۔ یہ بتائیں گے کہ وہ دونوں کہاں ہیں؟"

پروفیسر نے کہا "آستین کا سانپ بھی ایسے نہیں ڈستا' جیسے تم ڈس رہی ہو۔ میں نہیں جانتا' وہ دونوں کہاں ہیں۔ اگر جانتا تب بھی نہ بتاتا۔"

اعلیٰ افسر نے اس کا گریبان پکڑ کر کہا "جب تمہیں ٹارچر کیا جائے گا تو تمہارا باپ بھی ان کا پتا ٹھکانا بتائے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے زور کی چیخ ماری۔ ایک دم سے اچھل کر زمین پر گرا اور تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ دوسرے افسران اور سپاہی اسے سنبھالنے لگے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اچانک کیسی تکلیف میں مبتلا ہوگیا ہے؟ ایک افسر نے کہا "فوراً کسی ڈاکٹر کو بلاؤ۔"

کبریا نے پروفیسر کی زبان سے کہا "اسے ڈاکٹر کی نہیں عقل کی ضرورت ہے اور تم سب کو بھی اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ تم میں سے جو بھی پروفیسر کے ساتھ بدتمیزی کرے گا اس کا یہی حشر ہوگا۔"

شاردا نے ان افسران سے کہا "یہ کبریا ہے۔ پروفیسر انکل کی زبان سے بول رہا ہے۔ میں بھی یہی چاہوں گی کہ میرے انکل سے بدتمیزی نہ کی جائے۔"

کبریا نے کہا "تمہارے چاہنے یا نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے؟ تمہیں جو دشمنی کرنی تھی وہ کرچکیں۔ ہم تمہاری وجہ سے کتنی مصیبتیں اٹھا رہے ہیں؟ یہ تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ ویسے تمہارے برے حالات جلد ہی تمہیں سمجھا دیں گے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر کبریا! ہم تمہاری بہتری کے لیے کہتے ہیں۔ تم اس شہر سے زندہ سلامت نہیں جاسکو گے۔ اگر چلے بھی گئے تو ہمیں معلوم ہوچکا ہے کہ تم اپنے باپ کی تلاش میں جنوب کی طرف سفر کرنے والے ہو۔ ہم اس دیس کے آخری سرے تک تمہارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔"

"تم اتنی بکواس کیوں کررہے ہو؟ تم خاموش رہو گے تب بھی میں تمہاری کھوپڑی میں گھس کر تمہارے ارادے معلوم کرتا رہوں گا۔ میں یہاں سے تمہاری راج دھانی دہلی تک اور آرمی ہیڈ کوارٹرز تک پہنچ کر یہ معلوم کرلیتا ہوں کہ میری گرفتاری کے لیے کہاں کہاں کس طرح جال بچھائے جارہے ہیں؟"

افسر نے کہا "ہم جانتے ہیں' ٹیلی پیتھی بہت خطرناک ہتھیار ہے لیکن تم تنہا اس ہتھیار کو پورے دیس کی پولیس اور آرمی والوں پر استعمال نہیں کرسکو گے۔ کہیں نہ کہیں تو پکڑ میں آؤ گے۔ بہت جلد تسلیم کرلو گے کہ تمہاری موت تمہیں اس دیس میں لائی ہے۔"

"میں فضول باتوں میں وقت ضائع نہیں کروں گا.... فی الحال میرا ایک مطالبہ پورا کرو۔ پروفیسر کو وہ تین کروڑ روپے دو اور انہیں عزت سے رہا کرو۔ یہ مطالبہ پورا نہ ہوا تو ہر دس منٹ کے بعد ایک پولیس افسر خودکشی کرے گا۔ جاؤ... اور اپنے اوپر والوں سے کہو کہ تم میں سے ہر افسر دس منٹ بعد اپنی جان دینے والا ہے۔ بہتر ہے' پروفیسر کو رہا کردیا جائے۔"

وہ سب پریشان ہوگئے۔ آئی جی اور کمشنر پولیس سے رابطے کرنے لگے۔ کمشنر نے ہوم منسٹر سے رابطہ کیا۔ اس نے کہا "اگر مطالبہ پورا کیا جائے گا تو اس کے حوصلے بڑھ جائیں گے۔ بچاؤ کی تدبیر کرو۔ تمام افسران کو حکم دو کہ وہ اپنے اپنے ہتھیار پھینک دیں اور عارضی طور پر تمام ہتھیاروں سے دور رہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک اعلیٰ افسر نے سامنے آکر سیلیوٹ کیا پھر اپنا ریوالور نکال کر کہا "سر! کبریا کے دیے ہوئے پہلے دس منٹ پورے ہوچکے ہیں۔ اس ڈیپارٹمنٹ کا پہلا افسر جارہا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریوالور کی نال کو اپنی کنپٹی سے لگایا اور پھر ٹریگر دبا دیا۔ فائر کی آواز کے ساتھ وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا پھر ٹھنڈا پڑ گیا۔

ہوم منسٹر بوکھلا کر کھڑا ہوگیا "ارے! اس نے تو خود کو گولی مار لی ہے۔ یہ... یہ کیا ہو رہا ہے؟"

ہوم منسٹر دہلی میں تھا اور کمشنر ممبئی سے فون پر بول رہا تھا "سر... ! میں نے گولی چلنے کی آواز سنی ہے۔ کیا اس نے خودکشی کی ہے؟"

وہ پریشان ہوکر بولا "ہاں۔ ہم اپنے افسران کی زندگی داؤ پر نہیں لگائیں گے۔ اگلے دس منٹ سے پہلے اس کا مطالبہ پورا کرو۔ اس پروفیسر کو تین کروڑ روپے دے کر رہا کردو۔"

دس منٹ سے پہلے پروفیسر کو تین کروڑ روپے سے بھرا ہوا بیگ دے کر کہا گیا کہ وہ آزاد ہے اور کہیں بھی جاسکتا ہے۔ پولیس والے اسے پریشان نہیں کریں گے۔

شاردا نے کہا "انکل! وہ دونوں جب تک آپ کے پاس نہیں رہیں گے میں آپ کے ساتھ رہا کروں گی۔"

پروفیسر نے اس کے قریب آکر نفرت سے اسے دیکھا پھر ایک زور کا طمانچہ رسید کیا "تو پیدا کیوں ہوئی؟ پیدا ہوتے ہی مر کیوں نہ گئی؟ میں تجھے ساتھ کیا رکھوں گا۔ میں تو تیری صورت بھی نہیں دیکھوں گا۔"

اس نے بیگ سے نوٹوں کی چند گڈیاں نکال کر اس کی طرف پھینکتے ہوئے کہا "انہیں گن لے۔ یہ کروڑ سے زیادہ ہوں گے۔ کہیں جاکر شرافت کی زندگی گزار سکتی ہے تو گزار لے۔ ورنہ ذلت اور رسوائی تو تیرا مقدر بن چکی ہے۔"

پروفیسر بیگ اٹھا کر وہاں سے چلا گیا۔

کبریا نے بستر سے اٹھتے ہوئے میرا سے کہا "اٹھو۔ فوراً شاور لے کر لباس پہنو۔ ہمیں صبح سے پہلے یہاں سے جانا ہوگا۔"

وہ ایک دم سے لپٹ کر بولی "یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ ابھی آپ نے ایسی مسرتیں دی ہیں' جن سے میں پہلے آشنا نہیں تھی اور اب انہی مسرتوں سے محروم کررہے ہیں۔"

وہ بولا "سکھ کے بعد دکھ اور دکھ کے بعد پھر سکھ' یہ ازلی چکر ہے۔ جو چلتا رہتا ہے۔ ہم آگے جاکر پھر کہیں پڑاؤ ڈالیں گے۔ ابھی یہاں سے نکلنا ضروری ہے۔"

وہ اٹھنا نہیں چاہتی تھی لیکن حالات مجبور کررہے تھے۔ وہ اٹھ کر باتھ روم میں چلی گئی۔ کبریا نے آئی جی کے اندر جاکر معلوم کیا کہ باندرہ ہل کے علاقے میں کتنے افسران اور سپاہی اسے تلاش کررہے ہیں۔ آئی' جی نے اس کی مرضی کے مطابق ایک افسر سے فون پر رابطہ کیا۔ کبریا اس افسر کے دماغ میں پہنچا تو پتا چلا' وہ اسی بنگلے کے قریب ہے۔

کبریا نے جس دکان دار سیٹھ سے بنگلے کی چابیاں لی تھیں۔ وہ سیٹھ دکان بند کرنے کے بعد اپنی کار میں آیا تھا۔ پولیس افسر نے اسے روک کر پوچھا "آپ کے گھر میں کتنے افراد ہیں؟"

سیٹھ نے جواب دیا "ایک کتے کا پلّا بھی نہیں ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں۔ بنگلے کے اندر اندھیرا ہے۔ کوئی ہوتا تو روشنی بھی ہوتی۔"

افسر نے کہا "ہم جس مجرم کو تلاش کررہے ہیں' وہ بند دروازے چابیوں کے بغیر کھول لیتا ہے۔ اندھیروں میں ٹیلی پیتھی کی آنکھوں سے دیکھتا رہتا ہے۔ آپ دروازہ کھولیں۔ میں اندر جاکر دیکھوں گا۔"

کبریا فوراً سفری بیگ میں سامان رکھتے ہوئے سوچ کے ذریعے بولا "میرا۔ باہر آؤ۔ ہمیں تلاش کرنے والے کتے یہاں دروازے تک آپہنچے ہیں۔"

وہ میرا کے بھی کپڑے وغیرہ سمیٹ کر اس کے بیگ میں رکھنے لگا۔ خیال خوانی کے ذریعے دیکھنے لگا۔ وہ افسر اس سیٹھ کے ساتھ بنگلے کے اندر آچکا تھا۔

○☆○

سونیا نے وہ ہوٹل چھوڑ دیا۔ اس نے تھوڑی دیر پہلے ڈاکٹر لارسن سے فون پر گفتگو کی تھی۔ ڈاکٹر لارسن اس کی آنکھیں' اس کا دل اور اس کے گردے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے لیے اس نے اپنے حواریوں کو اس کے پاس بھیجا تھا۔ وہ ایک عطیات نامے پر اس سے دستخط کرانا چاہتے تھے۔ اگر وہ دستخط کردیتی تو جلد ہی کسی حادثے سے دوچار ہوکر مرجاتی۔ وہ حادثہ کرانے والا ڈاکٹر لارسن ہوتا۔

یہ اس کا دھندا تھا۔ وہ صحت مند افراد کو اسی طرح ٹریپ کرکے موت کے منہ میں پہنچاتا تھا پھر ان کے دل' گردے اور آنکھیں بھاری قیمت پر فروخت کرتا تھا۔ اس بار وہ' سونیا کو ٹریپ کرنے میں ناکام رہا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے سونیا نے اسے چیلنج کیا تھا کہ صبح ہونے سے پہلے وہ ڈاکٹر لارسن کی آنکھیں' دل اور گردے اس کے اسپتال کے بینک میں پہنچائے گی۔

وہ ہوٹل سے باہر آئی۔ رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔ وہ سیدھی اسپتال کی طرف گئی۔ وہاں ڈاکٹر لارسن کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے کار کے دروازے کو کھول کر اسے اندر سے چیک کیا۔ ڈیش بورڈ کے خانے میں ایک ریوالور' ایک ڈائری اور نوٹوں کا ایک بنڈل رکھا ہوا تھا۔ وہ تینوں چیزیں لے کر پچھلی سیٹ پر آگئی۔ ریوالور میں سائیلنسر لگا ہوا تھا۔ اس نے ڈائری اور نوٹوں کے بنڈل کو اپنے سفری بیگ میں رکھا پھر اگلی اور پچھلی سیٹ کے درمیان آرام سے لیٹ گئی۔

تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر لارسن کی آواز سنائی دی۔ وہ کسی سے باتیں کرتا ہوا آرہا تھا۔ قریب آنے پر اس کے الفاظ واضح طور پر سنائی دیے "مجھے یقین نہیں ہے کہ وہ اب ہوٹل میں ہوگی۔ وہ چالاک بھی ہے اور بہت ہی خطرناک فائٹر بھی۔"

کسی نے کہا "میں نے آپ کے تینوں حواریوں کو لہولہان دیکھا ہے۔ یقین نہیں آرہا ہے کہ ایک تنہا عورت نے ان کی یہ درگت بنائی ہے۔"

ڈاکٹر لارسن نے کہا "امیگریشن آفس میں جاکر ابھی معلوم کرو کہ یہ اصل میں کون ہے اور کہاں سے آئی ہے۔ مجھے یہ کوئی عام عورت نہیں لگتی۔"

دوسرے شخص نے کہا "میں ابھی جا کر معلوم کرتا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد آپ کو اس کی اصلیت معلوم ہو جائے گی۔"

وہ شخص چلا گیا۔ ڈاکٹر دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر آگیا۔ اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی پھر جیب سے موبائل فون نکال کر نمبر پنچ کیے۔ اسے کان سے لگا کر انتظار کرنے لگا پھر تھوڑی دیر بعد اس نے کہا "باس! میں لارسن بول رہا ہوں۔ میں نے اس عورت کے بارے میں تفصیلی رپورٹ دی تھی۔ اس نے مجھے چیلنج کیا ہے۔ آپ تو جانتے ہیں۔ میں ڈاکٹر ہوں کوئی فائٹر نہیں ہوں۔ کسی سے ہاتھا پائی نہیں کر سکتا۔ اپنی ذہانت سے دشمنوں کو شکست دیتا ہوں۔ آپ میری سیکیورٹی کے لیے کیا کر رہے ہیں؟"

دوسری طرف سے کہا گیا "میں نے وہاں کے زر خرید پولیس افسران کو تاکید کی ہے کہ وہ فوراً ہوٹل جا کر اس عورت کو گرفتار کریں۔ پہلے اسے لاک اپ میں رکھیں پھر اسے ایسے وقت رہائی دیں۔ جب ہمارے آدمی آسانی سے اسے گولی مار سکیں۔"

اگلے اور پچھلی سیٹوں کے درمیان لیٹی ہوئی سونیا اٹھ کر بیٹھ گئی پھر پچھلی سیٹ پر آگئی۔ اس نے ریوالور کی نال ڈاکٹر کی گردن پر لگا دی۔ وہ ایک دم سے چونک گیا۔ فوراً گاڑی روک دی۔ وہ بولی "اپنے باس سے کہو۔ موت تمہارے پیچھے بیٹھی ہوئی ہے۔"

دوسری طرف سے باس نے پوچھا "کیا بات ہے لارسن؟ میں کسی عورت کی آواز سن رہا ہوں۔"

لارسن نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "سر! یہ وہی ہے۔ میری گاڑی میں چھپی ہوئی تھی۔ اس کا ریوالور میری گردن سے لگا ہوا ہے۔"

"اسے فون دو۔ میں بات کروں گا۔"

لارسن نے فون سونیا کی طرف بڑھایا۔ وہ اسے لے کر اپنے کان سے لگا کر بولی "ہاں بولو۔ اب تم کیا بولنا چاہو گے۔"

دوسری طرف سے بھاری بھرکم آواز میں کہا گیا "اسے چھوڑ دو۔ گولی نہ مارو میں تمہاری زندگی کی ضمانت دیتا ہوں۔ تم زندہ سلامت اس جزیرے سے باہر جا سکو گی۔"

"میں تمہاری ضمانت کے بغیر زندہ سلامت یہاں سے جاؤں گی۔ میں اسے ایک ہی شرط پر صرف ایک گھنٹے کے لیے زندہ چھوڑ سکتی ہوں۔"

"بولو! شرط کیا ہے؟"

"تم ابھی میرے سامنے آؤ۔"

"اگر میں اس جزیرے میں ہوتا تو ابھی تمہارے سامنے چلا آتا۔ میں اس وقت شکاگو میں ہوں۔ یہ ڈاکٹر میرے لیے بہت اہم ہے۔ تم اس کی زندگی کی قیمت بتاؤ۔ کوئی اور شرط منواؤ۔"

"میں اس ڈاکٹر کی اہمیت کو سمجھتی ہوں۔ یہ اس جزیرے میں تمہارے لیے دل، گردوں اور آنکھوں کی پلانٹیشن کا کام کرتا رہتا ہے۔ اگر مجھ میں شہ زوری نہ ہوتی تو تم لوگ اب تک مجھے موت کی نیند سلا چکے ہوتے۔ اگر میں اس ڈاکٹر کو زندہ چھوڑوں گی تو یہ میرے بعد یہاں آنے والے معصوم افراد کو موت کے گھاٹ اتار کر تمہارے لیے ان کی لاشوں کا کاروبار کرتا رہے گا۔ لہٰذا میں کسی حال میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ تم خوش نصیب ہو کہ یہاں نہیں ہو۔"

"دیکھو فون بند نہ کرنا۔ تم سمجھ نہیں رہی ہو۔ میں وہاں نہ ہوتے ہوئے بھی موجود ہوں۔ وہاں قانون کے محافظ میرے احکامات کے مطابق تمہیں دوڑا دوڑا کر ماریں گے۔ زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

سونیا نے فون بند کر دیا۔ اسے ڈاکٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی "تمہارا باس مجھے بڑی بڑی دھمکیاں دے رہا تھا مگر تمہاری موت آگئی ہے تو سمجھو آ ہی گئی ہے۔"

وہ گڑگڑاتے ہوئے بولا "ایک بار مجھ سے دوستی کر لو۔ میں اپنا آدھا بینک بیلنس تمہیں دے دوں گا۔ تم جو کہو گی وہ کروں گا۔ تمہارا غلام بن کر رہوں گا۔"

سونیا نے پوچھا "کیا اپنے اس منافع بخش کاروبار میں مجھے شریک کرو گے۔"

وہ خوشی سے کھل گیا۔ اس کی طرف گھوم کر بولا "یہ ہماری خوش نصیبی ہو گی۔ ہمیں تمہاری جیسی شہ زور عورت کی ضرورت ہے۔"

الپا، اعلیٰ بی بی اور کبریا چوبیس گھنٹوں میں دو بار سونیا کے پاس آکر اس کی خیریت معلوم کرتے رہتے تھے۔ اس وقت الپا نے آکر پوچھا "ہائے مما! کیسی ہیں؟"

سونیا نے کہا "خاموشی سے میرے خیالات پڑھ لو اور حالات کا جائزہ لیتی رہو۔ یہاں انسانی اعضا کی خرید و فروخت کا دھندا چل رہا ہے۔"

فون کا بزر سنائی دیا۔ ڈاکٹر لارسن نے اسے آن کر کے کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے اس کے ساتھی نے کہا "سر! میں یہاں امیگریشن آفس میں ہوں۔ یہاں کے رجسٹر میں لکھا ہوا ہے کہ اس کا نام سونیا فرہاد ہے۔ سر! آپ کس مصیبت سے ٹکرا گئے ہیں؟ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد علی تیمور کی بیوی ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولا "پھر تو ہم اور زیادہ خوش نصیب بن گئے ہیں۔ یہ خوش خبری سنو۔ میڈم سونیا سے دوستی ہو گئی ہے۔ یہ پارٹنر بن کر ہمارے کاروبار میں شریک رہیں گی۔ میں تم سے بعد میں بات کروں گا۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ سونیا نے کہا "سب سے پہلے تم مجھے اپنے باس کے بارے میں بتاؤ۔"

"میں اس کے بارے میں بہت زیادہ نہیں جانتا۔ اتنا جانتا ہوں کہ وہ شکاگو نیشنل اسپتال کا ایک سینئر ڈاکٹر ہے۔ اسے ڈاکٹر بوکا بوکا کہتے ہیں۔ اس کا کاروبار اس جزیرے سے لے کر امریکا کے جنوب میں برازیل تک پھیلا ہوا ہے۔ وہ بہت وسیع ذرائع کا مالک ہے۔ امریکا کے ہر اسٹیٹ کے حکمرانوں سے اس کی دوستی رہتی ہے۔ پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو خریدتا رہتا ہے۔"

اس کی باتوں کے دوران سونیا نے الپا سے کہا "اس کی خاص باتیں، نام، پتے اور تمام فون نمبر نوٹ کرتی رہو۔ میں اس سے بہت کچھ اگلوا رہی ہوں۔"

سونیا نے ڈاکٹر لارسن سے کہا "یہاں سے برازیل تک ڈاکٹر بوکا بوکا کے جتنے خفیہ اڈے ہیں۔ ان کے پتے بتاؤ۔"

"میں اس کے تمام خفیہ اڈوں کے بارے میں نہیں جانتا۔ ویسے وہ بہت مشہور ہے۔ تمام بڑے شہروں میں ڈاکٹر بوکا بوکا کے نام سے آئی بینک اور کڈنی بینک وغیرہ قائم کیے گئے ہیں۔ ہر شہر کے ایسے بنکوں میں پہنچ کر اس کا پتا اور فون نمبر معلوم کیا جا سکتا ہے۔"

"ابھی تم شکاگو کے فون نمبر پر اس سے باتیں کر رہے تھے۔ وہاں کے تمام نمبر اور اس کے پتے بتاؤ۔"

وہ شکاگو کے کئی ٹھکانوں کے پتے اور اس کے فون نمبرز بتانے لگا۔ الپا وہ سب کچھ نوٹ کر رہی تھی پھر سونیا نے پوچھا "اس جزیرے میں تمہارے اہم کارندے کتنے ہیں؟ ان کے نام پتے اور فون نمبر بتاؤ۔"

"تم ایک ہی وقت میں اتنی ساری باتیں پوچھ رہی ہو۔ میرے ساتھ رہو گی تو رفتہ رفتہ یہاں کے کاروبار کے متعلق تمام باتیں معلوم ہوتی رہیں گی۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ میں جو پوچھتی جا رہی ہوں۔ اس کے جوابات دیتے رہو۔"

وہ اپنے اہم کارندوں کے نام، پتے اور فون نمبر بتانے لگا۔ اسی وقت ایک پولیس کار سامنے آکر رکی۔ ایک پولیس افسر چند سپاہیوں کے ساتھ گاڑی سے باہر آیا۔ سونیا نے ریوالور ڈاکٹر کو دیا۔ وہ لینے سے انکار کرنے لگا۔ الپا نے اسے لینے پر مجبور کر دیا۔ سونیا پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر باہر آئی۔

پولیس افسر نے کہا "تم وہی ہو، جو ابھی ہوٹل سے فرار ہوئی ہے۔ تم ڈاکٹر لارسن کو ہلاک کرنا چاہتی ہو۔"

وہ بولی "ریوالور ڈاکٹر کے پاس ہے۔ یہ مجھے ہلاک کر سکتا ہے۔ میں خالی ہاتھوں سے کیسے ہلاک کر سکتی ہوں؟"

ڈاکٹر لارسن نے کار سے باہر آکر کہا "یہ بہت مکار ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد علی تیمور کی بیوی ہے۔ میں اپنی جان بچانے کے لیے اسے اپنے بزنس میں پارٹنر بنانے کا جھانسا دے رہا تھا۔"

افسر نے کہا "میڈم! میں تمہیں حراست میں لیتا ہوں۔ میری گاڑی میں چلو۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں سمجھ گئی۔ تم ڈاکٹر بوکا بوکا کے زر خرید غلام ہو۔ یہ لوگ مجھے ہلاک کرنا چاہتے ہیں اور تم ان کا ساتھ دو گے۔ لہٰذا میں تمہیں حکم دیتی ہوں، ڈاکٹر لارسن کی پٹائی کرو۔"

الپا افسر کی کھوپڑی میں سما گئی۔ اس نے ڈاکٹر کو ایک زور کا طمانچہ رسید کیا۔ وہ بوکھلا گیا "افسر! یہ کیا کر رہے ہو؟ ہمارا کھاتے ہو اور ہم پر ہاتھ اٹھاتے ہو۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس نے دوسرا طمانچہ رسید کیا۔ الپا ڈاکٹر کی کھوپڑی میں سما گئی۔ ڈاکٹر نے فوراً ہی اسے گولی مار دی۔ الپا نے اس کے دماغ کو ڈھیل دی۔ وہ پریشان ہو کر بولا "یہ۔ یہ میں نے کیا کیا؟"

تمام سپاہیوں نے اسے گن پوائنٹ پر رکھا۔ ایک نے حکم دیا "اپنا ریوالور پھینک دو۔ ورنہ ہم گولی مار دیں گے۔"

سونیا کار کے پیچھے چلی آئی۔ الپا نے پھر ڈاکٹر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ بولا "تم لوگ مجھے گولی مارو گے تو کیا میرے پاس گولیاں نہیں ہیں؟ یہ دیکھو....."

اس نے مسلسل فائر کیے۔ پہلے ایک سپاہی کو گولی ماری پھر دوسرے کو لیکن تیسرے کو نہ مار سکا۔ سپاہیوں نے تڑاتڑ فائرنگ کر کے اس کے جسم کو گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ وہ بے جان ہو کر برف کی سطح پر گر گیا۔ ہلکی ہلکی برف باری ہو رہی تھی۔ ایک انسپکٹر نے کہا "میڈم! آپ نے درست کہا تھا۔ ہمارا یہ افسر لالچی تھا۔ ڈاکٹر بوکا بوکا کے لیے کام کرتا تھا۔ آپ اس کاؤنٹر فائرنگ کی چشم دید گواہ ہیں۔ ہمارے ساتھ

پولیس اسٹیشن چل کربیان دیں گی۔"

سونیا نے کہا "میں بیان دوں گی لیکن ڈاکٹرلارسن کی لاش کو فوراً پولیس کارروائی کے بعد آپریشن تھیٹر میں بھیجا جائے۔ یہ سب ہی سے عطیات کے فارم پر کراتا تھا۔ اس نے بھی فارم پر دستخط کیے ہوں گے۔ آپ اس کی آنکھیں اور گردے بینکوں میں پہنچائیں۔ دل تو گولیوں سے چھلنی ہوچکا ہے۔"

الپا انسپکٹر کی کھوپڑی میں تھی۔ وہ فوراً کارروائیاں کرنے لگا۔ سونیا نے کاؤنٹر فائرنگ کے سلسلے میں تحریری بیان دیا کہ ڈاکٹرلارسن نے پہلے پولیس افسر کو گولی ماری تھی۔ لہٰذا انسپکٹر نے اپنے بچاؤ کے لیے جوابی کارروائی کے طور پر ڈاکٹر لارسن کو ہلاک کیا ہے۔

ڈاکٹرلارسن کے قتل ہوتے ہی اس کے اہم کارندے جزیرے سے فرار ہوگئے۔ سونیا نے ائرپورٹ کے ایک ہوٹل کے کمرے میں آکر فون کے ذریعے ڈاکٹر بوکا بوکا کو مخاطب کیا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ فون کا بزر سن کر جھنجلا گیا۔ اسے آن کرکے کان سے لگا کر بولا "کسی کی نیند کا تو خیال کرو۔ یہ کوئی فون کرنے کا وقت ہے۔ ایسی کیا ایمرجنسی آپڑی ہے؟"

"میری آواز سنو اور پہچانو۔ تمہاری نیند اڑ جائے گی۔ یہ جزیرہ تمہارے جرائم سے پاک ہوگیا ہے۔ ڈاکٹرلارسن کی آنکھیں اور گردے نکالے جارہے ہیں۔ اسے بچانے والا زر خرید افسر بھی جہنم میں پہنچ گیا ہے۔"

وہ حیرانی اور پریشانی سے بولا "او گاڈ! تم وہی ہو۔ میرے ایک کارندے نے مجھے اطلاع دی تھی کہ تمہارا نام سونیا ہے اور تم فرہاد علی تیمور کی وائف ہو۔ تم پہلے اپنا تعارف کرا دیتیں تو میں تم سے کبھی نہ الجھتا۔ تم نے اس جزیرے میں مجھے بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ وہاں دوبارہ دھندا شروع کرنے میں کئی مہینے لگ جائیں گے۔ پلیز تم وہاں سے چلی جاؤ۔"

"مجھے یہاں رہنا نہیں ہے۔ آگے کہیں جانا ہے۔ جہاں جہاں جاؤں گی، وہاں ڈاکٹر بوکا بوکا کے تمام گردوں اور آنکھوں کے بینکوں کو تباہ کرتی جاؤں گی۔"

"میں کوئی موم کا بنا ہوا نہیں ہوں۔ تم یہاں آؤ، تب تمہیں میری طاقت، مضبوط ذرائع اور بے پناہ اختیارات کا علم ہوگا۔ تم واپس بھاگو گی یا پھر میں تمہیں سمندر میں پھینک دوں گا۔"

"ڈاکٹرلارسن نے بھی بڑے دعوے کیے تھے۔ تمہارے یہ دعوے بھی تمہیں جہنم میں پہنچا دیں گے۔ میں امریکا کی تمام ریاستوں سے گزرنے والی ہوں۔ تم سے کہیں نہ کہیں ضرور سامنا ہوگا۔"

اس نے فون بند کردیا۔ دوسری صبح نو بجے ریزا کو دیکھا وہ بورڈنگ کارڈ لینے کاؤنٹر پر آئی تو سونیا کو دیکھ کر ٹھٹک گئی پھر مسکرا کر بولی "میں سوچ رہی تھی کہ یہاں تم سے ضرور ملاقات ہوگی۔ تم اچانک ہوٹل سے کہاں چلی گئی تھیں؟"

"وہاں ہوٹل میں میرے لیے خطرات پیدا ہوگئے تھے اس لیے کھلے میدان میں نکل آئی تھی۔"

"تم نے کل تین ہٹے کٹے بدمعاشوں کو لہولہان کیا تھا پھر کہہ رہی ہو کہ خطرات سے نمٹنے کے لیے کھلے میدان میں نکل گئی تھیں؟ تم آخر کون ہو؟ یہاں کیا کرتی پھر رہی ہو؟"

وہ دونوں بورڈنگ کارڈ لے کر ویٹنگ ہال کی طرف جانے لگیں۔ سونیا نے مسکرا کر کہا "تم پوچھ رہی ہو کہ میں کیا کرتی پھر رہی ہوں؟ جبکہ میں کچھ نہیں کرتی۔ جن کی شامت آتی ہے وہ مجھے کچھ کرنے پر مجبور کردیتے ہیں۔"

"کیا لوگ خوامخواہ تم سے دشمنی کرتے ہیں؟"

"کیا مرد حضرات طاقت اور اختیارات کے غرور میں عورتوں کو کھلونا نہیں بناتے؟ کیا خوامخواہ ہمارے پیچھے نہیں پڑتے؟ کوئی مسٹرفو ہے وہ کیوں تمہارے پیچھے پڑا ہوا ہے؟ کیا تم نے اس کا کچھ بگاڑا تھا؟ کیا اسے کسی طرح کا نقصان پہنچایا ہے؟"

"میں تو مسٹرفو کو جانتی بھی نہیں تھی۔ بس وہ آپ ہی آپ میری اور برجر کی محبت کے درمیان دیوار بن گیا۔ بے شک، یہ مرد، حسین عورتوں کو دیکھ کر ان کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ بائی داوے تم تنہا کہاں سے آئی ہو اور کہاں جارہی ہو؟"

"میں اپنے شوہر کو تلاش کررہی ہوں۔ پتا نہیں وہ کہاں گم ہوگیا ہے؟ اس کی تلاش میں نہ جانے کہاں کہاں بھٹکنا ہوگا؟"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی "میں بھی اپنے چاہنے والے کے لیے بھٹک رہی ہوں۔ پتا نہیں ہماری محبت کا انجام کیا ہوگا؟"

"تم بہت کم سن ہو۔ بیس برس سے پہلے شادی نہیں کرنی چاہیے۔ تم نے وقت سے پہلے شادی کی ہے۔"

"نہیں۔ ابھی میری شادی نہیں ہوئی۔"

سونیا نے اسے تعجب سے دیکھا پھر اس کے بدوضع جسم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا "کیا یہ برجر کا ہے؟"

"ہاں یہ ہم دونوں کے پیار کا کھلا ثبوت ہے۔"

"جب یہی کرنا تھا تو پہلے شادی کیوں نہیں کی؟"

"کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ولادت کے بعد شادی ہوجائے گی۔"

اس کے فون کا بزر سنائی دیا۔ وہ اس کا ایک بٹن دبا کر کان سے لگاتے ہوئے بولی "ہیلو....؟"

دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی "میں مسٹرفو کا اسسٹنٹ ہوں۔ ہوٹل سے تمہارا تعاقب کررہا ہوں۔ الاسکا تک تمہارے ساتھ سفر کروں گا۔"

وہ ناگواری سے بولی "پھر میں کیا کروں؟"

"بکواس مت کرو۔ یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ تم اس سے کیوں دوستی کررہی ہو؟"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے اور یہ یاد رکھو۔ میں مسٹرفو کے سوا کسی سے بات نہیں کروں گی۔ تم میری نگرانی کررہے ہو تو کرتے رہو۔"

"جسٹ اے منٹ! فون بند نہ کرنا۔ تم اس عورت کی موجودگی میں نگرانی کرنے والی باتیں کررہی ہو۔ کیا تم نے اس عورت کو اپنا رازدار بنایا ہے؟"

"ہاں۔ یہ میری رازدار ہے اور میرے ساتھ الاسکا تک جارہی ہے۔"

دوسری طرف سے فون بند کردیا گیا۔ سونیا نے کہا "مسٹر فو نے تمہیں مسلسل نگرانی میں رکھا ہے۔ تم ان کے لیے کوئی بہت ہی اہم چیز اسمگل کررہی ہو۔"

"وہ جو بھی چیز ہے۔ ان کے لیے اہم ہوگی۔ میرے لیے تو میرا محبوب سب سے اہم ہے۔"

"تم بہت بھولی ہو۔ پہلی بار اسمگلروں کے ہتھے چڑھی ہو۔ اگر مسٹرفو کوئی گھاگ اسمگلر ہے تو اپنے راز کو راز رکھنے کے لیے تمہیں اور برجر کو زندہ نہیں رہنے دے گا۔"

"تم مجھے کیوں ڈرا رہی ہو؟ میں اسے فائدہ پہنچا رہی ہوں۔ اس کی چیز صحیح سلامت اس کے پاس پہنچاؤں گی تو وہ مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ بلکہ مجھے انعام دے گا اور میرے لیے یہی انعام بہت ہے کہ میرا برجر مجھے واپس مل جائے۔"

"تم میری ایک بات مانو گی؟"

ریزا نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ بولی "مجھے ایک بڑی بہن کی حیثیت سے اپنے ساتھ رہنے دو۔ مسٹر فو سے جو بھی لین دین کرنا ہے۔ میری موجودگی میں کرو۔"

"تم میرے دل کی بات کہہ رہی ہو۔ میں نے تمہاری دلیری دیکھی ہے۔ تمہاری موجودگی میں مجھے حوصلہ رہے گا۔"

فون کا بزر پھر بولنے لگا۔ ریزا اس کا بٹن دبا کر کان سے لگا کر بولی "میں سمجھ رہی تھی، تم ضرور فون کرو گے؟ بولو کیا بات ہے؟"

مسٹرفو کی بھاری بھرکم آواز سنائی دی "تمہارے ساتھ وہ عورت کون ہے؟ کیوں اس سے دوستی بڑھا رہی ہو؟"

"تمہیں اعتراض کیوں ہے؟"

"تم نادان ہو۔ سمجھا کرو۔ اس عورت کا تعلق سی آئی اے سے ہوسکتا ہے۔ تم ہمارے لیے خطرہ پیدا کررہی ہو۔"

"تم خوامخواہ اندیشے میں مبتلا ہورہے ہو۔ یہ ایک مظلوم عورت ہے۔ چند بدمعاش اسے پریشان کررہے تھے۔ یہ ان سے جان چھڑا کر میرے ساتھ الاسکا آرہی ہے۔ یہ وہاں میرے ساتھ ہی ٹھہرے۔"

"تم اس عورت پر بھروسا کرو لیکن میں اس کی موجودگی میں لین دین نہیں کروں گا۔ اس سے پہلے ہی تم اس سے کہہ دینا کہ وہ کسی ہوٹل میں چلی جائے۔ تم تھوڑی دیر بعد آؤ گی۔"

"سوری، تمہارے ساتھ نہ جانے کتنے حواری رہیں گے۔ میں تو اعتراض نہیں کروں گی۔ میرے ساتھ صرف ایک میری ساتھی رہے گی۔ تمہیں بھی اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔"

"تم پرابلم پیدا کررہی ہو۔"

"تم اپنے اطمینان کے مطابق ائرپورٹ کے باہر مجھ سے نہ ملو۔ جو جگہ اپنے لیے محفوظ سمجھتے ہو۔ مجھے وہاں بلاؤ۔ جہاں کہو گے وہاں آؤں گی لیکن میرے ساتھ میری یہ ساتھی رہے گی اور تمہارے ساتھ برجر کو آنا چاہیے۔ میں اسے دیکھنے کے بعد ہی تمہارا مال تمہارے حوالے کروں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں جگہ تبدیل کردوں گا۔ جب تم ہاٹ اسپرنگ کے ائرپورٹ پر پہنچو گی تو میں تمہیں ملاقات کی جگہ بتاؤں گا۔"

فون کا رابطہ ختم ہوگیا۔ اناؤنسر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ مسافروں کو جہاز پر سوار ہونے کی ہدایت کررہی تھی۔ وہ دونوں وہاں سے اٹھ کر ایگزٹ ڈور سے نکل کر جہاز میں سوار ہوگئیں۔ اپنی سیٹوں پر آکر بیٹھ گئیں۔ تھوڑی دیر بعد جہاز وہاں سے روانہ ہوگیا۔

وہ ڈیڑھ گھنٹے بعد ہاٹ اسپرنگ پہنچنے والی تھیں۔ ریزا نے پریشان ہوکر کہا "میری طبیعت گھبرا رہی ہے۔"

سونیا نے اس کی حالت کے پیشِ نظر پوچھا "کیا اس کی

وجہ سے بے چینی ہو رہی ہے؟ ایسی حالت میں فضائی سفر نہیں کرنا چاہیے لیکن تم مجبوری میں ایسا کر رہی ہو۔"

"مجھے اپنی حالت کے کے سلسلے میں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ مجھے برجر یاد آ رہا ہے پتا نہیں؟ وہ اس کے ساتھ کیسا سلوک کر رہے ہوں گے۔"

"تم خوامخواہ پریشان ہو رہی ہو۔ جب تک وہ اپنا مال تم سے وصول نہیں کریں گے۔ اس وقت تک وہ برجر کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہیں گے۔"

وہ سر جھکا کر سوچنے لگی۔ سونیا نے اس کی طرف جھک کر کہا "دشمنوں تک پہنچنے کے لیے ڈیڑھ گھنٹا رہ گیا ہے۔ اب تو بتا دو کہ تم کون سی اہم چیز اسمگل کر رہی ہو؟ اور تم نے اسے کہاں چھپا رکھا ہے؟"

پلیز اور ڈیڑھ گھنٹے تک صبر کر لو۔ میں ائرپورٹ کے باہر پہنچتے ہی تمہیں بتا دوں گی۔"

سونیا نے کہا "ہو سکتا ہے جب تک تم بتاؤ۔ تب تک دیر ہو چکی ہو۔ مجھے تمہاری حفاظت کے لیے کچھ سوچنے کا وقت ملنا چاہیے۔"

"تم مجبور کر رہی ہو تو مجھے بتانا ہی ہو گا۔"

وہ آگے کچھ بولنا چاہتی تھی۔ اسی لمحے میں پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص ان کے قریب جھک گیا پھر ریزا سے بولا "تم اپنی زبان بند رکھو گی۔"

ریزا اور سونیا نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ سونیا سے بولا "تمہیں ہمارے معاملات سے اتنی دلچسپی کیوں ہے؟ کیا تم چاہتی ہو کہ یہاں کوئی گڑبڑ کرو اور وہاں اس کا محبوب برجر مارا جائے؟ کیا تم اس سے دشمنی نہیں کر رہی ہو؟"

ریزا نے گھبرا کر کہا "نہیں ہمیں۔ میں کچھ نہیں بولوں گی۔ میں اپنی زبان بند رکھوں گی۔ اپنے برجر سے ملنے تک خاموش رہوں گی۔"

اس شخص نے کہا "صرف خاموش رہنے سے بات نہیں بنے گی۔ تم اپنی اور برجر کی سلامتی کے لیے اس عورت سے دور ہو جاؤ۔ یہاں میری سیٹ پر آ جاؤ۔ میں تمہاری سیٹ پر چلا جاؤں گا۔"

ریزا اپنی سیٹ سے اٹھ گئی۔ وہ شخص اپنی جگہ سے اٹھ کر سونیا کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ ریزا پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ سونیا نے اس سے کہا "کیا تم گدھے کے بچے ہو؟ کیا اتنا نہیں سمجھتے کہ میں تم لوگوں کے راز سے کسی حد تک واقف ہو چکی ہوں۔ اب ریزا میرا ساتھ چھوڑے گی تب بھی میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑوں گی اگر تم لوگوں نے اعتراض کیا تو میں وہیں ائرپورٹ میں شور مچاؤں گی کہ ریزا کوئی اہم چیز چھپا کر لا رہی ہے۔"

اس نے حقارت سے سونیا کو دیکھا پھر کہا "ہم پہلے ہی سمجھ گئے تھے کہ تم ضرور کوئی گڑبڑ کرو گی۔ ہم نے تمہارا علاج پہلے ہی سوچ لیا تھا۔"

وہ مسکرا کر بولی "اچھا۔ تو تم ڈاکٹر ہو۔ چلو میرا علاج کرو۔"

وہ اس کی طرف گھوم کر بولا "میرا ہاتھ کوٹ کی جیب میں ہے اور جیب میں صرف ہاتھ ہی نہیں ریوالور بھی ہے۔"

سونیا نے پوچھا "مجھے یہاں گولی مارنے کے بعد کیا تم سزائے موت پانا چاہتے ہو؟ جیب سے ہاتھ نکال لو نادانی نہ کرو۔"

وہ بولا "میرے باس نے پچاس لاکھ ڈالر میری بیوی کے اکاؤنٹ میں جمع کیے ہیں۔ میری موت کے بعد میرے بچے کسی کے محتاج نہیں رہیں گے۔ اب تم سمجھ سکتی ہو کہ مجھے سزائے موت کا کوئی خوف نہیں ہے۔"

"تمہیں گولی مارنی ہوتی تو اب تک مار چکے ہوتے یہ دھمکی کیوں دے رہے ہو؟ کم آن۔ شوٹ می۔"

"تمہارے بچاؤ کی ایک صورت ہے۔ میرے دوسرے ہاتھ میں یہ سوئی ہے اسے چبھونے سے تم بے ہوش ہو جاؤ گی پھر میں تمہیں گولی ماروں گا۔ اس طرح میں بھی سزائے موت سے محفوظ رہوں گا۔"

یکبارگی سونیا نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کے دونوں ہاتھوں کو جکڑ لیا۔ اس کے ایک ہاتھ کو اس طرح گھمایا کہ ریوالور کا رخ چھت کی طرف ہو گیا۔ وہ زور آزمائی کرنے لگا۔ حیران ہونے لگا۔ ایک عورت سے اپنا ہاتھ چھڑانے میں ناکام ہو رہا تھا۔ وہ اپنے دوسرے ہاتھ سے غافل ہو گیا تھا۔ سونیا نے ایک جھٹکے سے دوسرے ہاتھ کو گھما کر وہ سوئی اس کی ران میں چبھو دی۔

اس نے ایک گہری سانس لی پھر سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر ایک دم سے ساکت ہو گیا۔ اس کا جسم ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ یہ سب کچھ اتنی پھرتی سے ہوا کہ اس قطار میں بیٹھے ہوئے مسافروں میں سے کسی نے دیکھا کسی نے نہیں دیکھا اور جس نے بھی دیکھا اس نے یہی سمجھا ہو گا کہ مرد اپنی عورت کو زبردستی منا رہا ہے۔

پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی ریزا کی توجہ ان کی طرف تھی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ ان کے درمیان کوئی جھگڑا چل رہا ہے پھر وہ جھگڑا ایک لخت ختم ہو گیا تھا اور وہ شخص خاموش ہو گیا تھا۔ وہ اگلی سیٹ کی طرف جھک کر سونیا سے بولی "ابھی کیا ہو رہا تھا؟"

سونیا نے کہا "تماشا ہو رہا تھا۔ یہ مجھے اپنے ریوالور سے گولی مارنے آیا تھا لیکن ایسا نہ کر سکا۔ ناکامی کے صدمے سے بے ہوش ہو گیا ہے۔"

وہ ایسا کہتے وقت اس کی جیب سے ریوالور نکال کر اپنے کوٹ کی جیب میں رکھ رہی تھی پھر اس نے ریزا سے کہا "اب میں تمہیں حکم دیتی ہوں۔ یہاں سے اٹھو اور ٹائلٹ کی طرف جاؤ۔ میں تمہارے پیچھے آ رہی ہوں۔"

وہ عاجزی سے بولی "کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم میرے معاملات میں نہ پڑو۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

وہ سخت لہجے میں بولی "تم ہوٹل میں بھی دیکھ چکی ہو اور یہاں بھی دیکھ رہی ہو۔ میں ایسے شہ زوروں کو منٹوں میں کمزور بنا دیتی ہوں۔ میری بات نہ مان کر تم بہت نقصان اٹھاؤ گی۔ فوراً اٹھو اور ٹائلٹ کی طرف جاؤ۔"

وہ سونیا کے حکم سے انکار نہیں کر سکتی تھی۔ انکار کرنے کی صورت میں وہ اسے پولیس کے حوالے کر سکتی تھی۔ اسمگل ہونے والا کوئی مال اس کے سامان سے برآمد کرا سکتی تھی۔ وہ مجبور ہو کر اٹھ گئی۔

سونیا اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پیچھے ٹائلٹ کے دروازے تک پہنچی پھر اسے کھول کر ریزا سے بولی "اندر چلو۔"

وہ سر جھکا کر اندر گئی۔ سونیا بھی اس کے پیچھے آ گئی۔ دروازے کو اندر سے بند کر کے بولی "بے وقوف لڑکی! تم خود بھی مرو گی اور برجر کی بھی موت کا سبب بنو گی۔ کیا اب بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ وہ شخص مجھے یہاں ہلاک کرنے کیوں آیا ہے؟ میں اسے بے ہوش نہ کرتی تو وہ مجھے مار ڈالتا۔ کیا تم مسٹر فو سے اس طرح مقابلہ کر سکو گی؟ اگر اس کی نیت اچھی ہوتی تو وہ مجھے تمہارے ساتھ آنے سے یوں روکنے کی کوشش نہ کرتا۔"

وہ روہانسی ہو کر بولی "میری سمجھ میں آ رہا ہے۔ وہاں کچھ گڑبڑ ہو سکتی ہے۔ تم بہت زبردست ہو اور میں خدا کے بعد صرف تم پر بھروسا کروں گی۔ تم جو کہو گی وہی کروں گی۔"

"تو پھر فوراً بتاؤ کہ تم ان کے لیے کون سی اہم چیز چھپا کر لے جا رہی ہو؟"

"یہ ایک ڈسک ہے۔ روسی حکومت کا ایک اہم راز ہے اور چند تحریری دستاویزات ہیں۔ جو شخص انہیں چرا کر لایا تھا اسے کسی نے وکٹوریہ آئی لینڈ میں گولی مار دی۔ روسی ایجنٹ ان چیزوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مسٹر فو نے انہیں میرے پاس لا کر چھپایا ہے۔ وہ امریکی حکام سے اس ڈسک اور ان تحریری دستاویزات کا سودا کرنا چاہتا ہے۔"

"کیا روسی ایجنٹ تم پر شبہ نہیں کر رہے ہیں؟"

"دنیا کا کوئی جاسوس مجھ پر شبہ نہیں کر سکتا۔ روسی ایجنٹوں نے اگر مجھے دیکھا ہو گا تو وہ مجھے حاملہ سمجھ کر گزر گئے ہوں گے جیسا کہ تم بھی سمجھ رہی ہو۔ وہ تمام راز میرے پیٹ میں ہیں۔ میں حاملہ نہیں ہوں۔"

"کیا۔۔۔؟" سونیا نے حیرانی سے اس کے پیٹ کو دیکھا۔ کہتے ہیں عورت پیٹ کی ہلکی ہوتی ہے لیکن وہ لڑکی پیٹ کی مضبوط تھی۔ کوئی ان اہم رازوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

○☆○

دادی ماں نے مجھے بری طرح الجھا دیا تھا۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سمندر میں ڈوبنے کے بعد وہ کم بخت ابھر آئے گی اور زندہ رہے گی۔

وہ اس بات سے پریشان تھی کہ اس کی جوانی سمندر کے کھارے پانی سے ڈھل گئی تھی۔ اندر کا بڑھاپا باہر آ گیا تھا۔ ایک تو اسے اس بات کا غصہ تھا کہ میں نے اسے گہرے پانی میں ڈبو کر مار ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ دوسرا اس بات کا غصہ تھا کہ میری اس حرکت سے اس کی جوانی چھن گئی تھی۔

اب وہ میٹھے پانی سے غسل کر کے یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ بدن سے کھارے پانی کے اثرات دور ہونے کے بعد وہ پھر سے جوان ہو سکے گی یا نہیں؟ یا پھر دوبارہ منتروں کا جاپ کرنے کے بعد وہ بڑھاپے اور کمزوری سے نجات حاصل کر سکتی تھی۔ اسے جوانی سے محروم ہونے کا غصہ اتنا تھا کہ وہ میرا پتلا بنا کر اس میں سوئیاں چبھو سکتی تھی۔ مجھے ناقابل برداشت اذیتوں میں مبتلا کر سکتی تھی لیکن جزیرے کی سلامتی کے لیے اور اس پر اپنا قبضہ جمائے رکھنے کے لیے میرا صحت مند رہنا ضروری تھا۔

وہ مجھے جسمانی اور ذہنی اذیتیں نہیں دینا چاہتی تھی۔ اس لیے ثمرن کو اذیتیں دینے لگی تھی۔ وہ میری اس کمزوری کو سمجھ گئی تھی کہ ثمرن کو پہنچنے والی تکالیف سے مجھے تکلیف پہنچتی رہے گی۔

فی الحال وہ ثمرن کے پتلے میں سوئیاں نہیں چبھو رہی تھی۔ وہ اپنی جوانی کو واپس لانے کی کوششیں کر رہی تھی۔ کسی دریا میں نہانے گئی تھی۔ ثمرن نے مجھ سے کہا "بھگوان کرے اسے جوانی واپس مل جائے۔ ورنہ وہ پھر سوئیاں چبھونے لگے گی۔

اس بار تو میں نہیں بچوں گی۔ مجھ سے تکلیف برداشت نہیں ہوتی ہے۔ میں خودکشی کرلوں گی۔"

میں نے اسے تھپکتے ہوئے کہا "حوصلہ کرو۔ میں تمہیں اس سے نجات دلانے کی کوئی تدبیر کروں گا۔"

"آپ میری خاطر اس کے سامنے جھک رہے ہیں۔ اگر میں نہ رہوں تو آپ تمام زنجیریں توڑ کر یہاں سے چلے جائیں گے۔"

"ایسی باتیں نہ کرو۔ تم کیوں نہیں رہو گی؟ میرے ساتھ ضرور رہو گی۔"

"میں آپ کو دادی پوتی کے سامنے جھکتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتی۔"

"جو خود جھکنا نہیں جانتے' وہ دوسروں کو جھکا نہیں سکتے۔ میں ان پر قابو پانے کے لیے ان سے سمجھوتا کر رہا ہوں۔ ابھی یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ جو جادو وہ تم پر کر رہی ہے۔ اس کا توڑ کیا ہو سکتا ہے؟"

میں نے خاموشی سے پوجا کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا اس کی دادی ماں نے ایک گھنٹا پہلے اس سے فون پر رابطہ کیا تھا اور کہا تھا کہ دریا میں اشنان کرنے کے بعد پھر اسے فون کرے گی۔ پوجا کو چاہیے کہ وہ میری کڑی نگرانی کرے۔ مجھے ہیلی پیڈ یا ساحل کی طرف ثمرن کے ساتھ نہ جانے دے۔ ورنہ میں فضائی یا سمندری راستے سے فرار ہو جاؤں گا۔

اب ایک گھنٹا گزرنے کے بعد وہ پھر پوجا سے فون پر باتیں کر رہی تھی۔ غصے سے کہہ رہی تھی "اس نمک حرام فرہاد نے مجھے دوبارہ بوڑھی بنا دیا ہے۔ میں دریا میں غسل کر چکی ہوں۔ میری جوانی واپس نہیں آرہی ہے۔ میں اس سے بہت بری طرح انتقام لوں گی۔"

"دادی ماں! غصہ تھوک دو۔ اپنے جزیرے کی سلامتی کے لیے اسے دوست بنائے رکھنا ضروری ہے۔ تم اسے منتروں سے اس طرح جکڑ لو کہ وہ یہاں سے کبھی نہ جا سکے۔"

"اسے روکنے کے لیے ضروری ہے کہ میرا بڑھاپا اور میری کمزوریاں دور ہو جائیں۔ میں ایک جگہ بیٹھ کر کئی گھنٹوں تک منتر پڑھ نہیں سکتی جسم تھک جاتا ہے۔ حافظہ کمزور ہو جاتا ہے۔ میں پڑھتے پڑھتے بھول جاتی ہوں۔"

پوجا نے پریشان ہو کر کہا "یہ تو تشویش کی بات ہے۔ آپ کالا عمل نہیں کریں گی تو وہ یہاں سے چلا جائے گا۔"

"میں چھوٹے چھوٹے منتر پڑھ سکتی ہوں۔ ثمرن کے نام کا پتلا بنا کر منتر پڑھنا زیادہ مشکل نہیں تھا۔ اس لیے فرہاد کی اس کمزوری سے کھیل رہی ہوں۔ وہ ثمرن کی خاطر ہماری باتیں مانتا رہے گا۔"

"جب اس کا دل ثمرن سے بھر جائے گا تو پھر وہ ہمارے دباؤ میں نہیں رہے گا۔"

"میں اس وقت تک منتروں کا جاپ کر کے اپنی جوانی اور توانائی حاصل کرلوں گی۔"

"تم محل میں کب آؤ گی؟"

"جب تک بڑھاپے اور کمزوری سے نجات نہیں ملتی' میں یہاں جنگل میں رہ کر تپسیا کروں گی اور منتر پڑھتی رہوں گی۔"

اس کی باتوں سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ جلد سے جلد اپنی کھوئی ہوئی جوانی اور توانائی حاصل کرنا چاہتی ہے۔ تاکہ تھکن اور کمزوری کے بغیر منتروں کا جاپ کر سکے۔ یہ عجیب اتفاق تھا۔ قاہرہ میں اعلیٰ بی بی سے دشمنی کرنے والی وچ لیڈی بنت عمارہ بھی بوڑھی اور کمزور ہو گئی تھی۔ وہ بھی دادی ماں کی طرح جوانی اور توانائی حاصل کرنا چاہتی تھی۔ کالا جادو جاننے والی دونوں بوڑھیاں ایک ہی مرحلے سے گزر رہی تھیں۔

اعلیٰ بی بی کی کوشش تھی کہ بنت عمارہ دوبارہ توانائی حاصل نہ کر سکے اور یہی میں بھی چاہتا تھا۔ ہم باپ بیٹی ایک جیسے حالات سے گزر رہے تھے۔

میں نے ثمرن سے کہا "تم یہاں رہو۔ میں اس بڑھیا کی تلاش میں محل سے باہر جاؤں گا۔"

وہ مجھ سے لپٹ کر بولی "میں یہاں اکیلی نہیں رہوں گی۔ دادی ماں کو زندہ پا کر پوجا مغرور ہو گئی ہے۔ وہ یہاں میرے ساتھ دشمنوں جیسا سلوک کرے گی۔ میں اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکوں گی۔"

"تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ میں پوجا کے دماغ میں جاتا رہوں گا۔ اسے دشمنی نہیں کرنے دوں گا۔ پوجا تو کیا۔ اس کی دادی ماں بھی تم پر کالا جادو نہیں کرے گی۔"

"پھر بھی آپ سوچیں۔ آپ کے بغیر میں اتنے بڑے محل میں تنہا رہ جاؤں گی۔ یہاں میرا کوئی اپنا نہیں ہے۔"

وہ درست کہہ رہی تھی لیکن میں اسے محل سے باہر اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا تھا۔ واپسی میں رات ہو سکتی تھی۔ اس کے ساتھ جنگل میں بھٹکنا دانش مندی نہ ہوتی۔

میں نے اسے ایک ریوالور دیتے ہوئے کہا "اسے رکھو۔ پوجا دشمنی کرے تو اسے زخمی کرو۔ ہلاک کرنے کی دھمکی دو۔ میں بھی خیال خوانی کے ذریعے تمہارے اندر رہوں گا۔ موجودہ حالات میں تمہیں حوصلے سے کام لینا چاہیے۔"

"آپ وعدہ کریں۔ جلدی واپس آئیں گے۔"

میں نے کہا "اس بڑھیا نے تمہارے نام کا جو پتلا بنایا ہے میں اسے تلاش کرنے جا رہا ہوں۔ اس پتلے کو توڑ کر ان سوئیوں کو مٹی میں دبا کر تمہارے خلاف ہونے والے جادو کو ناکام بناؤں گا۔"

میں اسے سمجھا بجھا کر محل سے باہر جانے لگا۔ پوجا نے پوچھا "کہاں جا رہے ہو؟"

میں نے پوچھا "کیا کہیں جانے پر پابندی ہے؟"

"ہاں تم ہیلی پیڈ اور ساحل کی طرف نہیں جاؤ گے۔"

"میں یہاں پابندیوں میں نہیں رہوں گا۔"

"نہیں رہو گے تو جاؤ۔ محل کے احاطے سے باہر نکلو گے تو ثمرن کے بدن میں پھر سوئیاں چبھیں گی۔"

"میں بھی کچھ جوڑ توڑ جانتا ہوں۔ تم میرے ساتھ چلو گی تو ثمرن محل میں محفوظ رہے گی۔"

"میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

میں نے اسے مسکرا کر دیکھا پھر اس کے ذہن کو جکڑ لیا۔ وہ مسکرا کر بولی "آؤ ہم دادی ماں کی تلاش میں چلیں۔"

ہم ایک کار میں بیٹھ کر محل کے احاطے سے باہر آئے۔ میں نے ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا۔ اس جزیرے میں دریا کہاں سے آگیا؟"

وہ بولی "ایک پہاڑی جھرنا' ندی کی صورت میں بہتا ہوا سمندر سے جا ملتا ہے۔ یہاں سے دائیں طرف جنگل میں چلو۔ کیا دادی ماں دریا کے کنارے ہوں گی؟"

"وہ دادی ہے۔ تم پوتی ہو۔ سمجھ سکتی ہو۔ اکثر جادوگر دریا کے کنارے آگ جلا کر تپسیا کرتے ہیں اور منتر پڑھتے ہیں۔"

"ابھی تم دادی ماں سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟"

میں نے گھنے جنگل میں پہنچ کر گاڑی روک دی پھر اترتے ہوئے کہا "اپنے موبائل سے دادی ماں کو مخاطب کرو۔"

اس کا دماغ میری مٹھی میں تھا۔ اس نے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے دادی ماں نے پوچھا "بولو بیٹی! خیریت سے ہو؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ کو ڈھونڈنے یہاں جنگل میں آئی ہوں۔"

"ہے بھگوان! تمہیں یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں بڑھاپے سے نجات پاتے ہی محل میں آؤں گی۔ تم واپس جاؤ۔"

"میں اتنی دور آئی ہوں تو آپ سے مل کر ہی جاؤں گی۔"

"تم بہت ضدی ہو۔ آجاؤ۔ دریا کے کنارے ہم نے جو ہنومان مندر بنایا تھا' میں اسی مندر کے سامنے ہوں۔"

وہ تیزی سے ادھر جانے لگی۔ میں اس سے فاصلہ رکھ کر اس کے پیچھے چلنے لگا۔ جنگل کے درمیانی حصے سے ایک چھوٹا سا دریا بہتا تھا۔ اسے دریا نہیں چھوٹی سی ندی کہنا چاہیے۔ اس کے کنارے ہنومان مندر تھا۔ وہ وہاں سوکھی لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ جلا کر جادوگری کے بہت سے لوازمات کے ساتھ پالتھی مارے بیٹھی تھی۔ پوجا کو دیکھ کر بولی "تیرے آنے سے میرے منتر ادھورے رہ گئے ہیں۔ میں آج سورج ڈوبنے کے وقت سے صبح سورج کے نکلنے تک منتر پڑھتی رہوں گی تو میری جوانی اور توانائی مجھے واپس مل جائے گی۔ تمہیں جو کہنا ہے' کہو اور واپس جاؤ۔ مجھے صبح تک مخاطب نہ کرنا۔ میں فون

جاسوسی ڈائجسٹ کا تہلکہ خیز سلسلہ

ایک ایسے نوجوان کی داستانِ عبرت
جو حالات کے جال میں پھنس کر جرائم
کی دلدل میں پھنستا چلا گیا

انعام یافتہ مشہور مصنف جبار توقیر کا منفرد انداز تحریر

گمراہ
8 حصے

قیمت فی حصہ 60 روپے

ڈاک خرچ فی حصہ 23 روپے

کتابی شکل میں تیار ہے

کتابیات پبلی کیشنز
[illegible]
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com

بند رکھوں گی اور نہ ہی تم دوبارہ یہاں آنا۔ میں خود ہی محل میں آؤں گی۔"

پوجا نے میری مرضی کے مطابق کہا "آپ نے فرہاد کو میرے سامنے جھکا دیا ہے۔ اب وہ میرے ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے۔"

"اب تو اس کا باپ بھی تمہارے حکم پر چلے گا۔ اسی لیے میں نے ثمرن کا پتلا بنا کر اسے عذاب میں مبتلا کیا تھا۔ وہ تمہاری نافرمانی کرے گا تو میں پھر ثمرن کے بدن میں سوئیاں چبھونے لگوں گی۔"

"آپ نے وہ پتلا کہاں رکھا ہے؟"

"تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"فرہاد یہاں آ کر کوئی گڑبڑ کر سکتا ہے۔"

"اس کے باپ کو کبھی وہ پتلا نہیں ملے گا۔ میں نے مندر کے پیچھے اسے ایک بڑے پتھر کے نیچے چھپا کر رکھا ہے۔"

میں دبے قدموں مندر کے پیچھے آیا۔ وہاں ایک بڑا سا پتھر رکھا ہوا تھا۔ میں نے اس پتھر کو ہٹا کر دیکھا' وہاں کوئی پتلا نہیں تھا۔ اس کا مطلب تھا۔ وہ اپنی پوتی سے جھوٹ بول رہی تھی۔ یہ سمجھ گئی تھی کہ وہ خود نہیں آئی ہے۔ میں نے اسے وہاں بھیجا ہے۔ وہ کہہ رہی تھی "تم پتلے کی فکر نہ کرو۔ وہ قیامت تک وہاں نہیں پہنچ سکے گا جہاں میں نے اسے چھپا کر رکھا ہے۔ تم واپس جاؤ۔"

میں اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ مجھے دیکھ کر بولی "چھپنے کی کیا ضرورت تھی؟ پتھر کے نیچے دیکھ آئے؟"

میں نے ناگواری سے کہا "تم کیا سمجھتی ہو' میں تمہیں منتر پڑھ کر جوانی اور توانائی حاصل کرنے دوں گا؟"

میں نے پہلی بار انیتا سکسینہ کا بڑھاپا دیکھا تھا۔ وہ بالکل چڑیل جیسی دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے کہا "میں جو کرنا چاہتی ہوں' کر گزرتی ہوں۔ ذرا ثمرن کے اندر جھانک کر دیکھو۔"

میں سمجھ گیا۔ اس پر پھر مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں۔ میں نے فوراً ہی اس کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ اس وقت وہ دونوں ہاتھوں سے پیشانی کو تھام کر چیخ رہی تھی۔ اس کے دماغ میں سوئیاں چبھ رہی تھیں۔ وہ تکلیف سے بے حال ہو کر مجھے پکار رہی تھی۔

میں نے تڑپ کر اس بڑھیا کو دیکھا۔ حاضر دماغی نے کہا "وہ سوئی اب بھی چبھ رہی ہے۔ تب ہی ثمرن عذاب میں مبتلا ہو رہی ہے۔ اس طرح یہ بات سمجھ میں آئی کہ وہ پتلا ابھی اس بڑھیا کے پاس ہے۔

وہ اسے اپنے زانو کے نیچے دبائے ہوئے تھی۔ اس کا ایک ہاتھ زانو کے نیچے تھا۔ اس کا خیال تھا' وہ مجھے دھوکا دینے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ میں نے اسے ایک لات ماری۔ وہ چیخ مارتے ہوئے پیچھے کی طرف الٹ گئی۔ الٹنے سے پہلے جہاں بیٹھی ہوئی تھی' وہاں وہ چھوٹا سا پتلا رکھا ہوا تھا۔ اس پتلے کی پیشانی پر ایک سوئی چبھی ہوئی تھی۔

میں نے جھک کر اسے اٹھایا پھر اس کی پیشانی سے سوئی نکال کر پھینک دی۔ پوجا چیخ رہی تھی "تم نے میری دادی ماں کو لات کیوں ماری؟"

وہ اپنی دادی کو سہارا دے کر زمین سے اٹھا رہی تھی۔ میں نے دونوں کو لات ماری پھر ثمرن کے پاس پہنچ کر کہا "فکر نہ کرو۔ تمہارا پتلا میرے ہاتھ آ گیا ہے۔ میں نے پیشانی سے سوئی نکال دی ہے۔ اب تو تمہارے اندر چبھن نہیں ہو رہی ہو گی۔"

وہ بولی "وقتی طور پر آرام مل رہا ہے۔ آپ نہیں جانتے' وہ چڑیل دوسرا پتلا بنا کر میرا جینا حرام کر دے گی۔ وہ میری وجہ سے آپ کو کمزور بناتی رہے گی۔ آپ اس سے جیت کر بھی ہارتے رہیں گے۔"

وہ ریوالور کو اپنے سینے پر رکھ کر بولی "میں نہیں رہوں گی تو آپ اس چڑیل کا کام تمام کر سکیں گے۔ اس جزیرے سے باہر جا کر اپنوں کو تلاش کر سکیں گے۔ خدا حافظ میرے محبوب! میرے آقا...!"

میں اسے خودکشی سے روکنے ہی والا تھا۔ اسی لمحے خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ پوجا نے ایک پتھر کھینچ کر مارا تھا۔ وہ میری پیشانی پر آ کر لگا۔ میں نے دونوں دادی پوتی کی گردنوں کو دبوچ کر اٹھایا پھر دونوں کے سر ٹکرا دیے۔ وہ چیختی ہوئی زمین پر گر پڑیں۔

ان سے ایک ذرا سی نجات ملی تو میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ثمرن کے پاس پہنچنا چاہا لیکن سوچ کی لہریں بھٹکنے لگیں۔ اس کا دماغ مردہ ہو چکا تھا۔ وہ میری آزادی اور سلامتی کی خاطر قیامت کی نیند سو گئی تھی۔

میں غم و غصے سے لرز گیا۔ وہ دونوں بری طرح سہمی ہوئی تھیں۔ وہاں سے اٹھ کر بھاگنے لگیں۔ میں نے کہا "بھاگو! جہاں جزیرہ ختم ہوتا ہے۔ وہاں تمہاری موت ہے اور اس جزیرے سے باہر میری آزادی اور نئی زندگی ہے۔"

دادی اور پوتی بری طرح سہمی ہوئی تھیں۔ مجھ سے دور بھاگ رہی تھیں۔ وہ مجھے محافظ بنا کر جزیرے میں لائی تھیں۔ میں ان کی موت بن گیا تھا۔ اب خدا کے سوا کوئی انہیں بچا نہیں سکتا تھا۔

وہ سمجھ رہی تھیں کہ فرار کا راستہ نہیں ہے۔ میں دن رات موٹر بوٹ میں یا ہیلی کاپٹر میں سوار نہیں ہونے دوں گا پھر یہ بھی اندیشہ تھا کہ وہ جان بچا کر بھاگ جائیں گی... تو میں جزیرے پر قبضہ جمالوں گا۔ یہاں ٹیلی پیتھی کے ذریعے حکومت کرتا رہوں گا۔ ان دونوں... اور انڈین آرمی کو یہاں قدم نہیں رکھنے دوں گا۔

ان کے خیالات نے بتایا کہ وہ ساحل کی طرف جا رہی ہیں۔ وہ بوڑھی دوڑتے دوڑتے تھک کر گر پڑی تھی۔ پوجا نے اسے زمین سے اٹھاتے ہوئے پوچھا "دادی ماں! کچھ کرو۔ وہ درندہ بن گیا ہے۔ ہم سے مروت نہیں کرے گا۔ ہمیں مار ڈالے گا۔"

وہ تکلیف سے اٹھ کر کراہتی ہوئی آگے چلتی ہوئی بولی "کسی طرح مجھے یہاں سے نکل جانا ہے۔ تم یہاں رہو گی۔ اسے پھر سے دوست بنانے کی کوشش کرو۔ اس کا ظلم برداشت کرو۔ میں کیرالہ پہنچتے ہی تپسیا شروع کر دوں گی۔ چوبیس گھنٹوں کے اندر بازی پلٹ دوں گی۔ تم کسی طرح اسے سنبھالتی رہو۔"

"وہ تو پہلے بھی میری طرف مائل نہیں ہوا تھا۔ ثمرن کی موت کے بعد مجھ سے سخت نفرت کرتا رہے گا۔ شاید وہ مجھے مار ڈالے۔"

"میں نے سوچا تھا۔ اس کے پتلے کے ذریعے اسے اذیتیں دے کر فرہاد کو تڑپاتی رہوں گی۔ ثمرن جتنا تڑپتی رہے گی۔ فرہاد اتنا ہی ہمارے آگے جھکتا رہے گا لیکن اس کمینی نے خودکشی کر کے میرے جادو کو ناکام بنا دیا ہے۔ ہمیں فرہاد کے مقابلے میں بے بس اور کمزور بنا دیا ہے۔"

بے شک ثمرن نے میری آزادی' سلامتی اور خودداری کے لیے بہت بڑی قربانی دی تھی۔ اس کی محبت اور وفاداری کو میں کبھی بھول نہیں پاؤں گا۔

وہ دونوں کشتی گھاٹ پر پہنچ گئیں۔ وہاں کے ملاحوں نے انہیں دیکھتے ہی دونوں ہاتھ جوڑ کر ان کے سامنے سر جھکا دیا۔ پوجا نے ایک ملاح سے کہا "یہ میری دادی ماں ہیں۔ انہیں آرام سے موٹر بوٹ میں کیرالا کے قریب ساحل تک لے جاؤ۔ جلدی کرو۔"

وہ ملاح قریب آ گیا۔ پوجا نے پوچھا "کیا تم نے سنا نہیں' اپنی موٹر بوٹ قریب لاؤ۔"

اس نے اچانک ہی دادی ماں کو ایک زور کا طمانچہ رسید کیا۔ وہ دونوں سہم کر پیچھے ہٹ گئیں۔ اس نے گرج کر کہا "واپس جاؤ۔"

دوسرے ملاحوں نے اپنے ساتھی سے کہا "رام اوتار! تیرا دماغ چل گیا ہے؟ تو نے مالکن کی دادی ماں پر ہاتھ اٹھایا ہے۔"

پھر وہ ان کے قریب آ کر بولا "دادی ماں! یہ گدھا ہے۔ ایک ہی گال پر طمانچہ مارتا ہے۔ جبکہ دونوں پر مارنا چاہیے۔"

اس نے بڑھیا کے دوسرے گال پر طمانچہ مارا وہ لڑکھڑا کر گرنے والی تھی۔ پوجا نے اسے سنبھالتے ہوئے کہا "دادی ماں! میں سمجھ گئی۔ فرہاد ان کے اندر گھسا ہوا ہے۔ یہ تمہیں سمندری راستے سے نہیں جانے دے گا۔"

وہ دونوں پلٹ کر وہاں سے محل کی طرف بھاگنے لگیں۔ اب بڑھیا میں دوڑنے کی تو کیا' چلنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی۔ وہ ایک جگہ بیٹھ کر ہانپتے ہوئے بولی "ہے بھگوان! ہم اپنے ہی جزیرے میں' اپنی ہی زمین پر مجرموں کی طرح بھاگ رہے ہیں۔ کوئی ہماری مدد کرنے والا نہیں ہے۔"

پوجا نے کہا "وہ ہمارا بدترین دشمن بن گیا ہے۔ سیکیورٹی افسر کے دماغ میں رہے گا۔ محل کے کسی بھی مسلح گارڈ کو ہمارا حمایتی نہیں بننے دے گا۔ ہم کہاں جائیں؟ چھپنے اور پناہ لینے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے سیکیورٹی افسر کو حکم دیا تھا کہ وہ محل کے احاطے میں ایک چتا تیار کر کے ثمرن کا آخری کریا کرم کرے اور وہ میرے حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔ ادھر میں کار ڈرائیو کرتا ہوا ان دادی پوتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر زمین پر میرے سامنے اوندھی ہو گئیں۔ بڑھیا نے کہا "تمہیں تمہارے خدا کا واسطہ دیتی ہوں۔ یہ سچ تسلیم کر لو کہ میں ثمرن کو جان سے نہیں مارنا چاہتی تھی۔ اس کے ذریعے تمہیں مجبور بنا رہی تھی۔ اس کا زندہ رہنا میرے لیے بھی ضروری تھا۔"

میں نے حقارت سے کہا "تم نے اسے جان بوجھ کر نہیں مارا۔ تمہاری دشمنی نے اسے میری خاطر مرنے پر مجبور کر دیا۔ وہ میری محبت میں جان سے چلی گئی۔ کیا تم اپنی پوتی کی خاطر جان نہیں دو گی؟"

میں نے کار کی ڈکی سے رسیاں نکالیں۔ پوجا نے مجھے روکنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا "کیا کرنا چاہتے ہو؟"

میں نے اس کے منہ پر ایک زوردار ہاتھ رسید کیا۔ وہ چکرا کر زمین پر گر پڑی پھر بڑھیا کی گردن دبوچ کر اسے ایک درخت کے موٹے تنے سے لگا کر کھڑا کیا۔ وہ بھاگنا چاہتی تھی۔ میں نے اس کی پٹائی کی۔ وہ کمزوری کے باعث مار برداشت نہ کرسکی۔ چپ چاپ کھڑی رہی۔ میں نے اسے درخت سے لگا کر رسیوں سے باندھ دیا۔ وہ گڑگڑا رہی تھی۔ مجھے معاف کردو۔ میں اس جزیرے سے چلی جاؤں گی پھر کبھی واپس نہیں آؤں گی۔ تم پوجا کے ساتھ یہاں حکومت کرتے رہو۔

میں کار کے اندر سے پیٹرول کا کین اٹھا کر لایا پھر اس پر پیٹرول ڈالنے لگا۔ وہ خوف سے چیخ رہی تھی۔ پوجا بھی آکر مجھ سے لپٹ کر مجھے ایسا کرنے سے باز رکھنا چاہتی تھی لیکن میں نے بڑھیا کو سر سے پیر تک اچھی طرح بھگو دیا۔ خالی کین کو ایک طرف پھینک دیا۔ پوجا کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اسے دھکا دے کر دور گرا دیا پھر کار کے ڈیش بورڈ کے خانے سے ایک ماچس کی ڈبیا نکال لی۔

دونوں دادی پوتی حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگیں۔ پوجا دوڑتی ہوئی آکر میرے قدموں سے لپٹ گئی۔ رو رو کر کہنے لگی ”میں اس جزیرے کی ملکہ بن کر رہنے کے لیے تمہیں یہاں لائی تھی۔ میں یہ جزیرہ تمہارے نام لکھ دوں گی۔ دادی ماں کے ساتھ یہاں سے چلی جاؤں گی۔ تمہارے خدا کا واسطہ دیتی ہوں۔ دادی ماں کو زندہ نہ جلاؤ۔“

میں نے ماچس کی ایک تیلی نکال کر سلگائی پھر کہا ”میں نے اس خبیث بڑھیا کو سمندر میں ڈبویا۔ یہ زندہ واپس آگئی۔ اب دیکھوں گا کہ جل کر راکھ ہوجانے کے بعد اس دنیا میں کیسے واپس آئے گی؟“

میں نے جلتی ہوئی تیلی اس کی طرف اچھال دی۔ تیلی کا ننھا سا شعلہ فضا میں اڑتا ہوا بڑھیا کے پاس آیا پھر یکبارگی آگ لگ گئی۔ وہ شعلوں میں لپٹ کر چیخنے لگی۔ پوجا اس سے دور کھڑی رو روتے ہوئے اپنے سر کے بال نوچ رہی تھی۔ اپنے کپڑے پھاڑ رہی تھی۔ اس کے ماتم کرنے سے آگ نہیں بجھ سکتی تھی۔ وہ چکرا کر گر پڑی پھر ایسے ساکت ہوگئی۔ جیسے دم نکل گیا ہو۔

مجھے ایسا ہی لگا جیسے وہ مرچکی ہے۔ میں نے اس کی طرف دھیان نہیں دیا۔ میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ وہ بڑھیا ایک بار سمندر کی گہرائیوں میں ڈوبنے کے باوجود زندہ رہ گئی تھی۔ اس بار میں توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ وہ آگ کے شعلوں سے نکل کر آسکتی ہے یا نہیں؟

اس کی آنکھیں بند ہوگئی تھیں۔ سر ایک طرف گیا تھا۔ اس کے بدن کی بوڑھی کھال جل رہی پگھل رہی تھی۔ وہ درخت سوکھا تھا۔ اس میں بھی گئی تھی۔ وہ بھی اسے جلا رہا تھا۔

پوجا زمین پر جیسے مردہ پڑی ہوئی تھی۔ وہ اچانک بیٹھ گئی۔ روح سے خالی ہونے والے بوڑھے جسم کو ہوتے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا ”تمہاری دادی ماں کو جادو پر بڑا غرور تھا۔ اس کا انجام دیکھ رہی ہو۔ تم دولت مند ہو۔ تمہارے پاس درجنوں مسلح گارڈز ہیں دولت اور طاقت کام نہیں آرہی ہے۔“

وہ ہاتھ جوڑ کر عاجزی سے بولی ”تم نے دادی ماں انتقام لے لیا۔ کیا مجھے بھی سزا دو گے؟“

”ہاں مگر موت کی سزا نہیں دوں گا۔ تمہیں یہاں چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ تم یہاں بے یارو مددگار رہو عدالت سے کیس جیتنے کے بعد بھی انڈین آرمی تمہیں سکون سے رہنے نہیں دے گی۔“

میں کار میں آکر بیٹھ گیا۔ محل کے احاطے میں ثمرن چتا کو آگ لگ چکی تھی۔ اس وفا کی دیوی کی آخری رسو ادا ہوچکی تھیں۔ میں کشتی گھاٹ پر آیا۔ تمام ملاح مجھے دونوں ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوگئے۔ میں نے ایک ملاح ”مجھے کوچین کی بندرگاہ تک پہنچا دو۔ پہلے موٹر بوٹ ا طرح چیک کرلو۔“

اس نے کہا ”ابھی میں چیک کررہا تھا۔ ٹنکی فل آپ آجائیں۔“

میں اس موٹر بوٹ میں سوار ہوا۔ اس ساحل سے جاتے وقت مجھے یوں لگا جیسے برسوں تک قید رہنے کے آزادی حاصل ہوئی ہے۔ اب میں آزادی سے اپنے رشتوں کو تلاش کرسکتا تھا۔

انڈین آرمی کے افسر نے کہا تھا کہ ٹیلی پیتھی جان کبریا نامی ایک نوجوان دہلی یا ممبئی میں ہے۔ اس کا فرہاد علی تیمور سے ہوسکتا ہے۔ اس افسر کا یہ اندازہ کوئی ضروری نہیں تھا کہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا میں کوئی تعلق ہو، یا ان کی ایک دوسرے سے رشتے دا ہو۔

پھر بھی میں نے یہ فیصلہ کیا کہ مجھے دہلی جانا چا کبریا کا سراغ لگا کر اس سے ملاقات کرنی چاہیے۔ ملا نہ ہوسکے تو کم از کم خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کرنی چا میں کوچین پہنچ گیا۔ مجھے وہاں چند گھنٹے گزارنے اپنا حلیہ تبدیل کرنا تھا۔ دہلی تک سفر کرنے کے لیے اچھی خاصی رقم حاصل کرنی تھی۔ دولت حاصل کرنے کے لیے لوگ دن رات محنت کرتے، سوچتے رہ جاتے ہیں کہ کس طرح زیادہ سے زیادہ رقم حاصل کی جاسکتی ہے؟ مجھے سوچنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ میں سوچ کے ذریعے لاکھوں کروڑوں روپے منٹوں میں حاصل کرلیتا تھا اور ابھی مجھے یہی کرنا تھا۔

پوجا محل میں پہنچ گئی۔ وہاں احاطے میں ایک جگہ ثمرن کی چتا جل چکی تھی۔ سب کچھ راکھ ہوچکا تھا۔ سیکیورٹی افسر نے عاجزی سے کہا ”میڈم! ہم مجبور تھے۔ مسٹر فرہاد نے دماغ کے اندر آکر حکم دیا تھا کہ یہاں ثمرن کا انتم سنسکار کیا جائے۔“

وہ گہری سنجیدگی سے بولی ”کوئی بات نہیں۔ جو ہوگیا۔ سو ہوگیا۔ اب وہ یہاں سے جاچکا ہے۔ میرے اور اس جزیرے کے معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا۔“

وہ محل کے اندر جاتے ہوئے بولی ”اب انڈین آرمی سے نمٹنے کی ذمے داری تمہاری ہے۔ جتنے قابل اعتماد جنگ جو جوانوں کو یہاں میری حفاظت کے لیے لاسکتے ہو، فوراً لے آؤ۔ ابھی ان سب سے رابطہ کرو۔“

وہ ”یس میڈم!“ کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔ اس نے اپنے بیڈ روم میں آکر دروازے کو اندر سے بند کیا پھر ایک قد آدم آئینے کے سامنے آکر خود کو سر سے پاؤں تک دیکھنے لگی پھر اپنے خوب صورت چہرے پر انگلیاں پھیرتے ہوئے بولی ”پوجا! میری بچی! مجھے معاف کرنا۔ میں اس وقت جلائی جارہی تھی۔ مجھے فوراً ہی ایک خوب صورت مردہ جسم کی ضرورت تھی۔ اس لیے تجھے مار ڈالا۔“

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی ”تو زندہ رہتی تو فرہاد تجھے سکون سے جینے نہ دیتا۔ تو اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی تھی۔ ہمارے باپ دادا کا یہ جزیرہ ہمارے ہاتھ سے نکل جاتا۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔ تو جزیرے کی ملکہ ہے۔ دنیا والوں کی نظروں میں زندہ رہے گی اور اب میں ایسی چال چلوں گی کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا پھر یہاں واپس آکر میرے قدموں میں رہے گا۔ جاؤ فرہاد! میں دیکھوں گی کہ تم کتنی دور تک جاسکتے ہو۔ کھونٹے سے بندھے ہوئے بیل ہو۔ رسے کی لمبائی تک جاکر واپس آؤ گے۔“

* * *

سونیا اور ریزا ہوائی جہاز کے ٹوائلٹ کے اندر تھیں۔ ریزا نے ایک ایسا انکشاف کیا تھا کہ سونیا حیران رہ گئی تھی۔ سوچ رہی تھی ”میرا دھیان اس کے پیٹ کی طرف کیوں نہیں گیا؟ میں نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ پیٹ میں بچہ نہیں ہے۔ اسمگل ہونے والا مال وہاں چھپایا گیا ہے۔“

اس نے ریزا کا اوپری لباس اٹھا کر دیکھا۔ اس کے پیٹ پر اس طرح پلاسٹک سرجری کی گئی تھی کہ اوپر سے پیٹ کی کھال بھی اس کے بدن کا حصہ دکھائی دیتی تھی۔ پیٹ کو ہلکے سے دباؤ تو وہ دب جاتا تھا۔ کوئی شبہ نہیں کرسکتا تھا کہ جعلی پیٹ ہے اور اس کے اندر کچھ چھپا دیا گیا ہے۔

سونیا نے کہا ”تمہیں یہ پیٹ لے کر ان کے پاس نہیں جانا چاہیے۔ وہاں پہنچنے سے پہلے پیٹ پر لگے ہوئے ڈھکن کو الگ کردو۔“

”یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ یہاں میں اسے الگ کردوں گی تو ائر ہوسٹس اور میرے آس پاس بیٹھنے والے لوگ مجھے حیرت سے دیکھیں گے۔“

”ہم ہاٹ اسپرنگ ائرپورٹ پہنچنے سے پندرہ منٹ پہلے پھر اس ٹوائلٹ میں آئیں گے۔ اس اضافی پیٹ کو کاٹ کر یہاں ڈسٹ بن میں پھینک دیں گے۔ ڈسک اور دستاویزات کو میں چھپالوں گی۔“

وہ پریشانی سے سوچ رہی تھی۔ سونیا نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا ”تمہیں ڈرنا نہیں چاہیے میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔“

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی ”وہ۔۔۔ وہ بات یہ ہے کہ جب میں وہاں کے ائرپورٹ پر پہنچوں گی تو مسٹر فو مجھے دور سے دیکھتا رہے گا۔ اسے میرا پھولا ہوا پیٹ نظر نہیں آئے گا تو وہ مجھ پر شبہ کرے گا۔“

”اسے شبہ کرنے دو۔ وہ اس سلسلے میں فون کے ذریعے تم سے سوالات کرے گا۔ تم اسے بتاؤ گی کہ اپنے اضافی پیٹ کا بوجھ کم کیا ہے۔ س کی تمام چیزیں صحیح سلامت ہیں۔ برجر کو زندہ سلامت تمہارے پاس بھیجا جائے گا تو تم یہ اہم چیزیں اس کے حوالے کردو گی۔“

”وہ یقین نہیں کرے گا، پہلے یہ چیزیں دیکھنا چاہے گا۔“

”ایسے وقت میں اس سے فون پر بات کروں گی پھر تم دیکھو گی کہ میں جیسا کہوں گی۔ وہ ویسا ہی کرنے پر مجبور ہوجائے گا۔ یہ چیزیں اس کے لیے بہت اہم ہیں۔ وہ انہیں حاصل کرنے کے لیے سمجھوتا کرے گا۔“

وہ دونوں ٹوائلٹ سے باہر آکر اپنی اپنی سیٹوں کے پاس آئیں پھر وہاں بیٹھ گئیں۔ مسٹر فو کا جاسوس اپنی سیٹ پر گہری نیند سو رہا تھا۔ اس کی باچھوں سے رال ٹپک رہی تھی۔ سونیا

نے اسٹیوارڈ کو بلا کر کہا "یہ شخص کیسے سو رہا ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ اس نے نشہ کیا ہے۔"

اسٹیوارڈ نے اسے جھنجوڑ کر جگانے کی کوشش کی۔ اس نے بڑی مشکل سے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا پھر آنکھیں بند کر لیں۔ ائرہوسٹس نے کہا "یہ واقعی مدہوش ہے۔ اسے سونے دیا جائے۔ ائرپورٹ میں اسے سیکیورٹی پولیس کے حوالے کیا جائے گا۔"

سونیا نے اس کے جسم میں ایک سوئی انجیکٹ کی تھی۔ جس کے نتیجے میں وہ مدہوش ہو کر سو رہا تھا۔ ریزا تعریفی انداز میں سونیا کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ یہ عورت خطرناک فائٹر بھی ہے اور چالاک بھی ہے۔ اس نے کوئی الزام آنے سے پہلے اس شخص کو نشے باز بھی ثابت کر دیا تھا۔

تقریباً پون گھنٹے بعد اناؤنسر نے کہا کہ آدھے گھنٹے میں یہ جہاز ہاٹ اسپرنگ ائرپورٹ کے رن وے پر اترنے والا ہے۔ سونیا نے سر گھما کر ریزا سے پوچھا "تمہارے پاس چاقو ہے؟"

"میرے بیگ میں ہے۔ کیا تمہیں ضرورت ہے؟"

"اسے ٹوائلٹ میں لے آؤ۔"

وہ دونوں مزید دس منٹ گزار کر ٹوائلٹ میں آ گئیں۔ ریزا نے اپنا اوپری لباس اتارا۔ سونیا نے اضافی پیٹ کے ڈھکن کو کاٹ کر اس کے جسم سے الگ کیا۔ اس ڈھکن میں ایک کمپیوٹر ڈسک اور تحریری دستاویزات رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے وہ تمام چیزیں اپنے پاس رکھ کر کٹے ہوئے فاضل پیٹ کو ڈسٹ بن میں ڈال دیا پھر کہا "جب تک یہ سب کچھ میرے پاس رہے گا، اس وقت تک وہ لوگ تمہیں اور برجر کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

وہ دونوں ٹوائلٹ سے باہر آ گئیں۔ مسافروں سے کہا جا رہا تھا کہ وہ حفاظتی بیلٹ باندھ لیں۔ جہاز رن وے پر اترنے والا ہے۔ وہ دونوں اپنی اپنی سیٹ پر آ کر سیفٹی بیلٹ باندھنے لگیں۔ ریزا کے پاس بیٹھا ہوا مسافر آنکھیں بند کر کے خیریت سے جہاز کے اترنے کی دعائیں مانگ رہا تھا۔ اس قطار کے دوسرے مسافروں نے بھی اس کی طرف توجہ نہیں دی۔

جہاز رن وے پر اتر کر دوڑتا ہوا ایک جگہ رک گیا۔ تمام مسافر سیفٹی بیلٹ کھول کر اپنا اپنا دستی سامان سنبھال رہے تھے۔ ایگزٹ ڈور کی طرف جا رہے تھے۔ ریزا بھی سونیا کے پیچھے چلتی ہوئی قطار میں کھڑی ہو گئی۔ دروازہ کھلنے کے بعد مسافر جہاز سے باہر جانے لگے۔ صرف ایک مسافر مدہوش پڑا ہوا تھا۔

مسٹر فو... دوسری منزل کی ایک بالکونی میں کھڑ سے دوربین لگائے، جہاز سے اترنے والے مسافرو رہا تھا۔ اس کے پاس دو موبائل فون تھے۔ وہ ایک ذریعے اپنے خاص آدمیوں سے کہہ رہا تھا "مسافر باہر آ رہے ہیں لیکن کوئی پیٹ والی عورت نظر نہیں ہے۔ ہمارا جاسوس ایڈی بھی دکھائی نہیں دے رہا ہے۔"

پھر اس نے چونک کر کہا "ہاں ریزا دکھائی دے لیکن اس کا پیٹ پھولا ہوا نہیں ہے۔ مجھے کوئی گڑبڑ لگ ہے۔ جسٹ اے منٹ! میں ابھی ریزا سے بات کرتا ہو

اس نے دوسرے موبائل فون کے نمبر پنچ کیے اپنے فون کا بزر سنائی دیا۔ وہ سونیا کے ساتھ چلتی پورٹ کی عمارت کی طرف جا رہی تھی۔ اس نے اسے کان سے لگایا پھر کہا "ہیلو۔ میں ریزا بول رہی ہوں"

مسٹر فو نے کہا "میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ کیا تم پر چڑھے ہوئے خول کو ہٹا دیا ہے؟"

وہ بولی "ہاں۔ وہ مجھے بوجھ لگ رہا تھا۔ ویسے اہم چیزیں میرے پاس محفوظ ہیں۔"

وہ غصے سے بولا "تم بہت بڑی نادانی کر رہی ہو والے اس کمپیوٹر ڈسک پر شبہ کریں گے۔ اسے لے اجازت نہیں دیں گے۔"

"تم میرے ساتھ میری ایک سہیلی کو دیکھ رہے بہت چالاک ہے۔ کسٹم والوں کو ان اہم چیزوں کی نہیں دے گی۔"

وہ بولا "تمہاری سہیلی گئی جہنم میں۔ اگر تم وہ تک نہیں پہنچاؤ گی تو میں تمہارے سامنے برجر کو گولی گا۔ تم بھی یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکو گی۔"

"تم بکواس نہ کرو تو بہتر ہے۔ اپنے مال کا انتظار مجھے بتاؤ کہ کہاں ملاقات ہوگی؟"

"تم عمارت سے باہر آؤ گی۔ پارکنگ ایریا میں سرخ رنگ کی رینٹڈ کار کھڑی ہوگی۔ وہ تمہارے لیے تم اسے ڈرائیو کرتی ہوئی پارکنگ ایریا سے نکلو گی۔ کے ذریعے گائیڈ کرتا رہوں گا کہ تمہیں کن راستوں گزرتے رہنا ہے؟ اور کس منزل پر پہنچنا ہے؟"

"اچھی بات ہے۔ میں تمہاری رہنمائی کے مطابق پہنچوں گی اور وہاں سب سے پہلے برجر کو دیکھنا چاہوں گی"

"ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ میرے ایک جاسو فون کے ذریعے تم سے رابطہ کیا تھا۔ وہ تمہاری نگرانی اسی طیارے میں یہاں آ رہا تھا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ طیا

ے تمام مسافر اتر چکے ہیں لیکن وہ نظر نہیں آیا۔"

"وہ نظر نہیں آ رہا ہے تو میں کیا کروں؟ ہو سکتا ہے وہ سفر کے دوران بیمار پڑ گیا ہو؟ میں اسے صورت سے نہیں پہچانتی ہوں۔ اس سے صرف فون پر گفتگو ہوئی تھی۔"

وہ چونک کر بولا "وہ یقیناً بیمار ہو گیا ہے۔ میں نے جہاز سے باہر ایک مریض کو اسٹریچر پر لے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔"

ریزا نے فون بند کر دیا۔ وہ سونیا کے پیچھے امیگریشن کاؤنٹر سے گزر رہی تھی۔ وہاں سے وہ دونوں لگیج ہال میں آئیں۔ کسٹم والے سامان چیک کر رہے تھے۔ ان دونوں کے پاس ایک ایک سفری بیگ تھا۔ ان کے بیگ بھی چیک کیے گئے۔ سونیا کے بیگ میں تحریری دستاویزات تھیں۔ ایسی دستاویزات پڑھنے کا کسی کے پاس وقت نہیں ہوتا اور نہ ہی ان پر اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ اگر ڈسک نظر آتی تو طرح طرح کے سوالات کیے جاتے اور اسے روک لیا جاتا۔ لیکن ڈسک نہیں تھی۔ غائب ہو چکی تھی۔ ریزا نے باہر آ کر حیرانی سے پوچھا "ڈسک کہاں ہے؟"

سونیا نے اپنا پرس کھول کر ڈسک نکال کر دکھائی۔ ریزا نے بڑی حیرانی سے اسے دیکھا پھر پوچھا "انہوں نے تمہارا یہ پرس چیک کیا تھا۔ اس وقت یہ ڈسک اس میں نہیں تھی۔"

"یہ ہاتھ کی صفائی ہے۔ تم نہیں سمجھو گی۔ میں افسر کے قریب کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے ڈسک اس افسر کی جیب میں ڈال دی تھی۔ چیکنگ کے بعد اس کی جیب سے نکال کر واپس پرس میں رکھ لیا۔"

وہ تعجب سے بولی "ایسا کب کیا؟ میں نے تو دیکھا ہی نہیں۔"

"تم دیکھ لیتیں یا اور کوئی دیکھ لیتا تو پھر کمال کیا ہوتا؟ یہ ایک آرٹ ہے۔ تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔"

اسی وقت کبریا نے اسے مخاطب کیا "ہائے مما!"

"ہائے سن! تمہارے پاپا کا کچھ پتا چلا؟"

"نو مما! میں ہندوستان میں ہوں۔ یہاں علم نجوم کے ماہر پروفیسر نے بتایا ہے کہ میں جنوب کی طرف جاؤں گا تو شاید وہ مل جائیں گے۔ آپ کہاں بھٹک رہی ہیں؟"

"الاسکا کے ایک شہر ہاٹ اسپرنگ میں ہوں۔ میرے ساتھ ایک لڑکی ہے۔ اس کا نام ریزا ہے۔ تم اس کے دماغ میں رہ کر ایک دشمن کے اندر پہنچ سکتے ہو اور اس کی خفیہ سرگرمیوں سے مجھے آگاہ کر سکتے ہو۔"

الپا، اعلیٰ بی بی اور کبریا چوبیس گھنٹوں میں ایک دو بار سونیا کے پاس آ کر اس کی خیریت معلوم کرتے تھے۔ اب سے پہلے وکٹوریہ آئی لینڈ میں الپا آئی تھی۔ اب کبریا آیا تھا۔ سونیا نے ریزا سے کہا "مسٹر فو سے کہو، اس کا مال کسی روک ٹوک کے بغیر نکل آیا ہے۔ اب ہم اس کی رینٹڈ کار کی طرف جا رہی ہیں۔"

اس نے فون سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے ایک اجنبی آواز سنائی دی۔ اس نے پوچھا "مسٹر فو کہاں ہیں؟"

"وہ واش روم میں ہیں۔ ابھی باہر آ کر تم سے رابطہ کریں گے۔"

ریزا نے فون بند کیا۔ کبریا اس بولنے والے کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ مسٹر فو کا باڈی گارڈ ہے۔ اس کا آقا واش روم میں نہیں ہے۔ اپنے اس جاسوس کی خیریت معلوم کرنے گیا ہے، جسے اسٹریچر پر جہاز سے لایا گیا تھا۔

مسٹر فو کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ انڈرورلڈ مافیا کے اہم عہدے داروں میں سے ایک ہے۔ وہ تمام عہدے دار جرائم کے مختلف شعبوں کے ماسٹر ہیں۔ مسٹر فو بڑے ممالک کے اہم راز چرانے اور انہیں دوسرے ممالک کے حکمرانوں تک پہنچانے کی واردات کرتا تھا اور اپنی مافیا گینگ کو کروڑوں ڈالرز کا منافع پہنچاتا تھا اور اپنے شعبے کا ماسٹر کہلاتا تھا۔

یہ معلوم ہوا کہ وہ ایک قد آور باڈی بلڈر ہے۔ شراب و شباب سے پرہیز کرتا ہے۔ کبریا نے سمجھ لیا کہ وہ یوگا کا ماہر ہوگا۔ اس کے دماغ میں نہیں جانا چاہیے۔ اس کے آس پاس کے حواریوں کو آلہ کار بنانا چاہیے۔ اس وقت مسٹر فو ائرپورٹ میں اس باڈی گارڈ کے ساتھ تھا۔ اس کے علاوہ دو حواری پارکنگ ایریا سے ذرا دور ایک ویگن کار میں تھے۔ ریزا جب رینٹڈ کار میں وہاں سے نکلتی تو وہ دونوں اس کا تعاقب کرتے اور مسٹر فو ان سے آگے ایک خفیہ اڈے میں پہنچنے والا تھا۔

وہ اپنے بیمار جاسوس کو دیکھنے گیا تھا۔ اسے ایک ایمبولینس کے ذریعے اسپتال بھیجا گیا تھا۔ مسٹر فو اس کے پیچھے اسپتال نہیں جا سکتا تھا۔ باڈی گارڈ کے ساتھ اپنی کار میں بیٹھ کر جانے لگا۔ فون کے ذریعے ریزا کو بتانے لگا کہ اسے کن راستوں سے گزرتے رہنا ہے؟

شہر سے باہر ایک چرچ تھا۔ اس کے آس پاس برائے نام آبادی تھی۔ ویرانی زیادہ تھی۔ وہ ریزا کو اسی چرچ میں بلا رہا تھا۔ کبریا نے یہ تمام باتیں سونیا کو بتائیں۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ان سے پہلے اس چرچ کے پاس پہنچ گئی۔ ایک

عبادت گزار خاتون کی طرح چرچ کے اندر آئی پھر صلیب کے سامنے گھٹنے ٹیک کر بیٹھے اور پیشانی پر صلیب کا نشان بنایا اور سر کو جھکا لیا۔

ایک فادر نے آکر پوچھا "کیا اعتراف گناہ کے لیے آئی ہو؟ یا مجھ سے دعا کرانا چاہتی ہو؟"

"میں ادھر سے گزر رہی تھی۔ اس لیے دعا مانگنے چلی آئی ہوں۔ یہاں اتنی ویرانی کیوں ہے؟ کیا لوگ عبادت کرنے نہیں آتے؟"

کبریا فادر کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ اندر سے بہت پریشان تھا۔ چرچ کے پیچھے فادر اور نن وغیرہ کی رہائش کے لیے کئی کمرے تھے۔ وہاں تین مسلح شخص ایک نوجوان کو قیدی بنا کر لائے تھے۔

وہاں ایک نوجوان نن کو گن پوائنٹ پر رکھا گیا تھا اور فادر کو دھمکی دی گئی تھی کہ وہ کسی سے ان کا ذکر کرے گا تو اس نن کو گولی ماردی جائے گی۔

فادر اس کی جان بچانے کے لیے خاموش تھا اور دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہا تھا کہ وہ تمام مجرم انہیں نقصان پہنچائے بغیر یہاں سے چلے جائیں۔

سونیا نے کہا "کبریا! تم ریزا کو راستے سے بھٹکا دو۔ وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی دوسری سڑک پر چلی جائے گی تو اس کے پیچھے آنے والے مسٹر فو وغیرہ یہاں دیر سے پہنچیں گے اور جانے سے پہلے فادر کو چند سیکنڈ کے لیے غائب دماغ بنا دو۔"

دوسرے ہی لمحے میں فادر نے آنکھیں بند کیں۔ چند سیکنڈ کے بعد آنکھیں کھولیں تو سونیا نظر نہیں آئی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "وہ۔۔۔ کہاں چلی گئی؟ میں نے تو صرف پلک جھپکائی تھی اور وہ غائب ہوگئی۔ آج یہاں کیا ہو رہا ہے؟ ادھر مسلح بدمعاش آئے ہوئے ہیں۔ ادھر کوئی جادوگرنی آئی تھی۔"

سونیا چرچ کے پیچھے ان رہائشی کمروں کی طرف آئی۔ وہاں سے دبے قدموں چلتی ہوئی ایک کمرے کے قریب پہنچی۔ اس کمرے کے اندر تین مسلح شخص تھے۔ ایک نوجوان کو کرسی پر بٹھا کر رسیوں سے باندھا گیا تھا اور اس کے منہ پر ٹیپ چپکا دیا گیا تھا۔

ایک شخص نے ایک نوجوان نن کو نشانے پر رکھا تھا۔ اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہہ رہا تھا "ایسی چکنی عمر میں راہبہ بننے کی کیا ضرورت تھی؟ بن ہی گئی ہو تو یہ تمہاری مرضی ہے۔ دوسرے کمرے میں چلو۔ میرا دل خوش کردو۔"

وہ بے چاری سہمی ہوئی تھی۔ عاجزی سے کہہ رہی تھی "پلیز، مجھ سے ایسی گندی باتیں نہ کرو۔ خدا سے ڈرو۔"

کبریا ریزا کو راستے سے بھٹکا کر آگیا تھا۔ سونیا ذریعے اس نن کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "یہ ہتھیار کو میرے سامنے سے ہٹاؤ۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "یہ ہتھیار تو ہمارے لیے کھلونا ہے۔ تم بھی کھلونا سمجھ کر کھیل سکتی ہو۔ لو۔ اسے پکڑو۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی اپنی گن اسے دینے لگا۔ اچانک کبریا نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس گن کو لیا۔ وہ گن اس ڈرنے والی کے ہاتھوں میں آگئی۔ اس ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر گولی چلا دی۔ گولی ٹھیک اس کے سینے پر لگی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر اپنے ایک ساتھی سے ٹکرایا پھر فرش پر گر کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

وہ دونوں سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ چرچ میں رہنے والی ایک نن گولی چلا سکے گی۔ ان دونوں کو بھی سنبھلنے کی مہلت نہیں ملی۔ ادھر سے سونیا نے اور ادھر سے کبریا نے نن کے ذریعے تڑاتڑ فائرنگ کی پھر ایک دم سے خاموشی چھا گئی۔

اس نن نے خوف سے کانپتے ہوئے اپنے ہاتھوں ایک گن دیکھی پھر ایک چیخ مار کر اسے دور پھینک دیا۔ سونیا نے کمرے میں آکر اسے تھپکتے ہوئے کہا "ڈرو نہیں۔ تم نے کسی کو ہلاک نہیں کیا ہے۔ تم ایک راہبہ ہو۔ کسی کی جان لیتی نہیں ہو۔ جان بچاتی ہو۔"

اس نے آگے بڑھ کر رسیاں کھول دیں پھر برجر کے منہ سے ٹیپ ہٹا کر کہا "تمہاری ریزا یہاں آنے والی ہے۔ میں جو کہوں گی۔ تم ابھی وہی کرو گے۔"

فادر دوڑتا ہوا اس کمرے میں آیا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ نن کو گولی ماردی گئی ہے۔ وہ وفادر کو دیکھتے ہی اس سے لپٹ کر رونے لگی۔

ریزا ایک آدھ راستے پر بھٹک گئی تھی۔ مسٹر فو نے فون کے ذریعے بار بار اسے گائیڈ کیا تو وہ اس کے مطلوبہ راستے پر کار ڈرائیو کرتی ہوئی اس چرچ کے سامنے پہنچ گئی۔ اس کے پیچھے اور دو گاڑیاں آرہی تھیں۔

ایک کار میں مسٹر فو اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ تھا۔ دوسری ویگن میں دو مسلح حواری تھے۔ وہ سب اپنی گاڑیوں سے اتر کر اس کے قریب آئے۔ ریزا نے پوچھا "برجر کہاں ہے؟"

مسٹر فو نے کہا "چرچ کے اندر چلو۔ اپنے محبوب کو حاصل کرو پھر وہ ڈسک اور دستاویزات ہمارے حوالے کرو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دو فائر ہوئے۔ ویگن سے اترنے والے دونوں حواری فرش پر گر کر تڑپنے لگے۔ باڈی گارڈ اور مسٹر فو نے فوراً ہی اپنے اپنے ریوالور ل لیے۔ وہ دوڑتے ہوئے کار کے پیچھے چھپنے جا رہے تھے۔ اں سے چھپ کر دیکھنا چاہتے تھے کہ فائرنگ کس نے اور اں سے کی ہے لیکن چھپنے سے پہلے ایک گولی مسٹر فو کے نے پر آکر لگی۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا۔

سونیا نے چرچ کی ایک دیوار کے پیچھے سے نکلتے ہوئے ی گارڈ سے کہا "ہتھیار پھینک دو۔ ورنہ تمہارے باس کو لی ماردوں گی۔"

اس نے ریوالور پھینک دیا۔ ریزا نے اس کے اور مسٹر یے ریوالوروں کو اٹھا لیا پھر سونیا سے پوچھا "میرا برجر کہاں ہے؟"

برجر چرچ کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ وہ اسے دیکھتے ہی ڑ کر آئی پھر اس سے لپٹ کر رونے لگی۔ باڈی گارڈ مسٹر فو کو ھال رہا تھا۔ وہ اپنے شانے کو پکڑ کر تکلیف سے کراہ رہا ۔ سونیا نے کہا "تم نے ایک ملک کے اہم رازوں کو یہاں ملانے کے لیے بڑی اچھی تدبیر کی تھی۔ اس بے چاری کو ہ بنا دیا تھا۔ کروڑوں ڈالرز کا منافع حاصل کرنے کے لیے ۔ معصوم لڑکی کو اس کے محبوب کے ساتھ یہاں موت کے اٹ اتارنے والے تھے۔ اب بتاؤ کہ موت کسے آئے گی؟"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "تم کون ہو؟ اچانک رے درمیان کہاں سے آگئی ہو؟ میں تم سے زیادہ باتیں ں کرسکوں گا۔ گولی میرے شانے کی ہڈی کو توڑتی ہوئی گزر ی ہے۔ فی الحال میں یہی کہوں گا کہ مجھے گولی مار کر کچھ مل نہیں کرسکو گی۔ مجھ سے سمجھوتا کرو۔ میں تمہیں منہ یا رقم دوں گا۔"

"تم زندہ رہو گے تو ریزا اور برجر زندہ نہیں رہ سکیں ۔ کیونکہ یہ تمہارے مال کی ڈلیوری نہیں دے رہی ہے۔ تمام اہم راز میرے پاس ہیں۔"

"تم یہ اہم راز لے کر اس شہر سے باہر نہیں جاسکو گی۔ تو سمجھتی ہوگی کہ انڈر ورلڈ کے لوگ کتنے مضبوط، بااختیار ۔ خطرناک ہوتے ہیں۔ تم یہاں سے ائرپورٹ تک زندہ نہیں جاسکو گی۔"

کبریا اب تک مسٹر فو کے چور خیالات پڑھتا رہا تھا اور ناماں کو تمام باتیں بتاتا رہا تھا۔ سونیا نے کہا "مسٹر فو! تم ں جانتے کہ میں کتنی دور تک معلومات حاصل کرلیتی ہوں۔ اس شہر میں تم اپنے چھ حواریوں کے ساتھ آئے ہو۔ ان میں سے تین چرچ کے پیچھے والے کمرے میں مارے گئے ہیں۔ دو یہاں تمہارے سامنے مرچکے ہیں۔ یہ آخری باڈی گارڈ زندہ رہ گیا ہے۔"

اسی وقت باڈی گارڈ نے سونیا کو بے خبر سمجھ کر اس پر چھلانگ لگائی۔ سونیا نے جھک کر اسے اپنے سر کے اوپر سے اچھال دیا۔ وہ دوسری طرف جا کر گرا پھر اس کے اٹھنے سے پہلے ہی ریزا نے اسے گولی ماردی۔

سونیا نے کہا "لو۔ یہ تمہارا آخری حواری بھی گیا۔ تم نے واشنگٹن کے ہیڈ کوارٹر میں کہا ہے کہ آج شام کی فلائٹ سے ڈسک اور دستاویزات لے کر وہاں پہنچو گے۔ وہ تمہارا انتظار وہاں کر رہے ہیں۔ یہاں مجھ سے انتقام لینے کوئی نہیں آئے گا۔"

ریزا نے کہا "اسے زندہ نہ چھوڑو۔ ورنہ یہ ہمیں مار ڈالے گا۔"

"فکر نہ کرو۔ یہ اور اس کے حواری تمہیں صورت شکل سے پہچانتے تھے۔ باقی انڈر گراؤنڈ کے لوگ تمہیں نہیں پہچانتے ہیں۔ تم اپنے برجر کے ساتھ آزادی سے زندگی گزارو گی۔ تمہیں پہچاننے والا تمہارا یہ آخری دشمن ہے۔ تم اسے اپنے ہاتھوں سے جہنم میں پہنچاؤ۔"

مسٹر فو کے فون سے بزر کی آواز سنائی دی۔ ریزا نے اسے گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے کہا "فون کو ہاتھ نہ لگاؤ۔"

سونیا نے کہا "تمہارے ہیڈ کوارٹر والے ان اہم رازوں کو حاصل کرنے کے لیے بے چین ہوں گے۔ میں ان کی بے چینی کچھ اور بڑھانا چاہتی ہوں۔ یہ فون مجھے دو۔"

اس نے پوچھا "کیا پہلے مجھے کچھ باتیں کرنے کی اجازت دو گی؟"

"اجازت ہے لیکن تم ریزا کے خلاف کچھ بول نہیں سکو گے۔"

اس نے فون کا بٹن دبا کر اسے کان سے لگایا پھر تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "میں فو بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "خیریت تو ہے؟ کیا تم بیمار ہو؟"

"ہاں۔ شاید یہ میری زندگی کی آخری بیماری ہے۔ اس کے بعد ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے گی۔"

"یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟ کیا وہ راز حاصل ہو چکے ہیں؟"

"وہ راز ایک خطرناک عورت کے پاس ہیں۔ اس نے

میرے تمام وفاداروں کو مار ڈالا ہے۔ اب میری باری ہے۔"

"تعجب ہے۔ تم ایک خطرناک فائٹر ہو کر جو ہے کی طرح بول رہے ہو۔ وہ عورت کون ہے؟ اس سے بات کراؤ۔"

"یہ بہت چالاک ہے۔ مجھے مقابلہ کرنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ یہ ہمارے بارے میں بہت کچھ جانتی ہے۔ یہ لو باتیں کرو۔"

سونیا نے فون لے کر کہا "بولو۔ میں سن رہی ہوں۔ اس سے پہلے تم ایک آواز سن لو۔"

اس نے ریزا کو اشارہ کیا۔ ریزا نے مسٹر فو کو گولی مار دی پھر سونیا نے پوچھا "آواز سنی؟ تمہارا فو اس دنیا سے جا چکا ہے۔ اب تم اس کی زندگی کا سودا کرنے میں میرا وقت ضائع نہیں کرو گے۔"

"تم بہت اسمارٹ اور اسٹریٹ فارورڈ ہو۔ کیا اپنا تعارف کراؤ گی؟"

"میں کسی سے نہیں پوچھتی کہ تم کون ہو؟ خود ہی مطلوبہ فرد کی جڑوں تک پہنچ جاتی ہوں۔ تم انڈر ورلڈ مافیا کے سیکرٹ انس اینڈ آؤٹ شعبے میں ایک عہدے دار ہو۔ مسٹر فو تمہارا سینئر تھا۔ اس کی موت کے بعد تمہیں اس کا عہدہ دیا جائے گا۔ تم اس وقت واشنگٹن ڈی سی کی سترہویں اسٹریٹ کی ایک عمارت میں ہو۔ ایم آئی رائٹ؟"

"او گاڈ! تم تو بہت ہی خطرناک عورت ہو۔ ہمارے بارے میں اتنا کچھ کیسے جانتی ہو؟ پلیز اپنے بارے میں کچھ بتاؤ؟"

"جب کبھی سامنا ہوگا تو مجھے دیکھ سکو گے اور کسی حد تک جان سکو گے فی الوقت یہ ڈسک اور ڈاکومنٹس میرے پاس رہیں گے۔ میں معلوم کروں گی کہ امریکی حکام روسی حکومت کا یہ راز حاصل کرنے کی کتنی قیمت دے سکیں گے؟"

"ہم سے سودا کرو۔ ہم تمہیں منہ مانگی قیمت دیں گے۔"

وہ بولی "روسی حکام بھی اپنے ملک کے ان رازوں کو واپس حاصل کرنے کی منہ مانگی رقم دیں گے۔ ابھی کچھ دنوں تک میں بازار کا بھاؤ معلوم کرتی رہوں گی پھر کسی ایک سے سودا کروں گی۔ تب تک کے لیے گڈ بائی۔"

اس نے رابطہ ختم کر کے فون کو مسٹر فو کی لاش پر پھینک دیا۔ ریزا نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا "تم بہت پراسرار اور باوقار خاتون ہو۔ انسان دوست ہو۔ تم ہمیں ایک نئی زندگی دے رہی ہو۔ ہم تمہیں کبھی بھلا نہیں پائیں گے۔"

برجر نے سونیا سے مصافحہ کرتے ہوئے بڑی عقیدت سے کہا "آپ خدا کی طرف سے غیبی امداد بن کر آئی ہیں۔ ہم مونٹریال جا رہے ہیں۔ وہاں ہماری شادی ہوگی۔ دو دن کے بعد اگر آپ ہماری شادی میں شریک ہوں تو یہ ہمارے لیے بڑے فخر کی بات ہوگی۔"

"مجھے افسوس ہے۔ میں مصروفیات کے باعث تم لوگوں کی خوشیوں میں شریک نہیں ہو سکوں گی لیکن جلد ہی مونٹریال آؤں گی تو تم لوگوں سے ضرور ملوں گی۔"

وہ دونوں بڑی محبت سے رخصت ہو کر اس [illegible] میں بیٹھ کر چلے گئے۔ اس شہر میں پہنچنے کے بعد سونیا کو سونگھنے کی حس بیدار نہیں ہوئی تھی۔ وہ سمجھ گئی کہ ایک ہزار میل کے رقبے میں نہیں ہوں۔ اب وہاں سے اسے آگے جانا چاہیے۔

کبریا نے کہا "مما! پروفیسر دینا ناتھ بہت ہی ماہر نجومی ہیں۔ انہوں نے پاپا کا زائچہ بنانے کے بعد پورے یقین سے کہا ہے کہ وہ کسی جنوبی علاقے میں ہیں۔ میں اس وقت اس طرف جا رہا ہوں۔ یہاں سے جنوب میں سری لنکا تک جاؤں گا۔ شاید آسٹریلیا بھی جانا پڑے؟ آپ ہم دونوں مل کر تلاش کریں گے۔"

"بیٹے! نجومیوں کی پیش گوئی ہمیشہ سچ نہیں ہوتی۔ تمہارے پروفیسر دینا ناتھ کی پیش گوئی سچ ہوگی۔ تو تمہارے پاپا تمہیں مل جائیں گے پھر میں بھی وہاں چلی آؤں گی اور اگر نہ ملے تو یہاں میری تلاش جاری رہے گی۔"

"ٹھیک ہے مما! میں جا رہا ہوں پھر کسی وقت آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ سونیا مسٹر فو کی کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگی۔ وہ اس وقت ہائی وے پر تھی۔ وہ راستہ الاسکا کی مشرقی سرحد کی طرف جاتا تھا۔ اسے سرحد تک نہیں جانا تھا۔ وہاں کے ایک شہر ہولی کراس تک جانے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ میں ایک ہزار میل کے اطراف میں موجود ہے یا نہیں؟ وہ پھر ہولی کراس سے کسی جہاز میں سوار ہو کر جا سکتی تھی۔

وہ دوپہر تین بجے تک ڈرائیو کرتی رہی۔ تقریباً [illegible] کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہائی وے کے کنارے ایک ریسٹورنٹ کے سامنے رک گئی۔ وہاں ایک کار اور ایک سی وین کھڑی ہوئی تھی۔

وہ کار سے اتر کر ریسٹورنٹ کے اندر آئی۔ بار کاؤنٹر کے قریب تین کاؤ بوائے ٹائپ کے شخص بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے ہولسٹرز میں ریوالور تھے۔ وہ برگر وغیرہ کھا رہے

شراب پیتے ہوئے ایک دوسرے سے فحش مذاق کر رہے تھے۔ ان جوان لڑکیوں اور عورتوں کی طرف دیکھ رہے تھے جو ایک بڑی سی میز کے اطراف بیٹھی ہوئی کھا پی رہی تھیں۔ اس فیملی میں ایک بوڑھا اور دو جوان مرد تھے۔ دو جوان عورتیں اور ایک خوب صورت نوخیز دوشیزہ تھی۔ ان جوان مردوں کو اس بات پر غصہ آ رہا تھا کہ وہ تینوں کاؤ بوائے ان کی عورتوں کو دیکھ کر آپس میں گندا مذاق کر رہے تھے پھر ان کی عورتوں کی طرف دیکھ کر قہقہے لگا رہے تھے۔

سونیا دروازہ کھول کر اندر آئی تو ان تینوں نے اسے دیکھا ایک نے شراب کا جام اس کی طرف کرتے ہوئے کہا "ہائے جانی! کیا ہے تیری جوانی؟ تجھے دیکھتے ہی شراب چھلک پڑتی ہے۔"

وہ مسکراتی ہوئی اس فیملی کے قریب ایک میز پر آ کر بیٹھ گئی۔ اس فیملی کے ایک جوان مرد نے کہا "یہ ننگا پن برداشت نہیں ہو رہا ہے۔ میں اس موٹی ناک والے کا منہ توڑ دوں گا۔"

بوڑھے شخص نے کہا "بیٹے! جوش میں نہ آؤ۔ ان کی حرکتوں سے ظاہر ہے کہ وہ پرلے درجے کے لفنگے ہیں۔ یہ مارنے مرنے والے لوگ ہیں۔"

ایک جوان عورت نے کہا "مائی ڈیئر براؤن! ان کے پاس ہتھیار بھی ہیں۔ تم جوش میں آؤ گے تو یہ گولیاں چلانے سے دریغ نہیں کریں گے۔"

بوڑھے نے اپنی نوجوان بیٹی کو دیکھتے ہوئے کہا "تمہاری چھوٹی بہن باربرا بہت سہمی ہوئی ہے۔ تم ان لفنگوں سے کچھ کہو گے تو وہ یہاں چلے آئیں گے۔ انہیں دور ہی رہنے دو۔"

سونیا اپنے لیے کھانے کا آرڈر دے رہی تھی۔ ایسے ہی وقت ایک کاؤ بوائے کاؤنٹر سے پلٹ کر لڑکھڑاتا ہوا ان کی طرف آیا پھر باربرا کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا "یہ بہت کم سن ہے۔ مجھے دیکھتے ہی سہم گئی ہے۔"

پھر وہ ایک جوان عورت کے پاس آ کر بولا "تم زبردست ہو۔ کیا میرے ساتھ تھوڑا وقت گزارو گی؟"

براؤن نامی جوان مرد نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "اے مسٹر! یہ میری وائف ہے۔ تمہیں ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔"

وہ اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکالتے ہوئے بولا "یہ تمہاری وائف ہے تو میری لائف ہے۔ اس خوب صورت لائف کے لیے میں تمہاری لائف لے سکتا ہوں۔"

بوڑھے نے گھبرا کر ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا "کیا یہاں کوئی قانون کا محافظ نہیں ہے؟"

اس نے ہوٹل کے مالک سے کہا "تمہارے ہوٹل میں شریف اور سیدھے سادھے لوگ بھی آتے ہیں۔ تم ان کی حفاظت کے لیے کیا کرتے ہو؟"

وہ بے بسی سے بولا "ادھر ہائی وے کی پیٹرولنگ پولیس آتی ہے تو یہ لوگ چپ چاپ سر جھکا کر چلے جاتے ہیں۔ پولیس والوں کے بغیر میں کیا کر سکتا ہوں؟"

وہ جوان عورت سہم کر دور ہونا چاہتی تھی۔ اس نے اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ سونیا نے اس کے قریب آکر اس کے شانے کو تھپک کر کہا "ذرا آہستہ کھینچو۔ یہ عورت ہے، ربڑ نہیں ہے کہ کھینچتے چلے جاؤ۔ یہ بتاؤ۔ میں کیسی ہوں؟"

وہ سونیا کی ٹھوڑی چھو کر بولا "تم تو شراب کی بھری ہوئی بوتل ہو۔ تم چلو گی تو میں اسے چھوڑ دوں گا۔"

وہ شرماتی اور مسکراتی ہوئی بولی "کہاں لے جاؤ گے؟"

"بس یہاں ٹوائلٹ میں جائیں گے، تھوڑی موج مستی کریں گے پھر واپس آجائیں گے۔"

"تو پھر چلو۔" اس نے اس فیملی سے کہا "تم لوگ آرام سے کھاؤ پیو۔ تم لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

وہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر وہاں سے چلتی ہوئی ٹوائلٹ کی طرف جانے لگی۔ اس فیملی کے افراد ایک دوسرے کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے۔

بوڑھے شخص نے کہا "پتا نہیں یہ کون ہے؟ ہماری بلا اپنے سر لے گئی ہے۔"

ٹوائلٹ کا دروازہ اندر سے بند ہوگیا۔ وہاں گہری خاموشی چھا گئی۔ دو کاؤ بوائز پی رہے تھے۔ ایک نے ہنستے ہوئے کہا "دونوں طرف سے رضامندی ہو تو کوئی ہنگامہ نہیں ہوتا۔"

دوسرے نے کہا "عورت زبردست ہے۔ اس کے بعد میں ٹوائلٹ میں جاؤں گا۔"

تھوڑی دیر بعد دروازہ ذرا سا کھل گیا۔ سونیا نے جھانک کر دیکھا۔ مسکرایا پھر ہاتھ کے اشارے سے دوسرے کو بلایا۔ خوشی کے مارے دوسرے کی باچھیں کھل گئیں۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ سونیا نے اس کا گریبان پکڑ کر اندر کھینچ لیا۔

اس نے اندر آتے ہی اپنے ساتھی کو دیکھا۔ وہ فرش پر بے ہوش پڑا تھا پھر اس سے پہلے کہ وہ اپنا ریوالور نکالتا۔ سونیا نے اپنے ریوالور کی نال اس کے منہ میں ٹھونس دی پھر

کہا "میں شور اور ہنگامہ آرائی پسند نہیں کرتی۔ چپ چاپ زمین پر گھٹنے ٹیک دو۔"

اس نے بے بسی سے اسے دیکھا پھر فرش پر اپنے گھٹنے ٹیک دیے۔ سونیا نے اس کے منہ سے ریوالور کی نال نکال لی پھر اس کے دستے سے سر پر ایک زوردار ضرب لگائی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ سر ایسا چکرایا کہ اوندھے منہ فرش پر گر پڑا۔

اس نے اپنے ریوالور کو کوٹ کی جیب میں رکھا۔ آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا، بالوں کو درست کیا پھر دروازہ کھول کر باہر آگئی۔ وہاں سے چلتی ہوئی سیدھی تیسرے کاؤ بوائے کے پاس آئی۔

اس نے تعجب سے پوچھا "وہ تو ابھی اندر گیا تھا اور تم اتنی جلدی باہر آگئیں؟"

وہ بولی "مرد عورت کو دیکھ کر ٹھنڈا ہونا چاہتا ہے۔ میں دونوں کو ٹھنڈا کر چکی ہوں۔ اب تمہاری باری ہے۔"

وہ اونچے اسٹول سے اترتے ہوئے بولا "تم کہنا کیا چاہتی ہو؟ کیا گڑبڑ کر رہی ہو؟ وہ دونوں کہاں ہیں؟"

"کہہ تو رہی ہوں کہ وہ ٹھنڈے ہو چکے ہیں۔ اگر تم ہولسٹر سے ریوالور نکال کر مجھے گولی نہیں مارو گے تو تمہارا بھی یہی انجام ہوگا۔"

اس کا ہاتھ فوراً ہی ہولسٹر کی طرف گیا لیکن وہاں تک پہنچ نہیں سکا۔ اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ منہ پر ایک زبردست ہاتھ پڑا تھا۔ جیسے ہتھوڑا پڑا ہو۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ اس کی ناک سے اور باچھوں سے لہو کی دھار بہہ رہی تھی۔

وہ بولی "میں تمہیں موقع دے رہی ہوں۔ اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکالو۔ یہ بے چارے شریف لوگ ہیں۔ انہیں دکھاؤ کہ تم کتنے بڑے بدمعاش ہو؟"

اس فیملی کی عورتیں اور مرد بڑی حیرانی سے سونیا کو دیکھ رہے تھے۔ اس کاؤ بوائے نے ریوالور نکالنے کے لیے دوسری بار ہولسٹر کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اسی لمحے اس کے حلق سے چیخ نکلی۔

سونیا نے اس کی دونوں ٹانگوں کے بیچ میں زور کی لات ماری تھی۔ وہ تکلیف کی شدت سے جھکنے لگا۔ اس کے منہ پر ایک گھونسا پڑا پھر دوسرا، پھر تیسرا گھونسا پڑا۔ وہ زیادہ لمبا کھیل کھیلنے کی عادی نہیں تھی۔ اس نے شراب سے بھری ہوئی بوتل اٹھا کر اس کے سر پر دے ماری۔ سر پر بوتل ٹوٹی، شراب پھیلی، پھر اس کا سر اور چہرہ لہو میں نہا گیا۔ وہ فرش پر گر کر بے ہوش ہوگیا۔

وہ اپنی میز پر آکر بیٹھ گئی۔ وہاں اس کا کھانا اور بوتل رکھی ہوئی تھی۔ اس فیملی کی تمام عورتیں اور جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آگئے۔ ان کے بزرگ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا "بیٹی۔۔۔! تم کون ہو؟"

ایک جوان مرد نے کہا "کیا تم نے ان دونوں کی طرح پٹائی کی ہے؟ تعجب ہے۔ ان کے پاس بھی تھے۔"

باربرا نے سونیا کے شانے پر سر رکھ کر کہا " ہونے سے کیا ہوتا ہے؟ آنٹی نے کسی کو بھی ہولسٹر تک لے جانے کا موقع نہیں دیا ہوگا۔ آنٹی بہت زبردست

سونیا نے اس کے گال کو تھپکتے ہوئے کہا "جاؤ بھر کر کھاؤ پھر یہاں سے جلدی نکل چلو۔"

بزرگ نے کہا "ہم سب کھا چکے ہیں۔ تم کہاں جا بیٹی؟"

"میں ہولی کراس سٹی تک جاؤں گی۔"

ایک جوان عورت نے خوش ہو کر کہا "ہم بھی کراس جا رہے ہیں۔ کیا وہاں ہمارے گھر چلو گی؟ آج رات کھانا ہمارے ساتھ کھاؤ گی؟ پلیز انکار نہ کرنا۔"

وہ مسکرا کر بولی "اتنی اچھی فیملی کے ساتھ میرا اچھا گزرے گا۔ مجھے یہ گڑیا جیسی لڑکی بہت پیاری لگ ہے۔"

اس نے باربرا کے گال کو چوما پھر کھانے سے فارغ ان کے ساتھ ہوٹل سے باہر آگئی۔ آگے سفر کرنے کے ان کے پاس بڑی سی وین تھی۔ باربرا نے سونیا سے کہا " کار میرے بھائی کو ڈرائیو کرنے دو۔ تم ہماری گاڑی میں گی تو مزہ آئے گا۔"

وہ ان کے ساتھ وین میں بیٹھ گئی۔ براؤن اپنی بیوی کے ساتھ سونیا کی لائی ہوئی کار میں چلا گیا۔ باربرا کا بھائی اس وین کو ڈرائیو کرنے لگا۔ جیری کی منگیتر ایلسی "جیری! پلیز مائنڈ نہ کرنا۔ میں تمہارے برابر بیٹھ کر سفر کروں گی۔ میں ان محافظ اور مہربان میڈم کے ساتھ خوب باتیں کروں گی۔ تم نے اپنا نام نہیں بتایا۔"

"میرا نام سونیا ہے۔ میں فرانس سے آئی ہوں۔ یہاں سے کینیڈا جاؤں گی۔"

بزرگ نے کہا "میرا نام جیکسن ملر ہے۔ تم تنہا ہو؟"

"میرے شوہر کہیں گم ہوگئے ہیں۔ میں انہیں

کر رہی ہوں۔"

"تم شوہر کو تلاش کرنے فرانس سے یہاں آئی ہو؟"

"میں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تلاش کرتی رہوں گی۔ امریکا سے یورپ اور افریقا پھر ایشیا، چین اور جاپان جاؤں گی۔"

"او گاڈ! اس طرح تو پوری زندگی تلاش یار میں گزر جائے گی۔"

وہ بولی "کوئی خدا کی تلاش میں زندگی گزار دیتا ہے۔ کوئی یار کی تلاش میں دیوانہ وار بھٹکتا رہتا ہے۔ زندگی میں کسی نہ کسی کو حاصل کرنے کی لگن رہتی ہے۔ مجھے یقین ہے۔ میں اسے ڈھونڈ نکالوں گی۔"

جیری نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے کہا "چھ بجنے والے ہیں۔ شام ہو چکی ہے۔ اس آسیب زدہ علاقے سے گزرتے وقت اندھیرا پھیلنے لگے گا۔"

جیکسن ملر نے کہا "تیز رفتاری سے چلو۔ ہم اندھیرا ہونے سے پہلے اس علاقے سے گزر جائیں گے۔"

باربرا نے سہم کر کہا "مجھے تو دن کے وقت بھی وہاں سے گزرتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ کیا دوسرا کوئی راستہ نہیں ہے؟"

ایلسی نے کہا "دوسرے راستے پر جائیں گے تو بہت لمبا چکر کاٹنا ہوگا۔ تقریباً تیس کلومیٹر کی اضافی ڈرائیو ہوگی۔"

سونیا نے پوچھا "وہ علاقہ آسیب زدہ کیوں کہلاتا ہے؟"

جیکسن نے کہا "وہاں پرانے زمانے کے کھنڈرات ہیں۔ رات کے وقت اکیلے گزرنے والے مسافر کہیں گم ہوجاتے ہیں پھر کبھی نظر نہیں آتے۔ شام کے بعد کوئی تنہا مسافر وہاں سے نہیں گزرتا۔ لوگ ٹولیوں کی صورت میں ادھر سے گزرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس علاقے میں ایسی کوئی خوف زدہ ہونے والی بات نہیں ہے۔ لوگ بے پر کی اڑاتے ہیں۔"

سونیا نے پوچھا "وہاں کی علاقائی پولیس کیا کہتی ہے؟"

"کھنڈرات سے کئی میل دور ایک اجاڑ سا پولیس اسٹیشن ہے۔ ایک تھانے دار اور چند سپاہی ہوتے ہیں۔ وہ بھی باقاعدہ ڈیوٹی پر نہیں ہوتے۔ جب کوئی واردات ہوتی ہے تو ان پولیس والوں کو کہیں سے ڈھونڈ کر لانا پڑتا ہے۔"

جیری تیز رفتاری سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ تاکہ اندھیرا ہونے سے پہلے اس علاقے سے گزر جائیں لیکن ایک گیسٹ ہاؤس کے قریب پہنچ کر انہیں رکنا پڑا۔ عورتیں ٹوائلٹ جانا چاہتی تھیں۔ ان کے پیچھے آنے والی کار میں براؤن اور ایڈنا بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بہت پیچھے رہ گئے تھے۔

ان کے پیچھے رہ جانے کی ایک خاص وجہ تھی۔ ایڈنا سامنے والی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ڈیش بورڈ کے خانے کو یونہی کھولا تو حیران رہ گئی۔ وہاں بڑے بڑے نوٹوں کی بے شمار گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "براؤن! یہ دیکھو یہاں کتنی دولت ہے۔ میں نے اتنے سارے نوٹ پہلے کبھی ایک ساتھ نہیں دیکھے۔"

براؤن کار کو ایک طرف روک کر ادھر دیکھا۔ ایک گڈی نکال کر کچھ اندازہ کیا پھر کہا "یہ ایک گڈی ایک لاکھ ڈالرز کی ہے۔"

ایڈنا جلدی جلدی تمام گڈیاں نکال کر گنتی ہوئی بولی "تیس گڈیاں ہیں۔ یعنی تیس لاکھ ڈالرز ہیں۔ مائی گاڈ! یہ رقم ہماری ہو سکتی ہے؟"

"جاگتی آنکھوں سے خواب نہ دیکھو۔ یہ رقم اس خطرناک عورت کی ہے جو تنہا تین مسلح بدمعاشوں کی بری طرح پٹائی کرتی ہے اور انہیں بے ہوش کر دیتی ہے۔"

"بے شک یہ عورت زبردست ہے لیکن ہم کوئی تدبیر سوچ کر اسے حاصل کر سکتے ہیں۔"

"اتنی بڑی رقم حاصل نہیں کی جا سکے گی۔ وہ عورت ہمیں خیرات نہیں دے گی اور ہم اس سے چھین نہیں سکیں گے۔"

وہ تیزی سے سوچ رہی تھی پھر بولی "راستہ بدل دو۔ ان سے کہو کہ میں اس آسیب زدہ علاقے سے گزرنا نہیں چاہتی۔ مجھے ڈر لگ رہا تھا۔ اس لیے ہم ایک لمبے راستے سے گزر کر آئیں گے۔"

اس نے راستہ بدل دیا پھر کہا "راستہ بدلنے سے کیا حاصل ہوگا؟"

"آگے میرا مائیکہ ہے۔ میں یہ تمام رقم ممی کے پاس امانت کے طور پر رکھوں گی۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"ہم وہاں سے فون کریں گے کہ راستے میں چند ڈاکوؤں نے ہماری کار چھین لی ہے۔ ہم پیدل ہو گئے ہیں۔ میں نے ممی کو فون کیا ہے۔ وہ بے چاری کار لے کر ہماری مدد کے لیے آ رہی ہیں۔"

وہ بیوی کی بات سے قائل ہو کر بولا "تدبیر اچھی ہے۔ وہ عورت تو کیا پولیس والے بھی قائل ہو جائیں گے کہ ڈاکوؤں نے ہمیں لوٹ لیا ہے۔"

ادھر سونیا اس فیملی کے ساتھ گیسٹ ہاؤس میں تھی۔ وہ

سب براؤن اور ایڈنا کا انتظار کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد سونیا نے کہا "براؤن کے پاس موبائل فون ہے۔ آپ میرے فون کے ذریعے اس سے رابطہ کریں۔"

جیکسن ملر نے اس سے فون لے کر اپنے بڑے بیٹے سے رابطہ کیا پھر کہا "ہیلو براؤن! تم کہاں رہ گئے ہو؟"

دوسری طرف سے براؤن نے کہا "ڈیڈی! ہم بڑی مصیبت میں پڑ گئے ہیں۔ آپ جانتے ہیں ایڈنا کتنی ڈرپوک ہے۔ وہ اس آفت زدہ علاقے سے گزرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے راستہ بدل دیا۔ ہمارا ارادہ تھا۔ ہم سینٹ مچل کے راستے سے ایک لمبا چکر کاٹ کر ہولی کراس پہنچیں گے لیکن اچانک ہم پر ایک افتاد آپڑی ہے۔"

جیکسن نے کہا "اتنی لمبی باتیں نہ کرو۔ یہ بتاؤ کس مصیبت میں پڑ گئے ہو؟"

"یہاں ہم پر ڈاکوؤں نے حملہ کیا تھا۔"

جیکسن نے پریشان ہو کر پوچھا "ڈاکوؤں نے حملہ کیا تھا؟ تمہارے پاس کوئی قیمتی چیز نہیں ہے انہوں نے تمہیں کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا ہے؟"

"قیمتی چیز کار تھی۔ ہمیں تو پتا ہی نہیں تھا جب ڈاکوؤں نے ڈیش بورڈ کا خانہ کھولا تو اس میں بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں تھیں۔ پتا نہیں کتنے لاکھ ڈالرز ہوں گے۔ یہ تو وہ میڈم ہی بتا سکتی ہیں جن کی وہ کار تھی۔"

جیکسن نے کہا "جسٹ اے منٹ۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

اس نے سونیا سے کہا "بیٹی ایک بری خبر ہے۔ ڈاکو تمہاری کار چھین کر لے گئے ہیں۔ براؤن کہہ رہا ہے۔ ڈیش بورڈ کے خانے میں لاکھوں ڈالرز رکھے ہوئے تھے۔ ڈاکو وہ رقم بھی لے گئے۔"

باربرا نے کہا "او گاڈ! آپ ہمارے ساتھ رہ کر بہت بڑا نقصان اٹھا رہی ہیں۔ وہاں کتنی رقم تھی؟"

سونیا کے فرشتے بھی نہیں جانتے تھے کہ کتنی رقم تھی۔ وہ مسٹر فو کی کار استعمال کر رہی تھی۔ اس نے ڈیش بورڈ کا خانہ کھول کر نہیں دیکھا تھا۔ وہ بے پروائی سے بولی "پتا نہیں لاکھوں ڈالرز ہوں گے۔ مجھے یاد نہیں ہے اور اب یاد کر کے کرنا کیا ہے۔ رقم بھی گئی کار بھی گئی۔"

جیکسن نے کہا "یہ میرا بڑا بیٹا بالکل گدھا ہے۔ بیوی کی باتوں میں آکر دوسرے راستے پر چلا گیا۔"

وہ فون پر بیٹے کو برا بھلا کہنا چاہتا تھا۔ سونیا نے اس سے فون لے کر کہا "آپ غصہ نہ کریں۔ میں بات کرتی ہوں۔"

اس نے فون پر کہا "ہیلو براؤن! جو ہونا تھا وہ ہو اس کا افسوس نہ کرو۔ مجھے کار اور رقم کے چھن جانے نہیں ہے۔ تم کوئی ٹیکسی یا رینٹڈ کار لے کر چلے یہاں گیسٹ ہاؤس میں انتظار کر رہے ہیں۔"

براؤن نے کہا "میڈم! میں آپ سے بہت ہوں۔ میں نے آپ کا بہت نقصان کیا ہے۔"

"میرا کوئی نقصان نہیں ہوا ہے۔ تم ایڈنا کے آؤ۔ میرا یہ موبائل نمبر نوٹ کرو کوئی ضرورت پیش فون کر سکو گے۔"

اس نے موبائل نمبر بتا کر فون بند کر دیا۔ اس ہاؤس میں کئی کمرے تھے۔ اس ہائی وے سے گزر دو چار مسافر وہاں کے مختلف کمروں میں تھے۔ وہ لوگ سمت ہاٹ اسپرنگ کی طرف جا رہے تھے۔ ایک کمرے ایک ادھیڑ عمر کا شخص تھا۔ اس نے اپنا تعارف کرایا " ڈاکٹر ریگھم کہتے ہیں۔ میں یہاں سے چار کلومیٹر ہچکاک میں رہتا ہوں۔"

جیکسن ملر نے تعجب سے پوچھا "آپ وہاں رہتے وہ تو آسیب زدہ علاقہ ہے۔ کیا آپ وہاں فیملی کے ساتھ ہیں؟"

ڈاکٹر ریگھم نے ہنستے ہوئے کہا "آپ لوگ تعلیم ہیں اس سائنسی دور میں سانس لے رہے ہیں اور وغیرہ پر یقین رکھتے ہیں۔"

"کیا یہ درست نہیں ہے کہ وہاں سے تنہا گزرنے کہیں گم ہو جاتے ہیں پھر کبھی نظر نہیں آتے۔"

"اگر آپ کا کوئی بندہ گم ہو گیا ہو۔ مجھے اس بتائیں۔ اس کی تصویر دکھائیں۔ میں وہاں اپنی بیوی ساتھ رہتا ہوں۔ یہاں گیسٹ ہاؤس میں ایک مریض کو آیا تھا۔ ابھی واپس جاؤں گا تو اندھیرا پھیل چکا ہوگا۔ مجھے دوسری صبح پھر زندہ سلامت دیکھیں گے۔"

سونیا نے کہا "بے شک! آسیب اور بھوتوں پر یقین رکھنا چاہیے یہ سب قصے کہانیوں کی باتیں ہیں۔"

ڈاکٹر ریگھم نے کہا "ہمارے ہچکاک میں آباد ہے۔ وہاں دو چار بنگلے ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے دور ہیں۔ اس فاصلے پر صدیوں پرانے کھنڈرات ہیں تیز ہوائیں چلتی ہیں اور وہ ہوائیں ٹوٹی ہوئی دیواروں اور شگافوں سے گزرتی ہیں تو عجیب طرح کی بھیانک ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے بہت سی نادیدہ روحیں ماتم ہیں۔"

ڈاکٹر نے مایوسی اور بیزاری سے سر ہلا کر کہا "یہاں کے قدیم باشندے ان کھنڈرات سے کئی کلومیٹر دور جاکر آباد ہوگئے ہیں۔ وہ بھوتوں چڑیلوں اور بد روحوں پر یقین رکھتے ہیں۔ عجیب احمق لوگ ہیں۔ دن کے وقت میرے ہی پاس علاج کے لیے آتے ہیں لیکن رات کو نہیں آتے۔"

جیکسن نے کہا "ہم ہولی کراس جارہے ہیں۔ آپ کی باتوں سے حوصلہ ہورہا ہے کہ خواہ مخواہ اس علاقے کو آسیب زدہ مان لیا گیا ہے۔"

"یہ صرف دقیانوسی خیالات والے مانتے ہیں۔ جب آپ اِدھر سے گزرنے ہی والے ہیں تو پھر میرے ساتھ چلیں۔ وہاں میرا ایک چھوٹا سا اسپتال ہے لیکن چھوٹا ہونے کے باوجود ایک مکمل اسپتال ہے۔ میں سرجن ہوں۔ اس لیے وہاں آپریشن کی جدید مشینیں اور آلات رکھتا ہوں۔"

جیکسن ملر نے کہا "ہم آپ کے ساتھ ضرور چلیں گے۔ میرا بیٹا اور میری بہو ابھی یہاں پہنچنے والے ہیں۔ ان کے آتے ہی ہم یہاں سے روانہ ہوجائیں گے۔ کیا آپ اس وقت تک ہمارا انتظار کریں گے؟"

ڈاکٹر ریگھم نے کہا "بے شک۔ مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔ میں یہاں ایک گھنٹا اور ٹھہر سکتا ہوں۔"

وہ کرسی سے اٹھ کر بولا "ایکسکیوزمی۔ مجھے ایک ضروری فون کرنا ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

وہ وہاں سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ جیری اپنی منگیتر ایلسی کے ساتھ باہر باغیچے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا "میرے پرچے ختم ہوتے ہی میں تم سے شادی کرلوں گا۔ اب تم سے دور دور نہیں رہا جاتا۔"

وہ بولی "میرا بھی یہی حال ہے۔ تمہارے بغیر ایسا لگتا ہے جیسے میں ادھوری ہوں۔ کل رات میں نے ایک بہت ہی بھیانک خواب دیکھا تھا۔"

"اور خواب دیکھ کر تم ڈر گئی تھیں۔"

"خواب ہی ایسا تھا۔ ایک قصائی میرے بدن کو ٹٹول کر کہہ رہا تھا کہ یہ اچھی صحت مند ہے۔ اس میں سے تیس بتیس کلو گوشت ضرور نکلے گا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بغدا تھا۔ میں اس کی گرفت سے نکلنا چاہتی تھی لیکن اس نے مجھے زمین پر پٹخ دیا۔ اس بغدے سے مجھ پر حملہ کیا۔"

وہ دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر رکھ کر بولی "او گاڈ! میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی، وہ پیشہ ور قصائی اس بغدے سے میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کررہا تھا۔"

جیری نے ہنستے ہوئے کہا "تم دہشت ناک کہانیاں پڑھو گی تو ایسے ہی الٹے سیدھے خواب دیکھتی رہو گی۔"

سونیا جیکسن وغیرہ کے ساتھ برآمدے میں بیٹھی ہو تھی۔ اس کے فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے موبائل جیکسن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "شاید یہ آپ کے بیٹے کا فون ہے۔"

اس بوڑھے نے فون لے کر ایک بٹن کو دبایا پھر اسے کان سے لگا کر کہا "ہیلو براؤن! تم کہاں رہ گئے ہو؟ ہم یہاں انتظار کررہے ہیں۔"

دوسری طرف سے براؤن نے کہا "ڈیڈی! ہم ایک مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔"

اس نے پریشان ہوکر پوچھا "اب کیا ہوا؟"

"پولیس نے ہمیں گرفتار کیا ہے۔"

"کیا بک رہے ہو؟ پولیس تمہیں کیوں گرفتار کرے گی؟"

سونیا نے چونک کر جیکسن کو دیکھا ادھر سے براؤن کہ رہا تھا "ہم جس کار میں تھے۔ اس کی ڈکی میں ہیروئن کے پیکٹس چھپا کر رکھے گئے تھے۔ پٹرولنگ پولیس والوں نے ہمیں روک کر تلاشی لی تو یہ مال برآمد ہوا ہے۔"

"تم کس کار کی بات کررہے ہو؟ تمہاری وہ کار تو ڈاکوؤں نے چھین لی تھی۔"

"او ڈیڈ! میں نے آپ سے جھوٹ کہا تھا۔ ڈیش بور کے خانے میں تیس لاکھ ڈالرز تھے۔ ہماری نیت خراب ہو تھی۔ ہم نے ڈکیتی کا بہانہ کیا۔ اس طرح ہم وہ بڑی رقم ہتھ سکتے تھے۔"

بوڑھے نے غصے سے کہا "اور تم نے یہ سب کچھ ایڈ کے مشورے سے کیا ہوگا۔ تم بیوی کے غلام بن کر رہ گئے ہو۔"

سونیا نے پوچھا "وہاں مسئلہ کیا ہے؟"

جیکسن نے پوچھا "کیا تم منشیات اسمگل کرتی ہو؟"

"میں منشیات پر لعنت بھیجتی ہوں۔ آپ یہ سوال کیوں کررہے ہیں؟"

"اس لیے کہ پولیس والوں نے تمہاری کار کی ڈکی سے ہیروئن کے پیکٹس برآمد کرکے براؤن اور ایڈنا کو گرفتار کرلیا ہے۔"

"میں نے آپ کو پہلے نہیں بتایا تھا اب بتا رہی ہوں۔ وہ کار میری نہیں تھی۔ میں اسے اپنے ایک دشمن سے چھین کر لائی تھی۔ میں اب تک اس بات سے بے خبر تھی کہ ڈیش بورڈ کے خانے میں لاکھوں ڈالرز ہیں اور اس کی ڈکی میں ہیروئن کے پیکٹس چھپا کر رکھے گئے ہیں۔"

جیکسن نے کہا "میں کیسے یقین کروں کہ تم سچ کہہ رہی ہو اور منشیات کی اسمگلر نہیں ہو؟"

"آپ یقین کرنا چاہیں تو کرلیں۔ جب میں اسمگلر نہیں ہوں تو پھر نہیں ہوں۔"

باربرا نے سونیا سے لپٹ کر کہا "ڈیڈی! یہ میری سسٹر ہیں۔ میرے اپنوں سے بڑھ کر اپنی ہیں۔ پلیز، آپ ان پر شبہ نہ کریں۔ برادر براؤن بہت جھوٹ بولتے ہیں۔ جب ان کی کار ڈاکو لے گئے تھے تو پھر پولیس انہیں کیوں گرفتار کررہی ہے؟ کار ان ڈاکوؤں کے پاس تھی لہٰذا ڈاکوؤں کو گرفتار ہونا چاہیے۔"

جیکسن سونیا کے سامنے یہ نہیں کہنا چاہتا تھا کہ بیٹے نے لاکھوں ڈالرز ہتھیانے کے لیے باپ سے جھوٹ کہا تھا۔ وہ جھجکتے ہوئے بولا "میرے بیٹے نے مصلحتاً جھوٹ کہا تھا۔ کار ڈاکو نہیں لے گئے تھے۔ اب وہ کار سمیت پکڑا گیا ہے۔ اس پر اسمگلنگ کا الزام آرہا ہے۔ میں کیا کروں؟ اسے کس طرح بے گناہ ثابت کروں؟"

سونیا نے کہا "میں بھی بے گناہ ہوں۔ میں نہیں جانتی تھی کہ اس کار میں اسمگلنگ کا مال رکھا ہوا ہے۔"

بوڑھے نے پوچھا "اگر تم پکڑی جاتیں تو کس طرح رہائی پاتیں؟ پلیز میرے بیٹے کی رہائی کے لیے کچھ کرو۔"

"فی الحال اسے لاک اپ میں رہنے دو۔ یہ میرا وعدہ ہے۔ صبح تک اسے ضرور رہائی دلاؤں گی۔"

وہ جانتی تھی کہ صبح تک اعلیٰ بی بی ضرور اس کی خیریت دریافت کرنے آئے گی۔ وہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے رہائی دلائے گی۔ جیکسن نے اس سے کہا "تم اس پولیس اسٹیشن جاؤ گی۔ تب ہی رہائی کی بات بنے گی۔"

وہ بولی "آپ کا بیٹا جھوٹ بولتا ہے۔ دھوکا دیتا ہے۔ اس نے اپنے بچاؤ کے لیے پولیس والوں کو میرے خلاف بیان دیا ہوگا۔ میں وہاں جاؤں گی تو وہ مجھے گرفتار کرلیں گے۔ میں نادان نہیں ہوں۔ وہاں نہیں جاؤں گی۔ آپ مجھ پر بھروسا کریں یا نہ کریں۔ کل آپ کا بیٹا واپس آجائے گا۔"

دوسری طرف سے براؤن نے پوچھا "ڈیڈ! آپ خاموش کیوں ہیں؟ میں کب سے انتظار کررہا ہوں۔ آپ بولتے کیوں نہیں؟"

"بیٹے! میں کیا بولوں؟ کل صبح تک صبر کرو۔ تمہاری رہائی کے لیے کوششیں کی جائیں گی۔ فی الوقت میں کچھ نہیں کرسکوں گا۔"

دوسری طرف سے پولیس افسر نے کہا "تمہارے بیٹے کا بیان ہے کہ وہ کار جس خاتون کی ہے، وہ ابھی آپ کے ساتھ ہے۔ کیا آپ اس سے بات کرائیں گے؟"

جیکسن نے سونیا کو فون دیتے ہوئے کہا "شاید کوئی پولیس افسر ہے تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

سونیا نے سوچتی ہوئی نظروں سے بوڑھے کو دیکھا پھر فون لے کر کہا "ہیلو آپ مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"کیا وہ کار جس کا نمبر اے ایل کے دو صفر صفر چار ہے، وہ تمہاری ہے۔"

"میں ایک ٹورسٹ ہوں۔ فرانس سے آئی ہوں۔ میری کوئی کار نہیں ہے۔ کسی کی غلط بیانی کے باعث آپ میرا محاسبہ کریں گے تو اپنا وقت ضائع کریں گے۔ یہ کبھی ثابت نہیں کرسکیں گے کہ اس کار کا تعلق مجھ سے ہے۔ اگر آپ کی تسلی ہوگئی ہو تو میں فون بند کروں؟"

دوسری طرف سے فون بند کردیا گیا۔ جیکسن نے کہا "تم بہت چالاک ہو۔ تم نے اپنا بچاؤ کرلیا ہے۔ کیا تم واقعی کل اسے رہا کرا سکو گی؟"

"آپ کے پاس بھروسا کرنے اور صبر کرنے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ لہٰذا کل تک صبر کریں۔"

وہ سب وین میں آکر بیٹھ گئے۔ ڈاکٹر ریگھم کی اپنی گاڑی نہیں تھی۔ وہ اپنی گاڑی بنگلے میں چھوڑ کر آیا تھا۔ اب ان کی وین میں آکر بیٹھ گیا۔ وہ سونیا کی برابر والی سیٹ پر تھا۔ اسے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا "کیا تم ایتھلیٹ ہو؟ ورزش کرتی ہو؟ بائی گاڈ بہت خوب صورت اور پرکشش فیگر ہے۔ بائی داوے تمہاری عمر کیا ہوگی؟"

"تم اندازہ کرو اور بتاؤ۔"

"میرا خیال ہے پچیس، چھبیس یا زیادہ سے زیادہ ستائیس برس۔"

سونیا تقریباً پینتالیس برس کی تھی لیکن اس نے جمناسٹک کی مشقوں کے ذریعے اپنے آپ کو جوان اور خوب صورت بنا کر رکھا تھا۔ وہ بولی "ڈاکٹر! تمہارا اندازہ غلط ہے۔ میں پورے اٹھارہ برس کی ہوں۔"

"بے شک! تم اٹھارہ برس کی ہو۔ میری نظریں کمزور ہوتی جارہی ہیں۔"

پھر اس نے ایلسی اور باربرا کو دیکھ کر کہا "تم تمام نوجوان اور صحت مند ہو۔ تم سب نے کبھی کسی قسم کا نشہ نہیں کیا ہوگا۔ تمہاری آنکھیں، دل اور گردے صحیح کام کررہے ہوں گے۔"

سونیا نے چونک کر ڈاکٹر ریگھم کو دیکھا۔ اسے ڈاکٹر لارسن یاد آیا۔ اس نے اس کا معائنہ کرتے ہوئے اس کی صحت مندی کی تعریفیں کی تھی اور اس کی تعریفوں کی تان اس بات پر ٹوٹتی تھی کہ آنکھیں، دل اور گردے صحیح کام کررہے ہوں گے۔ لہٰذا اسے عطیات نامے پر وصیت لکھ کر دستخط کرنا چاہیے۔

سونیا نے مسکرا کر کہا "ڈاکٹر! ہم سب مکمل طور پر صحت مند ہیں۔ ہمیں آنکھوں، دل اور گردوں کے عطیات نامے پر کرکے دستخط کرنے چاہئیں۔"

وہ خوش ہو کر بولا "تم نے تو میرے منہ کی بات چھین لی۔ میں یہی کہنے والا تھا۔ انسان اپنی زندگی میں بڑے بڑے کارنامے انجام دے کر اس دنیا سے جاتا ہے لیکن انسان کا اس سے بڑا کارنامہ اور کوئی نہیں ہوسکتا کہ وہ اپنی موت کے بعد بھی دوسروں کو زندہ رکھتا ہے اور ان کے اندر خود زندہ رہتا ہے۔"

ایلسی نے کہا "واقعی اس سے بڑا انسانی کارنامہ اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ میں اپنی آنکھیں، دل اور گردے جیری کے نام لکھوں گی۔"

جیری نے ڈرائیو کرتے ہوئے عقب نما آئینے میں ایلسی کو دیکھا پھر کہا "آئی لو یو۔ میں بھی اپنا سب کچھ تمہارے نام لکھ دوں گا۔"

ڈاکٹر نے کہا "ایسے عطیات نامے کسی خاص رشتے دار کے نام نہیں لکھے جاتے۔ انسان دوستی کے نام پر کسی کو بھی عطیہ کیے جاسکتے ہیں۔"

سونیا نے کہا "ایسے جذبوں اور ایسی نیکیوں سے بے شمار معذور انسانوں کا بھلا ہوتا ہے لیکن بعض افراد اس نیکی کے پیچھے شیطانی کھیل کھیلتے ہیں۔ اہم انسانی اعضا کا کاروبار کرتے ہیں اور ایسے اعضا حاصل کرنے کے لیے بے گناہ معصوم لوگوں کو قتل کرتے ہیں۔"

ڈاکٹر نے بڑے دکھ سے سونیا کو دیکھا پھر سر جھکا کر کہا "لوگ مختلف ہتھکنڈوں سے دولت کماتے ہیں پھر بھی ان کا پیٹ نہیں بھرتا۔ یہ کتنی ظالمانہ حرکتیں ہیں۔ میں نے اخبارات میں پڑھا ہے اور ڈاکٹروں کی محفلوں میں بھی سنا ہے۔ لوگ تھوڑی سی رقم حاصل کرنے کے لیے کسی کی بھی جان لے لیتے ہیں۔"

وہ ہیکاک نامی علاقے میں پہنچ گئے۔ رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں کھنڈرات دکھائی دے رہے تھے۔ باربرا انہیں دیکھ کر سہم گئی۔ سونیا سے چپک گئی۔ اندھیرے میں یوں لگتا تھا جیسے ان شکستہ ستونوں دیواروں کے پیچھے بد روحیں چھپی ہوئی ہیں۔

ان کی گاڑی کھنڈرات کے درمیان سے گزر رہی اطراف میں وہ صدیوں پرانی شکستگی دور تک پھیلی ہوئی وہاں سے دو کلومیٹر آگے جانے کے بعد ایک چھوٹا سا بنگلا آیا۔ ڈاکٹر نے کہا "وہ ہے میرا بنگلا۔ بہت بڑے احاطے ہے۔"

ادھر گاڑی موڑتے وقت دور دور سو میٹر کے فاصلے پر بنگلے دکھائی دیے۔ وہ تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ جیر نے پوچھا "کیا ان بنگلوں میں کوئی نہیں رہتا؟"

ڈاکٹر نے کہا "یہ لوگ بڑے شہروں میں رہتے ہیں سال میں ایک آدھ بار آتے ہیں پھر کچھ روز رہ کر چلے جا ہیں۔"

جیری نے گاڑی کو ڈاکٹر کے بنگلے کے سامنے روک بنگلے کے اندر روشنی تھی۔ ایک معمر خاتون دروازہ کھول باہر آئی پھر بولی "ریگھم تم آگئے؟ یہ کون لوگ ہیں؟ عورتوں اور مردوں کی آوازیں سن رہی ہوں۔"

وہ بولا "میں آگیا ہوں۔ میرے ساتھ چند مہمان ہیں رات کا کھانا ہمارے ساتھ کھائیں گے پھر چلے جائیں گے۔

خاتون نے کہا "تھینکس گاڈ، کتنی مدت کے بعد ہما تنہائی دور ہورہی ہے۔ کیا میں ان سے متعارف ہو ہوں۔"

اس خاتون کی باتوں سے اور انداز سے معلوم ہوا ک اندھی ہے۔ سونیا نے آگے بڑھ کر، اس کا ہاتھ تھام کر "ہم تین عورتیں اور دو مرد ہیں۔ میرا نام سونیا ہے۔"

ایلسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "میرا ایلسی ہے۔ آپ کا نام کیا ہے؟"

"میں ڈاکٹر ریگھم کی وائف ہوں۔ مجھے مسز ریگھم کہتے ہیں۔"

باربرا نے کہا "میرا نام باربرا جیکسن ہے۔ میرے سا میرے ڈیڈی اور بھائی کھڑے ہیں۔"

مسز میلی ریگھم نے خوش ہو کر کہا "اندر آؤ۔ مجھے عرصے کے بعد میزبانی کا شرف حاصل ہورہا ہے۔"

وہ سب بنگلے کے اندر آئے اور ایک ڈرائنگ روم بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ جیکسن نے کہا "جیری! انجن گر ہوگیا ہوگا۔ پانی وغیرہ چیک کرو۔"

ڈاکٹر ریگھم نے کہا "یہاں باتھ روم میں پانی کا کی رکھا ہوا ہے اسے لے جاؤ۔ انجن کو ٹھنڈا کرو۔"

جیری اپنی جگہ سے اٹھ کر باتھ روم کا دروازہ کھول کر پانی سے بھرا ہوا کین لے آیا۔ مسز میلی ریگھم نے کہا "دیکھو یہاں کارنس پر ٹارچ رکھی ہوئی ہے باہر تاریکی ہوگی اسے لے جاؤ۔"

وہ کارنس پر رکھی ہوئی ٹارچ اٹھا کر باہر چلا گیا۔ جیکسن نے کہا "مسز ریگھم ....! رات کے کھانے کا تکلف نہ کریں۔ ہم یہاں سے جلد ہی نکل جائیں گے۔ بات یہ ہے کہ ہم ایک مسئلے میں الجھے ہوئے ہیں۔"

"مسئلہ کیا ہے؟"

"میرا بیٹا پولیس کی حراست میں ہے۔ میں جلد سے جلد ہولی کراس پہنچ کر وہاں کے میئر سے ملنا چاہتا ہوں۔ شاید اس کے ذریعے میں اپنے بیٹے کو رہائی دلا سکوں۔"

ڈاکٹر ریگھم نے کہا "ہم کھانے کے سلسلے میں کوئی تکلف نہیں کریں گے۔ یہاں کھانا تیار ہے۔ فریج سے نکال کر گرم کرنا ہوگا۔ دیر نہیں ہوگی۔"

سونیا، ایلسی اور باربرا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کچن کا کام سنبھال لیا۔ مسز میلی ریگھم سے کہا "آپ صرف گائیڈ کریں کہ کون سی چیز کہاں ہے؟ ابھی ہم کھانا گرم کرکے لے آئیں گے۔"

تمام عورتیں کچن میں مصروف ہوگئیں۔ کھانا گرم کرنے لگیں۔ میز پر پلیٹیں وغیرہ لاکر رکھنے لگیں۔ جیکسن اور ڈاکٹر خوش گپیوں میں مصروف ہوگئے تھے۔ باربرا نے کہا "کھانا تیار ہے آجائیں۔"

جیکسن نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "یہ جیری اب تک کیوں نہیں آیا؟ باہر کیا کررہا ہے؟"

وہ وہاں سے چلتا ہوا بنگلے کے باہر آیا۔ کچھ فاصلے پر بڑی سی وین کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا انجن والا حصہ کھلا ہوا تھا لیکن جیری نظر نہیں آرہا تھا۔ جیکسن نے آواز دی "جیری! کہاں ہو تم؟"

ڈاکٹر نے بھی باہر آکر دور تک دیکھتے ہوئے آواز دی "ہیلو ینگ مین! کہاں ہو تم؟"

وہ دونوں تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے وین کے پاس آئے اس کے چاروں طرف گھوم کر دیکھا۔ وہ نظر نہیں آرہا تھا۔ پانی سے بھرا ہوا کین کھلے ہوئے دروازے کے پاس رکھا ہوا تھا۔ ڈاکٹر نے پوچھا "تمہارا بیٹا ٹارچ لے کر کہاں چلا گیا؟ یہاں پانی کا کین اسی طرح رکھا ہوا ہے۔"

"میرا یہ بیٹا بہت بزدل ہے۔ اس تاریکی میں کہیں تنہا نہیں جائے گا۔ میرا دل ڈوب رہا ہے۔ وہ کہاں غائب ہوگیا ہے؟"

تمام عورتیں بنگلے سے نکل کر باہر آگئیں تھیں۔ سونیا نے پوچھا "جیری کہاں ہے؟ گاڑی کے اندر تو نہیں ہے؟"

جیکسن نے رونے کے انداز میں کہا "نہیں ہے۔ نہ اندر ہے اور نہ باہر ہے۔ اندھیرے میں نہ دور تک دکھائی دے رہا ہے اور اسے ہماری آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔"

ایلسی رونے لگی۔ ڈاکٹر سے کہنے لگی "تم نے کہا تھا کہ یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ کہاں ہے میرا جیری؟ بتاؤ۔ وہ کہاں ہے؟"

ڈاکٹر ریگھم پریشان ہو کر ایک ایک کا منہ دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا "خدا بہتر جانتا ہے۔ میں نے تم لوگوں سے جھوٹ نہیں کہا تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے کبھی کوئی واردات نہیں ہوئی۔ میرے پاس آنے والے کسی بھی مریض پر کبھی کوئی آنچ نہیں آئی۔ میرا دل کہتا ہے وہ یہیں کہیں ہے۔ میں دوسری ٹارچ لے کر آتا ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا بنگلے کی طرف جانے لگا۔ سونیا چاروں طرف پھیلی ہوئی تاریکی میں دور تک دیکھ رہی تھی اور دور تک سوچ رہی تھی "اگر جیری نہ ملا تو بوڑھا جیکسن اپنی موت سے پہلے ہی مرجائے گا۔ اس کا ایک بیٹا پولیس کسٹڈی میں تھا اور دوسرا بیٹا وہیں کہیں موت کی کسٹڈی میں تھا۔"

اسی وقت افق سے چاند طلوع ہوگیا۔

○☆○

کبریا ایک بنگلے کے بیڈ روم میں میرا کے ساتھ تھا۔ وہ ابھی شاور لے کر آئی تھی۔ پانی کے صاف و شفاف قطرے اس کے اجلے بدن پر پھسل رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا کہ گلاب کی پنکھڑیوں پر شبنم کے قطرے لرز رہے ہوں۔ کوئی اور وقت ہوتا تو کبریا اس گلاب کو دبوچ کر تمام قطرے پی جاتا لیکن باہر سے شامت آرہی تھی۔

اس نے ایک کروڑ پتی کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کرکے کچھ وقت گزارنے کے لیے اس کا بنگلا حاصل کیا تھا۔ اب وہ شخص اپنی دکان بند کرکے بنگلے میں واپس آرہا تھا تو باہر ایک پولیس افسر نے اسے روک کر کہا تھا کہ وہ بنگلے کے اندر آکر تلاشی لینا چاہتا ہے۔ اس نے اپنے پانچ سپاہیوں میں سے دو سپاہیوں سے کہا "تم دونوں یہاں گاڑی کے پاس رہو اور تم تینوں میرے ساتھ اندر چلو۔"

ایک سپاہی نے کہا "سر میں نے پہلے بھی آپ سے کہا تھا

کہ میں بیمار ہوں۔ آپ مجھے گاڑی میں بیٹھنے دیں۔ مجھے ذرا آرام ملے گا۔"

پولیس آفیسر نے اسے ایک سپاہی کے ساتھ وہیں چھوڑ دیا پھر تین سپاہیوں کو لے کر اس کروڑ پتی سیٹھ کے ساتھ بنگلے کے اندر آیا۔ کبریا نے میرا کی طرف اس کا لباس اچھالتے ہوئے کہا "اسے فوراً پہنو۔ پولیس والے بنگلے کے اندر آچکے ہیں۔ جلدی کرو۔"

وہ جلدی جلدی لباس پہنتے ہوئے بولی "اب کیا ہوگا؟ وہ تو اندر آچکے ہیں۔ ہم اوپری منزل میں ہیں۔ کیا تم باہر نکلنے کا دوسرا راستہ جانتے ہو؟"

"تم تھوڑی دیر خاموش رہو۔ میں باہر جانے کا دروازہ ابھی کھولتا ہوں۔ جب تک میں نہ بولوں تم مجھے مخاطب نہ کرنا۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس بیمار سپاہی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ تین سپاہی اسے بنگلے کے اندر ڈھونڈ رہے تھے اور ان کا افسر ہاتھ میں ریوالور لیے سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپری منزل کی طرف آرہا تھا۔ اسی وقت باہر سے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔

افسر نے پلٹ کر نچلی منزل کی طرف دیکھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اوپری منزل کی طرف جائے یا باہر جاکر فائرنگ کی وجہ معلوم کرے۔

فائرنگ کی آواز دوبارہ سنائی دی۔ اس بار مسلسل فائرنگ ہورہی تھی۔ وہ افسر تیزی سے سیڑھیاں اترتے ہوئے سپاہیوں کو آوازیں دیتے ہوئے باہر کی طرف جانے لگا۔

باہر اس سپاہی نے پہلے اپنے ساتھی کو گولی ماری تھی پھر اس نے مردہ ساتھی کی گن اٹھا کر مسلسل ہوائی فائرنگ کی تھی پھر ایک گولی اپنے بازو پر مار کر خود کو زخمی کیا تھا اور سڑک پر گر پڑا تھا۔ وہ افسر تینوں سپاہیوں کے ساتھ دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا۔ وہ بازو کی تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "سر! ابھی وہ ایک کار میں یہاں سے فائرنگ کرتا ہوا گیا ہے۔ ابھی بہت دور نہیں گیا ہوگا۔"

وہ سپاہی کو سہارا دے کر گاڑی کے اندر لے آئے پھر اسے تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے وہاں سے جانے لگے۔

کبریا اور میرا اپنا اپنا سفری بیگ اٹھا کر سیڑھیوں سے اترتے ہوئے نیچے آئے۔ وہ کروڑ پتی سیٹھ پولیس والوں کی آمد اور باہر ہونے والی فائرنگ سے پریشان ہوگیا تھا۔ اسے یہ خوف تھا کہ کوئی گولی اس کی طرف بھی نہ آجائے۔ اس نے اپنے بیڈ روم میں جاکر دروازے کو اندر سے بند کرلیا تھا۔ وہ صبح تک باہر نکلنے والا نہیں تھا۔

وہ دونوں وہاں سے چلتے ہوئے باہر آئے۔ رات کا تیسرا پہر تھا۔ چاروں طرف خاموشی اور ویرانی تھی۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے مختلف گلیوں سے گزرتے ہوئے ایک شاہراہ پر پہنچے۔ وہاں ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ بیٹھ گئے۔ ڈرائیور نے پوچھا "کہاں جانا ہے؟"

کبریا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ کوئی سوال کیے بغیر خاموشی سے ٹیکسی اسٹارٹ کرکے ڈرائیو کرنے لگا۔ میرا خاموشی سے کبریا کو دیکھ رہی تھی۔ یہ سمجھ رہی تھی کہ وہ خیال خوانی میں مصروف ہے۔ وہ اسے دیکھ کر دل ہی دل میں قربان ہونے لگی۔ بڑے فخر سے مسکرانے لگی۔

وہ اس اڈے پر پہنچ گئے۔ جہاں سے ائر کنڈیشنڈ کوچز پونا جاتی تھیں۔ ٹیکسی ایک جگہ رک گئی۔ وہ دونوں پچھلی سیٹ سے باہر آئے۔ کبریا نے پانچ سو کا ایک نوٹ اگلی سیٹ پر رکھا۔ وہ ڈرائیور اس کی مرضی کے مطابق وہاں سے واپس چلا گیا۔ جب وہ دو کلومیٹر کا فاصلہ طے کرچکا تو کبریا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے پریشان ہوکر پچھلی سیٹ کی طرف دیکھا وہاں کوئی نہیں تھا زیرِ لب بڑبڑانے لگا "وہ دونوں ابھی یہاں تھے۔ اب یہاں نہیں ہیں اور یہ علاقہ بھی وہ نہیں ہے۔ میں تو باندرا ہل کے ٹیکسی اسٹینڈ پر تھا۔"

اس نے اپنا سر کھجاتے ہوئے سوچا "آج ایک ہی تو پینے کے بعد چڑھ گئی ہے۔ تعجب ہے۔ یہ میرے ساتھ کیا ہورہا ہے؟"

اس کی نظر ساتھ والی سیٹ پر گئی وہاں پانچ سو کا ایک نوٹ پڑا ہوا تھا۔ اس نے لپک کر اسے اٹھالیا "ارے یہ کہاں سے آگیا؟"

کبریا نے دماغی طور پر حاضر ہوکر میرا سے کہا "سوری! تمہیں انتظار کرنا پڑا۔"

وہ مسکرائی اور اس کا ہاتھ تھام کر بولی "میں انتظار نہیں کررہی تھی۔ آپ پر فخر کررہی تھی۔ میں کتنی خوش نصیب ہوں آپ جیسے شہ زور اور ناقابلِ شکست محافظ کی آغوش میں رہتی ہوں۔"

وہ بولا "ہم یہاں سے ایک ہی کوچ میں سفر کریں گے لیکن ایک دوسرے سے دور رہیں گے۔ تمہارے جیسی حسین لڑکی تنہا سفر کرے گی تو تمہارے آس پاس والے مسافروں کو حیرانی ہوگی۔ وہ طرح طرح کے سوالات کریں گے۔ جو تمہارے جی میں آئے تم جواب دیتی رہنا۔ کوئی گڑبڑ ہوئی تو میں سنبھال لوں گا۔"

وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہوگئے۔ پہلے میرا ٹکٹ کاؤنٹر پر گئی۔ وہاں پتا چلا کہ دس منٹ بعد جو کوچ جانے والی ہے۔ اس میں کوئی سیٹ خالی نہیں ہے۔

میرا نے پلٹ کر دور کھڑے ہوئے کبریا کو دیکھا۔ کبریا نے کہا "جسٹ اے منٹ! میں ابھی تم سے بات کرتا ہوں۔"

پھر اس نے بکنگ کلرک کے خیالات پڑھے۔ اس کے بعد میرا سے کہا "کوچ میں چھ سیٹیں خالی ہیں۔ یہ لوگ زیادہ رقم حاصل کرنے کے لیے روانگی کے وقت تک وہ سیٹیں خالی رکھتے ہیں۔ تم ٹکٹ کی رقم کے ساتھ سو روپے زیادہ دو۔ تمہیں سیٹ مل جائے گی۔"

میرا نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ اسے سیٹ مل گئی۔ اس کے بعد کبریا نے بھی کاؤنٹر پر جاکر اپنے لیے ایک سیٹ حاصل کرلی۔ وہ دونوں اس کوچ پر سوار ہوگئے۔ میرا جس سیٹ پر بیٹھی تھی اس کے برابر والی سیٹ پر سکھ جوان بیٹھا ہوا تھا۔ کبریا کو اس سے دو قطار پیچھے ایک سیٹ ملی۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر ایک سکھ عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ اس طرح وہاں سے ان کے سفر کا آغاز ہوا۔

سکھ نے میرا سے پوچھا "کیا تم اکیلی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی "نہیں۔ میرے ساتھ تم ہو۔"

وہ گھبرا کر بولا "میری طرف دیکھ کر باتیں نہ کرو۔ میں دائیں طرف دیکھ رہا ہوں تم بائیں طرف دیکھو۔ نہیں تو میری بیوی کو شبہ ہوگا کہ میں تم سے لفٹ لے رہا ہوں۔"

میرا نے حیرانی سے پوچھا "کیا تمہاری بیوی بھی اس کوچ میں ہے؟"

وہ بولا "اور نہیں تو کیا؟ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں بیوی کے بغیر پیدا ہوا تھا؟"

میرا نے تعجب سے پوچھا "کیا تم اپنی بیوی کے ساتھ پیدا ہوئے تھے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "مجھے تو ایسا ہی لگتا ہے۔ جیسے وہ میرے ساتھ پیدا ہوئی تھی۔ کم بخت ایک منٹ کے لیے بھی ساتھ نہیں چھوڑتی۔"

"ابھی تو اس نے چھوڑا ہوا ہے۔"

"میں نے اسے اپنے بوبی کی قسم دی ہے کہ وہ یہاں سے پونا تک مجھ سے دور رہ کر سفر کرے گی تو میں اسے بوبی کے بعد منّو کو پیدا کرنے کی اجازت دوں گا۔ ورنہ ایک بھی بچہ نہیں ہوگا۔"

"ایک بھی کیسے نہیں ہوگا؟ بوبی تو ہوگیا ہے۔ تم نے

ذاتی ہپناٹزم

ان لڑکوں کے لیے جو جوانی

کمزوریاں اور خرابیاں

دور کرنا چاہتے ہیں

قیمت 25 روپے ✦ ڈاک خرچ 23 روپے

کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ
پیشگی منی آرڈر ارسال کریں

خط و کتابت کا پتہ
مکتبہ نفسیات
پوسٹ بکس [illegible] 74200 [illegible] کراچی
فون: [illegible] فیکس: [illegible]
کتابوں کی قیمتیں اور ڈاک خرچ [illegible] کسی بھی وقت تبدیل ہو سکتی ہیں 1-6-2001

kitabiat@hotmail.com
kitabiat1970@yahoo.com

اسے اس کی قسم دی ہے۔ تمہارا ایک بیٹا ہے۔"

"وہ بیٹا ابھی نہیں ہوا ہے۔ وہ میری اجازت کے بغیر ایک چڑیا کا بچہ بھی پیدا نہیں کرسکتی۔ اب وہ بوتا تک مجھ سے دور رہے گی تب وہاں جاکر بوبی کو پیدا کرے گی۔ تم بار بار میری طرف دیکھ کر باتیں نہ کرو۔ وہ یہاں چلی آئے گی پھر بوبی کبھی پیدا نہیں ہوسکے گا۔"

دوسری طرف وہ سکھ عورت کبریا سے کہہ رہی تھی "تم میری طرف منہ کرکے نہ بیٹھو۔ میرا مرد مجھ پر شبہ کرے گا۔"

اس نے پوچھا "کیا تمہارا پتی اس کوچ میں ہے؟ تم اس سے الگ کیوں بیٹھی ہو؟"

"وہ جی مجبوری ہے۔ اس سے الگ ہونے کے بعد ہی میں بوبی کو پیدا کرسکوں گی۔"

وہ بولا "میں نے تو سنا ہے۔ بیوی اپنے میاں کے ساتھ رہے تبھی کوئی بوبی پیدا ہوتا ہے۔ تم اس سے دور رہ کر کیسے پیدا کروگی؟"

"تم دیکھنے میں ہٹے کٹے پہاڑ جیسے ہو مگر میاں بیوی کے معاملات میں بچے ہو۔ میں تمہیں نہیں سمجھا سکوں گی کہ میاں سے دور رہ کر بچے کس طرح پیدا کیے جاتے ہیں؟"

کوچ ایک قصبے میں پہنچ کر رک گئی۔ مسافر اتر رہے تھے، چڑھ رہے تھے۔ ایک پولیس آفیسر دو سپاہیوں کے ساتھ کوچ کے اندر آیا۔ وہ تینوں پہلے دور دور تک نظریں دوڑاتے رہے پھر ایک ایک مسافر کے پاس جاکر انہیں توجہ سے دیکھنے لگے۔

وہ افسر کبریا کے پاس بھی آیا۔ کبریا نے اس سکھ عورت کو گہری نیند سلا دیا تھا۔ وہ جھک کر اس کی آغوش میں سو رہی تھی۔ افسر نے ان دونوں کو دیکھ کر پوچھا "یہ تمہاری کون ہے؟"

وہ بولا "تعجب ہے۔ آپ اتنا نہیں سمجھ سکتے؟ آغوش میں بیوی ہی سوتی ہے۔ کوئی پڑوسن آکر نہیں سوتی۔"

افسر نے اسے گھور کر دیکھا۔ اس کی جو تصویر ٹی وی چینلز وغیرہ کے ذریعے نشر کی جارہی تھی۔ وہ اس تصویر سے بالکل مختلف تھا۔ وہ اسے توجہ سے دیکھنے کے بعد آگے بڑھ گیا۔ کبریا نے اس سکھ جوان کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ سرگوشی میں میرا سے بولا "میں تمہارا کبریا بول رہا ہوں۔"

میرا نے اسے چونک کر دیکھا۔ وہ بولا "یقین کرو۔ میں نے اس سکھ جوان پر قبضہ جما رکھا ہے۔ وہ پولیس افسر ادھر آرہا ہے۔ تم فوراً میری آغوش میں آجاؤ۔"

"نہیں کبریا۔ میں کسی پرائی آغوش میں نہیں جاؤں گی۔ یہ سراسر بے شرمی ہوگی۔

"مجبوریوں کو سمجھو۔ تمہیں صرف اس کے بدن سے لگنا ہے۔ تمہاری شرم و حیا کو میں سمجھتا ہوں، اور تمہاری قدر کرتا ہوں۔"

وہ اس کی آغوش میں نہیں گئی۔ صرف اس کے ہاتھ کو تھام لیا۔ اس وقت تک وہ آفیسران کے پاس پہنچ گیا۔ شاردا نے پولیس والوں کو بیان دیتے وقت میرا کا جو حلیہ بیان کیا تھا۔ وہ اس سے کچھ ملتا جلتا تھا اور وہ واقعی میرا ہی تھی۔

آفیسر نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ خود کو آنچل میں چھپاتے ہوئے بولی "جو پوچھنا ہے۔ بوبی کے باپ سے پوچھو۔"

"یہ بوبی کون ہے؟"

کبریا نے اس کی زبان سے کہا "یہ ہمارا بڑا بیٹا ہے۔"

"کہاں ہے۔ تمہارا بڑا بیٹا۔۔۔؟"

"جب پیدا ہوگا۔ تو تم تمہیں دکھائیں گے۔ ابھی تو ہم منصوبہ بندی کررہے ہیں۔"

آفیسر جھک کر اس سکھ کے چہرے کو غور سے دیکھ رہا تھا پھر اس نے پوچھا "یہ اصلی داڑھی ہے؟"

"کیا مطلب ہے؟ آپ کا۔ کیا آپ مجھے کوئی نقلی سکھ سمجھ رہے ہیں؟"

"دیکھو سردار جی! برا نہ ماننا۔ میں ذرا داڑھی کھینچ کر دیکھوں گا۔ ایک مجرم بھیس بدل کر چھپتا پھر رہا ہے۔"

اس نے داڑھی کو اِدھر اُدھر سے کھینچ کر دیکھا پھر کہا "شکریہ سردار جی! آپ تو اصلی ہیں۔"

وہ وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ دوسرے مسافروں کو توجہ سے دیکھتا ہوا۔ سپاہیوں کے ساتھ اس کوچ سے باہر چلا گیا۔

کبریا نے اطمینان کی سانس لے کر میرا کے اندر آکر کہا "خطرہ ٹل گیا ہے۔ اب آگے دیکھیں کیا ہونے والا ہے؟"

آگے تو بہت کچھ ہونے والا تھا۔ کبریا کی تصویر ٹی وی چینلز کے ذریعے پورے ملک میں دیکھی جارہی تھی۔ جزیرے کے محل میں بیٹھی ہوئی انیتا سکینہ عرف پوجا اپنے ٹی وی اسکرین پر اس تصویر کو دیکھ رہی تھی۔ اناؤنسر کہہ رہی تھی "اس کا نام کبریا علی تیمور ہے۔ یہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔ اپنے باپ کی طرح ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

وہ چونک کر سیدھی بیٹھ گئی۔ توجہ سے سننے لگی۔ ٹی وی سے آواز ابھر رہی تھی "یہ اب تک کئی پولیس والوں کو قتل کرچکا ہے۔ ہمارے ملک کے اہم راز چرا کر یہاں سے فرار ہونے والا ہے۔ تازہ ترین اطلاع کے مطابق یہ اپنے گمشدہ باپ کو یہاں تلاش کررہا ہے۔"

انیتا سکینہ بے چینی سے پہلو بدلنے لگی۔ اناؤنسر کہہ رہی تھی "اسے کسی طرح معلوم ہوا ہے کہ اس کا باپ ہندوستان کے کسی جنوبی علاقے میں ہے۔ اس لیے وہ ممبئی سے راس کنیا کماری اور پھر سری لنکا تک جانے والا ہے۔ ان اطراف کے لوگوں کو ایسی صورت اور حلیے کا جوان نظر آئے تو وہ فوراً قریبی تھانے میں اطلاع دے۔ اسے گرفتار کرانے والے کو دو لاکھ روپے انعام کے طور پر دیے جائیں گے۔"

میں وہ جزیرہ چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اس کے لیے میں بہت بڑا خطرہ تھا، جو ٹل گیا تھا لیکن جزیرے پر قبضہ جمائے رکھنے کے لیے مجھ سے دوستی بھی ضروری تھی۔ وہ اس پہلو سے سوچ رہی تھی کہ آئندہ میری کس کمزوری سے کھیل سکتی ہے؟ اور اپنی مدد کے لیے کس طرح مجھے مجبور کرسکتی ہے؟

وہ قسمت کی دھنی تھی۔ ایسے ہی وقت اسے میرا بیٹا کبریا اسکرین پر دکھائی دیا۔ اس کے یہ موجودہ حالات معلوم ہوئے کہ وہ مجھے تلاش کرتا ہوا جنوب کی طرف یعنی اس جزیرے کی طرف آرہا تھا۔

وہ میری کوئی کمزوری ڈھونڈنا چاہتی تھی۔ کبریا خود ہی میری کمزوری بن کر اس کی طرف کھنچا چلا آرہا تھا۔

اس نے سوچا تھا "مجھے قابو میں کرنے کے لیے ایک خطرناک چلہ کشی کرے گی۔ اگر اس میں کامیابی نہ ہوتی اور میں اس کے قابو میں نہ آتا تو اس کی جان جاسکتی تھی۔ وہ جزیرہ اس کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ بن گیا تھا۔ لہٰذا وہ اپنی جان کی بازی لگانے والی تھی۔ اب اس کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ اس نے فوراً ہی یہ طے کرلیا کہ میری اس کمزوری کو کس طرح ہاتھ میں لے گی۔

اس نے پوجا کے بیڈ روم کو اپنے کالے علوم کا مسکن بنالیا تھا۔ دھیان گیان میں رہنے اور منتر پڑھتے رہنے کے دوران میں مردہ انسانی کھوپڑی بکرے کا گوشت اور ایک جگ بھر کر خون، ماش کی دال اور سیندور وغیرہ کی ضرورت تھی۔ اس کے حکم سے یہ تمام سامان مہیا کردیا گیا تھا۔

سیکیورٹی افسر اور دوسرے ملازمین حیران تھے کہ ان کی مالکن کالے جادو کا سامان منگوا کر اپنے بیڈ روم میں کیا کررہی ہے۔ انہوں نے پہلے کبھی پوجا کو ایسا بھیانک عمل کرتے نہیں دیکھا تھا۔ سیکیورٹی افسر کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ پوجا کی دادی ماں خطرناک وچ لیڈی تھی۔ وہ مرچکی ہے۔ اب وہ شاید اپنی دادی ماں سے سیکھا ہوا عمل کررہی ہوگی۔

وہ اپنے بیڈ روم کو اندر سے بند کرکے ماش کی دال کو

ٹیلی پیتھی کے سلسلے کی پہلی کتاب

ٹیلی پیتھی
اور
مستقبل بینی

- ٹیلی پیتھی کے ذریعے مستقبل بینی کیسے کی جاسکتی ہے؟
- ٹیلی پیتھی کے بارے میں مفصل معلومات ماہیت، اس کے فوائد و نقصانات
- اس کی مشقیں
- اور بہت کچھ!

قیمت 25 روپے
ڈاک خرچ 23 روپے

کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ پیشگی منی آرڈر ارسال کریں

خط و کتابت کا پتہ
مکتبہ نفسیات
[illegible]
[illegible]
[illegible]

kitabiat@hotmail.com
kitabiat1970@yahoo.com

بکرے کے لہو سے گوندھ رہی تھی اور گوشت کاٹ کر اسے ماش کی دال کے ساتھ ملا کر کبریا کا تصور کر رہی تھی۔ اسکرین پر جو تصویر دیکھی تھی اسے دماغی آنکھوں سے دیکھ کر منتر پڑھ رہی تھی اور اس کے نام کا پتلا بنا رہی تھی۔

○☆○

بنت عمارہ کا آخری وقت آرہا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے اس کے قابو میں نہ آکر اسے توڑ ڈالا تھا۔ وہ کمزور ہوتی جارہی تھی پھر بھی اپنے معاون وچ ڈاکٹر فرنانڈنس کے ذریعے کوششیں کررہی تھی کہ کسی بھی طرح اعلیٰ بی بی سے ایک بچہ حاصل کرکے اپنی گزری ہوئی جوانی اور توانائی حاصل کرلے۔

اس نے اپنے حواریوں کے ذریعے فرمان کو قیدی بنا کر اعلیٰ بی بی سے جدا کردیا تھا۔ فرنانڈنس اور ڈاکٹر زبیر نے اس کی ہدایت کے مطابق فرمان کو کوما میں پہنچایا تھا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ اعلیٰ بی بی نے کوما میں پہنچانے والے انجکشن کو بدل دیا تھا اور فرمان پر تنویمی عمل کرکے اس کے ذہن میں یہ نقش کردیا تھا کہ وہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد بے حس و حرکت پڑا رہے گا اور یہ تاثر دیتا رہے گا کہ وہ کوما میں پڑا ہوا ہے۔

اعلیٰ بی بی کی اس پلاننگ کے مطابق دشمن، فرمان کو کوما میں سمجھ رہے تھے اور دھوکا کھا رہے تھے۔

بنت عمارہ نے فرنانڈنس سے کہا تھا۔ فرمان کو کوما میں پہنچانے کے بعد اس لال کوٹھی کے اطراف سخت پہرا لگادیا جائے۔

فرنانڈنس نے کہا "ہمارے پاس چار بہترین نشانہ باز ہیں۔ وہ چاروں وہاں مسلح رہیں گے۔ میں نے انہیں سمجھادیا ہے کہ اعلیٰ بی بی کو جان سے نہ مارا جائے اسے کسی بھی طرح زندہ گرفتار کیا جائے۔ تاہم اگر وہ قابو میں نہ آئے تو اسے زخمی کیا جاسکتا ہے۔"

بنت عمارہ نے بڑی نقاہت سے کہا "وہ شیطان کی بچی بڑی مکار ہے۔ ایک بار وہ قابو میں آجائے گی تو ہم اسے دواؤں کے ذریعے اس قدر کمزور بنادیں گے کہ وہ ٹیلی پیتھی اور جمناسٹک کے کرتب بھول جائے گی۔"

فرنانڈنس نے کہا "آدھی رات ہوچکی ہے وہ اس گھنے جنگل سے نکل آئی ہوگی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا ہوگا کہ فرمان کو یہاں لال کوٹھی میں لایا گیا ہے۔ وہ ادھر آنے والی ہی ہوگی میں اس کا انتظار کررہا ہوں۔"

وہ دونوں ٹیلی فون کے ذریعے باتیں کررہے تھے۔ اب سے پہلے وہ خیال خوانی کے ذریعے باتیں کیا کرتے تھے لیکن انتہائی کمزوری کے باعث بنت عمارہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہی تھی۔ پہلے اس کی یہ صلاحیت اتنی غیر معمولی تھی کہ وہ یوگا جاننے والوں کے اندر بھی پہنچ جایا کرتی تھی۔ کوئی دوسرا اس کے اندر آکر اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اب وہ چور خیالات کا خانہ بھی کمزور ہوگیا تھا۔

اسے اب بھی یہ خوش فہمی تھی کہ کوئی دوسرا اس کے خیالات نہیں پڑھ سکتا۔ اعلیٰ بی بی نے اس کے اندر پہنچ کر اسے مخاطب کیا "ہیلو شیطان کی بیٹی! کس حال میں ہو؟"

وہ بولی "میں جانتی تھی تم فرمان کو تلاش کروگی۔ جب نہیں ملے گا تو میرے خیالات پڑھوگی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا میں تمہارے چور خیالات نہیں پڑھ سکوں گی؟"

"اعلیٰ بی بی! مجھ سے بحث نہ کرو۔ یوں دشمنی مول لے کر کوئی فائدہ حاصل نہیں کرسکوگی۔ ایک بار میری بات مان لو پھر دیکھو میں تمہیں کس طرح جلد ہی تمہارے باپ کے پاس پہنچادوں گی۔"

"اب میں تمہاری دوستی اور مدد کی محتاج نہیں ہوں۔ میں فرمان کو تمہاری قید سے رہائی دلاتے ہی اپنے پاپا کی طرف جاؤں گی۔"

"تم ایسے کہہ رہی ہو جیسے اپنے باپ کا پتا ٹھکانا معلوم ہوچکا ہو۔"

تمہیں یہ خوش فہمی ہے کہ کوئی تمہارے چور خیالات نہیں پڑھ سکے گا۔ بے وقوف بڑھیا! تم جسمانی طور پر اس قدر کمزور ہوچکی ہو کہ اپنے بیڈ روم میں دو چار قدم چل کر ہانپنے لگتی ہو۔ اسی طرح تمہارا دماغ بھی کمزور ہوچکا ہے۔ تمہارے چور خیالات کا خانہ کھل چکا ہے۔"

وہ پریشان ہوکر بولی "نہیں۔ تم جھوٹ بول رہی ہو۔"

تمہارے چور خیالات کہہ رہے ہیں کہ میرے پاپا یہاں سے مشرق کی طرف ہیں۔ دنیا کا نقشہ دیکھو تو قاہرہ کے مشرق میں، سمندر پار ہندوستان، برما، بنکاک، کوریا، چین اور جاپان وغیرہ، کئی ممالک اور جزیرے ہیں۔ پاپا اسی طرف کہیں ہیں۔ تم یہ معلوم کرنا چاہتی تھیں کہ وہ کس ملک کے کس علاقے میں ہیں؟ لیکن کوئی نادیدہ قوت تمہیں صحیح معلومات حاصل کرنے سے روک رہی ہے۔"

وہ شکست خوردہ انداز میں بولی "اچھا تو تم میرے چور خیالات پڑھ رہی ہو پھر تو یہ بھی معلوم کررہی ہوگی کہ میں کس طرح ایک پراسرار علم کے ذریعے منتروں کا جاپ کرکے اس نادیدہ قوت کو اپنے راستے سے ہٹادوں گی اور تمہارے پاپا کا صحیح پتا ٹھکانا معلوم کرلوں گی۔"

"ہاں میں تمہارے آئندہ منصوبوں کو سمجھ رہی ہوں۔ ایک طرف تو کسی طرح مجھے بے بس کرکے مجھ سے ایک اولاد حاصل کرنا چاہتی ہو۔ مجھ سے اولاد حاصل کرنے میں کم از کم گیارہ ماہ کا عرصہ لگے گا۔ اس عرصے تک تم کسی بھی طرح دن اپنی کمزوریوں سے لڑتی ہوئی زندہ رہو گی پھر ایک نوزائیدہ بچے کے خون میں نہا کر گزری ہوئی جوانی اور توانائی حاصل کروگی۔"

بنت عمارہ تھکے ہوئے انداز میں بیڈ پر لیٹ گئی۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "دوسری طرف تم اس نادیدہ قوت کے بارے میں معلوم کرنا چاہتی ہو جو تمہارا راستہ روک رہی ہے۔ اس مقصد کے لیے تم فرنانڈنس کے ذریعے مخصوص منتروں کا جاپ کرانا چاہتی ہو۔ کامیابی حاصل کرنے کے بعد تم اس نادیدہ قوت کے پتے ٹھکانے تک پہنچ جاؤ گی اور میرے پاپا کا بھی صحیح پتا ٹھکانا معلوم کرلوگی۔ کیا میں درست کہہ رہی ہوں؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "ہاں۔ تم یہ سب کچھ معلوم کرچکی ہو۔ کیا یہ دانش مندی نہیں ہوگی کہ اپنے ایک بچے کی قربانی دے کر ایک گمشدہ باپ تک پہنچو؟"

"میں تمہاری بیہودہ شرط مانے بغیر اپنے پاپا تک پہنچ جاؤں گی۔"

"تم اس نادیدہ قوت کو راستے سے ہٹائے بغیر کبھی پہنچ نہیں پاؤگی۔ میں ہی تمہیں وہاں تک پہنچا سکتی ہوں۔"

"تم آخری سانسیں گن رہی ہو۔ مشکل منتروں کا جاپ نہیں کرسکوگی۔ تمہارے خیالات کہہ رہے ہیں کہ تم اپنے شاگرد اور معاون وچ ڈاکٹر فرنانڈنس سے یہ کالا عمل کراؤ گی۔ وہ تمہاری طرف سے مشکل منتروں کا جاپ کرے گا۔ کیوں یہی بات ہے ناں؟"

"ہاں۔ میں اپنے وفادار شاگرد سے یہ کام لوں گی۔"

"تو پھر سمجھ لو۔ میں بھی تمہارے فرنانڈنس سے یہ کام لے سکتی ہوں۔ تم تو جانتی ہو، وہ شراب پیتا ہے، پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرپاتا۔ وہ نہیں جانتا کہ میں اس کے دماغ میں جاتی آتی رہتی ہوں۔"

وہ پریشان ہوکر بولی "آہ! یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا کہ تم نے فرنانڈنس کے دماغ میں جگہ بنائی ہوگی۔ کیا تم اس کے چور خیالات پڑھ لیتی ہو؟"

"اس کے چور خیالات بھی پڑھ لیتی ہوں اور اسے کٹھ پتلی کا ناچ بھی نچا سکتی ہوں۔"

وہ بیڈ پر لیٹی ہوئی ایسی ڈھیلی پڑ گئی جیسے غبارے سے ہوا نکل گئی ہو۔ اب وہ تسلیم کررہی تھی کہ ہر پہلو سے کمزور ہوچکی ہے۔ اگر اعلیٰ بی بی واقعی فرنانڈنس کے دماغ میں پہنچ جاتی ہے تو پھر وہ بازی لے جائے گی کسی طرح بھی قابو میں نہیں آئے گی۔

اس نے کروٹ بدل کر ریسیور اٹھایا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "تم فرنانڈنس سے رابطہ کررہی ہو۔ یہ یقین کرنا چاہتی ہو کہ میں اس کے دماغ میں پہنچ سکتی ہوں یا نہیں؟"

وہ جھلا کر بولی "مکار لڑکی! نکل جا میرے دماغ سے۔ مجھے اپنا کام کرنے دے۔ میرا پیچھا چھوڑ دے۔"

"کیا تم نے میرا پیچھا چھوڑ دیا تھا؟ مجھے اپنی بیٹی بنایا تھا۔ ایک ماں بن کر دھوکا دے رہی تھیں۔ اب دیکھ رہی ہے کہ یہ دھوکا تجھے کتنا مہنگا پڑ رہا ہے۔ جو بویا ہے وہ تو کاٹنا ہی ہوگا۔"

رابطہ ہوتے ہی وہ بولی "ہیلو فرنانڈنس! فوراً میرے ایک سوال کا جواب دو۔ کیا اعلیٰ بی بی تمہارے دماغ میں آتی ہے؟"

"میڈم! میں جوان ہوں، صحت مند ہوں، صبح و شام ورزش کرتا ہوں۔ اس کا تو باپ بھی میرے دماغ میں نہیں آسکے گا۔"

"تم اپنی یہ بری عادت بھول رہے ہو کہ تم شراب پیتے ہو۔"

"میں نے پچھلے دو دنوں سے شراب کو ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ میرا دماغ حسّاس ہے۔ یقین نہ ہو تو آپ میرے دماغ میں آئیں۔ میں آپ کو محسوس کرلوں گا۔"

"مجھے تو بڑے بڑے یوگا جاننے والے محسوس نہیں کرسکتے تھے۔ افسوس کہ بڑھاپے اور کمزوری نے مجھے کہیں کا نہیں رکھا۔ میں خیال خوانی کی پرواز کرنے کے قابل بھی نہیں رہی ہوں۔"

فرنانڈنس نے پوچھا "کیا اعلیٰ بی بی میرے دماغ میں پہنچنے کا دعویٰ کررہی ہے؟"

"ہاں۔ ابھی یہ میرے دماغ میں ہے۔ کیا میں اس سے کہوں کہ یہ تمہارے دماغ میں جائے؟ میں چاہتی ہوں تم اس کا دعویٰ غلط کردو۔"

"میڈم! ذرا عقل سے سوچیں۔ اگر یہ میرے دماغ میں آتی تو فرمان کو ہمارا قیدی نہ بننے دیتی اور ہمیں اتنا موقع نہ دیتی کہ ہم اسے کوما میں پہنچادیں۔"

"ہاں۔ یہ تو میں بھول ہی گئی تھی کیوں اعلیٰ بی بی! تم نے فرنانڈنس اور ڈاکٹر زبیر کے دماغ میں پہنچ کر فرمان کو کوما میں

جانے سے کیوں نہیں بچایا؟ اب میں تمہیں چیلنج کرتی ہوں۔ تم فرنانڈس کے دماغ میں کبھی نہیں جاتی ہو۔ تم جھوٹی اور مکار ہو۔"

دوسری طرف سے فرنانڈس نے کہا "میں اعلیٰ بی بی کو خوش آمدید کہنا چاہتا ہوں لیکن افسوس وہ میرے اندر نہیں آسکے گی۔"

بنت عمارہ نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا "کیا تم میرے اندر ہو؟ یا فرنانڈس کے پاس گئی ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اعلیٰ بی بی فرنانڈس کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔ اسے یہ خوش فہمی تھی کہ اس نے دونوں سے نشے کو ہاتھ نہیں لگایا ہے اس لیے اس کا دماغ حساس ہوگیا ہے۔ وہ یہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھا کہ عارضی طور پر نشہ چھوڑ دینے کے باوجود ذہن اس کے اثرات قبول کرتا رہتا ہے۔ جسمانی اور دماغی توانائی ایک عرصے کے بعد بحال ہوتی ہے۔

وہ ایک جگہ خاموش بیٹھا خلا میں تک رہا تھا اور پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے پہلے بھی اعلیٰ بی بی کو محسوس نہیں کیا تھا اب بھی محسوس نہیں کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے سوچا "اچھا ہوا آج بھی میں نے شراب نہیں پی۔ ورنہ وہ میرے اندر چلی آتی۔ اس نے میڈم کے کمزور دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کیا ہوگا کہ فرمان کو لال کوٹھی میں قید کیا گیا ہے۔ وہ اسے رہائی دلانے کے لیے یہاں ضرور آئے گی۔"

اس نے چار بہترین نشانے بازوں کی ڈیوٹی وہاں لگائی تھی۔ انہیں تاکید کی تھی کہ کوئی فون کال آئے تو وہ اسے اٹینڈ نہ کریں۔ آپس میں بھی باتیں نہ کریں۔ باہر سے آنے والوں کو بھی اپنی آواز نہ سنائیں۔ جب تک ان کی ڈیوٹی وہاں رہے گی وہ مستقل گونگے بن کر رہیں گے۔

وہ صبح پانچ بجے تک اعلیٰ بی بی کا انتظار کرتا رہا لیکن وہ فرمان کی رہائی کے لیے نہیں آئی۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ اس کی میڈم بنت عمارہ بے حد کمزور ہو چکی ہے اور اب کالا جادو کرنے اور منتر پڑھنے کے سلسلے میں اس کی محتاج ہو گئی ہے لہٰذا یہی موقع ہے کہ میڈم سے نجات حاصل کرلی جائے۔

اس نے بڑی حد تک ہزاروں سال پرانے نسخوں کی نقل حاصل کی تھی مگر وہ تمام اصل نسخے چاہتا تھا۔ وہ نسخے اس کے لیے اعلیٰ بی بی اور فرمان سے زیادہ اہم تھے۔ وہ تمام پراسرار علوم حاصل کرنے کے بعد ان دونوں کو بھی خاک میں ملا سکتا تھا۔

اس نے ڈرائنگ روم میں آکر ایک مسلح حواری سے کہا "میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں۔ جب تک واپس نہ آؤں تب تک یہاں ایک چیونٹی کو بھی آنے نہ دینا اور نہ کسی کو اپنی آواز سنانا۔ اگر اعلیٰ بی بی یہاں آئے تو فوراً میرے موبائل فون پر بیپ دینا۔ فون پر بات نہ کرنا۔ میں اپنے فون پر بزر کی آواز سنتے ہی سمجھ لوں گا کہ وہ دشمن لڑکی یہاں آئی ہوئی ہے۔"

اس حواری نے کہا "آپ کو فون کرنے کی نوبت نہیں آئے گی۔ ہم اسے دیکھتے ہی گولی مار کر زخمی کر دیں گے پھر اسے رسیوں سے باندھ کر رکھیں گے۔ ہم چار ہیں۔ مسلح ہیں۔ وہ لڑکی ہم سے بچ کر نہیں جائے گی۔"

وہ مطمئن ہو کر کوٹھی سے باہر آیا پھر اپنی کار میں بیٹھ کر بنت عمارہ کی رہائش گاہ کی طرف جانے لگا۔ اس نے اپنے حواریوں کو گونگے بن کر رہنے کا حکم دیا تھا اور خود ہی ایک حواری سے گفتگو کی تھی۔ یہ یقین تھا کہ اعلیٰ بی بی اس کے اندر نہ آسکتی ہے۔ نہ کبھی آئے گی۔

اس کے جاتے ہی وہ اس حواری کے اندر پہنچ گئی۔ اس کی سوچ میں بولی "مجھے اپنے ساتھیوں کو بھی بتانا چاہیے کہ باس مجھے کیا کہہ کر گیا ہے؟"

وہ اعلیٰ بی بی کی مرضی کے مطابق کوٹھی سے باہر آیا۔ اس کے تین ساتھی کوٹھی کے تین اطراف میں گن لیے کھڑے تھے۔ اس نے ایک سے گفتگو کی "یار! یہاں آس پاس کوئی ہماری آواز سننے والا نہیں ہے۔ ہم کیوں خواہ مخواہ گونگے بنے رہیں۔"

دوسرے نے کہا "ہم کل شام سے جنگل میں اس لڑکی کو تلاش کرتے رہے اور گونگے بن کر رہے۔ اب صبح ہو چکی ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ وہ ابھی تک جنگل میں بھٹک رہی ہے۔"

باقی دو ساتھی بھی وہاں آگئے۔ تیسرے نے کہا "میڈم بہت خطرناک وچ لیڈی ہے لیکن ایک لڑکی کو زیر کرنے میں ناکام ہو رہی ہے۔"

چوتھے نے کہا "فرنانڈس بھی وچ ڈاکٹر ہے اور وہ بھی ناکام ہو رہا ہے۔ کچھ بھی ہو۔ لڑکی ہے بڑی زبردست۔ ہمیں ہوشیار رہنا چاہیے۔"

اس کوٹھی کے احاطے میں ایک بڑا سا کنواں تھا۔ وہ باتیں کرتے ہوئے وہاں آئے۔ ایک نے کنویں میں جھانک کر کہا "یہ زیادہ گہرا نہیں ہے۔"

دوسرے نے کہا "اندر جاؤ گے تو گہرائی کا پتا چلے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے جھانکنے والے کی ٹانگیں پکڑ کر الٹا دیا۔ وہ چیختا ہوا اندر چلا گیا۔ تیسرے نے پوچھا "یہ تم نے کیا کیا؟ اسے کنویں میں کیوں گرا دیا؟"

"اس لیے کہ اس کے بعد مجھے اندر جانا ہے۔"

اس سے پہلے کہ کوئی اسے روکتا۔ اس نے کنویں میں چھلانگ لگا دی۔ اعلیٰ بی بی تیسرے کے اندر گئی۔ وہ بولا "اس کنویں میں ضرور کوئی خزانہ چھپا ہوا ہے۔ میں بھی جا کر دیکھتا ہوں۔"

اس نے بھی وہاں چھلانگ لگانے میں دیر نہیں کی۔ آخری حواری رہ گیا۔ اعلیٰ بی بی نے اسے بھی اندر پہنچا دیا۔ ان سے مقابلہ کرنے اور گولیاں چلانے کی زحمت نہیں کی۔ ایک کار ڈرائیو کرتی ہوئی احاطے میں آئی۔ کار سے اتر کر کوٹھی کے اندر پہنچی۔ فرمان ایک کمرے کے بیڈ پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔

دشمنوں نے اپنی دانست میں اسے کوما میں پہنچایا تھا۔ جبکہ اعلیٰ بی بی نے اس پر تنویمی عمل کر کے اسے بالکل ساکت کر دیا تھا۔ وہ اس کے حکم کے بغیر ایک ذرا سی حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ اس طرح دشمن دھوکا کھا گئے کہ وہ کوما میں ہے۔

اس نے بیڈ کے پاس آکر اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "فرمان! میں نے تم پر تنویمی عمل کیا تھا۔ میں حکم دیتی ہوں۔ آنکھیں کھولو اور حرکت میں آجاؤ۔"

اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اسے دیکھ کر مسکرایا پھر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا "تم یہاں آنے سے پہلے میدان صاف کر چکی ہو۔"

"تم بڑی دیر تک بے حس و حرکت پڑے رہے ہو۔ فریج کھول کر دیکھو۔ دودھ یا جوس ہو تو توانائی کے لیے پی لو۔"

وہ بیڈ سے اتر کر جوگنگ کرتا ہوا کچن میں گیا۔ وہاں فریج کھول کر دیکھا۔ اپنی ضرورت کی کوئی چیز نہیں تھی۔ اس نے کہا "باہر چلو کسی اسنیک بار میں کھا پی کر توانائی بحال کی جائے گی۔"

وہ کوٹھی سے باہر آئے پھر کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگے۔

فرنانڈس اپنی کار میں بنت عمارہ کی رہائش گاہ تک پہنچ گیا۔ وہ اسے دیکھ کر بولی "تمہیں وہاں اعلیٰ بی بی کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔ یہاں کیوں آگئے؟"

وہ بولا "اعلیٰ بی بی تمہاری ضرورت ہے اور تم میری ضرورت ہو۔ وہ تمہارے کام نہیں آئے گی تو تم اسے خاک میں ملا دو گی۔ اس نیک کام کے لیے تمہیں میری ضرورت پڑے گی۔ تم میری محتاج بن گئی ہو۔"

"تم یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

اس نے جیب سے چابیاں نکال کر دکھاتے ہوئے پوچھا "ان چابیوں کو پہچانتی ہو۔ یہ تمہاری الماری کی چابیاں ہیں۔ میں اسے کھولنے جا رہا ہوں۔"

"تم میری اجازت کے بغیر اسے کبھی نہیں کھولتے۔ آج کیوں کھولنے جا رہے ہو۔"

"آج تم مجھے روکنے کے قابل نہیں رہیں۔ پہلے میں تمہارے آگے مجبور تھا۔ آج تم مجبور ہو۔ میں وہ ہزاروں سالہ تمام نسخے یہاں سے لے جاؤں گا۔ اب وہ تمہارے کسی کام کے نہیں رہے۔ تم ایک بھی منتر پڑھنے کے قابل نہیں رہی ہو۔"

"فرنانڈس! تم میرے وفادار تھے۔ اس برے وقت میں مجھے دھوکا دے رہے ہو۔ میں تمہیں گاڈ کا واسطہ دیتی ہوں۔ ایسا نہ کرو۔ اس وقت تم ہی میرے سب کچھ ہو۔ آخری بار میرے کام آؤ۔ مجھے اپنی جوانی حاصل کرلینے دو۔"

اسے اپنے اندر اعلیٰ بی بی کی ہنسی سنائی دی۔ وہ بولی "جس پہ تکیہ تھا' وہی پتے ہوا دینے لگے۔ اب مجھے کیسے اپنے قابو میں لاؤ گی؟"

وہ گھبرا کر بولی "فرنانڈس! یہ میرے اندر ہنس رہی ہے۔ میرا مذاق اڑا رہی ہے۔ پلیز میرا ساتھ دو۔"

وہ بولا "آج اسے ہنسنے دو۔ کل وہ بھی تمہاری طرح روئے گی۔"

یہ کہہ کر وہ ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ بنت عمارہ بے بسی سے کہنے لگی "وہ لے جائے گا۔ وہ میرے دادا پڑدادا کے زمانے کے نسخے ہیں۔ وہ ہمارا خاندانی خزانہ ہے۔ اسے لوٹ کر لے جا رہا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "تمہارے اس خزانے کو صرف میں ہی بچا سکتی ہوں لیکن میں ان شیطانی نسخوں کو محفوظ نہیں رہنے دوں گی۔ میں نہیں چاہوں گی کہ تمہارے بعد یہ نسخے دوسرے شیطانوں کے ہاتھ لگ جائیں۔"

فرمان کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی خیال خوانی کے ذریعے اس سے باتیں کر رہی تھی۔ وہ اس رہائش گاہ تک پہنچ گئے۔ وہ کار سے اتر کر پیٹرول کا کین اٹھا کر فرمان کے ساتھ اس رہائش گاہ کے اندر آئی۔ فرنانڈس وہ تمام نسخے ایک بیگ میں رکھ کر بنت عمارہ کے پاس آیا۔ دوسرے دروازے سے اعلیٰ بی بی اور فرمان وہاں پہنچے۔

فرنانڈنس انہیں دیکھتے ہی چونک گیا۔ اس نے فرمان کو دیکھ کر حیرت سے پوچھا "تم۔۔۔؟"

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جسے کوما میں چھوڑ کر آیا ہے۔ وہ اپنے پیروں سے چل کر وہاں چلا آئے گا۔

فرمان نے کہا "تم دونوں کی طرح ہم بھی جادو جانتے ہیں۔ کوما کو آدھی موت کہتے ہیں' میں آدھی موت سے نکل آیا ہوں۔ اب تمہیں موت سے کون بچائے گا۔"

اس نے بیگ کو ایک طرف پھینک کر ریوالور نکال لیا۔ فرمان نے کہا "یہ ریوالور ہاتھی کا دانت ہے۔ دکھانے کے لیے ہے۔ استعمال کرنے کے لیے نہیں ہے۔ گولی چلاؤ۔"

وہ کین کا ڈھکن کھول کر بیگ پر پیٹرول چھڑکنے لگا۔ اس نے ٹریگر دبانا چاہا لیکن ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ بنت عمارہ تڑپ کر بستر سے اٹھتی ہوئی کہہ رہی تھی "ان نسخوں پر پیٹرول کیوں چھڑک رہے ہو؟"

"آج کے بعد یہ شیطانی نسخے کسی کے ہاتھ نہیں لگیں گے۔"

وہ اپنی کمزوری بھول کر ان نسخوں کو بچانے آرہی تھی۔ فرمان نے اسے دھکا دیا۔ وہ دور جا کر گر پڑی۔ ادھر فرنانڈنس نے کئی بار ریوالور کو فرش پر سے اٹھایا لیکن وہ اس کی گرفت میں نہیں رہتا تھا۔ ہاتھ سے چھوٹ جاتا تھا۔

وہ حیرانی اور بے یقینی سے اعلیٰ بی بی کو تکنے لگا۔ وہ بولی "مجھے کیا دیکھ رہے ہو؟ میں تو تمہارے دماغ میں نہیں آسکتی۔"

وہ ہنسنے لگی۔ فرمان نے پوچھا "کیا تم اپنی میڈم سے بھی زیادہ کمزور ہوگئے ہو؟ ایک چھوٹے سے ریوالور کو نہیں پکڑ سکتے؟"

پھر وہ بنت عمارہ سے بولا "تم نے بے شرمی کی انتہا کروی۔ مجھ کو اور اعلیٰ بی بی کو گناہ کرنے پر مجبور کرتی رہیں۔ اب یہ گناہ کے پلندے جل کر خاک ہونے والے ہیں۔ تم تو بڑی زبردست اور ناقابل شکست کہلاتی تھیں۔ آج ان صدیوں پرانے کاغذات کو راکھ ہونے سے نہیں بچا سکو گی۔ اٹھو۔۔۔ اور اپنے تمام جادوئی ہتھکنڈے استعمال کرو۔"

اس نے ماچس کی ڈبیا سے ایک تیلی نکالی۔ اسے سلگایا۔ اس کا ننھا سا شعلہ دیکھتے ہی بنت عمارہ نے تڑپ کر کہا "فرنانڈنس! فوراً اگنی منتر پڑھو۔ یہ آگ بجھ جائے گی۔"

وہ جلدی جلدی منتر پڑھنے لگا لیکن وہ پڑھائی جاری نہ رکھ سکا۔ اعلیٰ بی بی اس کی زبان دانتوں میں لے آئی۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخ پڑا۔

وہ پریشان ہو کر بولی "کیوں چیخ رہے ہو؟ جلدی جلدی پڑھو۔"

پڑھنا تو دور کی بات ہے۔ وہ بولنے کے قابل بھی نہیں رہا تھا۔ فرمان نے جلتی ہوئی تیلی بیگ پر پھینک دی۔ ایک دم سے شعلے بھڑک گئے۔

وہ چیختی چلاتی فرش پر رینگتی ہوئی۔ بیگ کے پاس آکر اس پر دونوں ہاتھ مار کر آگ بجھانے کی حماقت کرنے لگی۔ ان ہزاروں سالہ نسخوں کو بچانے کے لیے اس پر جنون طاری ہوگیا تھا۔ وہ جلنے کی پروا کیے بغیر بیگ سے لپٹ گئی۔ نتیجہ ظاہر تھا۔ آگ پہلے اس کے کپڑوں میں لگی۔ جب وہ سر سے پاؤں تک جلنے لگی۔ تب اسے تکلیف کا احساس ہوا۔ وہ چیخیں مارنے لگی پھر بھی ان نسخوں کو بچانے کا اس قدر جنون تھا کہ وہ آگ میں جلتی جا رہی تھی اور بیگ سے نسخے نکال نکال کر دور پھینکتی جا رہی تھی۔

یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ ان نسخوں نے بھی آگ پکڑلی ہے پھر وہ بے دم ہو کر گر پڑی۔ سر سے پاؤں تک جلتے وقت اب اتنی سکت نہیں رہی تھی کہ وہ چیخیں مار سکے۔

فرنانڈنس کا خیال تھا کہ اعلیٰ بی بی کی توجہ بنت عمارہ کی طرف ہے۔ اس نے فوراً ہی ریوالور کو فرش پر سے اٹھایا لیکن اعلیٰ بی بی کا نشانہ نہ لے سکا۔ ریوالور کا رخ اس کی اپنی طرف ہوگیا۔ اس کی نال کھلے ہوئے منہ کے اندر آگئی۔ اس کے ساتھ ہی ایک فائر کی آواز گونجی "ہائے ری موت! تو مارنے والوں کو بھی مار ڈالتی ہے۔"

اس جادو نگری کے قبرستان میں موت کا سناٹا چھا گیا تھا۔

○☆○

کبریا اور میرا پونا کی طرف جا رہے تھے۔ ایک سکھ نوجوان اور اس کی بیوی ان کے ہم سفر تھے۔ انہیں نیند آرہی تھی۔ کبریا نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں تھپک کر سلا دیا پھر باری باری ان پر مختصر سا تنویمی عمل کیا۔

سکھ نوجوان کا نام دلجیت سنگھ تھا۔ پونا میں اس کا ایک بنگلا اور ایک ریسٹورنٹ تھا۔ کبریا نے دلجیت اور اس کی بیوی امرت کور کے ذہنوں میں' یہ نقش کیا کہ وہ دونوں میرا اور کبریا کو اپنا رشتے دار سمجھتے رہیں گے۔ پولیس انکوائری کے وقت امرت کور کبیریا کی دھرم پتنی اور میرا دل جیت سنگھ کی دھرم پتنی بن جایا کرے گی۔

کبریا وہاں صرف چند گھنٹے رہنا چاہتا تھا۔ پچھلی رات کی نیند پوری کر کے آگے جنوب کی طرف جانے کا ارادہ تھا۔ پونا پہنچنے سے پہلے امرت کور اور دلجیت نیند سے بیدار ہو گئے۔ انہوں نے پورے ہوش و حواس کے ساتھ یہ تسلیم کیا کہ میرا اور کبریا ان کے قریبی رشتے دار ہیں اور پونا پہنچ کر ان کے بنگلے میں قیام کریں گے۔

میں کوچین پہنچنے کے بعد ایک فلائٹ کے ذریعے دہلی آگیا۔ وہاں میں نے ایک چھوٹے سے معمولی ہوٹل میں قیام کیا۔ میک اپ کا مہنگا سامان خرید کر ایک فرانسیسی سیاح کا بہروپ اختیار کیا۔

فرانس کی ایمبیسی والوں کے دماغوں پر قبضہ جما کر اپنے لیے پاسپورٹ اور ویزا تیار کروایا۔ ان کا ایک چپڑاسی یہ تمام کاغذات لے کر انڈین امیگریشن آفس میں گیا۔ اس نے ہندوستان میں میری انٹری کی مہر لگوائی پھر اس چھوٹے سے ہوٹل میں آکر وہ سب کچھ میرے سامنے رکھ کر وہاں سے چلا گیا۔ جب وہ اپنے آفس میں پہنچا تو میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

اس کے بعد میں ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں آگیا۔ میں اس دوران میں ہوم منسٹر کے خیالات بھی پڑھتا رہا۔ میں نے ٹی وی اسکرین پر کبریا کی خیالی تصویر بھی دیکھی تھی۔ اسے بڑی تندہی سے تلاش کیا جا رہا تھا اور یہ کہا جا رہا تھا کہ وہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔

میں اس کا سراغ لگانے کے لیے بے چین تھا۔ ہوم منسٹر کے خیالات نے بتایا کہ کبریا دہلی یا ممبئی میں سے کسی شہر میں ہے۔ مہاراشٹر کے ایک سیاست دان ناگیشور پانڈے سے دشمنی کے باعث یہ بات عام ہوئی تھی کہ وہاں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نوجوان ہے۔ ورنہ اس سے پہلے وزارت خارجہ کے اعلیٰ عہدے دار اس حقیقت کو چھپا رہے تھے کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے انہیں ایک اہم معاملے میں ناکام بنا دیا ہے۔

میں نے ہوم منسٹر کو ناگیشور پانڈے سے باتیں کرنے پر مجبور کیا۔ اس طرح پانڈے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنی فیملی کے ساتھ لنچ میں مصروف تھا۔ وہ سب کبریا کے بارے میں ہی باتیں کر رہے تھے۔

پانڈے کہہ رہا تھا "کبریا نے میرے تین کروڑ روپے وصول کیے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ممبئی میں ہے۔"

اس کی بیٹی سرلا اور بیٹا راہول ہمیشہ کبریا کی حمایت میں بولتے رہتے تھے۔ سرلا کو ٹیلی پیتھی سیکھنے کا بہت شوق تھا۔ وہ اپنے باپ سے ضد کرتی تھی کہ کبریا سے دوستی کی جائے اور وہ اس بات پر بضد تھی کہ کبریا ممبئی میں نہیں دہلی میں ہے۔

اس نے کہا "ڈیڈ! یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ تین کروڑ روپے وصول کرنے کے لیے ممبئی گیا ہو۔ اس نے کسی کو آلہ کار بنا کر وہ رقم وصول کی ہوگی پھر وہ رقم یہاں منگوالی ہوگی۔"

راہول نے سرلا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "یہ ٹیلی پیتھی بڑے غضب کا علم ہے۔ گھر بیٹھے بیٹھے ہزاروں میل دور سے کروڑوں اور اربوں روپے حاصل کیے جاتے ہیں۔ سرلا! تمہیں یہ علم ضرور سیکھنا چاہیے۔"

"کیسے سیکھوں؟ اس سکھانے والے سے ڈیڈی دشمنی کر رہے ہیں۔"

"پانڈے نے ناگواری سے کہا "تم پھر بکواس کر رہی ہو۔ وہ دشمن ہے۔ دشمن ہی رہے گا۔"

"میں اور راہول اسے دوست بنا کر رہیں گے۔ میں لندن میں ٹیلی پیتھی کی کلاسز اٹینڈ کرتی رہی ہوں۔ کبریا سے دوستی ہوگی تو وہ مجھے پوری طرح خیال خوانی کرنا سکھا دے

نیا ایڈیشن
ہزاروں ماہرین طب کی آراء کی روشنی میں مرتب کردہ کتاب
موٹاپا...... چند حقائق
لوگ موٹے کیوں ہو جاتے ہیں
نفیس اشیاء اور موٹاپا
خوراک اور موٹاپا
تطہیری پروگرام
مضر اشیاء
گیارہ بہترین ورزشیں
موٹاپا اور اس کا سدباب
کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ پیشگی منی آرڈر/ ڈرافٹ یا کراسڈ چیک ارسال کریں
مکتبہ نفسیات
فون: 5802552-5805343 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com
پوسٹ بکس 944 کراچی 74200
رابطے کے لیے: C-83 [illegible] کراچی 75500

گا۔"

میں ان سب کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ ان کے ذریعے یہ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ کبریا کس شہر میں ہے؟ میں وزارت خارجہ کے سیکریٹری کے اندر پہنچ گیا۔ پچھلے دنوں کبریا ان سب کو تگنی کا ناچ نچا چکا تھا۔ ان کے دفتر میں کبریا کا پورا ریکارڈ موجود تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق اس ریکارڈ کو شروع سے آخر تک پڑھنے لگا۔

سیکریٹ سروس ڈیپارٹمنٹ کا وہ ریکارڈ غلط نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ پوری طرح تصدیق ہو گئی کہ میں کسی شک و شبے کے بغیر فرہاد علی تیمور ہوں۔ میری ایک بیوی کا نام آمنہ فرہاد ہے اور دوسری کا نام سونیا فرہاد ہے۔ پہلی بیوی سے میرے دو بیٹے ہیں۔ ایک کا نام پارس ہے اور دوسرے کا نام پورس ہے۔

دوسری بیوی سے میری ایک بیٹی اعلیٰ بی بی ہے اور دوسرا بیٹا کبریا علی تیمور ہے۔ یہ دونوں بہن بھائی ایک ہی دن پانچ منٹ کے وقفے سے پیدا ہوئے تھے۔ ان دونوں کی عمر سولہ برس ہے۔ کبریا پچھلے دنوں پاکستان میں تھا۔ آج کل وہ ہندوستان میں ہے۔

ریکارڈ میں یہ بھی درج تھا کہ فرانس میں پیرس کے قریب کئی کلومیٹر کے رقبے پر بابا صاحب کا ادارہ ہے۔ میں اور میری فیملی کے تمام افراد وہاں رہتے ہیں۔ میرے تمام بچوں نے اسی ادارے میں تعلیم و تربیت حاصل کی ہے۔

اس آفیشل ریکارڈ سے مجھے اپنی فیملی کے بارے میں بھی معلوم ہوا اور اپنا مستقل پتا ٹھکانا بھی معلوم ہو گیا۔ اب میں گمشدہ نہیں رہ سکتا تھا۔ ان لوگوں سے کسی وقت بھی رابطہ کر سکتا تھا لیکن پہلے مجھے اپنے بیٹے کی فکر تھی۔ یہاں اسے جگہ جگہ ڈھونڈا جا رہا تھا۔

یہاں کے حکام اس بات سے پریشان تھے کہ کبریا ان کے بہت سے سرکاری اور فوجی راز معلوم کر رہا ہے۔ اگر وہ کہیں نظر آ جاتا تو وہ دشمن اسے گولی مار سکتے تھے۔

وہ جس طرح پولیس اور انتظامیہ کو دھوکے دے رہا تھا اور دہلی سے ممبئی تک انہیں ناچ نچا رہا تھا۔ اس سے یہ ثابت ہو رہا تھا کہ وہ بہت ذہین ہے۔ مجھے خوشی ہو رہی تھی، میں اپنے بیٹے پر فخر کر رہا تھا۔

وہ ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دشمنوں میں گھرا ہوا تھا۔ وہ ہندوستان چھوڑ کر دشمنوں سے دور جا سکتا تھا لیکن مجھے تلاش کرنے کے لیے خطرات سے کھیل رہا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ آخر کس طرح اس کا سراغ لگاؤں؟

اس کی گرفتاری کے لیے شہر میں جگہ جگہ پوسٹر لگائے گئے تھے۔ میں نے ایک پوسٹر کے قریب آ کر اس کی خیالی تصویر کو دیکھا پھر اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ اس طرح میں اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا لیکن وہ ایک خیالی تصویر تھی۔ آنکھیں بالکل کبریا جیسی نہیں تھیں۔ میری خیال خوانی کا پرندہ بھٹکتا رہا۔ میرا بیٹا نہیں ملا۔

میں ہوٹل کے کمرے میں واپس آ گیا۔ وہاں ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ کر ہوم منسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ اپنے میڈیا کے ذریعے کبریا کو مخاطب کرنا چاہیے۔ اس سے کہنا چاہیے کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے ہوم منسٹر سے رابطہ کرے۔ وہ منسٹر اس کے باپ کا پتا جانتا ہے۔ کبریا اس کے دماغ میں آ کر اپنے باپ سے باتیں کر سکے گا۔

میں نے ہوم منسٹر کو اس بات پر آمادہ کیا تو وہ فوراً ہی تمام میڈیا کے عہدے داروں سے رابطے کرنے لگا۔ کبریا اس وقت پونا میں تھا۔ وہ میرا کے ساتھ شام چار بجے تک سوتا رہا پھر بیدار ہو کر غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد میرا سے بولا "سفر کی تیاری کرو۔ ہمیں شاید آگے جانا ہوگا؟"

پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے پروفیسر دینا ناتھ کو مخاطب کیا۔ وہ لکھنؤ پہنچ گیا تھا۔ اس نے پوچھا "پروفیسر! آپ خیریت سے ہیں؟ پولیس والے پریشان تو نہیں کر رہے ہیں؟"

"ان پر تمہاری دہشت طاری ہے۔ کوئی میری طرف نہیں پھٹک رہا ہے۔ تم اپنی سناؤ۔ میرا کیسی ہے؟"

"میرے ساتھ بہت خوش ہے۔ ہم ابھی پونا میں ہیں۔ آگے جانے سے پہلے آپ بتائیں کہ مجھے کس سمت میں جانا چاہیے؟"

"ایک ذرا انتظار کرو۔ میں ابھی بتاتا ہوں۔"

پروفیسر میرے زائچے والا کاغذ کھول کر بیٹھ گیا پھر مختلف علوم کے ذریعے معلومات حاصل کرنے لگا۔ اس کے بعد وہ سوچ میں پڑ گیا۔ کبریا نے پوچھا "کیا ہوا۔۔۔؟"

وہ اپنے حساب کتاب پر نظر ڈالتے ہوئے بولا "تمہارے پاپا اب جنوب کی طرف نہیں ہیں۔ میرے حساب کے مطابق وہ شمال کی طرف ہیں۔"

"آپ نے تو کہا تھا کہ وہ کسی جنوبی علاقے میں ملیں گے۔"

"بے شک۔۔۔ میں نے کہا تھا۔ اس وقت وہ وہیں کسی علاقے میں تھے۔ انہوں نے شاید جگہ بدل دی ہے۔ ہندوستان کے کسی شمالی حصے کی طرف گئے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے، مجھے واپس ممبئی اور دہلی وغیرہ کی طرف جانا ہوگا۔ ویسے یہ ایک طرح سے اچھا ہی ہے۔ شاروا کے بیان کے مطابق پولیس والے مجھے ان جنوبی علاقوں میں ڈھونڈ رہے ہیں۔ شمال کی طرف جاؤں گا تو ان لوگوں سے کسی حد تک نجات ملے گی۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ میرا شاور لینے گئی تھی۔ وہ اپنے سفری بیگ میں سامان رکھنے لگا۔ ایسے ہی وقت اس کا سر چکرا گیا۔ وہ ایک دم سے فرش پر بیٹھ گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے دماغ میں چبھن سی ہو رہی ہے۔ وہ کچھ سوچنا سمجھنا چاہتا ہے لیکن ذہن پر دھند چھا رہی ہے۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو سامنے کا تمام منظر دھندلایا ہوا سا تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

اس کا ذہن باہر کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ وہ باہر نہیں جانا چاہتا تھا۔

باہر کیوں نہیں جانا چاہتا تھا؟

اس کا جواب وہ بھول گیا تھا۔ یہ بھی بھول گیا کہ ابھی میرا کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ شاور لینے گئی تھی۔ باتھ روم سے باہر آنے والی تھی۔

وہ محبوبہ، وہ جانِ حیات یک لخت اس کے دماغ سے گم ہو گئی تھی۔ دماغ کے اندر کچھ نہیں تھا۔ صرف دھند ہی دھند تھی۔

تب وہ یکبارگی دوڑتا ہوا باہر کی طرف جانے لگا۔ ایسے وقت دور کہیں سے ایک نہایت ہی کرخت اور خباثت سے بھری ہوئی نسوانی آواز سنائی دے رہی تھی "جے مہا کالی! کلکتے والی۔ تیرا پچنگ نہ جائے خالی۔ کسی کا ہوگا دیوالہ۔ میری ہوگی دیوالی۔ جے مہا کالی! تیرا پچنگ نہ جائے خالی۔"

وہ بے اختیار بنگلے سے باہر آ گیا تھا اور ایک سمت دوڑتا جا رہا تھا۔ وہ کرخت اور خباثت سے بھری ہوئی آواز جیسے اسے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔

"جے مہا کالی۔۔۔! تیرا پچنگ نہ جائے خالی۔۔۔"

عورتوں کی نفسیات

- عورتوں کی قسمیں
- عورت اور محبت
- عورت اور شادی
- عورت اور دوستی

اور بہت کچھ.....!

ان عورتوں کیلئے جو خود کو سمجھنا چاہتی ہیں اور ان حضرات کیلئے جو عورتوں کو سمجھنا چاہتے ہیں۔

قیمت 25 روپے
ڈاک خرچ 23 روپے

کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ
[illegible]

خط و کتابت کا پتہ
مکتبہ نفسیات
[illegible] 74200
فون: [illegible] فیکس: [illegible]
کتابوں کی قیمتیں اور ڈاک خرچ [illegible] میں کسی بھی وقت تبدیل ہو سکتی ہیں 1-6-2001

kitablat@hotmail.com
kitablat1970@yahoo.com

قصہ حاتم طائی میں کہا گیا تھا کہ کوہِ ندا کی خبر لائی جائے۔

حاتم طائی نے بڑی جستجو کے بعد معلوم کیا تھا کہ ایک مقام پر ایک بلند و بالا پہاڑ ہے۔ اس پہاڑ سے ندا آتی ہے "یا اخی۔۔۔! یا اخی۔۔۔!"

اس آواز کو سننے والا پہاڑ کی طرف کھنچا جاتا ہے۔ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو کر ادھر دوڑتا چلا جاتا ہے۔ نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے پھر کبھی واپس نہیں آتا۔

تب حاتم کو معلوم ہوا کہ کوہِ ندا سے موت پکارتی ہے۔ جس کے دن پورے ہو جاتے ہیں۔ اسے وہ آواز سنائی دیتی ہے۔ اس کا بلاوا آتا ہے اور وہ تمام رشتے داروں اور دوست احباب کو بھول کر موت کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔

کبریا کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہو رہا تھا۔ اس کے کانوں میں کسی چڑیل کی آواز سنائی دے رہی تھی "جے مہا کالی! کلکتے والی۔ تیرا پچنگ نہ جائے خالی۔ کسی کا ہوگا دیوالہ' میری ہوگی دیوالی۔۔۔ جے مہا کالی۔۔۔! تیرا پچنگ نہ جائے خالی۔۔۔!"

وہ شہر کی مختلف سڑکوں پر دوڑتا جا رہا تھا۔ یہ نہیں سمجھ رہا تھا' کیوں دوڑ رہا ہے؟ اور کہاں جا رہا ہے؟

ہوش و حواس میں رہ کر چلنے والوں کی کوئی نہ کوئی منزل ہوتی ہے۔ جو ہوش سے بیگانے ہو جاتے ہیں۔ خود کو بھی نہیں پہچانتے' وہ بھلا کیا جانیں کہ راستہ کیا ہوتا ہے؟ اور منزل کہاں ہوتی ہے؟

وہ دوڑتے دوڑتے ایک جگہ رک گیا۔ سڑک کے کنارے ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا مالک کسی دکان کے اندر گیا ہوا تھا۔ اس نے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر دروازہ بند کیا۔ کار اسٹارٹ کی پھر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا جانے لگا۔

ہماری دنیا میں عجیب و غریب پراسرار علوم ہیں۔ ان علوم کے ذریعے ایسی ایسی وارداتیں ہوتی ہیں کہ ذہن انہیں تسلیم نہیں کرتا۔ اس وقت بھی یہ بات سمجھ میں نہیں آسکتی تھی کہ دادی ماں نے ایک بھیانک عمل سے کبریا کے لیے ایک جگہ مقرر کر دی ہے۔ اب وہ کہیں رکے بغیر اس جگہ پہنچ کر دم لینے والا تھا۔

پتا نہیں وہ کتنی دیر تک اور کتنی دور تک ڈرائیونگ کرنے والا تھا۔ سفر مختصر بھی ہو سکتا تھا اور طویل بھی۔ ویسے ان حالات میں خود فراموشی تھی۔ وہ اپنی میرا کو بھی بھول گیا تھا۔

میرا غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر کمرے میں آئی۔ وہاں کبریا نظر نہیں آیا۔ اس نے آواز دی "کبریا! کہاں ہو تم؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ پورا لباس پہن کر کمرے سے باہر آئی۔ وہ اور کبریا پونا میں ایک سکھ دلجیت سنگھ کے بنگلے میں تھے۔ دلجیت سنگھ کی پتنی باہر لان میں پودوں کو پانی دے رہی تھی۔ اس نے پوچھا "تم نے میرے ہزبینڈ کو دیکھا ہے؟"

اس نے کہا "وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے یہاں سے دوڑتا ہوا گیا ہے۔ میں نے پوچھنا چاہا کہ یوں دوڑتے ہوئے کہاں جا رہے ہو لیکن وہ دور نکل گیا تھا۔"

میرا نے پریشان ہو کر دور تک دیکھا۔ اس کی سمجھ میں آ رہا تھا کہ اچانک دوڑتے ہوئے جانے کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ اس نے یہاں خطرہ محسوس کیا ہوگا۔ شاید پولیس اور انٹیلی جنس کے لوگ یہاں پہنچنے والے ہوں گے۔

اس کے دل نے کہا "وہ ایسے تو نہیں ہیں کہ خطرات کے وقت مجھے تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں۔ وہ جاتے وقت کہہ سکتے تھے کہ ضروری کام سے جا رہے ہیں۔ ابھی واپس آجائیں گے۔"

وہ سوچتی ہوئی خلا میں تکنے لگی۔ ذہن میں یہ بات آ رہی تھی کہ وہ چند سیکنڈ کے لیے دماغ میں آکر اسے تسلی دے سکتا تھا۔ اپنی کوئی مجبوری بتا سکتا تھا پھر وہ خیال خوانی کیوں نہیں کر رہا ہے؟

وہ بری طرح الجھ گئی تھی۔ دل یہ نہیں مان سکتا تھا کہ وہ ہرجائی ہے۔ اسے چھوڑ کر جانا ہوتا تو وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے کہیں بھٹکا کر آرام سے چلا جاتا۔ یوں دوڑتا ہوا وہاں سے نہ جاتا۔ آخر وہ دوڑتا ہوا کیوں گیا ہے؟

اسی وقت دلجیت سنگھ تیزی سے چلتا ہوا لان میں آیا۔ میرا سے بولا "او یے بہنا! تیرے پتی کو کیا ہوا ہے؟ سڑکوں پر دوڑتا جا رہا تھا۔ میں نے اسے آواز دی۔ وہ تو جیسے بہرا ہو گیا تھا۔ میں اسے پکڑنے کے لیے پیچھے پیچھے دوڑنے لگا۔ پتا نہیں روڈ کے کنارے کس کی گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اس میں بیٹھ کر اس کو ڈرائیو کرتا ہوا چلا گیا۔ میں اسے روک نہیں سکا۔"

میرا نے پریشان ہو کر پوچھا "وہ کدھر گئے ہیں؟"

"یہ تو واہ گرو جانتا ہے۔ وہ ہائی وے کی طرف جا رہا تھا۔"

"بھیا! مجھ پر کرپا کرو۔ اپنی گاڑی نکالو۔ ہم انہیں ڈھونڈنے جائیں گے۔ پلیز جلدی کرو۔"

"میری بہنا! میں اپنی گڈی لینے آیا ہوں۔ ہم ابھی چلتے ہیں۔"

وہ اس کے ساتھ کار میں بیٹھ کر پہلے ہائی وے کی طرف

گئی۔ دیر ہو چکی تھی۔ وہ کئی کلو میٹر دور جا چکا تھا۔ وہ دونوں نہیں جانتے تھے کہ وہ ہائی وے کی کس سمت گیا ہے؟ کیونکہ وہاں سے ایک راستہ ممبئی' دوسرا کیرالہ اور تیسرا راستہ حیدر آباد کی طرف جا رہا تھا۔

وہ دونوں شہر کے مختلف علاقوں میں جا کر اسے تلاش کرنے لگے۔ دلجیت نے اس کار کا رنگ اور نمبر یاد رکھا تھا۔ وہ کار بھی کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ میرا کا دل رو رہا تھا پھر آنکھیں بھی رونے لگیں۔ دلجیت نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "صبر کرو۔ وہ واپس آئے گا۔ تم تنہا اور بے سہارا نہیں ہو۔ یہ بھائی تمہارے ساتھ ہے۔"

وہ بے سہارا نہیں تھی۔ اپنے پروفیسر انکل کے پاس لکھنؤ جا سکتی تھی۔ اس کے بیگ میں لاکھوں روپے تھے۔ وہ کسی کی محتاج بھی نہیں تھی۔ وہ دلجیت کے بنگلے میں آئی اور ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر اپنے حالات پر غور کرنے لگی۔ وہاں ٹی وی آن تھا۔ ایک اناؤنسر کہہ رہی تھی "مسٹر کبریا! ہم آپ کو مخاطب کر رہے ہیں۔ مسٹر کبریا! آپ توجہ فرمائیں....."

میرا اسکرین کی طرف دیکھتے ہوئے توجہ سے سننے لگی۔ اناؤنسر کہہ رہی تھی "مسٹر کبریا! آپ کے لیے ایک خوش خبری ہے۔ آپ کے فادر فرہاد علی تیمور نے ہم سے رابطہ کیا ہے۔ آپ کی طرح وہ بھی آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔ آپ ہوم منسٹر کے ذریعے اپنے فادر سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

یہ خوش خبری میرا کے لیے بھی تھی کہ اس کے کبریا کو گمشدہ باپ مل رہا ہے۔ کبریا یہ خبر سنے گا تو ضرور مجھ سے رابطہ کرے گا۔ اس خوشی کے ساتھ یہ دکھ اور پریشانی بھی تھی کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیوں نہیں کر رہا ہے؟

ویسے اس کا پیار اور اعتماد مستحکم تھا۔ وہ اسے ہرجائی نہیں سمجھ رہی تھی اس اندیشے میں مبتلا ہو رہی تھی کہ کوئی دشمن اس پر غالب نہ آگیا ہو۔ وہ کسی ایسی مصیبت میں نہ پھنس گیا ہو کہ خیال خوانی سے بھی محروم ہو گیا ہو۔ اگر ایسا ہوا تو وہ مجھ سے بھی رابطہ نہ کر سکے گا۔

ٹی وی کے ذریعے وقفے وقفے سے کبریا کو مخاطب کیا جا رہا تھا اور کہا جا رہا تھا کہ وہ ٹیلی فون وغیرہ کے ذریعے بھی ہوم منسٹر سے رابطہ کر کے اپنے باپ تک پہنچ سکتا ہے۔ ہوم منسٹر کے ٹیلی فون نمبرز اور ای میل نمبر بتائے جا رہے تھے۔ میرا نے ان نمبروں کو نوٹ کر لیا۔

وہ تھوڑی دیر تک انتظار کرتی رہی کہ کبریا اس سے رابطہ کرے گا تو اس کا مطلب ہو گا کہ وہ خیال خوانی کر رہا ہے اب اس کے دماغ میں بھی آئے گا۔ وہ تقریباً آدھے گھنٹے تک انتظار کرتی رہی پھر اس نے پریشان ہو کر ہوم منسٹر کے فون پر رابطہ کیا۔ اتنے بڑے سرکاری عہدے دار سے رابطہ کرنا آسان نہیں ہوتا۔ جب اس کے سیکریٹری کو معلوم ہوا کہ کبریا کے ساتھ رہنے والی میرا کوئی اطلاع دینا چاہتی ہے تو فوراً ہی ہوم منسٹر سے اس کا رابطہ کرایا گیا۔ اسپیشل برانچ والے رازداری سے معلوم کرنے لگے کہ وہ کہاں سے فون پر بول رہی ہے؟

ہوم منسٹر نے پوچھا "کیا تم پروفیسر دینا ناتھ کی بھتیجی اور کبریا کی ساتھی ہو؟ تمہارا نام میرا ہے؟"

"ہاں۔ میں میرا ہوں۔ پونا سے بول رہی ہوں۔ آپ اپنے سی ایل آئی میں میرا فون نمبر پڑھ چکے ہوں گے۔"

"کبریا کہاں ہے؟ اس کے فادر نے کہا ہے کہ وہ مجھ سے خیال خوانی یا فون کے ذریعے گفتگو کرے گا تو مسٹر فرہاد اس کے دماغ میں پہنچ جائیں گے۔ اس طرح بچھڑے ہوئے باپ بیٹا مل جائیں گے۔"

میرا نے کہا "کبریا اچانک مجھ سے بچھڑ گئے ہیں۔ میں ان کے پاپا سے کہنا چاہتی ہوں کہ پہلے بیٹا انہیں تلاش کر رہا تھا۔ اب وہ بیٹے کو تلاش کریں۔ میں بہت پریشان ہوں۔ یہ سوچ کر دل گھبرا رہا ہے کہ دشمن ان پر غالب نہ آگئے ہوں۔"

"مسٹر فرہاد جب بھی مجھ سے رابطہ کریں گے' میں انہیں تمہارا نام اور پتا بتا دوں گا۔ تم اپنی موجودہ رہائش گاہ کا پتا بتاؤ۔"

میرا نے پونا والے بنگلے کا پتا بتایا۔ دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ اس کے پندرہ منٹ کے بعد ہی دلجیت سنگھ کے بنگلے کو آرمی کے جوانوں نے گھیر لیا۔ دلجیت اور اس کی پتنی امرت کور پریشان ہو گئے۔ میرا نے کہا "آپ دونوں نہ گھبرائیں۔ یہ لوگ مجھے حراست میں لینے آئے ہیں۔"

ایک آرمی افسر نے کہا "تم ٹھیک سمجھ رہی ہو۔ ابھی تو حراست میں رہو گی۔ اگر کبریا کی خفیہ پناہ گاہ کا پتا نہیں بتاؤ گی تو تمہیں بیچ چوراہے پر لا کر گولی مار دی جائے گی۔"

"تو پھر ابھی گولی مار دو۔ مجھے جو کہنا تھا' وہ ہوم منسٹر سے کہہ چکی ہوں۔ وہی تم سے کہوں گی' اس سے زیادہ نہ جانتی ہوں' نہ کچھ کہہ سکوں گی۔"

اسے حراست میں لے لیا گیا۔ کبریا ابھی تک سحرزدہ تھا۔ وہ کار ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ رات کے نو بجے وہ کیرالا پہنچا پھر وہاں سے کار ڈرائیو کرتا ہوا ایک دلدلی علاقے میں پہنچ گیا' کار سے اتر کر ایک شمشان گھاٹ کے بڑے آہنی دروازے کے پاس آیا۔ اس گیٹ کو کھول کر اندر پہنچا۔ دور ایک برگد کے گھنے درخت کے نیچے دادی ماں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے الاؤ روشن تھا۔ ایک بکرا وہاں کٹا پڑا تھا۔ سر اس کے دھڑ سے الگ تھا اور وہ سر الاؤ کے شعلوں کے درمیان رکھا ہوا تھا۔ کبریا نے ایک نہایت خوب صورت جوان عورت کو دیکھا۔ وہی دادی ماں تھی۔ اپنی پوتی کا جوان جسم اور اس کا رنگ روپ حاصل کر چکی تھی۔

وہ اس وقت آنکھیں بند کیے منتروں کا جاپ کر رہی تھی۔ کبریا اسے دیکھتا ہوا الاؤ کے پاس آیا پھر آہستہ آہستہ لپکتے ہوئے شعلوں کے چاروں طرف گھومنے لگا۔ اس آگ کے اطراف تین چکر کاٹنے کے بعد رک گیا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آگئی۔ اس نے اپنی ساڑی کے پلو کو کبریا کی شرٹ کے دامن سے باندھا پھر آگے چلنے لگی۔ وہ پیچھے چلنے لگا۔ وہ دونوں آگ کے چاروں طرف گھومنے لگے۔

ہندوانہ رسم کے مطابق یہ اگنی پھیرے تھے۔ اس طرح بیاہ رچایا جاتا ہے۔ میاں بیوی ساری زندگی کے لیے ایک دوسرے کو باندھ لیتے ہیں۔ وہ بلند آواز سے منتر پڑھتی جا رہی تھی اور کہتی جا رہی تھی "یہ پتی پتنی کے اگنی پھیرے نہیں ہیں۔ یہ آگ شاکسی (گواہ) ہے کہ پاتال کی گہرائیوں سے جاپ کیا ہوا منتر تجھے میرا غلام بنا رہا ہے۔"

اس نے ایک مٹھی میں رکھے ہوئے سفوف میں سے تھوڑا سا سفوف لے کر الاؤ پر پھینکا۔ شعلے اور زیادہ بھڑکنے لگے۔ وہ اور زیادہ بلند آواز میں بولتی ہوئی اس کے ساتھ آگ کے پھیرے لگانے لگی "تو میرا داس ہے۔ ہمیشہ میرا غلام بن کر رہے گا۔ بول رہے گا....."

وہ اس کے پیچھے چلتا ہوا بولا "ہمیشہ تیرا غلام رہوں گا۔"

وہ کچھ منتر پڑھنے کے بعد بولی "تو اپنے ماں باپ اور خون کے تمام رشتوں کو بھول جائے گا۔"

وہ ایک غلام کی طرح پیچھے پیچھے چلتے ہوئے بولا "میں اپنے ماں باپ اور خون کے تمام رشتوں کو بھول جاؤں گا۔"

"مہا کالی ماں اگنی سواہا۔ بول تو اپنی پچھلی تمام زندگی بھول جائے گا اور اسے کبھی یاد نہیں کرنا چاہے گا۔"

اس نے آگ کے پھیرے لیتے ہوئے اس کی باتیں دہرائیں۔ وہ بولی "مہا کالی ماں اگنی سواہا۔ بول تجھے صرف تیری ذہانت اور خیال خوانی یاد رہے گی اور تو میری مرضی کے بغیر خیال خوانی نہیں کرے گا۔"

وہ پھر اس کی باتیں دہرانے لگا۔ یہ بھی ایک طرح کا تنویمی عمل تھا۔ وہ معمول کو بیڈ پر لٹا کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہپناٹائز نہیں کر سکتی تھی۔ وہ دوسرے پراسرار علوم جانتی تھی۔ ایسے ہی ایک پراسرار علم کے ذریعے کبریا کو اپنا معمول اور محکوم بنا رہی تھی۔

آخر میں اس نے آگ کے اطراف ساتواں پھیرا لیتے ہوئے کہا کہ وہ آئندہ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گا۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ اس کے احکامات کی تعمیل کرتا رہے گا۔

سات پھیرے پورے کرنے کے بعد وہ الاؤ سے ذرا فاصلے پر چاروں شانے چت لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ گویا کہ تنویمی نیند سونے لگا۔ دادی ماں نے ایک بڑا سا تھال اٹھایا۔ اس تھال پر ایک بڑے سے کٹورے میں بلی دیے ہوئے بکرے کا خون تھا۔ گیندے کے پھول اور کچے چاول رکھے ہوئے تھے۔

وہ زیر لب کچھ پڑھتی ہوئی کبریا کے چاروں طرف گھومنے لگی۔ کٹورے میں انگلیاں ڈبو کر کبریا پر لہو کے چھینٹے دینے لگی۔ کبھی چاول کے دانے اور کبھی گیندے کے پھول اس پر پھینکنے لگی۔ وہ گہری نیند میں ڈوب چکا تھا۔

○☆○

میں نے ہوم منسٹر کے دماغ میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ مختلف میڈیاز کے ذریعے کبریا کو مخاطب کرے اور اسے یہ بتائے کہ اس کا گمشدہ باپ خود اسے تلاش کر رہا ہے لہٰذا اسے فوراً ہوم منسٹر سے رابطہ کرنا چاہیے۔

وہ ہوم منسٹر میرے حکم کے مطابق عمل کر رہا تھا۔ مختلف میڈیاز کے ذریعے کبریا کو مخاطب کیا جا رہا تھا۔ میں نے ایک گھنٹے تک اس کا انتظار کیا پھر سوچا' وہ کہیں مصروف ہے۔ اس لیے نہ ریڈیو سن رہا ہے اور نہ کوئی ٹی وی چینل دیکھ رہا ہے۔ وہ جب بھی دیکھے گا یا میرے بارے میں سنے گا تو ضرور مجھ سے رابطہ کرے گا۔ مجھے فی الحال دوسرے معاملات میں مصروف رہنا چاہیے۔

مجھے اپنے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو چکا تھا کہ میری پوری فیملی کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔ میری پہلی بیوی آمنہ فرہاد اور دوسری بیوی سونیا فرہاد ہے۔ آمنہ سے میرے دو بیٹے پارس اور پورس ہیں۔ سونیا سے ایک بیٹی اعلیٰ بی بی اور دوسرا بیٹا کبریا ہے۔ یہ بہن بھائی ایک ہی دن میں پانچ منٹ کے وقفے سے پیدا ہوئے تھے اور ان دنوں وہ

سولہ برس کے ہیں۔

انڈین فارن آفس میں میرا اور میری پوری فیملی کا ریکارڈ موجود تھا۔ میں نے وہاں سے بابا صاحب کے ادارے کے کئی فون نمبر معلوم کیے پھر ایک فون کے نمبر پنچ کیے۔ دوسری طرف سے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج خلیل بن مکرم کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

میرا نام سنتے ہی وہ خوشی سے اچھل پڑا "فرہاد صاحب! آپ کی آواز سن کر کتنی خوشی ہورہی ہے۔ یہ بیان نہیں کرسکتا۔ ہمیں یقین تھا کہ آپ کی یادداشت واپس آجائے گی۔"

"میری یادداشت واپس نہیں آئی ہے۔ میں مختلف ذرائع سے اپنے بارے میں معلومات حاصل کررہا ہوں۔"

"پھر تو آپ کو جناب تبریزی سے گفتگو کرنی چاہیے۔ آپ فون بند کرکے میرے دماغ میں آجائیں۔"

میں اس کے اندر آگیا۔ اس نے انٹر کام کے ذریعے جناب تبریزی سے کہا "جناب! اس وقت فرہاد صاحب میرے اندر موجود ہیں۔ آپ سے گفتگو کریں گے۔"

انہوں نے کہا "خوش آمدید فرہاد! آجاؤ۔"

میں ان کے اندر پہنچ گیا۔ انہیں سلام کرنے کے بعد بولا "حضور! محترم! میرا حافظہ اب تک کمزور ہے۔ میری کچھ مدد فرمائیں۔"

"تم اپنی مدد آپ کے طور پر خود ہی اپنی یادداشت واپس لا رہے ہو۔ چند گھنٹوں کے بعد تمہارا حافظہ پہلے کی طرح مستحکم ہوجائے گا۔"

"شکریہ۔ میں ہندوستان میں ہوں۔ کبریا بھی اسی ملک میں کہیں ہے۔ ہم ایک دوسرے کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ یہاں بابا صاحب کے ادارے میں ہم سب کے ریکارڈز ہیں۔ ان میں ہماری تصویریں' متحرک فلمیں اور آڈیو ٹیپ ہیں۔ میں آڈیو ٹیپ کے ذریعے اپنی بیویوں اور بچوں کی آوازیں سننا چاہتا ہوں۔"

"تم سب سے پہلے کبریا کی آواز سن کر اس کے اندر پہنچنا چاہو گے۔ تم اپنے طور پر اس تک پہنچنے کی ناکام کوششیں کررہے ہو۔"

"جی ہاں۔ آپ کے ذریعے کامیابی چاہتا ہوں۔"

"تم اب تک گردش میں تھے۔ اپنی ذہانت اور غیر معمولی صلاحیتوں کے باوجود گردش سے نکل نہیں پائے۔ اب تمہیں نجات حاصل ہورہی ہے۔"

"جناب! آپ روحانی علوم کے ذریعے بہت کچھ جا ہیں۔"

"ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اب کبریا گردش میں ہے۔ جب تم گردش میں آگئے تھے تو سونیا اور تمہارے بچوں نے ہم سے روحانی امداد مانگی تھی لیکن ہم نے معذو ظاہر کی تھی۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولے "بعض اوقات قدر شیطانوں اور منفی خیالات رکھنے والوں کو ڈھیل دیتی ہے انہیں حق پر غالب آنے کا موقع دیتی ہے۔ دنیا والوں کو تماشا دکھاتی ہے کہ غالب آنے والی شیطانی قوتیں دیرپا نہ ہوتیں۔ انہیں اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل نہیں ہو تم کالے جادو کو مات دے کر شیطانی قوتوں کو کمزور بنا کر آزادی حاصل کرچکے ہو۔ تمہارے حالات دیکھنے اور پڑھنے والے سمجھیں گے کہ وہ بھی تمہاری طرح ذہانت اور حوصلوں سے شر پر قابو پاسکتے ہیں۔

ازل سے خیر و شر کے درمیان جنگ جاری ہے۔ اس لیے جناب تبریزی جیسے روحانی علوم رکھنے والے بزرگ خاموشی سے شر کے غالب آنے کا تماشا دیکھتے ہیں۔ شر کا غلبہ عارضی ہوتا ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا "تم اپنی ذہانت اور حوصلوں کے باعث وقت سے پہلے نجات حاصل کرچکے لیکن مکمل نجات حاصل نہیں ہوئی ہے۔ نجات کے لیے چند گھنٹے رہ گئے ہیں۔ فی الوقت تمہیں کبریا کا آڈیو ٹیپ سن کر اس کے پاس نہیں جانا چاہیے۔ اسے حالات کے دھارے میں بہنے دو۔ اپنی طرح اسے بھی اپنی مدد آپ کرنے دو۔ خدا تمہارے ساتھ ہے تو اس کے ساتھ بھی ہے۔ اچھا میری عبادت کا وقت ہورہا ہے خدا حافظ۔"

میں ان کے دماغ سے نکل آیا۔ ان کی دو باتیں اہم تھیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ پر مکمل اعتماد رکھ کر اپنی مدد آپ کرنا چاہیے۔ دوسری بات یہ کہ چند گھنٹوں کے بعد میری یادداشت مکمل طور پر واپس آنے والی تھی اور دادی ماں کا رہا سہا طلسم بالکل ہی ختم ہونے والا تھا۔

انہوں نے فرمایا تھا' کبریا گردش میں آرہا ہے۔ اس کے باوجود مجھے اس کا آڈیو ٹیپ نہیں سننا چاہیے۔ چند گھنٹوں کے بعد میرا حافظہ پہلے کی طرح مضبوط ہونے والا تھا۔ تب میں اس کی آواز اور لہجے کو یاد کرکے اس کے اندر جاسکتا تھا اور اس کے کام آسکتا تھا۔

جناب تبریزی کے اسلامی نظریے کے مطابق ان جیس روحانی علوم رکھنے والوں کو قدرتی معاملات میں مداخلت نہیں

کرنا چاہیے۔ جادو کتنا ہی خطرناک ہو' اسے روحانی عمل سے خاک میں ملایا جاسکتا ہے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق شیطانی قوتوں کو غالب آتا دیکھتے ہیں اور یہ پختہ ایمان رکھتے ہیں کہ ان سے متاثر ہونے والا بندہ اپنے تدبر تدبیر سے اور ایمانی حوصلے سے مخالف قوتوں کو کچل دے گا۔ شیطانی قوتیں جب بالکل ہی جان و مال اور ایمان کی سلامتی کے لیے خطرہ بن جائیں' تب روحانی علوم سے استفادہ کیا جاتا ہے اور ان مخالف قوتوں کو خاک میں ملایا جاتا ہے۔ میں اپنے ذاتی تجربات سے بھی یہی درس حاصل کررہا تھا۔

میں یادداشت واپس آنے تک خاموش نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ میں نے ہوم منسٹر کے خیالات پڑھے تو پتا چلا۔ ایک گھنٹا پہلے میرا نے اس سے رابطہ کیا تھا۔ وہ کبریا کے ساتھ پونا میں تھی۔ کبریا اچانک اس سے بچھڑ گیا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ میں اسے تلاش کروں۔ وہ بہت پریشان تھی۔

ہوم منسٹر نے میری مرضی کے مطابق پونا کے آرمی افسران سے رابطہ کیا۔ میں ان کے دماغوں میں پہنچ گیا۔ دو افسران کے خیالات نے بتایا کہ وہ سپاہیوں کے ساتھ دلجیت کے بنگلے میں گئے تھے پھر انہوں نے میرا کو حراست میں لے کر اسے ممبئی پولیس کے حوالے کردیا تھا۔ وہ لوگ اسے ممبئی لے گئے تھے۔

ایک آرمی افسر نے اس پولیس افسر سے رابطہ کیا' جو میرا کو وہاں سے لے گیا تھا۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ بہت پریشان تھا۔ اپنے اعلیٰ افسران سے رابطے کررہا تھا اور کہہ رہا تھا "سر! میں نہیں جانتا' وہ اچانک کہاں غائب ہوگئی ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی کا جادو ہوسکتا ہے۔ کبریا ہم سب کو غائب دماغ بنا کر اسے ہماری کسٹڈی سے نکال کرلے گیا ہے۔"

یہ بات میرے لیے قابلِ قبول نہیں تھی۔ اگر کبریا خیال خوانی کررہا تھا اور میرا کو ان کی قید سے نکال کرلے گیا تھا تو پھر وہ میرے دماغ میں بھی آسکتا تھا۔ بیٹا صرف محبوبہ کے پاس جائے اور باپ کے پاس نہ آئے۔ یہ بات میں تسلیم نہیں کرسکتا تھا۔

میرا کو پونا سے دو پولیس افسران ممبئی لائے تھے۔ میں نے دوسرے افسر کے دماغ میں جگہ بنائی۔ اس کے خیالات پڑھے تو میرا کے خلاف سازش کا علم ہوا۔ ناگیشور پانڈے ممبئی پہنچا ہوا تھا۔ اس دوسرے افسر نے اسے فون پر بتایا تھا کہ وہ میرا کو پونا سے گرفتار کرکے لانے والا ہے۔

ناگیشور پانڈے نے اس افسر سے کہا "میرا کو میرے رنگ محل میں پہنچا دو۔ میں تمہیں ایک لاکھ روپے دوں گا اور تمہاری ترقی کرادوں گا۔"

وہ دو افسران اور چار سپاہی ایک وین میں میرا کو لے کر ممبئی آئے۔ اس راشی افسر نے اپنے ساتھی جونیئر افسر کو گھر جانے کی چھٹی دی پھر سپاہیوں کو لالچ دے کر میرا کو پانڈے کے رنگ محل میں لے آیا۔

میرا نے ایک خوب صورت رنگ محل کو دیکھا۔ ایک بہت بڑی خواب گاہ کی دیواروں پر عریاں اور جذباتی تصاویر لگی ہوئی تھیں۔ اس نے پریشان ہوکر پوچھا "یہ مجھے کہاں لے آئے ہو؟"

افسر نے کہا "تم کوئی مجرمہ ہوتیں تو تمہیں حوالات میں بند کرتے۔ تم تو خاص سرکاری مہمان ہو۔ ہماری سرکار کبریا سے دشمنی نہیں چاہتی۔ تمہیں یہاں عزت دے کر دوستی کرنا چاہتی ہے۔ اچھا میری ڈیوٹی ختم ہوچکی ہے۔ میں جاتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ اس خواب گاہ کا دروازہ باہر سے بند کرتا گیا۔ میرا دوڑتی ہوئی آکر دروازہ پیٹنے لگی۔ وہاں اور بھی داس اور داسیاں ہوں گی لیکن انہیں دروازہ کھولنے سے منع کردیا گیا۔ وہ تھک ہار کر ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔

تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی سنائی دی۔ اس نے ٹیلی فون کے پاس آکر ریسیور کو اٹھا کر کان سے لگایا۔ خاموش رہی۔ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ کس نے فون کیا ہے۔ دوسری طرف سے جانا پہچانا قہقہہ سنائی دیا۔ اسے یقین نہیں آیا پھر اس کی آواز سنائی دی "کیا خوب اڑتی ہوئی چڑیا ہو۔ یہ بھول گئی تھیں کہ میں پرانا چڑی مار ہوں۔ دیکھ لو؟ تمہیں اپنے دستر خوان پر لے آیا ہوں۔"

وہ نفرت سے بولی "پانڈے! یہ تم ہو؟ کیا تمہاری شامت آئی ہے؟ جانتے ہو' کبریا آئے گا تو تمہارا کیا حشر کرے گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "اسے آنا ہوتا تو وہ تمہیں پونا میں قیدی بننے نہ دیتا۔ تمہیں رہائی دلا کر اپنے ساتھ لے جاتا۔ اس کا دل تم سے بھر گیا ہے۔ اب وہ پلٹ کر نہیں آئے گا۔ میں نے سمجھایا تھا' کسی مسلمان کی گود میں نہ جاؤ۔ میں نے ایک کو قتل کیا تو تم دوسرے کے پاس چلی گئیں۔ کیا مسلمان تمہیں زیادہ خوش کرتے ہیں؟"

"بکواس مت کرو۔ تم میں اور میرے مسلمان عاشق میں یہ فرق ہے کہ وہ مجھے اپنی عزت بنا رہا ہے اور تم پاپی ہو۔ پاپ کرنا چاہتے ہو تمہاری یہ خواہش کبھی پوری نہیں ہوگی۔"

"میں آرہا ہوں۔ وہاں پہنچنے ہی والا ہوں۔ تم نے مجھے

اس کبریا کا سہارا لے کر بہت نقصان پہنچایا ہے۔ میں تمہارے خوب صورت بدن کی دھجیاں اڑانے کے بعد تمہیں طوائفوں کے محلے میں پہنچا دوں گا۔ وہاں دو ٹکے کے لوگ آکر تمہیں دن رات نوچتے کھسوٹتے رہیں گے۔"

وہ ریسیور رکھ کر دروازے کے پاس آئی اور اسے اندر سے بند کردیا۔ ایک پچھلا دروازہ اور دو کھڑکیاں تھیں۔ ان سب کو بھی اندر سے اچھی طرح بند کرکے واپس ٹیلی فون کے پاس آئی۔ ریسیور اٹھا کر ہوم منسٹر کے نمبر پنچ کیے۔

تھوڑی دیر بعد رابطہ ہوا۔ وہ بولی "ناگیشور پانڈے نے اپنے رنگ محل میں مجھے قیدی بنایا ہے۔ یہ کتنے شرم کی بات ہے کہ آپ کے پولیس والوں نے مجھے یہاں پہنچایا ہے۔ آپ سے التجا کرتی ہوں۔ مجھے یہاں سے رہائی دلائیں۔"

وہ بولا "پہلے ٹیلی پیتھی جاننے والا بیٹا ہمارے دیس میں آیا پھر اس کا باپ آگیا۔ اب وہ دونوں ہی غائب ہوگئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ باپ بیٹے کی ملاقات ہوگئی ہے۔ وہ ایک دوسرے کو پاکر اس دیس سے چلے گئے ہیں۔"

میرا نے بڑے اعتماد سے کہا "کبریا کبھی مجھے بے یار و مددگار چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ وہ ابھی رابطہ نہیں کر رہے ہیں۔ ان کی کوئی مجبوری ہوگی۔"

"تم بہت ہی ذلیل عورت ہو۔ اپنے دیس کی دشمن ہو۔ مسلمانوں سے دوستی کرتی ہو اور ہم سے دشمنی۔ دیس کے غداروں کو جو سزا دی جاتی ہے۔ وہی تمہیں بھی ملنی چاہیے۔ ناگیشور پانڈے برسرِ اقتدار پارٹی کا لیڈر ہے۔ وہی تمہیں سزائیں دے گا۔"

دوسری طرف سے فون بند کردیا گیا۔ دروازے پر دستک سنائی دی۔ میرا نے ریسیور رکھ کر دروازے کی طرف دیکھا۔ باہر سے پانڈے کی آواز سنائی دی "دروازہ کھولو۔ تمہارا یار آیا ہے۔"

وہ بولی "کتے کی طرح بھونکتے رہو۔ دروازہ نہیں کھلے گا۔"

وہ دروازے کو دھکے مارنے لگا۔ اپنے حواریوں سے بولا "اسے توڑ دو۔ سب مل کر دھکے مارو۔"

رنگ محل کی کھڑکیاں اور دروازے شیشم کی مضبوط لکڑی سے بنے ہوئے تھے۔ انہیں توڑا نہیں جاسکتا تھا لیکن وہ سب کوششیں کر رہے تھے۔ میرا وہاں کی الماریاں کھول کر کوئی ہتھیار تلاش کرنے لگی۔

کسی بھی الماری میں کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ ایک چھوٹا سا چاقو بھی نہیں ملا۔ اس نے بیڈ کے نیچے، پھر تکیوں کے نیچے دیکھا تو ایک تکیے کے نیچے بھرا ہوا پستول رکھا ہوا تھا۔ اس نے اطمینان کی سانس لی۔ اسے وہاں سے اٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا۔

اب وہ تمام حواری کلہاڑیاں لاکر دروازے کو توڑ رہے تھے۔ ایک کلہاڑی کا پھل دروازے کو توڑتا ہوا ذرا اندر پھر باہر چلا گیا۔ وہاں شگاف پڑگیا۔ آر پار نظر آنے لگا۔ ایک نے اس شگاف سے جھانک کر اندر دیکھا۔ میرا نے گولی چلا دی۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی پھر اس شگاف کے پاس کوئی نہیں آیا۔ پانڈے کی گرج دار آواز سنائی دی "اس کتیا کو کس نے ہتھیار دیا ہے۔ اس کتے افسر کو بلاؤ۔ اس نے اس کی تلاشی کیوں نہیں لی؟ کچھ بھی ہو۔ یہ دروازہ توڑ دو۔"

پھر دروازے پر کلہاڑیاں چلنے لگیں۔ دروازہ تھوڑا تھوڑا کر کے ٹوٹنے لگا۔ وہ میرا کو صاف طور سے دکھائی دینے لگے۔ اس نے دوسری گولی چلائی۔ کلہاڑی چلانے والا چیخ مار کر گر پڑا۔ سب وہاں سے دور چلے گئے۔ اب کوئی بھی دروازے کے سامنے آتا تو بے موت مارا جاتا۔

پانڈے نے گرج کر کہا "تمہارے پاس گولیاں کم ہو گی۔ کب تک فائر کرتی رہو گی۔ اب یہاں سے بھی گولیاں چلائی جائیں گی پھر فائرنگ اس وقت بند ہوگی، جب تمہاری گولیاں ختم ہو جائیں گی۔ اس کے بعد بولو۔ خود کو کیسے بچا گی؟"

"میرے پاس ایک ہی پستول ہے۔ میں اس کی آخری گولی اپنے لیے بچاؤں گی۔ تم میری زندگی میں مجھے ہاتھ نہیں لگا سکو گے۔"

اس خواب گاہ کے باہر پانڈے کے دو حواری مارے گئے تھے۔ تین رہ گئے تھے۔ ایسے وقت میں اس کے دماغ میں آگیا۔ اس نے حواریوں کو حکم دیا اندر فائر کرو۔ مسلسل فائر کرتے رہو۔"

ان میں سے ایک حواری نے اپنے ساتھی کو گولی مار دی پھر اس سے پہلے کہ اسے روکا جاتا۔ اس نے دوسرے حواری کو شوٹ کردیا۔ پانڈے نے غصے سے پوچھا "کیا تم پاگل ہو گئے ہو؟ تم نے اپنے ساتھیوں کو کیوں مار ڈالا؟"

اس نے اپنی گن سے اس کا نشانہ لیا۔ وہ پیچھے ہٹتے ہوئے پھر اِدھر اُدھر بھاگتے ہوئے بولا "اے! گولی چل جائے گی۔ میں تمہارا سینئر ہوں۔ کیا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغ میں گھسا ہوا ہے؟"

وہ نشانہ لیتے ہوئے بولا "پانڈے! اب تیری باری ہے۔"

وہ سہم کر بولا "نہیں نہیں۔ یہ کیا کر رہے ہو؟ میں تمہارا مالک ہوں تمہارا ان داتا ہوں۔ گن پھینک دو۔"

اسی وقت فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ پانڈے کا نشانہ لینے والا چیخ مار کر گر پڑا۔ وہ پولیس افسر وہاں پہنچ گیا تھا، جس نے میرا کو وہاں پہنچایا تھا۔ اس نے کہا "پانڈے صاحب! آپ نے بلایا۔ میں دوڑا چلا آیا لیکن یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ آپ کے پانچ وفادار مارے گئے ہیں اور یہ دروازہ ٹوٹا ہوا ہے۔"

وہ غصے سے بولا "وہ کتیا اندر ہے۔ تم نے اسے یہاں بند کرتے وقت چیک نہیں کیا۔ اس کے پاس پستول ہے۔ وہ ادھر سے گولیاں چلا رہی ہے۔ میں اندر کیسے جاؤں؟"

"اسے پونا میں گرفتار کرتے وقت چیک کیا گیا تھا۔ اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ یہاں آپ اپنا پستول بھول گئے ہوں گے۔"

"بکواس مت کرو۔ کسی بھی طرح اسے کنٹرول کرو۔"

میرا دیکھ رہی تھی کہ اس کے حواریوں نے ایک دوسرے کو ہلاک کیا ہے اس کا دل کہہ رہا تھا، اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا محبوب آگیا ہے۔ میں نے اسے مخاطب کیا بیٹی! میں کبریا نہیں ہوں۔ اس کا باپ ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "پاپا! آپ آئے ہیں۔ آپ میرے پاس آئے ہیں۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔"

"تم حیران کیوں ہو؟ تم میرے بیٹے کی جان ہو۔ میری بہو ہو۔ میرے خاندان کی عزت ہو۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی تمہیں میلی نظروں سے دیکھے۔ دیکھنے والوں کا انجام ابھی دیکھو گی۔ دروازہ کھولو اور باہر جاؤ۔"

وہ مسرتوں سے سرشار ہو رہی تھی۔ دروازے کے پاس آکر بڑے شگاف سے باہر دیکھتی ہوئی بولی "میں باہر آرہی ہوں۔"

افسر نے پوچھا "کیا تم نے ہتھیار پھینک دیا ہے؟"

"ہاں۔ تم بھی پھینک دو۔"

میں افسر کے اندر آگیا۔ اس نے اپنا ریوالور پھینک دیا۔ پانڈے نے کہا "یہ کیا کر رہے ہو؟ اسے اٹھاؤ۔ ورنہ یہ ہم پر گولی چلائے گی۔"

میرا دروازہ کھول کر باہر آگئی۔ وہ فرش پر پڑا ہوا ریوالور اٹھانا چاہتا تھا۔ اس نے کہا "سیدھی طرح کھڑے رہو۔ نہیں تو نرک میں پہنچ جاؤ گے۔"

پھر وہ پانڈے سے بولی "تو کتا ہے۔ کتا ہی رہے گا۔ تیری جوان بیٹی میری عمر کی ہے۔ اس کی جوانی دیکھ کر تیرے منہ میں پانی نہیں آتا۔ تو مجھے طوائفوں کے بازار میں پہنچانا چاہتا تھا۔ اب میں تجھے ننگا کروں گی۔"

پھر وہ افسر سے بولی "تو نے رقم حاصل کرنے اور ترقی پانے کے لالچ میں مجھے یہاں پہنچایا ہے۔ اگر کچھ دیر زندہ رہنا چاہتا ہے تو پانڈے کی ایسی پٹائی کر کہ یہ اپنے لہو میں نہا جائے اور پانڈے! تو اپنا بچاؤ کرنا چاہتا ہے تو اس افسر کی پٹائی کر۔ تم میں سے جو جیتے گا۔ میں اسے ایک گھنٹے تک زندہ رہنے دوں گی۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کو بے بسی سے دیکھنے لگے۔ میرا نے فرش پر سے اس کا ریوالور اٹھا کر کہا "میں انتظار نہیں کروں گی۔ گولی چلا دوں گی۔"

اس نے افسر کے پیروں کے پاس ایک فائر کیا۔ وہ اچھل کر پانڈے کے پاس آیا اور اس کے منہ پر گھونسا جڑ دیا۔ پانڈے کو اپنا بچاؤ کرنا تھا پھر اتنے بڑے لیڈر کی توہین تھی کہ اس کے زیرِ اثر رہنے والا افسر اسے مار رہا تھا۔ لہٰذا دونوں میں ٹھن گئی۔ دونوں صحت مند اور طاقت ور تھے۔ ایک دوسرے پر زبردست حملے کر رہے تھے۔ مار بھی رہے تھے اور مار کھا بھی رہے تھے۔

میں نے میرا سے کہا "تم کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں جاکر آرام کرو۔ میں تمہارے پاس آتا رہوں گا۔ یہاں کے ایک تھانے میں تمہارا سفری بیگ ہے۔ اس میں لاکھوں روپے ہیں۔ وہ بیگ ابھی تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔"

وہ وہاں سے جانے لگی۔ وہ دونوں لڑتے لڑتے رک گئے۔ اس نے پلٹ کر گولی چلائی تو وہ پھر لڑنے لگے۔ اس نے کہا "میں یہاں چھپ کر رہوں گی اگر کسی نے ہاتھ روکا تو اسے گولی مار دوں گی۔"

وہ چلی گئی۔ دونوں لڑ رہے تھے۔ زخمی ہو رہے تھے۔ ہانپ رہے تھے۔ ان کے کپڑے پھٹ گئے تھے۔ میں نے پانڈے کو مجبور کیا۔ وہ پھٹے ہوئے کپڑوں کو اپنے جسم سے الگ کرتا ہوا دوڑتا ہوا رنگ محل سے باہر آگیا۔ وہ افسر بھی اس کے پیچھے دوڑتا ہوا آکر اسے مارنے لگا۔ وہ سڑک پر ایک دوسرے سے لڑتے ہوئے بالکل ننگے ہوگئے۔ میں کبھی اس کے اور کبھی اس کے دماغ میں جاکر انہیں ایسی حرکتیں کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔

اس سڑک پر بھیڑ لگ رہی تھی۔ پولیس والے آگئے تھے۔ وہ ان دونوں کو پہچانتے تھے۔ ان میں سے ایک ان کا بڑا افسر تھا۔ دوسرا برسرِ اقتدار پارٹی کا مشہور و معروف لیڈر تھا۔ انسپکٹر ان دونوں کو لڑائی سے روکنا چاہتا تھا۔ اس بڑے افسر

نے اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر پانڈے کے ایک پیر میں گولی ماری وہ چیختے ہوئے لنگڑانے لگا۔ افسر نے ایک ہوائی فائر کیا۔ تمام لوگ سہم کر دور جانے لگے۔ اس نے ریوالور پانڈے کو دے کر کہا "اب تم میری ٹانگ میں گولی مارو۔ حساب برابر کرو۔"

پانڈے نے ریوالور لے کر حساب برابر کیا۔ ذرا سی دیر میں برسر اقتدار پارٹی کے دوسرے لیڈر اور اہم کارکن وہاں آگئے۔ پولیس اور انتظامیہ کے بڑے افسران بھی وہاں پہنچ گئے۔ اس وقت تک میں نے ان دونوں کے ہاتھوں میں دو دو ریوالور پہنچا دیے تھے۔ وہ تمام آنے والے خوف زدہ تھے۔ کیونکہ جو بھی ان کے قریب جانا چاہتا تھا، وہ ان پر فائر کرنے لگتے تھے۔

پانڈے نے کہا "خبردار! کوئی ہمارے قریب نہ آئے۔ میں نے فرہاد علی تیمور کی بہو کو میلی نظروں سے دیکھا تھا۔ مجھے اس کی سزا مل رہی ہے۔ میں سربازار ننگا ہوگیا ہوں۔ اپنے لہو میں بھیگ رہا ہوں۔ میری ایک ٹانگ میں گولی لگی ہے۔ ابھی اور بھی گولیاں لگیں گی۔۔۔"

اس افسر نے کہا "میں نے فرہاد صاحب کی بہو کو اس کمینے پانڈے کے پاس پہنچایا تھا۔ مجھے اس کی سزا مل رہی ہے۔ میں بھی ننگا ہوچکا ہوں۔ اپنے لہو میں نہا رہا ہوں۔ میرا انجام دیکھو اور ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دشمنی نہ کرو۔"

وہ شاید کچھ اور کہنے والا تھا لیکن پانڈے نے اسے گولی ماری۔ وہ اچھل کر گر پڑا پھر وہاں سے اٹھ نہ سکا۔ بڑے بڑے افسران دور کھڑے اس سے کہہ رہے تھے کہ وہ ریوالور پھینک دے۔ ایک سرکاری عہدے دار بلند آواز سے کہہ رہا تھا "مسٹر فرہاد! آپ پانڈے صاحب کو عبرت ناک سزا دے چکے ہیں۔ اب انہیں معاف کردیں۔ یہ سرِعام ننگے ہو کر ذلیل ہو رہے ہیں۔ بس کریں۔ بہت ہوچکا ہے۔ انہیں معاف کردیں۔"

میں نے ایک افسر کی زبان سے کہا "میں اس کی زبان سے فرہاد بول رہا ہوں۔ تم اونچی کرسیوں پر بیٹھنے والے بے حس اور بے غیرت لوگ اپنے جیسے عیاش کے لیے معافی چاہتے ہو۔ یہ پرائی بہنوں اور بیٹیوں کی عزتوں سے کھیلتا رہا۔ کیا یہ قابلِ معافی ہے؟ اگر ہے تو اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو یہاں چوراہے پر لاؤ اور ان کی آبرو لٹنے کا تماشا دیکھو پھر میں اس کتے کو معاف کردوں گا۔"

ان سب کو چپ لگ گئی۔ دنیا کے کچھ ممالک میں ایسے بے غیرت اعلیٰ عہدے دار ہوتے ہیں۔ جو اپنے جیسے بدکار عہدے داروں کی پردہ پوشی کرتے رہتے ہیں۔ پانڈے نے ریوالور کی نال کو اپنی کنپٹی پر رکھتے ہوئے کہا "ہم جیسے لیڈروں کی خود غرضی، رشوت خوری، قومی خزانے کی لوٹ مار اور عیاشی کے اثرات پوری قوم پر پڑتے ہیں۔ پورے ملک میں ہماری وجہ سے کرپشن پھیلتا ہے۔ ہمیں زندہ رہنے کا حق نہیں ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ٹریگر کو دبایا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ میں نے پھر اسی افسر کی زبان سے کہا "اس کے عبرت ناک انجام کو یاد رکھو۔ میری بہو میرا اس شہر میں موجود ہے۔ اگر کوئی اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا تو اس دشمن کے ساتھ تم سب کی شامت آجائے گی۔ یہ نمونہ جو میں نے پیش کیا ہے۔ اس سے سبق حاصل کرو۔"

میں یہ وارننگ دے کر میرا کے پاس آگیا۔ وہ ایک فائیو اسٹار ہوٹل کے سوئٹ میں تھی۔ اس کا سفری بیگ اس کے لاکھوں روپے کے ساتھ وہاں پہنچ گیا تھا۔ وہاں کی پولیس اور انتظامیہ والے سہم گئے تھے وہ بیگ فوراً ہی اس کے پاس پہنچا دیا تھا اور آئندہ بھی اس کی فرماں برداری اور خدمت گزاری کے لیے مستعد رہنے والے تھے۔

میں نے اپنی بہو کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا کہ کبریا کن حالات میں اس سے بچھڑ گیا ہے؟ پھر میں نے اسے مخاطب کیا "بیٹی! میں نے معلوم کیا ہے۔ وہ اچانک ہی رات ہوا اس بنگلے سے باہر گیا تھا پھر دلجیت سنگھ نے اسے کسی کار میں جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ وہ اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھا۔"

"جی ہاں۔ اگر وہ ہوش میں رہتے تو مجھے بتا کر جاتے کہ کہاں جا رہے ہیں؟ وہ تو سڑکوں پر دوڑتے وقت دلجیت کی آواز بھی نہیں سن رہے تھے۔ شاید آپ اسے نہ مانتے ہوں لیکن میں جادو ٹونے کو مانتی ہوں۔ کسی دشمن نے ان پر جادو کیا ہے۔"

"میں مانتا ہوں۔ مجھ پر بھی جادوئی ہتھکنڈے آزمائے گئے ہیں۔ میرے بیٹے کو سحر زدہ کیا گیا ہے اور میں سمجھ رہا ہوں کہ ایسا کس نے کیا ہے؟ میں ابھی اس سے نمٹ لوں گا۔"

"آپ کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس دشمن کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ کیا اس نے ان کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ختم کردی ہیں؟ کیا اسی لیے وہ خیال خوانی نہیں کر رہے ہیں؟"

"تم اطمینان رکھو۔ میں یہ معلوم کرلوں گا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟ اور اسے کس طرح واپس لاسکتا ہوں؟ یہ میں چند گھنٹوں کے بعد معلوم کرسکوں گا۔"

اس نے تعجب سے پوچھا "آپ بیٹے کے پاس پہنچنے کے لیے اتنی دیر کیوں کریں گے؟"

"تمہیں یہ تو معلوم ہوگا کہ میں کہیں گم ہوگیا تھا؟ دراصل مجھ پر بھی جادو کیا گیا تھا۔ ایک کالے عمل کے ذریعے میرے حافظے کو کمزور بنادیا گیا تھا۔ اب وہ کالا عمل کمزور پڑ رہا ہے۔ چند گھنٹوں میں اس کے اثرات بالکل ختم ہوجائیں گے۔ اس کے بعد ہی میں کبریا سے رابطہ کروں گا۔ میرا خیال ہے، تمہیں یہاں تنہا نہیں رہنا چاہیے۔ اپنے پروفیسر انکل کے پاس جاکر رہنا چاہیے۔ یہاں بظاہر کوئی دشمن نہیں رہا ہے لیکن درپردہ کوئی دشمنی کرسکتا ہے۔"

"میں اس دیس میں جہاں بھی جاؤں گی۔ مجھ سے دشمنی کی جائے گی۔ کبریا پر یہ الزام ہے کہ انہوں نے سرکاری اور فوجی راز چرائے ہیں۔ یہی الزام آپ پر بھی ہوگا اور میں آپ کی بہو ہوں۔ وہ مجھے بھی اس دیس کی دشمن سمجھتے رہیں گے۔ درپردہ میری نگرانی بھی کرتے رہیں گے اور نقصان پہنچانے کی بھی کوشش کرتے رہیں گے۔"

"تم درست کہہ رہی ہو پھر بھی تمہیں یہاں تنہا نہیں رہنا چاہیے۔ پروفیسر انکل جیسے بزرگ کے سائے میں رہنا بہتر ہے۔"

وہ اپنے سر پر آنچل رکھتے ہوئے بولی "پاپا! میں اپنا میکا چھوڑ چکی ہوں۔ مجھے سسرال میں آپ جیسے بزرگ کے ساتھ رہنا چاہیے۔"

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں۔ اگر حالات سازگار ہوتے تو میں ابھی تمہارے پاس پہنچ جاتا یا تمہیں اپنے پاس بلالیتا لیکن یہاں تمہارے ساتھ کوئی بھی مرد ہوگا تو یہ شبہ کیا جائے گا کہ وہ تمہارا شوہر ہے یا سسر ہے کبریا ہے یا فرہاد ہے؟ تم جب بھی میرے قریب آؤ گی میں تمام دشمنوں کی نظروں میں آجاؤں گا۔"

"میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ واقعی مجھے آپ سے دور رہنا چاہیے لیکن میرا دل کہتا ہے کہ وہ ضرور یہاں آئیں گے۔ مجھے انتظار کرنا چاہیے۔ آپ مجھے کل صبح تک یہاں رہنے کی اجازت دیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اپنے اطمینان کے لیے یہاں رہو۔ ویسے بھی جہاں جاؤ گی میں تمہاری نگرانی کرتا رہوں گا۔"

وہ دن گزر چکا تھا۔ رات ہوگئی تھی۔ میں نے کہا "رات کا کھانا کھا کر آرام کرو۔ کبریا کا سراغ ملتے ہی میں تمہیں خوش خبری سناؤں گا۔"

میں نے ایک موبائل نمبر نوٹ کرانے کے بعد کہا "کمرے کا دروازہ اندر سے بند رکھو۔ خطرہ محسوس کرتے ہی مجھے کال کرو۔ میں آجاؤں گا۔"

اسے ہر طرح سے تحفظ کا یقین دلا کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ ایسے وقت میں پہلے سے زیادہ دماغی توانائی محسوس کر رہا تھا۔ اس جزیرے سے آنے کے بعد بھی ذہن پر ایک دھند سی چھائی رہتی تھی۔ جس طرح بینائی کمزور ہونے کے باوجود ہم کسی حد تک دیکھنے کے قابل رہتے ہیں۔ اسی طرح دھند محسوس کرنے کے باوجود میں ذہانت سے کام لیتا رہا تھا۔

اب وہ دھند چھٹ رہی تھی۔ جناب تبریزی کی پیش گوئی کے مطابق پہلے کی طرح ذہن کو توانائی حاصل ہو رہی تھی۔ میں یاد کرنے لگا کہ میرے بیٹے کی صورت کیسی ہے؟ وہ کس طرح بولتا ہے؟ اس کی آواز کیسی ہے؟

میں اسے تصور میں دیکھنے لگا۔ بیٹے کا جانا پہچانا چہرہ دکھائی دینے لگا لیکن چہرہ صاف نظر نہیں آرہا تھا۔ میں نے اعلیٰ بی بی اور سونیا کو یاد کیا۔ ان کی صورتیں بھی اسی طرح دھندلی سی دکھائی دیں۔ دھندلی ہونے کے باوجود وہ پہچانی جارہی تھیں۔ میرا حافظہ رفتہ رفتہ توانائی حاصل کر رہا تھا۔

جناب تبریزی نے فرمایا تھا، چند گھنٹوں کے بعد یادداشت واپس آجائے گی۔ پہلے کی طرح حافظہ مستحکم ہوجائے گا۔ چار چھ گھنٹے ہوں، یا آٹھ دس گھنٹے ہوں، انہیں چند گھنٹے کہا جائے گا۔ بارہ گھنٹوں کے بعد ایک دن یا ایک رات کہلاتی ہے۔ ان کی پیش گوئی کو ابھی سات گھنٹے گزرے تھے۔

اگر ان کے چہرے صاف طور پر نظر آتے۔ ان کی آنکھیں واضح طور پر دکھائی دیتیں تو میں ان آنکھوں میں جھانکتا ہوا ان کے دماغوں میں پہنچ جاتا۔ بہرحال اب زیادہ انتظار نہیں کرنا تھا۔ میں بڑے صبر سے وقت گزار رہا تھا۔

کھانے کا وقت ہوچکا تھا۔ بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ میں ڈائننگ ہال میں کھانے کے لیے جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ میں نے اسے کھولنے سے پہلے پوچھا "کون۔۔۔؟"

باہر سے ایک مترنم آواز سنائی دی۔ وہ فرانسیسی زبان میں بول رہی تھی "معذرت خواہ ہوں۔ آپ کو ڈسٹرب کر رہی ہوں۔ کیا مجھ سے دو باتیں کرنا پسند کریں گے؟ میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گی۔"

میں اس کی آواز سن کر اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا۔ اس کے بارے میں ابتدائی معلومات حاصل کرسکتا تھا لیکن خیال خوانی کے معاملے میں بہت محتاط تھا۔ یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہاں کے جاسوس ہر جگہ مختلف بہروپ میں ہیں۔ طرح طرح کے بھیس بدل کر مجھے تلاش کررہے ہیں۔ ان میں یوگا کے ماہر بھی ہوں گے۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی مجھے پہچان لیں گے۔

وہ فرانسیسی زبان روانی سے بولنے کے باوجود کئی الفاظ صحیح تلفظ کے ساتھ ادا نہیں کرپائی تھی۔ یہ اندازہ ہوا کہ وہ پیدائشی فرانسیسی نہیں ہے یا یہ اس کی مادری زبان نہیں ہے۔

میں نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ ایک خوب صورت بھرپور جوان عورت جینز اور شرٹ پہنے کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا "فرمایئے۔ پرابلم کیا ہے؟"

وہ بولی "میں اپنے ڈیڈی کے ساتھ آئی ہوں۔ انہیں ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ وہ ابھی اسپتال میں ہیں۔ میں یہاں تنہا ہوں۔ میری پرابلم یہ ہے کہ میں اپنی فرانسیسی زبان کے سوا دوسری زبان نہ بول سکتی ہوں نہ سمجھ سکتی ہوں۔ کاؤنٹر گرل نے بتایا کہ سیون زیرو ٹو میں آپ رہتے ہیں اور آپ فرانس سے آئے ہیں۔ آپ میری مدد کرسکیں گے۔"

"مجھے تمہارے کام آکر خوشی ہوگی۔ تم کیا چاہتی ہو؟"

"میں کچھ ضروری چیزیں خریدنا چاہتی ہوں۔ یہاں کے لوگ میری زبان نہیں سمجھتے۔ آپ مجھے کمپنی دیں گے تو میں کسی دشواری کے بغیر شاپنگ کرسکوں گی۔ ورنہ ہوٹل کے کمرے میں بند رہوں گی۔ جب تک ڈیڈی اسپتال سے نہیں آئیں گے۔ میں اس ہوٹل سے باہر نہیں جاسکوں گی۔"

میں نے باہر آکر دروازے کو لاک کرتے ہوئے کہا "میں ابھی باہر نکل رہا تھا۔ تمہارے جیسی حسین لڑکی کو کمپنی دے کر خوشی ہوگی۔ میرا وقت بھی اچھا گزرے گا۔ کم آن۔۔۔"

ہم وہاں سے لفٹ میں آگئے۔ لفٹ کے اندر وہ میرے قریب رہی۔ مرد کو اتنی قربت ملے تو وہ اور قریب ہوکر چپک جاتا ہے لیکن میں نے وہ چند انچ کا فاصلہ برقرار رکھا۔ میرے ریکارڈ میں یہ درج ہے کہ میں حسن پرست ہوں۔ کسی بھی حسین عورت کے ساتھ وقت گزارتا ہوں اور اسے فوراً پھانس لیتا ہوں۔ میں نے اسے پھانسنے کے سلسلے میں پہل نہیں کی۔

میں اس کی رینٹڈ کار میں اس کے برابر بیٹھ گیا۔ وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی بولی "میرا نام فلورا ہے۔ فلورا میک۔ میرے ڈیڈی کا نام میک ڈونلڈ ہے۔"

میں نے کہا "میرا نام جیسن جیرالڈ ہے۔ سیاحت کا شو مجھے یہاں لایا ہے۔ کل آگرہ جاکر تاج محل دیکھوں گا پ واپس چلا جاؤں گا۔"

"اتنی جلدی واپس جاؤ گے؟"

"مجبوری ہے۔ میرے پاس محدود رقم رہ گئی ہے۔ یہاں نہیں رہ سکوں گا۔"

"یہ کوئی پرابلم نہیں ہے۔ اگر تم میرے گائیڈ بن جا ہوٹل کے باہر میرے ساتھ رہا کرو تو میں تمہارے یہاں تمام اخراجات برداشت کروں گی۔ تمہارے ہوٹل کے بل ادا کرتی رہوں گی۔"

میں نے خوش ہوکر کہا "واہ، تم میرا سب سے اہم مسئ حل کررہی ہو۔ میں تمہارا شکر گزار رہوں۔"

"شکر ادا نہ کرو۔ تم میرے کام آؤ گے، میں تمہار کام آتی رہوں گی۔"

ہم ایک شاپنگ سینٹر میں پہنچ گئے۔ ایک جگہ کار روک کر دروازے کھول کر باہر نکلے۔ کچھ فاصلے پر دو شخص کھڑے ہوئے تھے۔ حلیے سے بدمعاش لگتے تھے۔ ایک نے فلورا دیکھ کر کہا "ہائے، کیا مال ہے۔ اس کے پرس میں بھی کافی ہوگا۔ کیا خیال ہے دھرمو؟"

دھرمو نے کہا "اسے دکان میں جانے دو۔ یہ پر کھولے گی تو ہم مال کا اندازہ کریں گے۔"

وہ مجھے بھی غیر ملکی سمجھ رہے تھے۔ اس لیے ہندی بو رہے تھے۔ فلورا نے دکانوں کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "دونوں آوارہ بدمعاش لگتے ہیں۔ مجھے دیکھ کر کچھ کہہ ر تھے۔"

میں نے کہا "میں ہندی زیادہ نہیں سمجھتا پھر بھی اتنا گیا ہوں کہ ان کی نظریں تمہارے پرس پر ہیں۔"

وہ بولی "میں نے سنا ہے۔ فلموں میں بھی دیکھا ہے یہاں چور بدمعاش زیادہ ہیں۔ راہ چلتے لوٹ لیتے ہیں۔"

"صرف انڈیا کو بدنام نہ کرو۔ یورپ کا کون سا ملک کون سا شہر ایسا ہے، جہاں چور بدمعاش نہیں ہیں۔ کسی ملک میں صرف گھوڑے نہیں ہوتے، گدھے بھی ہو ہیں۔"

وہ ایک بوتیک میں آکر اپنے لیے ملبوسات پسند کر لگی۔ مجھ سے کہنے لگی "مجھے ہندوستانی لباس بہت پسند ہے۔ میں نے بہت اچھی ساڑیاں خریدی ہیں۔ آج شلوار خریدوں گی۔"

وہ اپنی پسند سے سوٹ خریدنے لگی پھر دوسری دکانوں میں جاکر ضرورت کی دوسری چیزیں بھی خریدتی رہی۔ مجھے شبہ تھا کہ اس کا تعلق انڈین اسپیشل برانچ سے ہے۔ وہ پیدائشی ہندستانی ہے۔ چونکہ سرخ و سفید ہے۔ اس لیے یورپی عورت لگتی ہے۔ اس نے سراغ رسانی کی ٹریننگ کے دوران رانسیسی زبان سیکھی ہوگی لیکن اس زبان پر اسے عبور حاصل نہیں ہوا تھا وہ تلفظ کی ادائیگی میں غلطیاں کررہی تھی۔

میں دھرمو اور اس کے دو ساتھیوں کے دماغوں میں پہنچ گیا۔ وہ دونوں کسی دوسری بڑی آسامی کی تلاش میں تھے۔ میں نے انہیں فلورا کی طرف مائل کیا۔ انہوں نے طے کیا کہ ان میں سے ایک مجھ پر حملہ کرے گا اور دوسرا فلورا سے پرس چھین کر بھاگ جائے گا۔

شاپنگ کے بعد ہم کار کی طرف واپس آئے۔ اسی وقت ایک نے مجھ پر چھلانگ لگائی۔ میں اس سے مار کھاتا ہوا دور جاکر گر پڑا لیکن خیال خوانی کے ذریعے دھرمو کے اندر موجود رہا۔ وہ صرف پرس چھین کر بھاگنا چاہتا تھا مگر میری مرضی کے مطابق اس نے چاقو کے دستے سے فلورا کے سر پر زوردار ضرب لگائی۔ وہ تربیت یافتہ جاسوسہ تھی۔ مار کھانے کے بعد ہی اس سے لپٹ گئی لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنے داؤ پیچ آزماتی۔ میں نے دھرمو کے ذریعے اس کے سر پر دوسری ضرب لگائی۔ وہ چکرا کر گر پڑی۔

دھرمو پرس لے کر اپنے ساتھی کے ساتھ فرار ہوگیا۔ مجھے چوٹیں نہیں آئی تھیں پھر بھی کراہتا ہوا زمین سے اٹھ کر اس کے پاس آیا۔ اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ بھی تکلیف سے کراہ رہی تھی۔ میں نے اسے سہارا دے کر کار میں بٹھایا۔ کچھ لوگ دوڑتے ہوئے ہمارے پاس آئے تھے۔ میں نے انگریزی زبان میں ان سے کہا "چور پرس لے کر بھاگ گئے ہیں۔ انہیں پکڑو۔ میں اسے میڈیکل ایڈ کے لیے لے جارہا ہوں۔"

میں نے اسے ایک قریبی اسپتال میں پہنچایا۔ وہاں اس کی مرہم پٹی ہونے لگی۔ میں اس دوران میں اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ واقعی وہ انڈین آرمی کی ایک جاسوسہ تھی۔ اس کا نام رادھیکا تھا۔ اسے یوگا میں مہارت حاصل تھی۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتی تھی۔ اگر میں محتاط نہ رہتا اور ہوٹل میں اسے دیکھتے ہی خیالات پڑھنا چاہتا تو وہ آرمی کے جوانوں کو سگنل دیتی وہ فوراً آکر مجھے گرفتار کرلیتے۔

اس کی ٹھوس پلاننگ کے باوجود میں اس کے اندر گھس کر بیٹھ گیا۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ اس پر اس طرح حملہ ہوا تھا کہ وہ مجھ پر شبہ نہیں کرسکتی تھی۔

مرہم پٹی کے بعد وہ چلنے پھرنے کے قابل ہوگئی۔ ہم نے ہوٹل میں پہنچ کر رات کا کھانا کھایا۔ آرمی کے جوان دور ہی دور سے رادھیکا کی نگرانی کررہے تھے۔ جب وہ دونوں بدمعاش پرس چھین کر بھاگنے لگے تو کچھ دور جانے کے بعد انہیں گرفتار کرلیا گیا۔ ان کے بیانات سے پتا چلا کہ وہ پیشہ ور چور اُچکے ہیں۔ آرمی والوں نے ایک سپاہی کے ذریعے وہ پرس رادھیکا تک پہنچادیا۔

کھانے کے بعد ہم اوپر اپنے کمروں کی طرف جانے لگے۔ ایسے وقت میں نے تصور میں سونیا، اعلیٰ بی بی اور کبریا کو صاف طور سے دیکھا۔ ان کی آوازیں اور لہجے بھی یاد آگئے۔ اب میں رادھیکا سے جلد از جلد پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ وہ خود ہی اپنے کمرے کے دروازے پر پہنچ کر بولی "میں کمزوری محسوس کررہی ہوں۔ اب جاکر سوجاؤں گی۔ اوکے گڈ نائٹ!"

وہ اپنے کمرے میں گئی۔ میں اپنے کمرے میں آگیا۔ اس نے کمرے پہنچتے ہی فون کے ذریعے اپنے سینئر افسر سے رابطہ کیا۔ میرے ساتھ وقت گزارنے کے سلسلے میں رپورٹ دی پھر کہا "یہ فرہاد نہیں ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ اس نے میری ذات میں دلچسپی نہیں لی۔ دوسری بات یہ کہ کنگال ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی کسی کے محتاج نہیں ہوتے۔ وہ میرا محتاج ہوگیا ہے پھر یہ کہ بہت ہی بزدل ہے۔ ایک چور سے مار کھاکر گر پڑا تھا۔"

وہ میری اتنی خامیاں گنوا رہی تھی، جو کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے میں نہیں ہوسکتی تھیں پھر اس نے کہا "یہ فرہاد نہیں ہے۔ میں اپنی ڈیوٹی کے مطابق کبریا کو تلاش کررہی تھی۔ مجھے خوامخواہ ممبئی سے بلایا گیا ہے۔ یہ کسی شک و شبے کے بغیر جیسن جیرالڈ ہے۔ میں یہاں وقت ضائع نہیں کروں گی۔ ممبئی جانے والی فلائٹ میں میری ایک سیٹ ریزرو کرا دیں۔"

میں اس کی طرف سے مطمئن ہوگیا۔ وہ اور اس کے آرمی جوان میرا پیچھا چھوڑنے والے تھے۔ میں نے ایک جگہ آرام سے بیٹھ کر آنکھیں بند کیں۔ اپنے بیٹے کبریا کا تصور کیا۔ اب وہ مجھے صاف طور پر دکھائی دے رہا تھا پھر میں نے اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لیا اور خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس کے اندر پہنچا۔ اسی لمحے اس نے سانس روک لی۔ میری سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔

یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ اس نے ایسا کیوں کیا ہے؟ میں نے پھر اس کے اندر پہنچنا چاہا۔ اس نے پھر سانس روک کر مجھے بھگا دیا۔

"اوہ خدایا! کسی نے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔"

"کس نے کیا ہے۔؟"

اسی خبیث عورت کی طرف دھیان گیا، جو پوجا کی دادی ماں تھی۔

لیکن وہ تو مر چکی تھی۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے اس کے جسم کو جلایا تھا۔ اس سے پہلے اسے سمندر میں اسے ڈبویا تھا۔ وہ ڈوبنے کے بعد بھی وہاں سے ابھر کر زندہ واپس آ گئی تھی۔ آخری بار اسے جلا کر توجہ سے دیکھتا رہا تھا۔ اس کی بوڑھی کھال جل رہی تھی۔ بدن کی چربی پگھل رہی تھی۔ وہ جل کر راکھ ہو گئی تھی۔

اس کے بعد یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ وہ راکھ دوبارہ مجسم ہو جائے گی۔ ایسا ممکن نہیں تھا۔ دادی ماں جلنے کے بعد زندگی حاصل نہیں کر سکتی تھی۔ میں نے دوسرے پہلو سے سوچا "کیا پوجا، مجھ سے انتقام لے رہی ہے؟ کیا اس نے کسی دوسرے کالا جادو کرنے والے کی خدمات حاصل کی ہیں؟"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پوجا کے اندر پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ میری سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ یہ میرے لیے نئی بات تھی۔ پوجا کو یوگا میں مہارت حاصل نہیں تھی پھر وہ کس طرح سانس روک رہی تھی؟

میں نے پھر ایک بار کوشش کی۔ اس کے اندر پہنچتے ہی کہا "پوجا! میری ایک بات سنو۔ سانس نہ روکو۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں پھر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اب تو یہی سمجھ میں آ رہا تھا کہ پوجا نے کسی عامل کے ذریعے اپنے دماغ کو لاک کرایا ہے۔ اس کے بعد کسی جادوگر کے ذریعے کبریا کو اپنے شکنجے میں کس لیا ہے اور اس کے دماغ کو بھی لاک کرا دیا ہے۔

وہ اپنے جزیرے کی سلامتی چاہتی تھی۔ ہمیشہ اس کی ملکہ بن کر رہنا چاہتی تھی۔ اس نے مجھ سے مایوس ہو کر کبریا کو ٹریپ کیا ہے۔ اب اس کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے جزیرے کی حفاظت کرنا چاہتی ہو گی۔

اس کی یہ تدبیر خوب تھی۔ وہ اس تدبیر پر عمل کر کے کامیاب ہو رہی تھی۔ آئندہ بھی کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے اسے جزیرے میں رہنا ہو گا۔ ہو سکتا تھا، وہ اس وقت بھی جزیرے میں ہو۔

اگر اس نے میرے بیٹے کو جزیرے میں بلایا ہو تو کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ میں اس جزیرے میں دوبارہ پہنچ کر موت کے گھاٹ اتار کر کبریا کو واپس لا سکتا تھا اور اس کے لیے یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے؟

میں وہاں کے سیکیورٹی افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ افسر نے پچیس نئے جنگ جو اور تجربے کار افراد کو جزیرے کی حفاظت کے لیے بلایا۔ بیس سیکورٹی گارڈز پہلے سے موجود لیکن وہاں پوجا نہیں تھی۔

سیکیورٹی افسر کی سوچ نے کہا، جس روز میں جزیرے کو چھوڑ کر گیا تھا، اس دن سے پوجا بالکل بدل ہے۔ اس نے محل کے اندر اپنے وسیع و عریض بیڈ روم کو جادو گھر بنا رکھا ہے۔ کالا جادو کرنے کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، وہ تمام چیزیں منگوا کر رکھی گئی ہیں۔ وہ کمرے میں کبھی دھیمی آواز سے اور کبھی بلند آواز سے پڑھتی رہتی ہے۔ آدھی رات کے بعد وہاں سے عجیب [illegible] سی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ محل کی تمام داسیوں اور ملازموں کو تاکید کی ہے کہ بیڈ روم سے جیسی بھی آوازیں سنائی دیں وہاں کوئی نہ آئے۔ نہ دروازے پر دستک دے۔ نہ کبھی [illegible] کے ذریعے ڈسٹرب کیا جائے۔

میں سیکیورٹی افسر کے یہ خیالات پڑھ کر حیران رہ گیا۔ یقین نہیں آرہا تھا کہ پوجا بھی کالا جادو جانتی ہے۔ اس کی پرسنل سیکریٹری ٹینا اس کی رازدار سہیلی تھی۔ اس نے ڈائری میں کہیں نہیں لکھا تھا کہ وہ کالا جادو جانتی ہے۔ میں ان دنوں اس کے دماغ میں جاتا تھا۔ اس کے خیالات پڑھتا اس کے چور خیالات نے بھی یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ پراسرار ہے اور پراسرار علوم جانتی ہے۔

اب معلوم ہو رہا تھا کہ ایک رات اس نے بکرا منگوا کر اپنے بیڈ روم میں اس کی بلی دی تھی۔ رات بھر منتر جاپ کرتی رہی تھی پھر دوسری صبح جزیرے سے چلی گئی۔ اس نے جاتے وقت سیکیورٹی افسر سے کہا تھا "جب تک وہ زندہ ہے، تب تک میں یہاں نہیں آؤں گی۔ تم اس جزیرے کے نگران اعلیٰ بن کر اس کی حفاظت کرو گے۔ [illegible] یہاں قدم رکھنے نہیں دو گے۔ میں یہاں سے دور رہ کر دشمنوں سے لڑتی رہوں گی اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہاری مدد کرتی رہوں گی۔ تم سے برابر رابطہ رکھوں گی۔"

سیکیورٹی افسر کے خیالات کے مطابق وہ اتنا کہہ کر جزیرے سے دور کہیں گئی۔ اس دوپہر کو کبریا پر سحر طاری ہوا تھا اور وہ میرا کو چھوڑ کر جنونی انداز میں دوڑتا ہوا کہیں چلا گیا تھا۔ ان تمام حالات کے پیش نظر یہ کہا جا سکتا تھا کہ پوجا نے جزیرے سے دور ہندوستان کے کسی علاقے میں کہیں خفیہ پناہ گاہ بنائی ہے۔ وہاں اس نے کبریا کو بلا کر اس طرح اسے قابو میں کیا ہے، جس طرح مجھے کیا تھا۔ فرق یہ ہے کہ میں قابو میں آنے کے باوجود جسمانی اور دماغی طور پر آزاد تھا لیکن کبریا ذہنی طور پر غلام بن گیا تھا۔

اچانک میرے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا، کیا پوجا کی دادی ماں آتما شکتی رکھتی تھی؟ میری زندگی کے پچھلے باب میں ایسے جادوگر آئے تھے، جو آتما شکتی رکھتے تھے۔ ان کی آتما موجود جسم کو چھوڑ کر کسی نئے صحت مند جسم میں داخل ہو جاتی تھی اور نئی شخصیت اختیار کر لیتی تھی۔

یہ خیال آتے ہی مجھے یاد آیا۔ جب میں دادی ماں کو ایک درخت سے باندھ کر پیٹرول چھڑکنے کے بعد جلا رہا تھا اور وہ جلتے ہوئے چیخیں مار رہی تھی۔ تب پوجا روتے روتے چکرا کر گر پڑی تھی پھر گرتے ہی یوں ساکت ہو گئی تھی جیسے اس کا دم نکل گیا ہو۔ مجھے وہ مردہ دکھائی دی تھی۔ اس وقت میں نے اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی تھی۔

میری توجہ دادی ماں کی طرف تھی۔ اس کے جسم کی کھال جل رہی تھی۔ ایسے ہی وقت وہ ایک دم سے ساکت ہو گئی تھی۔ اس کے دیدے پھیل گئے تھے۔ اس کی جان نکلتے ہی پوجا اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ جبکہ وہ بالکل مردہ ہو گئی تھی۔ اب آتما شکتی والی بات ذہن میں مستحکم ہو رہی تھی کہ دادی ماں نے چالبازی دکھائی ہے۔ اس کے بوڑھے جسم سے آتما نکلتے ہی اپنی پوتی پوجا کے مردہ جسم میں داخل ہو گئی ہو گی اور اب جو پوجا ہے، وہ دراصل پوجا نہیں ہے۔ دادی ماں ہے۔ پوتی مر چکی ہے۔ دادی اب تک زندہ ہے۔

مجھے تسلیم کرنا پڑا کہ وہ بوڑھی مجھ سے زبردست انتقام لے رہی تھی اور کبریا کی خیال خوانی کے ذریعے جزیرے کی حفاظت بھی کرتی رہنے والی تھی۔ میں نے سیکیورٹی افسر کے مزید خیالات پڑھے۔ دادی ماں اب تک فون کے ذریعے اس افسر سے رابطہ کر رہی تھی۔ ابھی ایک گھنٹا پہلے اس سے کہا تھا "تم جزیرے کی سلامتی کے لیے فوجی انداز کی تیاریاں کر رہے ہو۔ میں نے پھر ایک بار ٹیلی پیتھی کا ہتھیار تیار کیا ہے۔ کل صبح سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تم سب کے دماغوں میں آیا کرے گا۔ تم لوگ اس کے احکامات کی تعمیل کیا کرو گے۔"

سیکیورٹی افسر نے کہا "آپ فرہاد کی دشمنی کے باعث یہاں نہیں آ رہی ہیں۔ ایسا کب تک ہو گا۔ آپ ہماری مالکن ہیں۔ آپ کو اس محل میں آ کر رہنا چاہیے۔"

"میں اپنے موجودہ معاملات سے نمٹنے کے بعد فرہاد کے پیچھے پڑ جاؤں گی۔ اسے کہیں سکون سے رہنے نہیں دوں گا۔ اسے کسی نہ کسی طرح خاک میں ملا کر ہی رہوں گی۔"

اسے مجھ سے خطرہ تھا۔ سہمی ہوئی تھی کہ میں اپنے بیٹے کو کسی دن اس سے چھین کر لے جاؤں گا پھر اس جزیرے کی سلامتی کے لیے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں رہے گا۔ وہ کبریا کو کسی طرح بھی کھونا نہیں چاہتی تھی۔ اسے اپنے شکنجے میں رکھنے کی خاطر مجھے ہمیشہ کے لیے راستے سے ہٹانا ضروری تھا اور وہ اس سلسلے میں کچھ کر رہی ہو گی۔

میں سیکیورٹی افسر کے خیالات پڑھ کر واپس آ گیا۔ میرا کو مخاطب کیا وہ کبریا کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "ہمارے روحانی پیشوا جناب تبریزی نے پیش گوئی کی تھی کہ کبریا گردش میں ہے۔ یہ پیش گوئی درست ثابت ہو رہی ہے۔ خطرناک کالا علم رکھنے والی ایک خبیث عورت نے کبریا کو سحر زدہ رکھا ہے۔ وہ میری خیال خوانی کی لہروں کو اپنے دماغ سے نکال رہا ہے۔ مجھے پہچاننے سے انکار کر رہا ہے۔ وہ بری طرح اس خبیث عورت کے شکنجے میں ہے۔ اسے نجات دلانے میں پتا نہیں کتنا عرصہ لگے گا۔"

اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ بولی "کیا آپ اپنے بیٹے کے پاس نہیں جا سکتے؟ کیا اس کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں کر سکتے؟"

"مجھے کبریا کے اور اس چڑیل کے دماغوں میں جگہ نہیں مل رہی ہے۔ جب تک ان کے خیالات نہیں پڑھوں گا، یہ معلوم نہیں کر سکوں گا کہ وہ دونوں کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ بیٹی! تمہیں صبر کرنا ہو گا۔"

"کیسے صبر کروں پاپا! وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو کر گئے ہیں۔ پتا نہیں، وہ چڑیل ان کے ساتھ کیا سلوک کر رہی ہو گی۔"

"یہ اطمینان رکھو۔ اس کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کرے گی۔ وہ کبریا سے بہت سے فائدے اٹھانے والی ہے۔ اسے سر کا تاج بنا کر رکھے گی لیکن ہمارے لیے یہ بات ناقابل قبول ہے کہ وہ ایک چڑیل کے شکنجے میں رہے۔ میں اسے جلد سے جلد نجات دلانے کی کوشش کروں گا۔ تم کل کسی فلائٹ سے اپنے انکل پروفیسر کے پاس چلی جاؤ۔ میں ابھی تمہارے لیے سیٹ ریزرو کراتا ہوں۔"

میں نے ایک ائرویز کمپنی کے انچارج سے رابطہ کیا۔ ڈومیسٹک فلائٹ میں سیٹ خالی نہیں تھی لیکن اس نے

میرے زیر اثر رہ کر میرا کے نام ایک سیٹ ریزرو کر دی۔ میں نے میرا کو پیار سے سمجھایا۔ تسلیاں دیں کہ میں روز اس سے رابطہ کرتا رہوں گا اور جلد ہی کبریا کی بازیابی کی خوش خبری سناؤں گا۔

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ کبریا اور دادی ماں تک پہنچنے کا کوئی راستہ نکالنا تھا۔ وہ میرے خوف سے جزیرے میں آنے والی نہیں تھی۔ آئندہ کبریا کے ذریعے سیکیورٹی افسر سے رابطہ رکھنے والی تھی۔ اس طرح میں اس افسر کے دماغ میں رہ کر اپنے بیٹے کی باتیں سن سکتا تھا۔ دادی ماں کے تمام منصوبے معلوم کر سکتا تھا۔ کبھی اتفاق سے کبریا کے دماغ میں جگہ بنانے کا موقع مل سکتا تھا۔

میں طریقہ کار کے متعلق سوچنے لگا کہ آئندہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ پھر میں نے اپنی بیٹی اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو سنتے ہی خوشی سے اچھل پڑی۔

چیختی ہوئی بولی "پاپا! یہ آپ ہیں؟ مائی گاڈ! میں تو خوشی سے پاگل ہو جاؤں گی۔ آپ نے سب سے پہلے مجھے یاد کیا ہے نا؟ آپ اس وقت کہاں ہیں؟ پاپا۔۔۔!"

وہ خوشی کے مارے سوالات کرتی جا رہی تھی۔ جواب سننا ضروری نہیں تھا۔ اس کے لیے یہی بہت تھا کہ میں واپس آگیا ہوں۔ میں نے کہا "میں گم ہو گیا تھا۔ خود کو پہچاننے کے قابل نہیں رہا تھا۔ کالے جادو کے زیر اثر آگیا تھا۔"

وہ بولی "خدا کا شکر ہے کہ آپ جادو کے اثر سے نکل آئے۔"

"میں تو نکل آیا ہوں لیکن کبریا پھنس گیا ہے۔"

وہ چونک کر بولی "کیا؟ وہ پھنس گیا ہے؟ کہاں؟"

میں ابھی بتاتا ہوں ذرا الپا کے پاس چلو۔"

وہ بولی "پاپا! یہ میرے ساتھی فرمان ہیں۔ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ انہوں نے برے وقت میں میرا بہت ساتھ دیا ہے۔"

فرمان نے مجھے سلام کیا۔ میں نے کہا "میری بیٹی تمہیں پسند کرتی ہے۔ لہٰذا میں بھی تمہیں پسند کرتا ہوں۔ تم سے بعد میں تفصیلی گفتگو ہوگی۔"

وہ بولی "میرے ساتھ فرمان بھی الپا کے پاس جائیں گے۔ آپ کو اعتراض تو نہیں ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ میں چاہوں گا کہ یہ جوان ہماری مہم میں ہمارے ساتھ رہے اور اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتا رہے۔"

ہم سب الپا کے اندر آئے۔ اعلیٰ بی بی نے اس سے کہا "سسٹر! میں فرمان کے ساتھ آئی ہوں۔ ذرا بوجھو تو ہمارے ساتھ اور کون صاحب ہیں؟"

الپا نے مسکرا کر کہا "کبریا ہے۔"

"غلط۔ تم بوجھ نہیں سکو گی۔"

وہ ایک دم سے اداس ہو کر بولی "میرا دل تو کرتا ہمارے پاپا ابھی یہاں آجائیں لیکن ہماری بدنصیبی ہم مایوس کرتی ہے۔"

میں نے کہا "بیٹی! مایوسی ختم کرو۔ میں تمہارے پا ہوں۔"

وہ ایک دم سے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ خوش ہو کر "یہ ہمارے پاپا کی آواز ہے۔ پاپا! پاپا! آپ واقعی آ ہیں۔"

"ہاں۔ خدا کا شکر ہے۔ میں خود کو اور تم سب کو پہچان لگا ہوں لیکن ہماری پریشانیاں ابھی ختم نہیں ہوئی ہیں۔ کبریا گم ہو گیا ہے۔ اب وہ اپنے آپ کو اور ہم سب کو بھ گیا ہے۔ میں نے اس سے رابطہ کرنا چاہا مگر اس نے سا روک کر مجھے واپس آنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے دماغ کو لا کر دیا گیا ہے۔"

میں انہیں اپنے کبریا اور دادی ماں کے بارے میں تما واقعات تفصیل سے بتانے لگا۔ وہ تینوں توجہ سے سن رہ تھے پھر الپا نے کہا "یہ دادی ماں خطرناک بھی ہے اور چالا بھی۔ آپ اس کے شکنجے سے نکل گئے۔ وہ ٹیلی پیتھی ہتھیار سے انڈین آرمی کو دور رکھنا چاہتی ہے۔ اس لیے ا کبریا کو اپنا معمول بنا لیا ہے۔"

فرمان نے کہا "وہ خبیث بڑھیا کبریا کی خیال خوانی ذریعے جزیرے کے معاملات کنٹرول کرتی رہے گی۔ ہمیں جزیرے کے اہم افراد کے دماغوں میں پہنچنا چاہیے۔ ہم کے اندر رہ کر اس بڑھیا کی کوئی کمزوری معلوم کر سکیں گے۔"

میں نے اس سے کہا "شاباش، تم ہمارے ڈھنگ سوچتے ہو۔ میں یہی کہنے آیا ہوں کہ تم سب کو جزیرے سیکیورٹی افسر اور دوسرے اہم افراد کے دماغوں میں خامو سے رہنا چاہیے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "آپ ہمیں وہاں پہنچا دیں پھر ہم خو ہی وہاں دور تک جگہ بناتے رہیں گے۔"

وہ تینوں میرے اندر آئے۔ میں نے انہیں سیکیو افسر کے دماغ میں پہنچا دیا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "میں اپنی بہا کے پاس جاؤں گی۔"

میں ان سب کو میرا کے دماغ میں لے آیا۔ ان تعارف کرانے لگا "میرا! ان سب سے ملو۔ یہ الپا ہے، بی بی ہے اور یہ فرمان۔ تم ان سب کی بھابی ہو۔"

وہ خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھی۔ ایک ایک سے محبت اور عقیدت کا اظہار کر رہی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "پاپا! میرا کو اب اس ملک میں نہیں رہنا چاہیے۔ ہم اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچائیں گے۔"

میں نے کہا "یہ اسلام قبول کرے گی۔ تب ہی بابا صاحب کے ادارے میں اسے جگہ ملے گی۔"

میرا نے کہا "میں کبریا سے ملتے ہی دل سے اسلام قبول کر چکی ہوں۔"

الپا نے کہا "کبریا کی واپسی تک تم اس ادارے میں رہ کر بہترین تربیت حاصل کرتی رہو گی۔ کوئی ہنر بھی سیکھ سکو گی۔"

میرا نے کہا "میں نے علم نجوم حاصل کیا ہے۔ وہاں اور زیادہ مہارت کرنا چاہوں گی۔"

میں نے اور اعلیٰ بی بی نے جناب تبریزی سے میرا کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا "اسے یہاں بھیج دو۔ ہم اسے محبتیں دیں گے۔"

الپا نے اعلیٰ بی بی اور فرمان سے کہا "تم دونوں کبریا کے معاملے میں مصروف رہو۔ میں میرا کے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار کراؤں گی اور کل صبح تک اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دوں گی۔"

الپا، میرا کے معاملے میں مصروف ہو گئی۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا "آپ نے مما سے رابطہ کیا ہے؟"

"نہیں۔ ابھی جا رہا ہوں۔"

"وہ آپ کی تلاش میں بھٹک رہی ہیں۔ ان دنوں الاسکا میں ہیں۔ آپ انہیں واپس لے آئیں۔"

میں نے بڑے پیار سے تصور میں سونیا کو دیکھا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔

* * *

سونیا الاسکا میں تھی۔ ایک فیملی کے ساتھ ہولی کراس نامی ٹاؤن کی طرف جا رہی تھی۔ ان سب نے تھوڑی دیر کے لیے ایک گیسٹ ہاؤس میں قیام کیا تھا۔ وہاں سے آگے ایک اجاڑ بستی تھی، جس کا نام ہچکاک تھا۔ اس بستی کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ آسیب زدہ ہے۔ رات کی تاریکی میں وہاں سے گزرنے والا کہیں غائب ہو جاتا ہے پھر کبھی دکھائی نہیں دیتا۔

ڈاکٹر ریگھم اس گیسٹ ہاؤس میں تھا۔ اس نے کہا "یہ سب افواہیں ہیں۔ جاہلانہ بکواس ہے۔ میں وہاں برسوں سے رہتا ہوں۔ آپ لوگ میرے ساتھ چلیں۔ رات کا کھانا میرے ساتھ کھائیں پھر آگے چلے جائیں۔"

وہ سب اس ڈاکٹر کے ساتھ اس بستی میں پہنچے تو رات ہو چکی تھی۔ وہاں صدیوں پرانے کھنڈرات تھے۔ جو تاریکی میں بڑے پراسرار اور ڈراؤنے لگ رہے تھے۔ خواتین دل ہی دل میں سہمی ہوئی تھی۔

ڈاکٹر ریگھم کی اندھی بیوی میلی ریگھم نے ان کا استقبال کیا پھر رات کے کھانے کی تیاری ہونے لگی۔ ایسے وقت جیکسن ملر کا بیٹا جیری گاڑی میں پانی ڈالنے گیا تو پھر واپس نہیں آیا۔

سونیا، جیکسن ملر اور ڈاکٹر ریگھم۔ وغیرہ نے بنگلے سے باہر آکر دیکھا وہ بڑی سی وین کھڑی ہوئی تھی، جس میں جیری پانی ڈالنے گیا تھا۔ وہاں وہ پانی کا کین بھی رکھا ہوا تھا لیکن جیری نہیں تھا۔ اس کی منگیتر ایلسی رونے لگی۔ بوڑھے ریگھم نے صدمے سے کہا "میرا ایک بیٹا پولیس کی حراست میں ہے۔ دوسرا اس تاریکی اور ویرانے میں جانے کہاں گم ہو گیا ہے۔ میں اسے کہاں ڈھونڈوں؟ وہ بزدل ہے۔ اس تاریکی میں تنہا کہیں نہیں گیا ہوگا۔"

ایلسی نے روتے ہوئے ڈاکٹر ریگھم سے کہا "تم نے کہا تھا۔ یہ آسیب زدہ علاقہ نہیں ہے۔ یہاں کبھی کوئی واردات نہیں ہوئی پھر بتاؤ، میرا جیری کہاں گم ہو گیا ہے؟"

وہ سب اسے آوازیں دے رہے تھے لیکن جواب نہیں مل رہا تھا۔ ڈاکٹر ریگھم بنگلے میں جا کر ایک ٹارچ اور ایک گن لے کر آگیا۔ سونیا نے کہا "آپ سب بنگلے میں رہیں۔ میں ڈاکٹر کے ساتھ جا رہی ہوں۔ جیری کو ڈھونڈ کر لے آؤں گی۔ جب تک واپس نہ آؤں، بنگلے سے باہر نہ نکلنا۔"

وہ ڈاکٹر کے ساتھ کھنڈرات کی طرف جانے لگی۔ اس وقت چاند طلوع ہونے لگا۔ چاندنی تاریکی کو کسی حد تک دور کرنے لگی۔ ڈاکٹر پریشان تھا۔ بار بار کہہ رہا تھا "ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ آج میرے ہی مہمان کے ساتھ ایسا ہو رہا ہے۔ مجھے شرم آرہی ہے۔"

سونیا نے پوچھا "کیا مریض رات کو بھی تمہارے پاس آتے ہیں؟"

"نہیں۔ وہ سب ڈرپوک ہیں۔ دن کو آتے ہیں۔ رات کو میرا اسپتال ویران ہو جاتا ہے۔"

"جب سب کہتے ہیں کہ یہ علاقہ آسیب زدہ ہے۔ خطرناک ہے، یہاں سے گزرنے والے اچانک گم ہو جاتے ہیں تو یہ بات آپ کیوں نہیں مانتے؟"

"کیونکہ میں نے کبھی کسی مسافر کو یا میرے پاس آنے والے مریض کو گم ہوتے نہیں دیکھا۔ آج پہلی بار میری آنکھوں کے سامنے ایسا ہو رہا ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ جیری خود کہیں گیا ہے۔ اسے کسی نے نقصان نہیں پہنچایا ہے۔"

اچانک دو چمگادڑیں اڑتی ہوئی ان کے قریب سے گزر گئیں۔ سونیا انہیں دور تک جاتے ہوئے دیکھتی رہی پھر بولی "ڈاکٹر! میں ادھر جاتی ہوں۔ تم اُدھر جاؤ۔ یہ کھنڈر بہت دور تک پھیلا ہوا ہے۔"

وہ بولا "تمہارے پاس گن نہیں ہے۔ تنہا کیسے جاؤ گی؟"

وہ بولی "مجھے گن چلانی نہیں آتی۔ میں نے ایسے ہتھیاروں کو کبھی ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے۔ تمہارے بیان کے مطابق یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے تو پھر میں ہتھیار کیوں رکھوں؟"

وہ ایک طرف جانے لگی۔ ڈاکٹر نے دوسری طرف جاتے ہوئے کہا "تم بہت دلیر ہو لیکن کبھی کبھی دلیری مہنگی بھی پڑتی ہے۔"

وہ بڑبڑاتا ہوا جانے لگا۔ کہیں کہیں جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ ٹوٹی ہوئی دیواروں کے پتھر اِدھر اُدھر بکھرے پڑے تھے۔ سونیا ایک دیوار کے پیچھے رک گئی۔ اسے ڈاکٹر پر شبہ تھا۔ تجربات سمجھا رہے تھے کہ وہ کوئی گڑبڑ کر رہا ہے۔

وہ دبے قدموں ادھر جانے لگی' جدھر وہ گیا تھا۔ ایک طرف راستہ بند تھا۔ وہ دیوار کے شگاف سے گزر کر دوسری طرف آئی۔ ڈاکٹر نظر نہیں آیا۔ وہ دبے قدموں چلتی ہوئی کھنڈر کے دوسرے حصوں سے گزرنے لگی۔ پتا نہیں وہ کہاں چلا گیا تھا۔ اس نے ایک جگہ رک کر ادھر ادھر دیکھا۔ کچھ آہٹیں سنائی دیں۔ جیسے دیوار کی دوسری طرف ایک سے زیادہ افراد چل رہے ہوں۔

وہ پھر دبے قدموں چلتی ہوئی ایک لمبا چکر کاٹ کر اس دیوار کے پیچھے آئی۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ ایک جگہ چھوٹے چھوٹے پتھروں کے پاس ڈاکٹر کی ٹارچ لائٹ پڑی ہوئی تھی۔ وہ روشن تھی۔ اس لیے نظر آگئی۔ اس نے اسے اٹھا کر بجھا دیا۔ چاندنی میں اسے دور تک دکھائی دے رہا تھا۔

وہ اپنی ٹارچ وہاں چھوڑ کر نہیں گیا ہوگا۔ یہ سوچا جا سکتا تھا کہ کچھ لوگ اسے جبراً پکڑ کر لے گئے ہیں۔ اس نے ان سے جان چھڑانے کی کوشش کی ہوگی ایسے میں وہ ٹارچ وہاں گر پڑی ہوگی۔

اس طرح یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ وہاں کچھ جرائم پیشہ لوگ ہیں۔ اس نے آواز دی "ڈاکٹر۔۔۔! ڈاکٹر رینگھم ! کہاں ہو؟"

اس ویرانے میں اس کی آواز گونجتی ہوئی دور تک گ کوئی جواب نہیں آیا۔ وہ تن کر شیرنی کی طرح کھڑی رہی جنہوں نے جیری اور ڈاکٹر کو غائب کیا تھا' وہ اس پر بھی ح کرنے آسکتے تھے۔ وہ بہت محتاط ہو کر آگے بڑھنے لگی۔ اِدھ ادھر دیکھتی ہوئی پوچھنے لگی "یہاں کون ہے؟ میں پوچھتی ہو یہاں کون ہے؟ جو بھی ہے' وہ سامنے آجائے۔"

اچانک ایک گولی سنسناتی ہوئی آئی اور بالکل قری دیوار میں پیوست ہوگئی۔ فائر کی آواز سنائی نہیں دی تھ سائیلنسر لگے ہوئے ہتھیار سے فائر کیا گیا تھا۔ وہ فوراً ہی گئی پھر جھک کر دوڑتی ہوئی ادھر جانے لگی جدھر سے اند تھا کہ گولی چلائی گئی ہے۔

ایک شخص قریبی ستون کی آڑ میں کھڑا ہوا ریوالور چیمبر میں بلٹ رکھ رہا تھا۔ سونیا نے یکبارگی اس پر چھلان لگائی۔ اس کے ساتھ زمین پر یوں گری کہ یہ اوپر رہی او نیچے۔ وہاں زمین پر نوکیلے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ وہ اس پشت میں چبھ گئے پھر وہ تکلیف کی شدت سے اٹھنے کے ق نہ رہا۔ سونیا نے اس کے منہ پر گھونسے مارتے ہوئے پ "جیری کہاں ہے؟"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "میں کسی جیری کو جانتا۔ مجھے چھوڑ دو۔ تم یہاں سے زندہ نہیں جاؤ گی۔ یہا آنے والے زندہ واپس نہیں جاتے۔"

وہ دو چار گھونسوں میں ہی نیم مردہ ہوگیا۔ ناک اور سے لہو بہنے لگا۔ وہ یکبارگی الٹ کر پیچھے دیوار سے لگ کسی نے اس پر چھلانگ لگائی تھی اور اپنے ساتھی پر اوندھے منہ گر پڑا تھا۔ نیچے دب جانے والا پہلے ہی نیم تھا۔ اوپر سے بوجھ پڑتے ہی نیچے کے نوکیلے پتھر اس کے گہرائی تک پیوست ہوگئے۔ اسی لمحے اس کا دم نکل گیا۔

سونیا نے اوپر والے کے بازو پر گولی ماری۔ اس کے سے گن چھوٹ کر دور جاگری۔ وہ دوسرے ہاتھ سے بازو کو تھام کر اس کی طرف پلٹا۔ سونیا نے اس کے منہ پر لات ماری' پھر پوچھا "یہاں اور کتنے ہیں؟"

منہ پر لات پڑتے ہی وہ دوسری طرف الٹ گیا۔ تکلیف سے کراہتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ بازو کو چیر کر آرپار ہوگئی تھی۔ اس نے پھر ایک لات اس منہ پر ماری۔ اس بار وہ اٹھنے کے قابل ہی نہ رہا۔ چا شانے چت ہو کر ہانپنے لگا۔ وہ دیوار اور ستون کے در

کھڑی رہی تاکہ کہیں سے گولی آکر نہ لگے۔ وہ اسے نشانے پر رکھ کر بولی "زندہ رہنا چاہتے ہو تو میرے سوالوں کے جواب دو۔ یہاں تمہارے جیسے اور کتنے کتے ہیں؟"

"اس کھنڈر میں ہم دو ہی ہیں۔ باقی دو ساتھی ڈاکٹر کے بنگلے میں گئے ہیں۔"

"تمہارے دو ساتھی بنگلے میں کیوں گئے ہیں؟"

"اس بنگلے میں تمہارے ساتھ آنے والی ایک جوان عورت اور ایک جوان لڑکی ہے۔ ان کے ساتھ ایک بوڑھا بھی ہے۔ ہم بوڑھوں کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ جوان عورتوں اور مردوں کو آپریشن تھیٹر میں لے جاتے ہیں۔ وہاں ان کی آنکھیں، دل اور گردوں کو نکال لیتے ہیں۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "مجھے اندازہ تھا کہ یہاں اسی طرح کا دھندا ہو رہا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک گولی اس کے سینے میں ماری پھر وہاں سے دوڑتی ہوئی ڈاکٹر کے بنگلے کی طرف جانے لگی۔ وہاں ایلسی اور باربرا دو جوان لڑکیاں تھیں اور وہاں کے قاتل جوان جسموں کا ہی شکار کر رہے تھے۔

اس بنگلے میں ڈاکٹر کی اندھی بیوی اور باربرا کا باپ جیکسن ملر بھی موجود تھے لیکن وہ دونوں بوڑھے تھے۔ ان کی آنکھیں دل اور گردے کام نہیں آسکتے تھے۔ اس لیے وہ قاتلوں سے محفوظ رہنے والے تھے۔ سونیا کو باربرا کی زیادہ فکر تھی۔ وہ ابھی چودہ پندرہ برس کی گڑیا جیسی خوب صورت لڑکی تھی۔ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ رہی تھی۔ وہ سونیا سے بہت مانوس ہوگئی تھی۔ سفر کے دوران میں اسی سے لگی رہی تھی۔ سونیا کو سسٹر کہتی تھی اور یہ کہتی رہی تھی "آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں۔ آپ ہمارے ساتھ رہ جائیں، یا مجھے اپنے ساتھ لے چلیں۔ آپ مجھے بالکل میری ممی جیسی لگتی ہیں۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا تھا "تو پھر مجھے سسٹر کیوں کہتی ہو؟ مجھے مما کہا کرو۔ تم میری بیٹی اعلیٰ بی بی کی طرح ہو۔"

باربرا اس وقت ایلسی اور جیکسن ملر کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ بارہا سن چکی تھی کہ علاقہ آسیب زدہ ہے۔ یہاں آنے والے واپس نہیں جاتے اور یہاں آتے ہی اس کا بھائی جیری کہیں گم ہوگیا تھا۔ اس کی گمشدگی یہ سمجھا رہی تھی کہ کوئی بلا اسے اٹھا کر لے گئی ہے اور باقی افراد کو بھی اٹھا کر لے جائے گی۔ واقعی یہاں سے کوئی واپس نہیں جاسکے گا۔

وہ تینوں اسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ اچانک ہی دروازہ ایک زوردار آواز کے ساتھ کھلا۔ دوافراد ہا میں گن لیے اندر آئے۔ باربرا اور ایلسی خوف سے پڑیں۔ جیکسن نے دونوں لڑکیوں کے سامنے ڈھال بنہ ہوئے پوچھا "کون ہو تم لوگ؟ اس طرح اندر کیوں ہو؟"

ایک نے کہا "بڈھے! راستے سے ہٹ جا۔ ہم لڑکیوں کو لینے آئے ہیں۔"

دوسرے نے آگے بڑھ کر ایلسی کو پکڑلیا۔ پہلا مو باربرا کی طرف بڑھنا چاہتا تھا۔ جیکسن اس سے لپٹ کر ا آگے بڑھنے سے روکنے لگا۔ باربرا خوف سے روتی ہوئی چ ہوئی وہاں سے بھاگتی ہوئی ایک کوریڈور سے گزرتی ہوئی ا کمرے میں آئی پھر اس کے دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ اسے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ ایلسی کی چیخیں آوازیں دور ہوتی جا رہی تھیں۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ بدمعاش اسے اٹھا کر دور کہیں لے جا رہے ہیں پھر دروازہ کی آواز سنائی دی۔ باہر سے ایک دشمن کہہ رہا تھا "اے لو دروازہ کھول اور میرے پاس آجا۔"

وہ چیخ کر بولی "نہیں کھولوں گی۔ میرے ڈیڈی کہاں ڈیڈی....! ڈیڈی! مجھے بچاؤ۔ یہ مجھے مار ڈالے گا۔"

وہ باہر سے بولا "میں نے تیرے باپ کو گولی ماردی ہمیں جوانوں کی ضرورت ہے۔ چل باہر آجا۔"

اسے یقین نہیں آیا کہ اس کے باپ جیکسن ملر کو گ ماردی گئی ہے۔ وہ "ڈیڈی۔ ڈیڈی۔" کہہ کر باپ کو پکار لگی۔ باہر سے دروازے پر لاتیں اور گھونسے مارے جار تھے۔ وہ کہہ رہا تھا "تو دروازہ نہیں کھولے گی تو میں اے دوں گا۔ سیدھی طرح باہر آجا۔"

باہر موت تھی۔ وہ دروازہ نہیں کھولنا چاہتی تھ اچانک میلی ریگھم کی آواز سن کر چونک گئی۔ اس نے ل کر دیکھا۔ ڈاکٹر کی اندھی بیوی ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھ باربرا اسے دیکھتے ہی دوڑتی ہوئی جا کر اس سے لپٹ گئی "! بچالو۔ یہ مجھے مار ڈالے گا۔ مجھے بچالو...."

اس اندھی نے بلند آواز سے کہا "الفریڈ! دروا توڑنا۔ میں یہاں ہوں۔ دروازہ کھول رہی ہوں۔"

وہ باربرا کو خود سے الگ کر کے کرسی سے اٹھ گئی۔ کھ ہو کر بولی "نادان لڑکی! خون خرابا کرنے والوں کی دنیا میں کر کیا کرے گی؟ تجھے نیکی کمانے کے لیے مرنا چاہیے۔ آنکھوں، دل اور گردوں سے دوسرے مریضوں کو نئی زند ملے گی تو یہ تیری طرف سے بہت بڑی نیکی ہوگی۔"

وہ سہم کر بولی "نہیں۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ مجھے مرنے کا مشورہ کیوں دے رہی ہو؟ میں کسی کے ساتھ نیکی نہیں کرنا چاہتی۔ میں مرنا نہیں چاہتی۔"

وہ اندھی آگے بڑھنا چاہتی تھی۔ باربرا نے اسے دھکا دیا۔ وہ ذرا پیچھے گئی پھر مسکرا کر بولی "تجھے تو مرنا پڑے گا۔ یہاں سے کوئی زندہ واپس نہیں جاتا۔ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی یہاں سے زندہ جا کر ہمارے خلاف قانونی کارروائی کرے۔"

وہ پھر دروازے کی طرف جانے لگی۔ باربرا اس سے لپٹ کر اسے روکنے لگی۔ اس نے خود کو چھڑا کر اسے دھکا دیا۔ وہ لڑکھڑا کتابوں کے ایک ریک کے پاس گری۔ وہاں ایک پیتل کا گلدان رکھا ہوا تھا۔ اس نے گلدان اٹھا کر اسے مارنا چاہا۔ میلی ریگھم نے اس کا ہاتھ پکڑلیا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "تم اندھی نہیں ہو! دیکھ سکتی ہو؟"

وہ اس سے گلدان چھین کر ایک تھپڑ مارتی ہوئی بولی "میں اپنے گھر آنے والے مہمانوں کے سامنے اندھی بن جاتی ہوں پھر ان کے دل گردے نکالتے وقت دیکھنے لگتی ہوں۔"

اس نے باربرا کے بالوں کو مٹھی میں جکڑلیا۔ اسے کھینچتی ہوئی دروازے تک آئی۔ میلی ریگھم جسمانی طور پر باربرا کے مقابلے میں طاقت ور تھی۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ باہر الفریڈ گن لیے کھڑا تھا۔ ہنستے ہوئے بولا "مسز ریگھم! تم اندھی بن کر آنے والوں کو اندھا بنا دیتی ہو۔ تم ایک اندھی عورت... ایکٹنگ خوب کرتی ہو۔"

میلی ریگھم نے باربرا کو اس کی طرف دھکا دیا۔ وہ رونے اور چیخنے لگی۔ سونیا کو پکارنے لگی "مما! تم کہاں ہو؟ مجھے بچاؤ۔ یہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔ مما... ! مما... ! پلیز ہیلپ می...."

وہ اسے کھینچتا ہوا کوریڈور سے لے جا رہا تھا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی رک گیا۔ گولی اس کی پیشانی پر لگی تھی۔ اس کے ایک ہاتھ سے گن اور دوسرے ہاتھ سے باربرا چھوٹ گئی۔ وہ فرش پر گر کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

باربرا چیخ مار کر مما کہتی ہوئی دوڑتی ہوئی آکر سونیا سے لپٹ گئی۔ میلی ریگھم فوراً ہی چھلانگ مار کر الفریڈ کے پاس آئی۔ وہاں فرش پر گن پڑی ہوئی تھی۔ وہ اسے اٹھانا چاہتی تھی۔ سونیا نے اس کے ہاتھ میں گولی ماری۔ وہ تکلیف سے کراہتی ہوئی پیچھے ہٹ گئی۔ اسے پریشان ہو کر دیکھنے لگی۔

سونیا نے کہا "میں یہ نہیں پوچھوں گی کہ تم اندھی کیوں بن جاتی ہو؟ میں نے ایسے ڈرامے بہت دیکھے ہیں۔ فوراً بتاؤ کہ تمہارے آدمی جیری اور ایلسی کو کہاں لے گئے ہیں؟"

وہ پیچھے ہٹ کر بولی "میں نہیں بتاؤں گی۔"

اس کا ہاتھ زخمی تھا۔ سونیا نے اسی ہاتھ پر پھر ایک گولی ماری۔ وہ تکلیف کی شدت سے فرش پر گر کر تڑپنے لگی۔

سونیا نے کہا "اب میں تمہارے دوسرے ہاتھ پر گولی ماردوں گی پھر تمہاری ٹانگوں میں گولیاں لگیں گی۔ میں تمہیں اتنی اذیتیں دوں گی۔ جنہیں تم اسے بڑھاپے میں برداشت نہیں کرسکو گی۔ اب میں تمہارے دوسرے ہاتھ میں گولی مارنے والی ہوں۔"

وہ "نہیں نہیں" کہہ کر پیچھے ہٹنے لگی "میں بتاتی ہوں۔ ابھی بتاتی ہوں۔ مجھے گولی نہ مارو۔"

"تو پھر بتاؤ۔ دیر نہ کرو۔"

وہ بولی "جیری اور ایلسی کو بھول جاؤ تو اچھا ہے۔ اب وہ زندہ نہیں ملیں گے۔ انہیں آپریشن تھیٹر میں لے جایا گیا ہے۔"

سونیا نے آگے بڑھ کر اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر ایک جھٹکے سے اٹھایا۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی پھر سونیا اسے کھینچتی ہوئی۔ ٹیلی فون کی طرف لے جاتے ہوئے بولی "باربرا! یہاں کے باہر کھلنے والے تمام دروازے بند کردو۔ کھڑکیاں بھی بند کرو۔ جاؤ۔ جلدی کرو۔"

باربرا دوڑتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ سونیا نے ٹیلی فون کے پاس پہنچ کر میلی ریگھم سے کہا "ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر فون کرو۔ انہیں بتاؤ کہ تم گن پوائنٹ پر ہو۔ میں کسی وقت بھی تمہیں گولی مار سکتی ہوں۔ لہٰذا جیری اور ایلسی کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے۔"

یہ کہہ کر اس نے ریوالور کی نال اس کی کنپٹی پر رکھ دی۔ وہ موت کے خوف سے لرز رہی تھی۔ فوراً ہی ریسیور اٹھا کر نمبر پنچ کرنے لگی۔ سونیا نے ائڈ اسپیکر کے بٹن کو دبایا۔ دوسری طرف سے ڈاکٹر ریگھم کی آواز سنائی دی "ہیلو۔ میلی! یہ الفریڈ کہاں رہ گیا ہے؟ ابھی تک تیسرے شکار کو لے کر نہیں آیا۔"

وہ خوف سے لرزتی ہوئی آواز میں بولی "ریگھم! ان دونوں کو ابھی ہلاک نہ کرنا، ورنہ یہ مجھے مار ڈالے گی۔"

"کون مار ڈالے گی؟ کس کی بات کر رہی ہو؟"

"وہی جو تمہارے ساتھ کھنڈر میں گئی تھی۔ وہ الفریڈ کو قتل کرچکی ہے۔ مجھے بھی کرسکتی ہے۔ تم جیری اور ایلسی کو ہلاک نہیں کرو گے تو یہ بھی مجھے ہلاک نہیں کرے گی۔"

سونیا نے اس کے ہاتھ سے ریسیور چھین کر ریگھم سے

کہا ”تمہارے جیسے ڈاکٹر جب شیطان بن جاتے ہیں تو نیکی کے نام پر ایسے ہی گھناؤنے جرم کرتے ہیں۔ کیا اپنی بیوی کو زندہ دیکھنا چاہتے ہو؟“

”دیکھو اسے کوئی تکلیف نہ پہنچانا۔ ہم پچاس برسوں سے ایک ساتھ زندگی گزارتے آرہے ہیں۔ وہ میری جان ہے۔“

”دوسروں کی جانیں لیتے وقت اپنی جان کا خیال نہیں آتا کہ کسی دن یہ بھی جائے گی۔ میں نے ابھی تک اسے زندہ رکھا ہے۔ اسے زندہ دیکھنے کے لیے جیری اور ایلسی کی آوازیں سناؤ۔“

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا ”آوازیں سننے کی کیا ضرورت ہے؟ تم میلی کو یہاں لے آؤ۔ میں ان دونوں کو تمہارے حوالے کردوں گا۔“

”زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔ تم کھنڈر میں ٹارچ پھینک کر چلے گئے تھے۔ مجھے یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ تمہیں بھی اغوا کیا گیا ہے۔ میں تھوڑی دیر کے لیے دھوکا کھا گئی تھی۔ اب تمہاری کوئی چالاکی نہیں چلے گی۔ فوراً ان کی آوازیں سناؤ۔“

”تم ان کی آوازیں سن لو گی لیکن ابھی یہ ممکن نہیں ہے۔“

”کیوں ممکن نہیں ہے؟“

”تم سمجھ سکتی ہو۔ کسی کا بھی آپریشن کرنے سے پہلے اسے بے ہوش کردیا جاتا ہے۔ میں نے جیری کو بے ہوش کیا ہے۔ ایلسی کو ابھی یہاں لایا گیا ہے۔ میں اسے بھی بے ہوش کرنے والا تھا۔ اب نہیں کروں گا۔ لو اس سے بات کرو۔“

”تھوڑی دیر بعد ایلسی کی آواز سنائی دی۔ وہ رو رہی تھی، ہانپ رہی تھی۔ لرزتی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی ”سسٹر! مجھے بچاؤ۔ میرے جیری کو بچاؤ۔ نہیں تو یہ ہمیں مار ڈالیں گے۔“

سونیا نے سمجھایا ”رونا بند کرو۔ تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ شیطان تمہارا کچھ نہیں بگاڑے گا۔ ابھی میں جیسا کہتی ہوں ویسا کرو۔ پہلے یہ بتاؤ ابھی تم کہاں ہو؟“

”میں آپریشن تھیٹر میں ہوں۔ یہاں آپریشن بیڈ پر جیری لیٹا ہوا ہے۔ اس کی آنکھیں بند ہیں۔ وہ حرکت نہیں کررہا ہے، وہ میری آواز بھی نہیں سن رہا ہے۔“

”تم پھر رو رہی ہو۔ آنسو پونچھو اور حوصلہ کرو۔ جیری کے قریب جاکر اس کی نبض ٹٹولو اور دل کی دھڑکنیں سنو پھر مجھے بتاؤ، وہ زندہ ہے یا نہیں؟ یہ ریسیور ڈاکٹر کو دو۔“

ڈاکٹر کی آواز سنائی دی ”تم یقین کرو۔ جیری بھی زندہ ہے۔“

”بکواس مت کرو۔ ایلسی کو چیک کرنے دو۔“

”ہاں۔ وہ جیری کے پاس گئی ہے۔ اسے چیک کررہی ہے۔ تم میلی کی آواز مجھے سناؤ۔“

سونیا نے ریسیور میلی کو دیا۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولی ”اس نے میرے ایک ہی ہاتھ میں دو بار گولیاں ماری ہیں۔ میں تکلیف سے تڑپ رہی ہوں۔ مجھے فرسٹ ایڈ کی ضرورت ہے۔ ان دونوں کو فوراً واپس کردو۔ ورنہ میں زندہ نہیں بچوں گی۔“

”میں ابھی اس سے معاملات طے کرتا ہوں۔ ریسیور اسے دو۔ کیا خون بہت بہہ رہا ہے؟“

”نہیں۔ یہ لڑکی باربرا فرسٹ ایڈ باکس لے آئی ہے۔ میری مرہم پٹی کررہی ہے لیکن یہ دوسری بہت ظالم ہے۔ اس سے سمجھوتا کرو۔“

ادھر سے ایلسی نے کہا ”سسٹر! جیری زندہ ہے۔ ان سے کہو یہ اسے ہوش میں لائیں۔ میں اسے ریسیور دے رہی ہوں۔“

ڈاکٹر ریگھم کی آواز سنائی دی ”ہیلو۔ اب تمہیں یقین ہوجانا چاہیے کہ یہ دونوں زندہ سلامت ہیں لیکن تم نے میری میلی پر ظلم کیا ہے۔“

”اور تمہارے آدمیوں نے ہمارے ایک بزرگ کو مار ڈالا ہے۔ یہ تمہاری نظروں میں ظلم نہیں ہے۔ ابھی میلی کو وہاں لے کر آرہی ہوں۔ اسے تمہارے حوالے کروں گی اور ان دونوں کو وہاں سے لے جاؤں گی۔ منظور ہے تو ایلسی کو ریسیور دو اور خبردار میلی کو حاصل کرتے ہی کوئی چالاکی نہ دکھانا۔“

”میں میلی کی قسم کھاتا ہوں۔ تمہیں دھوکا نہیں دوں گا۔ تم بھی وعدہ کرو۔ میلی کو اب اور کوئی نقصان نہیں پہنچاؤ گی۔“

”میلی تمہیں زندہ سلامت ملے گی۔ میرے آنے تک جیری کو ہوش میں لانے کی کوشش کرو اور ریسیور ایلسی کو دو۔“

ایلسی کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے پوچھا ”اس آپریشن تھیٹر اور اسپتال کے اندر اور باہر کتنے افراد ہیں؟“

وہ بولی ”یہاں تو ہر طرف ویرانی ہے۔ آپریشن تھیٹر میں ڈاکٹر کے علاوہ اس کا ایک اسسٹنٹ ہے اور ایک گن مین ہے جو مجھے یہاں لایا ہے۔“

سونیا نے کہا ”اس سے گن لے لو اور تینوں کو نہتا رکھو۔ اگر وہ اعتراض کریں تو مجھے بتاؤ اور یہ دیکھو کہ وہ جیری کو ہوش میں لانے کی کوشش کررہا ہے یا نہیں۔“

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی، پھر ایلسی کی آواز سنائی دی ”میں نے گن لے لی ہے۔ اب وہ جیری کو ہوش میں لانے کی کوشش کررہا ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ میں آرہی ہوں۔ میرے آنے تک ہوشیار رہو۔ ان تینوں کو گن کے نشانے پر رکھو۔ اِدھر اُدھر جانے نہ دو۔“

سونیا نے ریسیور رکھ کر میلی کی گردن دبوچی پھر اسے آگے کی طرف دھکا دیتی ہوئی بولی ”اس اسپتال کے آپریشن تھیٹر میں چلو۔ اگر اپنی سلامتی چاہتی ہو تو سچ بولتی رہو۔ وہاں اسپتال میں اس وقت کتنے لوگ ہوں گے؟“

وہ باربرا اور میلی کے ساتھ باہر آئی پھر وین کو ڈرائیو کرتی ہوئی اسپتال کی طرف جانے لگی۔ میلی نے کہا ”رات کے وقت اسپتال میں ہم صرف ایک اسسٹنٹ کو رکھتے ہیں۔ وہ ہمارا رازدار ہے اور باقی چار گن مین ہیں۔ انہیں ہم اچھی خاصی رقم دیتے ہیں۔ وہ ہمارے لیے صحت مند جوانوں کو رات کے وقت ٹریپ کرکے لاتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو ابھی تم نے گولی ماری ہے۔“

اسپتال وہاں سے قریب تھا۔ سونیا اسے گن پوائنٹ پر رکھ کر اسپتال کے اندر سے گزرنے لگی۔ باربرا اس کے بازو سے لگی چل رہی تھی۔ وہاں کے تمام کمرے اور مریضوں کے وارڈ بند تھے۔ رات کو کوئی مریض بھی وہاں نہیں رہتا تھا کوریڈور ویران پڑے تھے۔ آپریشن تھیٹر کا دروازہ بند تھا۔

اس نے دروازہ کھول کر اندر جانے سے پہلے موبائل فون کے ذریعے ایلسی سے رابطہ کیا۔ ڈاکٹر نے ریسیور اٹھایا۔ اس نے کہا ”ایلسی سے بات کراؤ۔“

پھر ایلسی کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے پوچھا ”تم خیریت سے ہو؟ کیا جیری کو ہوش میں لایا گیا ہے؟“

وہ بولی ”جی ہاں۔ جیری ہوش میں آرہا ہے۔ آپ کہاں ہیں؟“

”میں اس دروازے کے باہر ہوں۔ ابھی آرہی ہوں۔“

اس نے فون کو بند کرکے لباس کے اندر رکھا۔ اسی وقت کسی نے پیچھے سے اس پر چھلانگ لگا کر اس کے ریوالور پر ہاتھ مارا۔ سونیا کو ایسے وقت سنبھلنا اور اپنا بچاؤ کرنا آتا تھا لیکن حملہ آور ایک سے زیادہ ہوگئے۔ وہ اپنے بچاؤ کے لیے ان سے فائٹ کرنے لگی۔ میلی اس کی گرفت سے نکل کر ایک کمرے میں چلی گئی۔ باربرا ایک گوشے میں دیوار سے لگ کر رونے لگی۔

حملہ آور تعداد میں تین تھے۔ سونیا کے لیے کچھ بھی نہیں تھے، وہ کسی کے قابو میں نہیں آرہی تھی۔ ایک ایک کی پٹائی کررہی تھی۔ ایک مار کھانے والا ایسی جگہ جاکر گرا جہاں سونیا کے ہاتھ سے نکل جانے والا ریوالور پڑا ہوا تھا۔ وہ ریوالور اٹھا کر باربرا کے پاس آیا۔ اسے نشانے پر رکھتے ہوئے بولا ”رک جاؤ۔ ورنہ میں اسے گولی ماردوں گا۔“

وہ مجبور ہوگئی۔ دو حواریوں نے اس کے دونوں بازوؤں کو جکڑ لیا۔ وہ تینوں سونیا سے مار کھا کر بری طرح جھنجلائے ہوئے تھے۔ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ سونیا اور باربرا کو ہلاک نہ کریں۔ ورنہ وہ سونیا کو ضرور گولی ماردیتے۔ وہ اسے اچھی طرح جکڑ کر دروازہ کھول کر باربرا کے ساتھ آپریشن تھیٹر کے اندر لے آئے۔ میلی بھی ان کے پیچھے آگئی۔

وہ سونیا سے بولی ”میں نے غلط کہا تھا کہ ہمارے صرف چار گن مین ہیں۔ مزید تین گن مین اپنے کوارٹرز میں آرام کررہے تھے۔ انہوں نے ابھی آکر تمہیں قابو میں کیا ہے۔“

ڈاکٹر ریگھم نے کہا ”ہمارے سات وفاداروں میں سے دو کو تم نے کھنڈر میں مار ڈالا۔ تیسرے کو میرے بنگلے میں ہلاک کیا۔ یہ چار رہ گئے ہیں۔ تم بہت خطرناک عورت ہو۔ پہلے تمہارے ہی دل گردے نکالے جائیں گے۔“

پھر وہ ایلسی سے بولا ”اے! تم گن اٹھائے کیا کھڑی ہو۔ کیا ہمیں گولی ماروگی؟ کیا اپنی سسٹر اپنے جیری کو مرتے دیکھنا چاہو گی۔“

سونیا نے کہا ”ایلسی! گن پھینک دو۔“

وہ جیری کے پاس آکر بولی ”نہیں۔ یہ جیری کو مار ڈالیں گے۔ جو بھی ادھر گولی چلائے گا۔ میں اسے مار ڈالوں گی۔“

جیری نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا ”میری محبت میں اندھی نہ بنو۔ تم ان سب کا مقابلہ نہیں کرسکو گی۔ گن پھینک دو۔“

ایلسی نے بے بسی سے اپنے محبوب کو دیکھا پھر گن کو ریگھم کے سامنے فرش پر پھینک دیا۔ سونیا ہر طرف سے مجبور ہوگئی تھی۔ وہ اپنے بچاؤ کے لیے بہت کچھ کرسکتی تھی۔ ان سب کو موت کے گھاٹ اتار سکتی تھی لیکن اس کے ایکشن میں آتے ہی وہ باربرا کو گولی ماردیتے۔

الپا، اعلیٰ بی بی اور کبریا ہر چھ گھنٹے بعد باری باری اس کے پاس آتے تھے اب ان میں سے کسی ایک کے آنے کا

وقت ہو رہا تھا۔ سونیا ان کے انتظار میں کچھ وقت گزارنا چاہتی تھی۔ اس نے کہا "ریگھم! مجھے ہلاک کرنے اور میرے دل گردے نکالنے سے پہلے یہ بتا دو۔ اتنا خطرناک کاروبار تم تنہا کیسے کر رہے ہو؟ اس کے لیے بڑے بڑے وسیع ذرائع کے لوگوں کو راز دار بنانا پڑتا ہے۔ تمہاری پشت پر ضرور کوئی بڑی طاقت ہوگی۔"

ریگھم نے کہا "ایک بہت طاقت ور اور بہت وسیع ذرائع کا مالک ہے۔ شمالی امریکا سے لے کر برازیل تک بڑی بڑی سیاسی شخصیتیں اس کے زیر اثر رہتی ہیں۔ اس کا نام ڈاکٹر بوکا بوکا ہے۔ وہی ہمارا سرپرست ہے۔"

سونیا نے کہا "اس کاروبار کا ذکر جہاں بھی ہوتا ہے، وہاں ڈاکٹر بوکا بوکا کا نام ضرور لیا جاتا ہے۔ میری اس سے جان پہچان ہے۔ میں اس سے فون پر کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"بکواس کر رہی ہو۔ وہ انڈر ورلڈ کا ڈان ہے۔ تمہاری اس سے واقفیت کیسے ہو سکتی ہے؟"

"ابھی معلوم ہو جائے گا۔ تم خود فون کرو اور اسے میرا نام بتاؤ اور میرا نام ہے سونیا فرہاد۔ میں فرہاد علی تیمور کی وائف ہوں۔"

"یہ نام تو سنا ہوا ہے۔ وہ فرہاد ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر پنچ کیے۔ کئی فون کے نمبر پنچ کرنے کے بعد اس سے رابطہ ہوا۔ وہ خوشامدانہ انداز میں بولا "باس! میں ہیجکاک کا ڈاکٹر ریگھم بول رہا ہوں۔ میں نے یہاں تین صحت مند جوانوں کو ٹریپ کیا ہے۔ ان کے ساتھ ایک جوان صحت مند عورت ہے۔ اس کا نام سونیا فرہاد ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد علی تیمور کی وائف ہے۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "کیا وہ ابھی تمہارے قریب ہے؟"

"لیس باس یہ ابھی میرے آپریشن تھیٹر میں ہے۔ میں سب سے پہلے اس کے دل گردے نکالنے والا ہوں۔"

"تم کس بلا کو اپنے آپریشن تھیٹر میں لے آئے ہو۔ اگر تم نے اسے ذرا بھی نقصان پہنچایا تو اس کی ٹیلی پیتھی جاننے والی پوری فیملی ہمارے پیچھے پڑ جائے گی۔ ہمارا جینا مرنا، سونا جاگنا حرام کر دے گی۔ اسے ریسیور دو۔ میں بات کروں گا۔"

ریگھم نے سونیا سے مرعوب ہو کر اسے ریسیور دیا۔ وہ اسے کان سے لگا کر بولی "ہائے بوکا بوکا! میں نے وکٹوریہ آئی لینڈ میں تمہارے کاروبار کو تباہ کیا تھا۔ کیا اسے بھول گئے ہو؟"

"میں اسے نہیں بھولوں گا اور نہ ہی تم سے انتقام لینا چاہوں گا۔ میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے خوف زدہ نہیں ہوں۔ وقت آنے پر تمہارے لوگوں سے اچھی طرح نمٹ سکتا ہوں لیکن سمجھوتا ہو جائے تو بہتر ہے۔ میرا دھندا بڑی سہولت سے کسی روک ٹوک کے بغیر چل رہا ہے۔ میں تم لوگوں کی مداخلت کے بغیر اسے جاری رکھنا چاہتا ہوں۔"

"یہ تمہاری بدنصیبی ہے کہ تمہارا یہ دھندا کرنے والے خود ہی میرے راستے میں آ رہے ہیں۔ ڈاکٹر ریگھم خود ہی مجھے اور میرے ساتھیوں کو مہمان بنا کر یہاں لایا ہے۔"

"اس نے انجانے میں ایسا کیا ہے۔ میں ابھی اسے حکم دیتا ہوں۔ وہ تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو وہاں سے جانے دے گا۔ کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"یہ کیا۔ اس کا تو باپ بھی مجھے یہاں سے جانے سے نہیں روک سکے گا۔ تم اپنے دوسرے بڑے اڈے کی تباہی کا ماتم شروع کر دو۔"

"جب ہم دوستی کر سکتے ہیں تو تم دشمنی کیوں چاہتی ہو؟"

"میں قصائیوں سے دوستی نہیں کرتی۔ تم سب درندے ہو۔ بے گناہ لوگوں کو ہلاک کر کے ان کے جسمانی اعضا کو فروخت کرتے ہو۔ یہ درندگی کی انتہا ہے۔ میں یہاں سے برازیل تک تمہارے دھندے کو خاک میں ملا دوں گی۔"

ڈاکٹر بوکا بوکا نے فون بند کر دیا۔ سونیا نے ریسیور کو رکھتے ہوئے کہا "ریگھم! تم نے فون کے وائڈ اسپیکر سے سنا، تمہارا باس مجھ سے سمجھوتا کرنا چاہتا تھا۔ میں سمجھوتا کر کے آسانی سے اپنے لوگوں کے ساتھ زندہ سلامت یہاں سے جا سکتی ہوں لیکن درندوں سے سمجھوتا نہیں کروں گی۔ تم سب کو ابھی یہاں مرنا ہے۔"

ڈاکٹر بوکا بوکا سے گفتگو کے دوران میں ہی سونیا نے اپنے اندر سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کبریا آیا ہوا ہے۔ میں نے بھی خود کو ظاہر نہیں کیا۔ اس کے ذریعے ریگھم اور دوسرے حواریوں کے اندر پہنچنے لگا۔ فون کی گھنٹی سن کر ریگھم نے ریسیور اٹھا کر آواز سنی پھر کہا "لیس باس! حکم کریں۔"

ڈاکٹر بوکا بوکا نے کہا "وہ بہت خطرناک عورت ہے۔ ہاں نہیں، تم اس پر قابو پا سکو گے یا نہیں؟ اگر تم اسے کسی بھی طرح ہلاک کر سکو تو میں تمہیں انعام دوں گا۔ کل صبح تمہارے بینک اکاؤنٹ میں پچاس لاکھ ڈالر جمع کرا دوں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولا "باس! آپ فون آن رکھیں۔ میں ابھی آپ کو سونیا کی آخری چیخیں سنا رہا ہوں۔"

اس نے ریسیور کو کریڈل سے ہٹا کر رکھا پھر اپنے چاروں حواریوں سے کہا "اسے پکڑ کر بیڈ پر لے جاؤ۔ میں اسے بے ہوش کیے بغیر پہلے اس کی آنکھیں نکالوں گا۔"

دو حواریوں کے پاس ہتھیار تھے۔ ان میں سے ایک حواری نے اپنی گن سونیا کی طرف اچھالی۔ سونیا نے اسے کیچ کیا۔ دوسرے گن والے نے اپنے تینوں ساتھیوں سے کہا۔ "میلی کو اٹھا کر بیڈ پر لٹاؤ۔ انکار کرو گے تو حرام موت مرو گے۔"

ریگھم نے کہا "تم میرے وفادار ہو کر یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

سونیا نے کہا "اب یہ میرا وفادار ہے۔"

پھر وہ ریسیور اٹھا کر بولی "بوکا بوکا! سن رہے ہو؟ میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ اپنے دوسرے بڑے اڈے کی تباہی کا ماتم شروع کر دو۔"

فون کے وائڈ اسپیکر سے ڈاکٹر بوکا بوکا کی آواز سنائی دی "جو کرنا ہے۔ ابھی کر لو۔ کل سے زمین تمہارے لیے تنگ ہو جائے گی۔ جہاں جاؤ گی، موت کے ہرکارے تمہارا پیچھا کرتے رہیں گے۔ تمہیں الاسکا یا کینیڈا سے آگے اپنی طرف نہیں آنے دوں گا۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ تین حواری میلی کو اٹھا کر آپریشن بیڈ پر لے آئے تھے۔ سونیا نے کہا "میلی! تم اپنے ہزبینڈ کے ساتھ انسانوں کو جانوروں کی طرح ہلاک کرتی رہیں۔ ان کی آنکھیں، دل اور گردے نکالنے کا تماشا دیکھتی رہیں۔ اب تمہاری آنکھیں نکالی جائیں گی۔"

وہ خوف سے چیخ رہی تھی "معافیاں مانگ رہی تھی۔ سونیا نے ان تینوں حواریوں پر گولیاں برسائیں۔ وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگے۔ اس نے چوتھے حواری سے پوچھا "تمہارے ہاتھ میں گن ہے۔ تم کیا کرو گے؟"

وہ بولا "جو کہو گی، وہ کروں گا۔"

"تم بھی قصائیوں کا ساتھ دیتے رہے ہو۔ میرے یہاں سے جانے کے بعد پھر کہیں جا کر انسانی جانوں سے کھیلتے رہو گے۔ لہٰذا اپنی جان سے کھیلو۔"

اس نے گن کو اپنی ٹھوڑی کے نیچے رکھا پھر ٹریگر کو دبا دیا۔ اس کے ساتھ ہی اچھل کر فرش پر گر کر ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ باربرا، ایلسی اور جیری حیرانی سے یہ تماشے دیکھ رہے تھے۔ میلی اور ریگھم ایک دوسرے سے لپٹ کر خوف سے کانپ رہے تھے۔

سونیا نے کہا "کیوں خوف زدہ ہو؟ ساری زندگی دوسروں کی زندگیوں سے کھیلتے رہے ہو۔ موت کا پیٹ بھرتے رہے ہو۔ تمہیں بھی کسی وقت موت کا لقمہ بننا تھا اور اب وہ وقت آ گیا ہے۔"

میلی قدموں میں گرنے کے لیے جھکنا چاہتی تھی مگر سونیا نے اسے لات مار کر دور کر دیا پھر کہا "میں اس حد تک رحم کر رہی ہوں کہ تم دونوں کی آنکھیں، دل اور گردے نہیں نکال رہی ہوں۔ یہ غیر انسانی فعل ہے۔ میں ایسا نہیں کروں گی۔"

اس نے دونوں کے پیروں میں دو دو گولیاں ماریں۔ وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگے۔ وہ بولی "تمہارے جیسے درندوں کو آسانی سے نہیں مرنا چاہیے۔ انسانی زندگی کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر مرنا چاہیے۔"

اس نے دونوں کے بازوؤں میں دو دو گولیاں ماریں۔ وہ حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگے۔ زیادہ دیر نہ چیخ سکے۔ چار چار گولیوں کا زخم ایسا تھا کہ ان پر بے ہوشی طاری ہونے لگی۔ انہوں نے ڈوبتے ہوئے ذہن سے سونیا کی باتیں سنیں "بے ہوش ہو جاؤ پھر ہوش میں آؤ گے۔ اس وقت نہ چل سکو گے اور نہ ہاتھوں سے ایک دوسرے کی مدد کر سکو گے۔ لہو اس قدر بہہ جائے گا کہ اٹھنے کے قابل نہیں رہو گے۔ یہیں پڑے پڑے موت کا انتظار کرتے رہو گے۔ کل صبح سے پہلے یہاں کوئی نہیں آئے گا اور صبح بہت دور ہے۔"

وہ دونوں بے ہوش ہو گئے۔ ان کے تمام زخموں سے خون رس رہا تھا۔ ایسے وقت میں نے سرگوشی کے انداز میں سانس چھوڑتے ہوئے کہا "ہائے میری جان! تم تو جان نکال لیتی ہو۔"

وہ ایک دم سے چونک کر بولی "کبریا! یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

میں ہنسنے لگا۔ وہ حیرانی سے اور خوشی سے میری ہنسی کو پہچان رہی تھی۔ بے یقینی سے پوچھ رہی تھی "فرہاد! میری جان! یہ تم ہو؟"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے چومتے ہوئے کہا۔ "ہاں۔ میں گردش سے نکل آیا ہوں۔"

وہ خوشی کے مارے باربرا سے لپٹ گئی۔ وہ حیران تھی۔ ایلسی اور جیری سمجھ رہے تھے کہ دشمن قاتلوں کو ہلاک کرنے کے بعد وہ خوش ہو رہی ہے۔ وہ دونوں بھی قریب آ کر اس سے لپٹ گئے۔

وہ انہیں بعد میں بتانے والی تھی کہ وہ جانِ حیات مل گیا ہے، جسے تلاش کرنے کے لیے وہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کرنے والی تھی۔

○☆○

ڈاکٹر بوکا بوکا نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی سونیا کو چیلنج کیا تھا۔ وہ انڈر ورلڈ کا بے تاج بادشاہ تھا۔ وکٹوریہ آئی لینڈ اور کینیڈا سے لے کر برازیل تک تمام سیاسی حکمران ووٹ حاصل کرنے، مخالفین کو شکست دینے اور امن و امان قائم رکھنے کے سلسلے میں بوکا بوکا کے محتاج رہتے تھے۔ امریکا کے کسی بھی اسٹیٹ کی پولیس اور انتظامیہ کو وہ خاطر میں نہیں لاتا تھا۔

وہ حکمرانوں کا حکمران تھا۔ اسے طاقت، اقتدار اور اختیارات چھپر پھاڑ کر مل رہے تھے۔ ایسے میں اس کے پاس ایک اور قوت کا اضافہ ہو گیا اور وہ قوت تھی ٹیلی پیتھی۔

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے فون کے ذریعے اس سے رابطہ کیا "ہیلو ڈاکٹر! تم مجھے نہیں جانتے لیکن میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ شمالی امریکا سے لے کر جنوبی امریکا تک تمہارے ان تمام خفیہ مراکز کا مجھے پتا ہے، جہاں سے انسانی اعضا کی ترسیل ہوتی ہے اور وہ تمہارے تمام آئی بینک اور کڈنی سینٹر میں پہنچائے جاتے ہیں۔"

اس نے ان تمام خفیہ مراکز کے پتے اور وہاں کام کرنے والے ڈاکٹروں کے نام بتائے۔ ڈاکٹر بوکا بوکا نے حیرانی سے پوچھا "تم کون ہو اور میرے انتہائی اندرونی راز کیسے جانتے ہو؟"

وہ بولا "دو ہی طرح سے معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ جادو سے یا پھر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اور میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔"

"میں کیسے یقین کروں کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

"تم یوگا کے ماہر ہو۔ تمہارا حساس دماغ میری سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کرے گا۔ تمہاری سیکریٹری اپنے کیبن میں کمپیوٹر کے ساتھ مصروف ہے۔ وہ ابھی تمہارے پاس آ رہی ہے۔"

ایک منٹ کے اندر ہی اس کی نوجوان سیکریٹری دستک دیے بغیر اس کے چیمبر میں آئی۔ اس نے پوچھا "تم اجازت حاصل کیے بغیر اندر کیوں آئی ہو؟ باہر جاؤ اور مجھ سے اجازت طلب کرو۔"

وہ بولی "سوری سر! میرے اندر کوئی سمایا ہوا ہے۔ وہ مجھے یہاں لایا ہے۔ میں اس کی اجازت کے بغیر یہاں سے نہیں جا سکوں گی۔"

ڈاکٹر بوکا بوکا نے پوچھا "مسٹر! کیا تم اس کے دماغ میں گھسے ہوئے ہو؟"

وہ مردانہ آواز میں بولی "ہاں۔ میں اس کے اندر سے اب نکل رہا ہوں۔ تمہیں یقین دلانا چاہتا ہوں۔ یہ تماشے دیکھو۔"

سیکریٹری نے اپنے بلاؤز کے تمام بٹن کھول دیے۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا۔ وہ چیخ مار کر جلدی جلدی بٹن لگانے لگی۔ پریشان ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ کہنے لگی "یہ۔ یہ میں یہاں کیسے آ گئی؟ میں تو اپنے کیبن میں تھی۔"

وہ ہاتھ اٹھا کر بولا "کوئی بات نہیں۔ اپنے کیبن میں جاؤ۔ اگر طبیعت ٹھیک نہ ہو تو آج چھٹی کر سکتی ہو۔"

وہ بڑی ندامت ظاہر کرتی ہوئی چلی گئی۔ فون کی گھنٹی سنائی دی۔ وہ ریسیور اٹھا کر بولا "ہیلو؟"

"ہیلو ڈاکٹر! یقین آیا کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں؟"

"بے شک تم یہ حیرت انگیز صلاحیت رکھتے ہو۔ کیا مجھ سے دوستی کرو گے؟"

"میں دوستی کے لیے ہی آیا ہوں۔ تمہارے رازدار مشیر کے خیالات پڑھتا رہتا ہوں۔ پتا چلا کہ وکٹوریہ آئی لینڈ میں سونیا نے تمہیں کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچایا ہے۔ وہاں تمہارا آئی بینک اور کڈنی سینٹر ختم ہو چکا ہے۔ ان حالات میں میں ہی تمہارا دست راست بن سکتا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا "تم نے تو دل خوش کر دیا۔ میری بہت بڑی الجھن دور کرنے آئے ہو۔ پلیز اپنا مکمل تعارف کراؤ۔"

وہ بولا "کچھ عرصہ پہلے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی شامت آ گئی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے والوں نے اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کی تھی۔ آٹھ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس دوا سے محفوظ رہے تھے۔ ان میں سے ایک خوش نصیب میں ہوں۔"

"یہ میں نے سنا ہے کہ آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے انڈر گراؤنڈ سیل سے نکل کر کہیں چلے گئے ہیں۔ فرہاد علی تیمور اور بابا صاحب کے ادارے والوں نے اینٹی ٹیلی پیتھی کی دوا اسپرے کر کے اپنے مخالفین کو خاک میں ملا دیا ہے۔ تم خوش نصیب ہو کہ محفوظ رہے۔"

"وہ پھر کبھی ایسی دوا اسپرے کر سکتے ہیں۔ میں اپنے دشمنوں کو ٹیلی پیتھی کی دنیا میں حکومت کرنے نہیں دوں گا۔ اگر میں انہیں خاک میں نہ ملا سکا۔ تب بھی ان کے راستوں میں کانٹے بچھاتا رہوں گا۔ اسی لیے تم سے دوستی کرنے آیا ہوں۔ فرہاد اور سونیا کا ہر دشمن میرا دوست ہے۔"

"میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ تم نے اپنا نام نہیں بتایا؟"

"پہلے ہم آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والے نمبروں سے پہچانے جاتے تھے۔ ہمارا پیدائشی نام سرکاری فائلوں میں چھپا دیا گیا تھا۔ بہرحال میرا نام ڈبلیو رائٹ ہے۔"

"ڈبلیو رائٹ! میں ابھی تم سے ملنا چاہوں گا۔"

"سوری، کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا کبھی کسی کے سامنے نہیں جاتا۔ ابھی تم یوگا کے ماہر ہو۔ کبھی بیمار ہو سکتے ہو۔ ایسے وقت فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے رشتے دار تمہارے اندر آئیں گے۔ تم انہیں روک نہیں سکو گے۔ وہ تمہارے چور خیالات پڑھ کر میرا پتا ٹھکانا معلوم کر لیں گے۔"

"تم درست کہتے ہو۔ ہمارا رابطہ فون یا ای میل کے ذریعے ہونا چاہیے۔"

"اور میں تمہارے مشیر کو بھی آلۂ کار بنا کر اس کے دماغ میں رہ کر تم سے باتیں کر سکتا ہوں۔"

"مشیر کو ہمارے معاملات سے الگ رکھو۔ میری ایک گرل فرینڈ ہے۔ اسے آلۂ کار بنانا مناسب رہے گا۔ کیا میں اسے بلاؤں؟"

"ہاں۔ بلاؤ۔ میں اس کی آواز اور لہجہ سننا چاہوں گا۔"

اس نے انٹر کام کے ذریعے لیڈی سیکریٹری سے کہا "مس سوسانہ کو یہاں بھیج دو۔"

پھر اس نے ڈبلیو رائٹ سے کہا "میں سوسانہ کے بارے میں سنجیدگی سے سوچتا ہوں، وہ میری وفادار ہے یا نہیں؟ تم اس کے خیالات پڑھ کر اس کے اندر کی بات مجھے بتا سکو گے۔"

"کیا تم نے اسے انسانی اعضا والے دھندے کے بارے میں بتایا ہے؟"

"میری یہ گرل فرینڈ تو کیا میری بیوی بچے بھی میرے خفیہ دھندے سے واقف نہیں ہیں۔ صرف میرا ایک بڑا بیٹا رازدار ہے۔"

سوسانہ نے دروازہ کھول کر پوچھا "کیا میں اندر آ سکتی ہوں؟"

وہ مسکرا کر بولا "آ جاؤ۔ تمہارے لیے یہ فون کال ہے۔"

وہ قریب آ کر حیرانی سے بولی "میری کال آپ کے پرسنل فون پر کیسے آ گئی؟ میری کوئی سہیلی ہے؟"

"تم خود ہی بات کرو۔ کوئی مرد ہے۔"

وہ ریسیور لے کر، کان سے لگا کر بولی "ہیلو! کون ہو تم؟"

ڈبلیو رائٹ نے کہا "تم ایک اچھی لڑکی ہو۔ تمہیں کوئی دشمن فون نہیں کرے گا۔ مجھے اپنا دوست سمجھو۔"

"مگر تم ہو کون؟ مجھے کیسے جانتے ہو؟"

"میں تمہیں نہیں جانتا تھا۔ ڈاکٹر نے ابھی بتایا ہے کہ تمہارے جیسی خوب صورت لڑکی اس کی گرل فرینڈ ہے۔"

اس نے گھور کر ڈاکٹر کو دیکھا پھر پوچھا "تم نے میرے اور اپنے بارے میں کسی کو بتایا ہے۔ یہ کون ہے؟"

"میرا بہترین دوست ہے۔ تمہاری عزت کرے گا۔ اس سے دوستی کرو۔"

اس نے فون پر پوچھا "کیا تم میری عزت کرو گے؟ اچھے دوست بنو گے؟"

"ہاں۔ ڈاکٹر دوست بن کر تمہارے دل میں رہتا ہے۔ میں تمہارے دماغ میں رہوں گا۔ کیا ابھی تمہارے دماغ میں آ جاؤں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "کیسے آؤ گے؟"

وہ اس کے اندر پہنچ کر بولا "ریسیور ڈاکٹر کو دے دو۔"

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ اس نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر ڈاکٹر کو دیکھا۔ ریسیور کو اس کی طرف بڑھایا۔ اسے اپنے اندر اس اجنبی دوست کی آواز سنائی دے رہی تھی "میں تمہارے اندر بول رہا ہوں۔ وہ تمہارا محبوب ہے۔ دل میں دھڑکتا ہو گا۔ دھڑکنوں کے الفاظ نہیں ہوتے۔ سمجھو یا نہ سمجھو۔ تمہاری مرضی لیکن میں الفاظ کے ساتھ واضح ہوں۔"

وہ گھبرا کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ ڈاکٹر سے بولی "ابھی جو فون پر بول رہا تھا۔ اس کی آواز میرے دماغ میں گونج رہی ہے۔ وہ میرے اندر بول رہا ہے۔ یہ کیا جادو ہے؟"

ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا "یہ ٹیلی پیتھی ہے۔ جادو نہیں ہے۔"

"ٹیلی پیتھی؟" وہ حیرانی سے بولی "ہاں۔ میں نے سنا ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے دماغوں کے اندر پہنچ جاتے ہیں۔"

"تم نے جو سنا تھا، اس کا ذاتی تجربہ تمہیں ہو رہا ہے۔ یہ میرے اور تمہارے دوست ہے۔ ان کا نام ڈبلیو رائٹ ہے۔ میں یوگا کا ماہر ہوں۔ یہ میرے اندر نہیں آ سکتے۔ اس لیے آئندہ تمہارے اندر آ کر مجھ سے باتیں کیا کریں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "میری زندگی کا یہ انوکھا تجربہ ہے۔ مسٹر رائٹ! تمہاری آمد سے مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ تم میرے ذریعے دن رات ڈاکٹر سے باتیں کر سکتے ہو۔ مجھے خوشی ہے کہ میں اس طرح بھی ڈاکٹر کے کام آتی رہوں گی۔"

ڈبلیو رائٹ نے اس کی زبان سے کہا "ڈاکٹر! ابھی میں جا رہا ہوں پھر کسی وقت آؤں گا۔"

"ویسے تو تم دن رات آسکتے ہو لیکن ایک خاص وقت بھی مقرر ہوجائے تو بہتر ہوگا۔"

"میں پھر کسی وقت آکر صبح و شام کا وقت مقرر کروں۔ او کے بائی۔"

وہ خاموش ہوگیا۔ سوسانہ ہنستے ہوئے بولی "مسٹر رائٹ میری زبان سے بول رہے تھے۔ مجھے عجیب سا لگ رہا تھا۔"

"وہ تمہارے اندر موجود ہیں یا جاچکے ہیں؟"

"پتا نہیں۔ مجھے تو پتا ہی نہیں چلتا کہ وہ میرے اندر ہیں یا نہیں؟ جب بولتے ہیں۔ تب ان کی موجودگی ظاہر ہوتی ہے۔"

اس نے سوسانہ کو دیکھتے ہوئے مخاطب کیا "مسٹر رائٹ! تم موجود ہو؟"

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ سوسانہ نے بھی انکار میں سر ہلا کر کہا "وہ نہیں ہیں۔ جاچکے ہیں۔ عجیب سا لگ رہا ہے' جیسے وہ ابھی ہمارے سامنے تھے اور اب نہیں ہیں۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولا "کم آن۔ شام ہوچکی ہے۔ ہم کہیں آؤٹنگ کے لیے چلیں۔ آج ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سے دوستی کرکے جو خوشی ہورہی ہے۔ میں اسے بیان نہیں کرسکوں گا۔"

وہ دونوں چیمبر سے نکل کر اسپتال سے باہر آئے پھر کار میں بیٹھ کر جانے لگے۔ ڈبلیو رائٹ خاموشی سے سوسانہ کے اندر موجود تھا اور اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ ایک مڈل کلاس گھرانے کی لڑکی تھی۔ دوسری لڑکیوں کی طرح اونچے خواب دیکھتی تھی۔ وہ اسپتال میں ملازمت کرنے آئی تو ڈاکٹر بوکا بوکا اس پر عاشق ہوگیا۔ وہ اس سے عمر میں تین گنا زیادہ تھا۔ بڑھاپے میں رال ٹپکنے لگی۔ وہ اس سے راضی نہیں ہونا چاہتی تھی لیکن ڈاکٹر نے اسے ایک بنگلا خرید کر دیا۔ اس کے بینک اکاؤنٹ میں پانچ لاکھ ڈالر جمع کیے تو وہ راضی ہوگئی۔

اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ لالچی تھی۔ ہر لڑکی ایک شان دار مستقبل کے خواب دیکھتی ہے اور شان و شوکت سے زندگی گزارنا چاہتی ہے۔ سوسانہ نے ایسا کرنے کے بعد ڈاکٹر کو دھوکا نہیں دیا تھا۔ اس سے وفاداری کررہی تھی لیکن وہ وفاداری دل کا بوجھ تھی۔ ڈاکٹر کا بڑھاپا اس کی جوانی کا ساتھ نہیں دیتا تھا۔ حالانکہ وہ ڈاکٹر تھا۔ توانائی حاصل کرنے کے لیے طرح طرح کی دوائیں کھاتا تھا مگر لنگڑے گھوڑے کی طرح دوڑ شروع کرتے ہی گر پڑتا تھا۔ سوسانہ اندر ہی اندر کرب میں مبتلا رہتی تھی۔ وفاداری کا تقاضا تھا۔ زبان سے اُف نہیں کرتی تھی۔

وہ ڈاکٹر کے ساتھ آؤٹنگ کے لیے نکلی تھی۔ انہوں نے رات کا کھانا ایک ہوٹل میں کھایا۔ وہ اس کے ساتھ بنگلے میں رات گزارنا چاہتا تھا لیکن ایک اہم کاروباری معاملے کے سلسلے میں فون آگیا۔ وہ فون اٹینڈ کرنے کے بعد اسے جانا پڑا۔ اس نے رخصت ہوتے وقت کہا "ڈبلیو رائٹ کسی وقت مجھ سے تمہارے ذریعے رابطہ کرنا چاہے گا۔ تم فوراً میرے موبائل فون پر کال کرنا۔ چھ گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اس نے اب تک رابطہ نہیں کیا ہے۔ او کے۔ سی یو۔۔۔"

وہ چلا گیا۔ سوسانہ نے دروازے کو اندر سے بند کرنا چاہا تو نہ کرسکی۔ اس کے دماغ نے کہا "اسے کھلا رکھو۔ کوئی آنے والا ہے۔"

وہ سحرزدہ سی ہوکر دروازے کے باہر دیکھنے لگی "کون آنے والا ہے؟"

وہ لاشعوری طور پر سوسانہ کے اندر اپنی شخصیت حاوی کرتا رہا تھا۔ وہ ڈاکٹر کے ساتھ گھومتی پھرتی اور ہنستی بولتی رہی تھی۔ ان کے درمیان کوئی تیسرا نہیں تھا۔ وہ سمجھ نہ سکی کہ تیسرا شخص اس کی لاعلمی میں اس کے ذہن پر نقش ہورہا ہے۔

پھر وہ اچانک اس کے سامنے آگیا۔ اسے دیکھتے ہی دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اس کے سامنے ایک قد آور باڈی بلڈر کھڑا ہوا تھا۔ سامنے آتے ہی حواس پر چھا رہا تھا۔ وہ آگے بڑھا۔ یہ پیچھے ہٹ گئی۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ اس کے پاس آکر اسے بازوؤں کے حصار میں لے کر اس پر جھک گیا۔ اس کے چہرے اور گردن پر ہونٹوں سے سرگوشیاں کرنے لگا پھر اسے بازوؤں میں اٹھا کر بیڈ روم کی طرف جانے لگا۔

اس کے ارادے خطرناک تھے۔ وہ ڈاکٹر بوکا بوکا کے تمام کاروبار پر اس طرح قبضہ کرنا چاہتا تھا کہ وہ ڈاکٹر محض ایک کارندہ بن کر رہ جائے اور وہ خیال خوانی کے ذریعے کاروبار کا تمام منافع حاصل کرتا رہے۔ وہ اس کے ہم راز مشیر کو اپنا معمول بنا چکا تھا۔ اس رات اس نے سوسانہ کو اپنی معمولہ بنالیا۔ اب اسے انتظار تھا کہ ڈاکٹر کبھی بیمار پڑے یا اسے کوئی حادثہ پیش آئے تو وہ اس کے اندر پہنچ کر اسے بھی اپنا معمول بنا سکے گا۔

وہ سوسانہ کے ذریعے اسے اعصابی کمزوری کی دوا دے سکتا تھا لیکن یہ خیال آتا تھا کہ وہ ڈاکٹر ہے، کھانے پینے کی چیز میں ملی ہوئی دوا کو محسوس کرسکتا ہے۔ وہ کوئی رسک لینا نہیں چاہتا تھا۔ اسے اپنا غلام بنانے کی ایسی جلدی نہیں تھی۔ وہ بڑی سہولت سے یہ کام کرنا چاہتا تھا۔

پھر ایک رات ڈاکٹر نے اسے بتایا کہ سونیا الاسکا میں ہے۔ انسانی اعضا حاصل کرنے کا ایک خفیہ اڈا ہیچکاک میں ہے۔ وہاں ڈاکٹر ریگھم ایک فیملی کو ٹریپ کرکے اپنے بنگلے میں لایا تھا۔ اس فیملی میں سونیا بھی تھی وہ اس کے حواریوں کو موت کے گھاٹ اتار رہی تھی اور اب ڈاکٹر ریگھم وغیرہ کو ختم کرنے والی تھی۔

ڈبلیو رائٹ ڈاکٹر بوکا بوکا کی فون کال کے ذریعے ریگھم کی آواز سن کر اس کے اندر پہنچ گیا تھا۔ اس وقت آپریشن تھیٹر میں ریگھم کا پلڑا بھاری رکھا اور سونیا بے بس نظر آرہی تھی لیکن اچانک ہی بازی پلٹ گئی تھی۔ ریگھم کے ایک حواری نے اپنے تین ساتھیوں کو ہلاک کردیا پھر سونیا کے حکم سے خودکشی کرلی۔

ڈاکٹر بوکا بوکا نے کہا "مسٹر رائٹ! کسی طرح میلی اور ریگھم کو بچاؤ۔ ریگھم میرے لیے بہت ضروری ہے۔"

رائٹ نے کہا "تم نے آخری وقت میں مجھے وہاں پہنچایا ہے۔ وہاں کی سچویشن کو سمجھنے تک سونیا ان پر حاوی ہوگئی ہے۔ اس کی پشت پر ایک سے زیادہ خیال خوانی کرنے والے ہوسکتے ہیں۔"

"تم باربرا' ایلسی اور جیری کے دماغوں میں گھس کر ان کی موت بن جاؤ گے تو سونیا ریگھم کو ہلاک نہیں کرے گی۔"

"میں کسی ایک کے دماغ میں گھس سکتا ہوں۔ اس ایک دماغ میں کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے آکر میری سوچ کی لہروں کو کمزور بنا دیں گے پھر وہ تینوں سونیا کے سگے رشتے دار نہیں ہے۔ میں ان میں سے کسی کو مارنا چاہوں گا' تب بھی وہ اس ایک کی قربانی دے کر ریگھم کو ضرور ہلاک کرے گی۔"

ان کی بحث کے دوران سونیا نے میلی اور ریگھم کو دونوں ہاتھوں اور پیروں سے اپاہج بنا دیا تھا۔ انہیں سسک سسک کر مرنے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ ان زخموں سے اتنا خون بہہ رہا تھا کہ صبح تک ان کے بچنے کی امید نہیں تھی۔

ڈبلیو رائٹ نے کہا "اگر میں وہاں خیال خوانی کا مظاہرہ کرتا تو سونیا اور فرہاد وغیرہ کو معلوم ہوجاتا کہ تمہاری پشت پر بھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ جبکہ میں خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔"

"تعجب ہے۔ تمہارے پاس ایک غیر معمولی طاقت ہے۔ تم اسے ظاہر کیوں نہیں کرنا چاہتے؟"

"ہم آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس لیے انڈر گراؤنڈ سیل میں رکھا گیا تھا کہ فرہاد اور اس کے ساتھی کسی نہ کسی مخالف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سراغ لگا کر ان کی شہ رگ تک پہنچ جاتے ہیں۔ ہم انڈر گراؤنڈ سیل سے باہر آنے کے بعد اب تک محتاط ہیں۔ ہم کبھی سونیا اور فرہاد وغیرہ کی موجودگی میں خود کو ظاہر نہیں کرتے۔"

"پھر تم ان سے خوف زدہ رہ کر میرے لیے کیا کرسکو گے؟"

"مجھے بزدل اور خوف زدہ نہ سمجھو۔ میں احتیاطی تدابیر پر عمل کرتا ہوں۔ میں چھپ کر ان پر حملے کرسکتا ہوں اور تمہیں ان کے حملوں سے بچا سکتا ہوں۔ سونیا اب میری نظروں سے اوجھل نہیں ہوسکے گی۔ میں باربرا' ایلسی اور جیری کے اندر رہ کر اس کی مصروفیات سے باخبر رہوں گا۔ اس کی کوئی کمزوری میرے ہاتھ آسکتی ہے۔ وہ بیمار پڑ سکتی ہے۔ کسی حادثے سے دوچار ہوسکتی ہے۔ ایسے وقت میں اس کے اندر گھس کر اسے اپنی معمولہ بنا سکوں گا اور اگر ایسا نہ کرسکا تو اسے آسانی سے ہلاک کرسکوں گا۔"

ڈاکٹر نے کہا "بے شک سونیا اور فرہاد جیسے زبردست دشمنوں کے مقابلے میں تمہیں اسی طرح محتاط رہنا چاہیے۔ تم باربرا' ایلسی اور جیری کے ذریعے سونیا کو اعصابی کمزوری کی دوا کھلا سکتے ہو۔"

"موقع ملا تو میں ایسا ضرور کروں گا۔"

سونیا اس فیملی کے ساتھ ہولی کراس ٹاؤن میں آگئی۔ وہ فیملی آدھی رہ گئی تھی۔ باربرا کا باپ جیکسن ملر مارا گیا تھا۔ اس کا بڑا بیٹا اور بہو پولیس کسٹڈی میں تھے۔ صرف باربرا' ایلسی اور جیری رہ گئے تھے۔ میں نے جیکسن ملر کی تدفین سے پہلے خیال خوانی کے ذریعے اس کے بڑے بیٹے اور بہو کو رہائی دلائی۔ سونیا نے ان سے کہا "میں نے تم سب کے ساتھ بہت ہی یادگار وقت گزارا ہے۔ اب مجھے یہاں سے جانا ہوگا۔"

باربرا نے اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر شکایت کی "کیا آپ مجھے بیٹی بنا کر یہاں چھوڑ جائیں گی۔"

"بیٹیاں ایک دن ماں باپ سے جدا ہوجاتی ہیں۔ ہمیں بھی جدا ہونا ہے۔ نہ میں اپنی فیملی سے دور یہاں رہ سکتی ہوں۔ نہ تم اپنی فیملی کو چھوڑ کر میرے ساتھ آسکتی ہو۔ کیا تم میرے ساتھ آسکو گی؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "آپ نے مجھے اتنا تحفظ' اتنی

سلامتی دی ہے کہ میری سگی ماں بھی نہیں دے سکتی تھی۔ میں ہمیشہ آپ کے سائے میں محفوظ رہ سکتی ہوں لیکن اپنے باپ دادا کا خاندان، یہ مکان اور لہو کے رشتے توڑ کر نہیں جاسکوں گی۔ آپ سے دور رہوں گی لیکن آخری سانسوں تک آپ کو یاد کرتی رہوں گی۔"

ڈبلیو رائٹ خیال خوانی کے ذریعے باربرا کے اندر آتا جاتا رہتا تھا۔ اس وقت بھی موجود تھا اور سمجھ رہا تھا کہ سونیا وہاں سے جائے گی تو وہ باربرا کے بعد کسی کو آلہ کار نہیں بنا سکے گا۔ پتا نہیں چلے گا کہ وہ کہاں جارہی ہے؟

اس نے ڈاکٹر بوکا بوکا سے کہا "وہ ہولی کراس ٹاؤن سے جارہی ہے۔ پتا نہیں آگے کہاں جاکر ہمارے کس تیسرے اڈے کو تباہ کرے گی۔ یہ تنہا ہوگی اس کے ساتھ کوئی نہیں ہوگا۔ میں کسی کے ذریعے اس پر نظر نہیں رکھ سکوں گا۔"

ڈاکٹر نے کہا "اس سے پہلے کہ یہ ہمیں مزید نقصان پہنچائے اسے کسی بھی طرح وہیں ختم کردو۔"

"مجھے یہ معلوم نہیں ہورہا ہے کہ ابھی سونیا کے اندر فرہاد موجود ہے یا نہیں؟ مجھے سوچ سمجھ کر حملہ کرنا ہوگا۔"

"تمہارے سوچنے سمجھنے تک وہ وہاں سے چلی جائے گی۔ جو کرنا ہے جلدی کرو۔ آخر کب تک ان لوگوں سے چھپ کر خیال خوانی کرتے رہو گے؟"

ڈبلیو رائٹ اس وقت باربرا کے علاوہ جیری اور ایلسی وغیرہ کو آلہ کار بنا سکتا تھا۔ اس نے جیری کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ اس مکان میں کوئی اسلحہ نہیں تھا۔ کچن میں چاقو رکھا ہوا تھا۔ جیری نے اسے اپنے لباس میں چھپالیا۔ سونیا اپنا سفری بیگ اٹھا کر ان سے رخصت ہورہی تھی۔ باربرا اور ایلسی اسے مکان کے باہر ٹیکسی تک رخصت کرنے آئی تھیں۔ جیری راستہ روک کر کھڑا ہوگیا۔ ایلسی نے پوچھا "کیا بات ہے جیری؟"

ڈبلیو رائٹ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے حملہ کرنے پر مجبور کررہا تھا۔ اس نے سونیا سے کہا "تم نے ایک ہوٹل میں تین غنڈوں کی پٹائی کی تھی۔ تم نہ ہوتیں تو باربرا اور ایلسی کی آبرو خاک میں مل جاتی پھر تم نے بینکاک میں ہم سب کو قاتلوں سے بچایا۔ ہم سب تم پر اپنی جانیں بھی قربان کردیں تو کم ہے۔ میرے لباس کے اندر یہ چاقو ہے۔"

اس نے لباس کے اندر سے چاقو نکالا۔ ایلسی اور باربرا پریشان ہوگئیں۔ سونیا مسکرانے لگی۔ وہ بولا "ایک کتا بڑی دیر سے میرے اندر بھونک رہا ہے۔ مجھے مجبور کرنا چاہتا ہے کہ میں تمہیں اس چاقو سے ہلاک کردوں۔ اس سے پوچھو۔ یہ کس نسل کا کتا ہے اور کہاں سے آیا ہے؟"

سونیا نے کہا "پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ڈاکٹر بوکا بوکا یہ نہیں چاہتا کہ میں آگے جاکر اسے مزید نقصان پہنچاؤں۔ اس کی اس حماقت سے مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ میں پہلے سے زیادہ محتاط رہوں گی۔"

وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوگئی۔ ڈبلیو رائٹ اپنی آلہ کار سوسانہ کے دماغ میں آیا۔ اس کے ذریعے ڈاکٹر بوکا بوکا سے بولا "تمہاری جلد بازی کی وجہ سے اسے معلوم ہوگیا ہے کہ تمہارے ساتھ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ اب وہ پہلے سے زیادہ محتاط رہے گی۔ فرہاد وغیرہ معلوم کریں گے کہ میں کون ہوں؟ انہیں یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگے گی کہ میں آٹھ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک ہوں۔"

"اتنی لمبی باتیں کیوں کررہے ہو؟ صاف کیوں نہیں کہتے کہ تم سونیا پر حملہ کرنے میں ناکام رہے ہو۔ وہ تنہا ہے۔ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے۔ تم اس نہتی عورت کو ہلاک نہ کرسکے۔"

"وہ تنہا نہیں ہے۔ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں موجود تھے۔ میں نے جیری کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا لیکن مجھ سے پہلے کوئی اس کے اندر موجود تھا۔ اس نے جیری کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ آئندہ میں تمہارے مشورے پر عمل نہیں کروں گا۔"

وہ آپس میں بحث کررہے تھے۔ انہیں اندیشہ تھا کہ سونیا آئندہ ان کے کسی اور خفیہ اڈے تک پہنچنے والی ہے۔ جبکہ ایسا نہیں تھا۔ وہ میری تلاش میں وہاں گئی تھی۔ میں اس کی زندگی میں واپس آگیا تھا۔ خوامخواہ اس ملک میں رہنا ضروری نہیں تھا۔

وہ یہ سن کر پریشان ہوگئی تھی کہ اس کا بیٹا کبریا گردش میں آگیا ہے۔ میں جس مصیبت سے نکل آیا تھا، اس مصیبت میں وہ گرفتار ہوگیا تھا۔ وہ بیٹے کو تلاش کرنے میرے پاس ہندوستان آرہی تھی۔ الاسکا سے کینیڈا پہنچ کر وہاں سے کسی فلائٹ میں انڈیا آنے والی تھی۔

الپا، اعلیٰ بی بی اور فرمان خیال خوانی کے ذریعے جزیرے کے سیکیورٹی افسر اور دوسرے اہم افراد کے دماغوں میں جگہ بنا چکے تھے۔ وہاں انہوں نے کبریا کی آواز سنی تھی۔ وہ سیکیورٹی افسر کے اندر آکر وہاں کے دفاعی انتظامات دیکھ چکا تھا۔ تمام مسلح افراد صبح و شام فوجی مشقیں کیا کرتے تھے اور انڈین آرمی سے نمٹنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔

دادی ماں کبریا سے کہتی تھی کہ اسے محل کے اندر اور باہر کے تمام معاملات پر نظر رکھنی ہے اور جزیرے کے چاروں طرف بھی یہ دیکھنا ہے کہ انڈین گوریلے فائٹر سمندر کے راستے سے چھپ کر نہ آجائیں۔ وہ دادی ماں کے حکم کے مطابق دن رات خیال خوانی میں مصروف رہتا تھا۔

اعلیٰ بی بی نے کہا "پاپا! میں وہاں کسی کے اندر کبریا کی آواز سنتی ہوں تو اس سے باتیں کرنے کے لیے دل بے چین ہوجاتا ہے۔"

میں نے کہا "بھائی کی محبت سے مغلوب ہو کر اسے مخاطب کرنے کی غلطی نہ کرنا۔ وہ دادی ماں کو بتادے گا کہ ہم جزیرے میں اہم افراد کے اندر آتے رہتے ہیں پھر وہ وہاں ہمارے لیے رکاوٹیں پیدا کرنے لگے گی۔"

انڈین آرمی کے اعلیٰ افسران اس سیکیورٹی افسر سے فون اور فیکس کے ذریعے پوچھنے لگے "تمہاری مالکن پوجا کلیانی کہاں ہیں؟ ہم اس سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

کبریا نے سیکیورٹی افسر کی زبان سے کہا "ہماری میڈم تفریح کے لیے کسی ملک میں گئی ہیں۔ کوئی ضروری بات ہو تو آپ مجھ سے کرسکتے ہیں۔"

آرمی کے افسران کو یہ معلوم ہوچکا تھا کہ جزیرے میں صرف ایک سیکیورٹی افسر رہ گیا ہے۔ پوجا اور سلمان قیصر کہیں دور کسی ملک میں ہیں۔ وہ میرے بارے میں یہی جانتے تھے کہ میں اب تک پوجا کے ساتھ ہوں۔ جزیرے میں کتنی بڑی تبدیلی آگئی ہے، وہ نہیں جانتے تھے۔

فرمان نے پوچھا "آرمی وہاں حملہ کرے گی تو کیا ہم کبریا کا ساتھ دیں گے اور اس چڑیل کے جزیرے کی حفاظت کریں گے؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا "ہم آرمی کے حملوں کو ناکام بنائیں گے تو گویا دادی ماں کا ساتھ دے کر اس دشمن عورت کے ہاتھ مضبوط کریں گے۔"

الپا نے کہا "اگر وہ جزیرہ تباہ ہوجائے یا انڈین آرمی کا قبضہ وہاں ہوجائے تو دادی ماں کو زبردست نقصان پہنچے گا اور ہم اسے نقصان پہنچائیں گے۔"

میں نے کہا "تصویر کا ایک ہی رخ نہ دیکھو۔ بے شک اس خبیث عورت کو بھاری نقصان پہنچا کر خوشی ہوگی لیکن اس تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ وہ کبریا کو نقصان پہنچائے گی۔ اس نے مجھے صرف جزیرے کی سلامتی کے لیے ٹریپ کیا تھا۔ کبریا کو بھی صرف اسی مقصد کے لیے اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ جب اس سے فائدہ نہیں پہنچے گا تو وہ اسے نقصان ضرور پہنچائے گی۔"

اعلیٰ بی بی نے مایوس ہو کر کہا "یہ کیسی مجبوری ہے۔ وہ ہم سے دشمنی کررہی ہے اور ہم نہ چاہتے ہوئے بھی دوستوں کی طرح اس کے جزیرے کی حفاظت کرتے رہیں گے۔"

"ہم واقعی مجبور ہیں۔ کبریا کی سلامتی کے لیے ہمیں ایسا کرنا ہوگا۔"

آخر آرمی والے حرکت میں آگئے۔ انہوں نے پوجا اور سلمان قیصر کے بغیر جزیرے کو خالی، لاوارث اور کمزور سمجھ لیا۔ رات کی تاریکی میں سمندری راستے سے ساحل پر اتر گئے۔ وہاں صرف چار مسلح گارڈز تھے۔ وہ سیکڑوں کی تعداد میں آنے والوں کو جوابی فائرنگ سے روک نہیں سکتے تھے۔ وہاں سے بھاگ کر محل میں آئے۔ سیکیورٹی افسر کو بتایا کہ آرمی کے سیکڑوں جوان ساحل پر آگئے ہیں۔ سیکیورٹی افسر نے محل کے چاروں طرف اپنے مسلح گارڈز کو الرٹ کردیا۔

اس وقت اعلیٰ بی بی اور فرمان خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود تھے۔ انہوں نے مجھے اور الپا کو بلایا۔ میں فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے آرمی ہیڈ کوارٹر کے افسران کے اندر پہنچنے لگا۔ اس سے پہلے بھی میں ان کے خیالات پڑھتا رہا تھا۔ وہ افسران موبائل فون اور وائرلیس کے ذریعے ان افسروں سے باتیں کررہے تھے، جو جزیرے کے ساحل پر سپاہیوں کے ساتھ بخیریت پہنچ گئے تھے۔

ان میں سے ایک افسر رپورٹ پیش کررہا تھا "سر! ہم یہاں پہنچ گئے ہیں۔ ادھر کوسٹ گارڈز بھی نظر نہیں آرہے ہیں۔ چند ملاح اور ماہی گیر ہیں۔ انہیں ہم نے حراست میں لیا ہے۔ ان کے بیان کے مطابق ادھر چار مسلح گارڈز رات کو ڈیوٹی دیتے ہیں۔ وہ ہمیں اتنی بڑی تعداد میں دیکھ کر بھاگ گئے ہیں۔"

ہیڈ کوارٹر سے کہا گیا "ان بھاگنے والوں نے محل میں خبر پہنچائی ہوگی۔ وہ مقابلے کے لیے تیار ہوں گے۔ بہت ہوشیاری سے محل کا محاصرہ کرو۔"

میں نے الپا، اعلیٰ بی بی اور فرمان کو اس افسر کے دماغ میں پہنچایا پھر ہم سب اس ایک افسر کے ذریعے دوسرے افسروں اور سپاہیوں کے اندر پہنچنے لگے۔ ادھر سیکیورٹی افسر، کبریا سے کہہ رہا تھا "سر! ہم لڑنے والے تعداد میں پورے چالیس بھی نہیں ہیں اور سیکڑوں تعداد میں آئے ہیں پھر ان کے پاس مشین گنیں اور میزائل وغیرہ بھی ہوں گے۔"

کبریا نے کہا "کیا پہلے سے نہیں جانتے تھے کہ ان کے پاس یہ سب کچھ ہوگا اور ہم محدود ہتھیاروں سے لڑیں

گے؟"

"ہم جانتے تھے لیکن ہم آپ کی ٹیلی پیتھی کے ہتھیار پر زیادہ بھروسا کرتے ہیں۔ آپ یہ ہتھیار استعمال کریں۔ تاکہ ان پر دہشت طاری ہو۔"

"میں نے اب تک کسی دشمن کی آواز نہیں سنی ہے۔ آواز سنے بغیر میں کسی کے اندر جاسکوں گا اور نہ ان کے خلاف کچھ کرسکوں گا۔ وہ محل کا محاصرہ کرنے کے بعد ضرور تمہیں مخاطب کریں گے۔"

کبریا نے ایک مسلح گارڈ سے کہا "تم موٹر سائیکل لے کر ساحل کی طرف ایلچی بن کر جاؤ اور ان سے باتیں کرو۔"

ایلچی بننے والے نے پریشان ہو کر پوچھا "آپ مجھے تنہا موت کے منہ میں کیوں بھیج رہے ہیں۔ وہ میری کوئی بات نہیں سنیں گے۔ گولی ماردیں گے۔"

"بکواس مت کرو۔ یہ جنگ کا اصول ہے۔ دشمن کے ایلچی کو مارا نہیں جاتا۔ اس کے ذریعے مذاکرات کیے جاتے ہیں۔"

وہ جانا نہیں چاہتا تھا۔ کبریا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ موٹر سائیکل پر بیٹھ کر وہاں سے جانے لگا۔ محل کے احاطے کی چار دیواری بہت اونچی تھی اور اس کی اونچائی پر تار کانٹے بچھائے گئے تھے۔ وہاں چاروں طرف تھوڑے تھوڑے فاصلے پر مچانیں بنی ہوئی تھیں۔ ہر مچان پر چار چار مسلح گارڈز تھے اور سرچ لائٹس کے ذریعے دور تک دیکھ رہے تھے۔

وہ ایلچی موٹر سائیکل پر ساحل کی طرف جارہا تھا۔ دور کہیں سے آواز سنائی دی "ہالٹ۔۔۔"

کبریا اس ایلچی کے اندر تھا۔ اس نے آوازیں سنیں لیکن دور کی آواز اور لہجہ صاف سنائی نہیں دیا۔ اب آگے باتوں کا سلسلہ شروع ہونے والا تھا۔ وہ توجہ سے سننے لگا۔ ایلچی نے موٹر سائیکل روک دی تھی۔ تاریکی میں اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا "میں اکیلا ہوں۔ گولی نہ چلانا۔ پیغام لے کر آیا ہوں۔ مجھے اپنے قریب آنے۔۔۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ ایلچی چیخ مار کر گرا پھر وہاں سے اٹھ نہ سکا۔ کبریا کی سوچ کی لہریں اس کے مردہ دماغ سے واپس آگئیں۔

آرمی والوں کو یقین تھا کہ وہ صبح سے پہلے جزیرے پر قبضہ جمالیں گے۔ اس لیے ان کی نظروں میں ایلچی اور مذاکرات وغیرہ کی اہمیت نہیں تھی۔ کبریا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر دادی ماں سے کہا "انہوں نے ایلچی کی بات نہیں سنی۔ اسے مار ڈالا ہے۔ مجھے دشمنوں کی آواز سننے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔"

وہ بولی "میں بھارت سرکار سے فریاد کروں گی تو میری کوئی نہیں سنے گا۔ جو جزیرے کے مقدمے کا فیصلہ سنانے والا ہے' میں ابھی اس جج سے شکایت کرتی ہوں۔ شاید وہ ہمارے لیے کچھ کرسکے گا۔ تم جزیرے میں جاؤ۔"

کبریا پھر سیکیورٹی افسر کے اندر آگیا۔ ابھی تک محل پر حملہ نہیں ہوا تھا۔ سیکیورٹی افسر نے کہا "پتا نہیں' وہ حملہ کیوں نہیں کررہے ہیں۔ ہمیں اپنا انجام صاف دکھائی دے رہا ہے یا تو بے موت مرنا ہوگا۔ یا پھر ان کے سامنے ہتھیار ڈالنے ہوں گے۔"

کبریا نے ڈانٹ کر کہا "بزدلوں جیسی باتیں نہ کرو۔ برسوں سے محافظ بننے کا وعدہ کرکے بڑی بڑی تنخواہیں لیتے آرہے ہو۔ اب موت کے خوف سے ہتھیار پھینکنے کی باتیں کررہے ہو۔"

"آپ غصہ نہ دکھائیں۔ ہم سے پہلے آپ کا ہتھیار بیکار ہوچکا ہے۔ آپ مجبور ہوگئے ہیں۔ یہ ہتھیار استعمال نہیں کرپارہے ہیں۔ دیکھا جائے تو ہم سے پہلے آپ ہتھیار ڈال چکے ہیں۔"

"تم باغیانہ انداز میں بول رہے ہو۔ تمہارے چور خیالات بتارہے ہیں کہ دشمن ادھر آئیں گے تو تم ایک بھی گولی چلائے بغیر گھٹنے ٹیک دو گے۔"

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ رات کے سناٹے میں دور سے فائرنگ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ کبریا کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کون فائرنگ کررہا ہے؟ اور کس دشمن پر کررہا ہے؟

ہم نے انہیں آپس میں لڑا دیا تھا۔ میں نے ایک افسر کے ذریعے دوسرے افسر سے کہا "محل پر حملہ نہ کیا جائے۔ محل کے سپاہیوں کو باہر آنے پر مجبور کیا جائے۔"

دوسرے افسر نے کہا "ہم راکٹ لانچر سے محل میں راکٹ برسائیں گے تو وہاں بھگدڑ شروع ہوگی۔ وہ محل کے احاطے سے باہر آنے پر مجبور ہوجائیں گے۔"

میں نے کہا "اپنے راکٹ برباد کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تمہیں گولی ماروں گا تو آواز وہاں تک جائے گی۔"

یہ کہتے ہی میرے آلہ کار افسر نے دوسرے افسر کو گولی ماری پھر مسلسل فائر کرتا گیا۔ کئی سپاہی فائر کی زد میں آکر مرگئے۔ دوسرے اِدھر اُدھر بھاگتے ہوئے اسے سمجھانے لگے

کہ وہ پاگلوں کی طرح فائرنگ نہ کرے لیکن الیا' اعلیٰ بی بی اور فرہاد نے دوسروں کے اندر پہنچ کر انہیں بھی گولیاں چلانے پر مجبور کیا۔ دو سپاہی بھاری مشین گن چلانے لگے۔ وہاں اچانک ہی قیامت برپا ہوگئی تھی۔

ہم نے یہ خیال رکھا تھا کہ ہمارے آلہ کار مرنے نہ پائیں اور وہ آخر وقت تک ہمارے کام آتے رہیں۔ رات کی تاریکی میں پتا نہیں چل رہا تھا کہ کتنے سپاہی اور افسران مارے گئے ہیں۔ جو بچ گئے تھے' وہ اس پہاڑی کی طرف آگئے' جس پر محل کھڑا ہوا تھا۔

ایک افسر نے حکم دیا "سب لوگ قریب آجائیں۔ کوئی دور نہ رہے۔ ہمیں سمجھنا چاہیے کہ ہمارے لوگوں نے ایک دوسرے پر گولیاں کیوں چلائی ہیں۔"

دوسرے نے کہا "میں نے دیکھا ہے۔ مشین گن کے ایک برسٹ سے درجنوں سپاہی بے موت مرگئے۔ فائرنگ کرنے والے جنون میں کیوں مبتلا ہوگئے۔"

اس سوال کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد ایک نے کہا "ہیڈ کوارٹر میں کہا جارہا تھا کہ یوجا نے ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد سے دوستی کی ہے۔ میری سمجھ میں یہی آتا ہے کہ ہم پر ٹیلی پیتھی کے ذریعے حملہ کیا جارہا ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا "میں نہیں مانتا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا صرف پندرہ منٹ میں ہمارے درجنوں سپاہیوں کو خاک میں ملادے گا۔"

تیسرے نے کہا "اگر یہ ٹیلی پیتھی نہیں ہے تو پھر یہ سب کیسے ہوگیا۔ کیا یوجا ہم پر جادو کررہی ہے؟"

"ہم یہاں بحث کرنے نہیں جزیرے پر قبضہ حاصل کرنے آئے ہیں۔ جو ہوچکا ہے۔ اس پر بعد میں غور کیا جائے گا۔ ابھی محل کی طرف پیش قدمی کی باتیں کرو۔ جلد سے جلد محل پر حملہ کرنا چاہیے۔"

میں نے ایک سپاہی کی زبان سے کہا "ہم انسان ہیں۔ دوسرے انسانوں کو کیوں ہلاک کرتے ہیں۔ دوسروں کی زمینوں پر قبضہ جمانے کے لیے اپنی محبت کرنے والی بیویوں اور معصوم بچوں کو چھوڑ کر اتنی دور آتے ہیں اور حرام موت مارے جاتے ہیں۔"

ایک افسر نے ڈانٹ کر کہا "کیا بکواس کررہے ہو۔ دوران جنگ میں آکر کسی بھی سپاہی کو بیوی' بچے اور گھر کے بارے میں نہیں سوچنا چاہیے۔"

"کیوں نہیں سوچنا چاہیے؟ کیا ہم انسان نہیں ہیں۔ ہمارے سینوں میں دل نہیں دھڑکتے ہیں۔ کیا تم یہاں مرجاؤ

خوف [illegible]!
[illegible]

خوف و شرم
اور
اسکا سدباب

قیمت 40 روپے ◆ ڈاک خرچ 23 روپے

خوف ایک بیماری ہے۔ ایسی بیماری جو زندگی میں زہر گھول دیتی ہے اور صلاحیتوں کو ختم کردیتی ہے۔

[illegible] معلوم کیجئے! اور اس کا تدارک کیجئے!

کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ
پیشگی منی آرڈر ارسال کریں

خط و کتابت کا پتہ
مکتبہ نفسیات
[illegible]
[illegible]
کتابوں کی قیمتیں اور ڈاک خرچ جو درج ہیں ان میں کسی بھی وقت تبدیلی ہو سکتی ہے 1-6-2001

kitabiat@hotmail.com
kitabiat1970@yahoo.com

گے تو وہاں تمہاری بیوی بچے نہیں روئیں گے۔ اگر تمہارے پیچھے وہ نہیں روئیں گے تو تمہیں ابھی مر جانا چاہیے۔"

وہ سپاہی سب مشین گن لیے کھڑا تھا۔ اس نے ٹریگر دبایا۔ تڑاتڑ کی آواز کے ساتھ بیک وقت کئی گولیاں نکلیں اور سامنے والوں کی زندگیاں چھینتی چلی گئیں پھر ایک بار بھگدڑ شروع ہوئی۔ ایک افسر نے اس سپاہی کو گولی ماری۔ وہ تو مر گیا لیکن ہم چاروں نے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے فائرنگ جاری رکھی۔ ان پر بدحواسی طاری ہو گئی۔ وہ جدھر جا رہے تھے، ادھر سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ جان بچانے کی جگہ نہیں مل رہی تھی۔

آخر وہ اپنے ہتھیار پھینک کر زمین پر گھٹنے ٹیکنے لگے۔ کہنے لگے "سیز فائر۔ بند کرو۔ فائرنگ بند کرو۔ ہم ہتھیار ڈال چکے ہیں۔"

فائرنگ بند ہو گئی۔ میں نے ایک افسر کی زبان سے کہا "اب یہ مان لو کہ محل کے دروازے تک نہیں پہنچ سکو گے اور جزیرے سے فوراً واپس نہ گئے تو ہم میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچے گا۔"

دوسرے افسر نے کہا "یہاں جو ہو رہا ہے، وہ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ سمجھداری یہی ہوگی کہ ہم یہاں سے واپس چلے جائیں۔"

"لیکن مردہ سپاہیوں کو چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔ ان کی لاشیں اور تمام ہتھیار اٹھا کر لے جاؤ گے۔"

ایک نے پوچھا "اتنی لاشیں ہم کہاں لے جائیں گے؟ اور کیوں لے جائیں گے؟"

میں نے کہا "یہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا حکم ہے۔ اگر حکم کی تعمیل نہ کی گئی تو تمہاری لاشیں اٹھانے والا بھی یہاں کوئی نہیں رہے گا۔"

انہوں نے مجبور ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا پھر سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ لاشیں اور ہتھیار اٹھا کر کشتیوں پر لے جا کر رکھیں۔ حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ وہ سب سہمے ہوئے تھے۔ واپس جانے کے لیے پھرتی سے کام کر رہے تھے۔ ہم ان کے ذریعے ٹارچ کی روشنی میں دور تک دیکھ رہے تھے کہ وہاں کوئی لاش یا انڈین آرمی کا کوئی ہتھیار نہ رہ جائے۔ آئندہ یہ ثبوت نہ ملے کہ انڈین آرمی وہاں آئی تھی۔

وہاں حملہ کرنے ایک سو سپاہی اور دس افسران آئے تھے۔ جن میں سے دو افسران اور چالیس سپاہی زندہ واپس جا رہے تھے۔ ان کا بحری جنگی جہاز جزیرے سے پانچ میل دور گہرے پانی میں کھڑا تھا۔ وہ سب موٹر بوٹس میں آئے تھے اور انہی بوٹس میں بحری جہاز کی طرف جا رہے تھے۔ ہماری خیال خوانی کے مطابق لاشوں اور ہتھیاروں کو سمندر میں پھینکے جا رہے تھے۔

اس بحری جنگی جہاز میں بھی کچھ اعلیٰ افسران اور کئی سپاہی تھے۔ انہوں نے واپس آنے والوں سے پوچھا "کیا جزیرے پر قبضہ ہو گیا؟"

دوسرے افسر نے خوش ہو کر کہا "یقیناً قبضہ ہو چکا ہے۔ اسی لیے ہمارے چھ افسران اور باقی سپاہی وہیں رہ گئے ہیں۔"

ان کی باتوں کے دوران میں ہم چار سپاہیوں کو جہاز کے بیسمنٹ میں لے گئے۔ جہاں انجن، پیٹرول اور ڈیزل آئل تھا۔ اوپر عرشے پر ایک شکست خوردہ افسر نے کہا "آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ جزیرے پر قبضہ نہیں ہوا ہے۔ ہم ناکام ہو کر اور بہت بڑا نقصان اٹھا کر آئے ہیں۔"

دوسرے نے کہا "ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ لوگ ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے ہمارے چھ افسران اور ساٹھ سپاہیوں کو مار ڈالیں گے۔"

ایک اعلیٰ افسران نے غصے سے کہا "یہ کیا بکواس ہے؟ کون یقین کرے گا کہ تم لوگ ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے شکست کھا کر آئے ہو؟"

"کوئی یقین کرے یا نہ کرے۔ ہمارے ساتھ یہی ہوا ہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو توپ کا رخ جزیرے کی طرف کیا جائے۔ ہم یہاں سے اتنے گولے برسائیں گے کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اس جزیرے کے ساتھ سمندر میں ڈوب جائے گا۔"

اعلیٰ افسر کے حکم کے مطابق ائر کرافٹ گنوں کا رخ جزیرے کی طرف کیا گیا تھا۔ وہ جہاز جزیرے کے قریب جانے لگا لیکن اس سے پہلے کہ گولے برسائے جاتے۔ یکبارگی جہاز میں زلزلہ پیدا ہوا۔ تہ خانے سے ایک زوردار دھماکا ہوا پھر دوسرا اور پھر تیسرا دھماکا ہوا۔ اس بحری جہاز کے پرخچے اڑنے لگے۔

افسروں اور سپاہیوں نے سمندر میں چھلانگیں لگائیں۔ نیچے پانی میں بھی موت تھی کیونکہ دھماکے بیسمنٹ سے ہی ہو رہے تھے۔ آگ کے شعلے اور دھوئیں کے بادل آسمان کی طرف اٹھ رہے تھے۔ جہاز دھیرے دھیرے ڈوبتا جا رہا تھا۔

سیکیورٹی افسر اور تمام مسلح افراد محل کے باہر کھڑے ہوئے سمندر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ میلوں دور تک دھماکے سنائی دے رہے تھے اور آگ کے شعلے دکھائی دے رہے تھے

کبریا نے کہا "کوئی بحری جہاز تباہ ہو رہا ہے۔"

سیکیورٹی افسر نے کہا "یہ ان فوجیوں کا ہی جہاز ہوگا' جو یہاں حملہ کرنے آئے ہیں۔"

"تعجب ہے۔ یہاں ابھی تک حملہ نہیں ہوا اور وہاں سمندر میں ہو گیا۔ اس جہاز پر یقیناً حملہ کیا گیا ہے۔ ویسے کون حملہ کر سکتا ہے؟"

"ہمارے جزیرے میں بڑی دیر تک گولیاں چلتی رہی تھیں۔ پچھلے دو گھنٹے سے خاموشی ہے۔ نہ ہم پر حملہ ہو رہا ہے اور نہ ہی ہمیں دھمکیاں دی جارہی ہیں۔"

کبریا دماغی طور پر دادی ماں کے پاس حاضر ہوا۔ وہ بولی "میں نے اس جج سے رابطہ کیا تھا۔ وہ بھی مجبوری ظاہر کر رہا ہے۔ کہہ رہا تھا۔ آرمی کسی بھی بہانے سے جزیرے میں داخل ہو سکتی ہے۔ میں تمہارے مقدمے کا فیصلہ تمہارے حق میں سنانے والا ہوں لیکن میں آرمی کے معاملات میں مداخلت نہیں کروں گا۔ تم بتاؤ جزیرے میں کیا ہو رہا ہے؟"

"ابھی تک خیریت ہے۔ وہاں ایسے حالات پیش آرہے ہیں' جو میری سمجھ سے باہر ہیں۔ وہ حملہ آور دور ساحل کی طرف ایسی فائرنگ کر رہے تھے۔ جیسے کسی مخالف فوج سے مقابلہ کر رہے ہوں۔ اب ہر طرف گہری خاموشی ہے۔ وہ محل کے قریب نہیں آرہے ہیں۔ دور سمندر میں ان کا ایک بحری جہاز بھی یوں تباہ ہو چکا ہے۔ جیسے کسی نے حملہ کرکے اسے ڈبویا ہو۔"

یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ایک ہی رات میں کیا کچھ ہو گیا ہے؟ اور کیسے ہو گیا ہے؟ صبح کبریا نے سیکیورٹی افسر کو حکم دیا کہ وہ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر جزیرے کے اوپر پرواز کرے اور صحیح حالات معلوم کرے۔

اس نے حکم کے مطابق پرواز کی۔ کبریا اس کے اندر موجود تھا۔ وہ افسر ہیلی کاپٹر کو پورے جزیرے کے اطراف گھما رہا تھا اور نیچے دیکھ رہا تھا۔ انڈین آرمی کا ایک بھی سپاہی کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔ ساحل پر ملاح اور ماہی گیر دکھائی دے رہے تھے۔

اس نے ہیلی کاپٹر کو ساحل پر اتارا۔ ملاحوں اور ماہی گیروں سے سوالات کیے۔ انہوں نے بتایا' پچھلی رات بھارتی فوجی آئے تھے۔ وہ تعداد میں سو سے زیادہ ہوں گے۔ انہوں نے ہمیں ایک کٹیا میں بند کر دیا تھا۔ ہم اندھیرے میں گولیاں چلنے کی آوازیں سنتے رہے پھر ایک گھنٹے کے بعد وہ فوجی اپنے ساتھیوں کی لاشیں موٹر بوٹس میں ڈال کر یہاں سے چلے گئے۔

کبریا نے یہ باتیں دادی ماں کو بتائیں۔ وہ حیرانی سے بولی "یہ تو جادو ہو گیا۔ دشمن ہمیں ختم کرنے آئے اور خود اپنی لاشیں اٹھا کر لے گئے۔"

پھر وہ چونک کر بولی "نہیں۔ یہ ٹیلی پیتھی ہے۔ یہ سب کچھ ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کیا ہے۔ یہ سب اسی نے کیا ہے۔ اتنی بڑی آرمی کی خلاف وہی ایسا کر سکتا ہے۔"

کبریا نے پوچھا "تم کس کی بات کر رہی ہو؟"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر بولی "ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارا دشمن ہے۔ اس کا نام فرہاد علی تیمور ہے۔"

"اگر وہ دشمن ہے تو اس نے ہمارے جزیرے سے دشمنوں کو کیوں بھگایا ہے؟ اسے تو ہماری تباہی کا تماشا دیکھنا چاہیے تھا۔"

"تم بہت سی باتیں نہیں جانتے ہو۔ فرہاد بھی اس جزیرے پر قبضہ جمانا چاہتا ہے۔ اسی لیے وہ بھارتی فوجیوں کو وہاں آنے سے روکتا ہے۔ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ اس لیے وہ تم سے مقابلہ کرنے سے کتراتا ہے۔ تمہارے خلاف کوئی سازش کرکے پہلے تمہیں مار ڈالنا چاہتا ہے۔ وہ سیکیورٹی افسر وغیرہ کے دماغوں میں آکر تم سے محبت اور رشتے داری جتا کر تمہیں میرے خلاف بھڑکانا چاہے گا۔ تمہیں بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔"

"جو شخص پوری فوج کو تنہا یہاں سے بھگا سکتا ہے۔ وہ ہمارے خلاف بھی بہت کچھ کر سکتا ہے۔ تم نے پہلے اس کے بارے میں کیوں نہیں بتایا؟"

"پہلے میری عقل میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ وہ اپنے فائدے کے لیے ہمارے دشمنوں سے لڑے گا اور انہیں جزیرے سے بھگاتا رہے گا۔ تم اس کے بارے میں زیادہ نہ سوچو۔ میرا یہ حکم یاد رکھو کہ تم فرہاد سے یا کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بات کرو گے۔ اس طرح کوئی بھی میٹھی باتیں کرکے تمہیں نہیں بہکائے گا۔"

"میں تمہارے حکم پر چلوں گا۔ کسی بھی خیال خوانی کرنے والے سے بھی بات نہیں کروں گا۔ وہ کسی کے دماغ میں آکر بولیں گے تو میں اس دماغ سے چلا جاؤں گا۔ ان کی کوئی بات نہیں سنوں گا۔"

"شاباش! اب جزیرے میں جاؤ۔ آرمی کے افسران شکست کھانے کے بعد ہم سے رابطہ کرنا چاہیں گے۔ ہم پر الزامات عائد کریں گے۔ تمہیں ان سے اچھی طرح نمٹنا ہے۔"

کبریا اس کے حکم کے مطابق سیکیورٹی افسر کے پاس چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی وہ قہقہے لگانے لگی۔ کہنے لگی "فرہاد! ہاہاہا۔ یہ تو کمال ہو گیا۔ میں نے یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ تم بیٹے کی سلامتی کے لیے میرے دشمنوں کو جزیرے سے دور رکھو گے۔ ہاہاہاہاہا۔"

وہ مستی میں جھومتی ہوئی' ادھر سے ادھر رقص کے انداز میں جاتی ہوئی بولی "جس طرح کسی دیو کی جان طوطے میں ہوتی ہے' اسی طرح تمہاری جان تمہارے بیٹے کے اندر ہے۔ ہاہاہاہا۔ تم اسے میری قید میں زندہ سلامت رکھنے کے لیے میری دشمنوں سے لڑتے رہو گے۔"

وہ خوشی سے باؤلی ہو رہی تھی۔ اس نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا "ہے بھگوان! تو نے خوب چمتکار دکھایا ہے۔ جس فرہاد کو اپنے شکنجے میں رکھنا چاہتی تھی۔ وہ پنجرہ توڑنے کے بعد بھی میرے شکنجے میں رہے گا۔"

وہ دل کھول کر قہقہے لگا رہی تھی۔ بے شک اس نے زبردست کامیابی حاصل کی تھی۔ اس نے مجھے مجبور اور بے بس بنا دیا تھا۔ میں اس کا زیردست نہ ہوتے ہوئے بھی اس کے جزیرے کا محافظ بن چکا تھا۔

پتا نہیں' یہ سلسلہ کب تک جاری رہنے والا تھا۔ کب تک مجبوراً بیٹے کی خاطر اسے فائدہ پہنچانا تھا۔ ابھی اس مسئلے پر توجہ دینے کا وقت نہیں مل رہا تھا۔ ایک اور بڑا چیلنج سامنے آرہا تھا۔ ایک بحری جہاز کا ڈوبنا اور سیکڑوں فوجیوں کا مارا جانا معمولی بات نہیں تھی۔ دہلی راجدھانی اور آرمی ہیڈ کوارٹر میں جیسے زلزلہ آگیا تھا۔ امریکی آقاؤں تک یہ خبر پہنچائی جارہی تھی کہ مسلمان دہشت گرد بھارت میں گھس آئے ہیں اور فرہاد علی تیمور کی پشت پناہی میں تخریبی کارروائیاں کر رہے ہیں۔

پچھلے چند برسوں سے بھارت' اسرائیل اور امریکا نے یہ قسم کھائی تھی کہ مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کرکے ہی رہیں گے اور وہ اپنے بے شمار میڈیاز کے ذریعے ایسا کر رہے تھے۔ اب کتنے ہی انٹرنیٹ چینل کے ذریعے کہا جارہا تھا کہ فرہاد علی تیمور نے جزیرہ کلیانی کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا ہے۔ وہاں اس نے ایک بڑا نیٹ ورک قائم کیا ہے۔ وہاں سے دنیا کے تمام دہشت گردوں کو احکامات جاری کرتا ہے اور مضبوط ہائی کمان کے مطابق تخریبی کارروائیاں کراتا ہے۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے انڈین آرمی کا ایک بحری جہاز جزیرے کی طرف گیا تھا۔ اس میں سیکڑوں فوجی تھے۔ اسے بری طرح تباہ کرکے ڈبو دیا گیا ہے۔

میں نے بھارت سرکار کے ایک عہدے دار کو آلۂ کار بنایا۔ وہ ان کے مختلف چینلز سے کہنے لگا "بھارت سرکار اور اسی کے حلیف ممالک مجھے اسکرین پر دیکھ لیں۔ آئندہ فرہاد علی تیمور میری زبان سے بولتے رہیں گے۔"

اس اعلان کے بعد میں نے کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ پہلے بھی مجھ پر دہشت گرد ہونے کا الزام لگایا گیا تھا لیکن عالمی عدالت میں بھی مجھے مجرم ثابت نہیں کیا جاسکا۔"

انڈیا' اسرائیل اور امریکا یہ تینوں پرانے شاطر پھر سے وہی چال چل رہے ہیں۔ اب یہ الزام دے رہے ہیں کہ میں نے بھارت کے جنوب میں جزیرہ کلیانی کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا ہے۔ یہاں سے دہشت گردی کے لیے ایک بہت بڑا نیٹ ورک قائم کیا ہے۔

آپ ابھی ان کی عقل کا ماتم کریں گے۔ یہ بات موٹی عقل سے بھی سمجھی جاسکتی ہے کہ جب میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے الزام لگانے والوں کے دماغوں میں گھس کر ان کے گھروں میں نیٹ ورک قائم کر سکتا ہوں تو ایک چھوٹے سے جزیرے کلیانی کو اپنا ہیڈ کوارٹر کیوں بناؤں گا؟

ڈائجسٹوں کی معرکہ آرا کہانیاں

ہر کہانی، انعام یافتہ کہانی

جنہیں ایک بار پڑھنے کے بعد فراموش نہیں کیا جاسکتا

جاسوسی، سسپنس، معاشرہ، جرم و سزا، خوف و دہشت اور ملی جذبوں پر مشتمل

انعام یافتہ کہانیاں

جنہیں مشہور انعام یافتہ مصنف شکیل انجم نے تحریر کیا

قیمت 40 روپے

ڈاک خرچ 23 روپے

آج ہی ایک خط لکھ کر طلب فرمائیں

ملنے کا پتہ

کتابیات پبلی کیشنز

رمضان چیمبرز، طور پا اسٹریٹ، آئی آئی چندریگر روڈ

فون: 6802562-6896313 فیکس: 6802551

kitabiat1970@yahoo.com

پوسٹ بکس 23

کراچی 74200

وہ جزیرہ ایک ہندوستانی عورت پوجا کلیانی کی ملکیت ہے۔ بھارت سرکار پوجا کلیانی سے اس جزیرے کو چھین لینا چاہتی ہے۔ یہ سرکار قانونی جنگ میں پوجا سے ہارنے والی ہے۔ دو دنوں کے بعد عدالت پوجا کے حق میں فیصلہ سنانے والی ہے۔ اس لیے بھارتی فوج زبردستی جزیرے پر قبضہ جمانا چاہتی ہے۔ کیا جبرا کسی کی زمین چھین لینا اور وہاں کے محافظوں کو ہلاک کرنا دہشت گردی نہیں ہے؟

"پوجا نے جزیرے کی سلامتی کے لیے مجھ سے مدد طلب کی ہے۔ میں انڈین آرمی کو جزیرے میں آنے سے روکتا ہوں اور ایک تنہا عورت کی مدد کرتا ہوں تو مجھے دہشت گرد کہا جاتا ہے۔

"سانچ کو کیا آنچ؟ دنیا کے مختلف ممالک سے غیر جانبدار پریس رپورٹرز اس جزیرے میں بھیجے جائیں۔ جب وہ صحیح رپورٹ پیش کریں گے تو معلوم ہوگا کہ وہاں ایک محل ہے، جہاں پوجا اپنے رشتے داروں اور محافظوں کے ساتھ رہتی ہیں۔ میرا اس جزیرے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انڈین آرمی وہاں ہوائی حملے کرکے اسے کھنڈر بنا دینے کے بہانے ڈھونڈ رہی ہے۔

"اگر منصفانہ کارروائی نہ کی گئی اور آرمی کو وہاں ہوائی حملے کرنے کا موقع دیا جائے گا تو ایک بہت بڑی جنگ چھڑ جائے گی۔ اگر بڑے ممالک جنوبی ایشیا میں امن وامان چاہتے ہیں تو بھارت کو جزیرے کی طرف پیش قدمی سے روکیں یا پھر بھارت کی حمایت کرنا بند کریں۔ یہ جزیرہ کلیانی کبھی بھارت کے قبضے میں نہیں آئے گا۔"

میں یہ باتیں مختلف چینلز کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ اس دوران میں الپا، اعلیٰ بی بی اور فرمان ہمارے دشمن ممالک کے سربراہوں کے دماغوں میں جاکر پوچھ رہے تھے "کیا یہ درست نہیں ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے جزیرہ کلیانی کو نہیں تمہارے دماغوں کو ہیڈ کوارٹر بنایا جاسکتا ہے۔ تم ہمارے قبضے میں رہ کر تخریب کاری اور دہشت گردی کے احکامات جاری کروگے تو دنیا کل ہی سے تمہیں دہشت گرد کہنے لگے گی۔ کیا ہم ایسا کوئی نمونہ دکھائیں؟"

ان سب نے کہا کہ نہیں، وہ سب مانتے ہیں۔ ہم ان کے ذریعے تمام ممالک میں دہشت گردی کرسکتے ہیں۔ ان سربراہوں سے کہا گیا کہ وہ ابھی پریس کانفرنس بلا کر اعتراف کریں کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں دہشت گرد بنایا جارہا ہے لیکن ہم ایسا نہیں کررہے ہیں۔

دوسری صبح تمام بڑے ممالک کے اخبارات نے اپنے سربراہوں کے یہ بیانات شائع کیے کہ جب فرہاد علی تیمور ہمارے دماغوں میں دہشت گردی کا نیٹ ورک قائم کر رہا ہے تو پھر وہ کلیانی جیسے چھوٹے جزیرے کو ہیڈ کوارٹر کیوں بنائے گا؟ یہ الزام غلط ہے کہ وہ اس جزیرے میں دہشت گردی کا مرتکب ہورہا ہے۔ وہ صرف پوجا کلیانی کی مدد کر رہا ہے۔ اگر انڈین آرمی وہاں حملے نہ کرے تو یہ تنازعہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائے گا۔

دادی ماں نے ایک چینل سے میری باتیں سنی تھیں اور اخبار میں بھی پڑھا کہ بڑے ممالک کے سربراہ انڈین آرمی کو جزیرے میں مداخلت سے منع کررہے ہیں۔ میری باتیں اور ساری خبریں اس کی حمایت میں تھیں۔ وہ خوشی سے اچھل

کبریا نے پوچھا "پوجا! یہ سب کیا ہے؟ تم فرہاد کو دشمن کہتی ہو اور وہ تمہاری حمایت میں بول رہا ہے۔"

وہ بولی "تم فرہاد کی چالاکیوں کو سمجھو۔ وہ دہشت گردی کے الزامات سے بچنے کے لیے ایسے بیانات دے رہا ہے۔ میرا جانی دشمن ہے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ میں اس سے چھپ کر رہتی ہوں اور تمہیں بھی چھپا رہی ہوں۔"

"آخر کب تک چھپو گی؟ پرسوں کیرالا کی عدالت میں آخری فیصلہ سنایا جائے گا اور یہ میں نے جج کے دماغ میں جاکر معلوم کیا ہے کہ وہ تمہارے حق میں فیصلہ سنائے گا۔ تم عدالت میں حاضر نہیں ہوگی تو وہ فیصلہ نہیں سنائے گا۔ بہرحال تم چھپ نہیں سکو گی۔ تمہیں وہاں جانا ہوگا۔"

وہ پریشان ہو کر کبریا کا منہ تکنے لگی۔ اس وقت اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کے سامنے بیٹا نہیں باپ کھڑا ہے اور اس سے پوچھ رہا ہے 'کہاں بچ کر جاؤ گی۔ پرسوں میری جھولی میں گرنے آؤ گی۔

* * *

میری ساری زندگی طرح طرح کی الجھنوں کو سلجھانے میں گزر رہی ہے اور وہ الجھنیں بھی ایسی کہ دھمکیاں دیتی رہتی ہیں "ہمیں نہیں سلجھاؤ گے تو مارے جاؤ گے۔ طبعی عمر گزار نہیں پاؤ گے....."

میری داستان کے ہر باب میں ایسی دھمکیاں ملیں گی۔ میں ایسی ایسی مشکلات سے گزرتا رہا کہ اب وہ مشکلات میرے لیے پانی ہوگئی ہیں۔ بقول شاعر "مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہوگئیں۔"

انسان ذہانت سے تدبیریں سوچتا رہے اور حوصلے سے عمل کرتا رہے تو بے شک کوئی مشکل پھر مشکل نہیں رہتی۔

ان دنوں پوجا (دادی ماں) نے مشکلات میں ڈال رکھا تھا۔ ایسی چال چلی تھی کہ میں اس سے سخت نفرت اور دشمنی رکھنے کے باوجود اس کے آگے گھٹنے ٹیک رہا تھا۔ ایک محافظ بن کر اس کے جزیرے کی حفاظت کر رہا تھا۔ اس نے میرے بیٹے کو یرغمال بنا کر مجبور کردیا تھا۔ میں اسے جزیرے کی ملکہ بنائے رکھنے کے لیے انڈین آرمی سے اور تمام بڑے ممالک سے لڑتے رہنے پر مجبور ہوگیا تھا۔

میں نے جزیرے میں آنے والی بھارتی فوج کو بحری جہاز سمیت نیست و نابود کردیا تھا۔ اس کے نتیجے میں بھارتی حکمران پھر ایک بار مجھے دہشت گرد ثابت کرنے پر تل گئے تھے۔ اس کے جواب میں الپا، اعلیٰ بی بی، فرمان اور میں نے تمام بڑے ممالک کے سربراہوں کے دماغوں میں جاکر پوچھا تھا "کیا ہم تمہارے اندر رہ کر تمہارے ذریعے دہشت گردی نہیں کراسکتے؟"

انہوں نے خوف زدہ ہو کر کہا "ہاں۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمیں معمول اور محکوم بنا کر ہم سے تخریبی کارروائیاں کرائی جاسکتی ہیں۔ ہمیں دہشت گرد ثابت کیا جاسکتا ہے لیکن تم ایسا نہیں کررہے ہو۔"

پھر ان تمام سربراہوں نے مختلف ٹی وی چینلز اور اخبارات کے ذریعے اعتراف کیا کہ فرہاد علی تیمور دہشت گرد نہیں ہے۔ یہ سراسر الزام ہے کہ وہ جنوبی ایشیا میں دہشت گردی پھیلانے کے لیے جزیرہ کلیانی میں ایک بہت بڑا نیٹ ورک قائم کررہا ہے۔ اگر وہ چاہے تو ہمارے دماغوں میں گھس کر ہمارے ذریعے دہشت گردی کرسکتا ہے۔ دنیا والوں کو پتا نہیں چلے گا کہ وہ ہمارے اندر گھسا ہوا ہے۔ بظاہر یہی دکھائی دے گا کہ ہم دہشت گرد بن چکے ہیں۔ لیکن وہ ہمارے خلاف ایسی کوئی سازش نہیں کررہا ہے۔ ہم نے جو الزامات اس پر عائد کیے تھے انہیں واپس لے رہے ہیں۔ اس جزیرے کی ملکہ پوجا نے فرہاد علی تیمور سے مدد طلب کی ہے۔ مسٹر فرہاد انڈین آرمی کے خلاف اس کی مدد کررہے ہیں اور یہ کوئی جرم نہیں ہے۔ انڈین آرمی کو چاہیے کہ وہ عدالتی فیصلے کا انتظار کرے اور اس فیصلے کے مطابق عمل کرے۔

ان بیانات کے بعد آئندہ کوئی مجھے دہشت گرد نہیں کہہ سکتا تھا لیکن اس کا بڑا فائدہ پوجا کو پہنچ رہا تھا۔ انڈین آرمی کو جارحانہ اقدامات سے باز رہنے کے لیے کہا گیا تھا۔ فی الحال اس کا جزیرہ بھارتی فوجیوں کے حملوں سے محفوظ ہوگیا تھا۔ وہ خوش ہورہی تھی کہ اس نے میرے بیٹے کو قیدی بنا کر مجھے بھی پھانس لیا ہے اور آئندہ میں نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے جزیرے کی حفاظت کرتا رہوں گا۔

اور میں یہی کررہا تھا۔ اس کے سوا کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔ میرے بیٹے کی سلامتی اسی میں تھی کہ میں اس چڑیل کے کام آتا رہوں۔ ہم اس خبیث بڑھیا کو تلاش کررہے تھے۔ ہمارا اندازہ تھا کہ وہ ہندوستان کے کسی جنوبی علاقے میں چھپی ہوئی ہے۔

دوسری طرف کبریا کی سوچ میں تبدیلی آنے لگی تھی۔ وہ اس بات پر پوجا سے بحث کرنے لگا تھا کہ وہ مجھے اپنا دشمن کیوں سمجھتی ہے جبکہ میں اس کے جزیرے کی حفاظت کررہا ہوں۔

وہ اسے سمجھاتی تھی "تم نہیں جانتے فرہاد بہت مکّار اور سازشی ہے۔ وہ دنیا والوں کو دکھانے کے لیے میری حمایت کررہا ہے۔ میرے دشمنوں کو اس جزیرے سے دور کررہا ہے۔ تاکہ خود وہاں قبضہ جما سکے۔"

کبریا نے پوچھا "کیا وہ تمہارے کالے جادو پر غالب آسکتا ہے؟ کیا کبھی تمہیں شکست دے کر اس جزیرے پر قبضہ جما سکتا ہے؟"

"جب تک میرے پاس کالے جادو کی طاقت اور تمہارے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہے تب تک وہ ہمارے جزیرے میں قدم نہیں رکھے گا ہم سے چھپ کر رہے گا۔"

"تم بھی اس سے چھپی رہتی ہو اور مجھے بھی چھپاتی رہتی ہو۔ آخر یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا؟"

وہ پریشان ہو کر بولی "میں بھی یہی سوچتی ہوں، ایسا کب تک ہوتا رہے گا؟ میرے سامنے دو ہی راستے ہیں، اس کی ایک جوان بیٹی ہے۔ میں اسے بھی سحرزدہ کرکے اپنے پاس بلاؤں اور قیدی بنا کر رکھوں۔ تب وہ بیٹی کی خاطر میرے سامنے اور جھک جائے گا۔"

"وہ اتنا کمزور تو نہیں ہے کہ تم اس کی بیٹی کو اغوا کرو، اور وہ تمہارے سامنے جھک جائے۔"

"جو میں جانتی ہوں، وہ تم نہیں جانتے۔ میں ایسے ہی ایک طریقہ کار سے اسے جھکنے پر مجبور کررہی ہوں۔"

"کیا اس کی کوئی کمزوری تمہارے ہاتھ آچکی ہے؟"

پوجا نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا پھر کہا "تم اس بحث میں نہ پڑو کہ میں فرہاد سے کس طرح نمٹ رہی ہوں۔ میرے سامنے آخری راستہ یہی ہے کہ میں اپنے کالے منتروں کے ذریعے اسے ہلاک کردوں۔ فی الحال میں اسے زندہ رکھنے پر مجبور ہوں۔"

"اس لیے کہ وہ ہمارے کام آرہا ہے اور ویسے بھی انڈین آرمی کی طرف سے ہمیشہ خطرہ رہے گا۔ تم اس کی محتاج رہو گی۔"

"تم اس کے مقابلے میں ناتجربے کار ہو، اگر اس کی طرح بھرپور تجربہ رکھتے تو میں کبھی اس کی محتاج نہ رہتی۔"

"ہماری اور اس کی دشمنی کا نتیجہ کیا ہوگا؟ تم اس کے خوف سے چھپتی پھر رہی ہو۔ وہ تمہارے خوف سے کبھی اس جزیرے میں قدم نہیں رکھے گا۔ جب ہم میں سے کوئی وہاں نہیں جاسکے گا تو پھر اس جزیرے کی ملکیت حاصل کرنے کا فائدہ کیا ہے؟"

"میں کچھ عرصے تک حالات کا جائزہ لیتی رہوں گی۔ جب عدالت میرے حق میں فیصلہ سنائے گی۔ یہ جزیرہ قانونی طور پر میرا ہوجائے گا اور جب انڈین آرمی یہاں حملے کرنے سے باز آجائے گی تو پھر میں فرہاد کو زندہ نہیں رہنے دوں گی۔ وہ مرجائے گا تو میرا کوئی اور طاقت ور دشمن نہیں رہے گا۔"

"پرسوں عدالت میں فیصلہ سنایا جائے گا۔ میں اس جج کے خیالات پڑھ چکا ہوں۔ وہ ہمارے حق میں فیصلہ سنانے والا ہے۔ وہ جزیرہ ہمیشہ کے لیے تمہارے نام ہوجائے گا لیکن پرسوں تمہیں عدالت میں حاضر ہونا پڑے گا۔"

"ہاں۔ وہاں تو ضرور جانا ہوگا۔ ہم کل یہاں سے روانہ ہوکر پرسوں کیرالا پہنچ جائیں گے۔"

وہ اس کی طرف جھکتے ہوئے بولا "تم کچھ بھول رہی ہو۔"

اس نے پوچھا "کیا۔۔۔؟"

"عدالت میں جانے کا مطلب یہ ہے کہ تم منظر عام پر آؤ گی۔ روپوشی باقی نہیں رہے گی۔ کیا فرہاد یہ نہیں جانتا ہوگا کہ پرسوں تمہارے مقدمے کا آخری فیصلہ سنایا جانے والا ہے؟"

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے کبریا کو تکنے لگی۔ وہ پہلے تو تھی کہ اس کے حق میں فیصلہ سنایا جانے والا ہے۔ ایسے بھول گئی تھی کہ اس کے تمام دشمن کیرالا کی عدالت میں کے منتظر رہیں گے اور اسے جانی نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔

میں نے انڈین آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے دماغ پہنچ کر معلوم کیا تھا کہ پوجا کلیانی کیرالا کی عدالت میں حا ہونے والی ہے۔ اس اعلیٰ افسر نے جج سے رابطہ کرکے کہ کہ وہ اس وقت تک فیصلہ نہیں سنائے گا، جب تک کہ پو کلیانی عدالت میں حاضر نہیں ہوگی۔ اس کی غیر حاضری میں فیصلہ محفوظ رکھا جائے اور اسے عدالت میں حاضر ہونے حکم دیا جائے۔

آرمی انٹیلی جنس والے یہ پلان کرچکے تھے کہ وہ خفیہ پناہ گاہ سے نکل کر عدالت میں آئے گی تو اسے عدال کے باہر ہی گولی ماردی جائے گی۔ میرے لیے بھی یہ اچھا مو تھا۔ ایسے وقت اسے خفیہ پناہ گاہ سے نکلنا ہی تھا۔ وہ مقد اس کے باپ دادا کے زمانے سے چل رہا تھا۔ پرسوں مقدمہ جیتنے والی تھی۔ یہ اس کے لیے بہت بڑی خوشی کا مو تھا۔ قانون کے مطابق اس کا عدالت میں حاضر ہونا ضرو تھا۔ اس کی غیر حاضری میں فیصلہ نہیں سنایا جاسکتا تھا۔ آر والے بھی اس کی عدم موجودگی میں فیصلہ سنانے کی اجازت دیتے۔

پوجا کے لیے یہ بہت بڑا مسئلہ پیدا ہوگیا تھا۔ اگر عدالت میں نہ جاتی تو اس آخری فیصلے کو عدالتی فائلوں میں کر رکھ دیا جاتا پھر بھارتی حکمران اس میں ہیرا پھیری کر تھے۔ جج بدل سکتے، فیصلہ بدل سکتے تھے، انہوں نے دوبار فوج کو رازداری سے جزیرے میں بھیجا تھا۔ عدالتی فیصلے پہلے ہی قبضہ جمالینا چاہتے تھے اور وہ دونوں بار بھاری نقصا اٹھا کر ناکام رہے تھے۔

اب انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ ان کا کوئی سپاہی جزیر میں قدم نہیں رکھے گا۔ آئندہ وہ ڈھکے چھپے حملے کریں ان پر کوئی الزام نہیں لگا سکے گا۔ اس طرح وہ اس جزیر کے محل کو کھنڈر بنادیں گے۔ وہاں خفیہ ہوائی حملے کیے رہیں گے جس کے نتیجے میں لوگ اس جزیرے کو چھوڑ بھاگنے پر مجبور ہوجائیں گے۔

میں کتنے ہی فوجی افسران اور اعلیٰ حکام کے اندر ان کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ مجھے دہشت گرد ثابت کر میں ناکام رہے تھے۔ اپنے میڈیا کے ذریعے کہہ رہے تھ

مانے بڑے ممالک کے سربراہوں کے دماغوں میں گھس کر ان سب کو اپنی حمایت میں بیان دینے پر مجبور کیا ہے۔

ایک بھارتی اعلیٰ عہدے دار نے کہا "میرا تعلق امور خارجہ سے ہے۔ اپنے دیس کے اہم راز میرے اندر چھپے رہتے ہیں۔ اس وقت فرہاد میرے اندر موجود نہیں ہے۔ اگر موجود ہوتا تو وہ مجھے اپنے خلاف بولنے نہ دیتا۔ میں ابھی اس کے دباؤ میں نہیں ہوں۔ آزادی سے یہ بیان دے رہا ہوں۔ بھی کبھی میرے دماغ میں آتا ہے اور کئی راز چرا کر لے جاتا ہے۔ یہ ایسی چوری ہے کہ ہم اس کے خلاف کچھ بول نہیں سکتے۔ بولتے ہیں تو اس کے خلاف کوئی ثبوت ہم پیش نہیں کرسکتے۔ اس لیے ہماری باتیں جھوٹی سمجھی جاتی ہیں۔"

ایک آرمی افسر نے الزام لگایا کہ میں اس کے دماغ سے ئی راز چرا کر لے جاتا ہوں۔ ایک اعلیٰ حاکم نے الزام لگایا کہ میں اپوزیشن پارٹی کو پورے بھارت میں تخریبی ارروائیوں کے لیے تیار کررہا ہوں اور عن قریب اس ملک ں امن وامان کا مسئلہ پیدا کرنے والا ہوں۔

اس بیان کے فوراً بعد مسلمانوں کے اکثریتی علاقوں میں سلم کش فسادات ہونے لگے۔ کتنے ہی مسلمانوں کو ہلاک کیا گیا۔ ان کے گھروں کو آگ لگائی گئی۔ حکمران ہندو غنڈوں کے جرائم پر پردہ ڈالنے کے لیے بڑے بڑے ممالک سے کہنے لگے، ایسا فرہاد کررہا ہے۔ ہمارے دیس میں ہندو مسلمان بھائی ائی کی طرح رہتے ہیں۔ فرہاد ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں پس میں لڑا رہا ہے اور ہندوؤں کو بدنام کررہا ہے۔

ایک بار کوئلے کی کان میں دھماکا ہوا۔ کئی مزدور زمین کی ہہ میں دب کر مرگئے۔ کہا گیا کہ وہ دھماکا میں نے کیا ہے۔ ان ایک سائنس دان اچانک بیمار ہوا پھر ایب نارمل ہوگیا۔ کی بہکی باتیں کرنے لگا۔ اس کی دماغی کمزوری کا تعلق مجھ سے جوڑا گیا۔ اسے کئی چینلز کے ذریعے پیش کرکے کہا گیا کہ کھلا ثبوت ہے کہ فرہاد اس سائنس دان کے اندر موجود ہتا ہے۔ یہ ایک چونکا دینے والی سائنسی ایجاد کرنے والا تھا لیکن فرہاد اسے دماغی نقصان پہنچا رہا ہے۔

اس طرح وہ عالمی طاقتوں کو جھنجوڑ رہے تھے کہ وہ سب تحد ہو کر میرے خلاف کارروائی کریں اور مجھے ہندوستان ھوڑ جانے پر مجبور کریں۔

اعلیٰ بی بی نے کہا "پاپا! یہ لوگ جھوٹ بولنے کی انتہا ہے ہیں۔ کیا آپ خاموش رہیں گے؟"

"نہیں بیٹے! جواب تو دینا ہی ہوگا۔ میں ان کے جھوٹ پول اس طرح کھولوں گا کہ یہ سچ بولیں گے، تب بھی جھوٹے کہلائیں گے۔"

میں ائر فورس کے اعلیٰ افسران کے دماغوں میں بہت پہلے سے پہنچا ہوا تھا۔ ان کے دو پائلٹ میرے معمول بن چکے تھے۔ دوسرے دن عدالت میں فیصلہ سنایا جانے والا تھا۔ اس سے پہلے ہی رات کو اعلیٰ افسران نے میرے زیر اثر رہ کر فیصلہ کیا کہ جزیرے پر ہوائی حملے کرکے اسے نیست و نابود کردیا جائے۔ انہوں نے ان دو پائلٹوں کو حکم دیا کہ وہ رات کی تاریکی میں پرواز کریں۔ جزیرے کے محل پر زبردست بمباری کریں پھر اپنے ائربیس میں واپس آجائیں۔

ان دونوں نے احکامات کی تعمیل کی۔ بے آواز طیاروں میں پرواز کرتے ہوئے جزیرے تک پہنچے پھر وہاں بم برسانے لگے۔ اس محل سے داسیاں اور دوسرے ملازم جاچکے تھے۔ صرف سیکیورٹی گارڈز رہ گئے تھے۔ وہ ہوائی حملوں کے خلاف جوابی کارروائی نہیں کرسکتے تھے۔ اس لیے محل چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔

وہ دونوں طیارے پندرہ منٹ تک وہاں پرواز کرتے رہے۔ کبھی آتے رہے کبھی جاتے رہے۔ انہوں نے محل کو کھنڈر بنادیا۔ جنگل میں آگ لگادی۔ جب وہ اپنے ائربیس کی طرف واپس جانے لگے تو میں نے ایک کو واپس جانے دیا۔ دوسرے طیارے کو وہیں جزیرے میں گرا کر تباہ کردیا پھر پوجا کی طرف سے غیر ملکی نشریاتی اداروں کو اطلاع دی کہ انڈین آرمی نے ہوائی حملوں کے ذریعے جزیرے کو بالکل تباہ کردیا ہے۔ انہیں جائے واردات پر پہنچ کر ان جارحانہ حملوں کی سچی تصویری رپورٹ پیش کرنی چاہیے۔

پھر یہی ہوا، صبح ہونے سے پہلے ان بڑے بڑے اداروں کے رپورٹرز اور کیمرا مین وغیرہ پہنچ گئے۔ میں نے دوسرے طیارے کو اسی لیے گرایا تھا کہ انڈین آرمی کے حملوں کا ٹھوس ثبوت مل جائے اور یوں ثبوت مل گیا تھا۔ وہ انکار نہیں کرسکتے تھے۔ یہ بیان دینے لگے کہ ان کے پائلٹوں دماغ بے قابو ہوگئے تھے۔ وہ اپنے اعلیٰ افسران کی اجازت کے بغیر حملے کرنے گئے تھے اور یقیناً فرہاد علی تیمور نے ان کے ذریعے حملے کرائے ہیں۔

ان سے سوالات کیے جارہے تھے "کیا فرہاد علی تیمور پاگل ہے؟ وہ جزیرے میں پوجا کی مدد کے لیے آیا ہے۔ کیا وہ پوجا کے خلاف انڈین آرمی کو حملے کرنے کی دعوت دے گا۔ کروڑوں روپے کے عالیشان محل کو بالکل ہی کھنڈر بنادے گا؟ وہاں کی سیکیورٹی کو تباہ کردے گا؟

جھوٹے الزامات لگانے کی ایک حد ہوتی ہے۔ بھارتی

حکمران حد سے بڑھ کر جھوٹ بول رہے ہیں۔ انہیں یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ انہوں نے عدالتی فیصلہ سننے سے پہلے ہی مایوس ہو کر جزیرے کو بری طرح تباہ کردیا ہے۔

کبریا نے خیال خوانی کے ذریعے جزیرے کے حالات معلوم کیے۔ پوجا کو بتایا کہ اب وہاں کچھ نہیں بچا ہے۔ محل کی کوئی دیوار اور کوئی چھت سلامت نہیں رہی ہے۔ وہ محل مٹی کا ڈھیر بن کر رہ گیا ہے۔ پوجا دل پکڑ کر رہ گئی۔ بہت زبردست نقصان ہوا تھا۔ مجھے مجبور کرکے وہ فائدے اٹھا رہی تھی۔ میں نے ایک پہلو سے اس کی مدد کی۔ دوسرے پہلو سے بری طرح تباہ کردیا۔ وہ جزیرہ اس طرح تباہ ہوا تھا کہ وہ کبھی وہاں جاتی تو سر چھپانے کی کوئی جگہ نہ ملتی۔ اسے کھلے جنگل میں رہنا پڑتا۔

اس نے کبریا سے پوچھا "کیا ہمارا سیکیورٹی افسر وہاں موجود ہے؟"

کبریا نے کہا "کئی سیکیورٹی گارڈز مارے گئے ہیں۔ باقی جان بچا کر بھاگ گئے۔ سیکیورٹی افسر بھی ایک موٹر بوٹ کے ذریعے بھارت کے ایک ساحل پر پہنچا ہوا ہے۔ کیا تم چاہتی ہو کہ اس سے رابطہ کروں؟"

"نہیں۔ جب جزیرہ نہ رہا تو اس کی خدمات کی بھی ضرورت نہیں رہی۔ اس جزیرے میں دوبارہ محل تعمیر کرنے میں نہ جانے کتنا عرصہ لگے گا۔ ہمارے دونوں ہیلی کاپٹر تو سلامت ہیں نا؟"

"محل کی اینٹ سے اینٹ بج گئی ہے تو ہیلی کاپٹر کس طرح سلامت رہ سکتے تھے۔ تم کروڑوں روپے کے نقصان میں ہو۔"

"تم بھارتی حکمرانوں اور آرمی کے اعلیٰ افسروں سے کہو، جزیرے میں جو تباہی کی ہے۔ اس کے ہرجانے کے طور پر ننانوے کروڑ، ننانوے لاکھ اور ننانوے ہزار روپے ادا کریں۔ عدم ادائیگی کی صورت میں انہیں اس سے بھی زیادہ نقصان اٹھانا پڑے گا۔"

وہ بھارتی اکابرین سے اس سلسلے میں رابطے کرنے لگا۔ انہیں دھمکیاں دینے لگا کہ جلد ہی مطلوبہ رقم ادا نہ کی گئی تو انہیں ناقابل برداشت نقصان پہنچے گا۔ وہ لوگ کبریا کو سلمان قیصر سمجھتے تھے۔ انہوں نے کہا "مسٹر سلمان! تم نے بھی ہمیں ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ پہلے ہمارے ہیڈ کوارٹر کے اسلحہ ڈپو کو تباہ کیا پھر ہماری فوج کو بحری جہاز سمیت سمندر میں ڈبو دیا۔ تم نے ہمیں اربوں روپے کا نقصان پہنچایا ہے۔ کیا یہ نقصان بھرو گے؟"

"تم نے جارحیت کی۔ اس کا نتیجہ تمہیں مل گیا۔ ہم کوئی جارحیت نہیں کی تھی۔ کوئی حملہ نہیں کیا تھا۔ تم طاقت کے گھمنڈ میں بھول گئے تھے کہ جزیرے کو تباہ کرنے کا انجام کتنا برا ہوگا۔ اب یہ انجام تمہارے سامنے آرہا ہے۔"

انہوں نے کوئی خاطر خواہ جواب نہیں دیا۔ ان کے ذہن میں یہ بات تھی کہ دوسرے دن پوجا عدالت میں والی ہے۔ وہیں اس کا کام تمام کردیا جائے گا۔

وہ دوسرا دن آگیا۔ عدالت میں پیشی کا وقت ہوگیا۔ کے وکیل کے ساتھ ایک برقع پوش عورت دیکھی گئی۔ وہ کے ساتھ ایک ٹیکسی سے اتر کر عدالت کے کمرے کی طرف جارہی تھی۔ یہ صاف سمجھ میں آرہا تھا کہ وہ پوجا ہے۔ یہ ہوچکا تھا کہ اسے عدالت کے کمرے میں قدم رکھنے نہیں جائے گا۔ طے شدہ منصوبے کے مطابق اس عورت کو گولی دی گئی۔

پتا نہیں وہ بے چاری کون تھی۔ پوجا نے اسے اپنی بھیج کر خوامخواہ اس کی جان لی تھی۔ وکیل نے عدالت حاضر ہو کر کہا "جناب عالی! میرے ساتھ ایک برقع خاتون اپنے مقدمے کے سلسلے میں آرہی تھی لیکن اسے کلیانی سمجھ کر گولی ماری گئی ہے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ موکلہ کی زندگی خطرے میں ہے۔ آپ نے صبح کے اخبار پڑھا ہوگا۔ آپ کے فیصلہ سنانے سے پہلے ہی جزیرے بری طرح بمباری کی گئی ہے۔ میری موکلہ پوجا کلیانی کے کو کھنڈر بنا دیا گیا ہے۔ ان حالات میں وہ یہاں آکر اپنی کو دعوت دینا نہیں چاہتیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ غیر حاضری میں آپ مقدمے کا فیصلہ سنادیں۔"

سرکاری وکیل نے اعتراض کرتے ہوئے یہ اختیار کیا کہ پوجا کی غیر موجودگی میں فیصلہ نہ سنایا جائے حاضر ہونے کا حکم دیا جائے۔ کبریا اس جج کے دماغ جمائے ہوئے تھا۔ اس نے کہا "انڈین آرمی کو جزیرہ حملہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ایسے اقدامات سے پوجا محتاط ہوگئی ہیں اور منظر عام پر آنے سے اپنے محسوس کررہی ہیں۔ ان حالات کے پیش نظر یہ عدالت کلیانی کے حق میں فیصلہ سنا رہی ہے۔ وہ جزیرہ حکمرانوں کے دور سے پوجا کے دادا پردادا کی ملکیت اور وراثت میں پوجا کو ملا ہے۔ لہٰذا پوجا کلیانی کے بغیر اس جزیرے کی تنہا مالک و مختار ہے۔"

بھارتی حکمرانوں نے ناراض ہو کر کہہ دیا کہ نہیں مانیں گے۔ فرہاد علی تیمور نے جج کے دماغ

کے حق میں فیصلہ کرایا ہے۔

کبریا نے کہا "تمہارے فیصلہ نہ ماننے سے کوئی فرق پڑے گا۔ تم لوگ قیامت تک اس جزیرے میں قدم رکھ سکو گے۔ تم اسے تباہ کرتے رہو گے اور جرمانے کے طور پر کروڑوں اربوں روپے خرچ کرکے پھر اسے آباد کرتے رہو گے۔"

میں ان حکمرانوں کے اندر جاکر کبریا کی مصروفیات کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہتا تھا۔ اس نے ان حکمرانوں کو ننانوے کروڑ، ننانوے لاکھ اور ننانوے ہزار روپے ادا کرنے کے لیے چوبیس گھنٹے کی مہلت دی تھی۔ دشمن کمزور نہیں تھے۔ ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے نمٹنے کے لیے اندر ہی ایک مضبوط محاذ بنا رہے تھے۔ بارہ گھنٹے کے بعد ہی ہم خیال خوانی کرنے والوں کو معلوم ہوا کہ انہوں نے تمام اہم حکمرانوں اور اہم فوجی افسروں کے دماغوں کو ل کردیا ہے۔ فوجی اداروں اور اہم سرکاری اداروں کے رے داروں پر تنویمی عمل کیے گئے ہیں۔ ان کے ذہنوں میں باتیں نقش کی گئی ہیں کہ وہ کبھی شراب نہیں پئیں گے۔ ہ دماغ مقفل نہیں رہے گا اور فرہاد ان کے اندر گھس ے گا۔

میں نے فون کے ذریعے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا۔ ل نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا "ہیلو مسٹر فرہاد! اب آپ ور ہو کر فون پر باتیں کررہے ہیں۔ پہلے کی طرح میرے دماغ ں نہیں آسکیں گے۔"

میں نے کہا "یہ دفاعی اقدامات تم سب کو مبارک ہوں۔ یے بھارت میں ہزاروں اہم افسران اور عہدے داران ہیں۔ آخر کتنوں کے دماغوں کو لاک کیا جائے گا۔"

اس نے کہا "ہمارے دیس میں تنویمی عمل کرنے والوں کی کمی نہیں ہے۔ ہم نے ان سب کی خدمات حاصل کی ہیں اور یہ خبر سن کر تمہاری نیندیں اڑ جائیں گی کہ ہمارے دیس میں بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہوگیا ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "ابھی پیدا ہوا ہے تو یقیناً پالنے میں ہوگا یا ماں کا دودھ پی رہا ہوگا۔"

"تم مذاق سمجھ رہے ہو۔ ابھی اپنے دماغ کا دروازہ کھلا رکھو۔ وہ تمہارے اندر آئے گا۔ تم سے باتیں کرے گا۔"

"اسے آنے کو کہو۔ میں اسے خوش آمدید کہہ رہا ہوں۔"

دوسرے ہی لمحے میں اس کی آواز اپنے اندر سنائی دی "ہیلو مسٹر فرہاد! کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ انڈیا چھوڑ کر چلے جاؤ اور پھر کبھی یہاں کے معاملے میں مداخلت نہ کرو۔ میں ایک دوست کی زبان سے سمجھا رہا ہوں۔"

میں نے کہا "تم ہندوستان میں پیدا ہوئے ہو تو ہندی بولو۔ امریکی لہجے میں بول کر یہ ثابت نہ کرو کہ تم ٹیلی پیتھی جاننے والے آٹھ امریکیوں میں سے ایک ہو۔"

وہ چند لمحوں تک خاموش رہا پھر بولا "میرا تعلق کسی بھی ملک سے ہو۔ تم کام کی باتیں کرو۔"

"کام کی بات یہ ہے کہ میں دو میں سے کسی ایک ملک میں رہوں گا۔ تم انڈیا چھوڑنے کو کہو گے تو امریکا چلا جاؤں گا۔ کیا تم چاہو گے کہ تمہارے اکابرین بخار میں مبتلا ہوجائیں۔"

"نہیں۔ تم امریکا نہیں جاؤ گے۔ کسی تیسرے ملک کا رخ کرو۔"

"تمہیں یہ خوش فہمی کیوں ہے کہ میں تمہارے احکامات کی تعمیل کروں گا۔"

"میری پلاننگ ایسی ہے کہ تم یا تمہارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں کے کسی بھی اعلیٰ عہدے دار کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔"

"میں نے اپنی زندگی میں بڑی بڑی پلاننگ کرنے والے شاطر دیکھے ہیں اور انہیں اپنی پلاننگ کے ساتھ فنا ہوتے بھی دیکھا ہے۔ مستقبل کے منصوبے ضرور بنانے چاہئیں لیکن ان منصوبوں کی تکمیل کا دعویٰ کرنے سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ زندگی کتنی رہ گئی ہے؟ موت تو اچانک ہی آتی ہے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اس کے حلق سے چیخ نکلی جیسے موت آگئی ہو۔ وہ یقیناً کسی تکلیف میں مبتلا ہوا تھا۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اس کے دماغ میں جگہ مل گئی۔

صرف ایک لمحہ پہلے وہ کس قدر غرور دکھا رہا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں تمام غرور خاک میں مل گیا۔ کسی نے پشت کی طرف سے اس کے سر پر ایسی زوردار ضرب لگائی تھی کہ دماغ ہل کر رہ گیا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر جھکا اور فرش پر گر پڑا۔ اس کی دماغی حالت بتا رہی تھی کہ وہ بے ہوش ہونے والا ہے۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہی اس پر حملہ کیا ہوگا یا کسی کے ذریعے حملہ کرایا ہوگا۔

میں اس زخمی کے دماغ میں کسی بولنے والے کا انتظار کررہا تھا۔ اس نے فرش پر گرتے وقت سر گھما کر دیکھا۔ ایک حسین عورت اپنے ہاتھ میں پیتل کا گلدان لیے کھڑی

ایک ہاتھ کمر پر رکھ کر مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی "ہائے ہینڈسم! مجھے ٹریپ کرنا چاہتے تھے۔ میں تمہاری اس داشتہ کے ذریعے تمہیں ٹریپ کررہی ہوں۔ اب مجھ سے بچ کر کہاں جاؤ گے؟"

اس کی آنکھیں بند ہوگئیں۔ اس پر نیم بے ہوشی طاری ہوگئی۔ وہ تھوڑی دیر بعد ہوش میں آسکتا تھا۔ میں اس حملہ کرنے والی کے دماغ میں جاکر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس کے دماغ پر جس نے قبضہ جمایا تھا' وہ اس وقت جاچکا تھا۔ وہ حیرانی اور پریشانی سے سوچ رہی تھی کہ اس نے گلدان اٹھا کر اس پر حملہ کیوں کیا ہے؟ مجھے کیا ہوگیا تھا؟ کیا یہ مرچکا ہے؟

وہ قریب آکر اس پر جھک گئی۔ اس کا معائنہ کرنے لگی۔ پتا چلا زندہ ہے۔ بے ہوش ہوگیا ہے۔ وہ وہاں سے دوڑتی ہوئی گئی پھر پانی سے بھرا ہوا جگ لاکر آئی اس کے چہرے پر پانی چھڑکنے لگی۔ وہ کسمسانے لگا پھر اس نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ میں اس حسینہ کے اندر سے نکل کر اس کے اندر پہنچ گیا۔ سب سے پہلے یہ معلوم کیا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے آٹھ امریکیوں میں سے ایک تھا۔ اس کا نام بوبی برٹن تھا۔

اس کے دماغ میں ایک نسوانی آواز سنائی دی "ہائے بوبی! کیا مجھے دماغ میں آنے سے روک سکتے ہو؟"

اس نے پریشان ہوکر سانس روکنے کی کوشش کی لیکن دماغی کمزوری کے باعث اسے اپنے اندر سے باہر نہ نکال سکا۔ وہ ہنسنے لگی۔ بوبی برٹن کے خیالات نے بتایا کہ اس وقت کرونا اس کے اندر بول رہی ہے۔

میری داستان میں کرونا ایک طویل عرصے تک اہم رول ادا کرتی رہی تھی۔ آخری بار راسپوٹین نے اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنی داشتہ بنالیا تھا پھر اعلیٰ بی بی نے اسے نجات دلائی تھی۔ تب سے آزاد تھی۔ میرے معاملات سے دور تھی۔ اس لیے میں اسے نظرانداز کرتا رہا۔ اب وہ پھر انجانے میں میرے شکار تک پہنچ گئی تھی اور مجھ سے پہلے پہنچ کر اسے زیر کرلیا تھا۔

اس کی مختصر سی روداد یہ تھی کہ وہ بہت عرصے سے ہندوستان میں رہ رہی تھی۔ ہندوستانی زبان اور کلچر سے اچھی طرح واقف تھی۔ بڑی آسانی سے ہندوستانی دوشیزہ بن کر رہتی تھی۔ وہاں پوری طرح تحفظ حاصل کرنے کے لیے اس نے آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے دماغ میں جگہ بنائی۔ تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا دیوانہ عاشق بنالیا۔ اس دیوانے نے اس سے شادی کرلی۔

وہ ایک اعلیٰ افسر کی بیوی کی حیثیت سے محفوظ بھی تھی اور اس کے دماغ میں رہ کر ملک کے اندرونی اور بیرونی معاملات کی خبر رکھتی تھی۔ اس طرح اسے یہ معلوم ہوا کہ میرا بیٹا کبریا ہندوستان میں ہے اور وہاں کے اکابرین کے لیے پرابلم بنا ہوا ہے پھر پتا چلا کہ میں بھی انڈیا میں ہوں۔ وہ تو آرمی افسر کی بیوی ہونے کی حیثیت سے بھارتی سرکار کو ٹیلی پیتھی سے فائدہ پہنچا سکتی تھی لیکن وہ بہت چالاک تھی۔ بہت محتاط تھی۔ اس نے ہمارے خلاف محاذ نہیں بنایا۔ کبھی معاملے میں خیال خوانی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اس نے اس صلاحیت کو اب تک چھپائے رکھا تھا۔

پھر ایک ٹاپ سیکرٹ میٹنگ میں یہ فیصلہ ہوا کہ بھارتی سرکار کو بھی ٹیلی پیتھی کا ہتھیار رکھنا چاہیے۔ تاکہ مجھے اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو منہ توڑ جواب دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے امریکا سے امداد طلب کی گئی۔ وہاں سے جواب ملا اگر امریکی فوج کو جنگی مشقوں کے بہانے ہندوستان میں رہنے دیا جائے گا اور کبھی یہ ظاہر نہیں کیا جائے گا کہ انڈیا میں ٹیلی پیتھی جاننے والے امریکی محاذ آرائی کررہے ہیں تو وہاں دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھیجا جاسکتا ہے۔

امریکی شرائط منظور کرلی گئیں۔ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے مختلف بہروپ میں وہاں پہنچ گئے۔ اس معاملے کو سیکرٹ رکھا گیا تھا لیکن کرونا نے اپنے شوہر کے دماغ سے کچھ معلوم کرلیا تھا۔ ان دونوں میں سے ایک کو دہلی اور دوسرے کو کیرالہ بھیجا گیا تھا۔ شان دار بنگلوں میں ان کا قیام تھا اور ان کی خدمات کے لیے خوب صورت کنیزوں کو کیا گیا تھا۔ کرونا ایک ایک کرکے ان تمام کنیزوں کے پہنچ گئی تھی۔

اب اس نے موقع پاکر بوبی برٹن کے دماغ میں جگہ بنائی تھی۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا دوسرا کون تھا اور وہ ان کے ساتھ کیسا سلوک کررہی تھی۔ یہ ابھی معلوم نہیں ہوا میں نے اعلیٰ بی بی سے پوچھا "تم نے کئی ماہ پہلے کرونا کے اندر میں جگہ بنائی تھی۔ اس کے اندر پہنچتی تھیں اور اب سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی تھی۔ کیا وہ اب تمہارے زیر اثر ہے؟"

"یس پاپا! وہ ایک اہم ٹیلی پیتھی جاننے والی اس سے غافل نہیں رہ سکتی تھی۔ ہر چند رہ بیس دنوں کے اندر پہنچ کر نئے سرے سے تنویمی عمل کرتی رہی آپ اس کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"خاموشی سے اس کے خیالات پڑھو۔ تمہارے سوال کا جواب مل جائے گا پھر مجھے آکر بتاؤ کہ وہ کیا کرتی پھر رہی ہے"

وہ اسی وقت کرونا کے پاس چلی گئی۔ میں کبریا کے لیے پریشان تھا۔ پوجا اتنی رازداری سے کام لے رہی تھی کہ مجھے بیٹے کے سائے تک بھی پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں مل رہا تھا۔

ایسے میں ٹیلی پیتھی جاننے والے امریکیوں کے ذریعے ہمارے خلاف محاذ آرائی ہورہی تھی۔ اگرچہ ایک بوبی برٹن ہماری نظروں میں آگیا تھا اور آئندہ ہمارے زیر اثر رہنے والا تھا پھر بھی یہ ہماری کامیابی نہیں تھی۔ آئندہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسرے امریکی آکر ہمارے لیے مشکلات پیدا کرسکتے تھے۔ وہ میرا دھیان اپنی طرف بٹاتے رہتے اور میں بیٹے سے دور ہوتا رہتا۔ پتا نہیں یہ سلسلہ کب تک جاری رہنے والا تھا۔

○☆○

سونیا واپسی کا سفر شروع کرچکی تھی۔ وہ الاسکا سے ایک فلائٹ میں کینیڈا آئی۔ وہاں سے کوئی ڈائریکٹ فلائٹ انڈیا کے لیے نہیں تھی۔ اس لیے وہ مانٹریال سے دوسری فلائٹ میں نیویارک پہنچی۔ وہاں دوسرے دن انڈیا جانے والی فلائٹ میں ایک سیٹ مل گئی۔ اب اسے ایک رات نیویارک میں گزارنی تھی۔

وہ سیٹ کنفرم کرانے کے لیے ائرپورٹ کے ایک ٹکٹ کاؤنٹر پر آئی تھی۔ اس وقت پیرس سے ایک فلائٹ وہاں آئی ہوئی تھی۔ مسافر جہاز سے اتر کر امیگریشن کاؤنٹر سے گزر کر سامان چیک کرانے کے بعد باہر وزیٹرز لابی میں آرہے تھے۔ مسافروں کے اس ہجوم میں پارس اور پورس بھی تھے۔

جناب علی اسد اللہ تبریزی نے ان دونوں کو ہدایت کی تھی کہ امریکا تک سفر کرو۔ ٹرانسفارمر مشینوں کے ذریعے جتنے بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوئے تھے۔ ان کی خیال خوانی کی صلاحیتوں کو اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کرکے ختم کردیا گیا تھا۔ اپنوں میں سونیا' پارس اور پورس وغیرہ کی بھی صلاحیتوں کو ختم کردیا گیا تھا۔ اس کے باوجود چند دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے تھے۔

جناب تبریزی نے کہا "یہ دشمن اندر ہی اندر سازشیں کررہے ہیں۔ وہ براہِ راست حملے نہیں کریں گے۔ بالواسطہ نقصان پہنچائیں گے۔ لہٰذا اپنے ساتھ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا رکھو۔ جہاں بھی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موجودگی کا شبہ ہو' وہاں یہ دوا اسپرے کردو۔"

وہ دوا اسپرے کرنے کی ذمہ داری ادارے کے دوسرے افراد کو بھی دے سکتے تھے لیکن اس کام کے لیے انہوں نے پارس اور پورس کو ہی منتخب کیا تھا۔ اس میں بھی کوئی مصلحت پوشیدہ تھی۔

میں اشارتاً یہ کہہ دوں کہ پارس اور پورس کو اس مہم کے دوران میں ہماری ایک گمشدہ اہم چیز ملنے والی ہے۔ میرے قارئین بڑی دلچسپی سے میری داستان پڑھتے ہیں۔ میں چاہوں گا کہ وہ قیاس آرائی کریں اور بتائیں کہ ہماری کون سی سانس لیتی ہوئی اہم چیز ہمیں ملنے والی ہے؟

کبریا کے بارے میں نہ سوچا جائے۔ اسے ہم انڈیا میں تلاش کررہے ہیں انشاء اللہ جلد ہی اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔

جب وہ دونوں اپنا اپنا سامان اٹھائے وزیٹرز لابی میں آئے تو وہاں سونیا کو دیکھتے ہی خوشی سے اچھل پڑے۔ دوڑتے ہوئے آکر اس سے لپٹ گئے "ہائے مما! ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہاں آپ سے ملاقات ہوجائے گی۔"

"مجھے بھی توقع نہیں تھی کہ تم دونوں یہاں آؤ گے۔ کیا تفریح کے لیے آئے ہو یا کوئی اور مقصد ہے؟"

"مقصد ہے۔ ہم اسپرے کرنے اور ٹیلی پیتھی کے مچھروں کو مارنے آئے ہیں۔"

پارس نے پوچھا "آپ یہاں ائرپورٹ میں کیا کررہی ہیں؟"

"کل کی ایک فلائٹ میں سیٹ حاصل کی ہے۔ تمہارے پاپا سے ملنے انڈیا جارہی ہوں۔"

پورس نے کہا "یہ کیا مما! ہم آئے ہیں اور آپ جارہی ہیں۔ ہمارے ساتھ کچھ دن گزارنے کے بعد جائیں۔"

"سوری۔ آج کی ایک شام اور ایک رات تم دونوں کے ساتھ گزاروں گی۔ اس سے زیادہ وقت نہیں دے سکوں گی۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں آئے۔ کاؤنٹر گرل نے مسکراتے ہوئے ویل کم کہا پھر پوچھا "میں کیا خدمت کرسکتی ہوں؟"

پورس نے کہا "یوں مسکرا کر خدمات پیش نہ کرو۔ میری مما ساتھ میں ہیں۔"

سونیا نے اس کے کان پکڑ کر کہا "ماں نہ ہوتی تو لفٹ لے لیتے۔ یہاں یہی کرنے آئے ہو۔ میں تمہیں کل ہی واپس لے جاؤں گی۔"

"مما! سمجھا کریں۔ پارس شادی شدہ ہے۔ میری زندگی میں بیوی نام کی کوئی مخلوق نہیں ہے۔ میں تو آپ کے لیے

ایک بہو کا انتظام کرنا چاہتا ہوں۔"

کاؤنٹر گرل نے مسکرا کر کہا "پھر تو میرا خیال دل سے نکال دو۔ میں نہ صرف شادی شدہ... ہوں بلکہ ایک بچے کی ماں بھی ہوں۔"

سونیا اور پارس ہنسنے لگے۔ پورس نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "یہ ہیں میرے نصیب۔ معاملہ کہیں سیٹ نہیں ہورہا ہے۔"

انہوں نے وہاں تین کمرے حاصل کیے پھر اپنے اپنے کمرے میں جانے سے پہلے یہ طے کیا کہ وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر ایک گھنٹے بعد ملیں گے پھر کہیں تفریح کے لیے جائیں گے۔ سونیا نے اپنے کمرے میں آکر فون کے ذریعے اورنج جوس کا آرڈر دیا پھر اٹیچی سے ایک لباس نکالا۔ وہ غسل کرنے کے بعد اسے پہننا چاہتی تھی۔

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو..."

"ہیلو میڈم! تم مجھے آواز سے پہچان سکتی ہوں۔"

"ہاں ڈاکٹر بوکا بوکا! شیطان اپنی آواز سے پہچانا جاتا ہے۔ اپنی اس فون کال سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہو کہ تمہارے آدمی میری نگرانی کررہے ہیں۔"

"تمہاری نگرانی کرتے رہنا اتنا آسان نہیں ہے۔ میرے ساتھ ٹیلی پیتھی جاننے والا نہ ہوتا تو الاسکا سے تمہارا پیچھا کرنا ناممکن ہوجاتا۔"

"تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی کم عمری پر ترس آرہا ہے۔ اسے بتا دو کہ یہاں دو بھائی یاجوج' ماجوج پہنچے ہوئے ہیں۔ جو کسی وقت بھی اس کی شہ رگ تک پہنچ جائیں گے۔"

"ایسا کہتے وقت یہ بھول رہی ہو کہ موت تمہارے قریب بھی پہنچ سکتی ہے۔"

"کیا تم نے یہی کہنے کے لیے فون کیا ہے؟"

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ وہ بولی "آجاؤ..."

ویٹر ایک ٹرے میں اورنج جوس لے کر آیا پھر اسے سینٹر ٹیبل پر رکھ کر چلا گیا۔ اس نے فون پر پوچھا "ہیلو۔ خاموش کیوں ہو؟"

جواب نہیں ملا۔ دوسری طرف سے رابطہ منقطع کردیا گیا تھا۔ وہ ریسیور رکھ کر جوس پینے لگی۔ وہ اتنا تو سمجھتی تھی کہ ڈاکٹر بوکا بوکا اس کے ہاتھوں بڑے بڑے نقصانات اٹھانے کے بعد بری طرح خوف زدہ ہوگا۔ اب اسے کسی تیسری جگہ نقصان اٹھانے کا اندیشہ ہوگا۔ اسی لیے وہ اس کی نگرانی کرا رہا تھا۔

دشمن ہماری لاعلمی میں ہمارے خلاف کیا کرتے ہیں' یہ ہم نہیں جانتے۔ کبھی کبھی خیال خوانی کے ذریعے معلوم ہوجاتا ہے۔ ورنہ ہم اندھیرے میں رہتے ہیں۔ اس وقت بھی سونیا' پارس اور پورس بے خبر تھے۔ بڑے ملک کے سراغ رسانوں نے ایک اسپیشل ٹیم بنائی تھی۔ اس کے جاسوس بابا صاحب کے ادارے کے چاروں طرف رازداری سے نگرانی کرتے تھے کہ وہاں کے کتنے افراد جاتے ہیں؟ کہاں جاتے ہیں؟ اور کیا کرتے رہتے ہیں؟

جب پارس اور پورس ادارے سے باہر نکلے اور فلائٹ سے امریکا جانے لگے تو پیرس سے نیویارک تک فون اور فیکس وغیرہ کے ذریعے رابطے ہوتے رہے۔ امریکا تک سراغ رسانی کا جال بچھا دیا گیا۔ ایسے انتظامات کیے گئے کہ وہ دونوں نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائیں۔

وہ دونوں مطمئن تھے۔ بابا صاحب کے ادارے میں ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ ان میں سے دو ان کے اندر آتے جاتے رہتے تھے۔ اگر اچانک ان پر حملہ کیا جاتا تو خیال خوانی کے ذریعے ان سے نمٹ سکتے تھے۔

ویسے حملہ تو ہوچکا تھا۔ سونیا نے جوس پینے کے بعد اچانک کمزوری محسوس کی۔ کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے فوراً ہی فون کے ذریعے پارس اور پورس سے رابطہ کرنا چاہا۔ ٹیلی فون کے ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا اسے اٹھانا چاہا لیکن دوا زود اثر تھی۔ اس کا سر چکرا گیا۔ وہ فون اور ریسیور کی طرف جھکتے جھکتے منہ کے بل سینٹر ٹیبل پر گری پھر وہاں سے ڈھلک کر فرش پر آگئی۔ وہاں سے اٹھنے کی سکت نہ رہی۔ آنکھیں بند ہوگئیں۔ ذہن تاریکی میں چلا گیا۔

پارس اور پورس کے کمرے اوپر والے فلور میں تھے وہ ایک گھنٹے بعد تیار ہوکر اپنے کمروں سے باہر آئے پھر زینے سے اتر کر سونیا کے دروازے پر پہنچے اور دستک دی۔ دروازہ نہیں کھلا۔ انہوں نے دوبارہ اپنی مما کو آواز دیتے ہوئے دستک دی پھر بھی دروازہ نہیں کھلا۔ پورس نے دروازے کے ہینڈل کو گھمایا تو وہ کھل گیا۔ وہ دونوں اسے آوازیں دیتے ہوئے اندر آئے۔ وہ کمرے میں نہیں تھی۔ باتھ روم کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہاں بھی نہیں تھی۔ میز پر جوس کا گلاس رکھا ہوا تھا۔ بستر پر ایک اٹیچی کھلی ہوئی تھی دونوں نے سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر پارس نے فون کے ذریعے منیجر سے پوچھا "روم نمبر فور ون زیرو میں جو خاتون تھیں' وہ اپنے کمرے میں نہیں ہیں کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ کہاں گئی ہیں؟"

منیجر نے کہا "وہ بے ہوش ہوگئی تھیں۔ ان کے دو بیٹے پارس اور پورس انہیں اسپتال لے گئے ہیں۔"

منیجر نے اسپتال کا نام اور پتا بتایا۔ پارس نے ریسیور رکھ کر پورس سے کہا "مما خطرے میں ہیں۔ وہ یہاں بے ہوش ہوگئی تھیں۔ دو افراد پارس اور پورس بن کر انہیں لیڈی ڈفرن اسپتال لے گئے ہیں۔ میں اسپتال فون کررہا ہوں۔ تم بابا سے فوراً رابطہ کرو۔"

ایسے ہی وقت بابا صاحب کے ادارے کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا آگیا۔ اس نے پوچھا "سر! خیریت تو ہے؟"

"فوراً مما کے دماغ میں جاؤ اور خیریت معلوم کرو۔"

وہ گیا پھر دوسرے ہی لمحے میں واپس آکر بولا "وہ بے ہوش ہیں۔ ابھی ان کے خیالات پڑھے نہیں جاسکیں گے۔"

پارس نے کہا "میں اسپتال والوں سے باتیں کررہا ہوں۔ تم ان کے دماغوں میں جاکر معلوم کرو' کیا مما کو وہاں لے جایا گیا ہے؟"

وہ اسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں جاکر معلوم کرنے لگا۔ وہاں سونیا کو لایا نہیں گیا تھا۔ انہوں نے مجھے اطلاع دی۔ میں نے اعلیٰ بی بی اور الپا کو بتایا پھر ہم سب موجودہ حالات پر گفتگو کرنے لگے۔

میں نے کہا "یہ امریکی اکابرین اب ہم سے کھل کر دشمنی نہیں کررہے ہیں۔ انہوں نے دنیا والوں کی نظروں میں ہم سے کوئی تعلق نہیں رکھا ہے۔ وہ بظاہر نہ ہمارے دوست ہیں نہ دشمن ہیں لیکن اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دوسرے ملکوں میں بھیج کر وہاں ہمارے خلاف محاذ آرائی کررہے ہیں۔ وہ انڈیا میں ہمارے خلاف یہی کررہے ہیں۔ بڑے ممالک کے سراغ رسانوں کی ٹیم ان ہی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مدد سے ہماری نگرانی کررہی ہے۔"

پورس نے کہا "اب سمجھ میں آرہا ہے کہ وہ سراغ رساں ہمارے پیچھے پیرس سے یہاں تک آئے ہیں۔ انہوں نے یہاں مما کو ہمارے ساتھ دیکھا اور موقع پاکر انہیں اغوا کرلیا۔"

"ابھی یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ انہی سراغ رسانوں نے اغوا کیا ہے یا کوئی اور ہم سے دشمنی کررہا ہے۔ اس ملک میں ڈاکٹر بوکا بوکا بڑی شہرت رکھتا ہے۔ امریکا کے شمال سے جنوب تک اس نے ہر بڑے شہر میں کڈنی سینٹر اور آئی بینک قائم کیے ہیں۔ درپردہ آنکھوں' گردوں اور دلوں کا غیر قانونی دھندا کرتا ہے۔ تمہاری ماں نے اس کے دو بڑے خفیہ اڈوں کو تباہ کیا تھا۔ اسے اندیشہ تھا کہ آئندہ بھی اس کے خفیہ اڈے تباہ کیے جائیں گے۔"

"پھر تو مما کے اغوا کے سلسلے میں اس ڈاکٹر پر بھی شبہ کیا جاسکتا ہے۔"

میں نے کہا "اس کے بے شمار کلینک ہیں۔ کہیں بھی فون کرکے ڈاکٹر کا ذاتی فون نمبر معلوم کرو۔"

پارس نے ٹیلی فون ڈائریکٹری میں نمبر دیکھ کر رابطہ کیا۔ ایک کڈنی سینٹر کے انچارج نے کہا "سوری' ہم ڈاکٹر کا ذاتی نمبر نہیں دے سکتے۔ ہمیں اجازت نہیں ہے۔ آپ اپنی پرابلم ہمیں بتا سکتے ہیں۔"

میں نے اس کے دماغ میں گھس کر نمبر معلوم کیے پھر پارس کو بتایا۔ اس نے اس نمبر پر رابطہ کیا۔ ڈاکٹر کی آواز سنائی دی "ہیلو میں ڈاکٹر بوکا بوکا بول رہا ہوں۔"

"میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا پارس بول رہا ہوں۔ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر بتا دو میری مما سونیا کہاں ہیں؟"

اس نے کہا "میں نے دو گھنٹے پہلے ہوٹل کے فون پر میڈم سے بات کی تھی۔ وہ اسی ہوٹل میں ہوں گی۔"

"بکواس مت کرو۔ تم نے انہیں اغوا کرایا ہے۔ کیا تم مما کے جانی دشمن نہیں ہو؟"

"میں کیا دشمنی کروں گا۔ میں تو ان سے خوف زدہ رہتا ہوں۔"

"لہٰذا ان سے پیچھا چھڑانے کے لیے اغوا کیا ہے۔ اگر انہیں ذرا سا بھی نقصان پہنچا تو امریکا کے شمال سے جنوب تک تمہارے خفیہ اڈوں کو تباہ کردیا جائے گا۔ ابھی دس منٹ کے اندر مما سے میری بات نہ کرائی گئی تو پندرہ منٹ کے بعد تمہارے ایک ایک اڈے کی تباہی شروع ہوجائے گی۔"

وہ پریشان ہوکر قسمیں کھانے لگا کہ اس نے سونیا کو اغوا نہیں کرایا ہے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کڈنی سینٹر کے انچارج کے پاس پہنچ گئے' جس سے ابھی پارس نے فون پر بات کی تھی۔ وہ اس انچارج کے ذریعے دوسرے ڈاکٹروں کے دماغوں میں پہنچنے لگے پھر ان کے ذریعے وہاں توڑ پھوڑ شروع کردی۔ قیمتی جدید مشینوں کو تباہ کردیا۔ جو ڈاکٹر خفیہ دھندے میں ملوث تھے۔ انہیں ہلاک کردیا۔

ڈاکٹر بوکا بوکا نے بدحواس ہوکر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈبلیو رائٹ سے رابطہ کرکے اس سے کہا "کچھ کرو۔ یہ لوگ میرے ایک ایک اڈے کو اسی طرح تباہ و برباد کرتے رہیں گے۔"

اس نے کہا "میں تنہا کیا کرسکتا ہوں۔ وہ ایک نہیں کئی خیال خوانی والے ہیں۔ میں کتنوں کو روک سکوں گا؟ کتنوں سے مقابلہ کرسکوں گا۔"

"تم ٹیلی پیتھی جاننے والے آٹھ امریکی ہو۔ کیا ایسے وقت اپنے ساتھیوں سے مدد حاصل نہیں کرسکتے؟"

"پتا نہیں میرے ساتھی کہاں کہاں کن معاملات میں مصروف ہیں۔ ابھی معلوم کرتا ہوں پھر ان سب کے ساتھ آکر کچھ کرسکوں گا۔"

اس سے رابطہ ختم ہوگیا۔ ڈاکٹر بوکا بوکا بڑی پریشانی اور گہری سنجیدگی سے سوچنے لگا "آج تک یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ فرہاد اور اس کے بیٹے کچھ نقصان اٹھاتے ضرور ہیں لیکن اپنے مخالفین پر غالب آجاتے ہیں۔ وہ مجھے نقصان پہنچا رہے ہیں لیکن مجھے ان کے خلاف جوابی کارروائی نہیں کرنی چاہیے۔ کسی بھی طرح ان سے سمجھوتا کرنا چاہیے۔"

اس نے پارس سے رابطہ کرکے کہا "میں یوگا کا ماہر ہوں۔ کبھی پرائی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر نہیں آنے دیتا لیکن تمہارے خیال خوانی کرنے والوں کو اپنے دماغ میں خوش آمدید کہوں گا۔ وہ میرے چور خیالات پڑھ کر تمہیں یقین دلائیں گے کہ میں نے میڈم کو اغوا نہیں کرایا ہے۔"

میں پارس کے اندر تھا۔ یہ بات سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا "کیا تم میڈم کے خیال خوانی کرنے والے ہو؟"

"ہاں میں وہی ہوں۔ خاموش رہو۔"

وہ چپ رہا۔ میں نے اس کے چور خیالات پڑھے۔ وہ درست کہہ رہا تھا اس نے سونیا کو اغوا نہیں کرایا تھا۔ ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس کے خیالات پڑھے۔ انہوں نے بھی پارس اور پورس کو بتایا کہ ڈاکٹر بوکا بوکا ہمارا مجرم نہیں ہے۔ کسی اور نے میڈم کو اغوا کرنے کی جرأت کی ہے۔

بڑے ممالک نے اپنے ذہین اور دلیر سراغ رسانوں کی ایک خفیہ ٹیم بنائی تھی۔ اس ٹیم کا نام دی ٹاپ ایگلز تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے امریکی ان کی پشت پر رہتے ہوئے اہم مواقع پر ان کے کام آتے تھے۔ دی ٹاپ ایگلز پر شبہ ہو رہا تھا۔ وہ ٹیم ہمارے خلاف وجود میں آئی تھی۔

اعلیٰ بی بی نے کہا "پاپا! ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا امریکی بوبی برٹن ہماری معلومات کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ آپ میرے دماغ میں آجائیں۔"

میں اس کے اندر گیا۔ وہ کرونا کے اندر پہنچ گئی۔ کرونا نے انڈیا میں بوبی برٹن کو ٹریپ کیا تھا پھر تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول اور محکوم بنا کر اس کے دماغ میں بات نقش کی تھی کہ وہ اس کے مخصوص لہجے اور سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا کرے گا۔

اعلیٰ بی بی نے وہ مخصوص لہجہ معلوم کیا پھر وہ لہجہ اختیار کرکے بوبی برٹن کے اندر پہنچ گئی۔ میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ وہ اسے دی ٹاپ ایگلز کے بارے میں سوچنے پر مجبور کرنے لگی۔ اس کے خیالات نے بتایا۔ دی ایگلز کے بڑے سراغ رساں بابا صاحب کے ادارے کے اطراف دن رات رہتے ہیں۔ سیٹلائٹ کے ذریعے بھی سراغ رسانی کی جاتی ہے۔ اس ادارے کی اہم ہستیاں جب اس ادارے سے باہر نکلتی ہیں تو وہ ان کا تعاقب کرتے ہیں اور ان کی مصروفیات سے باخبر رہتے ہیں۔ ان میں سے کوئی اہم ہستی نشانے پر آجائے تو اسے گولی مار دیتے ہیں۔

انہیں معلوم تھا کہ میں انڈیا میں ہوں اور سونیا میں ہے۔ وہ سب خاصی تعداد میں سونیا کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔ ہندوستان میں مجھے اور کبریا کو تلاش کررہے تھے۔ بی بی اور الپا کہاں ہیں، یہ نہیں جانتے تھے۔

اعلیٰ بی بی نے اسے دی ٹاپ ایگلز کے چیف کے دماغ میں جانے کے لیے مائل کیا۔ اس کی سوچ نے کہا "وہ ماہر ہے۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس سے فون پر یا ای میل کے ذریعے سے رابطہ کرتے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا "چیف کے قریب رہنے والے ایسے سراغ رساں کے پاس جاؤ، جو یوگا میں مہارت نہ ہو۔"

وہ ایک سراغ رساں کے اندر پہنچ گیا۔ اس کا نام تھا۔ ہم بھی اس کے اندر پہنچ گئے۔ اس کے خیالات نے کہ ان کے سراغ رسانوں کی ایک ٹیم نے سونیا کو نیویارک میں ٹریپ کیا تھا۔ اس کا چیف جانتا ہوگا کہ سونیا کو ٹریپ کرنے کے بعد کہاں پہنچایا گیا ہے۔

ہم نے اس سے چیف کا فون نمبر معلوم کیا پھر فون کے ذریعے میں نے اسے مخاطب کیا "ہیلو مسٹر مارٹن! میں ہوں فرہاد علی تیمور۔"

وہ بیٹھا ہوا تھا۔ ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہوگیا پھر بولا "آ... آپ۔ آپ میرا نام اور فون نمبر کیسے جانتے ہیں؟"

"میرے سوال کا صحیح جواب نہ ملا تو میں تمہارے دماغ میں گھسنے کا راستہ بھی معلوم کرلوں گا۔ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر بتاؤ، سونیا کہاں ہے؟"

"جی۔ وہ۔ مجھے تھوڑی دیر پہلے اطلاع ملی تھی کہ میڈم سونیا کو ٹریپ کیا گیا ہے۔ مجھے حکم دیا گیا تھا کہ میں محتاط رہوں، آپ میڈم کے سلسلے میں کسی وقت بھی مجھے پریشان کرسکتے ہیں۔ اب یہی ہو رہا ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں آپ مجھ تک پہنچ رہے ہیں۔"

"زیادہ نہ بولو۔ میرے سوال کا جواب دو۔ سونیا کہاں ہے؟"

"آپ یقین کریں۔ نیویارک کے دی ٹاپ ایگلز والے میڈم کے معاملے کو ہینڈل کررہے ہیں اور اتنی رازداری سے کام کررہے ہیں کہ ہم سے بھی اس معاملے کو چھپا رہے ہیں۔ صرف نیویارک ایگلز کا چیف میڈم کے بارے میں جانتا ہے۔"

"مجھے تمہارے دماغ میں آکر معلوم کرنا ہوگا۔ تمہارے خیالات بتائیں گے کہ کتنا سچ بول رہے ہو۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "آ... آپ مجھے دھمکی نہ دیں۔ میں یہ جگہ چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ آپ مجھے تلاش نہیں پائیں گے۔"

میں نے ہنستے ہوئے فون بند کردیا۔ اعلیٰ بی بی، الپا اور ٹاپ ایگلز کے دوسرے سراغ رسانوں کے اندر جگہ بناتے جارہے تھے۔ میں شیفرڈ کے اندر آگیا وہ میری مرضی کے مطابق تیزی سے چلتا ہوا اپنے چیف کے آفس کا دروازہ کھول کر اندر آیا۔ چیف نے ناگواری سے پوچھا "دستک دیے بغیر کیوں آئے ہو؟"

وہ ریوالور نکال کر نشانہ لیتے ہوئے بولا "تمہارے جسم پر ایک گولی دستک دے گی پھر تمہارے دماغ کا دروازہ کھل جائے گا۔"

وہ حلق پھاڑ کر چیختے ہوئے بولا "نہیں۔ یہ۔ یہ کیا حرکت ہے۔ پاگل ہوگئے ہو؟ کیا فرہاد کو میرے دماغ میں پہنچانا چاہتے ہو؟"

اس نے ٹریگر دبایا۔ گولی اس کے ہاتھ میں لگی۔ وہ چیخنے لگا "ہیلپ۔ ہیلپ۔"

میں نے اس کے اندر آکر کہا "کیوں حلق پھاڑ رہے ہو۔ گولی تمہارے اندر پہنچ گئی ہے۔ فرسٹ ایڈ کا سامان منگواؤ اور مرہم پٹی کراؤ۔ تب تک میں تمہارے چور خیالات پڑھتا رہوں گا۔"

وہ نڈھال سا ہو کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے خیالات بتانے لگے۔ نیویارک میں دی ٹاپ ایگلز کا ڈی جی یعنی ڈائریکٹر جنرل رہتا ہے۔ اسے امریکا اور یورپ کے ٹاپ ایگلز کا ڈی جی اس لیے بنایا گیا ہے کہ وہ یوگا کا ماہر ہے اور ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔

میں نے کہا "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا یقیناً ان آٹھ امریکیوں میں سے ایک ہوگا۔ اس کا نمبر کیا تھا اور موجودہ نام کیا ہے؟"

"اس کا نمبر سیون تھا۔ اس کا نام جے ای فری مین ہے۔"

پچھلے ابواب میں نمبر سیون کا خاصا ذکر ہوچکا ہے۔ وہ ذہانت اور تجربات کے اعتبار سے باقی سات ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے سینئر تھا۔ اس کے بقیہ سات ساتھی انڈر گراؤنڈ سیل سے نکلنے کے بعد روپوشی میں آزادی سے زندگی گزار رہے تھے لیکن نمبر سیون یعنی جے ای فری مین نے فوج کے اعلیٰ افسران کے پاس آکر ملک سے وفاداری اور فرماں برداری کا ثبوت دیا تھا۔

ویسے تو وہ سات ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی وفادار تھے۔ جے ای فری مین کو اپنا سینئر تسلیم کرتے تھے اس کی ہدایات پر عمل کیا کرتے تھے لیکن امریکی اکابرین کے پابند نہیں رہتے تھے۔ فری مین ان سے ملکی خدمات لیا کرتا تھا۔

کچھ عرصہ پہلے ہم نمبر تھری اور نمبر سیون جے ای فری مین کے دماغوں میں پہنچ جایا کرتے تھے۔ بعد میں ہم انہیں مسلسل اپنا معمول بنا کر نہ رکھ سکے۔ ایسا کرنے کے لیے ہر دس بارہ دنوں کے اندر نئے سرے سے تنویمی عمل کرنا پڑتا ہے۔ میں تو اپنی یادداشت کھو بیٹھا تھا۔ اعلیٰ بی بی اور کبریا دوسرے معاملات میں مصروف ہوگئے تھے۔ لہٰذا وقت مقررہ پر تنویمی عمل نہ کرسکے۔ وہ دونوں ہماری گرفت سے نکل چکے تھے۔

اتنے عرصے بعد آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے تین افراد ہماری معلومات کے دائرے میں آرہے تھے۔ ان میں سے ایک ڈبلیو رائٹ تھا، جو ڈاکٹر بوکا بوکا سے دوستی نباہ رہا تھا۔ دوسرا بوبی برٹن ہمارے زیر اثر آچکا تھا اور تیسرا جے ای فری مین تھا۔ وہ امریکی اکابرین کا اہم قابل اعتماد ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا۔ دی ٹاپ ایگلز میں ڈائریکٹر جنرل کے فرائض انجام دے رہا تھا۔

میں زخمی مارٹن کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ چور خیالات جھوٹ نہیں بولتے یہ سچ تھا کہ ان کے ڈی جی، جے ای فری مین نے سونیا کو ٹریپ کرنے کے بعد بڑی رازداری سے کہیں چھپایا تھا۔ اس نے امریکی اکابرین کو بھی اس کے

بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ آرمی افسران نے خود کہا تھا کہ وہ ان میں سے کسی کو ہمراز نہ بنائے۔ ورنہ ان کے دماغوں میں آکر سونیا تک پہنچ جائے گا۔

کئی گھنٹے گزر گئے تھے۔ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے کئی بار سونیا کے دماغ میں جا چکے تھے۔ پہلے تو وہ بے ہوش رہی تھی پھر پتا چلا کہ وہ کوما میں ہے۔ فری مین نے اسے ہم دور رکھنے کے لیے کوما میں پہنچا دیا تھا۔

میں نے مارٹن سے پوچھا "فری مین سے کس طرح رابطہ کرتے ہو؟"

اس نے جواب دیا "اس سے فون پر رابطہ کرتے ہیں۔ اس کی سیکریٹری سے پہلے بات ہوتی ہے پھر وہ فری مین سے بات کراتی ہے۔"

"اس سے رابطہ کرو اور بتاؤ کہ میں تمہاری کھوپڑی میں پہنچا ہوا ہوں اور کسی وقت اس کے اندر بھی پہنچنے والا ہوں۔"

اس نے رابطہ کیا "اس کی سیکریٹری کی آواز سنائی دی "ہیلو مسٹر مارٹن! میں لیزا بول رہی ہوں۔"

"ہائے لیزا! میں ڈی جی سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"سوری ٹو سے' وہ موجود نہیں ہیں۔ واشنگٹن گئے ہیں۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ واشنگٹن گئے ہیں؟"

"یقین تو کرنا ہی ہوگا۔ باس نے کہا تھا' کوئی بھی پوچھے تو یہی جواب دیا جائے۔"

میں لیزا کے اندر پہنچ گیا۔ اس کی سوچ کہنے لگی' وہ وہی کر رہی ہے' جو باس اس سے کہہ گیا ہے۔ اس کا باس بہت سنجیدہ اور ریزرو رہا کرتا تھا۔ لیزا سے صرف دفتری معاملات پر گفتگو کرتا تھا۔ اپنے دفتری کمرے میں اسے نہیں بلاتا تھا۔ اس سے انٹر کام پر باتیں کرتا تھا۔ اس نے کبھی اپنے باس کی صورت نہیں دیکھی تھی۔

جب تک وہ آفس میں موجود رہتا تھا' اس کے آفس کا دروازہ اندر سے بند رہتا تھا۔ اس کے جانے کے بعد دروازہ کھل جاتا تھا۔ وہ اس قدر محتاط تھا کہ اپنی پرسنل سیکریٹری کے سامنے بھی نہیں آتا تھا۔

میں لیزا کو آلہ کار بنا کر فری مین تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ میں نے آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے اندر پہنچ کر کہا "تمہارے جو اعلیٰ افسران یوگا کے ماہر ہیں۔ ان کے پاس جاؤ اور کہو فرہاد علی تیمور ان سے باتیں کرنے والا ہے۔"

وہ تین یوگا جاننے والے اہم اعلیٰ افسران ہیڈ کوارٹر میں تھے۔ اس نے وہاں پہنچ کر کہا "سر! مسٹر فرہاد میرے... موجود ہیں اور آپ حضرات سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ تینوں اعلیٰ افسران پریشان ہو کر ایک دوسرے... دیکھنے لگے۔ میں نے آلہ کار افسر کی زبان سے کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ تم لوگ خود ہی پریشانیاں... لیتے ہو۔ ابھی میرا دماغ ٹھنڈا ہے۔ کیونکہ سونیا کو کوئی... نہیں پہنچا ہے۔ تم سب کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ کہیں... نکل آئے تاکہ ہم اس سے رابطہ کر سکیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر فرہاد! آپ یقین کریں... میڈم سونیا کے بارے میں اتنا ہی جانتے ہیں کہ ہمارے... پیتھی جاننے والے فری مین نے میڈم کو قیدی بنایا ہے۔... مین ہمیں اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا رہا ہے۔ اس نے... چھ گھنٹے سے رابطہ نہیں کیا ہے۔ خود کہیں روپوش ہو... ہے۔"

"یہ تم لوگوں کی پالیسی ہے۔ ایک خاص پلاننگ... تحت وہ روپوش ہو گیا ہے۔ تم سے رابطہ نہیں کرتا ہے۔ سونیا کو اغوا کرنے اور قیدی بنانے کا الزام تم سب پر نہ... اور وہ فری مین ہماری پہنچ سے دور رہے۔ نہ ہم سے... کرے' نہ سونیا کی رہائی کے مطالبے پر عمل کرے۔"

"آپ ہمیں غلط نہ سمجھیں۔ میڈم کے اغوا سے... کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم اسے سمجھانا چاہتے ہیں کہ وہ... سے دشمنی مول نہ لے۔ میڈم کو فوراً رہا کرے اور آپ... معافی مانگے لیکن وہ نہ تو خیال خوانی کے ذریعے اور نہ ہی... وغیرہ کے ذریعے رابطہ کر رہا ہے۔ ہم دوسرے ٹیلی... جاننے والوں کے ذریعے اس سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں... ہمیں ناکامی ہو رہی ہے۔"

"تم بڑی مضحکہ خیز باتیں کر رہے ہو۔ جب آٹھ... پیتھی جاننے والے انڈر گراؤنڈ سیل سے فرار ہو کر تمہاری... پابندیوں سے آزاد ہو گئے تھے۔ تب فری مین ہی ایک... خیال خوانی کرنے والا تھا جو فرار نہیں ہوا تھا۔ وہ وفادار... تک تمہاری پابندیوں میں رہ کر ملک کی خدمت کر رہا... آج سونیا کو ٹریپ کرتے ہی تم سے وفاداری بھول گیا... اب وہ تمہاری مرضی کے خلاف سونیا اور ہم سے د... ہے۔"

"آپ یقین نہیں کر رہے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا... آپ کو اپنی سچائی کا کیسے یقین دلائیں۔"

"میں سانپ کو اس کے بل سے نکالنا جانتا ہوں... سے ایک ایک اعلیٰ افسر ہر ایک گھنٹے کے بعد مرتا رہے...

فری مین میرا مطالبہ تسلیم کرنے کے لیے گھٹنے ٹیک دے گا۔"

یوگا جاننے والے وہ تینوں اعلیٰ افسران گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔ ایک نے کہا "نہیں۔ آپ فری مین کے جرم کی سزا ہمیں نہیں دے سکتے۔ آپ ہمیں مہلت دیں۔ ہم کسی بھی طرح فری مین سے رابطہ کریں گے۔ اس سے آپ کا مطالبہ منوائیں گے۔"

میرے آلہ کار نے ریوالور نکال کر ان کے سنبھلنے سے پہلے تڑا تڑ تین فائر کیے۔ کسی کے بازو پر، کسی کے شانے پر اور کسی کی ٹانگ پر گولیاں ماری۔ وہ تینوں زخمی ہو کر فرش پر گر پڑے۔ میں نے کہا "اب تم تینوں مجھے اپنے دماغوں میں آنے سے نہیں روک سکو گے۔ میں ہر ایک گھنٹے بعد آکر باری باری موت کے گھاٹ اتارتا رہوں گا۔"

ہیڈ کوارٹر میں ہلچل پیدا ہو گئی تھی۔ انہیں فوری طبی امداد پہنچائی جا رہی تھی۔ تمام اکابرین تک یہ خبر پہنچائی جا رہی تھی کہ میں نے ان تین یوگا جاننے والے افسران کو زخمی کیا ہے اور اگر سونیا کو رہا نہ کیا گیا تو میں ایک ایک گھنٹے بعد انہیں ہلاک کرتا رہوں گا۔

میں نے کہا "اب میں تمہارے چور خیالات پڑھ رہا ہوں۔ یہ معلوم ہو رہا ہے کہ فری مین آدھے گھنٹے بعد تم تینوں سے رابطہ کرنے والا ہے۔ میں آدھے گھنٹے بعد آؤں گا۔"

میں نے فرمان سے کہا "تم ان تینوں کے اندر موجود رہو اگر یہ کسی دوا کے ذریعے دوبارہ توانائی حاصل کر کے اپنے دماغ کو لاک کرانا چاہیں تو ان کے اندر زلزلہ پیدا کرتے رہنا۔"

مجھے یقین تھا کہ میں آدھے گھنٹے بعد فری مین کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کروں گا۔ ویسے توقع کے خلاف بھی بہت کچھ ہو جاتا ہے۔ یہ تو آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔

○☆○

ٹیلی پیتھی جاننے والے دو امریکی انڈیا میں تھے۔ ان میں سے ایک بوبی برٹن پہلے کرونا کے زیر اثر آگیا تھا پھر اعلیٰ بی بی نے بھی اس کے اندر جگہ بنالی تھی اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کیا کہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام فولر گرے ہے اور وہ کیرالہ میں کہیں رہائش پذیر ہے۔

وہ فرمان کے ساتھ کیرالہ پہنچ گئی تھی۔ میں نے اسے بتایا تھا کہ پوجا کا تعلق اسی علاقے سے ہے۔ اب شاید اس نے وہ جگہ چھوڑ دی ہوگی۔ کبریا پر مسلسل قبضہ جمائے رکھنے کے لیے کسی دوسرے علاقے میں چلی گئی ہوگی۔

اعلیٰ بی بی یہی سوچ کر آئی تھی کہ وہاں دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے فولر گرے کے علاوہ پوجا کو بھی کرے گی۔ وہ ایک فلائٹ کے ذریعے وہاں آئی تھی۔ ا فائیو اسٹار ہوٹل میں دو کمرے لیے تھے۔ ایک کمرا فرمان لیے تھا۔ اسی وقت میں نے اس سے کہا تھا کہ وہ ان تین فوجی افسروں کے دماغوں میں جا کر ان کی نگرانی کرتا رہے۔

اعلیٰ بی بی نے اس سے کہا "آدھے گھنٹے بعد فری مین ان افسران سے رابطہ کرنے والا ہے۔ تم اس وقت تک ان افسران کی نگرانی کرو۔ میں ہوٹل سے باہر شاپنگ کے لے جا رہی ہوں۔ جلد ہی واپس آجاؤں گی۔"

وہ لفٹ کے ذریعے نیچے آئی۔ وہاں لاؤنج میں ایک صوفے پر سیاہ لباس پہنے ایک بوڑھا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے گلے میں رنگ برنگی موتیوں کی مالائیں تھیں۔ اس کے سامنے کتنی ہی عورتیں اور مرد فرش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ا بی بی نے ہوٹل کے ایک ملازم سے پوچھا "یہاں کیا ہو ہے؟"

اس نے کہا "یہ ایک تانترک شکتی مان (بہت زبردست جادوگر) ہیں۔ ان کے سامنے اپنی کوئی مشکل بیان کرو تو مشکل آسان کر دیتے ہیں۔"

"کیا یہ جادو کے ذریعے مشکل آسان کرتے ہیں؟"

"جب جادو جانتے ہیں تو پھر جادو کے ذریعے ہی چمکا دکھاتے ہوں گے۔"

اچانک اعلیٰ بی بی کے دل میں خیال آیا کہ اس تانتر شکتی مان سے اس جادوگرنی دادی ماں کے بارے میں کرنا چاہیے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے قریب جا کھڑی ہو گئی۔

ایک عورت گڑگڑا کر کہہ رہی تھی "مہاراج! میں برس سے ماں بننے کے لیے ترس رہی ہوں۔ آپ میرا منوکامنا پوری کر دیں۔"

مہاراج نے اپنی ایک جھولی میں ہاتھ ڈال کر ایک راکھ نکالی۔ اس سے کہا "جا۔ تیری گود ہری ہوگی۔"

وہ مہاراج کے قدموں پر سر رکھ کر وہاں سے اٹھ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی "مہاراج! دکشنا کیا دوں؟"

"ہم مایا کے لوبھی نہیں ہیں۔ کسی سے کچھ نہیں جا چلی جا۔"

وہ چلی گئی۔ ایک شخص نے سامنے آکر گھٹنے ٹیک قدموں کو چھو کر کہا "مہاراج! پتا نہیں مجھے کیا ہو جاتا کبھی کبھی کھوپڑی گھوم جاتی ہے۔ بہت غصہ آتا ہے غصے سے چیختے چیختے بے ہوش ہو جاتا ہوں۔"

وہ مہاراج لکڑی کی کھڑاؤں پیروں میں پہنا کرتا تھا۔ اس نے جھک کر ایک کھڑاؤں اٹھا کر اس شخص کے سر پر ماری پھر کہا "مورکھ! تجھ سے شراب برداشت نہیں ہوتی پھر پیتا کیوں ہے۔ شراب چھوڑ دے۔ نشہ نہیں کرے گا تو کبھی تجھے غصہ نہیں آئے گا۔"

وہ سر جھکا کر چلا گیا۔ اس کے بعد دوسرا شخص آیا۔ اس نے سامنے آتے ہی اچانک اپنے بیگ سے ریوالور نکال لیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ ٹریگر دباتا، اعلیٰ بی بی نے اس کے ہاتھ پر ایک لات ماری۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا۔ وہ چھلانگ لگا کر اپنے ہتھیار کے پاس پہنچ کر گرا پھر اسے اٹھانا چاہتا تھا کہ منہ پر ایک ٹھوکر پڑی۔ وہ تکلیف سے کراہتا ہوا دوسری طرف الٹ گیا۔ وہاں سے سر اٹھا کر گھورتے ہوئے اعلیٰ بی بی کو دیکھا۔ اس بار وہ ریوالور کی طرف نہیں گیا۔ یک بارگی اچھل کر اسے فلائنگ کک مارنے آیا۔ وہ جھک گئی۔ وہ اس کے سر پر سے گزرتا ہوا دوسری طرف جا کر گر پڑا۔

پھر اس کا پھرتیلا پن ختم ہو گیا۔ اعلیٰ بی بی کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔ وہ ریوالور کی گولیاں نکال کر ادھر اُدھر پھینکتے ہوئے بولی "یہ بوڑھا شخص دوسروں کو فائدہ پہنچا رہا ہے۔ تم اسے نقصان پہنچانا کیوں چاہتے ہو؟"

"تم ہمارے معاملے میں نہ پڑو۔ وہ ریوالور مجھے دو۔"

وہ خالی ریوالور اس کی طرف پھینک کر بولی "یہ لو۔ اسے لوڈ کر کے فائر کر سکتے ہو تو ضرور کرو۔"

بات ختم ہوتے ہی اعلیٰ بی بی نے پرائی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر کیا۔ چونک کر بولی "کون ہو تم؟"

اس کے اندر سوچ کی لہریں ابھریں "تم یہاں سے چلی جاؤ۔ ورنہ پچھتاؤ گی۔"

وہ حیرانی اور خوشی سے بولی "کبریا! تم؟ میرے اندر بول رہے ہو۔ مجھے پہچانو میں تمہاری بہن اعلیٰ بی بی ہوں۔"

"بکواس مت کرو، نہ میرا نام کبریا ہے نہ ہی تم میری بہن ہو۔ ہاں اگر اس بوڑھے کو گولی مارنے دو گی تو تمہیں بہن مان کر چھوڑ دوں گا۔ ورنہ تمہارے دماغ میں زلزلے پیدا کروں گا۔"

اس کے اندر فرمان آچکا تھا۔ اس نے کہا "کبریا! میں تمہارے زلزلے کو ناکام بنا دوں گا۔ اس خبیث بڑھیا کے سحر سے نکلو۔ اپنی بہن کو پہچانو۔"

کبریا نے کہا "میں کسی خبیث بڑھیا سے سحر زدہ نہیں ہوں۔ مجھے اس بوڑھے کو ہلاک کرنے دو۔ یہ میری پوجا سے دشمنی کرنے آیا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ فرمان کی موجودگی کے باعث اعلیٰ بی بی کے اندر دگنی دفاعی قوت تھی۔ کبریا کا حملہ ناکام رہا۔ اس نے اپنے آلہ کار کے اندر سما کر اس پر حملہ کیا۔ وہ بہن بھائی بابا صاحب کے ادارے میں ایک دوسرے پر حملے کرنے اور اپنا بچاؤ کرتے رہنے کی ٹریننگ حاصل کر چکے تھے۔ اب بھائی کو یاد نہیں رہا تھا کہ بہن کے لڑنے کی تکنیک کیا ہے۔ بہن کو سب کچھ یاد تھا۔ وہ اس کے حملوں کو ناکام بنا رہی تھی اور اس کے آلہ کار کی پٹائی کرتی جا رہی تھی۔ وہ مار کھاتے کھاتے بے دم ہو کر گر پڑا۔

پوجا ایک کرسی پر بیٹھی کبریا کو پریشانی سے خیال خوانی کرتی دیکھ رہی تھی۔ اس نے پوچھا "کیا ہو رہا ہے؟ کچھ مجھے بھی بتاؤ۔ کیا مہاراج کو ہلاک کر چکے ہو؟"

وہ غصے سے بولا "نہیں۔ ایک لڑکی نے میرے آلہ کار کو ناکارہ بنا دیا ہے۔"

"تو تم کیا کر رہے ہو؟ کیا اس لڑکی کو بھی ختم نہیں کر سکتے؟"

"اس کے اندر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ وہ اس کی حفاظت کر رہا ہے۔"

"پہلے تم کسی بھی طرح مہاراج کو ختم کرو۔ وہ مجھے برباد کرنے یہاں آیا ہے۔"

"مہاراج ہوشیار ہو گیا ہے۔ وہ آسانی سے قابو میں نہیں آئے گا پھر بھی میں کوشش کرتا ہوں۔"

اس کا آلہ کار کسی کام کا نہیں رہا تھا۔ وہ ایک دوسرے شخص کے اندر آگیا۔ اس بار اس نے سوچا، اس شخص کے اندر چھپ کر پہلے اس لڑکی کے بارے میں معلوم کرے گا کہ وہ کون ہے اور مہاراج سے اس کا کیا تعلق ہے۔

مہاراج بڑی دیر سے خاموش بیٹھا اعلیٰ بی بی کی دلیری اور لڑنے کے انداز کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ کبریا کے پہلے آلہ کار کو پولیس والے گرفتار کر چکے تھے۔ مہاراج نے اعلیٰ بی بی کے سر پر ہاتھ رکھ کر پوچھا "بیٹی! تم کون ہو؟"

وہ بولی "مہاراج! میرا بھائی ایک چڑیل پوجا (انتیا سکینہ) کے جادوئی شکنجے میں ہے۔ پتا نہیں اس نے اسے کہاں قیدی بنا کر رکھا ہے۔ ابھی میں نے اس آدمی کے اندر سے بھائی کی آواز سنی ہے۔ جس نے آپ پر حملہ کیا تھا۔"

"اس کے اندر سے تم نے بھائی کی آواز کیسے سن لی؟"

"میرے بھائی کا نام کبریا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ پوجا نے اسے مجبور کیا ہوگا۔ اس نے اس آدمی کو آلہ کار بنا

کرابھی آپ پر حملہ کیا تھا۔"

"ہے بھگوان! تمہارا بھائی اس کے چنگل میں ہے۔ وہ تو بڑی بد ذات ہے۔ جسے شکنجے میں لے لیتی ہے' اسے مرتے دم تک نہیں چھوڑتی۔"

کبریا اپنے آلہ کار کو ان کے قریب لے گیا تھا اور ان دونوں کی باتیں سنتے ہوئے سوچ رہا تھا "وہ لڑکی خود کو میری بہن کہہ رہی تھی۔ اب مہاراج سے بھی یہی کہہ رہی ہے۔ اس کی پریشانی اور بے چینی سے لگتا ہے' سچ کہہ رہی ہے۔ پوجا کہتی ہے میرا آگے پیچھے کوئی نہیں ہے۔ میں اپنی پچھلی زندگی کے بارے میں کوئی بات نہ کروں۔"

اعلیٰ بی بی' مہاراج سے کہہ رہی تھی "پوجا نے جادو کے ذریعے میرے بھائی کی یادداشت گم کردی ہے اسی لیے وہ مجھے اور اپنے باپ فرہاد علی تیمور کو بھول گیا ہے۔"

میرا نام سن کر کبریا نے چونک کر سوچا "کیا؟ یہ کیا کہہ رہی ہے۔ فرہاد علی تیمور میرے باپ ہیں۔ پوجا تو انہیں دشمن کہتی آرہی ہے۔ اگر میں بیٹا ہوں تو کیا وہ بیٹے اور باپ کو ایک دوسرے کا دشمن بنا رہی ہے۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا "وہ میرے باپ ہیں اور یہ میری بہن اور میں ان کا سگا ہوں لیکن مجھے کچھ یاد نہیں آرہا ہے۔ یہ کہہ رہی ہے کہ پوجا نے جادو کے ذریعے میری یادداشت گم کردی ہے۔ مجھے کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے۔ میں نے پہلے نہیں سوچا کہ میں کون ہوں؟ میرے ماں باپ کون ہیں؟ اور میں کہاں سے پوجا کے پاس آیا ہوں؟"

اعلیٰ بی بی مہاراج کو بتا رہی تھی کہ پوجا کی دادی ماں ایک سو دس برس کی بوڑھی عورت تھی۔ وہ برسوں کی تپسیا کے بعد جوانی حاصل کرکے سولہ برس کی دوشیزہ بن گئی تھی۔ میں نے اسے سمندر میں ڈبو کر پھر بوڑھی بنا دیا تھا۔ دوسری بار میں نے اسے زندہ جلایا تو وہ اپنی پوتی پوجا کے جسم میں سما گئی ہے۔ اصل پوجا مر چکی ہے۔ اس کے جوان جسم کے اندر ایک سو دس برس کی بوڑھی جادوگرنی چھپی ہوئی ہے۔ وہ مجھے قیدی بنا کر نہ رکھ سکی۔ اب میرے بیٹے کے دماغ سے اس کا ماضی بھلا کر اسے اپنے قابو میں کر رکھا ہے۔

کبریا کے سامنے نئے انکشافات ہو رہے تھے۔ ماضی کے جو اوراق بند ہوگئے تھے' وہ اب کھل رہے تھے۔ یہ عجیب سی بات معلوم ہو رہی تھی کہ جس پوجا کے ساتھ وہ زندگی گزار رہا ہے' وہ جوان ہوتے ہوئے بھی جوان نہیں ہے۔ اس کے اندر ایک سو دس برس کی بوڑھی دادی ماں چھپی ہوئی ہے اور وہ بوڑھی جادوگرنی اس کا ماضی بھلا کر اسے اس کے باپ اور بہن سے دور کرتی جا رہی ہے۔

مہاراج کہہ رہا تھا "پوجا کی دادی ماں کا نام انجنا سکسینہ تھا۔ وہ میرے باپ کی داشتہ تھی۔ اس سے جادو سیکھا کرتی تھی۔ میں بھی اپنے باپ سے یہ کالا علم سیکھتا رہتا تھا۔ ہمارے گھر میں صدیوں پرانے جادوئی نسخے تھے۔ ایک رات وہ تمام نسخے چرا کر فرار ہوگئی۔ پتا نہیں کہاں روپوش رہی۔ تیس برس گزر چکے ہیں۔ میرا باپ مر چکا ہے۔ میں اس دھوکے باز کو تلاش کرتا رہا۔ کچھ روز پہلے معلوم ہوا کہ وہ یہاں کیرالہ میں کہیں رہتی ہے۔ مجھے امید ہے' میں اسے ڈھونڈ نکالوں گا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "میرا بھائی کبریا نہیں جانتا کہ وہ ابھی انجانے میں اپنی بہن پر حملے کر رہا تھا۔ یہ سوچ کر دل کڑھ رہا ہے کہ میں اس کے دل میں بہن کا پیار نہ جگا سکی۔ وہ جا چکا ہے۔ اب شاید نہیں آئے گا۔"

مہاراج نے کہا "تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ میں ایک پراسرار عمل سے معلوم کروں گا کہ وہ دادی ماں کہاں چھپی ہوئی ہے۔ وہ جہاں بھی ہوگی' وہاں تمہارا بھائی ضرور ہوگا۔"

"دادی ماں نے کبریا پر جادو کیا ہے۔ اگر آپ پہلے اس جادو کا توڑ کریں تو کبریا کی یادداشت واپس آجائے گی۔ وہ مجھے پہچان کر خود ہی خیال خوانی کے ذریعے بتا سکے گا کہ پوجا اس کے ساتھ کہاں چھپی ہوئی ہے۔"

مہاراج نے تائید میں سرہلا کر کہا "تم درست کہتی ہو۔ اس کے جادو کا توڑ کروں گا۔ تمہارے بھائی کو پچھلی تمام باتیں یاد آئیں گی تو وہ تم سے رابطہ کرکے ضرور اپنا اور پوجا کا ٹھکانا بتائے گا۔ کیا تم میرے استھان میں چلو گی۔ میں وہاں جاکر پراسرار عمل کروں گا۔"

اعلیٰ بی بی اور فرمان اس کے ساتھ ہوٹل سے باہر جانے لگے۔ کبریا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ اس کے سامنے پوجا نہیں تھی۔ دوسرے کمرے سے ایسی دھیمی دھیمی سی آواز سنائی دے رہی تھی۔ جیسے وہ منتر پڑھ رہی ہو۔

وہ وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں آیا۔ وہ آتش دان کے سامنے فرش پر پلتھی مارے بیٹھی تھی۔ شعلے لپک رہے تھے۔ ان کا سلگتا ہوا عکس پوجا کے چہرے پر پڑ رہا تھا۔ ان لمحات میں وہ کبریا کو بہت خطرناک لگ رہی تھی۔ منتر پڑھتے وقت اس کے دیدے پھیلے ہوئے تھے۔ وہ ماش کی دال کا ایک ایک دانہ آگ میں پھینکتی جا رہی تھی۔ کبریا اکثر اسے یہ عمل کرتے ہوئے دیکھتا رہتا تھا۔ اس نے پہلے کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ کالا جادو جانتی ہے تو پھر خطرناک بھی ہوگی۔

اب یہ سوالات پیدا ہو رہے تھے کہ ایک کالا جادو جاننے والی سے اس کا تعلق کیسے ہوا' کب ہوا' اس نے ٹیلی پیتھی کیسے سیکھی؟ اور کہاں سے سیکھی؟

پوجا نے منتر پڑھتے ہوئے سر گھما کر اسے دیکھا۔ وہ سر جھکائے گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ اس کی طرف گھوم کر بولی "میں جانتی تھی۔ وہ مہاراج تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ تم اسے ہلاک نہیں کرسکو گے۔"

کبریا نے کہا "وہ کہیں گم ہوگیا ہے۔ میں پھر اسے تلاش کرنے جاؤں گا۔"

"میں ایسا منتر پڑھ رہی ہوں کہ وہ ہمارے اس ٹھکانے کی طرف کبھی نہیں آسکے گا۔ ہم نے انڈین آرمی کے افسران کو چیلنج کیا تھا کہ جزیرے کو کھنڈر بنانے کا جرمانہ بارہ گھنٹے کے اندر ادا نہ کیا گیا تو ہم بھی انہیں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچائیں گے اور بارہ گھنٹے گزر چکے ہیں۔"

"میں ابھی ان افسران سے رابطہ کروں گا۔ فی الحال فرہاد علی تیمور کے متعلق سوچ رہا ہوں۔"

پوجا نے چونک کر اسے دیکھا پھر پوچھا "فرہاد کے بارے میں کیا سوچ رہے ہو؟"

"کیا اس کی اولاد بھی ٹیلی پیتھی جانتی ہے؟"

اس نے گھور کر اسے دیکھا پھر پوچھا "اس کی اولاد سے تمہیں کیا لینا ہے؟"

وہ لڑکی جس نے میرے حملے سے مہاراج کو بچایا ہے' وہ فرہاد کی بیٹی ہے۔ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔

"ہوں۔ تو اس کی بیٹی یہاں آئی ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے' وہی مہاراج کو اپنے ساتھ لائی ہے۔ وہ باپ بیٹی ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ اب مہاراج کے کالے جادو کا سہارا لے رہے ہیں۔ اس لڑکی کی شامت آگئی ہے۔"

"کیا تم اس پر جادو کرو گی؟"

"میں اس پر ایسا عمل کروں گی کہ وہ ہوش و حواس کھو کر بے اختیار دوڑتی ہوئی میرے پاس چلی آئے گی۔"

"ایسا عمل کس طرح کرو گی؟"

"جس طرح تم پر....." وہ بولتے بولتے رک گئی پھر جھنجلا کر بولی "کیوں فضول باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو؟ آرمی چیف سے جرمانہ وصول کرو۔"

"ان سے تو مزید بارہ گھنٹے بعد بھی بہت کچھ وصول کیا جاسکتا ہے۔ فی الوقت فرہاد کی بیٹی اہم ہے۔ اسے مہاراج سے دور کرو۔ اس پر کوئی عمل کرو اور اسے یہاں بلاؤ۔ ورنہ وہ ہمیں نقصان پہنچائے گی۔"

وہ سوچنے لگی "یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ وہ لڑکی آئے گی تو میرے پاس دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو جائیں گے۔ فرہاد میری زنجیریں توڑ کر گیا تھا۔ میں اس کی دوسری اولاد کو بھی داسی بنا لوں گی۔"

وہ بولی "میں ابھی یہ عمل کروں گی۔"

"ابھی تو وہ مہاراج کے ساتھ ہے۔ وہ ادھر آئے گی تو مہاراج بھی اس کے ساتھ یہاں چلا آئے گا۔"

"میرا جادو اس وقت اثر کرے گا' جب وہ تنہا ہوگی۔ تم فکر نہ کرو۔ کوئی اس کے پیچھے نہیں آسکے گا۔ تم یہاں سے جاؤ۔ باہر کا دروازہ کھلا رکھو۔ اگر وہ تنہا ہوگی تو ابھی ایک گھنٹے کے اندر یہاں آجائے گی۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر ڈرائنگ روم میں آیا پھر دروازہ کھول کر وہاں بیٹھ گیا۔ یہ بات اس کے دماغ میں چبھ رہی تھی کہ وہ ابھی جس طرح منتر پڑھ کر اس لڑکی کو سحر زدہ کرکے یہاں بلا رہی ہے۔ اسی طرح اسے بھی سحر زدہ کرکے کہیں سے بلایا تھا۔ پوجا ابھی یہی کہتے کہتے رک گئی تھی۔ اس نے بات پوری نہیں کی تھی پھر بھی بات سمجھ میں آگئی تھی۔

اب اس کے دل میں بے چینی پیدا ہوگئی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا "کیا میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہوں؟ اور کیا وہ واقعی میری بہن ہے؟ یہ پوجا اسے بھی میری طرح منتروں کے سحر میں جکڑ کر یہاں بلا رہی ہے۔ اس کے ذہن سے بھی پچھلی زندگی بھلا دے گی۔ اسے بھی میری طرح اپنی معمول بنا کر رکھے گی۔"

وہ بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ لڑکی کس طرح سحر زدہ ہو کر آئے گی اور پوجا اس کے ساتھ کیسا سلوک کرے گی؟

اعلیٰ بی بی اور فرمان کیرالہ کے ایک دلدلی علاقے میں آئے تھے۔ وہاں مہاراج ایک درخت کے سائے میں بیٹھ کر منتر پڑھ رہا تھا۔ اس نے اعلیٰ بی بی سے کہا تھا "تم دونوں ایک آدھ گھنٹے تک کہیں تفریح کرو۔ جب میں پوجا کے جادو کا توڑ کروں گا اور کبریا کو پچھلی زندگی یاد آئے گی تو وہ تم سے ضرور دماغی رابطہ کرے گا۔"

وہ فرمان کے ساتھ ٹہلتی ہوئی جھیل کنارے آئی۔ فرمان نے کہا "جھیل بہت خوب صورت ہے۔ کشتی کی سیر کرو گی؟"

وہ دور تک جھیل کو دیکھتی ہوئی بولی "ہاں۔ یہ بہت خوب صورت ہے۔ وہاں دیکھو' دور کتنے خوب صورت کنول کے

پھول کھلے ہوئے ہیں۔ کیا مجھے ایک پھول لا کر دو گے؟ مجھے بہت اچھے لگ رہے ہیں۔"

"تم بھی چلو۔ بوٹنگ بھی ہوجائے گی۔ تم کنول کے پھول بھی لے آؤ گی۔"

"میں یہاں درخت کے سائے میں بیٹھنا چاہتی ہوں۔ تم نہ جانا چاہو تو کوئی بات نہیں میرے پاس بیٹھو۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ تم نے ایک پھول کی فرمائش کی ہے۔ میں ضرور لے کر آؤں گا۔ تم یہاں بیٹھو۔ میں ابھی آجاؤں گا۔"

ساحل پر کئی کشتیاں تھیں۔ وہ ادھر چلا گیا۔ وہ درخت کے سائے میں بیٹھ کر کبریا کے بارے میں سوچنے لگی۔ دل ہی دل میں دعائیں مانگنے لگی کہ مہاراج کا عمل کامیاب ہو اور بھائی اسے پہچان کر دوڑتا ہوا اس کے پاس چلا آئے۔

وہ بے خبر تھی کہ دوسری طرف پوجا بھی اس کے خلاف عمل کررہی ہے۔ ادھر پوجا' ادھر مہاراج دونوں ہی اپنے پراسرار علوم کی طاقت کو آزما رہے تھے۔ فرمان ایک بوٹ کرائے پر حاصل کرکے اسے چپوؤں کے ذریعے کھیتا ہوا جھیل کے اس حصے کی طرف جارہا تھا' جہاں کنول کے بے شمار پھول کھلے ہوئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ہی اعلیٰ بی بی نے محسوس کیا' جیسے سر پر کوئی چیز آکر لگی ہے۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ باہر سے کوئی چیز آکر نہیں لگی تھی۔ اندر ہلکی سی چوٹ کا احساس ہوا تھا۔ اس نے دوڑ کر فرمان کو جھیل میں جاتے ہوئے دیکھا لیکن اسے آواز نہ دے سکی۔ ایک دم سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔

وہ بھول گئی کہ اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ بے اختیار وہاں سے پلٹ کر جانے لگی۔ پہلے تیزی سے چلتی رہی پھر دوڑنے لگی۔ فرمان کشتی کھیتے ہوئے جھیل میں دور نکل گیا تھا۔ وہاں سے اسے اعلیٰ بی بی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اسے معلوم نہ ہوسکا کہ وہ اچانک کہیں چلی گئی ہے۔

ادھر مہاراج مسلسل منتر پڑھتا ہوا پوجا کے جادو کا توڑ کررہا تھا۔ کبریا ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا اپنے موجودہ حالات پر غور کررہا تھا۔ ایسے ہی وقت اسے ایک ہلکا سا ذہنی جھٹکا لگا۔ دماغ کی اسکرین پر مختلف مناظر ابھرنے لگے۔ پہلا منظر یہ تھا کہ وہ پونا کے ایک بنگلے میں میرا کا انتظار کررہا تھا۔ میرا باتھ روم میں غسل کررہی تھی۔ ایسے ہی وقت اس کا دماغ بے قابو ہوگیا۔ وہ دوڑتا ہوا بنگلے کے باہر جارہا تھا۔ دوسرا منظر یہ تھا کہ وہ ایک کار ڈرائیو کرتا ہوا کہیں جارہا تھا پھر وہ ایک ایسے ویرانے میں پہنچا' جہاں الاؤ روشن تھا۔ پوجا آگ کے سامنے بیٹھی منتروں کا جاپ کررہی تھی۔

اسے ایک ایک بات یاد آنے لگی کہ وہ کس طرح اس پر کالا عمل کرتی رہی تھی اور وہ سحرزدہ ہوکر خود کو بھول چکا تھا۔ اب اندر سے تاریکی چھٹ گئی تھی۔ اسے یاد آگیا کہ وہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔

ایسے ہی وقت اس نے سر گھما کر دیکھا۔ اعلیٰ بی بی دوڑتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آئی۔ وہ سامنے تھا مگر اس نے بھائی کو نہیں دیکھا۔ اسی رفتار سے دوڑتی ہوئی اس کمرے کی طرف جانے لگی' جدھر وہ منتر پڑھ رہی تھی۔ کبریا اسے دیکھتے ہی پہچان کر خوش ہوگیا تھا۔ اس نے مخاطب کیا "عالی۔۔۔!"

وہ اسے عالی کہہ کر مخاطب کیا کرتا تھا مگر اس کی آواز بہن کے کانوں تک نہیں پہنچی۔ وہ تیزی سے اس کے پیچھے جانے لگا۔ پوجا آتش دان کے سامنے فرش پر بیٹھی بلند آواز سے منتر پڑھ رہی تھی۔ اعلیٰ بی بی کو دیکھ کر فرش سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ کچھ پڑھتے ہوئے اس پر مٹھی بھر سفوف چھڑکنا چاہتی تھی کہ کبریا کو دیکھ کر رک گئی۔ سخت لہجے میں بولی "میں نے کہا تھا' یہاں نہیں آؤ گے۔ جاؤ دوسرے کمرے میں جاؤ۔"

وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا "میں نہیں جاؤں گا۔ یہ دیکھوں گا کہ تم نے مجھ پر کس طرح جادو کیا تھا اور میری یادداشت مجھ سے چھین لی تھی۔"

وہ پریشان ہوکر بولی "یہ۔ یہ کیا بک رہے ہو۔ میں نے تم پر جادو نہیں کیا ہے۔ تم ابھی جاؤ۔ مجھے یہ کام کرنے دو۔ دیر ہوگی تو یہ میرے منتروں کے اثر سے نکل جائے گی۔ فوراً یہاں سے جاؤ۔"

اس نے پوجا کے قریب پہنچتے ہی ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ اس کی مٹھی سے سفوف نکل کر گرنے لگا۔ اعلیٰ بی بی چکرا کر فرش پر گر پڑی۔ آتش دان کے سامنے ایک بڑا سا چھرا رکھا ہوا تھا۔ پوجا نے ایک ہاتھ کھاتے ہی سمجھ لیا کہ اس کا طلسم ٹوٹ چکا ہے۔ وہ فوراً ہی چھرے کے پاس آئی' اسے وہاں سے اٹھانا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی کبریا نے اس کے منہ پر ٹھوکر ماری۔ وہ چیختی ہوئی دور جا گری۔ اس نے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر ایک جھٹکا دیا۔ وہ پھر تکلیف کے باعث چیخنے لگی۔ وہ بولا "تو مجھے میرے پاپا کا دشمن بناتی رہی۔ اب میری بہن کو بھی جادوئی ہتھکنڈوں سے زیر کرنا چاہتی ہے۔ اسے ہوش میں لا۔ ورنہ۔۔۔"

وہ چیختی ہوئی بولی "میرے بال چھوڑو۔ یہ ابھی ہوش میں آجائے گی میرے منتر ادھورے رہ گئے ہیں۔"

اس نے بال چھوڑ دیے۔ گردن دبوچ لی۔ وہ بڑی مشکلوں سے سانس لے رہی تھی۔ وہ بولا "ایسی حالت میں تو سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو دماغ سے نہیں نکال سکے گی۔ میں تیرے چور خیالات پڑھ رہا ہوں۔"

وہ پڑھنے لگا۔ یہ سچ معلوم ہوا کہ وہ ایک سو دس برس کی بڑھیا ہے۔ جب میں اسے زندہ جلا رہا تھا' تب اس نے اپنی پوتی پوجا کے جسم میں سما کر نئی زندگی حاصل کی تھی۔

اب بھی اسے یہ خوف نہیں تھا کہ وہ کبریا کے ہاتھوں ماری جائے گی۔ یہ اطمینان تھا کہ کبریا زیادہ سے زیادہ پوجا کے جسم کو مردہ بنائے گا۔ وہ آتما شکتی کے ذریعے پھر کسی خوب صورت عورت کے جسم میں داخل ہوکر پھر ایک نئی زندگی حاصل کرلے گی۔ اس اطمینان کے باوجود وہ پوجا ہی کے جسم میں مستقل رہنا چاہتی تھی۔ کیونکہ اس کے ذریعے وہ جزیرہ کلیانی کی ملکہ بن کر رہ سکتی تھی۔

وہ بولی "مجھے چھوڑ دو۔ مجھ سے سمجھوتا کرو۔ پوجا کا یہ جسم مرجائے گا تو پھر جزیرے کی کوئی وارث نہیں رہے گی۔ اس جزیرے پر بھارت سرکار کا قبضہ ہوجائے گا۔ پلیز مجھے چھوڑ دو۔"

اعلیٰ بی بی کا سر تھوڑی دیر کے لیے چکرایا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے سوالیہ نظروں سے ان دونوں کو دیکھا۔ کبریا نے کہا "عالی! میں کبریا ہوں۔ اس وقت بہروپ میں ہوں اور یہ ذلیل عورت پوجا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے فرش سے اٹھتے ہوئے کہا "ابھی اسے جان سے نہ مارو۔ اس کی آتما کسی دوسرے جسم میں منتقل ہوجائے گی۔ یہ بظاہر ہمارے لیے مرجائے گی مگر کہیں جاکر زندہ رہے گی۔"

"کیا تم اسے زندہ چھوڑ دینا چاہتی ہو؟"

"ذرا ٹھہرو۔ میں ابھی بتاتی ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے مہاراج کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا "تم کہاں ہو؟"

وہ بولی "ہم نے پوجا پر قابو پالیا ہے۔ آپ نے کہا تھا۔ اسے جان سے نہیں مارنا چاہیے۔ یہ کہیں دوسری جگہ نئی زندگی حاصل کرلے گی۔"

"ہاہا۔ اسے جان سے نہ مارنا۔ میں آرہا ہوں۔ مجھے پتا بتاؤ۔"

اس نے کبریا سے اس بنگلے کا پتا پوچھ کر مہاراج اور فرمان کو بتایا۔ مہاراج نے کہا "وہ بہت مکار ہے۔ اسے منتر پڑھنے کا موقع نہ دینا۔ اس کے منہ پر ٹیپ چپکا دو۔ ہاتھ پاؤں مضبوطی سے باندھ دو۔ میں ابھی پہنچ رہا ہوں۔"

وہ کبریا سے بولی "اس کے منہ پر ٹیپ چپکا دو۔ رسی لے آؤ۔ ہم اس کے ہاتھ پاؤں مضبوطی سے باندھیں گے۔"

پوجا نے عاجزی سے کہا "میرا منہ بند نہ کرو۔ میں باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

کبریا ٹیپ اور رسی لے آیا۔ اعلیٰ بی بی نے اس کے منہ پر ٹیپ لگاتے ہوئے کہا "ہم تمہارے دماغ میں رہ کر باتیں کریں گے۔ بولو کیا کہنا چاہتی ہو؟"

اس کی سوچ نے کہا "مہاراج کو میرے بارے میں کچھ نہ بتاؤ۔ وہ بڑا بدذات ہے۔ میرے ساتھ برا سلوک کرے گا۔"

کبریا نے پوچھا "کیا ہم سے اچھے سلوک کی توقع کررہی ہو۔ تم نے ہمارے پاپا کو دماغی طور پر نقصان پہنچایا۔ ایک عرصے تک انہیں' پھر مجھے اپنا غلام بنا کر رکھا۔ تمہیں تو بار بار موت کی سزا دی جائے۔ وہ بھی کم ہوگی۔"

فرمان اور مہاراج وہاں آگئے۔ پوجا سہم کر مہاراج کو دیکھنے لگی۔ اس نے کہا "اسے آزاد چھوڑا جائے گا تو یہ پھر ہم سب کو نقصان پہنچائے گی۔ میں اسے مرنے بھی نہیں دوں گا اور آرام سے جینے بھی نہیں دوں گا۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا "پھر آپ کیا کریں گے؟"

"میرے پاس ایک دوا ہے۔ اس کی ایک خوراک سے ہی یہ نیم پاگل ہوجائے گی پھر اسے کوئی منتر یاد نہیں رہے گا۔ یہ خودکشی کرنا بھی بھول جائے گی۔"

پوجا رحم طلب نظروں سے دیکھ کر انکار میں سر ہلانے لگی۔ مہاراج نے اپنی جھولی میں سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالی۔ کبریا نے اس کے منہ پر سے ٹیپ کو ہٹایا۔ وہ منہ نہیں کھولنا چاہتی تھی۔ اس کا گلا دبایا گیا تو منہ خود ہی کھل گیا۔ دوا کے چند قطرے ٹپکا دیے گئے۔ وہ تڑپی اور چند سیکنڈ کے بعد ہی بے ہوش ہوگئی۔

میں سونیا کے سلسلے میں مصروف تھا۔ اس سلسلے کا ذکر ابھی کروں گا۔ میں نے اچانک اپنے اندر کبریا کی آواز سنی تو چونک گیا۔ حیرت سے اور مسرت سے پوچھا "تم اس خبیث بڑھیا سے نجات حاصل کرچکے ہو؟"

"یس پاپا! اعلیٰ بی بی نے ایک مہاراج کے ذریعے میری پچھلی زندگی مجھے یاد دلائی ہے۔ آپ ہمارے پاس آکر خیالات پڑھیں۔ تمام روداد معلوم ہوجائے گی۔"

میں نے کبریا اور اعلیٰ بی بی کے خیالات پڑھ کر ان کے

تمام حالات معلوم کیے۔ مہاراج کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا "آپ آئندہ یوجا سے نمٹتے رہیں ہم اس پر لعنت بھیج چکے ہیں پھر کبھی زندگی کے کسی موڑ پر آپ سے ملاقات ہوگی۔"

میں نے اپنی بیٹی اور بیٹے سے کہا "وہاں سے چلے آؤ۔ تمہاری مما کا معاملہ پیچیدہ ہو رہا ہے۔"

میں نے یوگا جاننے والے فوج کے تین اعلیٰ افسران کو زخمی کرکے یہ دہشت پیدا کردی تھی کہ میں ان کی اور دوسرے امریکی اکابرین کی جانیں بھی لے سکتا ہوں اور یہ ان سے کہہ چکا تھا کہ سونیا کو رہا نہ کیا گیا تو ایک ایک گھنٹے کے بعد ایک ایک اعلیٰ افسر موت کا ذائقہ چکھتا رہے گا۔

ان کے چور خیالات سے معلوم ہوا تھا کہ ان کا خاص اور اہم ٹیلی پیتھی جاننے والا جے ای فری مین آدھے گھنٹے بعد ان سے رابطہ کرنے والا ہے۔ اب وہ سب اپنی جان کی سلامتی کے لیے اسے کہنے والے تھے کہ وہ سونیا کو رہا کردے اور ہم سے دشمنی کو طول نہ دے۔ ورنہ فوج کے اہم افسران جان سے جائیں گے۔

فری مین آدھے گھنٹے بعد نہ آسکا۔ ذرا دیر سے آیا اور اپنے اہم یوگا جاننے والے افسران کو زخمی دیکھ کر پریشان ہوگیا۔ اسے بتایا گیا کہ میں ان کے دماغوں میں ہوں۔ سونیا کو رہائی نہ ملی تو میں انہیں ہلاک کردوں گا۔

میں نے ایک افسر کے ذریعے اسے مخاطب کیا "فری مین! اپنے اس افسر کے اندر آؤ اور مجھ سے بات کرو۔"

وہ اس افسر کے اندر آکر بولا "مسٹر فرہاد! ایک طویل عرصے سے ہمارے اور آپ کے درمیان دشمنی بھی رہی ہے اور سمجھوتے بھی ہوتے رہے ہیں۔ آپ نے آج سمجھوتا کیے بغیر ہمارے تین سب سے اہم افسران کو نقصان پہنچایا ہے۔ یہ آپ نے اچھا نہیں کیا۔ آپ کو میرا انتظار کرنا چاہیے تھا۔"

"یہ جھوٹے افسران کہہ رہے تھے کہ تم سونیا کے سلسلے میں ان سے رابطہ نہیں کر رہے ہو۔ کہیں روپوش ہوگئے ہو پھر میں تمہارا انتظار کیوں کرتا؟ اب تم آئے ہو تو باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ سونیا کو فوراً رہا کرو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "میری ایک التجا ہے۔ میں میڈم کے بارے میں جو کہنے جارہا ہوں' اسے آپ تحمل سے سنیں۔ مجھے معلوم ہوتا کہ وہ ہمارے لیے مصیبت بن جائیں گی تو میں انہیں کبھی ٹریپ نہ کرتا۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟ صاف صاف کہو۔"

"میں میڈم کو آپ سے چھپائے رکھنے کے لیے انہیں کوما میں رکھنا چاہتا تھا لیکن ڈاکٹر سے غلطی ہوگئی یا پتا نہ کس طرح انجکشن بدل گیا۔ اس انجکشن کے نتیجے میں میڈم ایب نارمل ہوگئی ہیں۔"

یہ سنتے ہی میں نے سونیا کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ میں نے دو چار بار کوششیں کیں۔ اسے مخاطب کیا "سونیا! میں تمہارا فرہاد ہوں۔ سانس نہ روکو۔ مجھ سے باتیں کرو۔"

لیکن وہ مجھے نہیں پہچان رہی تھی۔ شاید اپنے آپ کو بھی نہیں پہچان رہی تھی۔ میں نے غصے سے کہا "کتے کے بچے تو نے کس ڈاکٹر سے کام لیا تھا؟ اس نے کون سا انجکشن دیا ہے؟ وہ مجھے نہیں پہچان رہی ہے۔ اس نے دماغ کے دروازے بند کرلیے ہیں۔ فوراً بتاؤ۔ ابھی وہ کہاں ہے؟"

"دیکھیے آپ نے مجھے کتے کا بچہ کہا ہے۔ یہ اخلاق اور تہذیب کے خلاف....."

میں نے گرج کر کہا "کتے! حرام کی اولاد! میں تجھے اخلاق اور تہذیب سکھانے کے لیے اوپر پہنچا دوں گا۔ تو نے میری سونیا کو دماغی مریضہ بنایا ہے میں تیرے تمام اکابرین کو دماغی مریض بنا کر پاگل خانے پہنچا دوں گا۔ اگر اپنے اکابرین کی سلامتی چاہتا ہے تو فوراً بتا' سونیا ابھی کہاں ہے؟"

"میں کیا بتاؤں؟ آپ بہت غصے میں ہیں۔ میری بات کا یقین نہیں کریں گے میڈم ہماری قید سے فرار ہوگئی ہیں۔ انہوں نے ڈاکٹر اور ایک مسلح گارڈ کو بڑی بے دردی سے ہلاک کیا۔ دوسرا گارڈ زخمی پڑا ہے۔"

"تم بکواس کر رہے ہو۔ جب وہ مجھے نہیں پہچان رہی ہے اور خود کو بھول گئی ہے تو پھر اسے ایک طرف پڑا رہنا چاہیے تھا۔ فرار کیسے ہوگئی؟"

"آپ یقین کریں۔ اس انجکشن کا ری ایکشن عجیب طرح سے ہوا ہے۔ ڈاکٹر انجکشن لگانے کے بعد سمجھ رہا تھا کہ وہ کوما میں پہنچ گئی ہیں۔ کیونکہ وہ بالکل ساکت لیٹی ہوئی تھیں لیکن توقع کے خلاف وہ اچانک ہی اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ دو مسلح گارڈز انہیں لٹا کر بستر سے باندھنا چاہتے تھے۔ اس نے دونوں کی پٹائی کردی۔ ان کی ایک گن چھین لی۔ ڈاکٹر اور ایک گارڈ کو گولی ماردی۔ دوسرے پر بھی گولی چلاتی ہوئی وہاں سے باہر چلی گئیں۔ میرے بے شمار ماتحت انہیں تلاش کر رہے ہیں لیکن وہ اب تک نظر نہیں آئی ہیں۔"

میں نے پھر سونیا کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس نے سانس روک لی۔ اس کے اندر جانے اور آنے میں دو سیکنڈ لگے۔ میں نے اتنی دیر میں اس کے ذریعے ٹریفک کا شور سنا۔ وہ کسی چوراہے پر ہوگی۔ مجھے یہ اطمینان تھا کہ وہ زندہ سلامت ہے۔ نہ زخمی ہے' نہ کسی کمزوری میں مبتلا ہے۔ اسی لیے پوری توانائی سے سانس روک لیتی ہے اور وہ کسی قید خانے یا چار دیواری کے اندر نہیں ہے۔ فری مین کا بیان درست ہوسکتا تھا کہ وہ فرار ہوگئی ہے۔

میں نے کہا "میں کیسے یقین کرلوں کہ سونیا کو تمہارے کسی خفیہ اڈے میں چھپا کر نہیں رکھا گیا ہے۔ تم نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی ہوگی کہ وہ ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے۔ اس طرح ہمیں معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں ہے اور تم جھوٹ بولتے رہو کہ وہ فرار ہوگئی ہے۔"

"میں جانتا تھا' آپ مجھے جھوٹا اور فریبی سمجھیں گے۔ میں لاکھ قسمیں کھاؤں گا' آپ یقین نہیں کریں گے۔"

"یقین کرسکتا ہوں۔ تم اپنے چور خیالات پڑھنے دو۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کبھی اپنے اندر آنے کی اجازت نہیں دیتا۔ تم میرے دماغ میں آتے ہی زلزلہ پیدا کرو گے۔ کوئی اپنی موت کو کبھی دعوت نہیں دیتا۔"

ہم ایک زخمی آلہ کار افسر کے دماغ میں بول رہے تھے۔ اس اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر فرہاد! فار گاڈ سیک آپ فری مین کی بات کا یقین کریں۔ اس کے ماتحت میڈم کو تلاش کر رہے ہیں۔ آپ بھی تلاش کریں گے تو وہ کہیں نہ کہیں ضرور ملیں گی۔ زیادہ وقت نہیں گزرا ہے' وہ ابھی نیویارک سے باہر نہیں گئی ہوں گی۔ ہمیں بحث و تکرار میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے اسے تلاش کرنا چاہیے۔"

اس کی اس بات نے قائل کیا کہ وہ ایب نارمل ہوکر ابھی اس شہر سے باہر نہیں گئی ہوگی۔ میں نے کہا "اسے تلاش کرنے کی ذمے داری تمہاری ہے۔ کیوں اسے اغوا کیا گیا؟ اب میں چوبیس گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں۔ اسے کسی بھی طرح تلاش کرو اور ہمارے حوالے کرو۔ ورنہ کل اسی وقت انتقامی کارروائی کے لیے آؤں گا۔ کل کوئی سمجھوتا نہیں ہوگا۔"

میں وہاں سے چلا آیا۔ اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے علاوہ پارس اور پورس سے بھی کہا "تمہاری مما کو جو انجکشن لگایا گیا تھا۔ اس کا تشویشناک ردِ عمل ہوا ہے۔ وہ ہم سب کو بھول گئی ہیں۔ جہاں قید کیا گیا تھا وہاں سے فرار ہوگئی ہیں۔ اسے تلاش کرو۔ وہ ابھی نیویارک سے باہر نہیں گئی ہوں گی۔"

پورس نے پارس سے کہا "میں ائرپورٹ جارہا ہوں۔ تم بندرگاہ کی طرف جاؤ۔ ہمارے درمیان موبائل فون کے ذریعے رابطہ رہے گا۔"

وہ دونوں ہوٹل سے نکل کر اپنی اپنی کار میں وہاں سے روانہ ہوگئے۔ میں اور میرے بیوی بچے گردش میں آئے ہوئے تھے۔ پہلے مجھ پر گردش آئی۔ جادوئی ہتھکنڈوں کے باعث میری یادداشت گم ہوگئی تھی۔ دوسری بار کبریا کی یادداشت گم ہوگئی اور اب تیسری بار سونیا کے ساتھ بھی یہی ہو رہا تھا۔

ہم تینوں کے ساتھ یہ یکسانیت تھی کہ یادداشت گم ہوتی رہی اور ایسا اتفاقاً نہیں ہو رہا تھا۔ دشمن جادو جاننے والے ہوں یا ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں' وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمیں ٹریپ کرنے کے بعد ہماری یادداشت چھین کر ہی اپنوں سے دور چھپا کر رکھا جاسکتا ہے۔

ہمارے تمام مخالفین کے پاس یہی ایک طریقہ رہ گیا تھا۔ میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ سونیا کو وہ کوما میں رکھنا نہیں چاہتے تھے۔ اس کی یادداشت چھین کر اس طرح ہم سے دور کرنا چاہتے تھے کہ ہم ان سے شکایت بھی نہ کرسکیں اور یہ ثابت ہوجائے کہ غلط انجکشن کے باعث سونیا نیم پاگل یا ایب نارمل ہوکر ہم سے دور ہوگئی ہے۔

میں نے پھر ان تین زخمی افسران کے اندر پہنچ کر کہا۔ "میں تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے فری مین کی چالبازی سمجھ رہا ہوں۔ اس نے سونیا کی یادداشت چھین لینے کے لیے ضرر رساں انجکشن اسے لگایا پھر اسے فرار ہونے کا موقع دیا ہے۔ یقیناً اس کے ماتحت دور ہی دور سے اس کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ پتا نہیں وہ آئندہ اس کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہتا ہے لیکن اس سے کہہ دینا کہ کل صبح تک ہمیں سونیا نہ ملی تو میں کسی بھی طرح اس کی شہ رگ تک پہنچ کر اسے موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔"

وہ سب میری دھمکیوں سے سہمے ہوئے تھے۔ میں بھی پریشان تھا کہ پتا نہیں آئندہ سونیا کے ساتھ کیسا سلوک کیا جانے والا ہے؟ پتا نہیں وہ کہاں بھٹک رہی ہوگی اور اسے کہاں بھٹکایا جارہا ہوگا۔ آئندہ اس کی حفاظت کے لیے ضروری ہوگیا تھا کہ ان کے اہم ٹیلی پیتھی جاننے والے جے وی فری مین کو جلد سے جلد ختم کردوں۔

میں نے الپا' اعلیٰ بی بی' کبریا اور فرمان کو اپنے اندر بلا کر کہا "ٹیلی پیتھی جاننے والے آٹھ امریکیوں میں سے صرف جے وی فری مین ایسا وفادار ہے جو انڈر گراؤنڈ سیل سے

رہائی پانے کے باوجود فرار نہیں ہوا تھا۔ آرمی کے تین یوگا جاننے والے افسران کے سامنے حاضر ہوگیا تھا۔ اسی طرح یہ خیال قائم کیا جاسکتا ہے کہ فری مین آرمی ہیڈ کوارٹر میں یا واشنگٹن ڈی سی کے کسی علاقے میں رہتا ہے۔“

الپا نے پوچھا ”کیا وہ تین زخمی افسران اس کی خفیہ رہائش گاہ کے بارے میں نہیں جانتے ہیں؟ جبکہ وہ ان کا ماتحت ہے۔“

”میں ان تینوں کے چور خیالات پڑھ چکا ہوں۔ ان کے مشترکہ خیالات یہ ہیں کہ فری مین اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے صرف ایک یوگا جاننے والا افسر رابطہ رکھتا ہے۔ اس افسر کو ان نون ماسٹر کہا جاتا ہے۔ وہ ان نون ماسٹر جے وی فری مین کی رہائش اور اس کی سیکیورٹی کا ذمے دار ہے۔“

الپا نے کہا ”ایسی اہم اور خفیہ معاملات سے تعلق رکھنے والی شخصیات واشنگٹن میں رہتی ہیں۔ اگر ہم وہاں کے تمام اہم افراد کے دماغوں میں جاتے رہیں گے تو ضرور اس ان نون ماسٹر تک پہنچ جائیں گے۔“

میں نے کہا ”اور ایک بات ہے۔ ان نون ماسٹر جیسے افراد کی ٹاپ سیکرٹ فائلیں آرمی ہیڈ کوارٹر کے ریکارڈ روم میں رہتی ہیں۔ میں اس کی فائل تک پہنچنے جارہا ہوں۔ تم واشنگٹن کے تمام اہم افراد کے اندر پہنچ کر اسی ان نون ماسٹر کو تلاش کرو۔“

میں ہیڈ کوارٹر کے اہم افسران کے اندر جاکر یہ معلوم کرنے لگا کہ ریکارڈ روم میں کتنے یوگا جاننے والے عہدے دار ہیں۔ ایسے یوگا جاننے والوں سے نمٹنے کے بعد ہی اس نے سیکرٹ فائل کو پڑھ کر ان نون ماسٹر کا اصلی نام اور پتا معلوم کیا جاسکتا تھا۔ بہرحال ہم سب اس پراسرار شخص تک پہنچنے کے سلسلے میں مصروف ہوگئے۔

○☆○

پورس ائرپورٹ پہنچ کر ہر جگہ سونیا کو تلاش کرتا رہا۔ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ یہ جے وی فری مین کی کوئی چال ہوگی۔ وہ اسے اس لیے بھٹکا رہا ہوگا کہ ہمیں اس کے فرار ہونے اور رہائی پانے کا یقین ہوجائے۔ ہم بھی اسے پورے شہر میں تلاش کرتے پھریں لیکن اسے پہچان نہ پائیں۔ فری مین اس کا چہرہ تبدیل کرسکتا تھا۔

پورس ہر اس عورت کو توجہ سے دیکھ رہا تھا، جو سونیا کے قد اور جسامت کے برابر دکھائی دیتی تھی۔ اس نے ایسی کتنی ہی عورتوں کو مخاطب کیا۔ ان سے باتیں بھی کیں لیکن مایوسی ہوتی رہی۔ پارس بندرگاہ میں بالکل اسی طرح تلاش کررہا تھا اور مایوس ہو رہا تھا۔ اس نے فون پر پورس سے کہا ”مما نظر نہیں آرہی ہیں۔ کیا تمہیں کوئی امید ہے؟“

اس نے کہا ”یہاں امید نہیں رہی۔ میں ہائی وے کی طرف جارہا ہوں۔ تم کہاں جاؤ گے؟“

”میں مجسمہ آزادی کی طرف جارہا ہوں۔ مما کو بوٹنگ کا بہت شوق ہے۔ شاید ادھر گئی ہوں۔“

پورس ہائی وے پر دور تک گیا۔ پارس مجسمہ آزادی کے پاس آیا۔ اس وقت رات کے سائے پھیل رہے تھے۔ وہاں تفریح کرنے والوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔ بیرونی ممالک سے آنے والے مجسمہ آزادی کے اطراف کشتی کی سیر ضرور کرتے تھے۔ پارس ایک ڈیڑھ گھنٹے تک ماں کو ڈھونڈتا رہا لیکن وہ نہ جانے کہاں گم ہوگئی تھی۔

وہ مایوس ہو کر وہاں سے روانہ ہوگیا۔ ایک رہائشی علاقے سے گزرتے وقت کار میں اچانک خرابی پیدا ہوئی۔ وہ اسے روک کر اس کا بونٹ اٹھا کر خرابی دور کرنے لگا۔ وہ خرابی منٹوں میں دور ہوگئی۔ اس نے کار میں آکر بیٹھنے سے پہلے اس بنگلے کے گیٹ کی طرف دیکھا پھر چونک گیا۔ وہاں لگی نیم پلیٹ پر ڈاکٹر بوکا بوکا کا نام لکھا ہوا تھا۔

اس نے سوچا ”یہ محض ایک اتفاق ہے یا تقدیر کا تماشا ہے کہ گاڑی یہاں آکر رک گئی ہے؟ اگرچہ مما کے اغوا کا تعلق اس ڈاکٹر سے نہیں ہے۔ یہ ڈاکٹر ابھی ہمارے لیے ضروری نہیں ہے لیکن میں یہاں آکر کیوں رک گیا؟ یہ قدرت کی طرف سے کوئی اشارہ ہوسکتا ہے۔ جب میں یہاں پہنچ ہی گیا ہوں تو مجھے ڈاکٹر سے ضرور ملنا چاہیے۔“

گیٹ پر ایک مسلح گارڈ کھڑا ہوا تھا۔ پارس نے موبائل فون پر اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو مخاطب کیا پھر کہا ”میں جانتا ہوں، تم مما کی تلاش میں مصروف ہو۔ فی الحال میرے پاس رہو پھر چلے جانا۔“

وہ موبائل بند کرکے گیٹ کے پاس آیا پھر مسلح گارڈ سے بولا ”میں ڈاکٹر سے ملنا چاہتا ہوں۔ تم انہیں اطلاع دو۔“

وہ بولا ”سوری سر! وہ بالٹی مور گئے ہیں۔ پرسوں کسی وقت آئیں گے۔“

وہ واپس کار میں آکر بیٹھ گیا پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے سوچ کے ذریعے بولا ”میں اس بنگلے کے پیچھے جارہا ہوں۔ تم گارڈ کے اندر جاکر معلوم کرو۔ یہاں بنگلے کے اندر اور باہر کتنے افراد ڈیوٹی پر ہیں۔“

وہ چلا گیا۔ پارس آہستہ آہستہ ڈرائیو کرتے ہوئے سوچنے لگا ”یہاں ڈاکٹر نہیں ہے تو ڈاکٹر کا کوئی خاص آدمی ضرور ہوگا۔ اس کے بیڈ روم میں جاکر تلاشی لی جاسکتی ہے۔ وہاں سے کوئی اہم کام کی چیز برآمد ہوسکتی ہے پھر وہ ڈاکٹر مما کا دوست نہیں، دشمن ہے۔ ان سے خوف زدہ رہتا ہے۔ ابھی اس نے مما سے دشمنی نہیں کی ہے پھر کبھی کرسکتا ہے۔ اس کی کوئی کمزوری ڈھونڈنا چاہیے۔“

وہ خیال خوانی کے ذریعے پارس کے اندر آکر بولا ”سر! بنگلے کے اندر اور باہر کوئی نہیں ہے۔ وہ مسلح گارڈ رات دو بجے تک ڈیوٹی پر رہے گا پھر اس کی جگہ دوسرا گارڈ آجائے گا۔ ڈاکٹر کی غیر موجودگی میں وہاں اس کی پرسنل سیکریٹری رہتی ہے۔ وہ کہیں گئی ہے۔ ایک آدھ گھنٹے میں واپس آنے والی ہے۔“

پارس نے کار کو بنگلے کے پیچھے پارک کیا پھر کہا ”میں اندر جارہا ہوں۔ اس گارڈ کو بنگلے کی طرف متوجہ نہ ہونے دو۔ جب میں اندر چلا جاؤں تو تم بھی مما کی تلاش میں چلے جاؤ لیکن ہر پندرہ یا بیس منٹ کے بعد میرے پاس آتے رہو۔“

وہ احاطے کی دیوار پھاند کر اندر آیا۔ بنگلے کے پچھلے دونوں دروازے اندر سے بند تھے وہ گھوم کر سامنے والے دروازے پر آیا۔ وہ باہر سے مقفل تھا اور یہ کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ وہ پیچیدہ سے پیچیدہ تالوں کو کھولنا جانتا تھا۔ اس دروازے کو کھول کر اندر آگیا۔ اسے بند کرکے دیکھنے لگا۔ ایک کوریڈور کے بعد ایک بہت بڑا ڈرائنگ روم ڈائننگ روم اور ٹی وی لاؤنج دور تک پھیلا ہوا تھا۔ وہ وہاں سے گزر کر دوسرے کمروں میں جاکر دیکھنے لگا۔ وہاں کی الماریاں کھول کر کوئی کام کی چیز تلاش کرنے لگا۔ دوہرے سے مایوسی ہو رہی تھی۔ نہ سونیا دکھائی دے رہی تھی اور نہ ہی کوئی کام کی چیز ہاتھ آرہی تھی۔

وہ ایک اور بیڈ روم میں آیا۔ وہ خواب گاہ دوسرے کمروں سے بڑی اور... عیش و عشرت کے تمام سامان سے آراستہ تھی۔ وہاں ایک بڑا سا آئرن سیف تھا۔ یقیناً وہ ڈاکٹر کا خاص کمرا تھا۔ اس سیف میں ضرور اہم دستاویزات اور بہت سے راز چھپے ہوں گے۔ پارس اسے کھولنے آیا تو مایوسی ہوئی۔ اس سیف کو مخصوص نمبروں سے کھولا جاسکتا تھا اور وہ نمبر صرف ڈاکٹر ہی جانتا ہوگا۔

خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر آیا۔ اس نے کہا ”یہ سیف مخصوص نمبروں سے کھولا جاسکتا ہے۔ کیا ڈاکٹر کے دماغ میں جاسکو گے؟“

”ڈاکٹر نے اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے آپ کے

ان لوگوں کے لئے جو خوبصورت کہانیاں پڑھنے کے شوقین ہیں
ہزاروں دلوں کی دھڑکن
محی الدین نواب
کی خوبصورت کہانیوں کے تین دلکش مجموعے

کچرا گھر
قیمت -/100 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے
8 بہترین کہانیوں کا مجموعہ

ایمان کا سفر
قیمت -/150 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے
10 خوبصورت کہانیوں کا مجموعہ

آدھا چہرہ
قیمت -/250 روپے ڈاک خرچ -/25 روپے
پہلا طویل معاشرتی ناول

کمپیوٹرائزڈ کتابت
دلکش طباعت
مضبوط جلد

تینوں کتابوں کے نئے ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں
تینوں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف رعایتی قیمت
مبلغ -/450 روپے بذریعہ منی آرڈر پیشگی ارسال کریں

کتابیات پبلی کیشنز
[illegible]
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com
پوسٹ بکس 23
کراچی 74200

پاپا کو ایک بار دماغ میں آ کر چور خیالات پڑھنے کی اجازت دی تھی۔ اب وہ مجھے اندر نہیں آنے دے گا۔ سانس روک لیا کرے گا۔"

"ہوں پھر تو مجھے اس پرسنل سیکریٹری کا انتظار کرنا چاہیے۔ شاید وہ مخصوص نمبر جانتی ہو۔"

"میں اس سیکریٹری کے اندر جا کر معلوم کر سکوں گا۔ ابھی جا رہا ہوں۔ پندرہ منٹ کے بعد آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی باہر ایک کار کے آنے اور دروازے کھلنے اور بند ہونے کی آوازیں سنائی دیں۔ پارس دروازے کے پردے کے پاس آ گیا۔ دور سے ایک نسوانی ہنسی سنائی دی۔ وہ کچھ بولتی آ رہی تھی۔ جواب میں مردانہ آواز سنائی دی۔ آوازیں قریب آ رہی تھیں۔

وہ پردے کے پیچھے چھپ گیا۔ ایک شخص نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا "میں نے منع کیا تھا' زیادہ نہ پیو مگر تم شروع کرتی ہو تو پیتی ہی چلی جاتی ہو۔ تمہیں اپنے آپ پر کنٹرول نہیں ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی آ کر بستر پر گر پڑی۔ کہنے لگی "زیادہ پینے سے کیا ہوتا ہے تم تو ابھی ایسے جھنجھوڑ دو گے کہ نشہ پانی ہو جائے گا۔"

وہ اس کے پہلو میں گرتے ہوئے بولا "تم ہو ایسی چیز' تم پر جھپٹنے کا مزہ آتا ہے۔ ڈاکٹر بوکا بوکا بدنصیب ہے۔ بڑھاپے میں تمہیں سنبھال نہیں پا رہا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ اسے سنبھالنے لگا۔ پارس وہ تماشا دیکھنے نہیں آیا تھا۔ اس نے وہاں داخل ہونے کے بعد ڈرائنگ روم کے ٹیلی فون پر اس کے نمبروں کو پڑھا تھا۔ وہ نمبر اتنے آسان تھے کہ یاد رہ گئے تھے۔ اس نے اپنا موبائل نکال کر وہ نمبر پنچ کیے۔ ڈرائنگ روم سے فون کی گھنٹی کی آواز سنائی دی۔ وہ دونوں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔ اس شخص نے بیزاری سے کہا "اس وقت کس کا فون آ سکتا ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بیڈ سے اترتے ہوئے بولی "ڈاکٹر کا فون ہے۔ مجھے اٹینڈ کرنا ہوگا۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہوئی تو نشے سے ڈگمگانے لگی۔ اس کے ساتھی نے اسے تھام کر کہا "سنبھل کر چلو اور اس سے سنبھل کر بات کرو۔ ورنہ اسے شبہ ہوگا کہ کسی کے ساتھ موج مستی میں ہو۔"

وہ اسے سہارا دے کر بیڈ روم سے باہر چلا گیا۔ پارس نے پردے کے پیچھے سے نکل کر دروازے سے باہر کوریڈور میں آ کر دیکھا۔ وہ ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے تھے۔ وہ ریسیور اٹھا کر اپنے کان سے لگا کر بولی "ہیلو' میں سوسانہ بول رہی ہوں۔"

پارس نے سخت لہجے میں کہا "ننگی کیوں ہو؟ کپڑے پہن کر آؤ۔"

وہ بدحواسی میں بولی "جی۔ ابھی پہن کر آتی ہوں۔"

وہ ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر اپنے یار سے بولی "وہ غصہ کر رہا ہے۔ میں لباس پہن کر آتی ہوں۔"

وہ اس کا بازو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے بولا "اتنا نشہ کیوں کرتی ہو۔ کیا وہ فون کے ذریعے تمہیں بے لباس دیکھ رہا ہے؟"

وہ ایک ہاتھ سے سر تھام کر بولی "ہاں۔ تعجب ہے۔ وہ کیسے جانتا ہے کہ میں ایسی حالت میں ہوں؟ میں ابھی پوچھتی ہوں۔"

اس نے ریسیور کو کان سے لگا کر پوچھا "مائی ڈیر بوکا! کیوں مذاق کرتے ہو۔ میں تو پورے لباس میں ہوں۔"

پارس نے کہا "جھوٹی! کمینی! اپنے باس کی آنکھوں میں دھول جھونک رہی ہے۔ چل کپڑے پہن' ورنہ تیری چھٹی کر دوں گا۔"

"پلیز ناراض نہ ہو۔ میں ابھی پہنتی ہوں۔"

وہ ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر رونے کے انداز میں بولی "وہ دیکھ رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس فون کے ساتھ مانیٹر لگا لیا ہے۔ وہاں بیٹھا مجھے دیکھ رہا ہے۔ تم اس کے دماغ میں جا کر معلوم کرو۔"

یہ سنتے ہی پارس چونک گیا۔ اس کے ساتھ جو شخص تھا' وہ ٹیلی پیتھی جانتا تھا۔ اس نے کہا "تم جانتی ہو' وہ سانس روک لیتا ہے۔ میں اس کے خیالات نہیں پڑھ سکوں گا پھر کیوں خوامخواہ خیال خوانی کروں؟"

وہ ریسیور کو ایک طرف رکھ کر تیزی سے بیڈ روم کی طرف جانے لگی۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈبلیو رائٹ بھی اس کے پیچھے جانے لگا۔ پارس ایک طرف چھپ گیا تھا۔ اس کا خیال خوانی کرنے والا آ گیا تھا۔ وہ اسے بتا رہا تھا کہ یہاں جو شخص ہے' وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اسے ٹریپ کرنا ہے ابھی میرے پاس رہو۔

وہ لباس پہن کر ڈرائنگ روم میں واپس آئی۔ ڈبلیو رائٹ کہہ رہا تھا "سوسانہ! میں یقین سے کہتا ہوں۔ اس کے کسی بھی ٹیلی فون کے ساتھ مانیٹر نہیں لگا ہوا ہے۔ تم نشے میں الٹی سیدھی باتیں سن رہی ہو۔"

وہ ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر بولی "تم میرے دماغ میں آ کر سنو پھر معلوم ہوگا کہ میں نشے میں نہیں ہوں۔ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔"

اس نے ماؤتھ پیس سے ہاتھ ہٹا کر کہا "ہیلو' اب تو میں لباس میں نظر آ رہی ہوں نا؟ پلیز بتاؤ کہ مجھے کس طرح دیکھ رہے ہو؟"

"یہ راز کی بات ہے۔ میں کسی کی موجودگی میں نہیں بتاؤں گا۔"

"کسی کی موجودگی سے کیا مراد ہے؟ یہاں تو میں اکیلی ہوں۔"

"چل جھوٹی! یہ گدھا تیرے اتنے قریب کیوں ہے۔ اسے لات مار کے دور ہٹا دے۔"

ڈبلیو رائٹ نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "میں تمہارے اندر آ کر سن چکا ہوں۔ یہ ڈاکٹر کی آواز نہیں ہے۔ تم اس سے پھر بولو۔ میں اس بار اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے اندر جاؤں گا۔"

اس نے ماؤتھ پیس سے ہاتھ ہٹایا۔ وہ بولی "مسٹر بوکا! آج تمہاری آواز بدلی ہوئی کیوں ہے؟"

پارس نے نسوانی آواز میں کہا "کیا بتاؤں' میں نے غلطی سے ایک ایسی دوا کھا لی ہے' جس کے نتیجے میں بار بار آواز بدل رہی ہے۔ اب دیکھو آواز سریلی ہو گئی ہے۔"

ڈبلیو رائٹ اس آواز اور لہجے کے ذریعے پارس کے اندر نہیں جا سکتا تھا۔ جھنجلا کر بولا "یہ ڈاکٹر نہیں ہے۔ کوئی مکار ہے۔ آوازیں بدل بدل کر بول رہا ہے۔"

وہ سوسانہ سے ریسیور چھین کر بولا "اے! تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

پارس کا خیال خوانی کرنے والا سوسانہ کے اندر آیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق تیزی سے چلتی ہوئی بیڈ روم میں گئی۔ پارس فون پر اسے باتوں میں الجھاتا رہا۔ جب وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھوں میں ایک ریوالور تھا۔

وہ اس کا نشانہ لے کر بولی "ڈبلیو رائٹ! ریسیور کو پھینکو اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

وہ ریسیور رکھتے ہوئے حیرانی سے بولا "یہ کیا کر رہی ہو؟ دیکھو تم نشے میں ہو۔ گولی چل جائے گی۔ اسے پھینک دو۔"

پارس سامنے آ گیا۔ ڈبلیو رائٹ اسے دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ پارس نے سوسانہ سے ریوالور لے کر پوچھا "اپنے دماغ میں آنے دو۔ ورنہ گولی کھانے کے بعد بے بس ہو جاؤ گے۔"

وہ سہم کر بولا "پلیز گولی نہ چلاؤ۔ میری بات سن لو۔ مجھ

علم روحیت پر
ایک مستند
کتاب
ٹیلی پیتھی
کی
جدید تحقیقات
قیمت 25 روپے
ڈاک خرچ 23 روپے
اپنا [illegible]
[illegible] کا حال جاننے کا [illegible] طریقہ!
کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ
منی آرڈر ارسال کریں
خط و کتابت کا پتہ
مکتبہ نفسیات
[illegible] 74200
فون: 5802852-5895313 فیکس: 5802851
کتابوں کی قیمتیں اور ڈاک خرچ جو موجودہ ہیں ان میں کسی بھی وقت تبدیلی ہو سکتی ہے 1-6-2001
kitabiat@hotmail.com
kitabiat1970@yahoo.com

سے کوئی سمجھوتا کرلو۔ میں تمہارا سچا اور وفادار دوست بن کر رہوں گا۔"

"میں گن رہا ہوں اور میں تین سے آگے گنتی نہیں جانتا۔ اس سے پہلے دماغ کا دروازہ نہیں کھولو گے تو گولی چل جائے گی۔"

وہ گننے لگا "ایک۔۔۔ دو۔۔۔ اور یہ۔۔۔"

تین کہنے سے پہلے ہی وہ چیخ کر بولا "آجاؤ۔ میرے اندر آجاؤ۔ میرے دماغ کا دروازہ کھلا ہے۔ آجاؤ۔"

پارس کا خیال خوانی کرنے والا اندر پہنچ گیا پھر وہاں پہنچتے ہی اس نے زلزلہ پیدا کردیا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ سوسانہ سہم کر اسے دیکھ رہی تھی پھر اس نے رحم طلب نظروں سے پارس کو دیکھا۔ وہ ڈانٹ کر بولا "ننگی کیوں ہو؟ جاؤ کپڑے پہنو۔"

"جی۔ ابھی پہنتی ہوں۔" وہ پلٹ کر جانا چاہتی تھی پھر چونک کر بولی "مم۔ میں نے لباس پہنا ہوا ہے۔"

"کیوں پہنا ہے؟ کیا پیدا ہوتے وقت پہنا تھا؟"

"نن۔ نہیں۔"

"ننگی پیدا ہوتے ہوئے شرم نہیں آئی۔"

"مجھے معاف کردو۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔"

"یعنی آئندہ کپڑے پہن کر پیدا ہوا کرو گی۔ شاباش۔ ادھر بیڈ روم میں چلو مگر خبردار! اپنے جامے میں رہنا۔"

وہ اس کے ساتھ بیڈ روم میں آکر بولی "کیا مجھے بھی دماغی عذاب میں مبتلا کرو گے؟ پلیز مجھ سے دوستی کرو۔ میں تمہیں خوش کروں گی۔"

"آہ! گاڈ نے تم عورتوں کو ایسے ایسے ایٹم عطا کیے ہیں کہ ان ایٹموں سے خوش بھی کرتی ہو اور دھماکے بھی کرتی رہتی ہو۔ بائی دا وے۔ تمہیں ایک شرط پر رہائی ملے گی۔"

"میں تمہاری ہر شرط مان لوں گی۔"

"اگر تم یہ سیف کھول سکو گی تو سمجھو، مجھ سے نجات مل گئی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "میں کھول سکتی ہوں۔"

"کیا ڈاکٹر نے تمہیں اس کے مخصوص نمبر بتائے ہیں؟"

"وہ کسی کو اپنا راز نہیں بتاتا۔ ڈبلیو رائٹ کو بھی اپنے اندر نہیں آنے دیتا۔ وہ ایک بار بیمار ہوگیا تھا۔ ایسے وقت رائٹ نے چپ چاپ اس کے اہم چور خیالات پڑھ لیے تھے۔ اس سیف کے نمبر بھی معلوم کیے تھے۔"

اس نے سیف کے پاس جا کر مخصوص نمبروں کی ترتیب سے اس کے پٹ کھول دیے۔ پارس نے قریب آکر دیکھا۔ اندر کئی فائلیں، اہم تصاویر سے بھرے ہوئے لفافے، ویڈیو اور آڈیو کیسٹس اور ڈسک رکھے ہوئے تھے۔

وہ غیر قانونی طور پر انسانی آنکھوں، دل اور گردوں کی تجارت کرتا تھا۔ سیف میں رکھی ہوئی تمام چیزیں اسی تجارت سے تعلق رکھتی تھیں۔ پارس نے کہا "یہ سب کچھ سمیٹ کر لے جانا ہوگا۔"

محنت رائیگاں نہیں گئی تھی۔ اتنی بھاگ دوڑ کے بعد صرف ڈاکٹر کے اہم راز ہی نہیں، ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہاتھ آیا تھا۔

○☆○

پورس ہائی وے پر میلوں دور تک بھٹکتا رہا، لیکن اپنی مما کی ایک جھلک تک نہ دیکھ سکا۔ وہ کئی گھنٹے تک ہائی وے کی پولیس چوکی میں بیٹھا رہا۔ وہاں سے گزرنے والی گاڑیوں کو پولیس والے روکتے تھے۔ چیک کرتے تھے پھر آگے جانے کی اجازت دیتے تھے۔ ایسے وقت وہ بھی گاڑیوں کے اندر جھانک کر دیکھتا تھا۔ سونیا کے قدو قامت کی بہت کم عورتیں نظر آئیں لیکن وہ کسی اور پہلو سے سونیا جیسی نہیں تھیں۔

پولیس افسر نے پوچھا "تم ماں کے لیے بہت پریشان ہو۔ اسے بہت چاہتے ہو۔ کیا وہ تمہیں نہیں چاہتی؟ وہ تمہیں چھوڑ کر کیوں گئی ہے؟"

وہ سرد آہ بھر کر بولا "یہ بہت بڑی ٹریجڈی ہے۔ میں ماں کو بہت چاہتا ہوں۔ میں نے گاڈ سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ میں ماں کے بغیر پیدا نہیں ہوؤں گا۔"

افسر نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا پھر چونک کر اسے دیکھتے ہوئے بولا "تم نے کیا کہا میں کچھ سمجھا نہیں۔"

"یہی میری ٹریجڈی ہے۔ میری کچھ باتیں کچھ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ میں پیدا ہونے کے بعد ماں سے کبھی الگ نہیں ہوا لیکن میری زندگی میں ایک حسین لڑکی آئی۔ اس نے بیوی بننے سے پہلے کہہ دیا، ساس کو برداشت نہیں کرے گی۔"

"یہ تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ حکومت کی طرف سے بوڑھے ماں باپ کی پرورش کی جاتی ہے۔ تم سرکاری فلاحی ادارے میں ماں کو بھیج سکتے تھے۔"

"حکومت میری ماں کو ہر طرح کا آرام دے سکتی تھی۔ میرے جیسا ایک بیٹا نہیں دے سکتی تھی اور گھر میں میری بیوی، میری محبوبہ، میری دلدار اور گل گلزار بن سکتی تھی لیکن میری ماں نہیں بن سکتی تھی۔"

افسر نے تائید میں سر ہلایا پھر چونک کر کہا "کیسی باتیں کرتے ہو۔ بیوی کیسے ماں بن سکتی ہے؟"

"نہیں بن سکتی ہے۔ یہی بات میں نے اس حسینہ کو سمجھائی۔ اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں راتیں اس کے ساتھ گزاروں گا اور دن ماں کے ساتھ۔"

"کیا وہ راضی ہوگئی؟"

"ہاں وہ راضی ہوگئی۔ شادی ہوگئی۔ میں دن کو ماں کے پاس رہا کرتا تھا۔ رات کو بیوی کے پاس آجاتا تھا۔ بڑے آرام سے زندگی گزار رہی تھی۔"

"پھر کیا ہوا؟"

"تین برس بعد بیوی نے شکایت کی، اولاد نہیں ہو رہی ہے۔ میرے اندر کوئی خرابی ہے۔ میں نے اپنا اور اس کا طبی معائنہ کرایا۔ میڈیکل رپورٹ کے مطابق ہم ماں باپ بن سکتے تھے۔"

"تو پھر بن گئے؟"

"نہیں۔ یہی تو ٹریجڈی ہے۔ چار برس گزر گئے اور ہم اولاد سے محروم رہے۔ تب بیوی نے کہا، میں جی جان سے کوشش نہیں کررہا ہوں۔ میں نے پوچھا مجھے اور کیا کرنا چاہیے؟ اس نے جواب میں وہی کہا، جو ہر بہو، ساس کے خلاف کہتی ہے۔"

"بیوی نے کیا کہا؟"

پورس جواب دینے سے پہلے شرمانے لگا پھر بولا "وہ کہنے لگی۔ رات کافی نہیں ہے۔ دن کو بھی اوور ٹائم کرنا ہوگا۔ میں مشکل میں پڑ گیا۔ کیونکہ دن کا وقت بیوی کے لیے نہیں تھا لیکن وہ بڑی سیاست سے کام لے رہی تھی۔ اولاد کا حوالہ دے کر ماں کا وقت چھین رہی تھی۔"

"یہ ماننا پڑے گا کہ تمہاری بیوی بہت چالاک ہے پھر کیا ہوا؟"

"وہی ہوا جو دنیا کی تمام بیویاں چاہتی ہیں۔ بیٹے اپنی ماؤں کو اس قدر چاہتے ہیں کہ اہم معاملات میں ماں کی قسم کھاتے ہیں لیکن اوور ٹائم کرتے وقت ماں کو بھول جاتے ہیں۔"

"اسی لیے تمہاری ماں ناراض ہو کر چلی گئی ہے۔"

وہ بلند آواز سے "ماں" کہتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ افسر نے پوچھا "کہاں جا رہے ہو؟"

"آہ! رات ہوچکی ہے میں کہاں جا سکتا ہوں۔"

وہ اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا جانے لگا۔ وہ اپنی مما کے لیے پریشان نہیں تھا۔ یہ خوب سمجھتا تھا کہ اس کی مما نے اغوا کرنے والے فری مین کو مصیبتوں میں ڈال رکھا ہوگا۔ اس کے پاپا بھی اس ملک کے اکابرین کے لیے موت کا فرشتہ بن رہے ہیں۔

اپنی ماں کے لیے بس ایک ذرا سی فکر تھی کہ وہ ایب نارمل ہوگئی ہیں۔ اپنے آپ کو بھول چکی ہیں۔ ایسی حالت میں نہ جانے کہاں بھٹک رہی ہوں گی۔

وہ ایک مخصوص رفتار سے کار چلا رہا تھا اور سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ ہارن کی آواز نے اسے چونک دیا۔ اس نے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ ایک لڑکی کار ڈرائیو کرتی ہوئی اس کی کار کے پیچھے آئی تھی اور ہارن سنا کر ہاتھ کے اشارے سے کہہ رہی تھی کہ وہ اپنی گاڑی راستے سے ہٹالے۔

پورس نے اسے ہاتھ کے اشارے سے اوور ٹیک کرنے اور آگے نکل جانے کو کہا لیکن وہ بضد تھی۔ شاہراہ کے جس ٹریک پر تھی۔ اس سے دائیں بائیں ہو کر آگے نہیں جانا چاہتی تھی۔ پورس نے اپنی گاڑی روک دی۔ پیچھے اس کی گاڑی بھی رک گئی۔ وہ اپنی کار سے نکل کر تیزی سے چلتا ہوا اس کے پاس آیا اور چڑ کر بولا "خدا جب حسن دیتا ہے۔ نزاکت آ ہی جاتی ہے۔ یہ کون سی ادا ہے؟ یہ شاہراہ اتنی چوڑی ہے کہ دس کاریں ایک ساتھ گزر سکتی ہیں۔ کیا تم دائیں یا بائیں سے کراس کرکے آگے نہیں جا سکتیں؟"

وہ کار سے باہر آکر بولی "میں تو تمہیں کچلتے ہوئے آگے نکل سکتی ہوں۔ مجھے غصہ نہ دلاؤ۔ میرے ماں باپ نے سمجھایا تھا، ہمیشہ سیدھے راستے پر چلو۔ میں میلوں دور سے سیدھی ڈرائیو کرتی آرہی ہوں اور تم مجھے دائیں بائیں سے گزرنے کا ٹیڑھا راستہ دکھا رہے ہو۔"

اس نے پوچھا "کیا تم پاگل ہو۔ سیدھے راستے پر چلنے کا مطلب یہ ہے کہ نیک کام کرو۔ دوسروں کے دکھ مصیبت دور کرو۔ ہمیشہ سچ بولو۔ ماں باپ نے سمجھایا کچھ ہے اور تم سمجھتی کچھ ہو۔"

"کیا مجھے ناسمجھ اور نادان سمجھتے ہو؟ اپنی گاڑی چھوڑ کر مجھ سے لفٹ لینے آئے ہو؟ تم چاہتے تو اپنی گاڑی ایک طرف ہٹا لیتے۔ مجھے چپ چاپ گزر جانے دیتے لیکن تمہاری نیت کھوٹی ہے۔ میں ایک پنچ ماروں گی تو ادھر جا کر گرو گے۔ میں مارشل آرٹ جانتی ہوں۔"

پورس نے اس کا بازو پکڑ کر ایک جھٹکا دیا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی دور گئی پھر اچانک وہاں سے دوڑ کر پورس کی کار میں جا کر بیٹھ گئی۔ اسے اسٹارٹ کرکے آگے بڑھانے لگی۔ وہ چیخ کر بولا۔

"اے میری کار سے باہر آؤ۔"

وہ باہر نہیں آئی۔ رفتار بڑھا کر جانے لگی۔ وہ دوڑتے

ہوئے بولا "اے رک جاؤ۔ میں کہتا ہوں رک جاؤ۔"

وہ رکنے والی نہیں تھی۔ اس کی آواز سے بھی دور ہوتی چلی گئی۔ وہ واپس دوڑتا ہوا اس کی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ اسے اسٹارٹ کرنے لگا۔ وہ اسٹارٹ نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے کار سے باہر آکر اس کا بونٹ اٹھا کر چیک کیا۔ اس کی خرابی دور کی پھر اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دیا۔ اس وقت تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ پتا نہیں وہ کتنے کلومیٹر دور جا چکی تھی۔

اس لڑکی کی چالاکی سمجھ میں آگئی تھی۔ وہ اپنی کار میں پیدا ہونے والی خرابی دور نہیں کر سکتی تھی۔ اسے شاید کہیں جلدی جانا تھا۔ اس لیے اس کی کار لے گئی تھی۔ وہ ایک مخصوص رفتار سے آگے جانے لگا۔

اندھیری رات تھی۔ سڑک کے اطراف حدِ نظر تک اچھی خاصی روشنی تھی۔ وہ تقریباً دس کلومیٹر تک آگے بڑھتا رہا۔ اسے اپنی گاڑی اور وہ لڑکی دکھائی نہیں دی۔ اس لڑکی کی کار میں گاڑی کے اہم کاغذات ہو سکتے تھے۔ ان کاغذات سے اس کا پتا اور فون نمبر معلوم کیا جا سکتا تھا۔

اس نے سوچا پہلے ہوٹل جانا چاہیے وہاں پارس آچکا ہوگا پھر ان گاڑی کے کاغذات کے مطابق وہ اس لڑکی تک پہنچ کر اپنی گاڑی واپس لے آئے گا مگر اس کی نوبت نہیں آئی۔ کچھ دور جانے کے بعد تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر اسے اپنی کار دکھائی دی۔ اس کار کے آگے ایک وین کھڑی ہوئی تھی۔

اس وین نے کار کا راستہ روکا ہوا تھا۔ تین شخص اس لڑکی کے پاس آکر اس سے زبردستی کر رہے تھے۔ اسے جبراً اپنی وین کی طرف لے جا رہے تھے۔ وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن وہ اکیلی ان تینوں سے نجات نہیں پا سکتی تھی۔ وہ اسے وین کے اندر لے گئے تھے۔ پورس نے اپنی کار کی رفتار بڑھاتے ہوئے مسلسل ہارن بجانا شروع کر دیا تھا تاکہ وہ تینوں خوف زدہ ہو کر لڑکی کو چھوڑ کر بھاگ جائیں۔

لیکن وہ لڑکی کو لے کر بھاگ رہے تھے۔ جب پورس ان کے قریب پہنچا تو وہ وین تیز رفتاری سے دوڑتی جا رہی تھی۔ وہ اس کا تعاقب کرتے ہوئے رفتار بڑھانے لگا۔ وین کو ڈرائیو کرنے والا عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو بتا رہا تھا "کوئی ہمارے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اس سے پیچھا چھڑانا ہوگا۔"

ایک ساتھی نے کہا "یہ ہائی وے چھوڑ دو۔ دوسرے راستے پر چلو۔"

آگے جا کر وہ وین ایک دوسری سڑک پر مڑ گئی۔ پورس بھی اسی راستے پر آگیا۔ وہ بڑی خطرناک رفتار سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ وین کے قریب پہنچ کر اس سے آگے نکل جانا چاہتا تھا۔ وہ اسے آگے جانے کا راستہ نہیں دے رہے تھے لیکن وہ کسی طرح ڈاج دے کر ان سے آگے نکل گیا۔ اب انہیں آگے بڑھنے سے روکنے کے لیے اپنی گاڑی کی رفتار سست کرنے لگا۔ انہیں بھی رفتار کم کرنی پڑی۔

اب تو وہ آگے والے کی مرضی پر تھے۔ نہ رفتار بڑھا سکتے تھے نہ آگے نکل سکتے تھے۔ انہوں نے مجبور ہو کر وین کو روک دیا۔ وہ تین تھے ایک سے بہ آسانی نمٹ سکتے تھے پورس بھی اپنی گاڑی سے باہر آگیا ان میں سے ایک کے ہاتھ میں شاٹ گن تھی۔ دوسرے نے لوہے کی راڈ پکڑی ہوئی تھی گن والے نے اس کا نشانہ لیتے ہوئے پوچھا "کیوں ہمارا پیچھا کر رہے ہو؟ یہ لڑکی تمہاری کیا لگتی ہے؟"

پورس نے کہا "میری تو کوئی نہیں لگتی تمہاری بہن لگتی ہے اور بہن کو ایسی بے شرمی سے اغوا نہیں کرنا چاہیے۔"

تیسرے نے اس لڑکی کو پکڑ رکھا تھا۔ لڑکی بہت ہی ضدی اور تیز طرار تھی۔ وہ خود کو اس سے چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ایسا کرتے وقت اس نے شاٹ گن والے کو ایک لات ماری۔ وہ اس اچانک حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ خود کو سنبھال نہ سکا۔ آگے کی طرف لڑکھڑا کر جھکتے ہوئے گرنے والا تھا۔ پورس نے اسے ایک کک ماری منہ پر لات پڑی تو وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔ دوسرے نے لوہے کی راڈ سے حملہ کیا۔ پورس فوراً ہی جھک گیا۔ حملہ کرنے والے کا ہاتھ گھومتا ہوا اپنے ساتھی کی طرف آیا۔ وہ راڈ ساتھی کے منہ پر پڑی۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخ پڑا۔ شاٹ گن ہاتھ سے چھوٹ کر پورس کی طرف آئی۔ پورس نے اسے کیچ کرتے ہوئے کہا "خبردار کوئی آگے بڑھا تو گولی مار دوں گا۔"

وہ سب سہم کر پیچھے ہٹنے لگے۔ لڑکی خود کو چھڑا کر پورس کے پاس آئی اور پورس کے شانے کو تھپکتی ہوئی بولی "شاباش۔ تم تو فلمی ہیرو کی طرح زبردست ہو۔ میرا نام جولیانہ ہے۔ تم مجھے پیار سے جولی کہہ سکتے ہو۔ ہاتھ ملاؤ۔"

جولی نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ پورس نے کہا "میں تم سے ہاتھ ملاؤں گا تو یہ گن ہاتھ سے نکل جائے گی۔ پہلے ان سے پوچھو یہ تمہیں اغوا کر کے کہاں لے جا رہے تھے؟"

وہ آگے بڑھی اور ان میں سے ایک کو طمانچہ مار کر بولی۔ "مجھے کہاں لے جا رہے تھے؟ مجھے اپنے باپ کا مال سمجھا ہے۔"

پورس نے کہا "تم باپ کا مال ہوتیں تو ان کا باپ آکر تمہیں لے جاتا۔ ذرا ڈھنگ سے سوال کرو۔"

وہ دوسرے کو طمانچہ رسید کر کے بولی "کیا مجھے اپنا مال سمجھ کر لے جا رہے تھے۔"

پورس نے کہا "تم حسن اور شباب سے مالا مال ہو۔ تم پر کسی کے نام کی مہر نہیں لگی ہوئی ہے۔ تمہیں کوئی بھی اپنا مال سمجھ کر لے جا سکتا ہے۔ تمہیں ڈھنگ سے کوئی سوال کرنا بھی نہیں آتا۔ یہی بات کسی دوسری طرح پوچھو۔"

وہ پلٹ کر بولی "میں ان سے سوالات کر رہی ہوں مگر جواب تم دیتے جا رہے ہو۔ کیا تم نہیں پوچھ سکتے کہ یہ مجھے کہاں لے جا رہے تھے۔"

ان میں سے ایک نے پورس کے قریب آکر کہا "یہ لڑکی ایب نارمل ہے۔ گھر سے بھاگی ہوئی ہے۔ میں اس کا ماموں ہوں۔ ان دو آدمیوں کو ساتھ لایا ہوں تاکہ اسے زبردستی گھر واپس لے جا سکوں۔"

وہ بولی "اے انکل! جھوٹ نہ بولو تم میرے کوئی نہیں لگتے ہو۔ میں تمہارے ساتھ گھر نہیں جاؤں گی۔"

پورس نے پوچھا "جب یہ تمہارے کوئی نہیں لگتے تو تم انہیں انکل کیوں کہہ رہی ہو؟ سچ کہو یہ تمہارے کوئی لگتے ہیں یا نہیں؟"

"یہ میرے ماں کے بھائی ہیں میرے کوئی نہیں ہیں۔"

"پھر تو یہ تمہارے انکل ہوئے تم رشتے سے انکار نہیں کر سکتیں۔"

وہ پاؤں پٹخ کر بولی "کر سکتی ہوں۔ تم سب ایب نارمل ہو۔ جب میری ماں مر چکی ہے تو پھر ان سے بھی میرا رشتہ مر چکا ہے۔"

"کسی ایک کے مر جانے سے دوسرے تمام رشتے ختم نہیں ہوتے۔ تمہارے انکل کا تمہاری ماں سے خونی رشتہ ہے۔"

وہ بولی "یہی تم سمجھ نہیں سکتے۔ بھلا میری ماں سے میرا خون کا رشتہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"تم واقعی ایب نارمل ہو۔ تمہیں اس بنیادی حقیقت کو یاد رکھنا چاہیے کہ سب سے پہلے ماں باپ سے ہی خون کا رشتہ ہوتا ہے۔"

"میں مانتی ہوں۔ باپ سے خون کا رشتہ ہے۔ ماں سے نہیں ہے۔ بھلا ہو بھی کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ تو میری سوتیلی ماں ہے؟"

پورس کی کھوپڑی گھوم گئی۔ کسی بھی ایب نارمل سے باتیں کرو تو ایسے ہی سر چکرا جاتا ہے۔ کبھی ایسا لگ رہا تھا کہ وہ غلط کہہ رہی ہے اور کبھی اس کی بات درست ہو جاتی تھی۔ وہ بیزار ہو کر بولا "مجھے تم لوگوں کی رشتے داری سے کچھ نہیں لینا ہے۔ یہ بتاؤ تم گھر سے بھاگ کر کیوں جا رہی ہو؟ اور جا رہی ہو تو کہاں جا رہی ہو؟ تم گھر واپس کیوں نہیں جانا چاہتیں؟ کیا گھر والے تمہیں تکلیف پہنچاتے ہیں؟ اگر تکلیف پہنچاتے ہیں تو کیوں پہنچاتے ہیں؟ اگر نہیں پہنچاتے ہیں تو گھر کیوں چھوڑ رہی ہو؟ اگر ماں سوتیلی ہے تو کیا باپ بھی سوتیلا ہے؟ اگر سوتیلا ہے تو تم نے اب تک اس کے ساتھ کیسے گزارا کیا؟ اگر وہ سوتیلا نہیں ہے تو پھر وہ سگا ہے اور اگر وہ سگا ہے تو تمہاری حفاظت کیوں نہیں کر رہا ہے؟ اگر حفاظت کر رہا ہے تو گھر سے کیوں بھاگ رہی ہو؟ اور اگر گھر سے بھاگ رہی ہو تو۔۔۔"

وہ حلق پھاڑ کر چیختی ہوئی بولی "کیا تم ایب نارمل ہو۔ ایک ہی سانس میں اتنے سوالات کر رہے ہو جتنے قیامت کے دن بھی نہیں کیے جائیں گے۔ اوہ گاڈ تو نے مجھے اس دنیا میں کیوں پیدا کیا ہے۔ میں جس سے بھی ملتی ہوں۔ وہ ایب نارمل ہوتا ہے مگر مجھے ایب نارمل کہتا ہے۔"

ان دونوں نے جولی کے انکل سے کہا "یہ لڑکی ہمارے ساتھ جانا نہیں چاہے گی اور اس کی مدد کرنے والا اسے لے جانے نہیں دے گا۔ اس لیے ہمیں یہاں سے جانے دو۔"

وہ شاٹ گن کے نشانے پر تھے۔ پورس نے انکل سے پوچھا "تم جولی کو واپس لے جانے کے لیے، یہ شاٹ گن لے کر کیوں آئے تھے؟ اس کا مطلب ہے تمہارے ارادے خطرناک تھے۔ اگر یہ واپس نہ جاتی تو تم اسے گولی مار دیتے۔"

"مجھے غلط نہ سمجھو میں اسے دھمکی دینے کے لیے یہ گن ساتھ لایا تھا۔ یقین نہ ہو تو اسے چیک کرو یہ خالی ہے۔"

پورس نے اسے توجہ سے دیکھا تو واقعی وہ خالی تھی۔ وہ اسے ایک طرف پھینکتے ہوئے بولا "جولی! اپنے انکل کو پریشان نہ کرو ان کے ساتھ گھر چلی جاؤ۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔ اب تو مجھے معلوم ہو گیا ہے یہ گن خالی ہے۔ کوئی مجھے کہیں جانے سے نہیں روک سکتا۔ میں جا رہی ہوں وہ تیزی سے چل کر اپنی کار کی جانب جانے لگی۔ پورس دوڑتا ہوا اس سے پہلے آکر کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

وہ قریب آکر بولی "ہٹ جاؤ یہاں سے یہ میری کار ہے۔"

"تم میری کار لے کر بھاگ گئی تھیں۔ اب یہاں سے

اپنی کار لے جاؤ گی تو کیا میں پیدل جاؤں گا؟"

وہ اس کے برابر والی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی پھر بولی "ہائی وے پر چلو وہاں سے اپنی کار لو اور میرا پیچھا چھوڑو۔"

اس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے اس کے انکل سے کہا "تم فکر نہ کرو میں اسے گھر پہنچا دوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ ڈرائیو کرتا ہوا ہائی وے کی طرف جانے لگا۔ وہ اس کے بازو پر گھونسا مارتے ہوئے بولی "میں اپنے گھر نہیں جاؤں گی تم کون ہوتے ہو مجھے لے جانے والے؟"

"میں تمہارا کچھ ہونا چاہتا ہوں۔ اس لیے لے جا رہا ہوں۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا۔۔۔؟ تم میرے کیا ہونا چاہتے ہو؟"

"میں تمہارے گھر والوں سے تمہیں مانگنا چاہتا ہوں۔ مجھے تمہارے جیسی پٹاخہ لڑکی بہت پسند ہے۔ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ اس کی طرف گھور کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگی۔ وہ ایسا گبرو جوان تھا کہ کوئی بھی لڑکی اس سے متاثر ہو سکتی تھی۔ وہ بھی اس سے متاثر ہو رہی تھی۔ اس کے باوجود اس نے ناگواری سے پوچھا "تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں تم سے شادی کروں گی۔۔۔؟ کیا تم مجھے نادان سمجھ کر پھانسنا چاہتے ہو؟ میں مردوں کی چال بازیاں خوب سمجھتی ہوں۔"

"تم یہ کیوں سمجھتی ہو کہ میں تمہیں پھانس رہا ہوں۔ میں تو شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ اسے گھور کر دیکھتے ہوئے بولی "تو تم مجھ سے شادی کرو گے؟ یہ بتاؤ کتنے دنوں کے لیے یا کتنے ہفتوں کے لیے کرو گے؟"

اس نے تعجب سے پوچھا "یہ کیا کہہ رہی ہو؟ شادی تو ساری زندگی کا پیار بھرا سمجھوتا ہوتا ہے۔"

"پیار بھرا نہیں عیاشی بھرا سمجھوتا ہوتا ہے۔ مجھے اُلّو نہ بناؤ میں سب جانتی ہوں مجھے بہت تجربہ ہے۔"

"کیا تم شادی کرنے کا تجربہ کر چکی ہو؟ نہیں میرا تجربہ کہتا ہے تم ابھی معصوم ہو۔ کیا میں غلط سمجھ رہا ہوں؟"

"سمجھنے کی بات نہ کرو تمہارے پاس عقل ہی نہیں ہے تم خاک سمجھو گے؟ میری شادی نہیں ہوئی تو کیا ہوا تجربہ تو ہے۔ میں نے کتنے ہی مردوں کو دیکھا ہے۔ فلرٹ کرتے ہیں شادیاں کرتے ہیں پھر طلاق دیتے ہیں۔ میرا باپ اب تک چار سوتیلی مائیں مجھ پر لا چکا ہے۔ وہ دو چار ہفتے یا دو چار مہینے بسر کرتا ہے پھر طلاق دے دیتا ہے۔ میں ایسی نادان نہیں ہوں کہ تم سے طلاق لینے کے لیے شادی کروں گی۔ مجھے پھانسنے کی کوشش نہیں کرو۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں تمہیں طلاق نہیں دوں گا۔"

"ہر مرد شادی سے پہلے ایسے ہی وعدے کرتا ہے۔"

"میں ایسا مرد نہیں ہوں۔"

"جب مرد نہیں ہو تو شادی کیسے کرو گے۔۔۔؟ کیا میں پاگل ہوں کہ ایک نامرد سے شادی کروں گی؟"

وہ جھینپ کر بولا "میں کہتا کچھ ہوں تم سمجھتی کچھ ہو۔ اچھا چلو تم شادی نہ کرو دوستی تو کر سکتی ہو۔"

وہ چند لمحوں تک سوچتی رہی پھر بولی "میں ایسے مرد سے دوستی کروں گی جو مرد نہیں ہوگا۔ اگر تم نہیں ہو تو دوستی ہوگی اگر ہو تو دوستی نہیں ہوگی۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا "میں نہیں ہوں مجھ سے دوستی کرو۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم ہو مجھے اُلّو بنا رہے ہو۔"

"میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں؟ ایسا کرو میرے ساتھ ایک رات گزارو۔ دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے میں ایک رات گزاروں گی تم اچانک حملہ تو نہیں کرو گے؟"

وہ ہائی وے پر اپنی گاڑی تک پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا "کیا میرے ساتھ ہوٹل چلو گی؟"

"کیا تم مجھے کوئی اسٹریٹ گرل سمجھتے ہو؟ کیا میں لاوارث ہوں کہ جہاں چاہو گے لے جاؤ گے؟ یہ مت بھولو کہ ہم صرف دوست ہیں۔"

"تم رات گزارنے اور مجھے آزمانے کی بات پر راضی ہوئی تھیں اس لیے میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔ ویسے بھی تم تنہا ہو۔ یہاں سے کہاں جاؤ گی؟"

"نیوپارک سٹی میں میری بہن اور بہنوئی رہتے ہیں۔ میں وہاں جاؤں گی۔"

"میں کیسے یقین کروں کہ تم سچ کہہ رہی ہو؟"

"یقین نہیں ہے تو میرے ساتھ چلو۔ جاؤ اپنی کار میں بیٹھو۔ ہمیں اپنی اپنی گاڑی میں جانا ہوگا۔ تم میری گاڑی کے پیچھے پیچھے آؤ۔"

"تاکہ تم آگے جا کر کہیں ڈاج دو اور میری نظریں بچا کر پھر کہیں بھٹکنے کے لیے چلی جاؤ۔"

"میں کہیں بھی جاؤں، تمہیں میری اتنی فکر کیوں ہے؟"

"صرف اتنی سی فکر ہے کہ تمہارے دماغ کا کوئی پرزہ ڈھیلا ہے تم غلط ہاتھوں میں پھنس جاؤ گی تو وہ تمہارے خوب

صورت جسم کے چیتھڑے اڑادیں گے۔ تمہاری بہن تک تمہیں پہنچا دینے کے بعد ہی مجھے اطمینان ہوگا۔"

"تو پھر آؤ میرے پیچھے میں نے کب منع کیا ہے۔"

وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولا "میں تمہاری کار میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیا اپنی کار یہاں چھوڑ دو گے؟"

پورس نے موبائل فون نکال کر رینٹڈ کار والوں کے نمبر پنچ کیے پھر رابطہ ہونے پر اپنا نام ہوٹل کا کمرا نمبر اور کار کا نمبر بتاتے ہوئے کہا "یہ کار ہائی وے پر فورٹی تھری کلومیٹر کے فاصلے پر کھڑی ہے۔ آپ یہ کار منگوالیں میں اس سلسلے کی ایکسٹرا پے منٹ کروں گا۔ کیا میں یہ کار یہاں چھوڑ کر جاؤں؟"

اس نے دوسری طرف کی بات سنی پھر تھینکس کہہ کر رابطہ ختم کردیا۔ جولی کی کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی پھر اس سے بولا "اپنی بہن کا پتا بتاؤ۔"

وہ بولی "ففتھ اسٹریٹ مین ہٹن بنگلوز نمبر بی ۲۲۔"

وہ بول رہی تھی اور اس کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے پوچھا "اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو؟ کوئی الٹی سیدھی بات تو نہیں سوچ رہی ہو؟"

"ہاں جو سوچنا نہیں چاہتی وہ سوچ رہی ہوں۔ پتا نہیں تم کیوں اچھے لگ رہے ہو؟ تم بہت دلیر ہو۔ تم میری خاطر ان تینوں کے مقابلے پر آگئے تھے۔ یہ کیوں نہیں سوچا کہ وہ تمہیں گولی مار سکتے تھے؟"

"جب کوئی اچھا لگتا ہے تو اس کے لیے جان پر کھیل جانے کو جی چاہتا ہے۔ تم سمجھ سکتی ہو کہ مجھے کتنی اچھی لگ رہی ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تھینک یو۔ تم اپنے بارے میں کچھ بتاؤ۔"

وہ بولا "میرا نام رومیو ہے۔"

اس نے خوش ہو کر اسے دیکھا پھر کہا "تمہارا نام رومیو اور میرا نام جولی یعنی جولیٹ، عشق کی دنیا میں رومیو جولیٹ لازوال رہیں گے۔ اتفاق سے ہم دونوں کے نام بھی یہی ہیں۔ آگے بولو کیا کرتے ہو؟"

"کچھ نہیں کرتا۔ خاندانی رئیس ہوں۔ ساری دنیا کی سیر کرتا رہتا ہوں۔ تم اپنے بارے میں بتاؤ؟"

"میں اپنے بارے میں کیا بتاؤں میرا باپ زندہ ہے مگر میں یتیم ہوں۔ اس کا جینا مرنا میرے لیے برابر ہے۔ وہ شراب پیتا رہتا ہے یا پھر عورتوں سے دوستی کرتا رہتا ہے۔ مجھ سے دکھاوے کی محبت کرتا ہے۔ میری ماں میرے لیے اچھی خاصی دولت اور جائداد چھوڑ کر اس دنیا سے چلی گئی۔ میرا باپ قلاش ہے۔ مجھ سے رقم مانگتا رہتا ہے۔ میں [illegible] گھر سے بھاگ آئی ہوں۔"

"میں سمجھ گیا۔ تم باپ کے لیے بلینک چیک ہو۔ وہ تمہیں چھوڑنا نہیں چاہتا۔ اسی لیے اس نے انکل کو تمہارے پیچھے لگایا تھا۔ آئندہ بھی وہ تمہارے پیچھے آئے گا۔"

"آنے دو۔ اب میں اسے گھاس نہیں ڈالوں گی۔ [illegible] بہن اور بہنوئی کے ساتھ رہوں گی۔ آج میں پورے [illegible] برس کی ہوگئی ہوں۔ قانوناً مجھے یہ حق حاصل ہوگیا ہے کہ [illegible] جس کے ساتھ چاہوں، زندگی گزاروں۔ اب میرا باپ [illegible] میرا سرپرست بن کر نہیں رہ سکے گا۔"

"تمہاری بہن اور بہنوئی کا مزاج کیسا ہے؟ کیا ان کے ساتھ گزارہ کرسکو گی؟"

"ہاں وہ بہت اچھے ہیں۔ ان کے دو پیارے پیارے بچے ہیں۔ دونوں ہی بہت کیوٹ ہیں۔ ان میں سے ایک تو مجھے اتنا چاہتا ہے۔ مجھے دیکھتے ہی اس طرح آکر لپٹ جاتا ہے جیسے میں ہی اس کی ماں ہوں۔ پتا ہے وہ دونوں ایک ہی [illegible] پیدا ہوئے تھے۔"

پورس نے دلچسپی سے پوچھا "اچھا دونوں ایک ہی [illegible] پیدا ہوئے تھے؟"

"ہاں تقریباً تین برس پہلے سسٹر اٹلی گئی تھیں۔ وہاں روم کی سیر کررہی تھیں۔ تب ہی انہیں میٹرنٹی ہوم میں داخل کرنا پڑا۔"

"اچھا ماں باپ امریکا میں رہتے ہیں۔ بچے یورپ میں پیدا ہوئے۔ جب وہ جڑواں ہیں تو ان کی عادتیں بھی ایک جیسی ہوں گی؟"

"نہیں۔ عادتیں مختلف ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام نابر بنجامن اور دوسرے کا نام فائبر بنجامن ہے۔ ان میں جو دوسرا فائبر بنجامن ہے وہ کچھ عجیب و غریب سا ہے۔"

"اچھا۔ عجیب و غریب سے کیا مراد ہے؟"

"اس بچے کی آنکھیں بڑی خوب صورت ہیں۔ ان میں بڑی معصومیت ہے لیکن کبھی غصہ کرتا ہے یا کسی بات کی ضد کرتا ہے۔ تو اس کی آنکھیں بڑی خوفناک سی ہوجاتی ہیں۔ ایسے وقت اس کی آنکھوں میں دیکھو تو بڑی کشش محسوس ہوتی ہے۔ دل بے اختیار اس کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔"

"پھر تو میں اس کی آنکھوں میں ضرور دیکھوں گا۔ کیا میرا دل بھی کھنچ جائے گا؟"

"ضرور۔ میں دعوے سے کہتی ہوں۔ تم اس سے محبت کرنے لگو گے۔ جب بھی میں کوئی اہم کام کرنا چاہتی ہوں تو پہلے اس سے پوچھتی ہوں۔ جب وہ کہتا ہے تو میں وہ کام کرتی ہوں۔ ورنہ نہیں کرتی۔"

"وہ بچہ ہے۔ تم اسے کوئی پہنچا ہوا بزرگ بنا رہی ہو۔"

"اسے مذاق نہ سمجھو، وہ تین برس کا بچہ صحیح پیش گوئی کرتا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا تھا، مجھے ڈیڈی کے ساتھ رہنا چاہیے یا نہیں؟ اس نے کہا، جتنی جلدی ہوسکے باپ سے دور ہو جاؤ۔ اسی لیے میں دور چلی آئی ہوں۔"

"تعجب ہے۔ تین برس کے بچے دنیاوی معاملات کو نہیں سمجھتے اور وہ ایسے معاملات میں تمہیں مشورے دیتا ہے۔"

وہ مین ہٹن پہنچ گئے۔ جولی نے کہا "تم ابھی خود دیکھو گے۔ میں اس سے پوچھوں گی کہ مجھے تم سے دوستی کرنی چاہیے یا نہیں؟ وہ مجھے صحیح مشورہ دے گا۔"

وہ ففتھ اسٹریٹ میں آکر ایک بنگلے کے احاطے میں داخل ہوئے۔ اس کی سسٹر نے دروازہ کھول کر انہیں خوش آمدید کہا۔ پورس اسے دیکھ کر سوچ میں پڑگیا۔ یوں لگ رہا تھا اسے پہلے کہیں دیکھا ہے۔ جولی نے تعارف کرایا "یہ مسٹر رومیو ہیں۔ ڈیڈی نے انکل اور دو غنڈوں کو میرے پیچھے لگایا تھا۔ مسٹر رومیو نے مجھے ان سے بچایا ہے اور رومیو! یہ ہیں میری سسٹر لیزا بنجامن۔"

دونوں نے مصافحہ کیا پھر بنگلے کے اندر آئے۔ جولی نے پوچھا "فائبر کہاں ہے؟"

لیزا نے کہا "تم آتے ہی فائبر کو پوچھتی ہو۔ کیا نابر تمہارا بھانجا نہیں ہے؟"

"دونوں ہی میرے اپنے ہیں لیکن میں نے رومیو کے سامنے فائبر کی اتنی تعریفیں کی ہیں کہ یہ اس سے ملنے کے لیے بے چین ہوگئے ہیں۔"

لیزا کا دوسرا بیٹا نابر دوڑتا ہوا آیا۔ جولی نے پیار سے چوم کر پوچھا "کیسے ہو؟ فائبر کہاں ہیں؟"

"آنٹی! وہ تو ابھی جمنازیم کلب میں ہوگا۔ وہ تو بس جمناسٹک کے کرتب سیکھتا رہتا ہے۔"

پورس نے پوچھا "تم ایسے کرتب نہیں سیکھتے؟"

وہ بولا "میری ہائٹ اور باڈی اس کی طرح نہیں ہے۔ وہ تو بہت اونچا ہے۔ پتا نہیں، میرا قد اس کے برابر کیوں نہیں ہے؟"

پورس نے لیزا سے کہا "جڑواں بچے تو قد اور جسامت میں برابر ہوتے ہیں پھر یہ بچے ایک دوسرے سے مختلف کیوں ہیں؟"

لیزا نے کہا "ان کے ڈیڈی بھی حیران ہوتے ہیں۔ نابر کی صورت باپ سے ملتی ہے لیکن فائبر بالکل مختلف ہے۔ وہ کیسا عجیب و غریب ہے، یہ جولی تمہیں بتا چکی ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "کبھی کبھی ایسا لگتا ہے، جیسے فائبر ہمارا بیٹا نہیں ہے لیکن میں نے دونوں کو جنم دیا ہے۔ میں کیسے انکار کرسکتی ہوں کہ وہ میرا اپنا نہیں ہے۔ میں نے اسے پیدا بھی کیا ہے اور اسے دودھ بھی پلایا ہے۔"

جولی نے کہا "سسٹر! تم ان دونوں کو جنم دیتے ہی بے ہوش ہوگئی تھیں۔ ہوسکتا ہے، کسی نے بچہ بدل دیا ہو۔ تمہارا بچہ اٹھا کر فائبر کو تمہارے پاس چھوڑ گئی ہو۔"

پورس اس کی بات سن کر چونک گیا۔ اس نے پوچھا "کیا یہ جڑواں بچے روم کے لیڈی میریا میٹرنٹی ہوم میں پیدا ہوئے تھے؟"

لیزا نے تائید میں سر ہلایا "ہاں۔"

"تین برس پہلے یکم جنوری کو؟"

"ہاں۔ تم ان دونوں کی تاریخ پیدائش کیسے جانتے ہو؟"

اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتا۔ فائبر دوڑتا ہوا آکر اس کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ اس سے نظریں ملتے ہی پورس دم بخود رہ گیا۔ فائبر کی آنکھیں؟ کیا خدا کی قدرت تھی۔ وہ بالکل شیوانی کی آنکھیں تھیں۔

شیوانی۔ جو اپنی آنکھوں سے اسی طرح سحر زدہ کردیتی تھی اور آنکھیں ملانے والے کے دماغ کو یوں جکڑ لیتی تھی کہ وہ اپنے اندر کی چھپی ہوئی باتیں بولنے لگتا تھا اور شیوانی جو حکم دیتی تھی، بے اختیار اس کی تعمیل کرتا تھا۔

وہ ناقابل تسخیر تھی۔ پورس نے اسے تسخیر کیا تھا۔ اس سے شادی کی تھی۔ وہ ایک بچے کو جنم دینے کے لیے روم کے لیڈی میریا میٹرنٹی ہوم کے ایک کمرے میں تھی۔ زچگی کے وقت راسپوٹین اس کے دماغ میں آکر اسے کمزور بنا رہا تھا اور اس کے ہونے والے بچے کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔

ایسے وقت سونیا نے بڑی چالاکی سے بچے تبدیل کیے تھے۔ لیزا نے دو بچوں کو جنم دیا تھا۔ ان میں سے ایک پیدا ہوتے ہی مرگیا تھا۔ سونیا نے اس مردہ بچے کو شیوانی کے پہلو میں رکھ کر اس کے زندہ بچے کو لیزا کے پہلو میں پہنچا دیا تھا۔ اس طرح راسپوٹین کو دھوکا دیا تھا کہ وہ جس بچے کو مارنا چاہتا ہے۔ وہ پیدا ہوتے ہی مرگیا ہے۔

شیوانی اس زچگی کے بعد زندہ نہ رہ سکی۔ اپنے پیار کا

تحفہ پورس کو دے کر ابدی نیند سو گئی۔ لیزا اس بچے کو اپنے دوسرے بچے کے ساتھ لے گئی تھی۔

اب تین برس کے بعد پورس کا وہ بیٹا اس کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا تھا۔ اس کی آنکھیں کہہ رہی تھیں "مجھے پہچانو۔ تم مجھے بھول گئے تھے۔ میں نہیں بھولی۔ میں تمہارے بیٹے کے چہرے سے لگی ہوئی تمہارا انتظار کرتی رہی ہوں۔"

وہ ان لمحات میں شیوانی کی آنکھوں میں ڈوب کر ساری دنیا کو بھول چکا تھا۔

○☆○

ہمارا ایک ایک لمحہ سونیا کی تلاش میں گزر رہا تھا۔ اب اس کے علاوہ اسے اغوا کرنے والے جے ای فری مین تک بھی پہنچنا چاہتے تھے۔ اس کے بارے میں معلوم ہوا تھا کہ وہ واشنگٹن میں کہیں ہے۔ ایک پراسرار افسر ان نون ماسٹر کہلاتا تھا وہ ماسٹر اس فری مین کی خفیہ رہائش گاہ تک جاتا تھا اور اس کے لیے بہت سخت سیکیورٹی کا انتظام کیا کرتا تھا۔

الپا، کبریا، اعلیٰ بی بی اور فرمان اس جے ای فری مین کو واشنگٹن ڈی سی میں تلاش کر رہے تھے۔ وہاں کے ایک ایک اہم فرد کے دماغ میں پہنچ رہے تھے۔ میں ان نون ماسٹر کی خفیہ فائل پڑھنے کے لیے ریکارڈ روم کے ایک اعلیٰ عہدے دار کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کا ایک ساتھی عہدے دار یوگا کا ماہر ہے ریکارڈ روم کی تمام چابیاں اور خفیہ لاک نمبرز اس کے پاس رہتے ہیں۔ وہ آدھے گھنٹے بعد ڈیوٹی پر آنے والا ہے۔

اس نے میری مرضی کے مطابق اس کی رہائش گاہ فون کیا۔ رابطہ ہونے پر ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اس اعلیٰ عہدے دار کی بیوی تھی۔ اس نے ریسیور رکھ کر آواز دی "ڈینی! کہاں ہو تم؟ ڈیوٹی پر جا رہے ہو یا نہیں؟"

دوسرے کمرے سے ڈینی کی آواز سنائی دی "یہاں آؤ اور مجھے کھانے کے لیے دوائیں دو۔ تم وہاں کیا کر رہی ہو؟ کس کا فون تھا؟"

وہ بڑبڑاتی ہوئی کمرے میں آئی "پتا نہیں کس کا فون تھا؟ سی، ایل، آئی میں ریکارڈ روم کا نمبر نظر آیا تھا۔"

ڈینی بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ میں نے اس کی وائف کے ذریعے دیکھا وہ کچھ کمزور سا نظر آرہا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا "مجھے فون پر کہہ دینا چاہیے کہ میں آج ڈیوٹی پر نہیں آسکوں گا۔ پچھلی رات کے بخار نے مجھے توڑ کر رکھ دیا ہے۔ آج میں آرام کروں گا۔"

یہ سنتے ہی میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ کمزوری کے باعث میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکا۔ اس کی بیماری نے میرے لیے آسانی فراہم کردی تھی۔ میں سمجھ رہا تھا۔ اس کے دماغ میں پہنچنے کے لیے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا ہوگا لیکن وہ تر نوالے کی طرح حلق سے اترتا جا رہا تھا۔

وہ میری مرضی کے مطابق اٹھ کر بیٹھ گیا اور جلدی جلدی اپنی یونیفارم پہننے لگا۔ اس کی بیوی نے حیرانی سے پوچھا "یہ تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ ابھی تو تم بیمار اور کمزور تھے؟ بستر سے اٹھ نہیں پا رہے تھے؟"

"میرے اندر یہ جذبہ پیدا ہوگیا ہے کہ مجھے بیماری میں بھی اپنے فرائض انجام دینے چاہئیں۔"

بیوی نے دوائیں لا کر دیں۔ وہ انہیں کھانے کے بعد کوٹھی سے نکل پڑا۔ کار ڈرائیو کرتا ہوا ہیڈ کوارٹر کے ریکارڈ روم میں آگیا۔ وہ تھکن اور کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ لیکن میں اسے اچھی طرح سنبھال رہا تھا۔ وہ ریکارڈ روم کے ایک خاص حصے میں آکر اس الماری کے پاس گیا جس میں اہم افراد کی فائلیں رکھی ہوئی تھیں۔

وہ اس الماری کو کھول کر ان۔۔۔نون ماسٹر کے نام کی فائل تلاش کرنے لگا پوری الماری دیکھنے کے بعد بھی فائل نہ ملی۔ میں نے اس کی سوچ میں پوچھا "ان نون ماسٹر کا اصل نام کیا ہے؟ مجھے تو اس کا اصل نام معلوم ہونا چاہیے۔"

اس کی سوچ نے پریشان ہو کر کہا "میں خواہ مخواہ ان نون ماسٹر کی فائل تلاش کر رہا ہوں۔ جبکہ میں ہی ان نون ماسٹر کہلاتا ہوں۔ یہ راز یہاں کوئی نہیں جانتا اور میں بھی تھوڑی دیر کے لیے یہ بھول گیا تھا۔ کیا ایک رات کے بخار نے میرا دماغ اس قدر کمزور کردیا ہے؟"

اس کے خیالات پڑھ کر مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ مجھے پہلے ہی اس کے چور خیالات پڑھ لینا چاہیے تھے لیکن میں اس بیمار اور کمزور کو سنبھالنے میں مصروف رہا تھا۔ بہرحال میں نے اس کے ذہن کو کریدنا شروع کیا تو جے ای فری مین کی خفیہ رہائش کا پتا معلوم ہوگیا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ زیادہ وقت اپنی رہائش گاہ میں گزارتا ہے۔ رات کو کہیں نہ کہیں تفریح کے لیے جاتا ہے پھر صبح سے پہلے واپس آجاتا ہے۔ ابھی وہ اپنے بنگلے میں ہوگا۔ شام چھ بجے کے بعد باہر جائے گا۔

میں نے الپا، کبریا، اعلیٰ بی بی اور فرمان کو اس کی رہائش گاہ کا پتا بتایا پھر کہا "اس بنگلے کے اندر اور باہر جتنے سیکیورٹی گارڈز ہیں، وہ سب یوگا کے ماہر ہیں۔ اس کی حفاظت کے لیے ٹیکنیکل سیکیورٹی کے انتظامات ہیں۔ کوئی اجازت کے بغیر بنگلے کے اندر قدم نہیں رکھ سکے گا۔ اسے باہر کہیں ٹریپ کرنا ہب رہے گا۔"

میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے واشنگٹن میں کئی آلہ کار بنائے تھے۔ وہ ان کے ذریعے اس خفیہ رہائش کے چاروں طرف جائزہ لینے لگے۔ اسے ٹریپ کرنا آسان نہیں تھا۔ اس بنگلے کے اندر پہنچنے کی کوشش کی جاتی تو فری مین کو خبر ہوجاتی۔ جب وہ باہر اپنی کار میں جاتا اور اس کا تعاقب کیا جاتا تو تعاقب کرنے والے اس کی نظروں میں کھٹکنے لگتے تھے۔

الپا وغیرہ نے تقریباً تیس گاڑیوں کا انتظام کیا۔ وہ گاڑیاں مختلف چوراہوں پر پہنچائی گئیں۔ اس طرح ہر چوراہے پر گاڑی بدل جاتی اور تعاقب جاری رہتا تو فری مین کو بھی شبہ نہ ہوتا۔

ان نون ماسٹر پھر بخار میں مبتلا ہوگیا۔ اسے ایک ایمبولینس کے ذریعے اسپتال پہنچایا گیا۔ علاج کے دوران میں فری مین نے اس کے دماغ میں آکر کہا "میں پچھلی رات تمہارے پاس آیا تھا۔ اس وقت تمہیں بخار تھا۔ اب بھی بخار ہے۔ کیا توجہ سے علاج نہیں کرا رہے ہو؟"

"علاج تو کرا رہا ہوں۔ پتا نہیں، یہ بخار پیچھا کیوں نہیں چھوڑ رہا ہے؟"

"اتنی بیماری میں ڈیوٹی پر نہیں جانا چاہیے تھا۔"

"ہاں۔ بس یونہی چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر پتا نہیں مجھے کیا ہوگیا تھا۔ میں ان نون ماسٹر کے نام کی فائل تلاش کرنے لگا پھر یاد آیا کہ ان نون میں خود ہوں اور اس نام کی کوئی فائل نہیں ہے۔"

یہ سنتے ہی فری مین چونک گیا۔ اس نے پوچھا "کیا تمہارے اندر کوئی بول رہا ہے؟"

"نہیں۔ میں نے اب تک پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا ہے۔"

"کیسے کرو گے؟ بیمار ہو۔ کوئی تمہارے اندر چھپا ہوا جاسوس تمہارے ذریعے میرا پتا ٹھکانا معلوم کرنا چاہتا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا پھر اس نے فون کے ذریعے سیکیورٹی افسر سے کہا "میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ بنگلے کے چاروں اپنے گارڈز کو دور دور تک نظر رکھنے کا حکم دو۔ مشکوک افراد دکھائی دیں تو فوراً انہیں گرفتار کریں یا زخمی کریں پھر میں ان کی اصلیت معلوم کرلوں گا۔"

وہ حکم دینے کے بعد ایک ریوالور اور ایک شاٹ گن کو لوڈ کرنے لگا لباس تبدیل کرتے وقت خیال خوانی کرتا رہا۔ اس نے اپنے چھ آلہ کاروں کو چھ مختلف چوراہوں پر پہنچنے کا حکم دیا۔ انہیں تاکید کی جب اس کی کار وہاں سے گزرے تو وہ تعاقب کرنے والوں پر دھیان رکھیں۔ اس طرح وہ تعاقب کرنے والوں سے باخبر رہے گا۔

سیکیورٹی افسر نے تھوڑی دیر بعد فون پر کہا "سر! ہمارے گارڈز بنگلے کے چاروں طرف محتاط ہیں۔ دور تک کوئی مشکوک بات نظر نہیں آرہی ہے۔ سامنے مین روڈ پر اور پیچھے کے راستے پر معمول کے مطابق گاڑیاں گزرتی جا رہی ہیں۔ کوئی گاڑی ان اطراف میں نہیں رک رہی ہے۔ ہم سب مطمئن ہیں۔"

"میں ٹھیک دس منٹ کے بعد یہاں سے نکلوں گا۔ میری کار چیک کرو۔"

اس کا خیال تھا کہ ہم ابھی اس کی رہائش گاہ تک پہنچ نہیں پائے ہیں۔ اس سے پہلے ہی وہ دوسری پناہ گاہ میں چلا جائے گا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ایک حسینہ کو مخاطب کیا "ہائے ربی! میں آدھے گھنٹے میں پہنچ رہا ہوں۔ اس بنگلے میں کوئی آیا تو نہیں تھا؟"

"یہاں کون آئے گا۔ جب سے تم میری زندگی میں آئے ہو، میں نے تمام رشتے داروں اور دوستوں کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ تم نے میری صورت بھی بدل دی ہے۔ تاکہ کوئی مجھے نہ پہچان سکے۔ آجاؤ۔ میں انتظار کر رہی ہوں۔"

وہ بنگلے سے نکل کر اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ اسے ڈرائیو کرتا ہوا بنگلے سے باہر آکر مین روڈ پر ایک سمت جانے لگا۔ کار کے اندر بڑی سی اسکرین پر پیچھے آنے والی گاڑیاں دکھائی دیتی رہتی تھیں۔ وہ گاڑیاں یا تو اس سے آگے نکل جاتی تھیں یا پھر راستہ بدل کر دوسری سمت چلی جاتی تھیں۔

وہ اپنے آلہ کاروں کے ذریعے بھی معلوم کرتا جا رہا تھا اور مطمئن ہو رہا تھا کہ دشمنوں کی نظروں میں آئے بغیر جگہ تبدیل کر رہا ہے۔ وہ آدھے گھنٹے بعد ایک بنگلے کے احاطے میں پہنچ گیا۔ ربی نے دروازہ کھول کر کہا "آجاؤ۔ میں چھت پر سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ آس پاس کوئی مشکوک فرد نہیں ہے۔"

اس نے ربی کے ساتھ بنگلے کے اندر آکر دروازے کو لاک کردیا۔ ربی نے پوچھا "کیا تم خطرہ محسوس کر رہے ہو؟"

"ہاں میری سیکیورٹی کے انتظامات کرنے والا ان نون

ماسٹر بیمار ہے۔ اس نے کچھ ایسی حرکتیں کی ہیں، جن سے شبہ ہوتا ہے کہ فرہاد اس کے دماغ میں پہنچ چکا ہے۔ وہ اس کے خیالات پڑھ کر اس خفیہ رہائش گاہ کے بارے میں معلوم کر چکا ہوگا۔ تھینکس گاڈ! میں بخیریت یہاں پہنچ گیا ہوں۔"

"آرام سے بیٹھو۔ میں چائے اور اسنیکس لاتی ہوں۔"

وہ کچن میں آکر چائے تیار کرنے لگی۔ سامنے بڑی سی کھڑکی کے پار احاطے کا پچھلا گیٹ دکھائی دے رہا تھا۔ دودھ سپلائی کرنے والی گاڑی آئی تھی۔ ایک شخص دودھ کی بوتلیں لے کر کھڑکی کے پاس آیا۔ رینی اسے اچھی طرح پہچانتی تھی۔ اس نے بوتلوں کو کھڑکی کے پاس رکھتے ہوئے پوچھا "ہیلو میڈم! کیسی ہیں؟"

وہ مسکرا کر بولی "ویری ویل تھینک یو۔"

وہ باہر گاڑی کی طرف چلا گیا۔ میں رینی کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ایک ٹرے میں چائے اور اسنیکس لے کر کمرے میں آئی۔ فری مین ہاتھ پاؤں پھیلائے صوفے پر نیم دراز خیال خوانی میں مصروف تھا۔ سامنے سینٹر ٹیبل پر ریوالور اور ایک شاٹ گن رکھی ہوئی تھی۔ رینی نے ان کے قریب ٹرے رکھتے ہوئے کہا "دماغی طور پر حاضر ہو جاؤ اور اسنیکس لو۔"

وہ رینی کو دیکھ کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا پھر بولا "کسی نے میرا تعاقب نہیں کیا ہے پھر بھی دل گھبرا رہا ہے۔"

وہ بولی "جب موت تعاقب کرتی ہے تو نظر نہیں آتی۔"

پھر وہ ریوالور اٹھا کر بولی "موت سے بچنے کے لیے اتنا سامان اٹھائے گھوم رہے ہو۔ کیا یہ چیزیں تمہیں موت سے بچا سکیں گی؟"

وہ ایک سینڈوچ اٹھا کر کھاتے ہوئے بولا "اسے رکھ دو۔ غلطی سے گولی جائے گی۔"

رینی نے دونوں ہاتھوں سے ریوالور کو تھام لیا اور اس کا نشانہ لیتے ہوئے بولی "یہ غلطی سے کبھی نہیں چلے گی۔ اگر تم سونیا کا پتا بتا دو۔"

وہ چونک کر بولا "یہ کیا کہہ رہی ہو؟ تمہاری آواز کیوں بدل گئی ہے؟"

میں نے کہا "ایک عورت کے گلے سے جو آواز نکل رہی ہے۔ اس سے تم مجھے پہچان پاؤ گے۔ ویسے زندگی کی آخری سانسوں میں کسی کو پہچان کر کیا کرو گے؟"

اس نے چور نظروں سے گن کو دیکھا۔ میں نے کہا "یہ تم سے دور ہے۔ اسے اٹھا سکتے ہو تو اٹھا لو۔"

وہ عاجزی سے بولا "مسٹر فرہاد! پلیز مجھے ہلاک نہ کریں۔ اپنا معمول بنالیں۔ میں ساری زندگی آپ کا غلام بن کر رہوں گا۔"

"تو پھر مجھے اپنے اندر آنے دو۔"

اس نے دماغ کا دروازہ کھولا۔ میں نے اندر پہنچ کر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا صوفے سے گر کر فرش پر تڑپنے لگا۔ میں نے رینی کے دماغ کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ وہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔ اس کو تڑپتا ہوا دیکھ کر پریشان ہو گئی۔

اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ وہ اس کے پاس جھک کر اسے تھام کر پوچھنے لگی۔ "فری مین! یہ تمہیں کیا ہو رہا ہے؟ تم کیسی تکلیف میں مبتلا ہو گئے ہو؟"

اس کا سر پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر تکلیف برداشت کرنے کی کوششیں کر رہا تھا۔ وہ اسے جھنجوڑتے ہوئے پوچھ رہی تھی لیکن وہ جواب دینے کے قابل نہیں رہا تھا۔ دیدے پھاڑ پھاڑ کر رینی کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا ہو یا پھر اپنے سامنے والی کو پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔

وہ روتے ہوئے بولی "یہ تمہیں اچانک کیا ہو گیا ہے؟ ایسا تو پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔"

سر کی تکلیف میں کچھ کمی ہو رہی تھی۔ میں نے پوچھا "کیا حال ہے؟ تم غیر معمولی قوت حاصل کرنے کے بعد اپنی اوقات سے زیادہ اونچے اڑنے لگے تھے۔"

وہ آہستہ آہستہ کراہ رہا تھا۔ سوچ کے ذریعے بولا "میں نے اپنے دماغ میں آنے کے لیے آپ کو خوش آمدید کہا اور آپ نے آتے ہی مجھے اس اذیت میں مبتلا کر دیا۔"

"اگر میں تمہارے دماغ میں زلزلہ پیدا نہ کرتا تو [illegible] کر زخمی کر دیتا۔ تمہارے اندر مستقل آتے جاتے رہنے کے لیے کوئی تو راستہ بنانا ہی تھا۔"

فار گاڈ سیک۔ اب ایسا نہ کریں۔ ورنہ میں مر جاؤں گا۔ ابھی مجھے آرام آجائے گا تو بے شک آپ مجھ پر تنویمی عمل کر کے مجھے ہمیشہ کے لیے اپنا غلام بنا لیں لیکن یوں زلزلہ پیدا نہ کریں۔"

"میں تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں یہ تمہیں تھوڑی دیر بعد معلوم ہوگا۔ تم تھوڑی دیر خاموش رہو۔ میں تمہارے چور خیالات پڑھ رہا ہوں۔"

بابا صاحب کے ادارے کے چند جاسوس واشنگٹن میں بھی تھے۔ ان میں سے ایک کو میں نے ابھی رینی کے بنگلے میں بلایا تھا۔ وہ آنے ہی والا تھا۔ میں فری مین کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا سونیا اس کی قید میں نہیں ہے۔ جس ے میں اسے پہنچایا گیا تھا اور اسے غلط انجکشن لگایا گیا اس اڈے سے وہ فرار ہو گئی تھی۔

ری مین نے ڈاکٹر سے کہا تھا کہ اسے ایسا انجکشن لگایا ئے جس کے نتیجے میں وہ نیم پاگل ہو جائے۔ اپنے آپ کو ل جائے۔ اس طرح ہم میں سے کوئی بھی اس کے دماغ جا کر یہ معلوم نہیں کر سکے گا کہ سے کہاں قیدی بنا کر رکھا ا ہے۔

انہوں نے اسے جو انجکشن لگایا تھا۔ اس کاری ایکشن کے خلاف کچھ زیادہ ہی تھا۔ وہ جنونی ہو گئی تھی۔ اس نے ٹر اور ایک مسلح گارڈ کو ہلاک کیا تھا اور دوسرے گارڈ کو ی کر کے وہاں سے فرار ہو گئی تھی۔

میں نے فری مین سے کہا "تم نے سونیا کو ٹریپ کرنے کی ات کیسے کی؟ کیا تمہارے دل میں ایک ذرا سا خوف پیدا ں ہوا کہ اس کے نتیجے میں تم اور تمہارے اکابرین کتے کی ت مارے جاؤ گے۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "میں سچ مچ ٹیلی پیتھی کے غرور اندھا ہو گیا تھا۔ مجھے اس کی سزا مل رہی ہے۔ میں سزا طور پر ساری زندگی آپ کا غلام بن کر رہوں گا۔" وہ اٹھ صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ اسی وقت کال بیل کی آواز سنائی ۔ میں نے اپنے ادارے کے جس جاسوس کو بلایا تھا وہ یا تھا۔ میں نے رینی کے دماغ میں آکر فری مین سے کہا یہاں چپ بیٹھے رہو میں ابھی آتا ہوں۔"

رینی وہاں سے دروازے کی طرف جانے لگی۔ فری مین نظروں سے ریوالور اور شاٹ گن کو دیکھنے لگا۔ سوچ رہا ا کیا میں ان ہتھیاروں سے فائدہ اٹھا سکتا ہوں؟

پھر اس نے مایوس ہو کے سوچا۔ فرہاد یہاں رینی کے یعے آیا ہے۔ میں رینی کو گولی ماروں گا۔ تو کچھ حاصل نہیں گا۔ فی الوقت میں سانس روکنے کے قابل نہیں رہا ہوں۔ اد کو اندر آنے سے نہیں روک سکوں گا۔ اب میں اپنے بچاؤ کے لیے کچھ نہیں کر سکوں گا۔

رینی ایک شخص کے ساتھ آئی۔ وہ ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا "میرا خیال ہے تمہارے سر کی تکلیف دور ہو چکی ہے۔ اگر خیال خوانی کر سکتے ہو تو میرے دماغ میں آؤ۔"

فری مین نے پوچھا "تم کون ہو...؟"

"پوچھتے کیوں ہو؟ میرے اندر آؤ میرے خیالات پڑھو۔ بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

فری مین نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر دماغی کی حد تک محسوس کی۔ خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر خیالات پڑھنے لگا پھر سوچ کے ذریعے بولا۔

"تم بابا صاحب کے ادارے سے آئے ہو۔ تمہارے پاس ایک بہت ہی خطرناک ہتھیار ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے دنیا کے کسی ہتھیار سے نہیں مرتے لیکن اس ہتھیار سے مر جاتے ہیں جو تمہارے پاس ہے لیکن تمہارے خیالات یہ نہیں بتا رہے ہیں کہ وہ ہتھیار کیا ہے اور کیسا ہے؟"

اس نے ایک پرفیوم کی شیشی نکال کر دکھائی پھر کہا "یہ ہے ہتھیار۔ زبردست پرفیوم ہے ذرا اسے سونگھ کر دیکھو لیکن میرے دماغ میں بولتے رہو ایسا کرو اپنے اکابرین کے دماغوں میں جا کر ان سے کہو کہ تم بڑی مصیبتوں میں مبتلا ہو گئے ہو۔ وہ یہاں فوراً آکر میری مدد کریں۔"

"کیا تم میرے لیے نئی مصیبتیں پیدا کرنے والے ہو؟ میں فرہاد صاحب سے جات کرنا چاہتا ہوں۔ وہ مجھے مصیبتوں سے بچا لیں گے۔"

"جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ وقت بہت کم ہے اپنے لوگوں کو فوراً مدد کے لیے بلاؤ۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے فوج کے اعلیٰ افسران سے کہنے لگا کہ اس وقت وہ مصیبت میں مبتلا ہے۔ فوراً آکر اس کی مدد کی جائے۔ اس نے رینی کے بنگلے کا پتا بھی بتایا اور یہ بھی بتایا کہ میں اس کے دماغ میں گھسا ہوا ہوں اور اب کوئی اسے مجھ سے نجات نہیں دلا سکے گا۔ اس کے سامنے ایک شخص پرفیوم کی شیشی لیے بیٹھا ہے اور مجھ پر پرفیوم اسپرے کر رہا ہے۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ یہ اینٹی ٹیلی پیتھی دوا ہے۔ اسے اسپرے کرتے ہی میں ہمیشہ کے لیے ٹیلی پیتھی سے محروم ہو جاؤں گا۔ پلیز مجھے بچاؤ۔ مجھے کسی بھی طرح۔"

وہ آگے خیال خوانی نہ کر سکا۔ اچانک ہی خیال خوانی کی پرواز نے دم توڑ دیا۔ وہ زخمی پرندے کی طرح بلندی سے پستی میں آگرا۔ اس پستی میں اب وہ ایک عام سا انسان تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا ایک غیر معمولی شخص نہیں رہا تھا۔

وہ شخص اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے پرفیوم کی شیشی جیب میں رکھی پھر کچھ کہے سنے بغیر وہاں سے چلا گیا۔ فری مین گم صم بیٹھا رہا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اب وہ کبھی خیال خوانی نہیں کر سکے گا۔ اس کے باوجود اس نے پرواز کرنے کی کوششیں کیں۔ ناکامی کے بعد یقین کرنا پڑا کہ پر کے بغیر کوئی پرواز نہیں کر سکتا۔

اس نے رینی کو دیکھ کر تقریباً رونے کے انداز میں کہا "میں جیتے جی مر چکا ہوں۔ میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں چھن چکی ہیں۔ اب میرا کوئی رعب و دبدبہ نہیں رہے گا۔ اب میں

ایک غیر معمولی صلاحیت کے بغیر کیڑے مکوڑے کی طرح رینگتا رہوں گا۔ میری تیز رفتاری اور بلند پروازی ختم ہو چکی ہے۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا "رینی! میری جان! میرے پاس آؤ۔ مجھے اپنے سینے سے لگا کر تسلیاں دو۔ میں ڈوب رہا ہوں۔"

رینی اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آئی پھر قریب آتے ہی زور کا طمانچہ اس کو رسید کر کے حقارت سے بولی "تم تو ڈوب چکے ہو۔ کیا تمہیں سینے سے لگا کے میں بھی تمہارے ساتھ ڈوب جاؤں؟"

وہ غصے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا گلا دبوچ کر بولا "بے وفا! مکار! میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تجھے بے انتہا دولت دیتا رہا۔ دنیا کا کوئی شخص تجھے اتنی دولت نہیں دے سکتا تھا۔ مجھ پر زوال آتے ہی تو مجھے دھتکار رہی ہے۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ اس کا گلا دبوچنے لگا۔ وہ نوکیلی ہیل کی سینڈل پہنے ہوئے تھی اس نے اس کے پاؤں پر زور سے اپنے پیر کو مارا تو وہ تکلیف سے چیخ پڑا گردن پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ رینی نے اسے زور کا دھکا دیا۔ وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑا کر صوفے سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑا۔ تھوڑی دیر پہلے وہ اس قدر طاقت ور تھا کہ دنیا کے بڑے بڑے شہ زوروں کو پچھاڑ دیتا تھا۔ اب وہ ایسا کمزور ہو گیا تھا کہ ایک عورت سے مار کھا کر اس کے قدموں کے پاس گرا ہوا تھا۔ پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔

رینی نے حقارت سے "آخ..... تھو" کہہ کر اس کے منہ پر تھوک دیا۔ یہ بات برداشت سے باہر تھی۔ ایک عورت نے اس پر تھوکا تھا۔ وہ غصے سے پھٹ پڑا۔ بڑی پھرتی سے اٹھ کر وہاں سے چھلانگ لگاتا ہوا سینٹر ٹیبل کے پاس آیا۔ وہ شاٹ گن اٹھا کر اسے گولیوں سے چھلنی کر دینا چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ ٹریگر دباتا۔ ایک زوردار ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی آ کر اس کے ہاتھ میں لگی۔ شاٹ گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی۔

رینی نے دونوں ہاتھوں سے ریوالور کو تھام رکھا تھا۔ اس نے دوسری گولی چلا کر اس کے دوسرے بازو کو زخمی کیا پھر کہا "تمہارے دونوں بازو بیکار ہو چکے ہیں۔ تم ٹیلی پیتھی کے بغیر حقیر کیڑے بن گئے تھے۔ اب اپاہج بھی بن کر رہا کرو گے۔"

یہ کہہ کر اس نے ریوالور کو اس کے سامنے پھینک دیا پھر کہا "تم اپنی حفاظت کے لیے یہ ہتھیار لائے ہو۔ چلو اس ریوالور کو اٹھاؤ اور مجھ پر گولی چلاؤ۔"

اس کے دونوں بازوؤں میں گولیاں پیوست ہو گئی تھیں۔ وہ گولیاں اس کے اندر انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ وہ سامنے پڑے ہوئے ریوالور کو چھو بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ اس فکر میں مبتلا ہو گیا تھا کہ فوراً ہی آپریشن وہ گولیاں نہ نکالی گئیں تو زخم ناسور بن جائیں گے۔ اس کے دونوں بازو کاٹ دیے جائیں گے۔

وہ بڑے عذابوں سے گزرنے والا تھا۔ میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ اب ہمیں سونیا کی تلاش تھی۔ ہمیں یقین ہو چکا تھا کہ وہ دشمنوں کی قید میں نہیں ہے۔ پتا نہیں کہاں بھٹک رہی تھی اور ہمیں کہاں کہاں بھٹکانے والی تھی؟

○☆○

پورس دم بخود تین سالہ فائبر کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ اگر وہ نہ دیکھنا چاہتا تب بھی ان آنکھوں میں ڈوب جانے پر مجبور ہو جاتا کیونکہ ان آنکھوں سے شیوانی اسے پکار رہی تھی۔

وہ آنکھیں کہہ رہی تھیں کہ فائبر اس کا اپنا بیٹا ہے۔ وہ اس بیٹے کی جائے پیدائش اور تاریخ پیدائش بھی یہی ثابت کر رہی تھی۔

جب پورس نے پہلی بار شیوانی کی آنکھوں سے آنکھیں ملائی تھیں تو ایک دم سے سحر زدہ ہو گیا تھا۔ کوشش کرنے کے باوجود اس سے نظریں نہیں چرا سکا تھا۔ بیٹے کی آنکھیں بھی ویسی ہی تھیں باپ کو سحر زدہ کر رہی تھیں۔ اسے مجبور کر رہی تھیں کہ وہ اسے دیکھتا رہے اور شیوانی کے حوالے سے لہو کے رشتے کو پہچانتا رہے۔

اس نے بیٹے کے دونوں بازوؤں کو تھام لیا۔ اسے اپنے قریب کیا پھر اس پر جھک کر پہلے اس کی ایک آنکھ کو چوما پھر دوسری آنکھ کو چوم لیا۔ اسے سینے سے لگا کر بڑے جذبے سے بولا "شیوانی! میری جان! آج معلوم ہوا کہ تم اپنی موت کے بعد بھی زندہ ہو۔ تم نے اپنے پیار کا بہت ہی خوب صورت اور انمول تحفہ مجھے دیا ہے۔"

جولی اور لیزا صوفوں پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہیں گلے لگتے دیکھ کر خوش ہو رہی تھیں۔

جولی نے کہا "میں نے کہا تھا نا کہ فائبر عجیب و غریب ہے۔ اپنی آنکھوں کے جادو سے غیروں کو بھی اپنا بنا لیتا ہے۔ تم نے تو اسے دیکھتے ہی گلے لگا لیا ہے۔"

لیزا نے پورس سے کہا "مسٹر رومیو تم ابھی کسی شیوانی کی بات کر رہے تھے۔ کچھ ایسی باتیں کر رہے تھے۔ جو سننے کے بعد بھی سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔"

جولی نے کہا "ہاں ابھی میں نے بھی یہ نام سنا تھا۔ یہ شیوانی کون ہے؟"

پورس نے ان دونوں کو سنجیدگی سے دیکھا پھر کہا "فائبر کی ماں کا نام شیوانی ہے۔"

وہ دونوں ایک دم سے چونک گئیں۔ لیزا نے ناگواری سے پوچھا "یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں فائبر کی ماں ہوں۔ میں نے فائبر کو جنم دیا ہے۔"

"بے شک تم نے دو بیٹوں کو جنم دیا لیکن فائبر نے تمہاری کوکھ سے جنم نہیں لیا ہے۔ یہ تمہارا بیٹا نہیں ہے۔"

"اگر میں نے اسے پیدا نہیں کیا تھا۔ تو پھر میرا دوسرا بیٹا کہاں ہے؟"

"تمہارا وہ دوسرا بیٹا پیدا ہونے کے بعد مر گیا تھا۔ میری ماں نے تمہارے اس مردہ بچے کی جگہ فائبر کو پہنچا دیا تھا۔ کیونکہ فائبر کی زندگی خطرے میں تھی۔ ایک دشمن اسے مار ڈالنا چاہتا تھا۔ تمہارے مردہ بچے کو شیوانی کے پہلو میں دیکھ کر وہ دشمن دھوکا کھا گیا۔ اس طرح ہم نے فائبر کی جان بچائی تھی۔"

لیزا غصے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی "تم بکواس کر رہے ہو۔ کیا یہاں فلمی کہانی سنانے آئے ہو؟ جولی! یہ تم کس آدمی کو پکڑ کر لے آئی؟ یہ میرے بچے کو مجھ سے چھین لینا چاہتا ہے۔"

جولی نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا "سسٹر! غصہ نہ کرو۔ رومیو بہت اچھا ہے۔ اس کی باتیں سننے اور سمجھنے دو۔ فائبر ہمارا ہے ہمارا ہی رہے گا۔"

وہ جولی کا ہاتھ جھٹک کر بولی "میں اس کی کوئی بات نہیں سنوں گی۔ اسے ابھی یہاں سے باہر لے جاؤ۔ ورنہ میں ابھی پولیس کو بلاؤں گی۔"

وہ بولی "پلیز سسٹر! میری بات مان لو۔ اتنا تو تم جانتی ہو کہ ہمارا فائبر مستقبل کی پیش گوئی کرتا ہے۔ اس کی کتنی ہی باتیں درست ثابت ہوتی ہیں۔ تم اپنے بیٹے سے پوچھ لو کہ رومیو برا ہے یا بھلا۔ جھوٹا ہے یا سچا؟"

لیزا فائبر کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی پورس سے دور لے گئی پھر اس سے بولی "تم میرے پیارے اور لاڈلے بیٹے ہو۔ تم ہمیشہ سچی پیش گوئی کرتے ہو۔ آنے والے دنوں کے بارے میں صحیح باتیں بتاتے ہو۔ کیا گزرے ہوئے دنوں کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہو؟"

"خواب" کے موضوع پر
اردو زبان میں اپنی نوعیت
کی
منفرد کتاب

خوابوں کے اسرار

قیمت 25 روپے ❖ ڈاک خرچ 23 روپے

خوابوں کی تعبیر، ان کی حقیقت اور ان کی افادیت کے بارے میں ایک نادر کتاب!

کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ پیشگی منی آرڈر ارسال کریں

خط و کتابت کا پتہ
مکتبہ نفسیات
[illegible] 74200
فون: [illegible] فیکس: [illegible]
[illegible] 1-6-2001

kitabiat@hotmail.com
kitabiat1970@yahoo.com

”ممی! آپ کیا پوچھنا چاہتی ہیں۔“

”بیٹے! یہ آدمی کہتا ہے کہ میں نے تمہیں پیدا نہیں کیا ہے۔ تم اس سے کہہ دو کہ میں پیدا کیا ہے میں تمہاری ماں ہوں۔“

فائبر اسے ایسے دیکھنے لگا جیسے اسے اس کی بات نے الجھا دیا ہو۔ اگرچہ وہ قدرتی طور پر غیر معمولی سا تھا۔ عمر کے ساتھ ساتھ غیر معمولی صلاحیتیں مکمل ہو سکتی تھیں۔ فی الحال اس کا ذہن کچا تھا۔

پورس نے کہا ”تم تین برس کے معصوم بچے سے ایسی باتیں پوچھ رہی ہو۔ دنیا کا کوئی بچہ یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ کیسے پیدا ہوا تھا؟ اور اسے کس نے پیدا کیا تھا؟“

جولی نے کہا ”تم نہیں جانتے۔ یہ ہر طرح کی باتیں بتا دیتا ہے۔“

پورس نے کہا ”غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے بچے ہمیشہ ہر بات نہیں بتا سکتے۔ کبھی کبھی قدرتی طور پر کوئی بات ان کے اندر پیدا ہوتی ہے تو وہ بول دیتے ہیں۔ اس بنیادی بات کو سمجھو کہ فائبر خود اپنے طور پر کچھ نہیں جانتا جب اسے آگاہی ملتی ہے تب ہی یہ بولتا ہے۔“

جولی فائبر کا ہاتھ پکڑ کر ایک صوفے پر آ کر بیٹھ گئی پھر اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا ”میں تمام راستے یہ سوچتی آئی تھی کہ مجھے رومیو سے دوستی کرنی چاہیے یا نہیں؟ یہ مجھے اچھا لگتا ہے۔ فائبر! تم بتاؤ مجھے اس سے دوستی کرنی چاہیے کہ نہیں۔۔۔؟“

فائبر نے پورس کی طرف دیکھا۔ پورس نے مسکرا کر اسے آنکھ ماری۔ وہ بڑی سنجیدگی سے بولا ”دوستی کر سکتی ہو لیکن پکی نہیں کچی۔“

جولی نے پوچھا ”یہ کیا بات ہوئی؟ پکی دوستی کیوں نہیں ہو سکتی؟“

اس نے جواب میں ایسی بات کہی جو اس عمر کے بچے کبھی نہیں کر سکتے۔ اس نے پورس کو دیکھتے ہوئے کہا ”یہ بادل ہے۔ سایہ کرے گا۔ مسرتوں کی برسات لائے گا پھر گزر جائے گا۔“

جولی نے کہا ”تم صاف الفاظ میں کیوں نہیں بولتے۔ یہ شخص ہرجائی ہے۔ تم دوستی کرو گی تو پچھتاؤ گی۔ یہ تمہارے جذبات سے کھیلے گا۔ اس کے بعد منہ پھیر کر چلا جائے گا۔“

جولی نے دل برداشتہ ہو کر پورس کو دیکھا۔ وہ دل ہی دل میں اس کی تمنا کرتی آ رہی تھی۔ اس نے کہا ”دل نہیں مانتا کہ تم ہرجائی ہو۔ تم نے میری خاطر جان کی بازی لگائی تم تمہارے جیسا جانباز مجھے دھوکا نہیں دے گا۔“

پورس نے کہا ”ہاں میں تمہیں صاف صاف کہہ رہا اگرچہ تم بہت خوب صورت ہو۔ بہت پرکشش ہو۔ مجھا تمہیں مانگتا ہے۔ اگر ہمارے درمیان تعلقات قائم ہو گے۔ تو وہ عارضی ہوں گے میں صحرا نہیں ہوں۔ میرے میں گردش ہے۔ میں کسی ایک ملک یا کسی ایک شہر میں رہتا فائبر درست کہہ رہا ہے۔ تم پیچھے رہ جاؤ گی میں آگے جاؤں گا۔“

وہ ناراض ہو کر بولی ”اگر تم ایسے ہو تو تم نے یہ کیوں تھا کہ مجھ سے دوستی کرو گے اور مجھ سے شادی کرو گے“

”تم گھر سے فرار ہونے کے بعد بھٹک رہی تھیں۔ نہیں جانتا تھا کہ تم اپنی سسٹر کے پاس واقعی آؤ گی یا بے کہیں چلی جاؤ گی۔ میں تمہیں یہاں تک پہنچانے کے فلرٹ کر رہا تھا۔“

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر پاؤں پٹختے ہوئے بولی ”تم فل کر رہے تھے۔ مجھے دھوکا دے رہے تھے۔ میں محبت کر تھی اور تم میری انسلٹ کر رہے تھے۔ میں تم سے نفرت ہوں۔“

وہ غصے سے پلٹ کر جانا چاہتی تھی پھر اپنے بہنوئی بنجا کو دیکھ کر رک گئی۔ وہ دروازے پر کھڑا پورس کو ہا نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے اندر آتے ہوئے پ ”یہاں کیا ہو رہا ہے؟“

لیزا آگے بڑھ کر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر اسے کس کرتے ہوئے بولی ”اس شخص کا نام رومیو ہے۔ یہ جولی سے فلرٹ کر رہا تھا۔ اسے دھوکا دے رہا تھا۔“

بنجامن نے پورس سے پوچھا ”کیوں مسٹر! یہ میں کیا رہا ہوں؟ تم کون ہو؟ کہاں رہتے ہو؟ کیا کرتے ہو؟ جولی میری سالی ہے لیکن میں نے اولاد کی طرح اس کی پرورش کی ہے اسے دھوکا دے کر بہت پچھتاؤ گے۔ تم مجھے نہیں جانتے۔ اپنے کسی بھی مخالف کی زندگی مختصر کر دیا کرتا ہوں۔ اٹھو کھڑے ہو جاؤ اور میرے سوالوں کے جواب دو۔“

پورس نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا ”تم خود کو بہت خطرناک ثابت کر رہے ہو۔ میں تمہارے چیلنج کے جواب میں چیلنج نہیں کروں گا۔ اتنا ضرور کہوں گا کہ تین افراد تمہاری سالی کو اغوا کر کے لے جا رہے تھے۔ میں نے اس کی جان بچائی ہے۔ یہ گھر واپس نہیں جانا چاہتی تھی۔ میں نے اس سے جھوٹی محبت ظاہر کی اس سے شادی کرنے کا وعدہ کیا اس اسے بہلا پھسلا کر یہاں لے آیا۔ ہماری ملاقات صرف چند گھنٹوں کی ہے۔ مجھے دھوکا دینا ہوتا تو اسے بہلا پھسلا کر کسی ہوٹل میں لے جاتا۔“

بنجامن نے جولی سے پوچھا ”کیا تمہاری اس سے چند گھنٹوں کی ملاقات ہے؟“

جولی نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ بولا ”چند گھنٹوں کی ملاقات میں یہ تمہیں گھر پہنچانے آیا ہے پھر تم اسے دھوکے باز کیوں سمجھ رہی ہو؟“

وہ سر جھکا کر بولی ”یہ میری محبت سے انکار کر رہا ہے۔“

”کیا تم پاگل ہو؟ زبردستی اس سے محبت کرو گی؟ اس نے تم پر اور ہم پر احسان کیا ہے۔ تمہیں عزت آبرو سے یہاں پہنچایا ہے۔ کیا تم نے اسے کوئی ڈرنک پلائی ہے؟ تمہیں خاطر مدارات تو کرنی چاہیے۔“

اس نے پورس سے پوچھا ”مسٹر رومیو! کیا پینا چاہو گے؟ ہمارے پاس وہسکی بھی ہے' وائن بھی ہے اور شیمپین بھی۔“

”سوری میں شراب نہیں پیتا۔ سافٹ ڈرنک پی لوں گا۔“

لیزا نے آگے بڑھ کر کہا ”تمہیں میرے گھر سے زہر بھی پینے کو نہیں ملے گا۔ چلے جاؤ یہاں سے۔ گیٹ آؤٹ!“

بنجامن نے حیرانی سے پوچھا ”ڈارلنگ! وہاٹس دی پرابلم؟ تم اپنے محسن کے ساتھ ایسا رویہ کیوں اختیار کر رہی ہو؟“

”یہ محسن نہیں ہے ہمارا دشمن ہے۔ ہمارے فائبر کو اپنا بیٹا کہہ رہا ہے۔“

”تو کیا ہوا؟ یہ محبت سے اسے بیٹا کہہ رہا ہے۔ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے۔“

”یہ محبت سے نہیں دشمنی سے کہہ رہا ہے۔ یہ کہتا ہے فائبر کو میں نے نہیں اس کی بیوی نے جنم دیا ہے۔“

بنجامن نے چونک کر پورس کو دیکھا پھر ناگواری سے پوچھا ”کیا تم ایسا کہہ رہے ہو؟“

”جو سچ ہے وہی کہہ رہا ہوں۔ تم خود ہی اپنے دونوں بچوں کو دیکھتے رہتے ہو۔ کیا تم نے کبھی نہیں سوچا کہ یہ دونوں بچے ایک دوسرے سے مختلف کیوں ہیں؟ ان میں سے ایک تندرست اور ہے۔ دوسرا اس کے مقابلے میں بونا لگتا ہے۔ دونوں کی صورتیں مختلف ہیں۔ دونوں کی عادتیں ایک جیسی نہیں ہیں۔“

وہ غصے سے بولا ”تم بکواس کر رہے ہو۔ پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ ایک باپ کے تمام بچے بالکل ایک جیسے نہیں ہوتے۔ ان کی صورتیں اور عادتیں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ کیا تم ان سب کو بھی یہی کہو گے کہ یہ اپنے باپ کی اولاد نہیں ہیں؟“

پورس نے کہا ”تم خوامخواہ طیش میں آ رہے ہو۔ تمہارے اندر یہ بات چھپی ہوئی ہے کہ تمہارا ایک بیٹا تابر بالکل تمہاری طرح ہے لیکن فائبر کسی پہلو سے بھی تم سے مشابہت نہیں رکھتا ہے۔ یہ ایک موٹی عقل میں بھی آنے والی بات ہے کہ جڑواں بچے ایک دوسرے سے اتنے زیادہ مختلف نہیں ہوتے۔ جتنا کہ یہ دونوں ہیں۔“

وہ غصے سے اس کے قریب آ کر بولا ”اگر تم زندہ واپس جانا چاہتے ہو تو فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ میرے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔“

پورس نے کہا ”اگر تمہیں پورا یقین ہے کہ فائبر تمہارا ہی کا بیٹا ہے۔ تو پھر تمہیں غصہ کیوں آ رہا ہے؟ جو تمہاری چیز ہے۔ وہ تمہاری ہی رہے گی اور اگر تمہاری نہیں ہے تو پھر جو بھی اس کا حق دار ہے۔ وہ اپنے ضرور لے جائے گا۔“

اس نے کہا ”فائبر کا برتھ سرٹیفکیٹ ہمارے پاس ہے۔ روم کے لیڈی میریا میٹرنٹی ہوم نے یہ برتھ سرٹیفکیٹ جاری کیا ہے۔ اس میں فائبر کے باپ کا نام بنجامن فرینک یعنی میرا نام لکھا ہوا ہے۔ تم اپنی بکواس سے اسے اپنا بیٹا ثابت نہیں کر سکو گے۔“

پورس نے کہا ”اسے اپنا بیٹا ثابت کرنے کے لیے میں عدالت میں جاؤں گا اور نہ ہی تم سے بھیک مانگوں گا۔ صرف محبت سے سمجھاؤں گا کہ سچ کو سچ تسلیم کرو۔ میرا حق مجھے ادا کرو۔ تم انکار کرو گے تو میں جھگڑا نہیں کروں گا۔ چپ چاپ یہاں سے چلا جاؤں گا۔ اس اعتماد کے ساتھ کہ جو چیز میری ہے' وہ خود ہی میرے پاس چلی آئے گی۔“

وہ گھور کر بولا ”تمہارے ارادے کیا ہیں؟ صاف صاف بتاؤ کیا کرنا چاہتے ہو؟“

وہ بولا ”مجھ سے نہ پوچھو۔ فائبر سے پوچھو۔ اگر اسے آگہی حاصل ہو تو یہ مستقبل کی کچھ باتیں بتا دیتا ہے۔“

بنجامن نے سوچتی ہوئی نظروں سے فائبر کو دیکھا پھر اس کے پاس آ کر صوفے پر بیٹھ کر بولا ”بیٹے! تمہارے ڈیڈی کون ہیں؟“

فائبر نے کہا ”آپ میرے ڈیڈی ہیں۔“

بنجامن نے فاتحانہ انداز میں پورس سے کہا "سنا تم نے۔ ؟ یہ مجھے ڈیڈی کہہ رہا ہے؟"

پورس نے آگے بڑھ کر پوچھا "بیٹے! تمہارا باپ کون ہے؟"

فائبر نے بنجامن کو دیکھا پھر فائبر کی آنکھوں سے شیوانی نے پورس کو دیکھا۔ وہ بچہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ بنجامن سے دور ہو گیا۔ اس کے اور پورس کے درمیان رک گیا۔ کبھی اس کو اور کبھی اس کو دیکھنے لگا پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ بھرائی ہوئی آواز میں بولنے لگا "ہر چیز اپنی اصل کی طرف جاتی ہے۔ مجھے بھی اپنی اصل کی طرف جانا ہے اور جب میں جاؤں گا تو مجھے کوئی روک نہیں پائے گا۔"

یہ کہتے ہی وہ چکرا گیا۔ پیچھے صوفے پر گر پڑا۔ لیزا اور جولی دوڑ کر اس کے پاس آئیں۔ لیزا نے اس کے چہرے کو تھام کر اپنے سینے سے لگایا۔ اس نے آنکھیں کھول کر لیزا کو دیکھا پھر اس کے ممتا بھرے سینے میں منہ چھپا کر آنکھیں بند کر لیں۔

پورس نے بنجامن سے کہا "عقل مند کے لیے اشارہ کافی ہوتا ہے۔ تمہیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس نے تمہیں ڈیڈی کہا لیکن باپ نہیں کہا۔"

وہ غصے سے بولا "بکواس مت کرو۔ اس نے تمہیں بھی باپ نہیں کہا ہے۔"

"یہ تو کہا ہے کہ وہ اپنی اصل کی طرف جائے گا' اور اسے کوئی روک نہیں سکے گا۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔ میرا بیٹا مجھے ضرور ملے گا۔ میں جا رہا ہوں۔"

اس نے فائبر کی طرف دیکھا۔ وہ آنکھیں بند کیے ماں کے سینے پر سر رکھے جیسے سو رہا تھا۔ اس نے کہا "بیٹے! میں جا رہا ہوں' ہم پھر ملیں گے۔ گڈ بائے۔"

جیسے شیوانی نے آنکھیں کھول کر دیکھا' پھر کہا "بائے۔" اور آنکھیں بند کر لیں۔ پورس مسکراتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

بنجامن نے پریشان ہو کر فائبر کے قریب آکر اسے دیکھا پھر لیزا سے کہا "جولی اسے سنبھالے گی۔ تم میرے ساتھ آؤ۔"

یہ کہہ کر وہ تیزی سے چلتا ہوا اپنے بیڈ روم میں آگیا۔ اس کے پیچھے لیزا نے آکر پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ اس کے قریب آکر دھیمی آواز میں بولا "تم سمجھ رہی ہو کہ بھید کھلنے والا ہے۔ وہ بڑے یقین سے فائبر کو اپنا بیٹا کہہ رہا ہے۔"

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے بنجامن کو دیکھنے لگی۔ سوچنے لگی "فائبر کے پیدا ہوتے ہی اس کی آنکھوں نے ہمیں حیران کیا تھا۔ وہ آنکھیں پرائی پرائی سی لگتی تھیں۔ ہم نے کئی بار خوابوں میں ان آنکھوں کو بولتے دیکھا تھا۔ ان آنکھوں کے پیچھے سے آواز آتی تھی' تم میری ماں نہیں ہو' تم میرے باپ نہیں ہو۔ مجھے ایک روز تم سے بچھڑنا ہے۔ مجھے اپنی اصل کی طرف جانا ہے۔"

لیزا اور بنجامن نے اپنے مذہبی پیشوا سے ایسے خوابوں کا ذکر کرتے ہوئے پوچھا تھا "جب ہم اس کی آنکھوں کو دیکھتے ہیں تو یہ ہمیں پرایا کیوں لگتا ہے؟"

ان کے پیشوا نے کہا "میں اس سلسلے میں معلومات حاصل کروں گا پھر جو معلوم ہو گا وہ میں تمہیں بتاؤں گا۔"

پھر اس نے ایک ہفتے بعد بتایا "اس بچے کی پیدائش کے سلسلے میں کوئی گڑبڑ ہے۔ میری معلومات کے مطابق لیزا نے صرف ایک زندہ بچے کو پیدا کیا ہے۔ دوسرا بچہ مردہ تھا۔ تمہارے خواب سچے ہیں۔ وہ بچہ اپنی اصل کی تلاش میں ہے۔"

بنجامن نے کہا "پتا نہیں وہ کس مذہب اور کس قوم کا ہے؟ اسے ہمارے گھر میں نہیں رہنا چاہیے۔"

مذہبی پیشوا نے کہا "تم تین برس پہلے کاروبار میں نقصانات اٹھا رہے تھے۔ جب یہ بچہ آیا تو اچانک تمہارے کاروبار میں ترقی ہونے لگی۔ پہلے تم ایک ہوٹل نقصان میں چلا رہے تھے۔ آج مختلف شہروں میں تمہارے چار ہوٹل ہیں اور ان چاروں سے تم لاکھوں ڈالرز کا منافع حاصل کر رہے ہو۔ جب تک یہ بچہ تمہارے پاس رہے گا تب تک تم خوش نصیب رہو گے۔ آئندہ بھی تمہارے کاروبار میں ترقی ہوتی رہے گی۔"

بنجامن نے کہا "پھر تو میں فائبر کو اپنے سینے سے لگا کر رکھوں گا۔ کبھی اسے جدا نہیں ہونے دوں گا۔"

لیزا نے کہا "کیا ہوا اگر یہ میری کوکھ سے پیدا نہیں ہوا۔ میں نے اسے اپنا دودھ تو پلایا ہے۔ میں اسے ساری زندگی ماں کا پیار دیتی رہوں گی۔"

مذہبی پیشوا نے کہا "یہ بچہ کسی بھی مذہب سے ہو لیکن تمہارے پاس یہودی بن کر پرورش پائے گا۔ اس کے ذریعے یہودیوں کی نسل بڑھے گی۔ اس طرح تم اپنے مذہب کے لیے بہترین خدمت انجام دو گے۔"

جب دو برس گزر گئے تیسرے برس فائبر بولنے لگا تو ہمیں حیران کرنے لگا۔ کبھی کبھی وہ ایسی باتیں بتاتا تھا جو بعد درست ثابت ہوتی تھیں پھر اس کی آنکھوں میں مزید کشش پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ وہ ماں باپ ہو کر بھی اس سے ایسے تجربات نہیں کرتے تھے۔ آنکھیں ملتے ہی وہ اس کی طرف کھنچے چلے جاتے تھے۔ ان کے دل بے اختیار دھڑکنے لگتے تھے۔

مذہبی پیشوا نے بھی جب فائبر کو دیکھا تو اس سے نظریں ملاتے ہی پریشان ہو گیا۔ اس نے بڑی مشکل سے نظریں ہٹائیں۔ دوبارہ اس کی کنڈلی بنائی پھر بنجامن سے کہا "تم بہت خوش نصیب ہو۔ یہ بچہ غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک بنتا رہے گا۔ تم اس کی غیر معمولی صلاحیتوں سے بے انتہا دولت مند ہوتے رہو گے۔ اس بچے کی حفاظت کرو اسے کبھی اپنے سے جدا نہ ہونے دو۔"

پھر تو انہوں نے قسم کھالی کہ چاہے جان چلی جائے فائبر کو اپنی جان سے الگ نہیں کریں گے۔

لیزا اور بنجامن بیڈ روم میں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہوئے یہ تمام پچھلی باتیں یاد کر رہے تھے۔ انہیں یہ یقین تھا کہ فائبر کے اصل ماں باپ کبھی ان کے دروازے پر مطالبہ کرنے نہیں آئیں گے لیکن آج پورس نے آکر ان کا سکون برباد کر دیا تھا۔ کوئی ڈاکو آکر لوٹ لیتا تو وہ پریشان نہ ہوتے لیکن پورس ان کی خوش قسمتی ان سے چھیننے آیا تھا۔

لیزا نے بنجامن کا بازو تھام کر کہا "کچھ کرو۔ وہ رومیو بڑا مکار ہے۔ فائبر کو کسی چالاکی سے لے جائے گا۔ تم خاموش کیوں ہو؟ کیا سوچ رہے ہو؟"

وہ بولا "ہم نہیں جانتے' وہ کون ہے اور کہاں رہتا ہے؟ اس سے پوچھنے سے وہ کبھی اپنی اصلیت نہ بتاتا۔ ویسے وہ پھر یہاں آ سکتا ہے۔"

"یہاں نہیں آئے گا تو باہر کہیں انتظار کرے گا۔ موقع ملتے ہی فائبر کو اغوا کرے گا۔ تم کرائے کے قاتلوں کو اس کے پیچھے لگاؤ۔ اسے مار ڈالو۔ وہ نہیں رہے گا تو پھر کوئی فائبر کو ہم سے چھیننے نہیں آئے گا۔"

"میں ابھی فائبر کو فارم ہاؤس لے جا رہا ہوں۔ وہاں اسے چھپا کر رکھوں گا۔ فارم ہاؤس کے اندر اور باہر ہمارے مسلح افراد رہیں گے۔ کسی بھی اجنبی کو وہاں نہیں آنے دیں گے۔ اس رومیو کو دیکھتے ہی گولی مار دیں گے۔"

"میں اپنے بیٹے فائبر کو چھوڑ کر فارم ہاؤس نہیں جا سکوں گی۔ جولی وہاں فائبر کے ساتھ رہا کرے گی۔"

انہوں نے جولی سے کہا کہ وہ اپنا ضروری سامان لے کر فائبر کے ساتھ فارم ہاؤس میں جا کر رہے۔ آدھے گھنٹے بعد ہی بنجامن، ان دونوں کو اپنی کار میں بٹھا کر فارم ہاؤس کی طرف لے جانے لگا۔ فائبر نے کوئی سوال نہیں کیا کہ اسے کہاں لے جایا جا رہا ہے؟ وہ زیادہ بولنے کا عادی نہیں تھا۔

جولی بے چین تھی۔ پورس کے چلے جانے سے اسے دکھ ہو رہا تھا۔ وہ اپنے آپ کو سمجھا رہی تھی کہ جب پورس دعویٰ کر رہا ہے کہ فائبر اس کا بیٹا ہے تو پھر بیٹا جہاں بھی رہے گا' وہ اس سے ملنے ضرور آئے گا۔ اس طرح اس سے دوبارہ ملاقات ہو سکے گی۔

بنجامن تیز رفتاری سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ فائبر نے کہا "ڈیڈ! میں آئس کریم کھاؤں گا۔ پلیز گاڑی روکیں۔"

اس نے ایک آئس کریم بار کے سامنے گاڑی روک کر کہا "تم دونوں بیٹھے رہو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ دکان کی طرف چلا گیا۔ جولی کھڑکی کے باہر دیکھ رہی تھی۔ اچانک اسے پورس دکھائی دیا۔ وہ شاہراہ کے دوسری طرف ایک فٹ پاتھ پر چل رہا تھا۔ جولی گاڑی سے اتر کر ہاتھ ہلا ہلا کر اسے اپنی طرف بلانے لگی۔ وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ سر جھکائے چلا جا رہا تھا۔

فائبر اپنی طرف کا دروازہ کھول کر کار سے باہر آیا پھر تیزی سے ایک طرف جانے لگا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اسے کہاں جانا ہے؟ اسے آگہی ملی تھی کہ کار سے نکل کر اسے تنہا جانا چاہیے۔ اس لیے وہ راستے اور منزل کی پہچان کے بغیر تیزی سے چلا جا رہا تھا۔

وہ شمال کی سمت جا رہا تھا۔ دوسری طرف کے فٹ پاتھ پر پورس جنوب کی طرف جا رہا تھا۔ دونوں باپ بیٹے مخالف سمتوں میں جاتے ہوئے ایک دوسرے سے دور ہوتے جا رہے تھے۔

بنجامن آئس کریم کے پیکٹس اٹھائے ہوئے کار کے پچھلے دروازے پر آیا۔ پچھلی سیٹ خالی تھی۔ وہاں فائبر نہیں تھا۔ پنچھی پنجرہ توڑ کر جا چکا تھا۔

گھر کی چار دیواری میں ہوں یا چار دیواری سے باہر ہوں۔ ہمیشہ اپنے قیمتی مال پر نظر رکھنا چاہیے۔ اس کی کڑی نگرانی کرتے رہنا چاہیے۔ ورنہ چور اچکے نظر بچا کر مال چرا کر لے جاتے ہیں یا پھر تقدیر آنکھوں میں دھول جھونک کر وہ مال چرا لے جاتی ہے۔ بنجامن کے لیے فائبر سب سے اہم سرمایہ تھا۔ وہ اسے پورس کی رسائی سے دور ایک فارم ہاؤس میں لے جا کر چھپانا چاہتا تھا لیکن اس سے ایک غلطی ہو گئی۔ وہ فائبر کے لیے ایک جگہ گاڑی روک کر آئس کریم لینے گیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ فائبر کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھی جولی اس کی نگرانی کرے گی۔

یہ بھی غلط ہے کہ اپنے مال کی نگرانی خود نہ کی جائے۔ اس مال کو کسی دوسرے کے بھروسے پر چھوڑ دیا جائے۔ جب وہ آئس کریم لے کر کار کی طرف واپس آیا تو پچھلی سیٹ خالی تھی فائبر نہیں تھا۔ جولی کار سے باہر نکل کر فٹ پاتھ پر کھڑی اونچی آواز میں پورس کو پکار رہی تھی۔

پورس اس شاہراہ کے دوسرے فٹ پاتھ پر جا رہا تھا۔ جولی ہاتھ ہلا ہلا کر اسے مخاطب کر رہی تھی "پورس۔۔۔! رک جاؤ۔ پورس! میں ہوں جولی۔ ادھر دیکھو۔۔۔"

وہ اس کی طرف دوڑنے لگی۔ ادھر بنجامن کے ہاتھ سے آئس کریم چھوٹ کر گر پڑی۔ وہ چیخ کر بولا "فائبر کہاں ہے؟ جولی۔۔۔؟ کہاں جا رہی ہو۔۔۔؟ فائبر کہاں ہے؟؟"

جولی کے حواس پر پورس چھایا ہوا تھا۔ اس نے فائبر کو کار سے نکل کر جاتے نہیں دیکھا تھا۔ لہٰذا وہ اس کے لیے پریشان نہیں تھی۔ وہ تو پورس کو آوازیں دیتے ہوئے دوڑ رہی تھی۔ وہ ایک فٹ پاتھ پر تھی۔ وہ کشادہ سڑک کے دوسرے فٹ پاتھ پر تھا۔ دونوں ندی کے دو کنارے بنے ہوئے تھے اور بنجامن کار کے چاروں طرف گھوم کر دور دور تک دیکھ رہا تھا۔ شاہراہ پر گاڑیاں دوڑ رہی تھیں۔ ادھر وہ بچہ نہیں جا سکتا تھا۔ فٹ پاتھ پر عورتوں اور مردوں کی اچھی خاصی بھیڑ تھی۔ اس بھیڑ میں وہ بچہ نظر نہیں آ سکتا تھا۔

پھر اس کی سمجھ میں آیا کہ جولی پورس کو آوازیں دیتے ہوئے کہیں دوڑتی جا رہی ہے۔ یقیناً پورس ہی فائبر کو وہاں سے لے گیا ہے۔

وہ بھی اس طرف دوڑنے لگا۔ جولی زیبرا کراسنگ سے دوڑتے ہوئے دوسرے فٹ پاتھ پر آ گئی۔ وہاں سے بھاگتی دوڑتی پورس کے پیچھے آ کر اس کی پیٹھ پر ہاتھ مارتے ہوئے ہانپتے ہوئے بولی "رک جاؤ!"

وہ چونک کر پلٹا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا "تم۔۔۔؟ تم کہاں سے آ رہی ہو۔۔۔؟ کیوں ہانپ رہی ہو؟ کیا پولیس والے دوڑا رہے ہیں؟"

وہ بدستور ہانپتے ہوئے بولی "کتنی دیر سے آوازیں دے رہی ہوں۔ میں ادھر دوسرے فٹ پاتھ پر تھی۔ ادھر سے دوڑتے ہوئے آ رہی ہوں۔"

"اچھا۔ تم اتنی بڑی شاہراہ کراس کر کے میرے پاس آئی ہو۔ سوہنی بھی اسی طرح مہینوال سے ملنے آ رہی تھی لیکن جلدی میں کچا گھڑا اٹھا کر لے آئی تھی۔ نہ پانی بھر سکی نہ پار اتر سکی۔ اپنے ساتھ مہینوال کو بھی لے کر ڈوب مری۔"

"تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے۔ میں تمہیں ایک ضروری بات بتانے آئی ہوں۔"

"کیا بات ہے بتاؤ؟"

"فائبر تمہارا بیٹا ہے نا۔"

"کیا یہی بتانے آئی ہو کہ وہ میرا بیٹا ہے؟ جبکہ میں ا اچھی طرح جانتا ہوں، وہ میرا خون ہے۔"

"تمہاری غفلت سے خون پانی ہو جائے گا۔ بنجامن تمہارے بیٹے کو تم سے دور چھپانے کے لیے لے جا رہا ہے۔"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا "وہ اسے کہاں لے جا ہے؟"

"یہاں سے ساٹھ کلو میٹر دور اس کا ایک بہت بڑا فا ہاؤس ہے۔ وہ فائبر اور مجھے وہاں لے جا رہا ہے۔ تاکہ م اس کی دیکھ بھال کر سکوں۔ فارم ہاؤس کے باہر دن رات ا کے گن مین ڈیوٹی پر رہا کریں گے۔ تمہیں وہاں دیکھتے ہی گو مار دیں گے۔"

"مجھے وہاں دیکھتے ہی تمہیں کیوں گولی مار دیں گے؟"

"مجھے نہیں تمہیں گولی مار دیں گے۔۔۔ بات کو سمجھا کرو۔"

"اچھا ہوا تم نے سمجھا دیا میں فارم ہاؤس کی طرف نہ جاؤں گا۔"

اس نے تعجب سے پوچھا "کیا اپنے بیٹے کو حاصل کرنے نہیں جاؤ گے؟"

"کیا تم چاہتی ہو میں گولی کھانے وہاں جاؤں؟"

"پہلے تو تم مسٹر اور بنجامن کے سامنے دعویٰ کر رہے تھے کہ وہ تمہارا بیٹا ہے۔ تم اسے حاصل کر لو گے۔"

"بے شک وہ میرا بیٹا ہے میں اسے حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم ان کی طرف سے آنے والی موت سے مجھے گی؟"

وہ اس کا بازو تھام کر بولی "میں جانتی ہوں۔ تم موت سے

نہیں ڈرتے۔ مجھے آزما رہے ہو کہ میں تمہارے لیے کیا کرسکتی ہوں؟ میں تمہاری جاں بازی دیکھ چکی ہوں۔ تم میری جان بچانے کے لیے میرے تین مخالفین سے ٹکرا گئے تھے۔ ان کے پاس گن بھی تھی لیکن تم نے اپنی جان کی پروا نہیں کی۔ میں بیان نہیں کرسکتی کہ تمہاری اس دلیری نے مجھے کس قدر متاثر کیا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنی سسٹر کے خلاف میرا ساتھ دو گی۔"

بنجامن دوسرے فٹ پاتھ پر سگنل کے پاس کھڑا ہوا تھا اس کے سامنے گاڑیاں تیزی سے گزر رہی تھیں۔ وہ سرخ سگنل کا انتظار کررہا تھا۔ گاڑیاں رکنے کے بعد ہی وہ سڑک عبور کرکے دوسرے فٹ پاتھ پر جاسکتا تھا۔

وہ بولی "تمہارا ساتھ دینے کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ میں تمہیں چاہنے لگی ہوں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ سسٹر اور بنجامن فائبر کو دل و جان سے چاہتے ہیں۔ ہمارے ایک مذہبی پیشوا نے اپنے روحانی علوم سے معلوم کیا ہے کہ تمہارا بیٹا فائبر ان کے لیے بہت لکی ہے۔ وہ ان کے ساتھ رہے گا تو انہیں بے انتہا دولت ملتی رہے گی۔ وہ صرف زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کرنے کے لیے فائبر کی پرورش کررہے ہیں۔"

سگنل کے سرخ ہوتے ہی بنجامن زیبرا کراسنگ سے گزرنے لگا۔ جولی اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی "وہ آرہا ہے۔ مجھے اس کے اور فائبر کے ساتھ جانا ہوگا۔ تم کسی ٹیکسی میں ہمارا پیچھا کرو اور میرا موبائل فون نمبر یاد رکھو۔"

اس نے اپنا موبائل فون نمبر بتایا۔ پورس نے ذہن نشین کرلیا پھر وہ بولی "میں سوچتی ہوں اگر فائبر ان کے لیے خوش نصیبی نہ لاتا تو کیا وہ اسے بیٹا بنا کر رکھتے.... ہرگز نہیں۔ وہ تو اسے کسی یتیم خانے میں لے جاکر پھینک دیتے۔ یہ دنیا بڑی خودغرض ہے لیکن میں خودغرض نہیں ہوں میں تمہارا ساتھ دوں گی۔"

پورس نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا "تھینک یو...."

وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا' لیکن بنجامن ہانپتا ہوا وہاں پہنچ گیا تھا۔ پورس کو ایک ہاتھ سے دھکا دیتے ہوئے بولا "اے! میرا بیٹا کہاں ہے؟ تم نے اسے کہاں چھپایا ہے؟"

اس نے بھی اسے جوابی دھکا دیتے ہوئے کہا "پاگل کے بچے! وہ بچہ تمہارے پاس تھا اور تم مجھ سے پوچھ رہے ہو؟"

جولی نے حیرانی سے پوچھا "کیا وہ کار میں نہیں ہے؟ وہ تو پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔"

وہ غصے سے بولا "میں نے اسے تمہارے بھروسے پر چھوڑا تھا۔ تم اسے چھوڑ کر یہاں کیوں آگئیں؟"

وہ پورس کی طرف اشارہ کرکے بولی "یہ رومیو مجھے نظر آگیا تھا۔ میں کار سے اتر کر اسے آوازیں دینے لگی' پھر اس کے پیچھے دوڑتی ہوئی یہاں آگئی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ فائبر کار سے نکل کر کہیں چلا جائے گا۔"

وہ پورس کو گھونسا دکھا کر بولا "وہ خود کہیں نہیں گیا ہے' اس رومیو نے اسے اغوا کرایا ہے۔"

پورس نے کہا "تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ میں تو جانتا بھی نہیں تھا کہ تم اسے کہاں لیے پھر رہے ہو؟ تم مجھ پر الزام لگانے میں یہاں وقت ضائع کرو گے' وہاں میرا بیٹا کہیں بھٹک جائے گا۔"

وہ جولی کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھتے ہوئے بولا "کم آن جولی! مجھے بتاؤ۔ وہ کس کار میں بیٹھا ہوا تھا؟ مجھے اپنے بیٹے تک پہنچنا ہوگا۔"

بنجامن ان کے ساتھ چلتے ہوئے بولا "اے! خبردار! اسے بیٹا مت بولو' وہ میرا بیٹا ہے۔"

"وہ تمہارا ہے تو اسے بھٹکنے کے لیے کیوں چھوڑ دیا؟"

"میں اس کی فرمائش پر آئس کریم لانے گیا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ جولی اتنی لاپروا ہوگی کہ اسے چھوڑ کر تمہارے پیچھے بھاگے گی۔"

وہ تینوں تیزی سے چلتے ہوئے سگنل کے پاس آئے' وہاں رک کر سگنل کا انتظار کرنے لگے۔ بنجامن نے جولی سے پوچھا "تم فائبر کو چھوڑ کر اس کے پاس کیوں آئی ہو؟ اس سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

وہ بولی "آئی لو ہم۔ یہ میرا ہیرو ہے۔ اس نے میرے ڈیڈی کے غنڈوں سے میری جان بچائی تھی۔ میں دل سے اسے چاہنے لگی ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے' تم اس کا ساتھ دو گی؟ اپنی بہن اور بہنوئی کا ساتھ نہیں دو گی؟"

"میں سچ کا ساتھ دوں گی۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ فائبر تمہارا بیٹا نہیں ہے۔ یہ رومیو کا ہے اور مجھے رومیو کا ساتھ دینا چاہیے۔"

سگنل سرخ ہوتے ہی گاڑیاں رک گئیں۔ وہ تینوں کراسنگ سے گزر کر دوسرے فٹ پاتھ کی طرف جانے لگے۔ وہ جولی سے کہہ رہا تھا "تم نے ہمارے اعتماد کو دھوکا دیا ہے۔ فائبر کو تلاش کرتے ہی میں اس سے تمہیں نہیں ملواؤں گا اور اسے فارم ہاؤس میں بھی نہیں لے جاؤں گا۔ ورنہ تم اپنے یار کو وہاں لے جاؤ گی۔"

وہ دوسرے فٹ پاتھ پر آگئے۔ تیزی سے چلتے ہوئے بنجامن کی کار کے قریب پہنچ کر دور تک دیکھنے لگے۔ پورس نے کہا "وہ کسی قریب کی دکان میں ہی گیا ہوگا۔"

جولی نے کہا "آگے کھلونوں کی دکانیں ہیں۔ وہ ادھر بھی جاسکتا ہے۔"

وہ سب ادھر جانے لگے۔ وہ کھلونوں کی تین منزلہ دکان تھی۔ پورس نے اس دکان کے گراؤنڈ فلور پر سرسری سی نگاہ ڈالی پھر زینے چڑھتا ہوا فرسٹ فلور پر جانے لگا جولی بھی اس کے ساتھ تھی۔ بنجامن سیکنڈ فلور پر چلا گیا۔ وہ سب اوپر نیچے اسے تلاش کرتے رہے پھر اس دکان سے باہر آگئے۔ آس پاس کی دکانوں میں بھی جاکر ڈھونڈنے لگے۔ بنجامن نے اپنی کار کے پاس آکر اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ اس کی تمام دولت لٹ جاتی تو اسے اتنا صدمہ نہ پہنچتا۔ فائبر کے کہیں چلے جانے سے خوش نصیبی روٹھ کر چلی گئی تھی۔

اس کے مذہبی پیشوا نے کہا تھا "جب تک فائبر تمہارے ساتھ رہے گا۔ خوش نصیبی تمہارے قدم چومتی رہے گی۔ تم دولت مند بنتے چلے جاؤ گے۔" اور واقعی تین برس کے عرصے میں اس کا کاروبار عروج پر پہنچ گیا تھا۔ وہ ہفتے میں پانچ چھ لاکھ ڈالرز کا منافع حاصل کرنے لگا تھا۔

وہ کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ جولی نے پوچھا "کہاں جارہے ہو؟"

وہ غصے سے بولا "تم مجھ سے بات نہ کرو۔ وہ تمہاری وجہ سے گم ہوگیا ہے۔ اگر وہ نہ ملا تو میں تمہیں گولی ماردوں گا۔"

وہ کار اسٹارٹ کرکے تیزی سے ڈرائیو کرکے جانے لگا۔ اسے تلاش کرنے کا ایک ہی راستہ رہ گیا تھا کہ وہ گھر سے فائبر کی تصویر لے کر آئے اور پولیس اسٹیشن میں اس کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرائے اور اس کی تصویر اخبارات میں شائع کرائے۔

پورس کے لیے مسئلہ تھا کہ وہ اسے کہاں تلاش کرے۔ جولی نے کہا "فائبر تنہائی پسند ہے۔ وہ میرے سسٹر اور بنجامن کے پاس کبھی زیادہ دیر نہیں بیٹھتا تھا۔ ہمارے پاس سے اٹھ کر کہیں باہر جایا کرتا تھا۔ فن فیئر گراؤنڈ یا کسی تفریح گاہ میں جانے سے کتراتا تھا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہاں لوگوں کی بھیڑ میں نہیں ہوگا۔ ایسی جگہ ہوگا' جہاں چہل پہل نسبتاً کم ہوگی۔ ہمیں ایسی ہی جگہ جانا چاہیے۔ وہ دونوں ٹیکسی میں بیٹھ کر گلی کوچوں کی طرف جانے لگے۔ پورس کے موبائل سے بزر کی آواز سنائی دی۔ اس نے اسے آن کرکے کان سے لگایا۔

دوسری طرف سے پارس نے پوچھا "تم کہاں ہو؟ میں ہوٹل میں انتظار کررہا ہوں۔ تمہیں اب تک یہاں پہنچ جانا چاہیے تھا۔"

"آج تم میرا انتظار نہ کرو۔ پتا نہیں میں کب تک مصروف رہوں گا۔"

"کیا تمہاری مصروفیت پریشان کن ہے؟"

"ہاں اچھی خاصی پریشانی ہے۔ میرا بیٹا یعنی تمہارا بھتیجا گم ہوگیا ہے۔ میں اسے تلاش کررہا ہوں۔"

"کیا بکواس کررہے ہو؟ تمہارا بیٹا اور میرا بھتیجا کہاں سے پیدا ہوگیا؟"

"پارس! جناب تبریزی جب بھی ہمیں کسی مہم پر بھیجتے ہیں تو پہلے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں ہمیں بھیجا جارہا ہے۔ اس بار بھی انہوں نے ہمیں نیویارک جانے کے لیے کہا۔ تو ہم سمجھ گئے تھے کہ ان کی اس ہدایت کے پیچھے کوئی بہت بڑا مقصد چھپا ہوا ہے۔"

"کیا یہاں آنے کا مقصد تمہاری سمجھ میں آگیا ہے۔"

"ہاں۔ تمہاری بھی سمجھ میں آجانا چاہیے۔ کیا تم میرے اس بیٹے کو بھول گئے ہو۔ جسے شیوانی نے جنم دیا تھا۔"

پارس نے حیرانی سے پوچھا "اوہ گاڈ! کیا تم اسی بیٹے کو تلاش کررہے ہو؟ کیا تمہیں اس کا سراغ مل رہا ہے؟"

"تم سراغ ملنے کی بات کررہے ہو۔ میں تو اپنے بیٹے سے مل چکا ہوں اور ملنے کے بعد بچھڑ بھی چکا ہوں۔ تقدیر جب اپنا چکر چلاتی ہے تو ہم گھن چکر بن جاتے ہیں۔ اب میں پریشان ہوں کہ اتنے بڑے شہر میں اسے کہاں تلاش کروں؟"

وہ پارس کو فائبر کے متعلق تفصیلات بتانے لگا۔ وہ جگہ بھی بتائی جہاں سے وہ گم ہوگیا تھا اور اس جگہ کے بارے میں بھی بتایا جہاں اسے تلاش کیا جارہا تھا۔ پارس نے کہا "ٹھیک ہے۔ میں بھی وہیں آس پاس کے علاقوں میں اسے تلاش کرنے آرہا ہوں۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ پورس اور جولی ایک جگہ ٹیکسی سے اتر کر دور دور تک دیکھنے لگے۔ اِکّا دُکّا افراد نظر آرہے تھے۔ کوئی بچہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ انہوں نے ٹیکسی کا کرایہ ادا کرکے اسے رخصت کردیا۔ جولی نے قریب آکر اس کی گردن میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا "اب اسے کہاں تلاش کرو گے؟ میرے ساتھ سسٹر کے گھر تک چلو۔ تم ان کے سامنے نہ آنا۔ میں اندر جاکر فائبر کی کچھ تصویریں لے آؤں گی۔"

"میں تم سے یہی کہنے والا تھا۔ اس کی صرف ایک ہی ایسی تصویر لے کر آؤ۔ جس میں اس کی آنکھیں صاف طور پر نظر آتی ہوں۔ اب اس کی آنکھیں ہی مجھے اس کے پاس پہنچا سکیں گی۔"

دونوں لیزا اور بنجامن کے بنگلے کے قریب پہنچے۔ پورس نے فون کے ذریعے اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کہا "فوراً میرے پاس آؤ۔"

وہ دوسرے ہی لمحے اس کے اندر آگیا۔ جولی بنگلے سے دور کار سے اتر کر جانا چاہتی تھی۔ پورس نے کہا "کیا تمہاری سسٹر فائبر کی تصویر تمہیں دے دے گی؟ وہ تو اعتراض کرے گی۔"

وہ بولی "وہ نہیں دیں گی تو میں زبردستی لے آؤں گی۔ تم انتظار کرو میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ بنگلے کی طرف پیدل جانے لگی۔ پارس نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے پوچھا "تم نے جولی کی آواز سنی؟"

"جی ہاں۔ کیا مجھے اس کے اندر جانا چاہیے؟"

"ہاں۔ اس کے اندر رہو۔ اس کی بہن کو تصویر دینے سے انکار نہ کرنے دو۔ کسی بحث و تکرار کے بغیر اسے تصویر لے آنے دو۔"

وہ جولی کے پاس چلا گیا۔ پورس انتظار کرنے لگا۔ فائبر کی تصویر حاصل کرنے کے بعد وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے پاس بلانا چاہتا تھا۔ وہ اس کے پاس آکر تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر فائبر کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا اور معلوم کر سکتا تھا کہ وہ کس علاقے میں بھٹک رہا ہے پھر وہ پورس کو اس کے پاس پہنچا سکتا تھا۔

○☆○

وہ تین برس کا تھا لیکن جسیم اور قد آور ہونے کے باعث پانچ برس کا دکھائی دیتا تھا۔ اگر وہ فٹ پاتھ پر پیدل چلتا رہتا تو زیادہ دور نہیں جا سکتا تھا۔ پورس، جولی اور بنجامن اسے دور تک تلاش کرتے ہوئے اس تک پہنچ جاتے لیکن وہ ایک گلی سے دوسری گلی پھر دوسری گلی سے ایک دوسری شاہراہ کے فٹ پاتھ پر پہنچ گیا تھا۔

وہاں ایک سیاہ رنگ کی وین کھڑی ہوئی تھی۔ اس کی چھت پر سامان رکھنے کا کیریئر بنا ہوا تھا۔ پیچھے ایک چھوٹی سی سیڑھی تھی۔ جس کے ذریعے چھت پر پہنچا جاتا تھا۔ وہ سیڑھی پر چڑھتا ہوا چھت کے کیریئر میں آکر بیٹھ گیا۔

کتنی ہی گاڑیاں اس وین کے قریب سے گزر رہی تھیں۔ اسٹیئرنگ سیٹ پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ چار افراد پلاسٹک کے بڑے بڑے تھیلے اٹھا کر لا رہے تھے اور اس وین کے اندر رکھتے جا رہے تھے۔ فائبر چھت پر لیٹا کسی کو نظر نہیں آرہا تھا۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ ایسا کیوں کر رہا تھا کیوں بنجامن کو چھوڑ کر چلا آیا ہے۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ آگے اسے کہاں جانا ہے۔

بس اس کے دماغ میں آپ ہی آپ یہ بات آئی تھی کہ کار کا دروازہ کھول کر باہر جانا ہے اور چلتے ہی رہنا ہے۔ وہ جو رومیو (پورس) نام کا شخص جولی آنٹی کے ساتھ آیا تھا۔ وہ بہت اچھا ہے۔ وہ مجھے اپنا بیٹا کہہ رہا تھا۔ میرا دل اس کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ میں اس کی طرف جا رہا ہوں۔ جب تک وہ نہیں ملے گا۔ میں اس کی طرف چلتا ہی رہوں گا۔ بعض اوقات وہ بے اختیار ایسی حرکتیں کرتا تھا کہ لیزا اور بنجامن پریشان ہو جاتے تھے پھر حیران بھی ہوتے تھے۔ وہ ایک بار آؤٹنگ کے لیے ساحل سمندر پر ایسی جگہ گئے تھے۔ جہاں اونچی نیچی ناہموار چٹانیں تھیں۔ فائبر نے ایک جگہ پہنچ کر لیزا سے کہا "ممی! یہاں رک جائیں میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ آگے بڑھا اور سر اٹھا کر ایک چٹان کی بلندی کو دیکھنے لگا۔ بنجامن نے پوچھا "وہاں کیا دیکھ رہے ہو؟"

اس نے کہا "ڈیڈی! وہاں کچھ ہے میں ابھی دیکھ کر آتا ہوں۔"

وہ دوڑتا ہوا اس چٹان پر چڑھنے لگا۔ لیزا نے پریشان ہو کر کہا "اس چٹان پر کیوں چڑھ رہے ہو! گر پڑو گے واپس آؤ۔ یہ تمہیں کیا ہو جاتا ہے؟ تم ایسی حرکتیں کیوں کرتے ہو؟"

وہ ایسی مہارت سے اوپر کی طرف چڑھتا جا رہا تھا۔ جیسے ماں کے پیٹ سے کوہ پیمائی سیکھ کر آیا ہو۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ اس کی ماں بھی کچھ ایسی ہی عجیب و غریب تھی۔

بلندی کے ایک حصے پر چڑھتے چڑھتے اس کا ایک پاؤں ذرا پھسل گیا۔ لیزا نے سہم کر اپنے بیٹے نائبر کو سینے سے لگا لیا۔ یہ تو مذہبی پیشوا نے بتا ہی دیا تھا کہ فائبر اپنا بیٹا نہیں ہے اپنا بیٹا صرف نائبر تھا۔

فائبر پاؤں پھسلنے سے پہلے ہی چٹان کے ایک حصے کو پکڑ کر سنبھل گیا تھا۔ لیزا اور بنجامن نے اطمینان کی سانس لی۔ وہ اپنا نہیں تھا لیکن اپنوں سے بڑھ کر تھا۔ ان کے لیے خوش نصیبی، کامرانی اور کامیابی لے کر آیا تھا۔ بنجامن نے چیخ کر اسے مخاطب کیا "فائبر! کیوں اپنی جان کے دشمن بن رہے ہو۔ نیچے آجاؤ؟"

وہ بہت اوپر پہنچ گیا تھا۔ اس چٹان کے پیچھے ایک اور چٹان تھی وہ اس کے پیچھے جا کر گم ہو گیا۔ وہ دونوں سر اٹھا کر تجسس بھری نظروں سے ادھر دیکھ رہے تھے۔ پتا نہیں وہ کہاں گم ہو گیا تھا اس چٹان کے پیچھے کیا کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دکھائی دیا۔ وہ چٹان کے پیچھے سے نکل آیا تھا۔ پلاسٹک کے ایک بہت بڑے تھیلے کو گھسیٹ کر لا رہا تھا پھر اس نے اس تھیلے کو بلندی سے لڑھکا دیا تھا۔ وہ وہاں سے لڑھکتا ہوا۔ چٹان کے نشیب و فراز سے ٹکراتا ہوا نیچے ان کے پاس آگیا۔ ان دونوں نے اسے سیدھا کر کے کھولا۔ وہ مضبوط رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ اسے کھول کر دیکھتے ہی دونوں کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اندر بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں بھری ہوئی تھیں۔ وہ خوشی کے مارے بھول گئے کہ فائبر کس طرح بلندی سے نیچے اتر رہا ہے۔ وہ حیران تھے کہ انتہائی بلندی پر چھپے ہوئے خزانے پر اس کی نظریں کیسے پہنچ گئی تھیں کیا وہ غیب کی باتیں جانتا ہے یا کبھی کبھی قدرتی طور پر اسے آگہی ملتی ہے۔

اس وقت بھی وہ وین کی چھت پر لیٹا ہوا تھا۔ چار افراد وہاں بھی پلاسٹک کے تھیلے اٹھا کر لا رہے تھے۔ وہ تھیلے بھرے ہوئے تھے۔ وہ انہیں وین کے اندر رکھ رہے تھے پھر وہ چاروں اس وین میں بیٹھ گئے۔ وہ گاڑی اسٹارٹ ہو کر وہاں سے جانے لگی۔

وہ چھت پر لیٹا ہوا تھا اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے چاروں طرف رات کی تاریکی بھی تھی اور بجلی کی روشنی بھی تھی۔ وہ گزرتے ہوئے مناظر دیکھ رہا تھا لیکن یہ نہیں سمجھ رہا تھا کہ کن علاقوں سے گزر رہا ہے۔ وہ پہلی بار تنہا کسی انجانی منزل کی طرف سفر کر رہا تھا۔

وہ وین کہیں کہیں رکتی رہی۔ اس میں سوار افراد کبھی آپس میں بحث کرتے کبھی فون پر کسی سے کہتے رہے کہ مقررہ راستے پر خطرہ ہے اس لیے وہ راستہ بدل کر آرہے ہیں۔

پھر وہ وین چل پڑتی تھی راستہ بدل جاتا تھا۔ وہ تقریباً تین گھنٹے تک راستے بدل بدل کر وین کو ڈرائیو کرتے رہے۔ آخر وہ ایک اوور ہیڈ برج کے نیچے آکر رک گئے۔ وہاں دور دور تک نیم تاریکی اور گہرا سناٹا تھا۔ سڑک کے دونوں طرف اونچی عمارتیں تھیں۔ ان عمارتوں میں بڑے بڑے دفاتر اور گودام تھے۔ جو اس وقت بند پڑے تھے۔

وہ چاروں وین کے دروازے سے باہر آکر چاروں طرف دیکھنے لگے۔ ایک نے موبائل فون کے ذریعے کسی کو مخاطب کیا "ہیلو مسٹر جے جے! ہم برج کے نیچے آگئے ہیں۔ تم کہاں ہو؟"

جے جے کی آواز سنائی دی "ہم یہیں ہیں۔ کیا تم صرف چار ہو؟"

"ہم پانچ ہیں۔ پانچواں اسٹیئرنگ سیٹ پر ہے۔"

"مال کہاں ہے؟"

"وین کے اندر ہے۔ کیا پوری رقم لائے ہو؟"

"ہاں مگر ہم پہلے مال دیکھیں گے پھر ادائیگی کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ یہاں تمہارے دو آدمی آکر مال چیک کر سکتے ہیں۔"

"تم سب خالی ہاتھ دکھائی دے رہے ہو۔ ہم کیسے یقین کریں کہ نہتے ہو؟"

"یقین نہ کرو۔ ہم نادان نہیں ہیں کہ خالی ہاتھ چلے آتے۔ ہتھیار ہمارے لباس کے اندر ہیں۔ دوستانہ ماحول میں لین دین ہوگا تو یہ لباس کے اندر ہی رہیں گے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر جے جے نے کہا "ٹھیک ہے۔ میں اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ آرہا ہوں۔"

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ چاروں وین کے دونوں طرف کے دروازوں کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ بہت دھیمی آواز میں ایک دوسرے سے بول رہے تھے۔ ایک نے کہا "جے جے بہت محتاط ہے۔ تم میں سے کوئی جلد بازی نہ کرے۔ جو کرنا ہے، وہ میں کروں گا۔"

دوسرے نے کہا "وہ لوگ آس پاس کی عمارتوں میں چھپے ہوں گے۔ انہوں نے ہمیں نشانے پر رکھا ہوگا۔ مسٹر فومی! تم جے جے کو احمق سمجھ رہے ہو۔"

تیسرے نے کہا "بے شک۔ وہ تر نوالہ نہیں ہے کہ حلق سے اتر جائے۔"

فومی نے کہا "تم سب مجھ پر بھروسا کر کے آئے ہو۔ بھروسا ختم ہو رہا ہے۔ موت نظر آرہی ہے تو واپس چلے جاؤ۔"

وہ سب خاموش ہو گئے۔ کوئی واپس نہیں گیا۔ فومی نے پھر فون پر مخاطب کیا "ہیلو مسٹر جے جے! کیا بات ہے؟ کیا تم مال چیک کرنے نہیں آؤ گے؟"

جے جے نے کہا "میں خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔ تم سب اپنے لباس کے اندر سے ہتھیار نکال کر دور پھینک دو۔ اس کے بعد میں آؤں گا۔"

"تم بہت شکی ہو جے جے! ہم دوستانہ ماحول چاہتے ہیں۔ تمہارے اطمینان کے لیے ہم اپنے ہتھیار پھینک دیں گے لیکن تمہیں بھی خالی ہاتھ آنا ہوگا۔ صرف تمہارا باڈی

گارڈ مسلح ہوگا اور کوئی مسلح شخص یہاں نہیں آئے گا۔"

"منظور ہے۔ اپنے ہتھیار پھینکو۔ ہم یہاں سے دیکھ رہے ہیں۔"

فومی نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ ان میں سے ایک نے کہا "تو مسٹر فومی! ہم ہتھیار نہیں پھینکیں گے۔"

دوسرے نے کہا "ہم جان بوجھ کر موت کو دعوت نہیں دیں گے۔"

تیسرے نے کہا "تم سمجھتے کیوں نہیں فومی! یہ ہمارا مال بھی لے جائیں گے۔ رقم بھی نہیں دیں گے اور ہمیں یہیں گولی مار دیں گے۔ جب وہ ہم پر بھروسا نہیں کر رہے ہیں تو ہمیں بھی ان پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔"

فومی نے فون پر کہا "مسٹر جے جے! میرے ساتھیوں کی باتیں سن رہے ہو۔ یہ تم پر تو کیا مجھ پر بھی بھروسا نہیں کر رہے ہیں لیکن میں صاف دل کا آدمی ہوں۔ یہ لوگ میرا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ تب بھی میں یہ مال تمہیں دے کر جاؤں گا۔ کیا تم میرے ساتھیوں کو واپس جانے دو گے؟ ان پر گولیاں تو نہیں چلاؤ گے؟"

"مجھے تمہاری صاف دلی متاثر کر رہی ہے۔ جو تمہارا ساتھ نہ دے اسے جانے کے لیے کہہ دو۔ وہ سلامتی سے جائیں گے۔"

فومی نے اپنے ساتھیوں سے کہا "آخری فیصلہ سناؤ۔ میرا ساتھ دو گے یا جاؤ گے؟"

ان تینوں نے چاروں طرف دیکھا پھر وہاں سے پلٹ کر واپسی کے راستے پر جانے لگے۔ ان کے قدموں کی آواز دور دور تک سنائی دیتی رہی پھر وہ تاریکی میں کہیں جا کر گم ہو گئے۔

فومی نے فون پر کہا "اب یہاں میں رہ گیا ہوں اور میرا ڈرائیور اور یہ دیکھو ہم دونوں ہتھیار پھینک رہے ہیں۔"

ان دونوں نے اپنے اپنے لباس کے اندر سے ہتھیار نکال کر دور پھینک دیے۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر قریبی عمارت کے ستون کے پیچھے سے ایک گن مین نکل کر ان کی طرف آنے لگا۔ وہ جے جے کا باڈی گارڈ تھا۔ فایبر وین کی چھت پر اوندھا لیٹا ہوا یہ تماشے دیکھ رہا تھا۔

اس باڈی گارڈ نے قریب آ کر پہلے فومی کی تلاشی سر سے پاؤں تک لی پھر ڈرائیور کی تلاشی لی۔ وین کے چاروں طرف گھوم کر اس کے اندر دیکھا۔ اس کے بعد فضا میں ہاتھ اٹھا کر لہرایا۔ اس کے ساتھ ہی آس پاس کی عمارتوں کی دیواروں اور ستونوں سے کلاشنکوف اور رائفلوں کی نالیں دکھائی دینے لگیں۔ ان سب کا رخ فومی اور اس کے ڈرائیور کی طرف تھا۔

فومی نے فون پر کہا "مسٹر جے جے! تم نے زبان دی تھی کہ یہاں صرف دو آدمی آئیں گے اور صرف تمہارا باڈی گارڈ مسلح ہوگا۔ میں نے تم پر اعتماد کیا ہے جے جے!"

"تمہارا اعتماد قائم رہے گا۔ میرے یہ تمام مسلح ماتحت تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اسی طرح دور رہیں گے۔ تمہارے پاس صرف دو آدمی آئیں گے۔ ایک باڈی گارڈ آ چکا ہے۔ دوسرا میں آ رہا ہوں۔"

ایک موٹا قد آور بھاری بھرکم شخص دکھائی دیا۔ وہ بڑے اطمینان سے چلتا ہوا فومی کے پاس آیا۔ اس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ اپنے آدمی سے کہو، مال دکھائے۔"

فومی نے کہا "اندر چلو۔ مال پچھلی سیٹوں کے درمیان رکھا ہوا ہے۔"

وہ دونوں اندر آئے۔ باڈی گارڈ نے فومی کو نشانے پر رکھا تھا۔ اس نے پلاسٹک کے ایک تھیلے کو کھولتے ہوئے کہا "ان تھیلوں میں جتنے بھی ہتھیار ہیں، خالی ہیں۔ بلٹس کے پیکٹ وہاں الگ رکھے ہوئے ہیں۔"

وہاں تین بڑے تھیلے رکھے ہوئے تھے۔ وہ انہیں کھول کر الٹا گیا۔ ان کے سامنے کلاشنکوف، شاٹ گن، پستول اور ریوالوروں کے ڈھیر لگ گئے۔ وہ سب جدید ساخت کے ہتھیار تھے۔ ابھی مارکیٹ میں اس کوالٹی کا مال نہیں آیا تھا۔

جے جے ایک ایک ہتھیار کو اٹھا کر دیکھ رہا تھا۔ وہ سب خالی تھے۔ اس نے کہا "بے شک، تم نے جیسا کہا تھا۔ ویسی ہی بہترین کوالٹی کا مال لائے ہو لیکن قیمت بہت زیادہ مانگ رہے ہو۔"

"قیمت مناسب ہے۔ تم بیس لاکھ ڈالرز ادا کرنے کا وعدہ کر چکے ہو۔"

"میں کبھی کبھی وعدے اور قسمیں بھول جایا کرتا ہوں۔ مال تو تم لے آئے ہو۔ اب یہ میرے قبضے میں ہے۔ مجھے بتاؤ کہ میں تمہیں بیس لاکھ کیوں خوامخواہ دے دوں؟"

"مسٹر جے جے! کیا تم مذاق کر رہے ہو یا سنجیدہ ہو؟"

جے جے نے مسکرا کر باڈی گارڈ کو دیکھا پھر سر ہلایا۔ باڈی گارڈ نے دوسرے ہی لمحے میں ڈرائیور کو گولی مار دی۔ فومی نے ہتھیاروں کے ڈھیر میں سے ایک ریوالور اٹھا کر کہا "جے جے! تم مار کھا گئے۔ تم نے اس ریوالور کو چیک نہیں کیا۔ یہ بھرا ہوا ہے۔"

اس نے ریوالور کی نال کو جے جے کے چہرے سے لگاتے ہوئے کہا "یقین نہ ہو تو اپنے باڈی گارڈ سے کہو۔ مجھے گولی مارے۔ اس کے ساتھ ہی میں بھی ٹریگر دباؤں گا۔"

باڈی گارڈ اپنے باس کے حکم کا منتظر تھا۔ جے جے نے پریشان ہو کر کہا "نہیں۔ گولی نہ چلانا۔ اپنی گن نیچی کرو۔"

اس نے گن جیسے ہی نیچی کی۔ فومی نے اسے گولی مار دی پھر کہا "ایک مہرہ میرا مارا گیا۔ ایک تمہارا بھی گیا۔ تم نے دیکھ لیا کہ یہ ریوالور موت کی زبان بولتا ہے۔"

وہ سہم کر بولا "میں ابھی بیس لاکھ ڈالرز ادا کروں گا۔"

"اب تو تمہارا باپ بھی ادا کرے گا۔ اپنے ماتحتوں کو فون پر کہو، میرے آدمی واپس آ رہے ہیں۔ اگر ایک بھی گولی چلی تو تم چل بسو گے۔ ان میں سے کوئی ایک ماتحت بیس لاکھ ڈالرز لے آئے۔"

وہ اپنے فون کے ذریعے ماتحتوں کو بتانے لگا کہ وہ فومی کے شکنجے میں آ گیا ہے اور جو احکامات وہ دے رہا ہے۔ ان پر سختی سے عمل کیا جائے۔ فومی نے فون پر اپنے ساتھیوں کو واپس بلایا۔ اس کے تینوں ساتھی دوڑتے ہوئے اس کے پاس آ گئے۔ فومی نے جے جے سے کہا "میں نے اپنے ساتھیوں کو تمہارے سامنے بزدل اور بے وفا ثابت کر کے تمہیں خوش فہمی میں مبتلا رکھا۔ مجھے افسوس ہے کہ اس بازی میں میرا ایک ڈرائیور مارا گیا۔ بہرحال بہت کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا ہی پڑتا ہے۔"

وہ بولتے بولتے چونک گیا۔ ان سب نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وین کی چھت پر آہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ فایبر چھت سے اتر رہا تھا۔ ایک شخص نے فوراً ہی وین سے باہر آ کر اس کی طرف گن کا رخ کیا پھر ایک بچے کو دیکھ کر حیرانی سے بولا "فومی! یہ تو ایک چھوٹا سا بچہ ہے۔ یہ ہماری گاڑی کی چھت پر کیا کر رہا تھا؟"

دوسرے ساتھی بھی وین سے باہر آ گئے۔ ایک نے پوچھا "اے! کون ہو تم؟"

فایبر نے سوال کرنے والے کو دیکھا۔ اس سے نظریں ملتے ہی وہ شخص ڈھیلا پڑ گیا۔ یوں لگا جیسے جسم میں جان نہیں رہی ہے اور وہ بے اختیار ان آنکھوں کی طرف کھنچا جا رہا ہے۔

یہ وہ وقت تھا، جب پورس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا فایبر کی تصویر دیکھ چکا تھا۔ اس تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر فایبر کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ وہ وین کی چھت پر لیٹا ہوا تھا۔ پرائی سوچ کی لہروں کے باعث بے چینی محسوس کر کے اٹھ بیٹھا تھا پھر چھت سے اتر کر نیچے آ گیا تھا۔

باخبری

لاشعور میں دبے ہوئے خوف،
احساسات اور محرکات کو بے نقاب
کرنے والی عجیب و غریب کتاب

قیمت 25 روپے
ڈاک خرچ 23 روپے۔

کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ
پیشگی منی آرڈر ارسال کریں

خط و کتابت کا پتہ
مکتبہ نفسیات
پوسٹ بکس 944 [illegible] 74200
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
کتابوں کی قیمتیں اور ڈاک خرچ موجودہ ہیں، ان میں کسی بھی وقت تبدیلی ہو سکتی ہے 1-8-2001

kitabiat@hotmail.com
kitabiat1970@yahoo.com

اس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے پورس سے کہا ”اس بچے کا دماغ کچھ عجیب سا ہے۔ کئی طرح کے خیالات گڈمڈ ہو رہے ہیں۔ کسی ایک خیال کو پڑھنا محال ہو رہا ہے۔“

پورس کو یاد آیا۔ شیوانی کا دماغ بھی ایسا ہی تھا۔ جب وہ ٹیلی پیتھی جانتا تھا اور شیوانی کے دماغ میں جایا کرتا تھا تو اس کے اندر بھی سوچ کی لہریں گڈمڈ ہوتی رہتی تھیں۔

فائبر کا دماغ اپنی ماں سے ایک ذرا مختلف تھا۔ جب اسے آگہی ملتی تھی تو وہ غیر معمولی عادتوں و صلاحیتوں کا حامل بن جاتا تھا۔ ورنہ ایک عام سے بچے کی طرح اس کا ذہن کام کرتا تھا۔ جب وہ وین کی چھت سے اتر کر نیچے آیا اور ایک شخص نے اس سے پوچھا ”اے! کون ہو تم؟“

اس وقت ٹیلی پیتھی جاننے والے نے پورس سے کہا ”سر! اب اس بچے کی سوچیں گڈمڈ نہیں ہو رہی ہیں۔ میں اس کے ذریعے ایک شخص کی آواز سن چکا ہوں۔“

پورس نے کہا ”فوراً اس شخص کے ذریعے معلوم کرو۔ میرا بیٹا کس علاقے میں کن لوگوں کے درمیان ہے؟“

وہ اس شخص کے دماغ میں آگیا۔ وہ شخص فائبر سے آنکھیں ملانے کے بعد ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ بے اختیار اس کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ دھپ سے زمین پر بیٹھ گیا تھا۔ اس کے ساتھی نے پوچھا ”تم زمین پر کیوں بیٹھ گئے ہو؟“

پھر اس نے فوی سے کہا ”فوی! یہ بچہ کچھ پراسرار سا ہے۔ یہ جواب نہیں دے رہا ہے۔ چپ چاپ جا رہا ہے۔“

فوی نے کہا ”اسے جانے نہ دو۔ معلوم کرو۔ یہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔“

وہ فائبر کو پکڑ کر واپس وین کے پاس لے آیا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا فوی اور اس کے ساتھیوں کے مختصر خیالات پڑھ کر معلوم کر رہا تھا کہ وہاں کیا کھیل ’کھیلا جا رہا ہے۔

جے جے کا ایک ماتحت ایک بریف کیس لے کر آیا۔ فوی کے مطالبے کے مطابق اس میں بیس لاکھ ڈالرز تھے۔ فوی نے فائبر سے پوچھا ”فوراً بتاؤ‘ تم کون ہو؟ اور تمہیں یہاں کس نے بھیجا ہے؟“

فائبر نے اسے گھور کر دیکھا۔ وہ ایک دم سے گھبرا کر بولا ”اس کی آنکھیں بڑی خطرناک ہیں۔ اسے میرے سامنے سے لے جا کر گولی مار دو۔“

اس کے ساتھی نے اچانک گھوم کر اپنے دونوں ساتھیوں پر فائر کیے۔ وہ جہنم میں پہنچ گئے۔ فوی نے غصے سے کہا ”کیا تم پاگل ہو گئے ہو؟ تم نے اپنے ساتھیوں کو کیوں ہلاک کیا ہے؟“

وہ بولا ”میں مجبور ہوں۔ اس بچے کی آنکھیں کہہ رہی ہیں کہ میں تمہیں بھی گولی مار دوں۔“

اس سے پہلے کہ وہ ٹریگر دباتا۔ فوی نے اسے گولی مار دی۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا فوی کے اندر آگیا۔ وہ بولا ”جے جے! کبھی کبھی مجھ جیسے بدنصیب جیتی ہوئی بازی ہار جاتے ہیں۔ اس بچے کی آنکھیں کہہ رہیں کہ مجھے خودکشی کرنا چاہیے۔“

اس نے ریوالور کی نال کو اپنی کنپٹی سے لگا کر کہا ”جے جے! میں اس ریوالور سے تمہیں ہلاک کرنے والا تھا لیکن ابھی جو گولی اس کے اندر سے نکلنے والی ہے۔ اس پر میرا نام لکھا ہے۔“

یہ کہتے ہی اس نے ٹریگر کو دبا دیا۔ بیٹھے بیٹھے لڑھک کر ہتھیاروں کے ڈھیر پر آگیا۔ ہتھیاروں کی صورت میں موت بیچنے والا خود موت کے منہ میں چلا گیا۔

جے جے حیرانی سے دیدے پھاڑ پھاڑ کر اپنے ایک ایک دشمن کو مرتے مارتے دیکھ رہا تھا۔ وہ فوراً ہی وین سے باہر آکر فائبر کے قدموں میں گر پڑا۔ بلند آواز سے کہنے لگا ”تم بچے نہیں ہو۔ تمہارے اندر کسی پہنچے ہوئے بزرگ کی روح سمائی ہوئی ہے۔ تم ہم انسانوں سے افضل اور برتر ہو۔ انسان نہیں‘ دیوتا ہو۔ کسی دیوتا کی اولاد ہو۔“

اس کے ماتحت دیواروں اور ستونوں کے پیچھے سے نکل کر اس کے قریب آرہے تھے۔ فائبر کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ ان سے کہنے لگا ”کیا تم لوگ یقین کرو گے۔ اس بچے نے تنہا میرے تمام دشمنوں کو ہلاک کیا ہے۔ اس نے میری جان بچائی ہے۔ مجھے یہ نئی زندگی دی ہے۔“

ایک نے ہتھیاروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ”باس! یہ مال فوراً یہاں سے لے جانا ہوگا۔ پانچ لاشیں پڑی ہیں۔ پولیس اچانک پہنچ سکتی ہے۔“

جے جے نے کہا ”یہ مال اپنی گاڑی میں رکھو اور یہ بیس لاکھ روپے میں اس بچے پر نچھاور کر کے تمہیں دے رہا ہوں۔ اسے آپس میں بانٹ لو۔“

وہ فائبر کا ہاتھ تھام کر پوچھنے لگا کہ وہ کون ہے؟ اس کا نام کیا ہے؟ اور وہ کہاں سے آیا ہے؟

ٹیلی پیتھی جاننے والے نے پورس کے پاس آکر کہا ”سر! آپ کا بیٹا چائنا ٹاؤن کے قریب کمرشل علاقے میں ہے۔ آپ ادھر چلیں۔ میں گائیڈ کروں گا۔“

اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام عبداللہ تھا۔ پورس نے اسے اپنے پاس بلا کر فائبر کی تصویر دکھائی تھی اور وہ تصویر کی آنکھوں کے ذریعے فائبر تک پہنچ گیا تھا۔ وہ فوی اور جے جے کے بارے میں بتا رہا تھا کہ وہ جدید اسلحہ خریدنے اور فروخت کرنے والے بین الاقوامی مجرم ہیں۔ فوی مارا گیا ہے۔ جے جے سمجھ رہا ہے کہ فائبر نے اس کے دشمنوں کو ہلاک کر کے اس کی جان بچائی ہے۔ لہٰذا وہ فائبر کا عقیدت مند بن کر اسے اپنے ساتھ لے جا رہا ہے۔

پورس نے کہا ”میرے بیٹے کو مجرموں کے سائے میں نہیں رہنا چاہیے۔ تم فائبر کے دماغ میں مستقل رہو۔“

وہ کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ جولی اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ عبداللہ پچھلی سیٹ پر تھا۔ جولی عقب نما آئینے میں عبداللہ کو حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ ایک جگہ بیٹھا ہوا آنکھیں بند کر لیتا تھا یا خلا میں تکتا رہتا تھا اور غیب کی باتیں بتاتا جا رہا تھا کہ فائبر کہاں ہے اور کن لوگوں میں ہے اور وہاں کیا کر رہا ہے؟

اس نے پورس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا ”کیا یہ غیب کی باتیں جانتا ہے؟“

”نہیں۔ یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلومات حاصل کر رہا ہے۔“

وہ حیرانی سے بولی ”یہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ یہ تو بڑا زبردست علم ہے۔“

پورس نے ایک گیراج کے پاس کار روک دی۔ وہاں عبداللہ اپنی کار رکھا کرتا تھا۔ اس نے کہا ”تمہیں ہم سے دور رہنا چاہیے۔“

عبداللہ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ پورس نے پوچھا ”کیا ہوا؟“

وہ بولا ”سر! آپ کے بیٹے کے دماغ میں پھر گڑبڑ ہو رہی ہے۔ مختلف خیالات اس طرح گڈمڈ ہو رہے ہیں کہ اس کی کوئی ایک سوچ پڑھی نہیں جا رہی ہے۔ پتا نہیں چل رہا ہے کہ اب وہ کیا بول رہا ہے اور کیا کر رہا ہے؟“

”خدانخواستہ وہ پھر کہیں گم نہ ہو جائے۔ اس کے دماغ میں موجود رہو۔ میں کمرشل ایریا کی طرف جا رہا ہوں۔“

عبداللہ کار سے اتر کر اپنی گاڑی کی طرف چلا گیا۔ پورس تیزی سے کار ڈرائیو کرتا ہوا اس سمت جانے لگا۔ جدھر عبداللہ نے راہنمائی کی تھی۔ جولی نے پوچھا ”تم نے اسے کیوں جانے دیا۔ وہ خیال خوانی کر رہا تھا‘ بہت اچھا لگ رہا تھا۔“

”ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کے ساتھ زیادہ دیر نہیں رہتے۔ اپنوں سے بھی چھپ کر رہتے ہیں۔ اگر کوئی دشمن ہم

ہپناٹزم کے عملی طریقے

ہپناٹزم کو سیکھنے کے آسان طریقے اور مشقیں

قیمت 30 روپے ڈاک خرچ 23 روپے

کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ پیشگی منی آرڈر ارسال کریں

خط و کتابت کا پتہ
مکتبہ نفسیات
[illegible] 74200
فون: [illegible] فیکس: [illegible]
کتابوں کی قیمتیں اور ڈاک خرچ جو درج ہیں ان میں کسی بھی وقت تبدیلی ہو سکتی ہے 1-8-2001

kitabiat@hotmail.com
kitabiat1970@yahoo.com

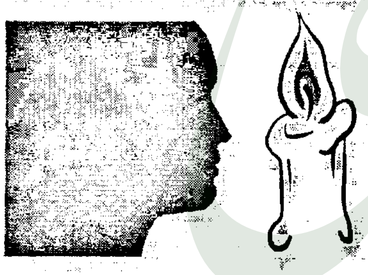

پر حملہ کرے گا تو وہ بھی اس حملے کی زد میں آئے گا اور چھپا رہے گا تو محفوظ رہ کر ہمارے دشمنوں سے نمٹتا رہے گا۔"

"عبداللہ کے پاس ایسا علم ہے کہ وہ تمہیں اپنا غلام بنا سکتا ہے لیکن وہ تمہیں سر کہتا ہے۔ تمہارا فرماں بردار ہے۔ تم نے اسے کس طرح اپنا غلام بنایا ہے؟"

"یہ ایک لمبی داستان ہے۔ میں سمندر کے کنارے ٹہل رہا تھا۔ ایک بڑی سی بوتل لہروں میں بہتی ہوئی میرے پاس آئی۔ میں نے اسے اٹھا کر دیکھا۔ اس کے اندر دھواں بھرا ہوا تھا۔ اس دھوئیں میں ایک جن نظر آرہا تھا۔ مجھ سے گڑگڑا کر کہہ رہا تھا کہ میں بوتل کھول کر اسے آزاد کردوں۔ میں نے بوتل کھولی تو اندر سے دھوئیں کے ساتھ وہ نکل آیا۔ وہ پہاڑ جیسا قد آور تھا۔ اس نے کہا 'آج سے وہ میرے ساتھ رہا کرے گا اور میرے ہر حکم کی تعمیل کرتا رہے گا۔ میں نے کہا یہ پہاڑ جیسا قد چھوڑ دو۔ میرے جیسا انسان بن جاؤ۔ تب ہی اس دنیا میں میرے ساتھ رہ سکو گے۔ وہ فوراً ہی عبداللہ کے روپ میں آگیا۔"

جولی نے بے یقینی سے پوچھا "کیا یہ عبداللہ حقیقتاً جن ہے! نہیں تم مذاق کررہے ہو۔"

"اس بار عبداللہ آئے گا تو اس سے پوچھ لینا۔ وہ تمہیں اپنی اصلیت بتائے گا۔"

دوسری طرف فائبر اب اس علاقے میں نہیں تھا۔ جے جے اسے ایک دوسرے علاقے میں لے آیا تھا۔ وہاں اس کا ایک خفیہ اڈا تھا۔ جہاں وہ جدید اسلحہ اور گولا بارود کا ذخیرہ رکھتا تھا اور بڑی رازداری سے وہ اسلحہ دہشت گردوں تک پہنچاتا تھا۔ وہ اڈہ اس کا ایک عیش کدہ بھی تھا اس وقت ایک لڑکی کو وہاں لا کر ایک کمرے میں قید کیا گیا تھا۔ جے جے نے یہ پروگرام بنایا تھا کہ کامیاب ہو کر لوٹے گا تو یہاں آکر شراب و شباب سے دل بہلائے گا۔

جب وہ فائبر کو ساتھ لے کر وہاں پہنچا تو اس کے ماتحت قومی سے حاصل کیا ہوا اسلحہ گودام میں رکھ رہے تھے۔ ان میں سے کچھ کھانے پینے اور ہنسنے بولنے میں مصروف تھے۔ ایک بند دروازے کے پیچھے سے لڑکی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ زور زور سے دروازہ پیٹ کر باہر آنے کی ضد کررہی تھی۔

فائبر نے اس دروازے کی طرف دیکھا۔ جے جے نے ہنستے ہوئے کہا "میرے ننھے دوست! یہ خوامخواہ چلّا رہی ہے۔ میں ابھی کمرے میں جا کر خاموش کردوں گا۔ تم میرے دوسرے کمرے میں جا کر اپنے پسند کے کھانوں کا آرڈر دو۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا پھر تمہیں باہر لے جا کر خوب سیر کراؤں گا۔"

وہ بند دروازے کی طرف جانے لگا۔ فائبر اسے گھور کر دیکھ رہا تھا۔ اس نے دروازہ کھولا تو لڑکی باہر نکل کر بھاگنا چاہتی تھی۔ جے جے نے اسے دبوچ لیا۔ فائبر نے کہا "اے! اس پر ظلم نہ کرو۔ اسے چھوڑ دو۔"

وہ بولا "میرے ننھے دوست! ایسی بات نہ کہو۔ مجھے ذرا موج مستی کرنے دو۔"

وہ بولا "تم بہت گندے ہو۔ یہ میری آنٹی جولی جیسی ہے۔ آنٹی! تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ خود کو چھڑانے کی کوششیں کرتے ہوئے بولی "تم میرا نام لے رہے ہو پھر میرا نام بھی پوچھ رہے ہو۔ میرا نام بھی جولی ہے مگر تم مجھے اپنی آنٹی جولی سمجھ کر بھی نہیں بچا سکو گے۔ تم تو ایک چھوٹے سے بچے ہو۔"

"میں تمہیں بچاؤں گا ضرور بچاؤں گا۔"

عبداللہ جے جے کے اندر رہ کر خاموش تماشائی بنا ہوا تھا۔ فائبر نے اس دوسری جولی کو بچانے کا عزم کیا تو اس نے جے جے کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے فوراً ہی اس لڑکی کو چھوڑ دیا۔ وہ دوڑتی ہوئی فائبر کے پاس آگئی باہر نہیں جا سکتی تھی۔ باہر جانے والے دروازے پر گن مین کھڑے ہوئے تھے۔ عبداللہ نے جے جے کے دماغ کو ڈھیل دی۔ اس نے تعجب سے سوچا "یہ لڑکی ابھی میرے چنگل میں تھی۔ یہ اس بچے کے پاس کیسے پہنچ گئی؟"

وہ سمجھ رہا تھا کہ یہ بچہ بہت پراسرار ہے۔ اس کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔ پیار و محبت سے اسے سمجھانا چاہیے۔ وہ خوشامدانہ انداز میں بولا "میرے ننھے دوست! میں پچھلے چھ ماہ سے اس لڑکی کو حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن کبھی مجھے فرصت نہیں ملتی تھی اور کبھی یہ ہاتھ نہیں آتی تھی۔ بڑے انتظار کے بعد آج یہ مجھے مل رہی ہے۔ میں اسے نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ صبح دس ہزار ڈالر دے کر اسے رخصت کروں گا یہ خوش ہو جائے گی۔"

وہ بولی "میں ایسی خوشی پر تھوکتی ہوں۔ میں رقم کی خاطر کسی کو اپنی عزت پر ہاتھ ڈالنے نہیں دوں گی۔ پلیز مجھے یہاں سے جانے دو۔"

فائبر نے کہا "یہ جانا چاہتی ہے اسے جانے دو۔"

جے جے نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا تم بتانا پسند کرو گے کہ تم کس قسم کا پراسرار علم جانتے ہو؟ یا تمہارے اندر کیسی غیبی طاقت چھپی ہوئی ہے؟"

"میں کوئی پراسرار علم نہیں جانتا۔ میرے اندر کوئی غیبی طاقت نہیں ہے۔ بس اتنا جانتا ہوں کہ جو سوچتا ہوں جو چاہتا ہوں وہ ہو جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں اپنی جولی آنٹی کو یہاں سے لے جاؤں اور میں لے جاؤں گا۔"

وہ سوچنے لگا "اگر کسی طرح اس بچے کو بے بس اور مجبور بنا دوں تو یہ کچھ نہیں کرسکے گا۔ خوامخواہ رنگ میں بھنگ ڈال رہا ہے۔"

اس نے اپنے ایک ماتحت کو قریب بلا کر اس کے کان میں کہا "اس لڑکے کی آنکھیں خطرناک ہیں۔ یہ آنکھیں ہی گڑبڑ کرتی ہیں تم فوراً ہی ایک بڑا سا تھیلا لے کر اس کے چہرے کو گردن تک چھپا دو پھر اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر رکھو۔"

وہ حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ جے جے فائبر کو دوست بنا کر رکھنا چاہتا تھا لیکن اس کی کمزوریاں بھی معلوم کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ آئندہ اس سے کام بھی لے سکے اور وقتِ ضرورت اپنا بچاؤ بھی کرسکے۔ وہ سوچتے سوچتے ایک دم سے چونک گیا۔ زوردار فائرنگ کی آواز سنائی دی تھی۔ اس کا ماتحت دوسرے کمرے میں تھیلا لینے گیا تھا۔ اس تھیلے میں فائبر کا چہرہ اور آنکھیں چھپانے والا تھا لیکن دوسرے کمرے میں پہنچ کر اس نے خودکشی کرلی تھی۔

جے جے نے سہم کر فائبر کو دیکھا۔ اس نے کہا "ہمیں باہر جانے دو۔"

جے جے کو اپنی موت نظر آرہی تھی۔ اس نے ماتحتوں سے کہا "دروازہ کھول دو۔ انہیں جانے دو۔"

ایسا کہتے ہی اس نے ایک گن مین کو اشاروں میں سمجھایا کہ وہ فائبر کو گولی مار دے۔ ماتحتوں نے دروازہ کھول دیا تھا۔ وہ لڑکی کے ساتھ باہر جارہا تھا۔ گن مین نے گن سیدھی کی پھر اچانک ہی اس کا رخ بدل کر اس کا ٹریگر دبایا۔ فائرنگ کی زوردار آواز کے ساتھ جے جے کی چیخ بلند ہوئی اس کی ایک ٹانگ میں گولی لگی تھی۔ وہ اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ فائبر نے دروازے سے پلٹ کر جے جے سے کہا "تم بہت خود غرض ہو۔ اپنی خود غرضی سے دوست کو دشمن بنا لیتے ہو۔ خوش نصیبی تمہارے پاس آئی تھی لیکن تم بہت ہی بدنصیب ہو۔"

وہ پلٹ کر اس لڑکی کے ساتھ چلتا ہوا اس خفیہ اڈے سے باہر آگیا۔ اس کے ساتھ ایک فٹ پاتھ پر چلتا ہوا وہاں سے دور جانے لگا۔ لڑکی حیران تھی۔ وہ بولی "تم نے جے جے سے کہا تھا کہ تم جو چاہتے ہو وہ ہو جاتا ہے۔ تم مجھے وہاں سے رہائی دلانا چاہتے تھے۔ تم واقعی رہائی دلا چکے ہو۔ پلیز تم مجھے بتاؤ۔ تم کون ہو اور کہاں رہتے ہو؟"

عبداللہ اس لڑکی کے اندر تھا۔ بار بار فائبر کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کررہا تھا۔ اس کے خیالات اس طرح گڈمڈ تھے۔ وہ کسی ایک خیال کو بھی پڑھ نہیں سکتا تھا اس کے اندر رہ کر یہ معلوم نہیں کرسکتا تھا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے اور آئندہ کہاں جانے والا ہے؟ فی الحال وہ لڑکی کے دماغ میں رہ کر فائبر کی نگرانی کرسکتا تھا۔

جب وہ بہت دور چلے گئے تو عبداللہ نے جے جے کے دماغ میں آکر دیکھا۔ وہ اپنے زخم کی مرہم پٹی کروا رہا تھا۔ وہ اس کے دوسرے ماتحت کے دماغ پر قبضہ جما کر اس بڑے کمرے میں اسے لے آیا۔ جہاں اسلحہ اور گولا بارود کا ذخیرہ تھا۔ اس نے وہاں آکر ایک ہینڈ گرینیڈ کو اٹھایا پھر اس کی ننھی سی چابی کو اپنے دانتوں میں دبا کر باہر کھینچ لیا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی ایک زبردست دھماکا ہوا۔

پہلے دھماکے کے ساتھ دوسرے' تیسرے زوردار دھماکے ہونے لگے گولا بارود کے ڈھیر کو آگ لگ گئی تھی۔ اس عمارت کے درو دیوار گر رہے تھے۔ شعلے باہر کی طرف لپک رہے تھے۔ آس پاس رہنے والے چیختے چلاتے باہر بھاگ رہے تھے۔ عبداللہ وہاں سے پورس کے پاس آگیا۔

پورس جولی کے ساتھ اس کمرشل ایریا میں پہنچ گیا تھا۔ جہاں قومی اور جے جے کا ٹکراؤ ہوا تھا۔ عبداللہ نے کہا "سر! جے جے آپ کے بیٹے کو یہاں سے بیس کلومیٹر دور اپنے ایک خفیہ اڈے میں لے گیا تھا۔ میں نے جے جے اور اس کے آدمیوں سمیت اس خفیہ اڈے کو تباہ کردیا ہے۔ فائبر صحیح سلامت ہے۔"

پورس نے پوچھا "فائبر کہاں ہے؟"

اس نے جواب دیا "وہ ایک لڑکی کے ساتھ ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ آپ کے صاحب زادے کا دماغ کچھ عجیب و غریب سا ہے۔ کبھی تو کئی خیالات گڈمڈ ہوتے رہتے ہیں اور کبھی ایک ہی سوچ سنائی دیتی ہے۔ جب ایک سوچ کر پڑھنے کا موقع ملتا ہے۔ تب صاحب زادے کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کررہے ہیں؟ فی الحال ان کے دماغ میں رہ کر کچھ معلوم نہیں کیا جا سکتا۔"

پورس نے پریشان ہو کر کہا "پھر تو وہ کہیں گم ہو جائے گا۔ تم اس لڑکی کے دماغ میں جاؤ اور اس کے ذریعے اس کی نگرانی کرتے رہو پھر یہاں آکر میری بھی راہنمائی کرتے رہو۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس لڑکی کے اندر آیا۔

وہاں ہونے والے دھماکے کے نتیجے میں دور دور تک بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔ دھماکے ایسے دل ہلا دینے والے تھے کہ وہ لڑکی بھی خوف زدہ ہو کر ایک طرف بھاگنے لگی۔ مرد، عورتیں، بچے اور بوڑھے سبھی بد حواس تھے۔ جس کا جدھر منہ اٹھ رہا تھا ادھر دوڑتے جا رہے تھے۔ لڑکی ان سے ٹکرا رہی تھی۔ گر رہی تھی۔ سنبھل رہی تھی اور اندھا دھند بھاگتی جا رہی تھی۔

وہ بہت دور جانے کے بعد ایک جگہ ٹھوکر کھا کر گر پڑی۔ وہیں زمین پر پڑی ہوئی بری طرح ہانپنے لگی۔ یہ اطمینان ہو گیا تھا کہ وہ خطرے سے بہت دور چلی آئی ہے۔ یہ اطمینان ہوتے ہی اسے فائبر کا خیال آیا۔ وہ چونک کر اپنے چاروں طرف دیکھنے لگی۔ وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی ادھر ادھر دوڑتے ہوئے اسے تلاش کرنے لگی۔ اسے آوازیں دینے لگی "میرے دوست! میرے بھائی! تم کہاں ہو؟"

عبداللہ اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ یہ دیکھ کر پریشان ہو رہا تھا کہ وہ فائبر سے بچھڑ گئی ہے۔ اسے تلاش کر رہی ہے۔ وہ اسے دور تک دوڑانے لگا۔ اس کی زبان سے پکارنے لگا "فائبر! فائبر! کہاں ہو فائبر؟ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ پلیز آجاؤ فائبر۔"

وہ بڑی دیر تک اس لڑکی کے ذریعے اسے ڈھونڈتا رہا۔ کبھی کبھی اس کے دماغ میں بھی جاتا رہا لیکن کچھ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کہاں ہے۔ اس نے سوچ کے ذریعے اسے آوازیں بھی دیں "فائبر! میں تمہارے دماغ کے اندر تمہیں پکار رہا ہوں۔ ان مختلف سوچ کی لہروں سے نجات حاصل کرو۔ کسی ایک سوچ پر ٹھہر جاؤ۔ میری باتیں سنو۔ تمہارے والد تمہیں تلاش کر رہے ہیں۔ پلیز جہاں ہو وہاں رک جاؤ۔ ایک بار میری باتیں سن لو۔"

وہ اسے مخاطب کرتے کرتے تھک گیا۔ پریشان ہو گیا پھر پارس کے پاس آ کر بولا "سر! مجھے افسوس ہے۔ آپ کے صاحب زادے پھر گم ہو گئے ہیں۔ میں احتیاطی تدابیر پر عمل کرتا رہا ہوں۔ کسی نہ کسی کے ذریعے صاحب زادے کی نگرانی کرتا رہا ہوں۔ مگر کیا کروں؟ وہ اپنے دماغ میں میری باتیں نہیں سن رہے ہیں۔ میری سوچ کی لہریں انہیں متاثر نہیں کر رہی ہیں۔ سو سوری سر!"

پورس نے ایک جھٹکے سے گاڑی روک دی۔ اسٹیئرنگ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "کیا مصیبت ہے؟ میرا بیٹا مجھے دوڑا رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے، میں اس کا بیٹا ہوں اور وہ میرا باپ ہے۔"

جولی نے ہنستے ہوئے کہا "بیٹے کو اپنا باپ کہہ رہے ہو۔ تھک گئے ہو۔ پریشان ہو گئے ہو۔ واپس چلو۔ یوں بھٹکنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ آدھی رات گزر چکی ہے۔ کیا باقی آدھی رات بھی جاگ کر گزارو گے؟"

وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھانے لگا۔ آگے کسی ہوٹل میں ہی رات گزارنی تھی۔

○☆○

میری پریشانیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ پہلے کبریا گم ہوا تھا پھر وہ مل گیا۔ اس کے بعد سونیا کہیں گم ہو گئی۔ ہم باپ، بیٹے اور بیٹی سب ہی اسے تلاش کر رہے تھے۔ ایسے وقت اطلاع ملی کہ پورس کا گمشدہ بیٹا مل گیا تھا۔ ملنے کے بعد پھر بچھڑ گیا ہے۔ اب اس کے لیے بھی دل تڑپ رہا تھا کہ میرا وہ پوتا نہ جانے کہاں بھٹک رہا ہوگا اور کس حال میں ہوگا؟

میں نے پورس سے رابطہ کیا۔ اس نے فائبر سے ملنے اور بچھڑنے کی تمام روداد سنائی۔ میں نے کہا "ہم سب اسے تلاش کریں گے۔ انشاءاللہ وہ ہمیں ضرور ملے گا۔"

اس نے کہا "پاپا! یہ فائبر عجیب سا نام ہے۔ اسے تبدیل کرنا چاہیے۔"

"بے شک۔ یہ یہودیوں کا دیا ہوا نام ہے۔ اسے عدنان کے نام سے پکارو۔ عدنان علی تیمور۔"

"آپ کو مما کی باتیں یاد ہیں۔ جب شیوانی اسے جنم دینے والی تھی۔ تب مما نے کہا تھا کہ وہ اپنے پوتے کو عدنان کے نام سے پکاریں گی۔ یہ نام مجھے بھی پسند ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے، تمہاری مما اب نیویارک میں نہیں ہیں۔ بھٹکتی ہوئی کسی دوسرے شہر کی طرف چلی گئی ہیں۔ اس الجھی ہوئی ڈور کا کوئی ایسا سرا نہیں مل رہا ہے، جسے تھام کر میں اس کے پاس کہیں پہنچ سکوں۔"

"مما اتنی خوبیوں اور صلاحیتوں کی حامل ہیں کہ بدنام زمانہ مجرم ان سے فائدہ اٹھانے کے لیے انہیں قیدی بنا کر رکھ سکتے ہیں۔ آپ بڑے بڑے مجرموں کے خیالات پڑھیں۔ شاید ان کے ذریعے آپ مما تک پہنچ سکیں۔"

"میں یہی کرنے والا ہوں۔ تم میرے پوتے کو تلاش کرو۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میں، اعلیٰ بی بی، فرمان اور کبریا انڈیا کے مختلف شہروں میں تھے۔ ایک دوسرے سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رکھتے تھے اور دن رات سونیا کی تلاش میں مصروف رہتے تھے۔

اعلیٰ بی بی اور فرمان نے یہ طے کیا تھا کہ دنیا میں جتنے مشہور و معروف جادوگر ہیں، ان کے نام اور پتے معلوم کرتے رہیں گے۔ اگر ان کے دماغوں میں نہ پہنچ پائے تو ان کے آلہ کاروں کے ذریعے انہیں ٹریپ کریں گے۔ میں اور کبریا بھی کالے جادو کی دلدل میں دھنسنے کے بعد نکل آئے تھے۔ سونیا کے ساتھ بھی ایسا کچھ ہو سکتا تھا۔

کبریا اور الپا نے طے کیا تھا کہ وہ دنیا کے تمام مشہور و معروف ہپناٹائز کرنے والوں کے نام اور پتے معلوم کریں گے۔ تنویمی عمل کے سلسلے میں غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے اکثر عامل جرائم کے ذریعے دولت کماتے ہیں۔ ایسے عامل بھی سونیا کو ٹریپ کر سکتے تھے۔

میں نے سوچا، جب سونیا میری تلاش میں شمالی امریکا پہنچی تو اس سے پہلے دشمنی کرنے والا ڈاکٹر بوکا بوکا تھا۔ وہ انسانی آنکھیں، دل اور گردے غیر قانونی اور غیر انسانی طریقوں سے حاصل کرتا تھا اور ضرورت مندوں کو منہ مانگی قیمت پر فروخت کرتا تھا۔ امریکا کے شمال سے لے کر جنوب تک اس کا یہ کاروبار پھیلا ہوا تھا۔ سونیا نے اس کے دو خفیہ آپریشن تھیٹرز تباہ کیے تھے۔ اسے کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچایا تھا۔

میں نے ڈاکٹر بوکا بوکا کے چور خیالات پڑھے تھے۔ وہ سونیا سے بری طرح خوف زدہ تھا۔ اس سے معافیاں مانگ چکا تھا اور یہ قسم کھائی تھی کہ کبھی اس سے دشمنی مول لینے کی حماقت نہیں کرے گا۔

غیر قانونی طور پر انسانی اعضا کو فروخت کرنے کا دھندا ایسا تھا کہ عالمی سطح کے بدنام ترین مجرموں سے اس کی دوستی رہتی تھی۔ میں اس کے ذریعے غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے مجرموں تک پہنچ سکتا تھا۔

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ یوگا کا ماہر تھا۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا تھا لیکن اس وقت اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ وہ ایک جگہ سوکھی گھاس کے بستر پر پڑا تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ میں نے پوچھا ہیلو ڈاکٹر بوکا بوکا! یہ تم کہاں پڑے ہوئے ہو؟"

وہ چونک کر بیٹھتے ہوئے بولا "آپ۔۔۔؟ میں آپ کے لہجے سے پہچان رہا ہوں۔ آپ فرہاد علی تیمور ہیں۔"

"ہاں۔ میں فرہاد ہوں۔ تم اپنا دکھڑا سناؤ۔"

"آہ! کیا سناؤں! چند منظم مجرموں نے مجھے اغوا کیا ہے۔ انہوں نے دھمکی دی ہے کہ میرے بیٹے یا بیوی نے تاوان کی رقم ادا نہ کی تو پہلے وہ میرا ایک گردہ نکالیں گے۔ اس کے بعد بھی رقم نہ ملی تو میری آنکھیں نکالی جائیں گی۔ آخر میں دل نکالا جائے گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "اسے مکافات عمل کہتے ہیں۔ تمہارے کارندے معصوم اور بے گناہ لوگوں کو ٹریپ کر کے ان کی آنکھیں، دل اور گردے نکال کر فروخت کرتے ہیں۔ اب تمہارے ساتھ یہی ہونے والا ہے۔"

وہ گڑگڑا کر بولا "فرہاد صاحب! آپ کو خدا نے میرے پاس بھیجا ہے۔ فار گاڈ سیک مجھے ان ظالموں سے نجات دلائیں۔"

"اتنی جلدی کیوں گھبرا گئے۔ ذرا یہ تجربہ بھی کرو کہ اپنے جسم کے اہم عضو سے محروم ہونے کے بعد بے چارے بے گناہ افراد پر کیا گزرتی رہی ہوگی۔ تم بہت بڑے قسائی تھے۔ کوئی تم سے بھی بڑا قسائی ٹکرا گیا ہے۔"

"آپ ساری زندگی میرا مذاق اڑاتے رہیں۔ مجھے جوتے مارتے رہیں لیکن ابھی میرے کام آجائیں۔ میں آپ کو میڈم سونیا کی قسم دیتا ہوں۔ مجھے یہاں سے رہائی دلائیں۔"

"تمہیں پتا ہے، سونیا کو اغوا کیا گیا تھا۔ اب وہ اغوا کرنے والے کی قید میں بھی نہیں ہے۔ پتا نہیں کہاں چلی گئی ہے۔ اس کی سوچ، اس کا لہجہ بدل گیا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ میں یہ سوچ کر آیا ہوں کہ شاید تمہارے ذریعے اس کا کوئی سراغ مل سکے گا۔"

وہ جلدی سے بولا "آپ مجھے یہاں سے رہائی دلائیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں، ان کا سراغ ضرور لگاؤں گا۔"

"تم اسے کس طرح تلاش کرو گے؟"

"دنیا کے بدترین مجرموں سے میرے تعلقات ہیں۔ میں آپ کو ان کے دماغوں میں پہنچاؤں گا۔ آپ ان کے اندر جا کر بہت سی اہم معلومات حاصل کر سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارے کام آؤں گا۔ تم خاموش رہو۔ میں تمہارے خیالات پڑھ رہا ہوں۔"

میں اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اسے کن لوگوں نے اغوا کیا ہے۔ ان کی باتوں سے پتا چلتا تھا وہ کسی منظم گروہ کے افراد ہیں۔ وہ اسے خوب شراب پلا کر مدہوش کرنے کے بعد کسی نامعلوم علاقے میں لے آئے تھے۔ انہوں نے اس کے جوان بیٹے آرنلڈ بوکا سے فون پر رابطہ کیا تھا۔ اس سے کہا تھا کہ وہ ایک کروڑ ڈالرز ادا کر کے اپنے باپ کو حاصل کر سکتا ہے۔ رقم کی عدم ادائیگی کی

صورت میں اسے باپ کی لاش ملے گی۔ اس لاش کی آنکھیں، دل اور گردے نہیں ہوں گے۔

مجھے اس کی زندگی اور موت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ اب تک جیسے گھناؤنے جرم کرتا آیا تھا، اس کی سزا یہی ہوسکتی تھی کہ اس کے جسم کے سب ہی اہم اعضا نکال کر اسے تڑپا تڑپا کر مار ڈالا جائے۔ میں اس کے دماغ سے تمام بدترین مجرموں کے نام پتے اور فون نمبرز معلوم کرسکتا تھا۔ اس کا احسان لینے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کے باوجود میں اسے رہائی دلا کر یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ عملی طور پر سونیا کو تلاش کرنے کے لیے اور کیسے ہتھکنڈے آزما سکتا ہے۔ محض سونیا کی خاطر میں اس کے معاملات سے دلچسپی لینے پر آمادہ ہوگیا۔

نامعلوم افراد نے اسے پچھلی رات اغوا کیا تھا۔ دوسری صبح فون پر اس کے بیٹے آر نلڈ بوکا سے رابطہ کیا تھا۔ آر نلڈ نے کہا تھا۔ تاوان کی رقم بہت زیادہ ہے۔ پہلے رقم کم کی جائے پھر بات آگے بڑھے گی۔"

میں نے کہا "بوکا بوکا! تم دنیا کے دولت مند مجرموں میں سے ایک ہو۔ ایک کروڑ ڈالرز تمہارے لیے اہمیت نہیں رکھتے پھر تمہارا بیٹا سودے بازی کیوں کررہا ہے؟"

"وہ نالائق ہے۔ پتا نہیں کیوں ایسا کررہا ہے۔ آپ اس کے اندر جاکر فوراً معاملات طے کرادیں۔"

میں نے اس کے بیٹے آر نلڈ بوکا کی آواز نہیں سنی تھی۔ اس نے چند ٹیلی فون نمبرز بتائے۔ میں نے ایک نمبر پر رابطہ کیا تو اس کی آواز سنائی دی "ہیلو۔ میں آر نلڈ بوکا بول رہا ہوں۔"

میں نے کہا "تمہارا باپ نامعلوم افراد کی قید میں ہے۔ تم اسے رہائی دلانے میں دیر کیوں کررہے ہو؟"

اس نے پوچھا "تم کون ہو؟ اغوا کے معاملے سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"میں تمہارے باپ کا ہمدرد ہوں۔ جلد از جلد اس کی رہائی چاہتا ہوں۔"

"اس کی رہائی چاہتے ہو تو تم ہی تاوان کی رقم ادا کردو۔"

میں نے فون بند کردیا۔ اس کے دماغ میں گھس کر خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ آر نلڈ کی ایک محبوبہ ہے۔ وہ اسے دل و جان سے چاہتا ہے لیکن اس کی ماں اور اس کا باپ ڈاکٹر بوکا بوکا اس لڑکی کو پسند نہیں کرتے تھے۔ آر نلڈ نے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ اسے پسند کریں یا نہ کریں، وہ اس سے شادی کرنے والا ہے۔

شادی سے پہلے ہی ڈاکٹر بوکا بوکا نے اس لڑکی کو اغوا کرایا پھر اسے آپریشن تھیٹر پہنچا کر اس کا ایک گردہ نکلوا دیا۔ جب وہ گھر واپس آئی تو آر نلڈ کو معلوم ہوا کہ اس کے باپ کے حکم پر اس کی محبوبہ کا ایک گردہ چرالیا گیا ہے۔ یہ باپ کی طرف سے بیٹے کے لیے ایک چیلنج تھا۔

اس نے بوکا بوکا کے پاس آکر پوچھا "آپ نے ایسی دشمنی کیوں کی؟ آپ سمجھتے ہیں کہ ایسا کرنے سے میں اس کی محبت سے باز آجاؤں گا۔"

"باز نہیں آؤ گے تو پھر اس لڑکی کا دوسرا گردہ بھی نکال لیا جائے گا۔"

اس نے بے بسی سے کہا "ڈیڈ! میں آپ کا ایک ہی بیٹا ہوں۔ پلیز یہ ظلم نہ کریں۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔"

"میں اسی لیے ایسا کررہا ہوں کہ تم میرے اکلوتے بیٹے ہو۔ میرے بعد تم ہی اتنا پھیلا ہوا کاروبار سنبھالو گے اور اس کے لیے لازمی ہے کہ تم میرے احکامات کے پابند رہو۔"

وہ باپ کا کاروبار سنبھال رہا تھا لیکن کاروباری معاملات میں اسے مکمل اختیارات حاصل نہیں تھے۔ وہ ابھی باپ کا محتاج تھا۔ اس نے اپنی محبوبہ کے پاس آکر کہا "میں فی الحال بہت مجبور ہوں۔ ہمیں کچھ عرصے کے لیے ایک دوسرے سے دور رہنا ہوگا۔ میں اپنے باپ کو رفتہ رفتہ راضی کروں گا یا پھر اس کی موت کا انتظار کروں گا۔"

بیٹا اسے رفتہ رفتہ راضی نہ کرسکا۔ اس کی موت کا انتظار کرتا رہا۔ اسے موت بھی نہیں آرہی تھی پھر اچانک تیسری بات ہوگئی۔ نامعلوم افراد نے اسے اغوا کرلیا۔ اس کی رہائی کے لیے تاوان طلب کرنے لگے۔ اس کی ماں نے کہا "فوراً بینک سے رقم نکالو اور وہ جہاں کہتے ہیں، وہاں یہ رقم پہنچادو۔"

اس نے ماں سے کہا "میں جلد بازی میں ایک کروڑ ادا نہیں کروں گا۔ وہ لوگ مجبور ہوکر پچاس لاکھ ڈالرز لے کر ڈیڈی کو رہا کردیں گے۔"

جب دوسری بار فون کے ذریعے مطالبہ کیا گیا تو آر نلڈ نے کہا "تم لوگ میرے باپ کو رہا کرنا چاہتے ہو لیکن میں ایسا نہیں چاہتا میری مرضی کے مطابق رہائی ہوگی تو میں تمہاری مطلوبہ رقم سے بھی زیادہ تمہیں دوں گا۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں۔ میرے باپ کا ایک گردہ نکالو اور اس کے عوض پچاس لاکھ ڈالرز حاصل کرلو۔ اسے اچھی طرح کھلاتے پلاتے رہو پھر اس کی دونوں آنکھیں نکالو اور مجھ سے ایک کروڑ ڈالرز وصول کرو۔"

"ہم ایک کروڑ چاہتے تھے اور تم ڈیڑھ کروڑ ڈالرز دے رہے ہو۔ ہمیں بھلا کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟ تم جیسا چاہو گے ویسا ہی ہوگا لیکن پچاس لاکھ ڈالرز پہلے ادا کرو۔"

"میں ابھی ادا کروں گا۔ جہاں کہو وہاں رقم پہنچا دوں گا۔"

میں آر نلڈ بوکا کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اس وقت تک وہ اغوا کرنے والوں کو پچاس لاکھ ڈالرز ادا کرچکا تھا۔ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ دوسری صبح تک ڈاکٹر بوکا بوکا کا ایک گردہ نکال لیا جائے گا۔ میں ڈاکٹر کے دماغ سے ـــ تمام بدترین مجرموں کے نام پتے اور فون نمبرز معلوم کرکے ایک ڈائری میں نوٹ کرنے لگا۔ اس کی زندگی کا کوئی بھروسا نہیں تھا۔ باپ بیٹے کے درمیان جنگ ہورہی تھی بیٹے کا پلڑا بھاری تھا۔ وہ باپ کو ایک گردے اور دونوں آنکھوں سے محروم کرکے اپنا محکوم بنا کر زندہ رکھنا چاہتا تھا۔

میں چاہتا تو بازی پلٹ سکتا تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے بڑی آسانی سے رہائی دلا سکتا تھا لیکن وہ ہمدردی کا مستحق نہیں تھا۔ اس نے صرف اپنے بیٹے کی محبوبہ پر ظلم نہیں کیا تھا اور پتا نہیں کتنے مردوں اور عورتوں پر تشدد کراتا رہا تھا۔ ان کے اہم اعضا سے انہیں محروم کرتا رہا تھا۔

جب اسے آپریشن تھیٹر میں لے جایا جارہا تھا تو میں اس کے ذریعے ڈاکٹرز اور دوسرے افراد کی باتیں سن رہا تھا۔ مجھے ان اہم افراد تک پہنچنا تھا جنہوں نے اسے اغوا کیا تھا۔ وہ یقیناً خطرناک مجرموں کا گروہ تھا۔ میں ان کے ذریعے بھی سونیا تک پہنچ سکتا تھا لیکن وہاں آپریشن تھیٹر میں اس گروہ کا کوئی اہم فرد نہیں تھا۔

دوسری صبح اس گروہ کے ایک فرد نے آر نلڈ سے رابطہ کیا۔ میں اس کے اندر موجود تھا اور اس اجنبی کی آواز سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "مسٹر آر نلڈ بوکا! تمہارا پہلا کام ہوچکا ہے۔ تمہارا باپ ایک گردے سے محروم ہوچکا ہے۔ ہم اسے خوب کھلاتے پلاتے رہیں گے اس کی صحت کا خیال رکھیں گے جب وہ آپریشن کے قابل ہوگا تو اس کی دونوں آنکھیں نکال لی جائیں گی۔"

میں اس اجنبی کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا اس کا تعلق ایک بین الاقوامی خفیہ تنظیم سے ہے۔ اس تنظیم کا نام تھا۔ دی ٹیرر سپلائرز۔ دنیا میں جتنی دہشت گرد تنظیمیں ہیں۔ انہیں ہمیشہ جدید ہتھیاروں کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ دی ٹیرر سپلائرز دنیا کے تمام دہشت گردوں کو مناسب قیمت پر جدید اسلحہ سپلائی کرتے رہتے ہیں۔

اس خفیہ تنظیم کو اسلحے کی بلیک مارکیٹ سے آئے دن ہتھیار خریدنے پڑتے ہیں انہیں اتنے ہتھیار خریدنے کے لیے کروڑوں ڈالرز کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اتنی بڑی بڑی رقومات حاصل کرنے کے لیے یہ تنظیم طرح طرح کی وارداتیں کرتی رہتی ہے۔ ان میں اغوا کی واردات ایسی ہے جس کے ذریعے بڑی بڑی رقمیں حاصل ہوجاتی ہیں۔ ان کا طریقہ کار یہی ہوتا ہے کہ یہ دنیا کے بے انتہا دولت مندوں کو اغوا کرتے ہیں پھر بھاری تاوان حاصل کرنے کے بعد انہیں رہا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر بوکا بوکا بھی بے انتہا دولت مند تھا۔ اسی لیے اسے اغوا کیا گیا تھا۔

دی ٹیرر سپلائرز کے تین بڑے سربراہ تھے۔ ایک سربراہ کا نام سینڈی گرے تھا۔ وہ امریکا کے کسی شہر میں تھا۔ میں جس کے دماغ سے یہ معلومات حاصل کررہا تھا۔ وہ سینڈی گرے کا خاص کارندہ تھا۔

دوسرے سربراہ کا تعلق یورپ سے تھا۔ اس کا نام جیک کیلر تھا۔ وہ یورپ کی انڈر گراؤنڈ مارکیٹ سے جدید خطرناک ہتھیار خرید کر مختلف ممالک کی دہشت گرد تنظیموں کو منہ مانگی قیمت پر سپلائی کرتا تھا۔

تیسرے سربراہ کا نام مہادہالی تھا۔ وہ دنیا کے تمام ممالک کے دہشت گردوں تک ہتھیار پہنچایا کرتا تھا۔ اسلحہ فروخت کرنے کا یہ دھندا پوری دنیا میں پھیلا ہوا تھا۔ وہ تینوں سربراہ ہر روز لاکھوں ڈالرز کا منافع حاصل کرتے رہتے ہیں۔ اپنے معاملات میں بہت مضبوط تھے۔ بڑے وسیع ذرائع کے مالک تھے۔ ہر ملک میں اپنی ذاتی فوج رکھتے تھے۔ میرے آلہ کار کے خیالات نے بتایا کہ وہ غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ اس لیے کبھی قانون کی گرفت میں نہیں آتے۔ وہ دور ہی سے دشمنوں کو پہچان لیتے ہیں۔ آنے والی مصیبتوں سے پہلے ہی نجات حاصل کرلیتے ہیں۔

یہ حیرانی اور تشویش کی بات تھی کہ وہ غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ میں نے اس کے اندر سوال پیدا کیا۔ وہ تینوں کیسی کیسی صلاحیتوں سے کام لیتے ہیں؟"

اس کی سوچ نے جواب دیا "وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں۔ میں ان سے ہزاروں کلومیٹر دور رہتا ہوں۔ تب بھی انہیں پتا چل جاتا ہے کہ میں کیا کررہا ہوں، کن لوگوں سے مل رہا ہوں، اور کس طرح ان سے معاملات طے کررہا

ہوں؟"

میں نے اس کے اندر خیال پیدا کیا "پھر تو یہ ٹیلی پیتھی کا علم ہے۔ وہ دماغ کے اندر آکر تمام ڈھکے چھپے خیالات پڑھ لیتے ہوں گے۔"

اس نے سوچا "ہاں شاید یہی بات ہے۔ ویسے میں ٹیلی پیتھی کو ایک خیالی علم سمجھتا ہوں۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی دوسرے پراسرار علم کے ذریعے خفیہ باتیں معلوم کر لیتے ہوں۔"

میں سوچنے لگا۔ اگر وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں تو پھر وہ کون ہیں۔ کیا ٹیلی پیتھی جاننے والے آٹھ امریکیوں میں سے ہیں؟ ان آٹھوں میں سے فری مین، ڈبلیو رائٹ اور بولی برٹن ختم ہو چکے تھے۔ اب پانچ رہ گئے تھے۔ وہ دنیا کے مختلف حصوں میں چلے گئے تھے۔ ان میں سے تین ایسے ہوں گے، جو متحد ہو کر دی ٹیرر سپلائرز کے نام سے ساری دنیا کے دہشت گردوں کو ہتھیار سپلائی کر رہے ہوں گے۔

زاؤ کوم کوبرا کی طرف بھی دھیان گیا۔ وہ ایک طویل عرصے سے خاموش تھا۔ کسی طرح کی سرگرمی کا مظاہرہ نہیں کر رہا تھا۔ ہو سکتا ہے، وہ نام اور حلیہ بدل کر دی ٹیرر سپلائرز تنظیم کا ایک سربراہ بن گیا ہو۔

میں نے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو مجھے اس کا دماغ نہیں ملا۔ اس کی دو وجوہات ہو سکتی تھیں یا تو وہ مر چکا تھا یا پھر اپنی آواز اور لہجے کو تبدیل کر چکا تھا۔ اس کی بیوی کا نام ایبنجی تھا۔ اس سے حقیقت معلوم کی جا سکتی تھی میں نے الپا کو بلایا۔ وہ بولی "یس پاپا؟"

میں نے پوچھا "تم کوبرا کی وائف ایبنجی کے اندر جاتی ہو؟"

"یس پاپا! کیا ایبنجی سے کوئی کام ہے؟"

"ہاں۔ کوبرا کی سوچ کی لہریں نہیں مل رہی ہیں۔ معلوم کرو، وہ زندہ ہے، یا مر چکا ہے؟"

الپا نے ایبنجی کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا، وہ ایک بیٹے کی ماں بن گئی ہے۔ کوبرا بہت خوش ہے۔ وہ ایبنجی کو بہت چاہتا تھا۔ اس نے کوبرا کو بیٹے کی قسم دی تھی اور کہا تھا۔ وہ آئندہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کبھی دشمنی نہیں کرے گا۔

وہ دیکھتی آرہی تھی کہ میں اپنے تمام دشمنوں کو نیست و نابود کرتا جا رہا ہوں۔ انہیں راسپوٹین کی موت کی بھی خبر مل چکی تھی۔ وہ سہمی ہوئی رہتی تھی کہ کسی دن کوبرا بھی مارا جائے گا۔

کوبرا نے ایبنجی کے سامنے بیٹے کی قسم کھائی اور وعدہ کیا تھا کہ آئندہ ایسی خیال خوانی نہیں کرے گا جس کے نتیجے میں مجھ سے یا کسی سے بھی دشمنی پیدا ہو۔ اس نے پھر سے یوگا کی مشقیں شروع کی تھیں اور ان مشقوں کے دوران میں اپنی آواز اور لہجہ تبدیل کرتا رہا تھا۔ وہ ایبنجی سے دور رہا کرتا تھا۔ کبھی کبھی اچانک ہی چھپ کر اس سے ملنے آتا تھا۔ اسے یہ سمجھایا تھا کہ وہ دشمنوں سے محفوظ رہنے اور آئندہ خیال خوانی نہ کرنے کے لیے اپنی آواز اور لہجہ بدل چکا ہے۔

چور چوری سے جاتا ہے، ہیرا پھیری سے نہیں جاتا۔ وہ محبت کرنے والی بیوی کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے اس کی لاعلمی میں کچھ نہ کچھ کر رہا ہوگا۔ اس نے بڑی رازداری سے کچھ کرنے کے لیے ہی آواز اور لہجے کو تبدیل کیا تھا اور یہ سوچا جا سکتا تھا کہ وہ دی ٹیرر سپلائرز تنظیم کا ایک سربراہ ہے۔

وہ تینوں سربراہ یوگا میں مہارت رکھتے ہوں گے۔ اپنے خاص کارندوں سے بھی چھپ کر رہتے ہوں گے۔ فی الحال میں ان کے کسی خاص آدمی کو آلہ کار بنا کر انہیں ٹریپ نہیں کر سکتا تھا۔ کبھی ڈاکٹر بوکا بوکا اور کبھی آرنلڈ بوکا کے اندر رہ کر انتظار کرتا رہتا کہ شاید کوئی نیا کارندہ ان سے رابطہ کرے تو مجھے اس کے ذریعے کوئی راستہ مل جائے۔

انہوں نے ڈاکٹر بوکا بوکا کا ایک گردہ نکالنے کے بعد اسے دو ہفتوں تک مہمان بنا کر رکھا تھا۔ اسے خوب کھلاتے پلاتے رہے تھے۔ تاکہ وہ صحت مند رہے اور دوسرے آپریشن کی تکلیف بھی برداشت کر سکے۔ دو ہفتے بعد آرنلڈ نے ان کی مطلوبہ رقم ادا کی۔ انہوں نے اس کی آنکھیں نکال لیں۔ اسے اس کے شہر کے ایک علاقے میں پہنچا دیا۔ فون پر اطلاع دے دی کہ اس اندھے کو اٹھا کر لے جائیں۔

ڈاکٹر بوکا بوکا بڑی تکالیف سے گزرنے کے بعد اپنے بنگلے میں پہنچ گیا۔ اس کی وائف اس سے لپٹ کر رونے لگی۔ آرنلڈ نے باپ کے تمام کاروبار پر قبضہ جمانے کے بعد کہا "ڈیڈ! اب میں آپ کی جگہ ہوں اور آپ میرے محتاج ہیں۔ کیا آپ میری محبوبہ سے مجھے شادی کرنے سے روک سکتے ہیں؟ کیا اس کا دوسرا گردہ نکلوا سکتے ہیں؟"

اس کی ماں نے کہا "اپنے باپ کو طعنے نہ دو۔ دیکھتے نہیں، ان پر کتنا ظلم ہوا ہے۔"

"یہ دوسروں کے ساتھ جو کرتے آرہے تھے، وہی ان کے ساتھ ہوا ہے۔ ان کا اندھا ہونا ضروری تھا۔ ان کے ناکارہ ہونے کی وجہ سے تمام کاروبار میرے ہاتھوں میں آیا

ہے۔"

"یہ اندھے نہ ہوتے، تب بھی کاروبار تمہارے ہاتھوں میں آتا۔"

"تب تو بڑا لمبا انتظار کرنا پڑتا۔ پتا نہیں ڈیڈی کو کب موت آتی۔ میں نے شارٹ کٹ راستہ اختیار کیا ہے۔ شاہی خاندانوں میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ بوڑھے بادشاہوں سے تخت و تاج حاصل کرنے کے لیے شہزادے بھی ایسے ہی شارٹ کٹ راستے اختیار کرتے تھے۔"

ماں نے پوچھا "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم نے باپ کو اندھا بنایا ہے؟"

"اب یہ بتانے کا وقت گزر چکا ہے۔ جو ہونا تھا، وہ ہوچکا ہے۔ اب تم دونوں وہ مجبور ساس سسر ہو، جو اپنی بہو کے زیر اثر رہا کریں گے۔"

ڈاکٹر بوکا بوکا نے فرعون بن کر بیٹے پر حکمرانی کی تھی۔ اب بیٹے کا محکوم ہوگیا تھا۔ اب ان کے معاملات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ میں ان باپ بیٹے کے ذریعے دی ٹیرر سپلائرز تنظیم کے خطرناک سربراہوں کے بارے میں جان چکا تھا کہ وہ تینوں چھپے رستم ہیں۔ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں لیکن کسی پر ظاہر نہیں ہو رہے ہیں۔

میری توجہ اب ان تینوں کی طرف تھی۔ ڈاکٹر بوکا بوکا میرے لیے کسی کام کا نہیں رہا تھا۔ لہٰذا میں نے اس کے حال پر اسے چھوڑ دیا۔ تقدیر کے تماشوں کو سمجھنا ممکن نہیں ہوتا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ ڈاکٹر بوکا بوکا کو نظرانداز کروں گا تو سونیا کے قریب پہنچتے پہنچتے دور ہو جاؤں گا۔

سمندر کے ساحل پر ایک چھوٹا سا خوب صورت بنگلا تھا۔ آرنلڈ نے اپنے ماں باپ کو وہاں پہنچا دیا تھا۔ تاکہ وہ اپنا بڑھاپا وہیں گزارتے رہیں۔ وہاں ساحل پر شام تک اچھی چہل پہل رہتی تھی پھر رات کو خاموشی اور ویرانی رہتی تھی۔ ساحل شہر سے بہت دور تھا۔ وہاں کوئی بیس بائیس بنگلے دور دور بنے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر بوکا بوکا کی بیوی اس ویرانے میں ایک رات رہ کر گھبرا گئی۔ اندھے شوہر کو چھوڑ کر بیٹے کے پاس شہر میں آگئی۔ وہ اندھا وہاں تنہا رہ گیا۔

اسے بھوک لگتی، یا بیمار ہوتا، میلے کپڑے دھلوانے یا نئے سلوانے ہوتے تو وہ فون کے ذریعے ریسٹورنٹ، اسپتال، لانڈری یا ٹیلرنگ شاپ والوں سے رابطہ کرکے اپنی ضروریات پوری کرتا تھا۔ ایک رات کسی نے دروازے پر دستک دی۔ اس نے پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے آواز آئی "میں ایک مسافر ہوں۔ مجھے رات گزارنے دو۔ صبح چلا جاؤں گا۔"

اس نے کہا "سوری، میں اندھا ہوں۔ کسی پر بھروسا نہیں کرسکتا۔ شام ہوتے ہی دروازوں اور کھڑکیوں کو اندر سے بند کرلیتا ہوں۔ تم کسی دوسرے بنگلے میں چلے جاؤ۔"

تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی پھر کچھ ہلکی ہلکی سی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اس نے پوچھا "کیا تم ابھی تک یہیں ہو؟ چلے جاؤ یہاں سے۔"

وہ ایک تار سے دروازہ کھول رہا تھا۔ دروازہ کھل گیا۔ وہ سہم کر یوں دیدے پھاڑنے لگا جیسے دیکھنے کی نہ سہی سمجھنے کی کوشش کررہا ہو۔ آنے والے شخص کے ساتھ سونیا کھڑی ہوئی تھی۔ وہ بولی "جیری! تم نیویارک سے یہاں تک جھوٹ بولتے آرہے ہو۔ تم نے کہا تھا، یہاں تمہارا ایک بنگلا ہے، میں اس بنگلے میں آرام سے رہوں گی۔"

جیری نے کہا "تم دیکھ رہی ہو کہ یہاں سے پچاس گز کے فاصلے پر جو بنگلا ہے، وہاں میرے ساتھیوں نے گاڑی روکی ہے۔ وہی ہمارا بنگلا ہے لیکن ہم اپنا مال یہاں چھپائیں گے۔"

جیری اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ایک بڑی سی وین ڈرائیو کرتا ہوا نیویارک سے میامی کی طرف آرہا تھا۔ وین کے پچھلے حصے میں جدید ترین اسلحے کا ذخیرہ تھا۔ اس کے باس سینڈی گرے نے فون کے ذریعے کہا تھا کہ وہاں ساحل پر ان کے ساحلی بنگلے کے قریب والے بنگلے میں ڈاکٹر بوکا بوکا رہتا ہے۔ وہ اندھا ہوچکا ہے۔ اگر اس کے بنگلے میں ہتھیاروں کو چھپا کر رکھا جائے گا تو وہاں کی پیٹرولنگ پولیس کو شبہ نہیں ہوگا۔

ایک تو ڈاکٹر بوکا بوکا پورے امریکا میں ایک معزز ڈاکٹر کی حیثیت سے مشہور تھا۔ اعلیٰ سرکاری عہدے داروں تک اس کی رسائی تھی پھر وہ اندھا ہوچکا تھا۔ اس لیے قانون کے محافظ اس پر شبہ نہیں کرسکتے تھے۔

جیری وین ڈرائیو کرتا ہوا آرہا تھا، ایسے وقت ہائی وے پر سونیا مل گئی۔ وہ کسی گاڑی والے سے لفٹ لینے کھڑی ہوئی تھی۔ جیری نے اسے لفٹ دی۔ اپنے ساتھیوں کو پیچھے بیٹھنے کو کہا اور سونیا کو اپنے ساتھ اگلی سیٹ پر بٹھالیا۔ وہ جینز اور شرٹ پہنے ہوئے تھی۔ بدن کی خوب صورتی بتا رہی تھی کہ جمناسٹک کی مشقیں کرتی رہتی ہے۔ اسے دیکھ کر کوئی یقین نہیں کرسکتا تھا کہ وہ دو جوان بچوں کی ماں ہے۔ پچیس یا تیس برس کی بھرپور جوان عورت دکھائی دیتی تھی۔ یوگا کی مشقیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ ایک طویل عمر تک جوان رکھتی ہیں۔

جیری تو اسے دیکھتے ہی اس پر مرمٹا تھا۔ اس نے گاڑی ے بڑھا کر ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا "تم کہاں جانا چاہتی ؟"

وہ ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے بولی "جہاں یہ راستہ ا ہے، وہاں جاؤں گی۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "یہ تو مختلف شہروں تک جاتا ے۔ میں میامی جا رہا ہوں۔"

"میں بھی وہیں جاؤں گی۔"

"یعنی تمہاری کوئی منزل نہیں ہے۔ تمہارا نام کیا ے؟"

"تم کسی بھی نام سے پکار سکتے ہو۔"

"تم اپنا نام نہیں بتانا چاہتیں؟"

"میرا کوئی نام ہوگا تو بتاؤں گی۔ تم سے پہلے دو شخص لے، وہ بھی پوچھ رہے تھے، میں کون ہوں؟ کہاں رہتی ہوں؟ نے بہت سوچنے کی کوششیں کیں لیکن مجھے اپنا نام اور پتا نہیں آرہا ہے۔ پہلے میں کہاں زندگی گزارتی رہی۔ میرے زیز و اقارب کون ہیں، مجھے یاد نہیں آرہا ہے۔"

"کیا تم دماغی مریضہ ہو یا تمہارا دماغ اس قدر کمزور ہے ا اپنے بارے میں سب کچھ بھول چکی ہو؟"

"میرے ساتھ ایسی ہی کوئی بات ہے۔ میں جب اپنے رے میں بتا نہیں پاتی تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ میں کوئی کال ل ہوں اور اپنی اصلیت چھپا رہی ہوں۔ کیا تم بھی مجھے ل گرل سمجھ رہے ہو؟"

"بالکل نہیں۔ تمہیں کوئی بھی دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ ب لڑکی ہو۔"

"میں یہ بھی نہیں جانتی کہ لڑکی ہوں یا عورت۔ ویسے تمہیں سمجھا دیتی ہوں، مجھ پر نیت خراب نہ کرنا۔ ورنہ رے اندر اتنی خرابیاں پیدا ہوجائیں گی کہ بگڑی ہوئی ن بن جاؤ گے پھر کوئی تمہیں کار آمد نہیں بنا سکے گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم بولتی خوب ہو۔ میامی بیچ سے دور ان ساحل پر کئی بنگلے ہیں۔ ان میں سے ایک میرا ہے۔ کیا ں رہنا چاہو گی؟"

"وہاں پہنچتے پہنچتے رات ہوجائے گی۔ صبح تک رہنا ہی ے۔ جب تک کہیں مستقل ٹھکانا نہیں ہوگا۔ بھٹکتی ہی ں گی۔"

وہ رات کے گیارہ بجے اس ویران ساحل کے ایک بنگلے پہنچے۔ سونیا نے پوچھا "یہ تمہارا بنگلا ہے؟"

"ہاں۔ پہلے ہم اس سامنے والے بنگلے میں جائیں گے۔ اپنا مال چھپانے کے لیے وہ بنگلا مناسب رہے گا۔"

اس کے دوسرے ساتھی وین کے پاس کھڑے رہے۔ وہ جیری کے ساتھ اندھے ڈاکٹر کے بنگلے میں آگئی۔ ڈاکٹر بوکا بوکا بری طرح سہا ہوا تھا۔ جیری نے کہا "تمہیں ڈرنا نہیں چاہیے۔ ہم تمہارے پڑوسی ہیں۔ دوستی رکھو گے تو زندہ رہو گے ورنہ مارے جاؤ گے۔ ہم جو حکم دیں گے، تمہیں اس پر عمل کرنا ہوگا۔"

"میں اندھا ہوں، تمہارے لیے کیا کرسکتا ہوں؟"

"تم اندھے ہو۔ اس لیے اسلحہ فروخت کرنے کا غیرقانونی دھندا نہیں کرتے ہو۔ قانون کے محافظ تم پر شبہ نہیں کریں گے۔ ہم اپنا تمام اسلحہ یہاں چھپا کر رکھیں گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "ایسا نہ کرو۔ میں نیک نام بھی ہوں اور بدنام بھی ہوں۔ پولیس کے کئی اعلیٰ عہدے دار میرے خفیہ دھندے کو سمجھتے ہیں اور میرے خلاف ٹھوس ثبوت حاصل کرنے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ اپنے ہتھیار یہاں لاکر رکھو گے تو انہیں میری گرفتاری کا بہانہ مل جائے گا۔"

"تم فکر نہ کرو۔ ہم سامنے والے کاٹیج میں رہ کر تمہاری نگرانی کرتے رہیں گے۔ تم پر مصیبت بننے والوں کو یہاں سے زندہ نہیں جانے دیں گے۔"

"پلیز میں خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ میرے اندھے پن اور میری مجبوریوں سے فائدہ نہ اٹھاؤ۔"

"زیادہ بکواس نہ کرو۔ ہمارے باس کا ایک پیغام تمہارے لیے ہے۔"

"کون ہے تمہارا باس، کیا پیغام ہے؟"

"باس کے حکم سے کچھ دنوں پہلے تمہیں اغوا کیا گیا تھا۔ پہلے تمہارا ایک گردہ نکالا گیا پھر دونوں آنکھیں نکال لی گئیں۔ اب باس کا پیغام یہ ہے کہ تم نے ہم سے تعاون نہ کیا تو تمہارے سینے سے دل نکال لیا جائے گا۔ جیسے تم دوسروں کو مارتے آئے ہو، کیا ویسے ہی مرنا چاہتے ہو؟"

وہ تھوک نگل کر بولا "نن۔ نہیں۔ تم جیسا چاہو کرو۔ میرے بنگلے کو اسلحے کا گودام بنالو۔ میں انکار نہیں کروں گا۔"

جیری بنگلے سے باہر آیا۔ سونیا نے کہا "تم تو بڑا خطرناک دھندا کرتے ہو۔ تمہارا باس کون ہے؟"

وہ اپنے بنگلے اور وین کی طرف چلتے ہوئے بولا "ہمارا باس بہت پراسرار ہے۔ قانون کے محافظ بھی اسے صورت شکل سے نہیں پہچانتے۔ ہم نے بھی اسے نہیں دیکھا ہے۔"

وہ وین کے پاس آگئے۔ اس کے دونوں ساتھی بنگلے کے

اندر جا کر لی رہے تھے۔ وہ انہیں ڈانٹنے کے لیے ادھر گیا۔ سونیا نے پچھلے حصے کی طرف آ کر دیکھا۔ جدید ترین ہتھیار رکھے ہوئے تھے۔ ان میں ریموٹ کنٹرولر سے بلاسٹ ہونے والے کئی طاقتور بم بھی تھے۔ اس نے ایک ریموٹ کنٹرولر کو اٹھا کر ان میں سے ایک بم کو کنٹرولر سے ایڈجسٹ کیا پھر اس بم کو وہیں رکھ کر کنٹرولر کو ہاتھ میں لے کر وہاں سے دوڑتی ہوئی دور جانے لگی۔

جیری اپنے ساتھیوں کو غصے سے کہتا آ رہا تھا کہ پہلے انہیں کام کرنا چاہیے پھر شراب کباب کا مزہ لینا چاہیے۔ اس نے چونک کر سونیا کو دیکھا پھر آوازیں دیتا ہوا اس کے پیچھے دوڑنے لگا "اے کہاں بھاگ رہی ہو؟ کیا میرے ساتھ رات نہیں گزارو گی؟ تم اچانک اس طرح کیوں بھاگ رہی ہو؟"

وہ تقریباً سو گز کے فاصلے تک دوڑنے کے بعد رک گئی۔ دور سے ریموٹ کنٹرولر کو دکھاتے ہوئے بولی "میں تمہارے اس کنٹرولر کو آزما رہی ہوں۔ دیکھنا چاہتی ہوں کہ یہاں سے دھماکا کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟"

وہ دوڑتا ہوا قریب آ گیا پھر ہانپتے ہوئے بولا "تم پاگل ہو۔ جب تک کسی بم کو اس سے ایڈجسٹ نہیں کیا جائے گا ادھر کوئی دھماکا نہیں ہوگا۔" اس کے ہاتھ سے ریموٹ کنٹرولر لے کر بولا "ابھی یہ کام نہیں کرے گا۔"

"اگر یہ کام کے قابل ہو تو اس کا کون سا بٹن دبایا جاتا ہے؟"

ان دونوں کا رخ وین کی طرف تھا۔ جیری نے کہا "اس سرخ بٹن کو دبایا جاتا ہے۔"

سونیا نے معصومیت سے پوچھا "کیا اسے دبانے سے دھماکا نہیں ہوگا؟"

"کبھی نہیں ہوگا۔ یہ دیکھو۔" جیری نے یہ کہہ کر سرخ بٹن کو دبایا۔ یکبارگی وین میں دھماکا ہوا۔ وہ ایسے دھماکے کے لیے تیار نہیں تھا۔ ایک دم سے اچھل کر ریت پر گر پڑا۔ وین تو دھماکے سے کتنے ہی فٹ اوپر اچھل کر بنگلے کی چھت پر آئی۔ وہ بنگلا بھی آگ کے شعلوں اور دھوئیں کی لپیٹ میں آ گیا۔ اس کے ...ساتھیوں کے چیتھڑے اڑ گئے تھے۔

کئی منٹ تک جیری کے اوسان بحال نہیں ہوئے۔ وہ ریت پر پڑا دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ آگ کے شعلے آسمان کی طرف لپک رہے تھے۔ سونیا نے ننھی بچی کی طرح اچھل اچھل کر تالیاں بجاتے ہوئے کہا "دھماکا ہوگیا۔ ہوگیا۔ تم کہتے تھے یہ ناکارہ ہے۔ تم ہار گئے۔ میں جیت گئی۔ دھماکا ہوگیا۔ ہوگیا۔"

وہ غصے سے چیختا چنگھاڑتا ہوا اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ حملہ کرنے کے انداز میں بڑھتے ہوئے بولا "پاگل لڑکی! تم نے اسی لاکھ ڈالرز کا اسلحہ تباہ کر دیا ہے۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس نے حملہ کیا۔ وہ اچھل کر پیچھے جاتے ہوئے بولی "مجھے الزام نہ دو۔ ریموٹ کنٹرولر کا بٹن تم نے دبایا تھا۔"

"تم نے مجھے بٹن دبانے کو کیوں کہا تھا؟"

"میں تمہیں سمندر میں ڈوبنے کو کہوں گی تو کیا ڈوب جاؤ گے؟"

اس نے اس پر چھلانگ لگائی۔ وہ الٹی قلابازی کھا کر دوسری طرف چلی گئی۔ وہ ریت پر اوندھے منہ گر پڑا تھا۔ سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ وہ کہاں ہے۔ پیچھے سے آواز آئی "میں یہاں ہوں۔"

وہ آواز کی طرف گھوما تو منہ پر ایک زوردار لات پڑی۔ اس سے پہلے کہ سنبھلتا' دوسری لات بھی پڑی۔ ایسی زبردست ٹھوکریں تھیں کہ سر چکرانے لگا۔ وہ اٹھنا چاہتا تھا کہ منہ پر ایک ہاتھ ایسے پڑا جیسے ہتھوڑا پڑتا ہے۔ وہ چیختا ہوا الٹ کر پھر ریت پر گر پڑا۔ سونیا نے اس کے چاروں طرف گھومتے ہوئے پوچھا "اپنے باس کا نام اور پتا بتاؤ۔"

وہ گالیاں دیتا ہوا بولا "میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

بات پوری ہونے سے پہلے منہ پر لات پڑی۔ وہ بولی "اب گالی نہ نکالنا۔ ورنہ بولنے کے قابل نہیں رہو گے۔ یہاں زبردست دھماکے ہوئے ہیں۔ پولیس آنے والی ہے۔ چل اٹھ میرے ساتھ چلتا رہ اور بولتا رہ۔"

وہ گرفتاری کے خوف سے اٹھ کر ایک طرف بھاگنے لگا۔ سونیا نے فلائی کرتے ہوئے ایک کک ماری۔ وہ پھر گر پڑا۔ وہ بولی "تیزی سے نہ دوڑو۔ آرام سے چلو۔ اپنے باس کا نام اور پتا بتاؤ۔ تم لوگ کہاں کہاں اسلحے کا ذخیرہ رکھتے ہو۔"

اس نے چلتے چلتے سونیا کو بے خبر سمجھ کر حملہ کیا لیکن مار کھا گیا۔ وہ متواتر اس کی پٹائی کرتی چلی گئی۔ دن میں تارے دکھائی دیتے ہیں۔ اسے رات میں سورج دکھائی دینے لگا۔ بری طرح لہولہان ہو کر ساحلی سڑک پر آ گرا تھا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی پھر بیٹھ گیا۔ اس کے بدن کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔

اس نے کہا "میرے سوالوں کے جواب نہیں دو گے تو پھر کبھی اٹھنے کے قابل نہیں رہو گے۔"

وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولا "میں قسم کھا کر کہتا ہوں کو نہیں جانتا۔ وہ میرے موبائل فون پر مجھے مخاطب کرتا

"فون کے سی ایل آئی پر اس کا نمبر آتا ہوگا۔"

"ہاں آتا ہے لیکن وہ نمبر کسی نہ کسی پی سی او کا ہوتا میں نے دو بار اپنے دماغ کے اندر اس کی آوازیں سنی وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ کبھی کسی خاص موقع پر دماغ کر بولتا ہے۔"

"اس کے خاص کارندوں کے نام اور پتے بتاؤ۔"

اس نے پچھلی جیب سے ایک موبائل فون نکال کر اس طرف بڑھاتے ہوئے کہا "اس میں تمام اہم افراد کے نام فون نمبر محفوظ ہیں۔ میامی نائٹ کلب کے فورتھ فلور میں کا ایک خاص کارندہ ہے۔ اس کا نام فرینک بلیو ہے۔"

وہ آہستہ آہستہ کراہتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ سونیا موبائل فون لے کر تمام نام اور نمبر چیک کیے پھر کہا "اچھا تو جاتی ہوں۔ تم فرار ہو جاؤ یا پولیس والوں کے ہتھے یہ تمہاری قسمت ہے۔ اوکے۔ گڈ نائٹ!"

اس نے گھوم کر اس کے منہ پر کک ماری۔ وہ کراہتا ہوا گر پڑا۔ وہ دوڑتی ہوئی دور جاتی ہوئی رات کی تاریکی میں گم ئی۔ اس کی کوئی منزل نہیں تھی۔ پتا نہیں' وہ آگے جا کر بھٹکنے والی تھی اور بھٹکانے والوں کو کس طرح تماشا نے والی تھی۔

* * *

سینڈی گرے ریوالونگ چیئر پر بیٹھا فون پر باتیں سن رہا اور بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا پھر اس نے غصے سے پوچھا یا چار پانچ برس کے ایک بچے نے یہ تباہی مچائی ہے؟ کیا اری اس بات کا کوئی یقین کرے گا؟"

دوسری طرف سے کچھ کہا گیا۔ سینڈی نے فون بند ا۔ وہ بولنے والے کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات ھنے لگا۔ وہ درست کہہ رہا تھا۔ اس کے بیان کے مطابق گرے کا ایک ایجنٹ فومی نامی دہشت گرد کو بیس لاکھ کے ہتھیار فروخت کرنے گیا تھا۔ سینڈی نے اپنے مسٹر جے جے سے کہا تھا کہ فومی کو ہتھیار فروخت نہ اسے دھوکا دے کر بیس لاکھ ڈالر چھین لو پھر اسے گولی مسٹر جے جے نے حکم کے مطابق یہی کیا تھا۔ ایک بار پر غالب آیا۔ دوسری بار فومی اس پر غالب آ گیا پھر پتا یک چھوٹا سا بچہ کہاں سے آ گیا۔ اس کے آتے ہی پلٹ گئی۔ فومی اور اس کے ساتھی مارے گئے۔ مسٹر بہت خوش ہو کر اس بچے کو اپنے ایک خفیہ اڈے میں لے آیا۔ اس اڈے میں کروڑوں ڈالرز کے ہتھیار رکھے ہوئے تھے۔ وہ بچہ مسٹر جے جے کی حرکتوں سے ناراض ہوگیا اس اڈے سے چلا گیا۔ کوئی اسے روک نہ سکا۔ اس کے جاتے ہی اس خفیہ اڈے میں زبردست دھماکے ہوئے مسٹر جے جے کے ساتھ اس کے تمام ماتحت مارے گئے۔ ایک ماتحت کسی طرح بچ گیا تھا۔ وہ اس تباہی کی رپورٹ اپنے بگ باس سینڈی گرے کو سنا رہا تھا۔

یہ رپورٹ پورس کے بیٹے کے بارے میں تھی۔ بیٹے کا نام پہلے فائبر تھا۔ اب اس کا نام عدنان علی تیمور رکھ دیا گیا تھا۔ اس کی وجہ سے دہشت گرد فومی اور اسلحہ کا سپلائر مسٹر جے جے مارے گئے تھے۔ سینڈی گرے کو کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچا تھا۔ یہ تمام واقعات پچھلے باب میں پیش کیے جا چکے ہیں۔

سینڈی گرے یہ رپورٹ سننے کے بعد حیران اور پریشان ہوگیا۔ ریوالونگ چیئر سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ سوچنے لگا "یہ بچہ کون ہے؟ کس کا ہے اچانک کہاں سے آیا تھا اور مجھے کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچا کر کہاں غائب ہوگیا ہے؟"

ان تمام سوالوں میں سے کسی کا بھی جواب آسانی سے ملنے والا نہیں تھا۔ اس نے اپنے خاص ماتحت سے فون پر کہا "اپنے تمام ماتحتوں کو فوراً حکم دو کہ نیویارک کے ہر ایک چھوٹے بڑے علاقے میں پانچ برس کے ایک ایسے بچے کو تلاش کریں جس کی آنکھوں میں غیر معمولی کشش ہو۔ بچہ ہینڈسم ہے اور خاموش رہنے کا عادی ہے۔"

رپورٹ دینے والے ماتحت نے اس بچے کے بارے میں اتنا ہی بتایا تھا۔ دوسری صبح کے اخبار نے سینڈی کو چونکا دیا۔ کسی بنجامن نامی شخص نے اپنا نام اور فون نمبر لکھا تھا۔ اس بچے کی تصویر شائع کرائی تھی۔ بچے کا نام فائبر لکھا ہوا تھا۔ اس بچے کو تلاش کر کے لانے والے کو ایک لاکھ ڈالر انعام دینے کا وعدہ کیا تھا۔

سینڈی نے پھر اپنے خاص ماتحت سے کہا "اس بچے کی تصویر کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں تیار کرو اور تمام ماتحتوں تک پہنچا دو۔ اب اس بچے کو آسانی سے تلاش کیا جا سکے گا۔"

پھر اس نے آرام سے بیٹھ کر اخبار میں شائع ہونے والی تصویر کو غور سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ ان آنکھوں میں واقعی غیر معمولی کشش تھی۔ وہ ذرا سی کوشش کے بعد اس کے اندر پہنچ گیا لیکن حیرانی سے سوچ کی لہروں کو سننے لگا۔ کتنی ہی سوچ کی لہریں ایک دوسرے سے گڈمڈ ہو رہی تھیں۔ اس کا ذہن کسی ایک سوچ کی لہر پر ٹھہر نہیں پا رہا تھا۔

الفاظ واضح نہیں تھے۔ وہ دماغ نہیں تھا کوئی عجوبہ تھا۔ وہ پریشان ہو کر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔

اس نے کبھی سوچا تک نہیں تھا کہ انسانی دماغ ایسے جعلی ہوتے ہیں اور اگر نہیں ہوتے تو وہ بچہ انوکھا اور عجوبہ تھا۔ وہ اس کے اندر پہنچ کرنا کام ہو رہا تھا۔ اس لیے بے چینی اور بڑھ گئی۔ یہ تجسس تھا کہ آخر وہ کون ہے اچانک کہاں سے آٹپکا ہے؟

بنجامن نے اخبار میں اپنا فون نمبر شائع کرایا تھا۔ اس نے فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ اس وقت وہ شراب پی رہا تھا۔ سینڈی نے اس کی آواز سن کر فون بند کر دیا۔ اس کے اندر آ کر خیالات پڑھنے لگا۔

اس کے چور خیالات نے بتایا کہ فائبر اس کا اپنا بیٹا نہیں ہے لیکن وہ سگے بیٹے سے زیادہ اسے عزیز رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ ایک غیر معمولی لڑکا ہے۔ جب سے گھر میں آیا ہے، بنجامن دولت مند بنتا جا رہا ہے۔ وہ اس لڑکے کو ہر قیمت پر تلاش کر کے گھر لانا چاہتا ہے۔

سینڈی گرے کو معلوم ہوا کہ وہ لڑکا راز کی باتیں جان لیتا ہے۔ ایک بار وہ سمندر کی ساحلی چٹانوں پر چڑھ کر نوٹوں سے بھرا ہوا تھیلا لے آیا تھا۔ بنجامن کے خیالات نے عدنان علی تیمور یعنی فائبر کے بارے ایسے کئی واقعات بتائے۔ سینڈی گرے کو یقین ہو گیا کہ وہ عدنان واقعی غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہے۔ اس اہم لڑکے کو کسی طرح ڈھونڈ نکالنا چاہیے۔

اس نے بنجامن کے دماغ میں سوال پیدا کیا ”وہ گھر چھوڑ کر کیوں چلا گیا ہے؟“

اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کی سالی جولی ایک جوان مرد کے ساتھ اس کے گھر آئی تھی۔ اس کا نام رومیو (پورس) تھا۔ رومیو نے دعویٰ کیا کہ عدنان (فائبر) اس کا بیٹا ہے اور وہ بیٹا جلد ہی اپنے باپ کے پاس چلا آئے گا۔

بنجامن اس بیٹے کو چھپانے کے لیے اس کے فارم ہاؤس لے جا رہا تھا۔ ایسے ہی وقت راستے میں عدنان کہیں گم ہو گیا۔ اس کا رومیو بھی اسے تلاش کر رہا ہے۔ جولی بھی رومیو کے ساتھ اسے ڈھونڈ رہی ہے۔

سینڈی نے پوچھا ”کیا جولی اور رومیو کی تصویریں ہیں؟“

اس کے خیالات نے بتایا ”صرف جولی کی تصویر ہے۔“

سینڈی نے بنجامن کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ غائب دماغ ہو کر جولی کی ایک تصویر لے کر گھر سے نکل گیا۔ اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا جانے لگا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ کہاں جا رہا ہے۔

اس نے ایک جگہ فٹ پاتھ کے کنارے گاڑی روکی۔ وہاں کوئی اجنبی کھڑا ہوا تھا۔ وہ اس اجنبی کو جولی کی تصویر دے کر گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا اپنے بنگلے میں واپس آیا پھر ایک دم سے دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا ”میں کار میں کیوں ہوں کہیں جا رہا ہوں! یوں لگتا ہے جیسے نیند میں تھا یا پھر دماغ نے میرا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ میں کہیں گم ہو گیا تھا۔“

وہ سوچ رہا تھا مگر سمجھ نہیں سکتا تھا کہ اس کے ساتھ ہوتا رہا تھا۔

سینڈی نے اپنے کمرے میں آکر آرام سے صوفے بیٹھ کر جولی کی تصویر کو غور سے دیکھا پھر اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت دن کے بجے تھے۔ وہ پچھلی تمام رات رومیو کے ساتھ جاگتی رہی تھی۔ اس کے خوابیدہ خیالات بتانے لگے کہ وہ پچھلی رات فائبر تلاش کرتے رہے۔ رومیو نے اس کا نام تبدیل کیا ہے۔ اس کا نام عدنان علی تیمور رکھا گیا ہے۔

سینڈی یہ نام سنتے ہی چونک گیا۔ اس نے جولی خوابیدہ دماغ میں کہا ”یہ تو اسلامی نام ہے۔ کیا رومیو مسلمان ہے؟“

”میں نہیں جانتی اس کا مذہب کیا ہے اور جان کر بھی کیا کروں گی۔ اپنا تن من نچھاور کر چکی ہوں۔ اب یہ کوئی ہو۔“

سینڈی سوچنے لگا ”عدنان علی تیمور کا نام سنتے ہی فرہاد تیمور کی طرف دھیان جاتا ہے۔ کیا اس وقت جولی، فرہاد ساتھ بیڈ پر سو رہی ہے؟ لیکن فرہاد کے متعلق تازہ ترین اطلاع یہ ہے کہ وہ انڈیا کے کسی علاقے میں ہے۔“

وہ اٹھ کر ٹہلتے ہوئے سوچنے لگا ”جولی کے ساتھ فرہاد کا کوئی بیٹا ہوگا۔ پارس، پورس یا کبریا لیکن نہیں کبریا بھی میں ہے۔ مجھے معلوم کرنا چاہیے کہ اس وقت جولی کے ساتھ کون ہے۔“

اس نے اپنے خاص ماتحت سے فون پر کہا ”ہوٹل لا لا کے روم نمبر سات سو سات میں جولی نام کی ایک لڑکی ہے اس کے ساتھ ایک مرد ہے۔ یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ ہے۔ اس نے ہوٹل کے کاؤنٹر پر اپنا نام رومیو بتایا ہوگا۔ یہ شخص خطرناک ہو سکتا ہے۔ اس کا تعلق فرہاد علی تیمور خاندان سے ہو سکتا ہے۔“

ماتحت نے پوچھا ”کیا اس شخص کی اصلیت معلوم جائے۔“

”تم اپنے ماتحتوں کے ساتھ ہوٹل پہنچو۔ اعصابی ری کی دوا ساتھ لے جاؤ۔ میں وہاں تم سے رابطہ کروں

وہ ماتحت سے رابطہ ختم کر کے جولی کے پاس آیا۔ اسے جاگنے پر مجبور کیا۔ اس نے آنکھیں کھول کر اتے ہوئے پورس کو دیکھا پھر اس سے لپٹ کر بولی تو چائے پیو گے؟“

وہ سینڈی کے زیر اثر تھی۔ پورس کا جواب سنے بغیر اس ریسیور اٹھا کر بیڈ ٹی کا آرڈر دیا۔ پورس نے اسے کھینچ کر اتنی جلدی کیا ہے؟ ابھی ہمیں سونا چاہیے۔“

”سونا نہیں جاگنا چاہیے۔ چائے پیو اور پتا کرو۔ تمہارا کہاں بھٹک رہا ہے۔ تمہارے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کا پتا ٹھکانا معلوم کیا ہے یا نہیں؟“

وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا ”آہ! میرا بیٹا تو میرا باپ بن گیا کل رات سے دوڑا رہا ہے۔ میں ابھی معلوم کروں

وہ بیڈ سے اتر کر باتھ روم میں چلا گیا۔ سینڈی کا خاص کمرا نمبر سات سو سات کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ملازم چائے کی ٹرے لے کر ادھر آیا تو اس نے پوچھا کمرے میں چائے لے جا رہے ہو؟“

وہ بولا ”روم نمبر سات سو سات۔۔۔“

ملازم کی آواز سنتے ہی سینڈی نے اس کے دماغ پر قبضہ اس کی زبان سے کہا ”دوا ملا دو۔“

ماتحت نے کیتلی کا ڈھکن اٹھا کر دوا کے چند قطرے پھر وہاں سے چلا گیا۔ سینڈی نے ملازم کے دماغ کو چھوڑ دیا۔ اس نے کمرے میں آکر جولی کے سامنے کی ٹرے رکھی پھر چلا گیا۔ پورس باتھ روم سے نکل کر ”چائے آ گئی۔ کیا بات ہے؟ چائے تمہارے لبوں کی جس میں گرمی بھی ہے، مٹھاس بھی ہے۔“

قریب آ کر بیٹھ گیا۔ جولی نے مسکرا کر پیالی بڑھاتے کہا ”آنکھ کھلتے ہی رومانٹک ہو گئے۔ میں تو تمہارے جو دور ہے، اس کی فکر کرو۔“

”ابھی میرے ماتحت نے رابطہ کیا تھا۔ عدنان کا دماغ غریب ہے۔ وہ خیال خوانی کرنے والا پریشان ہو جاتا کہ کوئی ایک سوچ کی لہر گرفت میں نہیں آتی۔ پتا ہی وہ کہاں ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے؟“

جولی کے اندر رہ کر پورس کی باتیں سن رہا تھا۔ باتوں سے صاف ظاہر تھا کہ اس کا تعلق ٹیلی پیتھی والوں میں سے ہے اور وہ ضرور فرہاد علی تیمور کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔

وہ دونوں اپنی اپنی پیالی اٹھا کر چائے پینے لگے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے انہیں دیکھ رہا تھا۔ ابھی پانچ دس منٹ کے بعد جولی کا ساتھی اعصابی کمزوری میں مبتلا ہونے والا تھا۔ وہ اس کے اندر پہنچ کر اس کی اصلیت معلوم کر سکتا تھا۔ جولی نے دو گھونٹ پینے کے بعد کہا ”چائے کا مزہ کچھ عجیب سا ہے۔“

وہ بولا ”میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ چائے کا مزہ تمہارے لبوں کی طرح ہے۔ اس میں گرمی بھی ہے، مٹھاس بھی ہے۔“

”تم تو ہر بات مذاق میں اڑا دیتے ہو۔ کیا مزہ کچھ عجیب سا نہیں لگ رہا؟“

اس نے جولی کے ہاتھ سے پیالی لے کر اسے سینٹر ٹیبل پر رکھ دیا ”چائے پسند نہیں ہے تو نہ پیو۔ ہو سکتا ہے اس میں کسی نے کچھ ملا دیا ہو؟“

”ہماری چائے میں کوئی کیا ملائے گا اور کیوں ملائے گا؟“

”تم نہیں جانتیں، میرے بہت سے جانے انجانے دشمن ہیں۔ وہ میرے کھانے پینے کی چیزوں میں زہر ملا سکتے ہیں یا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن میرے دماغ میں آنے کے لیے مجھے اعصابی کمزوری کی دوا کھلا سکتا ہے۔“

وہ بولتا جا رہا تھا اور چائے پیتا جا رہا تھا۔ جولی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا ”یہ سمجھتے بھی ہو کہ تم سے دشمنی کی جا سکتی ہے پھر بھی ایسی بدمزہ چائے پی رہے ہو؟ اسے چھوڑو۔ مت پیو۔“

سینڈی نے فوراً ہی جولی کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ تاکہ وہ اسے چائے پینے سے نہ روکے۔ وہ دوسرے ہی لمحے میں بولی ”اچھا کوئی بات نہیں۔ چائے تمہیں اچھی لگ رہی ہے تو پی لو۔“

پورس ہنسنے لگا ”تم ابھی چائے پینے سے روک رہی تھیں، پھر فوراً پینے کے لیے کہہ رہی ہو؟ تم کچھ نہیں سمجھ رہی ہو، لیکن میں سمجھ رہا ہوں اور وہ سمجھ رہا ہے۔“

جولی نے حیرانی سے پوچھا ”وہ کون۔۔؟“

”وہی جو تمہارے دماغ میں چھپا ہوا ہے۔ تم اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی ہو۔“

”تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تمہارا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر ہے؟“

”اس وقت تمہارے اندر میرا کوئی آدمی نہیں ہے۔ وہ

جو بھی ہے' اس انتظار میں ہے کہ چائے میں ملی ہوئی دوا مجھے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرے گی پھر وہ میرے دماغ میں آئے گا تو میں اس کی سوچ کی لہروں کو روک نہیں پاؤں گا۔"

سینڈی گرے حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ یہ سمجھ رہا ہے' چائے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائی گئی ہے پھر بھی اسے پیتا جا رہا ہے۔ یہ جان بوجھ کر ایسا کیوں کر رہا ہے؟

پورس نے مسکراتے ہوئے جولی کی طرف دیکھ کر کہا "تم کس سوچ میں پڑ گئے بھئی یہ دوا تو بہت ہی زود اثر ہے۔ دیکھو! تم جس کے دماغ میں ہو وہ کمزوری محسوس کر رہی ہے۔ جبکہ اس نے صرف دو ہی گھونٹ پیے ہیں اور میں تو پیالی خالی کر چکا ہوں۔"

جولی اپنی جگہ سے اٹھ کر بیڈ پر جاتے ہوئے بولی "تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔ ذرا لیٹنا چاہتی ہوں۔"

پورس نے کہا "وہ تمہیں آنکھ بند کر کے سونے نہیں دے گا۔ وہ تمہارے ذریعے مجھے دیکھ رہا ہے' میرے کمزور ہونے کا انتظار کر رہا ہے۔"

آخر وہ بولنے پر مجبور ہو گیا۔ اس نے جولی کی زبان سے کہا "میں حیران ہوں کہ یہ دوا تم پر اثر کیوں نہیں کر رہی ہے؟"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "او گاڈ! مجھے یاد آ رہا ہے۔ فرہاد اور اس کے دونوں بیٹے پارس اور پورس زہریلے ہیں۔ ان پر زہر اثر کرتا ہے اور نہ ہی کوئی کمزور کرنے اور نقصان پہنچانے والی دوا انہیں متاثر کرتی ہے۔"

"ہاں۔ میں پورس ہوں لیکن تم نہیں بتاؤ گے کہ تم کون ہو؟"

وہ بولا "ہماری دنیا میں جو چند ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں' میں ان میں سے ایک ہوں۔"

ایسے وقت اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت جولی کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا پھر وہ پورس کے پاس آ کر بولا "اس ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن کے آدمی اس کمرے کے باہر ضرور ہوں گے۔ آپ آدھے گھنٹے سے پہلے کمرے سے باہر نہ نکلیں۔ میں اپنے مسلح افراد کو یہاں بلا رہا ہوں۔"

وہ ماتحت چلا گیا۔ پورس نے کہا "تم اپنے بارے میں ابھی نہ بتاؤ لیکن میں جلد ہی تمہارا جغرافیہ معلوم کر لوں گا۔ تم شاید میری اصلیت معلوم کرنے آئے تھے۔"

"میں یہ بھی معلوم کرنے آیا ہوں' کیا وہ بچہ واقعی تمہارا بیٹا ہے؟ میں نے جولی کے ذریعے معلوم کیا ہے کہ تم اس کے باپ ہونے کا دعویٰ کر رہے ہو اور تم نے اس کا نام عدنان علی تیمور رکھا ہے۔"

"کیا تم نام پر اعتراض کرنے آئے ہو؟"

"میں یہ بتانے آیا ہوں کہ پچھلی رات تمہارے بیٹے نے مجھے دو کروڑ ڈالرز کا نقصان پہنچایا ہے۔"

پچھلی رات پورس کے ماتحت نے عدنان علی تیمور کے دماغ میں رہ کر پہلے مسٹر جے جے کے آدمیوں کو ہلاک کیا تھا پھر جس عمارت میں اسلحے کا گودام تھا اسے تباہ کر دیا تھا۔ گولے بارود کے دھماکوں سے وہ پوری عمارت کھنڈر بن گئی تھی۔

پورس نے کہا "اچھا۔ تو تم غیر قانونی طور پر اسلحہ فروخت کرتے ہو؟ چلو تمہارا نام معلوم نہیں ہوا۔ دھندا معلوم ہو گیا۔ رفتہ رفتہ اور بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

پورس کے ماتحت نے اس ہوٹل کے اندر اور باہر اپنے مسلح آدمیوں کو بلایا تھا پھر اس ہوٹل کے اندر ایک ایک شخص کے دماغ میں جا کر ان کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ پورس نے کمرے کے اندر سینڈی گرے کو باتوں میں الجھا رکھا تھا۔ ادھر وہ ماتحت سینڈی گرے کے خاص کارندے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ چپ چاپ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرتا رہا۔ اس کے کتنے مسلح ماتحت اس ہوٹل میں کہاں کہاں چھپے ہوئے ہیں اور وہ سب پورس کو گھیرنے اور نقصان پہنچانے کے انتظار میں ہیں۔

سینڈی گرے نے اپنے خاص کارندے کے پاس آ کر "روم نمبر سات سو سات میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا پورس ہے۔ وہ بہت چالاک ہے۔ وہ یہاں سے بچ نکلنے کے انتظامات کر چکا ہوگا۔ یہ اندازہ کرنا مشکل ہے کہ اس نے کیسے انتظامات کیے ہوں گے۔ وہ کمرے میں بند ہے۔ اگر اچانک کمرے میں گھس کر حملہ کیا جائے تو وہ اپنی جان نہیں بچا سکے گا۔ اپنے آدمیوں سے کہو۔ وہ اس کمرے میں گھس جائیں اور اسے کمرے سے باہر زندہ نہ جانے دیں۔"

پورس کے ماتحت نے اس وقت تک الپا' اعلیٰ بی بی اور کبریا کو بلا لیا تھا۔ کیونکہ وہ تنہا اتنے زیادہ دشمنوں سے نمٹ نہیں سکتا تھا۔ وہ تینوں تیزی سے کئی مسلح دشمنوں کے دماغوں میں پہنچ گئے تھے پھر ان کے دماغوں پر قبضہ جما لیا تھا۔ وہ مسلح ہوٹل کے اندر ہوائی فائر کرتے ہوئے کاؤنٹر کے پاس ان میں سے ایک نے کاؤنٹر گرل سے کہا "جتنی رقم جلدی کرو۔ ہم پیشہ ور ڈاکو ہیں۔ رقم نہ ملے تو گولی مار ہیں۔"

دوسرے مسلح شخص نے کہا "اے خبردار! میں ڈاکو تجھے مال لے جانے نہیں دوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے اپنے ساتھی کو گولی مار دی۔ سینڈی کا یہ دیکھ کر پریشان ہو گیا کہ جنہیں پورس کو ٹریپ کرنے کے لیے بلایا تھا' وہ ڈاکو بن رہے تھے۔ ایک نے دوسرے کو ماری تھی۔ تیسرے نے دوسرے کو اور پھر چوتھے نے کو گولی مار دی۔ اس نے فون کے ذریعے کہا "باس! گڑبڑ ہو رہی ہے۔ میرے ماتحت میری بات نہیں مان رہے ہیں۔ وہ ہوٹل میں خود کو ڈاکو کہہ رہے ہیں اور ایک دوسرے کو گولی مار کر ہلاک کر رہے ہیں۔"

وہ بولا "مجھے اندازہ تھا کہ پورس نے حفاظتی انتظامات کیے ہیں۔ یہ اس کی طرف سے ہمارے خلاف کارروائی ہے۔ تمہیں وہاں نہیں رہنا چاہیے۔ فوراً چلے آؤ۔"

پورس کے ماتحت نے اس خاص کارندے کو ہلاک نہیں کیا نہ ہی اسے آلہ کار بنایا۔ اسے چھوٹ دے دی تاکہ اس کے ذریعے اس کے باس تک پہنچنے کا راستہ بنا سکے.....

اس کے خیالات نے بتایا تھا کہ اس کا باس بہت محتاط ہے۔ اس کے سامنے بھی نہیں آتا ہے۔ اسے دور ہی دور سے اہم کام لیتا رہتا ہے۔ اس کارندے سے یہ تو ہو سکتا تھا کہ وہ اس کے ذریعے کیسے کیسے اہم معاملات رہتا ہے اور ان کے اسلحہ سپلائرز اور خفیہ اڈے کہاں ہیں؟

سینڈی گرے نے یہ نہیں سوچا تھا کہ جولی کے دماغ میں کے بعد پورس سے نمٹنا ہوگا۔ وہ تو عدنان علی تیمور کے معلومات حاصل کرنے گیا تھا۔ اس طرح یہ بھی ہو گیا کہ وہ بچہ پورس کا بیٹا ہے لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس بچے میں کیسی کیسی غیر معمولی صلاحیتیں ہیں۔

ان کے خیالات پڑھنے سے معلوم ہوا تھا کہ اس کی میں عجیب طرح کی کشش ہے۔ اس سے آنکھیں گم صم سا ہو جاتا ہے۔ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا۔ میں بچہ جو کہتا ہے' اس کی بات مانتا ہے۔ یعنی اس سامنے والوں کو ہپناٹائز کر لیتی تھیں۔ ایسا ہمیشہ تھا۔ وہ آنکھیں عام حالات میں نارمل رہتی تھیں۔ دوسری غیر معمولی بات یہ تھی کہ کبھی کبھی اسے معلوم ہو جاتی تھیں۔ جیسے اسے یہ معلوم ہو گیا تھا کے پیچھے نوٹوں سے بھرا ہوا تھیلا رکھا ہے۔ طور پر اسے آگہی حاصل ہوتی تھی۔

گرے سوچنے لگا "یہ لڑکا بہت خطرناک ہے۔ اسے آگہی مل سکتی ہے کہ ہمارے اسلحے کے خفیہ گودام کہاں کہاں ہیں؟ وہ دشمنوں کا بیٹا اور پوتا ہے۔ مجھے آئندہ بھی نقصان پہنچائے گا۔"

جب شام ہو گئی تو اس نے اپنے کارندے سے جھنجلا کر کہا "تم کیسے نالائق ماتحتوں سے کام لے رہے ہو۔ وہ ایک بچے کو تلاش نہیں کر سکتے۔ تم ان سے بڑے بڑے کام کیسے لیتے ہو؟"

"باس! وہ بچہ پتا نہیں کہاں جا کر چھپ گیا ہے۔ وہ ضرور کسی چار دیواری کے اندر ہے۔ باہر گھومتا پھرتا رہتا تو نظروں میں آ جاتا۔ شام کا وقت ہے۔ ہم اسے تمام تفریح گاہوں میں تلاش کر رہے ہیں۔"

وہ بار بار خیال خوانی کے ذریعے عدنان کے اندر جا رہا تھا اور مایوس ہو رہا تھا۔ کتنی ہی سوچ کی لہریں ایک دوسرے سے گڈمڈ ہو رہی تھیں۔ ایک بار وہ اس کے اندر پہنچا تو اس کا دماغ پرسکون تھا۔ صرف ایک ہی سوچ کی لہر تھی اور وہ سوچ کی لہریں بتا رہی تھیں کہ وہ ایک کشتی پر بیٹھا ہے اور وہ کشتی مجسمہ آزادی کے قریب سے گزرتی جا رہی ہے۔

اس نے فوراً ہی اپنے خاص کارندے سے رابطہ کر کے کہا "اپنے آدمیوں کے ساتھ فوراً اسٹیچو آف لبرٹی کے پاس جاؤ۔ وہاں عدنان علی تیمور ایک کشتی میں سیر کر رہا ہے۔ فوراً پہنچو' ایسا نہ ہو کہ وہ وہاں سے کسی دوسری جگہ چلا جائے۔"

وہ خود اپنی خفیہ رہائش گاہ سے باہر آیا پھر کار میں بیٹھ کر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا ادھر جانے لگا۔

پورس کے ماتحت کو اس کارندے کے خیالات سے پتا چلا کہ عدنان کشتی میں سیر کر رہا ہے۔ اس نے عدنان کے اندر آ کر تصدیق کی۔ پتا چلا' وہ مجسمہ آزادی کے پاس ہے۔ اس نے پورس سے کہا "سر! عدنان بابا مجسمہ آزادی کے پاس ہیں۔ دشمنوں کو بھی معلوم ہو چکا ہے۔ وہ سب اسے اپنے قابو میں کرنے گئے ہیں۔"

پورس نے کہا "میں ابھی وہاں جا رہا ہوں۔ تم دشمنوں پر نظر رکھو۔"

ایک ہاتھ بھر کا بچہ تھا۔ اپنوں اور دشمنوں کو پچھلی رات سے دوڑا تھا۔ وہ اپنے پرائے اس کی ایک عادت سے واقف نہیں تھے۔ وہ کسی سے کہانی سنتا تھا یا کوئی فلم دیکھتا تھا تو ذہن کی پوری یکسوئی سے فلم کے اس منظر اور ماحول میں پہنچ جاتا تھا۔ اسی ماحول کا ایک کردار بن جاتا تھا۔

اس وقت وہ آرام سے بیٹھا ٹی وی پر مجسمہ آزادی کی ایک دستاویزی فلم دیکھ رہا تھا۔ وہاں چلنے والی کشتیاں اتنی

اچھی لگ رہی تھیں کہ وہ بھی اسی منظر کی ایک کشتی میں پہنچ کر خود کو وہاں سیر کرتے دیکھ رہا تھا۔ اب ایسے وقت کوئی بھی اس کے خیالات پڑھتا تو اسے یہی معلوم ہوتا کہ وہ کشتی کی سیر کررہا ہے۔ وہ ان لمحات میں بھول گیا تھا کہ ایک ڈرائنگ روم میں بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔

وہ پچھلی رات بھٹکتا ہوا ایک بنگلے میں داخل ہوگیا تھا۔ اس وقت رات کے تین بجے تھے۔ اس بنگلے کے سامنے پہنچ کر اسے آگہی ملی تھی کہ اسے اندر جانا چاہیے۔ اس نے دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ اندر خاموشی رہی۔ اس نے دوسری بار دستک دی۔ کسی خاتون نے پوچھا "کون ہے؟"

اس نے پھر دستک دی۔ دروازہ ذرا سا کھلا۔ ایک عمر رسیدہ خاتون نے اسے دیکھا پھر پوچھا "بچے! تمہارے ساتھ کون ہے؟"

اس نے کہا "میں اکیلا ہوں۔ دروازہ کھولو۔"

وہ ذرا سا کھلا ہوا دروازہ ایک زنجیر سے بندھا ہوا تھا۔ پوری طرح کھل نہیں سکتا تھا۔ وہ خاتون کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں دے سکتی تھی لیکن اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہی سحرزدہ ہوگئی تھی۔ اس نے اندرونی زنجیر کو ہٹا کر دروازہ کھولتے ہوئے کہا "میں سوچ رہی تھی، کوئی آنے والا کال بیل کیوں نہیں بجا رہا ہے مگر تم تو ننھے سے ہو۔ تمہارا ہاتھ بٹن تک نہیں پہنچ سکتا۔ آؤ۔ اندر آجاؤ۔"

وہ اندر آکر ایک سمت جانے لگا۔ خاتون نے پوچھا "پہلے اپنے بارے میں کچھ بتاؤ۔ کہاں جارہے ہو؟"

وہ بولتا ہوا جارہا تھا۔ رک نہیں رہا تھا "وہ تکلیف میں ہے۔ وہ بہت تکلیف میں ہے۔"

خاتون اس کے پیچھے آرہی تھی۔ وہ ایک بیڈ روم میں آیا۔ ایک عمر رسیدہ شخص بیڈ پر لیٹا ہوا تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ عدنان نے قریب پہنچ کر بیمار کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ بیمار نے سر گھما کر اسے دیکھا پھر ان ننھی آنکھوں میں دیکھتا ہی رہ گیا۔

خاتون کہہ رہی تھی "یہ میرے شوہر ہیں۔ گردے کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ ڈاکٹر نے کہا ہے، دونوں گردے ٹھیک ہیں۔ کچھ خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ وہ دواؤں سے دور ہوجائے گی۔ گردہ تبدیل کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "مگر یہ تکلیف سے بے حال ہورہے ہیں۔ نیند کی دوا دی گئی ہے لیکن تکلیف کی شدت سے نیند نہیں آرہی ہے۔ ذرا سی دیر کے لیے بھی تکلیف میں کمی نہیں ہورہی ہے۔"

وہ کہتے کہتے چپ ہوگئی۔ حیرانی سے دیکھنے لگی۔ اس کے شوہر کی کراہیں نہیں نکل رہی تھیں۔ وہ بچے کی آنکھوں کو مسلسل دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایسی آسودگی اور اطمینان تھا جیسے وہ بیمار نہ ہو، اسے کوئی تکلیف نہ ہو۔ اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہورہی تھیں پھر وہ سکون سے سوگیا۔

خاتون عدنان کو بڑی حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے سامنے آکر گھٹنے ٹیک کر بولی "ننھے فرشتے! تم کون ہو؟ جس تکلیف دوائیں دور نہ کرسکیں، تم نے کردیں۔ تم نے ہاتھ لگایا اور یہ آرام سے سوگیا۔ تم مسیحا ہو، ابنِ مریم ہو۔ ایسا لگ رہا ہے، خداوند یسوع تمہارے روپ میں یہاں ہے۔ کیا تم میرے گھر میں رہو گے؟"

وہ بولا "مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

خاتون نے اٹھ کر اس کا ہاتھ تھام کر کہا "آؤ بیٹے! تمہیں کھانا کھلاؤں گی۔ یہ گھر تمہارا ہے۔ تم میرے پاس رہو گے نا؟"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کچن میں آگئی اور اس کی پسند کا کرکے کھانا گرم کرنے لگی۔ اس سے پوچھنے لگی۔

"بیٹے! مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔ مجھے بتاؤ تم کون ہو؟ رات کو کہاں سے آئے ہو؟"

وہ چپ رہا۔ کھانا سامنے آیا۔ اسے کھانے لگا۔ وہ اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ کر بولی "پلیز، مجھے اپنی ماں سمجھ کر کیا تم اپنی حقیقت بتانا نہیں چاہتے؟"

وہ خاتون کو سنجیدگی سے دیکھنے لگا پھر اس کے دماغ میں باتیں آنے لگیں، وہی کہنے لگا "ہاں۔ تم میری ممی ہو۔ تم نے تین برس پہلے مجھے پیدا کیا تھا۔"

وہ تعجب سے بولی "ہاں۔ چالیس برس گزرنے کے بعد بھی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ تین برس پہلے میں ماں بن گئی بدقسمت تھی۔ بیٹا پیدا ہوتے ہی مرگیا۔"

"میں وہی ہوں۔ تمہاری مصیبتیں دیکھ کر واپس آیا ہوں۔"

وہ بے یقینی مگر خوشی سے اٹھ کر اس کے پاس آگئی۔ اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر بولی "تم... تم... میرے بیٹے ہو؟ میں نے تمہیں پیدا کیا تھا؟ میں... میں یہ نہیں سمجھ پاؤں گی کہ تم مردہ تھے زندہ کیسے ہوگئے۔ خدا کی قدرت ہم نہیں سمجھ پاتے۔ میں یقین سے سمجھ رہی ہوں۔ تم میرے بیٹے ہو۔ میں نے تمہیں جنم دیا ہے۔"

وہ اسے سینے سے لگانے لگی۔ اسے چومنے لگی۔ اس نے کھانے کے بعد کہا "مجھے نیند آرہی ہے۔"

وہ اسے اپنے بیڈ روم میں لے آئی۔ وہاں اسے سینے گاکر سوگئی۔ وہ بھی تھکا ہوا تھا۔ دوسری صبح دس بجے تک رہا۔ اس بیمار کا نام ڈی سوزا تھا اور وہ خاتون میڈم مورینا ی تھی۔ ڈی سوزا نے بھی عدنان کو اپنا بیٹا تسلیم کرلیا اس پوچھا "ہم تمہیں کس نام سے پکاریں؟"

اس کے ذہن میں یہی نام آیا۔ وہ بولا "میرا نام عدنان ـ"

وہ بولا "تم کہہ رہے ہو۔ مورینا بھی کہہ رہی ہے تو میں ن کرتا ہوں کہ تم میرے ہی بیٹے ہو لیکن پچھلے تین برس کہاں تھے؟ کس کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے؟"

"مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ ماں باپ کی تلاش میں تھا۔ ونوں مل گئے۔ میری تلاش ختم ہوگئی ہے۔"

"تم نے مجھے ہاتھ لگایا۔ میرے گردے کی تکلیف ختم ئی۔ میں جوانوں کی طرح چلنے پھرنے لگا ہوں۔ تم سچ مچ مسیحا لیکن یہ جادو بھی ہوسکتا ہے۔"

"آپ جو بھی رائے قائم کریں۔ کوئی کسی کو اپنی رائے م کرنے سے نہیں روک سکتا۔"

وہ شام کو ڈرائنگ روم میں آکر ٹی وی دیکھنے لگا۔ یہ وہی ت تھا۔ جب وہ اسکرین پر مجسمۂ آزادی کی دستاویزی فلم لتا ہوا خود کو کشتی کی سیر کرتے دیکھ رہا تھا۔ ایک طرف نڈی گرے اور اس کے ماتحت وہاں آکر کشتیاں کرائے پر لے کر دور دور تک اسے تلاش کررہے تھے۔ دوسری طرف رس اور اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت اس کی تلاش ں بھٹک رہے تھے۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں بھی جارہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد پتا چلا، پھر اس کے اندر سوچ کی لہریں ندہ ہوگئیں ہیں۔ وہ پریشان ہوگئے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا ر اچانک اس کا ذہن کیسے تبدیل ہوجاتا ہے۔ دراصل اب وی کے مناظر کو ذہنی یکسوئی سے نہیں دیکھ رہا تھا۔ نگ روم سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔

سینڈی گرے فکر مند تھا۔ عدنان ہاتھ آتے آتے گم گیا تھا۔ اس کی غیر معمولی صلاحیتیں اسے تشویش میں مبتلا رہی تھیں۔ یہ اندیشہ تھا کہ راز کی باتیں جاننے والا، اس خفیہ رہائش گاہ تک پہنچ سکتا ہے۔

وہ اسے تلاش کرنے کا ہر ممکن راستہ اختیار کرچکا تھا۔ یہ صرف یہی راستہ رہ گیا تھا کہ وہ وقفے وقفے سے اس کے اغ میں جاتا رہے۔ اس عجوبے نے اس کا سکون برباد کردیا اسے تلاش کرتے کرتے صبح سے شام اور شام سے رات ہوگئی تھی۔ جب پیچیدہ معاملات پیش آتے تھے اور کوئی ایک معاملہ بہت زیادہ الجھ جاتا تھا تو ایسے وقت ایک آدھ پیگ پینے کا جی چاہتا تھا۔ پینے سے مسائل تو حل نہیں ہوتے لیکن دماغ سے عارضی طور پر بوجھ اتر جاتا ہے۔ فکر اور پریشانی سے نجات مل جاتی ہے۔ عدنان ایک چھپا چھپا سا خوف بن گیا تھا۔ وہ مدہوش رہ کر صبح تک اس خوف سے نجات حاصل کرسکتا تھا۔

لیکن یہ بات اس نے گرہ میں باندھ لی تھی کہ نشہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی موت بن جاتا ہے۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے کی تاک میں لگے رہتے ہیں۔ اگر کسی کا دماغ بیماری کی وجہ سے کمزور پڑے یا نشے کے باعث وہ سانس روکنے کے قابل نہ رہے تو وہ اپنے اندر آنے اور قبضہ جمانے والوں کو روک نہیں پاتا۔ ان کا معمول اور محکوم بن کر رہ جاتا ہے۔

اس نے شراب پینے کی خواہش کو اپنے اندر کچل دیا۔ رات کے دس بجے اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس وقت عدنان کا دماغ پھر پرسکون تھا۔ سوچ کی لہریں ایک دوسرے سے الجھی ہوئی نہیں تھیں۔ اس کا ذہن ایک ہی سوچ پر مرکوز تھا۔

وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کے اندر پہنچ کر حیرانی سے دیکھنے لگا۔ وہ ایک قبرستان میں پہنچا ہوا تھا۔ وہاں نیم تاریکی تھی۔ کہیں دور دور بلب کی روشنی تھی۔ حدِ نظر تک شبنمی دھند چھائی ہوئی تھی۔ ماحول بہت ہی پراسرار اور ڈراؤنا سا تھا۔

سینڈی گرے حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ وہ رات کو قبرستان میں کیوں پہنچا ہوا ہے! وہ بڑی توجہ سے اس قبرستان کو دیکھ رہا تھا اور سمجھنے کی کوشش کررہا تھا کہ وہ قبرستان نیویارک میں کہیں ہے یا شہر کے باہر کسی مضافاتی علاقے میں ہے؟

عدنان آہستہ آہستہ چلتا ہوا قبروں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ دور سے گیدڑوں کی ہیبت ناک آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس نے ایک قبر کے پاس رک کر اس کے کتبے کو پڑھا۔ اس پر لکھا ہوا تھا کیپٹن پیٹر بیل، نام کے نیچے اس کی پیدائش اور موت کی تاریخ لکھی ہوئی تھی۔

اس نے فوراً ہی اپنے خاص کارندے سے رابطہ کرتے ہوئے کہا "کیپٹن پیٹر بیل ایک بہت ہی معروف اور جانباز فوجی افسر تھا۔ فوراً معلوم کرو کہ یہاں کے کس قبرستان میں اس کی تدفین ہوئی تھی؟ معلوم ہوتے ہی فوراً وہاں پہنچو۔ عدنان

علی تیمور وہاں پہنچا ہوا ہے۔“

وہ حیرانی سے بولا ”باس! اس فوجی افسر کی قبر یہاں کیسے ہو سکتی ہے؟ وہ تو انڈین عیسائی تھا۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران میں برما کے محاذ پر مارا گیا تھا۔ اس کی قبر ہندوستان کے کسی جنوبی علاقے میں ہے۔“

وہ تعجب سے بولا ”وہ شام کو مجسمۂ آزادی کے پاس تھا۔ شام کو انڈیا جانے والی کوئی فلائٹ نہیں ہے۔ اگر وہ رات کی کسی فلائٹ سے انڈیا جائے گا تو صبح تک وہاں پہنچے گا پھر اتنی جلدی وہاں کے قبرستان میں کیسے پہنچ گیا ہے؟“

وہ پھر توجہ سے عدنان کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک شکستہ قبر کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اچانک ہی وہ شکستہ قبر ایک دم سے لرز گئی۔ وہاں کوئی بڑے دل گردے والا ہوتا تو وہ بھی وحشت زدہ ہو کر مر جاتا لیکن عدنان آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ اس قبر سے اچانک ہی ایک ہاتھ باہر آیا تھا۔ پہلے تو وہ ہاتھ استخوانی تھا پھر آہستہ آہستہ وہ ہاتھ گوشت و پوست میں بدلنے لگا۔ بہت ہی خوب صورت دوشیزہ کا ہاتھ دکھائی دینے لگا۔

سینڈی گرے حیران اور پریشان تھا کہ وہ پراسرار لڑکا اب تک اس کی سمجھ میں نہیں آیا ہے۔ یہ ناممکن تھا کہ وہ دو چار گھنٹوں میں امریکا سے انڈیا پہنچ جاتا پھر یہ کہ وہ ایسے قبرستان میں کیوں گیا ہے؟ جہاں وحشت زدہ کرنے والا واقعہ پیش آرہا ہے۔ اس ہاتھ کے آس پاس شکستہ قبر کی مٹی ہٹتی جا رہی تھی۔ اس قبر میں خلا پیدا ہو رہا تھا۔ وہ ہاتھ اشارے سے اسے اپنے پاس بلا رہا تھا۔

عدنان ایک ایک قدم آگے بڑھاتا ہوا قبر کے کنارے پہنچا۔ قبر کے اندر نیم تاریکی میں ایک تہ خانہ دکھائی دے رہا تھا۔ ایک زینہ نیچے تک چلا گیا تھا۔ زینے کے نچلے حصے میں ایک دوشیزہ کھڑی ہوئی ہاتھ کے اشارے سے اپنی طرف بلا رہی تھی۔ عدنان نے قبر کی تہ میں جانے کے لیے زینے کے پہلے پائیدان پر قدم رکھا۔

اس کے ساتھ ہی ایک تحریر ابھری لکھا ہوا تھا ”ٹو۔ بی کنٹی نیوڈ“ یعنی وہ ڈراما سیریل جاری ہے۔ کہانی کا بقیہ حصہ اگلی قسط میں پیش کیا جائے گا۔

سینڈی گرے ایک دم سے چیختا ہوا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ غصے سے گالیاں دینے لگا۔ اب اس کی سمجھ میں آیا تھا کہ عدنان کوئی وحشت ناک ڈراما سیریل دیکھ رہا تھا اور ڈرامے کے اس منظر میں اس قدر ڈوب گیا تھا کہ ہیرو کی جگہ خود کو اس قبرستان میں دیکھ رہا تھا۔

پھر یہ بھی سمجھ میں آیا کہ وہ شام کو بھی مجسمہ آزادی کی طرف نہیں گیا ہوگا۔ کسی ڈراما سیریل یا کسی دستاویزی فلم میں اس مجسمے کو دیکھ کر وہاں کے ماحول میں پہنچ گیا ہوگا اور خود کو کشتی کی سیر کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوگا۔

بات سمجھ میں آگئی تو اپنے آپ پر بھی غصہ آنے لگا۔ غصہ اس بات کا تھا کہ ایک بچہ اسے اب تک بے وقوف بنا آرہا تھا۔ وہ خلا میں گھونسا تان کر کہہ رہا تھا ”میں اس کا منہ توڑ دوں گا۔ اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ بس ایک بار وہ مل جائے۔“

اور وہ نہیں مل رہا تھا۔

* * *

دو ہفتے گزر گئے۔ اس دوران میں ڈاکٹر بوکا بوکا کو اغوا کیا گیا تھا اور اس کے بیٹے آرنلڈ بوکا کی خواہش کے مطابق ڈاکٹر بوکا بوکا کا ایک گردہ نکال لیا گیا تھا پھر دو ہفتے تک اسے اچھی طرح کھلانے پلانے کے بعد اس کی آنکھیں نکال لی گئی تھیں۔ اس کے بعد اسے رہائی نصیب ہوئی تھی۔

بیٹے نے اسے ایک ویران ساحل کے بنگلے میں پہنچا دیا تھا۔ ڈاکٹر کی بیوی نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا، اپنے بیٹے کے ساتھ رہنے لگی تھی۔ ان ہی دنوں سونیا ایک شخص جیری اور اس کے دو ساتھیوں کے ساتھ وہاں آئی تھی پھر وہاں پہنچ کر اس نے جو ہنگامہ کیا تھا۔ اس کا ذکر ابھی کر چکا ہوں۔ لاکھوں ڈالرز کا اسلحہ اور ان کا ایک بنگلا تباہ کرنے کے بعد اس نے جیری کی اچھی طرح پٹائی کی تھی پھر اس سے موبائل فون لے کر اسے لہولہان چھوڑ کر وہاں سے چلی گئی تھی۔

اس نے جیری سے پوچھا تھا کہ وہ کس کے لیے کام کر رہا ہے؟ جیری اپنے پراسرار باس کا نام اور پتا نہیں جانتا تھا۔ فون کے ذریعے اس سے رابطہ رکھتا تھا۔ اس کے موبائل فون میں ان اہم افراد کے فون نمبرز بھی محفوظ تھے جن سے ہتھیاروں کے سلسلے میں لین دین رہا کرتا تھا۔

اس نے سونیا کو بتایا تھا کہ اس کے باس کے نمبر کے ساتھ ایس جی لکھا رہتا ہے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ باس کا نام سینڈی گرے ہے اور اس کا مخفف ایس۔ جی ہے۔

وہ ویران ساحل میامی بیچ سے کئی کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ سونیا ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر میامی کی طرف جانے لگی۔ وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی چلاتے ہوئے عقب نما آئینے میں اسے دیکھا پھر کہا ”تم خوب صورت ہو، جوان ہو کیا ویران بنگلوں میں کسی نے تمہیں کال کیا تھا؟“

اس نے مختصر سا جواب دیا ”میں کال گرل نہیں ہوں۔“

وہ ہنستے ہوئے بولا ”پھر اس ویرانے میں اکیلی کیا کر رہی ہو؟“

”تمہیں بتانا ضروری نہیں ہے۔ خاموشی سے ڈرائیو کرو اور سامنے دیکھتے رہو۔“

وہ عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے بولا ”اونہہ۔ میں تمہارے جیسی عورتوں کو خوب پہچانتا ہوں۔ برسوں سے ٹیکسی چلا رہا ہوں۔ میامی کی ایک ایک دھندا کرنے والی کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔“

سونیا نے کوئی جواب نہیں دیا، خاموش رہی، وہ بولا ”اگر چاہتی ہو کہ میں تمہیں پولیس اسٹیشن نہ لے جاؤں تو مجھے پچاس ڈالر دے دو۔“

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے ڈرائیور کو دیکھا۔ وہ اسے ایک ہاتھ جماتی تو ڈرائیونگ کے قابل نہ رہتا۔ وہ دبلا پتلا سا تھا، نشے کا عادی تھا۔ وہ اس پر ہاتھ اٹھانا نہیں چاہتی تھی، پولیس کے جھمیلوں میں بھی نہیں پڑنا چاہتی تھی۔ وہ کسی کے ان سوالوں کے جواب نہیں دے سکتی تھی کہ وہ کون ہے؟ اس کا کیا نام ہے؟ وہ کہاں سے آئی ہے اور کہاں بھٹکتی پھر رہی ہے؟

اس نے پچاس ڈالرز نکال کر اسے دے دیے۔ وہ رقم لے کر ہنستے ہوئے بولا ”میں نے کہا تھا ناں، تمہاری جیسی عورتوں کو خوب پہچانتا ہوں۔ اب ٹیکسی کا کرایہ بھی دے دو۔ شہر تک پچیس ڈالرز بنیں گے۔ تم تیس ڈالرز دے دو۔ اس کے بعد میں تمہیں پریشان نہیں کروں گا۔“

اس نے گھور کر ڈرائیور کو دیکھا پھر تیس ڈالرز بھی نکال کر دے دیے۔ اس نے رقم لے کر رکھ لی پھر گاڑی کو سڑک کنارے روک دیا۔ اس نے پوچھا ”تم نے گاڑی کیوں روک دی؟“

اس نے اچانک ہی کھٹاک کی آواز کے ساتھ چاقو نکالا، ہنستے ہوئے کہا ”میں دیکھنا چاہتا تھا، تم کنگال ہو یا مالا مال۔ تمہارے پاس تو بہت مال ہے، نوٹ پر نوٹ نکالتی جا رہی ہو۔ چلو۔ جتنا مال ہے، میرے سامنے رکھ دو۔“

وہ اسے ہمدردی سے دیکھتے ہوئے بولی ”میری شرافت تمہیں راس نہیں آرہی ہے۔ میں آرام سے شہر پہنچنا چاہتی تھی اور تم حرام کما کر بھی خوش نہیں ہو رہے ہو۔“

اس نے یکبارگی اس کی کلائی پکڑ کر موڑ دی۔ وہ جھاڑو کے تنکے کی طرح تھا، جیسے ٹوٹ کر رہ گیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی، ہاتھ سے چاقو چھوٹ گیا۔ سونیا نے اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کیا تو اس کے دیدے پھیل گئے۔ ایسا ہتھوڑا نما ہاتھ تھا کہ اس کے منہ سے آواز نہ نکل سکی۔ وہ پیچھے کی طرف الٹ کر کھڑکی کے شیشے سے ٹکرایا۔ اس نے اس کی تینوں جیبوں میں ہاتھ ڈال کر پانچ سو ڈالرز نکالے پھر کہا ”شاید تمہارا دھندا یہی ہے۔ تم ٹیکسی چلا کر نہیں، کمزور عورتوں کو لوٹ کر مال کماتے ہو۔ آئندہ تم کسی کو لوٹنے کے قابل نہیں رہو گے۔“

اس نے ٹیکسی سے باہر آکر اس کی طرف کا دروازہ کھول کر اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا پھر اسے باہر کھینچ کر ایک ہاتھ مارا، وہ دور جا کر گرا۔ اس نے فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر بھاگنے میں دیر نہیں کی۔

وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھانے لگی۔ وہ تیزی سے سڑک پر بھاگتا جا رہا تھا۔ آگے جا کر واپس گھوم کر دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے اچھل کر کہنے لگا ”تم میری گاڑی نہیں لے جا سکتیں۔ میں شہر پہنچتے ہی پولیس والوں کو تمہارے پیچھے لگا دوں گا۔ پولیس والے حوالات میں تمہاری ایسی کی تیسی کرتے رہیں گے۔“

سونیا نے گاڑی کی رفتار ایک دم سے بڑھا دی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ شخص کمینہ ہے آئندہ اس کے لیے مصیبتیں پیدا کرتا رہے گا۔ اس نے پوری رفتار سے ڈرائیو کرتے ہوئے اسے زور کی ٹکر ماری۔ وہ اچھل کر دور ایک طرف جا کر گرا۔ سونیا کے لیے یہ دیکھنا ضروری نہیں تھا کہ اس کا انجام کیا ہوا ہوگا وہ آرام سے ڈرائیو کرتی ہوئی ایک گھنٹے کے اندر میامی پہنچ گئی۔

وہاں کوئی پولیس والا اسے ٹیکسی ڈرائیو کرتے ہوئے دیکھ سکتا تھا۔ وہ کسی جھمیلے میں پڑنا نہیں چاہتی تھی۔ ایک جگہ ٹیکسی کو چھوڑ کر فٹ پاتھ پر چلنے لگی۔ وہ میامی شہر کے اس علاقے میں تھی جہاں دن سے زیادہ رات میں رونق رہا کرتی تھی۔ مہنگے نائٹ کلبس، کیبرے، کیسینو اور مساج اینڈ باتھ صبح تک کھلے رہتے تھے۔ رات سے صبح تک دولت لٹائی جاتی تھی اور لوٹی جاتی تھی۔ وہ ایک ہوٹل کی لابی میں آکر بیٹھ گئی۔ اس نے کھانے کا آرڈر دیا پھر موبائل فون کو آن کر کے سینڈی گرے سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے اس کی آواز سن کر پوچھا گیا ”تم کون ہو؟ یہ تو جیری کا فون ہے۔“

”جیری بات کرنے کے قابل نہیں ہے۔ میں نے اس کی بری طرح پٹائی کی ہے۔ تمہاری ہتھیاروں سے بھری ہوئی دین

...اور ساحلی کا بیچ کو بم کے دھماکوں سے تباہ کردیا ہے۔ بہتر ہے' پہلے میری ان باتوں کی تصدیق کرلو پھر مجھ سے رابطہ کرو۔"

اس نے فون بند کردیا۔ کھانا کھانے لگی۔ سوچنے لگی "میرے ذہن کو کیا ہوگیا ہے؟ مجھے یاد کیوں نہیں آرہا ہے کہ میرا نام کیا ہے؟ میں کون ہوں؟ میرے اپنے سگے ضرور ہوں گے۔ وہ سب کہاں گم ہوگئے ہیں؟"

سینڈی گرے نے پہلے سونیا کے دماغ میں آکر خیالات پڑھے۔ اس نے سانس روک لی۔ اس کا ایک خاص کارندہ فرینک بلیو میامی نائٹ کلب کا انچارج تھا۔ اس نے فون پر اس سے کہا "جیری لاکھوں ڈالرز کے ہتھیار لے کر ویران ساحل کے بنگلے میں گیا تھا۔ پتا چلا ہے کہ وہ تمام اسلحہ اور میرا وہ بنگلا تباہ ہوگیا ہے۔ تم فوراً اپنے آدمیوں کو بھیج کر معلوم کرو' یہ کہاں تک درست ہے؟"

فرینک بلیو نے کہا "باس! ایک گھنٹا پہلے معلوم ہوا تھا کہ ویران ساحل کی طرف کہیں زبردست دھماکے ہوئے ہیں۔ میرے دو بندے وہاں گئے ہیں۔ میں ابھی ان سے رابطہ کرنے کے بعد آپ کو کال بیک کروں گا۔"

اس نے فون بند کیا پھر اپنے بندوں سے رابطہ کرکے معلومات حاصل کیں۔ اس کے بعد سینڈی گرے کو فون پر مخاطب کیا "ہیلو باس! بری خبر ہے۔ آپ کا بنگلا نمبر اے فورٹین تباہ ہوگیا ہے۔ ہتھیاروں والی وین کے پرخچے اڑ گئے ہیں۔ وین اور ہتھیاروں کے ساتھ انسانی جسموں کے ٹکڑے بھی دور تک بکھر گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے' جیری بھی مارا گیا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "او گاڈ! یہ کیا ہو رہا ہے؟ دو ہفتے پہلے یہاں نیویارک میں ایک عجیب و غریب بچے نے میرے اسلحے سے بھرے ہوئے گودام کو تباہ کرکے مجھے کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچایا تھا۔ آج ایک عورت نے لاکھوں ڈالرز کے اسلحے... اور میرے بنگلے کو تباہ کیا ہے۔"

فرینک بلیو نے حیرانی سے پوچھا "کیا ابھی یہ نقصان ایک عورت نے پہنچایا ہے؟"

"ہاں۔ اس نے فون پر یہی کہا تھا۔ ہوسکتا ہے۔ اس عورت کے پیچھے میرے دشمن چھپے ہوئے ہوں۔ میرے اندازے کے مطابق وہ عورت میامی شہر میں کہیں ہوگی۔ اسے تلاش کرو۔"

اس نے جیری کے موبائل فون کے نمبر پنچ کیے۔ سونیا کھانے کے بعد کافی پی رہی تھی۔ فون کا بزر سن کر اس نے بٹن کو دبایا پھر اسے کان سے لگا کر کہا "میں جانتی تھی' تم مجھ سے رابطہ کروگے۔"

"کون ہو تم؟ تمہیں مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"میں تمہیں نہیں جانتی پھر تم سے دشمنی کیوں کروں گی۔ جیری ایک اندھے بوڑھے کو پریشان کررہا تھا۔ وہ تمام اسلحہ اس کے بنگلے میں چھپانا چاہتا تھا۔ میں نے اسلحہ سمیت اس کے دو ساتھیوں کو ختم کردیا۔ جیری کی پٹائی کرکے اس کی جاں بخش دی ہے۔"

"تم نے تنہا ایسا نہیں کیا ہوگا۔ تمہارے ساتھ اور بھی لوگ ہوں گے۔"

"یقین کرو یا نہ کرو۔ میں بالکل تنہا ہوں۔"

"پھر تو تم زبردست ہو۔ میرے لیے کام کروگی؟"

"میں انسانیت کے خلاف کوئی کام نہیں کرتی۔ اگر لمبی عمر گزارنا چاہتے ہو تو مجھ سے دور رہو۔"

"اگر میں لمبی عمر جینا نہ چاہوں تو کیا مجھ سے ملوگی؟"

"کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کبھی کسی کے روبرو نہیں آتا۔ مجھے نادان نہ سمجھو۔ کوئی دوسرا حربہ آزماؤ۔"

سونیا نے ویٹر کو بلا کر پوچھا "کتنا بل ہے؟"

وہ بولا "نائنٹی ڈالرز۔"

اس نے سو ڈالرز دیے۔ وہ شکریہ ادا کرکے چلا گیا پھر وہ فون پر بولی "تم بھی کیا یاد کروگے۔ میں نے ایک ویٹر کی آواز سنائی ہے۔ اب تم اس کے دماغ سے معلوم کروگے کہ یہ کون سا ہوٹل ہے اور میں میامی کے کس حصے میں ہوں۔ روبرو آسکتے ہو' تو آؤ مگر نہیں آؤگے۔ اپنے کتوں کو بھیجو گے۔"

اس نے ہنستے ہوئے فون کو بند کردیا۔ سینڈی نے ویٹر کے مختصر سے خیالات پڑھے پھر فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر فرینک بلیو کے اندر پہنچا۔ اس سے بولا "وہ عورت سی سائیڈ ہوٹل کی بالکونی میں ہے۔ فوراً اسے جاکر پکڑو۔ وہ بہت چالاک ہے۔ اسے نکل بھاگنے کا موقع نہ دینا۔ کوشش کرو کہ اسے زندہ گرفتار کرو۔ میں اس سے بہت کچھ اگلوانا چاہتا ہوں۔"

وہ پھر ویٹر کے دماغ میں آیا۔ وہ کچن میں مصروف تھا۔ اس نے اسے پھر بالکونی کی طرف جانے پر مائل کیا۔ وہ چاہتا تھا کہ فرینک بلیو کے وہاں پہنچنے تک سونیا کی نگرانی کرتا رہے۔

وہ ویٹر کے اندر رہ کر بالکونی میں آیا تو سونیا وہاں نہیں تھی۔ ویٹر تیزی سے چلتا ہوا سیڑھیوں سے اترتا ہوا اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ وہ دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ باہر جانے لگا۔ ہوٹل کے مالک نے اسے روک کر پوچھا "ڈیوٹی چھوڑ کر کہاں

ے ہو؟ کچن میں جاؤ۔"

وہ بولا "سر! میں دس منٹ کے لیے جاؤں گا پھر واپس ؤں گا۔ پلیز مجھے جانے دیں۔"

وہ جانے کی اجازت نہیں دینا چاہتا تھا۔ سینڈی نے اس دماغ میں آکر اس کا منہ بند کیا۔ اسے کاؤنٹر کی طرف نے پر مائل کیا۔ ادھر ویٹر کا دماغ آزاد ہوگیا تھا۔ اس نے ے کہا "آل رائٹ سر! میں کچن میں جارہا ہوں۔"

وہ پلٹ کر کچن کی طرف جانے لگا۔ سینڈی نے پھر اس دماغ پر قبضہ جمایا۔ اسے دوڑاتا ہوا ہوٹل کے باہر لے دیر ہوگئی تھی۔ اس نے باہر آکر دور تک اِدھر اُدھر جاکر ا۔ وہ نظر نہیں آرہی تھی۔ فرینک چند ماتحتوں کے ساتھ سینڈی نے ویٹر کی زبان سے کہا "فرینک! میں ایس جی رہا ہوں۔ وہ عورت ابھی باہر نکل کر کہیں گئی ہے۔ ٹیکسی ڈ کی طرف جاؤ۔ یہ ویٹر اسے پہچانتا ہے۔"

وہ سب ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف جانے لگے۔ ویٹر سے سونیا اں اس کا ہیر اسٹائل اور تمام حلیہ تفصیل سے معلوم نے لگے۔ وہ ٹیکسی اسٹینڈ کے آس پاس نظر نہیں آئی۔ بلیو نے اپنے آدمیوں سے کہا "تم لوگوں کو اس کا حلیہ م ہوچکا ہے۔ ایسی کوئی عورت تنہا نظر آئے تو اسے جانے فوراً باس کو فون پر مطلع کرو۔"

وہ سب مختلف سمتوں میں چلے گئے۔ سونیا نے فون کے یے سینڈی کو مخاطب کیا "ہیلو۔ تم لوگ عجیب احمق ہو؟ ہوٹل کے اندر ہوں اور تم سب ہوٹل کے باہر تلاش ہے ہو؟"

اس نے فوراً ہی فرینک بلیو کے دماغ میں آکر کہا "وہ ل کے اندر ہے۔ ویٹر کے ساتھ اندر جاؤ۔ اپنے آدمیوں ٹل کے دروازے پر کھڑا کرو۔ انہیں کہہ دو کہ کسی بھی ورت کو باہر نہ جانے دیں۔"

وہ سب دوڑتے ہوئے ہوٹل کے اندر چلے گئے۔ اسے ے نیچے تک ہر منزل پر تلاش کرنے لگے۔ وہ فون کے نہ بولی "کیا تمہاری ٹیلی پیتھی کسی کام آرہی ہے؟ ایک نے کہا کہ میں باہر گئی ہوں تم سب اس کے ساتھ باہر ے چلے گئے۔ میں نے کہا کہ میں ہوٹل کے اندر ہوں تو ب مجھے اندر تلاش کررہے ہو۔ اب ایک گھنٹا گزر چکا ور تمہارا خیال ہے کہ میں اب تک اسی ہوٹل میں بیٹھی نتظار کررہی ہوں۔"

واقعی ایک گھنٹا گزر چکا تھا اور وہ مایوس ہوچکا تھا۔ اس ینک سے کہا "ہم ہوٹل تک محدود ہو کر اسے تلاش کررہے ہیں۔ وہ اس ویٹر کو دھوکا دے کر جاچکی ہے۔ اسے پورے شہر میں تلاش کرنا ہوگا۔"

وہ سب پھر ہوٹل کے باہر آگئے۔ فرینک بلیو نے اپنے آدمیوں سے کہا "تم سب اپنی گاڑیوں میں جاؤ اور اسے مختلف علاقوں میں تلاش کرو۔"

وہ سب چلے گئے۔ اس نے فون کے ذریعے اپنے مزید ماتحتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنا کام دھندا چھوڑ کر اس عورت کو تلاش کریں۔ اس نے بلیو جینز پر اورنج کلر کی شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ گلے میں سیاہ رنگ کا اسکارف ہے۔ اس کی زلفیں سنہری ہیں اور شانوں تک لہراتی ہیں۔ ایسی کوئی عورت نظر آئے تو فوراً باس سے فون پر رابطہ کرو۔

اس کے درجنوں ماتحت پورے میامی شہر میں پھیل گئے۔ صبح چار بجے تک انہوں نے بیس ایسی عورتوں کو پکڑا جو تنہا تھیں اور وہ سونیا کے لباس اور حلیے سے ملتی جلتی تھیں۔ سینڈی گرے نے ایک ایک کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اچھی طرح ان کے خیالات پڑھے۔ ان میں سے بعض سیدھی سادی گھریلو عورتیں تھیں اور بعض مین ہنٹر تھیں۔ گلی کوچوں میں مردوں کو شکار کرتی تھیں۔

سینڈی گرے نے جھنجلا کر کہا "ان میں وہ نہیں ہے جس کی تلاش ہے۔ انہیں جانے دو۔ تم لوگ کسی کام کے نہیں ہو۔ پوری رات گزر چکی ہے اور تم لوگ اس ایک عورت کو تلاش نہیں کرپائے ہو؟"

فرینک بلیو نے کہا "باس! آپ دیکھ رہے ہیں' ہم اسے تلاش کرنے کے لیے اپنے تمام ذرائع استعمال کررہے ہیں۔ پولیس والوں کو بھی اچھی خاصی رقم دے کر اس کے پیچھے لگا دیا ہے۔ امید ہے وہ جلد ہی پکڑی جائے گی۔"

وہ کیسے ملتی؟ جو چیز بغل میں چھپی ہو۔ اسے سارے شہر میں ڈھونڈ مارو وہ کبھی نہیں ملے گی۔ وہ فرینک بلیو کی کار میں پچھلی سیٹ پر لیٹی ہوئی تھی۔ کار کے شیشے کلرڈ تھے۔ وہ باہر سے دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ فرینک بلیو کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ سینڈی اس کے اندر تھا۔ اس نے پوچھا "اب کہاں جارہے ہو؟"

وہ بولا "ہم نے اب تک میڈم بونزا کال گرلز ہاسٹل چیک نہیں کیا ہے۔ ہوسکتا ہے' وہ عورت وہاں چھپی ہوئی ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ کروں گا۔"

وہ چلا گیا۔ فرینک دھیمی رفتار سے کار ڈرائیور کررہا تھا

اور فٹ پاتھ پر چلنے والی عورتوں کو دیکھتا جا رہا تھا۔ اسے پیچھے سے آواز سنائی دی "کب تک مجھے تلاش کرتے رہو گے؟"

اس نے ایک دم سے بوکھلا کر گاڑی روکی۔ پلٹ کر دیکھا۔ پچھلی سیٹ پر وہ مسکرا رہی تھی اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ وہ سہم کر بولا "کک۔۔۔ کون ہو تم؟"

"میں وہی ہوں۔ بلیو جینز اور رنج کلر کی شرٹ، گلے میں سیاہ اسکارف اور دیکھو سنہری زلفیں شانوں تک لہرا رہی ہیں۔ کیا ریوالور کے سامنے زلفوں پر شاعری فرماؤ گے؟"

وہ تھوک نگل کر بولا "ہماری کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے۔ ہم تو ایک دوسرے کو جانتے بھی نہیں۔ یقین کرو۔ میں تمہارے جیسی اسمارٹ عورت سے دوستی کرنے کے لیے تمہیں تلاش کر رہا تھا۔"

"میں ابھی تمہیں آزماؤں گی کہ دوستی کے قابل ہو یا نہیں؟ کار آگے بڑھاؤ۔ کہیں ویرانے کی طرف چلو۔ آرام سے دوستی ہوگی۔"

اس نے گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ وہ بولی "اپنے باس اور اپنے دھندے کے بارے میں سچ سچ بتاؤ گے تو دوستی ہوگی۔"

"میں باس کا دستِ راست ہوں۔ اس کے باوجود اس کا نام اور پتا نہیں جانتا۔ ہم سب اسے ایس جی کہتے ہیں اور فون پر اس سے رابطہ کرتے ہیں۔"

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ وہ بولی "کچھ چھپاؤ گے تو پچھتاؤ گے۔"

"میں کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ بہت خطرناک ہے لیکن تم سے متاثر ہو گیا ہے۔ اسے تمہارے جیسی اسمارٹ عورت کی ضرورت ہے۔ کیا تم اس کی دستِ راست بننا چاہو گی؟"

"منہ چھپانے والے چھپ کر وار کرتے ہیں۔ وہ کبھی میرے سامنے نہیں آئے گا۔ اس لیے اس کی باتیں نہ کرو۔"

اس نے ایک ویران علاقے میں گاڑی روک دی۔ سونیا کار سے باہر آ کر بولی "باہر کھلی فضا میں آؤ۔" وہ دروازہ کھول کر باہر آیا پھر بولا۔

"ٹھیک ہے۔ باس کی باتیں نہیں کروں گا۔ ہم دوست بن کر رہیں گے۔"

"میں تمہارے باس کو بے نقاب کرنا چاہوں گی تو تم دشمن بن جاؤ گے۔"

"نہیں۔ تم سے اور گہری دوستی ہو جائے گی۔ میں خود اسے بے نقاب دیکھنا چاہتا ہوں۔"

وہ ہنس کر بولی "وہ تمہارے اندر ہے اور تم اس کے خلاف بول رہے ہو۔"

"ابھی وہ میرے دماغ میں نہیں ہے۔"

"پھر کسی وقت آ کر تمہارے خیالات پڑھے گا کہ میر طرح تم بھی اسے بے نقاب کرنا چاہتے ہو۔"

"میں اس سے باتیں بناؤں گا کہ تمہیں ٹریپ کرنے لیے اس کے خلاف بول رہا ہوں۔"

"ویری اسمارٹ۔ میں تم سے دوستی کروں گی۔"

سونیا نے ریوالور کو ایک طرف پھینک کر مصافحے لیے ہاتھ بڑھایا۔ فرینک نے تیزی سے کوٹ کے اندر ہا ڈال کر ایک پستول نکالا۔ اسی لمحے میں اس کے ہاتھ پر ایک لات پڑی۔ پستول ہاتھ سے نکل کر فضا میں اڑتا ہوا دور گیا سونیا نے اس طرف چھلانگ لگائی۔ پستول کے پاس آ کر ا اٹھاتے ہوئے پلٹ کر دیکھا۔ فرینک نے اس کا پھینکا ہو ریوالور اٹھا لیا۔ دونوں ایک دوسرے کے نشانے پر آ گئے۔

اسی وقت سینڈی کی آواز سنائی دی۔ وہ فرینک کی زبا سے بولا "میں فرینک کا باس ایس جی بول رہا ہوں۔ کوئی گ نہ چلائے۔ دونوں مریں گے۔ خوامخواہ جان سے جائیں گے۔"

وہ بولی "تمہیں میری نہیں اپنے دستِ راست کی ہے۔ تم نے اپنے حواریوں کو یہاں پہنچنے کے لیے کہا ہے تمہیں ان کا بھی انتظار ہے۔ ان کے آنے تک تم مجھے باتو میں لگائے رکھو گے۔"

سینڈی نے سوچ کے ذریعے فرینک سے کہا "یہ بہ چالاک ہے۔ ہمارے آدمیوں کے آنے تک فرار ہو جا گی۔ تم خطرہ مول لو۔ فوراً گولی چلا کر اسے زخمی کرو۔"

فرینک نے سونیا سے کہا "تم خوامخواہ دشمنی مول رہی ہو۔ جبکہ دوستی کر سکتی ہو۔"

"تمہاری دوستی کا نمونہ ابھی دیکھ چکی ہوں۔ اب میر دوستی دیکھو۔ میں پہلے تمہیں فائر کرنے کا موقع دیتی ہو گولی چلاؤ۔"

وہ تو یہی کرنے والا تھا۔ اس نے فوراً ہی نشانہ لے کر ٹریگر کو دبایا۔ ایک بار پھر دبایا۔ کھٹ کھٹ کی آواز ہوئی گولی نہیں چلی۔ وہ خالی ریوالور کے ذریعے اسے الو بنا کر ا ویرانے میں لائی تھی۔

اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ وہ فوراً ہی دونوں ہاتھ جوڑ کر زمین پر گھٹنے ٹیک کر بولا "مجھے معاف کر دو۔ ایک موقع دو۔ تم سچ مچ گریٹ ہو۔ دوستی کے قابل ہو لیکن تم

تمہارا غلام بن کر رہوں گا۔"

"اپنے باس کے غلام رہو اور اس سے کہو' ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنی جان بچائے۔"

سینڈی نے کہا "میں تم سے التجا کرتا ہوں۔ اسے گولی نہ مارو۔ میں تمہیں بہت بڑی آفر دینا چاہتا ہوں۔"

رات کی خاموشی ٹھائیں کی زوردار آواز دور تک گونجتی چلی گئی۔ سینڈی کی سوچ کی لہریں فرینک کے مردہ دماغ سے نکل گئیں۔ اب وہ دیکھ نہیں سکتا تھا کہ سونیا کیا کر رہی ہے اور کہاں جا رہی ہے؟

اس کے کئی مسلح حواری ادھر آ رہے تھے۔ وہ ایک کے دماغ میں رہ کر وہاں پہنچا تو میدان صاف ہو چکا تھا۔ وہاں فرینک کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ سونیا اس کی کار لے کر چلی گئی تھی۔ وہ سب اپنی گاڑیوں میں دور دور تک جا کر اسے ڈھونڈتے رہے لیکن اس کے سائے تک بھی نہ پہنچ سکے۔

وہ کئی کلومیٹر کا فاصلہ طے کر چکی تھی۔ ایک ڈوے ٹاؤن میں آ کر فرینک کی کار کو ایک جگہ چھوڑ دیا۔ ایک ہوٹل میں آ کر سوچنے لگی "مجھے کہاں جانا چاہیے' میرے اپنے مجھے کہاں ملیں گے' یہ عجیب بات ہے کہ جہاں جا رہی ہوں' مجرموں سے ٹکرا رہی ہوں۔ کیا اس دنیا میں شریف لوگ نہیں ہیں؟"

اب وہ کسی شریف مرد یا عورت سے دوستی کر کے آگے بڑھنا چاہتی تھی۔ ہوٹل کے باہر ایک چھ برس کی بچی کھیل رہی تھی۔ ایک گیند کو دیوار پر مار کر واپسی میں اسے کیچ کرنا چاہتی تھی لیکن کیچ نہیں کر پا رہی تھی۔ سونیا نے اس کے پیچھے آ کر گیند کو کیچ کیا پھر مختلف طریقوں سے گیند کو دیوار پر مار کر کیچ کرنے لگی۔ سونیا کبھی اچھل رہی تھی' کبھی قلابازی کھا رہی تھی اور کبھی گیند کی طرف پیٹھ کر کے اسے دیکھے بغیر کیچ کر رہی تھی۔

بچی خوش ہو کر تالیاں بجانے لگی۔ سونیا نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "میرا نام وہ ہے' جو تمہیں سب سے زیادہ پسند ہے۔ بولو دنیا میں سب سے پیارا نام کیا ہے؟"

وہ بولی "میریا۔ یہ میری ممی کا نام تھا۔"

"تھا۔۔۔؟ یعنی اب نہیں ہے؟"

"وہ گاڈ کے پاس چلی گئی ہیں۔ گرینڈ پا کہتے ہیں' وہ جلد ہی واپس آئیں گی۔"

"تو سمجھو کہ ممی واپس آ گئی ہیں۔ میرا نام بھی میریا ہے۔"

ایک بوڑھے نے قریب آ کر کہا "میں دور سے دیکھ رہا تھا۔ تم میری پوتی کو ہنسا رہی ہو۔ ورنہ یہ دو دنوں سے ہنسنا بھول گئی تھی۔"

"یہ ہنسنا کیوں بھول گئی ہے کوئی ٹریجڈی ہوئی ہے۔"

"اس کی ممی ایک حادثے میں ہلاک ہو گئی ہے۔ اس لڑکی کے ذہن پر ماں کی موت کا برا اثر پڑا ہے۔"

سونیا نے کہا "میں اس کی ممی کی ہم نام ہوں۔ میرا نام بھی میریا ہے۔ میں اسے اتنا پیار دوں گی کہ یہ ماں کا غم بھول جائے گی۔ آپ کی فیملی میں اور کتنے افراد ہیں۔"

"صرف ایک بیٹا ہے۔ ہماری اس سے نہیں بنتی بے بی بھی اپنے باپ سے ڈرتی ہے اور نفرت کرتی ہے۔ میں اسے لے کر واشنگٹن جا رہا ہوں۔"

وہ بولی "میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ کیا میں بے بی کی دیکھ بھال کے لیے آپ کے ساتھ رہ سکتی ہوں؟"

بے بی نے سونیا کا ہاتھ پکڑ کر کہا "تم بہت اچھی ہو۔ میرے ساتھ رہو گی۔ گیند کیچ کرنا سکھاؤ گی۔"

سونیا کے ساتھ وہ بوڑھا بھی ہنسنے لگا۔ اس نے سونیا سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "میرا نام جان ریڈی ہے۔ میں نہیں جانتا' تم کون ہو کہاں سے آئی ہو اور میں بھی نہیں جانتا کہ مجھے نقصان پہنچاؤ گی یا میرے زخموں پر مرہم رکھو گی۔ میں اپنی پوتی پنکی کی ہنسی کی خاطر تم پر بھروسا کروں گا۔"

سونیا کو ایک سہارا مل گیا۔ رشتے داری مل گئی۔ وہ دادا اور پوتی کے ساتھ واشنگٹن چلی گئی۔

سینڈی گرے تھک ہار کر سو گیا۔ دوسری صبح آنکھ کھلی تو ضروری کاموں سے نمٹنے کے دوران کبھی سونیا کے بارے میں اور کبھی عدنان کے بارے میں سوچتا رہا۔ ان دونوں نے اسے لاکھوں کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچایا تھا اور اب تک اس کی گرفت میں نہیں آئے تھے۔

پچھلی رات سونیا کہیں گم ہو گئی تھی اور عدنان پچھلے ہفتوں سے اسے دوڑا رہا تھا۔ کبھی کبھی یوں لگتا تھا' وہ گرفت میں آنے والا ہے مگر آتے آتے ہاتھوں سے نکل جاتا تھا۔

سینڈی گرے تو دشمن تھا۔ میں دادا ہو کر اسے پکڑ نہیں پا رہا تھا۔ پورس باپ ہو کر اس کے پیچھے دوڑتا رہتا تھا۔ الپا کبریا' اعلیٰ بی بی اور فرمان سب ہی اس انتظار میں تھے کہ کبھی وہ ایک سوچ پر مرکوز رہ کر ہمیں یہ معلوم کرنے کا موقع دے گا کہ وہ کہاں ہے اور کس طرح سے ہم اسے گھیر سکیں گے؟

عدنان اپنے حال میں مست تھا۔ وہ میڈم مورینا اور اس کے شوہر ڈی سوزا کو ممی اور ڈیڈی بنا کر آرام سے دن

رات گزار رہا تھا۔ اسے اب تک آگہی نہیں ملی تھی کہ اسے اپنے بچھڑے ہوئے باپ کے پاس جانا ہے' یا نہیں۔ اس کے دماغ میں کوئی مشورہ الہام کی طرح اترتا تھا' تب وہ اس پر عمل کرتا تھا۔ ڈی سوزا! ضروری کام سے واشنگٹن جا رہا تھا۔ عدنان سے اس قدر متاثر تھا کہ اسے چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا۔ مورینا نے کہا "کوئی بات نہیں' میں اپنے بیٹے کو لے کر تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

ادھر سینڈی گرے نے دن کے گیارہ بجے خیال خوانی کی۔ عدنان کے دماغ میں پہنچا تو وہ ایک ہی سوچ پر ٹھہرا ہوا تھا۔ مختلف خیالات گڈمڈ نہیں ہو رہے تھے۔ وہ ایک طیارے میں سفر کر رہا تھا۔

سینڈی سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اب وہ دھوکا کھانا نہیں چاہتا تھا۔ ہو سکتا تھا' وہ پھر ٹی وی اسکرین پر طیارے میں سفر کرنے کا منظر دیکھ رہا ہو۔ یہ تصدیق کرنی تھی کہ وہ واقعی طیارے میں بیٹھا ہوا ہے۔

اس کے دائیں بائیں ایک عمر رسیدہ خاتون اور ایک مرد بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ خاموش تھے۔ ان میں سے کوئی بولتا تو وہ اس کے دماغ میں پہنچ جاتا۔ اس طرح یقین ہو جاتا کہ وہ ٹی وی کا کوئی منظر نہیں ہے۔

وہ انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد عدنان نے قریب سے گزرنے والی ہوسٹس کو مخاطب کیا اور اس سے کولڈ ڈرنک کی فرمائش کی۔ وہ مسکرا کر بولی "ابھی لاتی ہوں۔"

سینڈی اس ائر ہوسٹس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتا چلا' وہ اندرون ملک ایک شہر سے دوسرے شہر پرواز کرنے والا طیارہ ہے اور وہ طیارہ واشنگٹن جا رہا ہے۔ یہ تصدیق ہو گئی کہ عدنان واقعی اس طیارے میں سفر کر رہا ہے۔ ہوسٹس کے خیالات سے پتا چلا۔ وہ ڈیڑھ گھنٹے بعد واشنگٹن پہنچنے والا ہے۔

اس نے فوراً ہی واشنگٹن کے خاص ماتحت سے رابطہ کیا۔ پتا چلا' فرینک بلیو کی ہلاکت کے باعث وہ میامی نائٹ کلب کا چارج سنبھالنے گیا ہوا ہے۔ اگر اسے واپس بلایا جاتا تو وہ ڈیڑھ گھنٹے میں واپس نہیں آ سکتا تھا پھر بھی اس نے اس ماتحت کو فوراً واشنگٹن واپس آنے کا حکم دیا۔

اس کی ایک گرل فرینڈ تھی۔ اس کا نام فلورا تھا۔ اس نے سینڈی سے بیزار ہو کر کہا تھا "تم مجھ سے کبھی شادی نہیں کرو گے۔ جھوٹے وعدے کرتے رہو گے۔ بہتر ہے ہم الگ ہو جائیں۔ میں کوئی دوسرا لائف پارٹنر ڈھونڈ لوں گی۔"

سینڈی نے بھی فلورا کو چھوڑ دیا تھا۔ اب وہی یاد آ رہی تھی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا "ہائے فلورا! میں ایس جی بول رہا ہوں۔ کیسی ہو؟"

"آج میری یاد کیسے آ گئی؟"

"تم سے ایک کام ہے۔ ایک ڈومیسٹک فلائٹ نیویارک سے واشنگٹن آ رہی ہے۔ وہ ساڑھے بارہ بجے وہاں پہنچے گی۔ وقت کم ہے۔ فوراً ائرپورٹ کے لیے روانہ ہو جاؤ۔"

"میں ائرپورٹ کیوں جاؤں؟ کیوں تمہارا کام کروں؟ تم بے مروت اور ہرجائی ہو۔"

"یہ ایسی باتوں کا وقت نہیں ہے۔ مجھے مجبور نہ کرو۔ ورنہ میں تمہیں لباس اتار کر ائرپورٹ جانے پر مجبور کر دوں گا۔"

فلورا جانتی تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے تماشا بنا سکتا ہے۔ وہ سہم کر بولی "میں ابھی جا رہی ہوں۔"

اس نے کہا "اس فلائٹ سے پانچ برس کا ایک بچہ آ رہا ہے۔ تم دور ہی دور سے اس پر نظر رکھو گی۔ میں ابھی تمہیں بتاؤں گا کہ وہ تنہا ہے یا اس کے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔"

اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچا "فلائنگ کمپنی والے پانچ برس کے بچے کو تنہا سفر کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ وہ طیارے میں ضرور کسی کے ساتھ ہے۔"

وہ پھر ائر ہوسٹس کے اندر پہنچ گیا۔ ہوسٹس نے اس کی مرضی کے مطابق عدنان کے پاس بیٹھے ہوئے ڈی سوزا سے پوچھا "کیا آپ کچھ پینا پسند کریں گے؟"

اس نے کہا "نو تھینکس۔"

وہ ڈی سوزا کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ ایک ضروری کام سے واشنگٹن جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی مورینا اور بیٹا عدنان ہے۔ سینڈی نے اس کی سوچ میں کہا "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ عدنان ایک مسلمان ہے اور میں عیسائی ہوں۔"

اس نے کہا "تین برس پہلے میری بیوی نے ایک بیٹے کو جنم دیا تھا۔ وہ مر گیا تھا۔ اب تین برس بعد زندہ ہو کر واپس آ گیا ہے۔"

سینڈی نے جھنجلا کر کہا "یہ کیا بکواس ہے۔ جو بچہ پیدا ہونے کے بعد مر گیا وہ تین برس بعد کیسے واپس آ گیا۔ کبھی مردے بھی زندہ ہوتے ہیں؟"

"یہ میں نہیں جانتا۔ ہمیں عدنان سے عقیدت ہے۔ یہ بچہ جو کہتا ہے' ہم اسے سچ سمجھتے ہیں۔"

اس کے خیالات نے بتایا کہ اس بچے نے عجب کرشمہ دکھایا تھا۔ اس نے اچانک تین بجے رات کو گھر میں آ کر اس

کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھا اور آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں تو گردے کی تکلیف کم ہوگئی۔ اب نہ کوئی بیماری ہے' نہ پریشانی ہے۔

عدنان کے متعلق ایسی باتیں سن سن کر سینڈی پریشان ہوجاتا تھا۔ سوچتا تھا "آخر اس میں کیسی کیسی غیر معمولی صلاحیتیں ہیں' یہ لڑکا ایک جگہ اپنے ماں باپ کے پاس کیوں نہیں رہتا؟ ان سے بھی دور رہ کر کیوں بھٹکتا رہتا ہے؟ آخر یہ چاہتا کیا ہے؟ مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے پھر یہ مجھے نقصان کیوں پہنچاتا ہے؟"

اس نے فلورا کو عدنان کی غیر معمولی صلاحیتوں کے بارے میں بتایا۔ وہ تمام باتیں سن کر بولی "پھر تو یہ تمہارے لیے خطرناک ہے۔ تمہیں اس سے دور رہنا چاہیے۔"

"میں دور رہ کر اس کی نگرانی کرنا چاہتا ہوں۔ فی الحال اس کا سامنا نہیں کروں گا۔ پہلے اس کی کمزوریاں معلوم کروں گا پھر اسے کمزور بنا کر قابو میں کروں گا۔ یہ ابھی جتنا خطرناک ہے' بعد میں میرے لیے اتنا ہی فائدہ مند ہوگا۔"

"مجھے تو ڈر لگ رہا ہے۔ کہیں وہ مجھے دشمن سمجھ کر نقصان نہ پہنچائے۔"

"تمہیں ڈرنا نہیں چاہیے۔ میں ابھی کسی فلائٹ سے وہاں پہنچنے والا ہوں۔ میرے آنے تک تم اس پر نظر رکھو گی اور اسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دو گی۔"

وہ ائرپورٹ پہنچ گئی۔ سینڈی نے کہا "تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ میں پرائیویٹ کمپنی کے ایک طیارے میں آرہا ہوں۔ تمہارے اندر رہ کر تمہیں گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

اس کے دوسرے ماتحت بھی دیر سویر وہاں پہنچنے والے تھے۔ وہ اس بات کو یقینی بنا رہا تھا کہ اس بار عدنان اسے ڈاج دے کر کہیں چھپ نہ سکے گا۔ یہ ایک اندیشہ تھا کہ پورس اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی عدنان کے خیالات پڑھ رہے ہوں گے اور وہ بھی واشنگٹن پہنچ رہے ہوں گے۔ وہ لوگ اس کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے تھے۔

ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ عدنان کا ذہن تھوڑی دیر کے لیے صاف ہوا تھا پھر اس کے اندر مختلف خیالات گڈمڈ ہونے لگے تھے۔ سینڈی خود کو تسلیاں دے رہا تھا کہ پورس وغیرہ اس کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنیں گے اور اگر بنیں گے تو ان سے بھی نمٹ لیا جائے گا۔

بعض اوقات جن رکاوٹوں کے بارے میں سوچا بھی نہیں جاتا' وہی رکاوٹیں اچانک پیش آجاتی ہیں۔ سونیا بھی ائرپورٹ پہنچ گئی۔ سینڈی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ پچھلی رات جس نے اسے ڈس لیا تھا' وہی ناگن واشنگٹن میں ہوگی۔ وہ اسی سات برس کی بچی پنکی اور اس کے دادا جان ریڈی کے ساتھ ائرپورٹ آئی تھی۔ جان ریڈی اپنے ایک دوست ڈی سوزا اور اس کی بیوی مورینا کا استقبال کرنے آیا تھا۔ ڈی سوزا جب بھی واشنگٹن آتا تھا تو جان ریڈی کے بنگلے میں قیام کیا کرتا تھا۔

میڈم مورینا اور ڈی سوزا جہاز سے اتر کر عدنان کے ساتھ وزیٹرز لابی میں آئے۔ دونوں دوستوں نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا۔ ڈی سوزا نے کہا "یہ سن کر بہت افسوس ہوا کہ تمہاری بہو حادثے میں ہلاک ہوگئی ہے۔ ہماری پنکی بیٹی ماں سے محروم ہوگئی ہے۔"

مورینا نے جھک کر پنکی کی پیشانی کو بوسہ لیا۔ وہ بولی "میری ممی پھر واپس آگئی ہیں۔ یہ رہیں ممی۔"

وہ سونیا سے لپٹ گئی۔ جان ریڈی نے ان سے سونیا کا تعارف کرایا "اس کا نام بھی میریا ہے۔ اس سے پنکی کو اتنی ممتا مل رہی ہے کہ یہ اپنی ممی کو بھول گئی ہے۔"

سونیا نے ان دونوں سے مصافحہ کیا۔ مورینا نے کہا "تمہیں بہو کی جگہ یہ دوسری میریا مل گئی ہے۔ ہمیں تو سچ مچ ہمارا بیٹا مل گیا ہے یہ دیکھو۔"

مورینا نے پیچھے پلٹ کر آواز دی "عدنان...!"

وہ نہیں تھا۔ مورینا اور ڈی سوزا نے دور تک دیکھتے ہوئے کہا "ابھی تو یہیں تھا۔ عدنان! بیٹے عدنان!"

وہ اسے آوازیں دیتے ہوئے اِدھر اُدھر تلاش کرنے لگے۔ دوسری طرف فلورا سوچ کے ذریعے سینڈی سے کہہ رہی تھی "کہاں ہے وہ لڑکا؟ مجھے کسی بوڑھے میاں بیوی کے ساتھ نظر نہیں آرہا ہے۔"

سینڈی خیال خوانی کے ذریعے ڈی سوزا کے اندر پہنچا تو پتا چلا' عدنان کہیں گم ہوگیا ہے۔ اسے تلاش کیا جارہا ہے۔ اس وقت سونیا ان سے پوچھ رہی تھی "کیا وہ آپ لوگوں کے ساتھ جہاز سے اتر کر آیا تھا؟"

مورینا نے کہا "ہاں۔ وہ ہمارے پیچھے پیچھے آرہا تھا۔"

سونیا نے کہا "پھر وہ کہاں جاسکتا ہے؟ اسے یہیں کہیں ہونا چاہیے۔"

وہ بھی عدنان کو آوازیں دینے لگی۔ اسے کیا معلوم تھا کہ عدنان اس کا پوتا ہے اور وہ پوتا اپنی دادی کے قریب آتے آتے دور ہوگیا ہے۔

ادھر سینڈی بوکھلا گیا تھا۔ وہ ڈی سوزا اور مورینا کے اندر رہ کر سونیا کی باتیں سن رہا تھا اور اسے آواز سے پہچان رہا تھا کہ وہ پچھلی رات والی پراسرار اور خطرناک عورت ہے۔ اس نے لاکھوں ڈالرز کا اسلحہ تباہ کیا تھا۔ فرینک بلیو کو موت کے گھاٹ اتارا تھا پھر وہاں سے فرار ہوگئی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یوں اچانک اسے پھر نقصان پہنچانے کے لیے واشنگٹن کے ائرپورٹ کی لابی میں چلی آئے گی۔

وہ فوراً ہی فلورا کے پاس آکر بولا "یہاں سے واپس جاؤ۔ اپنی کار کے پاس رہو۔ میں ابھی پھر تم سے رابطہ کروں گا۔ عدنان کہیں گم ہوگیا ہے۔"

"مجھے واپس جانے کو کیوں کہہ رہے ہو؟ میں بھی اسے یہاں تلاش کروں گی۔"

"یہاں ایک بہت ہی خطرناک عورت ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ تمہیں دیکھے اور تمہارے پیچھے پڑجائے۔"

فلورا وہاں سے چلی گئی۔ سینڈی کا دھیان دو طرف بٹ گیا۔ سونیا اس کے حواس پر چھا گئی تھی اور عدنان کو قابو میں کرنا بھی لازمی تھا۔ وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ وہ لڑکا اچانک جگہ کیوں بدل دیتا ہے؟ وہ کبھی سوچ نہیں سکتا تھا کہ مورینا اور ڈی سوزا کو ماں باپ بنانے کے بعد انہیں بھی چھوڑ کر چلا جائے گا۔ اگر اسے ذرا سا بھی شبہ ہوتا تو وہ سفر کے دوران میں اس کی نگرانی کرتا رہتا۔ جہاز سے اترتے وقت بھی اس کے ماں باپ کے ذریعے اسے نظروں میں رکھتا۔

اب اس کے ملنے کی توقع نہیں تھی۔ مورینا اور ڈی سوزا نے اسے تلاش کرنے کے دوران میں سونیا وغیرہ کو بتایا تھا کہ وہ ایک غیر معمولی لڑکا ہے۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی کشش ہے۔ وہ دیکھنے والوں کو سحرزدہ کردیتا ہے۔ ایسا کہتے وقت مورینا رونے لگی۔ وہ اسے اپنا ہی بیٹا سمجھ رہی تھی۔ اس سے جدا ہونا نہیں چاہتی تھی۔ سونیا نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا "ذرا صبر کرو۔ ہم اسے پورے شہر میں تلاش کریں گے۔ وہ ضرور تمہیں ملے گا۔"

سینڈی گرگے بھی مایوس ہوگیا۔ ائرپورٹ کے اندر اور باہر اسے تلاش کرتے کرتے تھک گیا۔ فلورا اپنی کار کے پاس کھڑی اس کا انتظار کررہی تھی۔ اس نے دماغ میں آکر کہا "وہ کم بخت شیطان ہے۔ اچانک غائب ہوجاتا ہے۔ آج تک کسی بڑے سے بڑے شہ زور نے مجھے اتنا پریشان نہیں کیا' جتنا کہ یہ بچہ کررہا ہے۔"

فلورا نے پوچھا "میں کب تک یہاں کھڑی رہوں گی؟ اب مجھے جانے دو۔"

"بے شک تم پریشان ہوگئی ہو۔ میں آدھے گھنٹے بعد وہاں پہنچنے والا ہوں۔ تم میرا انتظار نہ کرو۔ گھر چلی جاؤ۔ میں وہاں آجاؤں گا۔"

"پلیز سینڈی! تمہیں میرے اپارٹمنٹ میں نہیں آنا چاہیے۔ ہمارے تعلقات ختم ہوچکے ہیں۔ مجھے ایک نیا چاہنے والا مل گیا ہے۔ میں اس کے ساتھ ایک اچھی زندگی گزار رہی ہوں۔ تم میرے گھر نہیں آؤ گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں جہاں چاہتا ہوں' وہاں پہنچ جاتا ہوں۔ اپنے محبوب سے کہہ دو' آج وہ تمہارے اپارٹمنٹ میں نہ آئے۔ کوئی پڑوسی بھی نہ آئے۔ تم جانتی ہو۔ میں تنہائی میں کسی تیسرے کا وجود برداشت نہیں کرتا۔"

وہ ہنستا ہوا اس کے دماغ سے گم ہوگیا۔ وہ پریشان ہوکر سوچنے لگی' کس طرح ایک اچھی اور پیار بھری زندگی گزارے۔ سیموئل اسے دل و جان سے چاہتا تھا۔ اس سے شادی کرکے ازدواجی مسرتیں دینا چاہتا تھا لیکن سینڈی ایک عرصے کے بعد پھر اس کی زندگی برباد کرنے آرہا تھا۔ وہ مجبور تھی اس کی ٹیلی پیتھی کے آگے دم نہیں مار سکتی تھی۔

وہ کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ اسے اسٹارٹ کرکے ڈرائیو کرتی ہوئی پارکنگ ایریا سے باہر آئی پھر ایک شاہراہ سے گزرنے لگی۔ ایسے ہی وقت اس نے عقب نما آئینے میں دیکھا تو ایک دم سے پریشان ہوگئی۔ فوراً ہی سڑک

سسپنس ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سچی کہانیاں

[illegible]
شیطانِ صفت
سبز قدم

[illegible]
دستِ انتقام
اسیرِ ہوس

قانونی پیچیدگیاں عدالتی کارروائی کے اہم رموز و نکات۔ زن' زر اور زمین کے تنازعوں سے جنم لینے والے مقدمات

ایک ریٹائرڈ ڈی ایس پی کی پیشہ ورانہ زندگی کی پیچیدہ کیسوں کی روداد' جرم و سزا کی وہ کہانیاں جو انسانی حرص و ہوس کا آئینہ ہیں

قیمت فی کتاب -/60 روپے ڈاک خرچ فی کتاب -/23 روپے
چاروں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ -/29 روپے

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
Email: kitabiat@usa.net

کے کنارے گاڑی روک دی۔

عقب نما آئینے میں ایک بچے کی آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ آنکھیں بڑی بڑی خوب صورت سی تھیں۔ ان میں ایسی انجانی سی کشش تھی کہ وہ اپنی نظریں نہیں ہٹا پا رہی تھی۔ عقب نما آئینے سے ہٹ کر وہاں سے پلٹ کر پچھلی سیٹ کی طرف دیکھنا چاہتی تھی لیکن وہ اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ اپنی جگہ سے ہلنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی۔

پھر ان معصوم پرکشش آنکھوں نے کہا "گاڑی چلاؤ۔ گھر چلو۔ مجھے بھوک لگی ہے۔"

وہ بے اختیار کار اسٹارٹ کرکے ڈرائیو کرنے لگی۔ سوچنے لگی "یہ وہی ہے۔ سینڈی نے جیسا کہا تھا' ویسی ہی اس کی آنکھیں ہیں۔ کیا میں سحرزدہ ہو رہی ہوں؟"

وہ کسی حد تک سحرزدہ تھی۔ اس کی بات مان کر گھر کی طرف جا رہی تھی۔ اس سے کسی طرح کا سوال نہیں کر رہی تھی۔ یہ سمجھ رہی تھی کہ سینڈی کی طرح یہ بچہ بھی اسے اپنے زیرِ اثر لے آیا ہے۔ اب سینڈی ہی آکر اس بچے سے اسے نجات دلا سکتا ہے۔

اس نے اپارٹمنٹ کے سامنے گاڑی روکی۔ وہ گاڑی سے اتر کر اس کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا اپارٹمنٹ کے اندر آیا۔ ڈائننگ روم میں آکر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ فلورا نے جھجکتے ہوئے اسے دیکھا۔ اب اس کی آنکھیں عام حالات میں تھیں۔ پہلے جیسی غیر معمولی کشش نہیں تھی۔ اسے حوصلہ ہوا۔ اس نے پوچھا "تم کون ہو؟ میرے ساتھ یہاں کیوں آئے ہو؟"

"پہلے کھانا لاؤ۔ بھوک لگی ہے۔"

"پہلے میرے سوال کا جواب دو۔"

اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو آنکھوں میں پھر وہی کشش تھی۔ وہ فوراً ہی فرماں برداری سے چلتی ہوئی کچن میں آگئی۔ اس کے لیے کھانا گرم کرنے لگی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ سینڈی پرائیویٹ فلائنگ کمپنی کے ائرپورٹ پہنچ گیا ہوگا۔ یہاں آنے سے پہلے میرے دماغ میں آئے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ جس لڑکے کو وہ ٹریپ کرنا چاہتا ہے' وہ یہاں گھر میں بیٹھا ہوا ہے پھر وہ اسے یہاں سے لے جائے گا۔

اسے یاد آیا کہ سینڈی اس بچے سے خوف زدہ بھی ہے۔ شاید وہ اسے اپنے ساتھ نہ لے جائے۔ اسے اسی اپارٹمنٹ میں قید کرکے اس کے سر پر مسلط رکھے۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ عدنان کے مقابلے میں سینڈی سے زیادہ خوف زدہ ہے۔ ایک تو وہ جب چاہتا تھا اس کے اندر آکر اس کی کچھ ایسی باتیں بھی معلوم کرلیتا تھا' جنہیں عورت سب سے چھپا کر رکھتی ہے پھر یہ کہ وہ یہاں آکر اس کے محبوب سیموئیل کا راستہ روکنے والا تھا۔ سیموئیل اگر اس کا مقابلہ کرنا چاہتا تو وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے ذہنی مریض بنا دیتا یا پھر اسے مار ڈالتا۔

یہ خوف سمجھا رہا تھا کہ اسے بچے سے نہیں' سینڈی سے کسی طرح نجات حاصل کرنی چاہیے۔ وہ کھانا گرم کرکے اس کے پاس لے آئی۔ وہ سر جھکا کر کھانے لگا۔ اس نے پوچھا "کیا تم غیر معمولی صلاحیت رکھتے ہو؟ میں نے سنا ہے' تم عجیب و غریب ہو۔ میں بڑے پیار سے ایک بہتر زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔ کیا تم میری کوئی مدد کرسکتے ہو؟"

اس نے سر اٹھا کر فلورا کو دیکھا۔ فلورا کی نظریں اس کی آنکھوں سے چپک کر رہ گئیں۔ وہ گم صم سی اس کے سامنے بیٹھی رہی۔ ایسے وقت اس نے اپنے اندر سینڈی کی آوازیں سنیں۔ وہ کہہ رہا تھا "ہائے فلورا! میں یہاں پہنچ گیا ہوں اور ایک ٹیکسی میں تمہاری طرف آرہا ہوں۔ فلورا... فلورا...! مجھے محسوس ہو رہا ہے جیسے میں تمہارے دماغ میں نہیں ہوں۔ کسی بند کمرے میں بول رہا ہوں۔ مجھے اپنی سوچ کی لہروں کی بازگشت سنائی دے رہی ہے۔ فلورا...! تم کہاں ہو؟ فلورا...! مجھے تمہارا دماغ کیوں نہیں مل رہا ہے؟ کیا تم مرچکی ہو؟ نہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ میں ابھی آرہا ہوں۔"

فلورا یہ تمام باتیں سن رہی تھی اور گم صم عدنان کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی پھر اس کے اندر خاموشی چھا گئی۔ اس کے دل کو بڑا اطمینان حاصل ہو رہا تھا۔ پہلی بار سینڈی اس کے اندر آکر ناکام ہوا تھا۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد کال بیل کی آواز سنائی دی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دروازے کے پاس آئی پھر اسے کھولا۔ سینڈی نے اندر آتے ہوئے پوچھا "کیا تم مرگئی تھیں۔ مجھے پتا نہیں چل رہا تھا کہ میں تمہارے دماغ میں ہوں یا نہیں؟ تمہیں جواب تو دینا چاہیے تھا۔"

وہ بولی "تمہارے لیے یہ بہتر ہوگا کہ میرے دماغ میں تو کیا' میرے گھر میں بھی نہ آؤ۔ ابھی واپس چلے جاؤ۔ کیونکہ اب اس گھر میں تمہارا باپ آگیا ہے۔"

اس نے غصے سے طمانچہ مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ آواز سنائی دی "اے... خبردار!"

اس نے پلٹ کر دیکھا تو عدنان کو دیکھتا ہی رہ گیا۔ طمانچہ مارنے والا ہاتھ اٹھا تھا' اٹھا ہی رہ گیا۔

◆ ◆ ◆ ◆

وہ دم بخود رہ گیا۔ اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے ہی رہ گئی۔ وہ جس ننھے دشمن کو پکڑ کر اپنے قابو میں کرنا چاہتا تھا اور جس کی غیر معمولی صلاحیتوں سے خوف زدہ بھی تھا' وہ کچھ فاصلے پر کھڑا ہوا تھا۔

یہ بات ابتدا سے ہی اس کے ذہن میں تھی کہ عدنان کے روبرو نہ آنے اور اس سے دور رہنے میں ہی اس کی عافیت ہے۔ یہ تجربہ ہوچکا تھا کہ اس کی خیال خوانی کی لہریں اس کے ننھے سے دماغ میں پہنچ کر ناکام ہوجاتی ہیں۔

پہلے تو اسے یقین نہیں آیا کہ وہ لڑکا اچانک اس کے سامنے آگیا ہے۔ وہ ائرپورٹ میں گم ہوگیا تھا۔ تلاش بسیار کے باوجود کہیں دکھائی نہیں دیا تھا۔ سینڈی کبھی سوچ نہیں سکتا تھا کہ وہ گم ہو کر فلورا کے اپارٹمنٹ میں پہنچ جائے گا۔ اس لیے وہ بے دھڑک وہاں آگیا تھا۔ فلورا پر ہمیشہ کی طرح رعب جما کر اس کی پٹائی کرنا چاہتا تھا لیکن پٹائی کرنے والا ہاتھ اٹھا کا اٹھا ہی رہ گیا۔

وہ سہم کر پیچھے ہٹا اور فلورا سے بولا "یہ... یہ کون ہے؟"

وہ بولی "تم پہچان رہے ہو۔ اسی لیے سہمے ہوئے ہو۔ تمہیں یقین نہیں آرہا ہے۔"

عدنان نے فلورا سے پوچھا "یہ کون ہے؟"

وہ حیرانی سے بولی "تعجب ہے۔ تھوڑی دیر پہلے تم نے مجھے اس کی ٹیلی پیتھی سے بچایا تھا اور تم اسے جانتے تک نہیں ہو....! یہ تم سے دشمنی کرتا آرہا ہے۔ نیویارک سے تم پر قابو پاکر اپنا معمول بنانے آیا ہے۔ تم غیب کی باتیں جان لیتے ہو اور اپنے اس دشمن کو نہیں پہچان رہے ہو۔"

"میں نہیں جانتا کون میرا دوست ہے۔ کون میرا دشمن ہے۔ یہ جان گیا ہوں کہ تمہارا دشمن ہے۔ ابھی تم پر ہاتھ اٹھا رہا تھا۔ اے دشمن! یہاں سے جاؤ۔"

وہ خود ہی وہاں سے جانا چاہتا تھا۔ ایک بچے کے روبرو خطرہ محسوس کر رہا تھا۔ وہ جانے لگا۔ فلورا نے اس کا راستہ روک کر کہا "میرے ننھے محافظ! اسے جانے نہ دو۔ مار ڈالو۔ یہ زندہ رہے گا تو میرے دماغ میں آکر میرا جینا حرام کرتا رہے گا۔"

وہ غصے سے بولا "میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔"

عدنان نے فلورا سے کہا "ہٹ جاؤ۔ اسے جانے دو۔"

وہ بولی "یہ تمہارا جانی دشمن ہے۔ اسے زندہ نہ جانے دو۔"

اس کے ننھے سے دماغ میں یہ غائبانہ مشورہ سمایا ہوا تھا کہ اسے جانے دیا جائے۔ وہ بولا "سسٹر! اسے جانے دو۔"

فلورا ایک طرف ہٹ گئی۔ سینڈی بھاگنے کے انداز میں وہاں سے باہر چلا گیا۔ وہ عدنان کے قریب آکر بولی "وہ تم سے

ڈاکٹر جی ایم ناز کی
شہرۂ آفاق کتاب

ازدواجی نفسیات

قیمت 40 روپے
ڈاک خرچ 23 روپے

❖ زندگی کے ساتھی کا آئیڈیل
❖ منگنی اور آئیڈیل
❖ ازدواجی ہم آہنگی
❖ ازدواجی زندگی کا جنسی پہلو
اور بہت کچھ!

کتاب کی قیمت بذریعہ پیشگی ڈرافٹ' منی آرڈر یا کراسڈ چیک ارسال روانہ کریں

خط و کتابت کا پتہ
مکتبہ نفسیات
پوسٹ بکس [illegible] کراچی 74200
فون: [illegible] فیکس: [illegible]
کتابوں کی قیمتیں اور ڈاک خرچ موجودہ ہیں ان میں کسی بھی وقت تبدیلی ہوسکتی ہے 1-6-2001

kitabiat@hotmail.com
kitabiat1970@yahoo.com

بری طرح خوف زدہ تھا۔ کیا تم اسے کوئی سزا نہیں دے سکتے تھے؟"

وہ انکار میں سرہلا کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ وہ پریشان ہو کر بولی "میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں تم پر کیوں بھروسا کررہی ہوں۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے نقصان پہنچائے گا۔ غنڈوں بدمعاشوں کو یہاں بھیجے گا تو تم بچے ہو۔ ان سے کیسے مقابلہ کرو گے؟ تم نہ تو کوئی انتقامی کارروائی کرتے ہو' نہ منہ سے زیادہ بولتے ہو۔ او گاڈ! پتا نہیں وہ یہاں سے جانے کے بعد کیا کرنے والا ہے؟"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ ریسیور اٹھا کر بولی "ہیلو۔ کون؟"

سینڈی کے دہاڑنے کی آواز سنائی دی۔ وہ گالیاں بکتے ہوئے کہہ رہا تھا "میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ اس لڑکے نے تم پر تنویمی عمل کرکے تمہارے دماغ کو لاک کردیا ہے۔ میری سوچ کی لہریں تمہاری طرف نہیں جاپارہی ہیں۔ میں تم سے نمٹ لوں گا۔ تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ بولی "کیا بکواس کررہے ہو؟ اس بچے نے مجھ پر تنویمی عمل نہیں کیا ہے لیکن یہ سن کر خوشی ہورہی ہے کہ اب تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے مجبور اور بے بس نہیں بناسکو گے۔ اب تم کتے کی طرح دور ہی سے بھونکتے رہو گے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا پھر خوش ہو کر بولی "تم واقعی عجیب و غریب ہو۔ کچھ کرتے نہیں ہو مگر بہت کچھ ہوجاتا ہے۔ وہ سینڈی گرے اب مجھے نقصان نہیں پہنچاسکے گا۔"

وہ اس کے قریب آکر بیٹھ گئی اور اس کا ہاتھ تھام کر بولی "تم زبردست ہو۔ آئندہ بھی میرے کام آسکتے ہو۔ بولو میں تمہارے لیے کیا کروں؟ اپنی کوئی خواہش بیان کرو۔"

اس نے فلورا کو دیکھا پھر کہا "میں آئس کریم کھاؤں گا۔"

وہ ہنستے کر بولی "صرف آئس کریم۔۔۔؟ میں تمہارے لیے یہاں آئس کریم کی دکان لگادوں گی۔ تمہیں دیکھ کر یقین نہیں آتا کہ آئس کریم کھانے والا بچہ بڑوں سے بھی زیادہ بڑے کارنامے انجام دے رہا ہے۔"

"تم بہت بولتی ہو۔ کام نہیں کرتی ہو۔ مجھے آئس کریم لاکردو۔"

"آئس کریم لانے کے لیے یہاں سے تین کلومیٹر دور جانا ہوگا۔ کیا تم یہاں تنہا رہو گے؟"

اس نے اثبات میں سرہلایا۔ وہ اپنا پرس اٹھا کر بولی۔ "آؤ۔ دروازے کو اندر سے بند کرو۔ میں جلد ہی آؤں گی۔ جب تک آواز نہ دوں۔ دروازہ نہ کھولنا۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ اس نے اندر سے دروازے کو بند کرلیا۔ وہاں سے آہستہ آہستہ چلتا ہوا فلورا کے بیڈ روم کے سامنے آیا۔ دروازہ بند تھا لیکن اسے کمرے کے اندر ایک سیاہ بیگ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر اندر آیا۔ اس نے ایک الماری کی طرف دیکھا۔ وہ سیاہ بیگ الماری کے اندر نظر آرہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اس الماری کو کھولا۔ اس کے نچلے حصے میں وہ بیگ رکھا ہوا تھا۔

اس نے فرش پر گھٹنے ٹیک کر بیگ کو اپنی طرف کھسکایا۔ وہ نمبروں کے ذریعے لاکڈ کیا گیا تھا۔ وہ گھور کر لاک کو دیکھنے لگا۔ خفیہ نمبر ایک ایک کرکے نگاہوں کے سامنے آنے لگے وہ ایک ایک نمبر گھماتا گیا۔ کھٹ کی آواز کے ساتھ لاک کھل گیا۔ اس نے بیگ کو کھول کر اندر دیکھا۔ اس میں ایک جوڑا مردانہ لباس' شیونگ کا سامان' ایک فائل اور تین کمپیوٹر ڈسک رکھی ہوئی تھیں۔

اس نے فائل پر ایک نظر ڈالی۔ ذہن میں بات آئی کہ فائل چھوڑ دی جائے۔ تینوں ڈسک نکال لی جائیں۔ اس نے یہی کیا۔ تینوں ڈسکس کو نکال کر اپنے لباس کے اندر رکھ لیا۔ بیگ کو بند کرکے اس کے مخصوص نمبروں کے ذریعے اسے لاک کیا۔ اسے پہلے کی طرح اس کی جگہ رکھا۔ الماری کو بند کرکے کمرے کے باہر آیا پھر اس اپارٹمنٹ سے باہر نکل کر ایک طرف روانہ ہوگیا۔ کہیں ٹھہراؤ نہیں تھا۔ وہ کسی جگہ ٹھہر نہیں پارہا تھا۔

فلورا آئس کریم لینے کے لیے کار میں آئی تھی۔ تاکہ جلدی اپارٹمنٹ میں واپس پہنچ سکے لیکن راستے میں اس کا محبوب سیموئیل مل گیا۔ وہ بولی "میں تمہیں کال کرنے والی تھی۔ آج میں بہت خوش ہوں۔"

"بہت خوش ہو تو فوراً کال کرنا چاہیے تھا۔ ویسے بات کیا ہے۔"

"آؤ۔ آئس کریم پارلر میں بیٹھیں۔ وہاں بتاؤں گی۔"

وہ دونوں پارلر میں آکر میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ وہ آئس کریم کا آرڈر دے کر بولی "مجھے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے ایس جی سے نجات مل گئی ہے۔ وہ کبھی میرے دماغ میں نہیں آسکے گا۔"

"وہ تمہیں پریشان کرنے آتا ہے۔ شیطان اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتا۔ وہ پھر آئے گا۔"

"وہ شیطان ایک ننھے فرشتے سے شکست کھا کر اس سے خوف زدہ ہو کر بھاگ گیا ہے۔"

وہ اسے عدنان کے بارے میں بتانے لگی۔ وہ تعجب سے سنتا رہا اور کچھ سوچتا رہا پھر اس نے پوچھا "کیا وہ خفیہ اور راز کی باتیں جانتا ہے؟"

"ہاں۔ سینڈی اسی بات سے خوف زدہ رہتا ہے۔ وہ تو اس کے روبرو کھڑا ہی نہ ہوسکا۔ دم دبا کر بھاگ گیا۔"

"کیا تم نے میرے بارے میں اسے بتایا ہے؟"

"بتانا کیا ہے۔ ابھی چلو۔ اس سے تعارف کراؤں گی۔ مجھے تو جیسے ایک محافظ مل گیا ہے۔ میں ہمیشہ اسے اپنے ساتھ رکھوں گی۔ جلدی آئس کریم کھاؤ۔ وہ انتظار کررہا ہوگا۔ ارے! تم تو کھا نہیں رہے ہو۔ کس سوچ میں ہو؟"

"کچھ نہیں۔ وہ اچانک مجھے یاد آیا ہے کہ ابھی ایک گھنٹے کے اندر مجھے ریکریشن گراؤنڈ پہنچنا ہے۔ میں ابھی تمہارے اپارٹمنٹ نہیں جاسکوں گا۔ تم ایسا کرو۔ میرا وہ سیاہ بیگ لے آؤ۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔ تم وہ بیگ لانے تک میرا یہاں انتظار کرو گے تو پھر اپارٹمنٹ میں کیوں نہیں چلو گے؟"

"میری جان! سمجھا کرو۔ وہاں اس عجیب و غریب لڑکے سے ملاقات کرنے میں دیر ہوجائے گی۔ میں ضروری کام نمٹا کر' واپسی پر اس سے ملوں گا۔ تمہارے پاس کار ہے۔ میں اسی کار میں تمہارے ساتھ ریکریشن گراؤنڈ تک جاؤں گا۔"

وہ راضی ہوگئی۔ عدنان کے لیے آئس کریم کا بڑا سا پیک لے کر کار میں آکر بیٹھ گئی۔ وہ کار کی کھڑکی پر جھک کر بولا۔ "میری جان! اس لڑکے سے زیادہ باتیں نہ کرنا۔ ورنہ دیر ہوجائے گی۔ میرا بیگ لے کر فوراً چلی آؤ۔"

"بس یہ گئی اور یہ آئی۔"

وہ ڈرائیو کرتی ہوئی چلی گئی۔ سیموئیل اسے دیکھتا رہا۔ جب اس کی کار نظروں سے اوجھل ہوگئی تو اس نے اپنا موبائل فون نکال کر کسی سے رابطہ کیا پھر کہا "ہیلو سر! میں نے جس اپارٹمنٹ میں مال رکھا ہے' وہاں خطرہ ہے۔ ہمیں چوتھی ڈسک کے انتظار میں یہاں نہیں رہنا چاہیے۔ آپ ریکریشن گراؤنڈ میں ہیلی کاپٹر لے آئیں۔"

"میں نے تمہیں وارننگ دی تھی۔ ایسے اہم راز کو کسی خطرے کی جگہ نہ رکھا جائے۔ تم بہت لاپروا ہو۔ اگر کوئی گڑبڑ ہوگی تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی۔ میں ابھی وہ فائل اور تینوں ڈسکس لے کر آرہا ہوں۔ آپ ٹھیک ایک گھنٹے بعد ہیلی کاپٹر لے آئیں۔" اس نے فون بند کردیا۔

فلورا کار سے اتر کر اپارٹمنٹ میں آئی۔ دروازہ کھلوانے کے لیے کال بیل کا بٹن دبایا پھر پتا چلا دروازہ ذرا سا کھلا ہوا ہے۔ اس نے ہاتھ لگایا تو وہ پوری طرح کھلتا چلا گیا۔ اس نے آواز دی "عدنان! کہاں ہو؟"

اس نے اندر آکر اسے تلاش کرتے ہوئے کہا "میں نے تاکید کی تھی۔ دروازہ نہ کھولنا باہر نہ جانا۔"

اسے جواب ملا اور نہ وہ ملا۔ وہ دل برداشتہ ہو کر صوفے

سگریٹ نوشی چھوڑیے
جینا شروع کیجیے

قیمت
25 روپے

ڈاک خرچ
23 روپے

تمباکونوشی اور دیگر بری عادات سے چھٹکارا حاصل کیجیے۔

کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ
پیشگی منی آرڈر ارسال کریں

خط وکتابت کا پتہ
مکتبہ نفسیات

kitabiat@hotmail.com
kitabiat1970@yahoo.com

پر بیٹھ گئی۔ وہ اسے کھونا نہیں چاہتی تھی۔ وہاں سے اٹھ کر باہر آئی اور اپارٹمنٹس کے چاروں طرف اسے تلاش کرنے لگی پھر اسے یقین کرنا پڑا کہ وہ جیسے اچانک آیا تھا۔ ویسے ہی اچانک جاچکا ہے۔

وہ اپارٹمنٹ میں واپس آئی۔ سیمویل نے فون پر پوچھا۔ "تم کہاں ہو؟ اتنی دیر کیوں کررہی ہو؟"

وہ رونے کے انداز میں بولی "ہائے سیمویل! وہ بچہ یہاں نہیں ہے۔ کہیں چلا گیا ہے۔"

"اس میں افسوس کرنے کی کیا بات ہے؟ کہیں کھیلنے کودنے گیا ہوگا۔ واپس آجائے گا۔ تم فوراً بیگ لے کر آؤ۔ مجھے دیر ہورہی ہے۔"

"سوری۔ میں ابھی بیگ لے کر آرہی ہوں۔"

اس نے بیڈ روم آکر الماری کھولی۔ وہاں سے سیاہ بیگ کو نکالا پھر اسے اٹھا کر اپارٹمنٹ کے باہر آئی۔ دل نے کہا' عدنان واپس آسکتا ہے۔ اس نے دروازے کو کھلا چھوڑ دیا۔ کار میں بیٹھ کر آئس کریم پارلر تک پہنچی۔ سیمویل انتظار کررہا تھا۔ اس کے ساتھ وہاں سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ پچھلی سیٹ پر رکھے ہوئے بیگ کو دیکھا۔ وہ ایسے نمبروں سے مقفل تھا کہ اسے کوئی کھول نہیں سکتا تھا۔ ایک بچے سے تو توقع ہی نہیں کی جاسکتی تھی۔

وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے بولی "تم واپس کب آؤ گے؟"

"شاید ایک ہفتے بعد آسکوں گا۔"

"سیمویل! میں بہت اداس ہوں۔ ایک تو وہ محافظ بچہ کہیں چلا گیا ہے۔ اوپر سے تم چھوڑ کر جارہے ہو۔ آخر تم کرتے کیا رہتے ہو؟ کب تک مجھ سے بچھڑتے اور ملتے رہو گے۔"

"فلورا! تمہیں میرے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنی ہے تو تمہیں میرا رازدار بن کر رہنا ہوگا۔"

"میں دل و جان سے تمہاری ہوں۔ تمہارا کوئی راز کبھی کسی کے سامنے زبان پر نہیں لاؤں گی۔"

"یہ تمہاری دانش مندی ہوگی۔ میرے ساتھ زندگی گزارنے کی شرط یہی ہے کہ میری ہم راز بن کر رہو۔"

"آخر کیسی رازداری چاہتے ہو؟ مجھ سے کھل کر بولو۔"

"میں وائٹ ہاؤس کے اہم سیاسی راز چرا کر دوسرے ممالک کی ایجنسیوں کو فروخت کرتا ہوں۔"

وہ ریکریشن گراؤنڈ میں آگئے تھے۔ وہ گاڑی روک کر بولی "یہ کیا بکواس کررہے ہو؟ اپنے وطن سے غداری کرتے ہو؟"

وہ پچھلی سیٹ سے بیگ اٹھاتے ہوئے بولا "اب تم مجھے حُبّ الوطنی نہ سکھانا۔ دولت کمانے کے لیے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔"

وہ بیگ اٹھا کر کار سے باہر آگیا۔ موبائل کے ذریعے کہنے لگا "میں آگیا ہوں۔ فوراً ہیلی کاپٹر لے آؤ۔"

اس نے تعجب پوچھا "تمہارے پاس ہیلی کاپٹر بھی ہے؟ تم کہاں جارہے ہو؟"

"میں بارڈر کی طرف جارہا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے تم میرے ساتھ گزارا نہیں کرسکو گی۔"

"میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی۔ تم میرے ملک کا راز چرا کر نہیں لے جاسکتے۔ میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔"

وہ اس کا گریبان پکڑ کر جھنجوڑنے لگی۔ اس نے گریبان چھڑا کر ایک الٹا ہاتھ رسید کیا۔ وہ مار کھا کر پیچھے زمین پر گر پڑی۔ اسی وقت ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ بہت دور سے چلا آرہا تھا۔

وہ زمین سے اٹھ کر اس سے بیگ چھیننے کی کوشش کی۔ وہ اس کی پٹائی کرنے لگا۔ ہیلی کاپٹر کچھ فاصلے پر آکر اتر رہا تھا۔ وہ مار کھاتے کھاتے نڈھال ہوگئی تھی۔ چکرا کر گر پڑی۔ سیمویل دوڑتا ہوا ہیلی کاپٹر میں سوار ہوگیا۔ اس کا سلائیڈنگ دروازہ بند ہوگیا۔ وہ پھر پرواز کے لیے بلندی کی طرف اٹھنے لگا۔

ہیلی کاپٹر کے اندر ایک موٹا اور بھدا سا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ پیچھے دو گن مین تھے۔ موٹے نے باس سے کہا "ڈسکس اور فائل کہاں ہیں۔ نکالو۔ میں اپنی تسلی کرنا چاہتا ہوں۔"

اس نے مخصوص نمبروں کی ترتیب سے بیگ کو کھول کر دیکھا تو اندر فائل تھی۔ وہ تینوں ڈسکس نہیں تھیں۔ موٹے نے غرا کر اسے دیکھا۔ اسے ایک الٹا ہاتھ رسید کیا پھر ریوالور نکال کر پوچھا "وہ تمام ڈسکس حاصل کرنے کے لیے ہم نے بڑی محنت کی تھی۔ تم نے ان کا سودا کسی دوسرے سے کرلیا۔"

"نن۔ نہیں۔ آپ مجھے غلط نہ سمجھیں۔ وہ۔ وہاں ایک بچہ آیا تھا۔ وہ اسی نے۔۔"

پھر ایک الٹا ہاتھ منہ پر پڑا "ہمیں اُلّو بناتے ہو۔ ایک بچہ کیا کمپیوٹر سیکرٹ ڈسک چرائے گا؟"

یہ کہتے ہی اس نے ٹریگر کو دبا دیا۔ ٹھائیں کی آواز ابھری۔ نیچے زمین پر پڑی فلورا آہستہ آہستہ اٹھتی ہوئی آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ہیلی کاپٹر ایک لمبے دائرے میں پرواز کررہا تھا۔ اب تک کہیں دور نہیں گیا تھا پھر اس کا سلائیڈنگ دروازہ کھل گیا۔ وہاں بلندی سے کوئی گرتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ تیزی سے پستی کی طرف آتا ہوا فلورا کے قریب زمیں بوس ہوگیا۔ وہ سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔ پہلا محبوب بینڈی گرے ہرجائی تھا۔ دوسرا محبوب سیمویل بھی ہرجائی نکلا۔ اسے ہمیشہ کے لیے تنہا چھوڑ کر لاش میں تبدیل ہوگیا تھا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

○☆○

وہ پاکستان میں ایک مشہور و معروف ماڈل گرل تھی۔ اشتہاری فلمیں بنانے والے کہتے تھے کہ وہ مشہور زمانہ مونالیزا کی طرح مسکراتی ہے۔ نام تو اس کا کچھ اور تھا مگر وہ نینا کے نام سے مشہور تھی۔ وہ ٹی وی ڈراموں میں بھی اپنی اداکارانہ صلاحیتیں منواتی رہتی تھی۔ لاکھوں روپے کماتی تھی لیکن مطمئن نہیں تھی۔

وہ کسی طرح پڑوسی ملک میں جا کر لاکھوں نہیں کروڑوں کمانا چاہتی تھی۔ ہندوستانی ماڈلز اور اداکاراؤں کے بارے میں پڑھتی بھی تھی اور انہیں انڈین اسکرین پر دیکھتی بھی تھی۔ دل مچل جاتا تھا کہ ہندوستان میں پیدا کیوں نہ ہوئی؟ انڈین ماڈلز کو ساری دنیا میں شہرت حاصل ہوتی ہے اور وہ پاکستان میں کنویں کا مینڈک بنی ہوئی تھی۔ اسے ابھرنے' شہرت کی بلندیوں پر پہنچنے اور خوب دولت کمانے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ ملکی قوانین کے مطابق وہ نہ تو انڈین فلموں میں کام کرسکتی تھی اور نہ ہی ماڈلنگ کرسکتی تھی۔

اس کے بڑے بڑے ہمدرد تھے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ وہ کسی طرح یو' کے یا امریکا کی شہریت حاصل کرلے۔ وہاں کسی سے شادی کرلے۔ تب وہ پاکستانی قوانین کی زنجیروں سے آزاد ہوجائے گی۔

وہ ایک بار ماڈلنگ کے لیے لندن گئی تو ایک پاکستانی دلال نے کنور مہیش ورما سے اس کی ملاقات کرائی۔ کسی کو پاکستانی دلال کہا جائے تو اپنے حب الوطنی کے جذبے کو ٹھیس پہنچتی ہے لیکن کیا کیا جائے۔ طوائفیں اور دلال ہر ملک میں ہوتے ہیں۔ کنور مہیش ورما نے اسے دیکھا تو کہا "واہ! کیا آئیڈیل باڈی ہے۔ اپنی نئی فلم کی ہیروئن کے لیے ایسا ہی چہرہ اور ایسا ہی فیگر چاہیے۔ تم ماڈلنگ کرتی ہو۔ کیا ایکٹنگ کا تجربہ ہے؟"

وہ یہ سن کر خوش ہوگئی کہ کنور مہیش ورما کو اس کا چہرہ اور اس کا فیگر پسند آیا ہے۔ وہ بولی "میں کئی ٹی وی ڈرامے اور سیریل کرچکی ہوں۔"

"ٹی وی اور فلموں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ تم نے انڈین ہیروئنوں کو دیکھا ہوگا۔ وہ بجلی کی طرح رقص کرتی ہیں اور کم سے کم لباس میں بجلیاں گراتی ہیں۔"

"میں نے باقاعدہ ڈانس سیکھا ہے۔ آپ ایک گانا مجھ پر پکچرائز کریں۔ آپ میرا ڈانس دیکھ کر مادھوری ڈکشٹ کو بھول جائیں گے۔"

"میں اپنے ڈائریکٹر سے تمہیں ملاؤں گا لیکن تمہیں لندن کی شہریت حاصل کرنے کے لیے کسی انگریز سے شادی کرنی ہوگی۔ کیا تم کرو گی؟"

"میں انڈین اسکرین پر آنا چاہتی ہوں۔ جو کہو گے' وہ کروں گی لیکن کون انگریز مجھ سے شادی کرے گا؟ میں یہاں کسی کو نہیں جانتی۔"

"اس کی فکر نہ کرو۔ یہاں ایسے بے روزگار اور قلاش انگریز بھی ہیں' جو چند پونڈز میں بک جاتے ہیں۔ میں تمہارے لیے کسی کو خریدوں گا۔ تمہاری اس سے کورٹ میرج ہوگی لیکن وہ تمہیں ہاتھ نہیں لگائے گا۔ تم صرف میری راتیں رنگین کیا کرو گی۔"

وہ راضی ہوگئی۔ دو دنوں کے اندر ایک انگریز سے شادی بھی ہوگئی اور اسے وہاں کی شہریت بھی حاصل ہوگئی۔ وہ کنور مہیش ورما کا دل خوش کرنے لگی۔ یہ طے پایا کہ وہ پہلے پاکستان جائے گی۔ پھر یو' کے پاسپورٹ اور دیگر سرکاری کاغذات کے ذریعے پاکستان سے ہندوستان جائے گی۔ اسے وہاں کا قانون نہیں روک سکے گا۔

ورما نے کہا "جب تم اسلام آباد سے ممبئی کے لیے روانہ ہوگی تو ائرپورٹ پر ایک شخص تمہیں ملے گا۔ وہ تمہیں کمپیوٹر ڈسکس کا ایک پیکٹ دے گا۔ تم اپنے میک اپ باکس میں اسے چھپا کر لے آؤ گی۔"

"وہ کس کی ڈسکس ہوں گی؟"

"ان ڈسکس کا تعلق سیاسی معاملات سے ہے۔ تم نہیں سمجھو گی۔"

"میں ایسی بھی نادان نہیں ہوں۔ یہ اندازہ کرسکتی ہوں کہ سرکاری راز چرا کر میرے ذریعے اسے ہندوستان پہنچایا جائے گا۔"

"یہ سمجھ رہی ہو تو اچھی بات ہے۔ بولو کیا رازدار بن کر رہو گی؟"

"میں کہہ چکی ہوں۔ انڈین اسکرین پر آنے کے لیے کچھ بھی کرسکتی ہوں۔"

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے۔ لوگ وطن فروشی کے ذریعے بھی اپنی خواہشات کی تکمیل کرتے ہیں۔ وطن سے غداری کی سزا کبھی فوراً ہی مل جاتی ہے۔ کبھی ایک مدت کے بعد ملتی ہے مگر ملتی ضرور ہے۔

یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ الپا بھی اس وقت ائرپورٹ کی ویزیٹرز لابی میں تھی۔ کبریا انڈیا سے پاکستان آرہا تھا۔ وہ اسے ریسیو کرنے آئی تھی۔ اس کے قریب سے گزرتے وقت اس

سے ٹکر ہوگئی۔ اس نے کہا "سوری۔"

وہ بولی "اِٹس آل رائٹ۔"

انہی لمحات میں ایک شخص نے قریب آکر کہا "ہائے نینا!"

نینا نے پوچھا "تم کون ہو؟ مجھے کیسے پہچانتے ہو؟"

وہ الپا کو دیکھ کر ہچکچایا پھر بولا "تم سے یہ بات ہو چکی ہے کہ میں یہاں ملوں گا۔ پلیز ادھر چلو' میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

وہ الپا سے ٹکرانے کے باعث بھول گئی تھی کہ وہاں ایک شخص آکر اسے ایک پیکٹ دینے والا ہے۔ وہ جلدی سے بولی "او گاڈ! میں تو بھول ہی گئی تھی۔ دراصل میرے اتنے فین ہیں کہ سب ہی کو یاد نہیں رکھ سکتی۔"

وہ بولتی ہوئی اس کے ساتھ دور جانے لگی۔ الپا نے محسوس کیا کہ وہ باتیں بنا رہی ہے۔ وہ اسے غور سے دیکھتی رہی۔ نینا اس شخص کے ساتھ ایک جگہ جاکر رک گئی۔ وہ کچھ بول رہا تھا اور ایک چھوٹا سا پیکٹ اسے دے رہا تھا پھر وہ پیکٹ اسے دیتے ہی پلٹ کر جانے لگا۔ اگر وہ اس کا فین ہوتا تو اتنی جلدی نہ جاتا۔ پیکٹ کی صورت میں کوئی تحفہ دینے کے بعد کچھ لگاوٹ کی باتیں کرتا لیکن وہ بڑی بے نیازی سے چلا گیا تھا۔

الپا نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اس کے اندر پہنچی۔ مختصر سے خیالات پڑھے۔ پتا چلا' اس کا نام راج ملہوترا ہے اور وہ "را" کا ایک اہم کارندہ ہے۔ اس نے دو ڈسکس نینا کے حوالے کی ہیں۔ وہ دونوں ڈسکس پاکستان اور کشمیر کے اہم سیاسی معاملات سے تعلق رکھتی ہیں۔"

وہ راج ملہوترا کے دماغ سے نکل آئی۔ اس سے بعد میں نمٹ سکتی تھی۔ اس نے نینا کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہ باتھ روم میں جاکر اس پیکٹ کو اپنے میک اپ بکس میں چھپا رہی تھی۔ وہ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا' وہ ایک فلم میں ہیروئن بننے کے لیے ممبئی جارہی ہے۔ اسے اسی شرط پر ہیروئن بننے کا چانس دیا جارہا تھا کہ وہ پاکستان میں رہ کر "را" والوں کے کام آتی رہے گی اور وہ کام آرہی تھی۔

الپا دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ کس طرح اس پیکٹ کو چھپا کر لے جاسکے گی۔ اس نے اپنی ایک اٹیچی' ہینڈ بیگ اور میک اپ بکس کو ایکسرے مشین کے سامنے سے گزارنے کے لیے ایک قطار میں رکھ دیا تھا۔ اس کا دل خوف سے دھڑک رہا تھا۔ ایکسرے کے ذریعے اس پیکٹ کے اندر رکھی ہوئی ڈسکس کو صاف طور سے دیکھا جاسکتا تھا۔

ایکسرے مانیٹر کے سامنے ایک افسر اپنے ایک ماتحت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ماتحت ایک مسافر کا بیگ کھول کر اس میں سے ٹرانسسٹر ریڈیو سیل نکال کر کہہ رہا تھا کہ طیارے میں سیل جیسی دھماکا کرنے والی چیزیں نہیں لے جائی جاسکتیں۔

وہ مسافر لاعلمی میں ایسے سیل لے جارہا تھا۔ اس لیے اسے گرفتار نہیں کیا گیا۔ وہ تمام سیل ضبط کرکے اسے جانے کی اجازت دے دی گئی لیکن نینا جو ڈسکس لے جارہی تھی۔ ان میں سرکاری راز پوشیدہ تھے۔ وہ ایک لمبی مدت کے لیے جیل کی سلاخوں کے پیچھے جاسکتی تھی۔

شوق انسان کو سولی پر بھی چڑھا دیتا ہے۔ آدمی شوق پورا کرنے کی خاطر بڑے بڑے خطرات سے بھی گزر جاتا ہے۔ وہ بھی حوصلہ کررہی تھی۔ ایکسرے مشین کے سامنے سے سامان گزار رہی تھی۔ الپا اس افسر کے دماغ میں آگئی۔ وہ ایک بہت ہی فرض شناس افسر تھا۔ ایک ایک سامان کو بغور دیکھتا تھا۔ نینا کا سامان ایک قطار میں سے رہ کر گزرتا ہوا ایکسرے مانیٹر پر دکھائی دینے لگا۔ اس کے میک اپ باکس میں رکھی ہوئی ڈسکس صاف طور سے دکھائی دے رہی تھی۔ ایسے ہی وقت الپا نے محسوس کیا کہ وہ افسر اچانک غائب دماغ ہوگیا ہے۔

مانیٹر اسکرین سے سامان کو گزرنے میں تین یا چار سیکنڈ لگتے ہیں۔ ان چار سیکنڈ میں افسر نے سر گھما کر اپنے ماتحت کو مخاطب کیا۔ ماتحت کی توجہ بھی مانیٹر سے ہٹ گئی۔ نینا کا میک اپ باکس اسکرین سے گزر گیا۔

ماتحت نے پوچھا "یس سر!"

افسر نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر کہا "میں کچھ کہنے والا تھا۔ اتنی جلدی بھول گیا۔ تعجب ہے۔"

ادھر نینا اپنا سامان ٹرالی میں رکھ کر لے گئی۔ اس کا دل خوشی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ ایک بہت بڑے خطرے سے نکل آئی تھی۔ الپا کی یہ دانش مندی تھی کہ اس نے نینا کے اندر اپنی موجودگی ظاہر نہیں کی تھی۔ اس طرح یہ معلوم ہوگیا تھا کہ اس کی پشت پر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے اور وہ اس کی موجودگی سے بے خبر ہے۔

الپا نے خیال خوانی کے ذریعے اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا۔ اسے نینا کے بارے میں بتایا پھر کہا "کبریا کی فلائٹ یہاں پہنچ گئی ہے۔ میں اس کے ساتھ مصروف رہوں گی۔ یہاں "را" کا ایک کارندہ راج ملہوترا میری نظروں میں آیا ہے۔ میں اس کے ذریعے معلوم کروں گی کہ "را" والوں نے یہاں سے اسلام آباد تک کس طرح اپنا جال بچھا رکھا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "ویل ڈن سسٹر! میں نینا کے ذریعے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے تک پہنچنے کی کوشش کروں گی۔ مجھے اس کے اندر پہنچا دو۔"

وہ الپا کے اندر آئی۔ الپا نے اسے نینا کے اندر پہنچا دیا۔ فرمان نے پوچھا "تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہوسکتا ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے کہا "وہ بھارتی حکومت کے لیے کام کررہا ہے۔ یقیناً ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ہی ہے' جو ہمارے خلاف محاذ آرائی کے لیے بھارت پہنچے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک بوبی برٹن پر اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کی جاچکی ہے۔ وہ ناکارہ ہوچکا ہے۔ دوسرے کا نام ویڈو مارکس ہے۔ وہ اب تک روپوش ہے۔ ہم سے بچتا پھر رہا ہے۔"

فرمان نے کہا "وہ بہت محتاط ہے۔ اپنی آواز بھی نہیں سنا رہا تھا۔ اب ہم اس غدار ماڈل اور اس سے تعلق رکھنے والوں کے ذریعے اس کے بارے میں کچھ معلوم کرسکیں گے۔"

"اس محتاط شخص تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم خود کو ظاہر نہ کریں۔ خاموشی سے اس کی مصروفیات پر نظر رکھیں۔"

وہ سفر کے دوران میں اپنی سیٹ پر خاموش بیٹھی اپنے خیالوں میں گم رہی۔ وہ انڈین فلم انڈسٹری میں پہنچ کر خود شہرت کی بلندیوں پر پہنچتا دیکھ رہی تھی اور خوش ہورہی تھی۔ ایسے وقت کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر نہیں تھا۔ کبھی اعلیٰ بی بی اور کبھی فرمان اس کے خیالات پڑھتے رہے تھے۔

ممبئی ائرپورٹ پہنچ کر اسے کسٹم چیکنگ سے گزرنا تھا۔ وہاں اس کے میک اپ باکس کو کھول کر دیکھا گیا۔ ایک افسر نے وہ پیکٹ نکال کر اپنے پاس رکھ لیا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ اس وقت اعلیٰ بی بی نے محسوس کیا کہ اس کے اندر کوئی ہے اور وہ اسے بولنے سے اور اعتراض کرنے سے روک رہا ہے۔

وہ خاموشی سے اپنا سامان سمیٹ کر جانے لگی۔ فرمان نے کہا "میں اس کے دماغ میں رہوں گا۔ تم اس افسر کا محاسبہ کرو۔ دیکھو وہ پیکٹ کہاں پہنچانے والا ہے؟"

نینا ٹرالی میں سامان لے کر وزیٹرز لابی میں آئی۔ وہاں کنور مہیش ورما نے مسکرا کر اس کا استقبال کیا۔ وہ پریشان ہو کر بولی "میں وہ پیکٹ کسی طرح پاکستان سے لے آئی تھی لیکن یہاں کسٹم والوں نے چھین لیا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ تم اپنے حصے کا کام کرچکی ہو۔ تمہیں وہ پیکٹ اسی افسر تک پہنچانا تھا۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔ میرے بنگلے میں چلو' تمہیں بھی خوش کروں گا۔"

وہ مسکرائی اور اس کا بازو تھام کر اس کے ساتھ جانے لگی۔ اعلیٰ بی بی کسٹم افسر کے اندر تھی۔ اس نے انٹرکام کے ذریعے کسی سے کہا "آپ کا مال آگیا ہے۔ اسے لے جائیں۔"

وہ ساتھ والے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں سے اٹھ کر افسر کے پاس آیا پھر اس سے پیکٹ لیتے ہوئے بولا "میں وہاں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ نینا ہی تھی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مال صحیح پہنچا ہے یا نہیں؟"

وہ دوسرے کمرے میں آیا۔ وہاں اس نے پیکٹ کو کھول کر دونوں ڈسکس کو دیکھا پھر ایک کمپیوٹر کے ذریعے چیک کرنے لگا۔ مانیٹر پر تحریریں ابھرنے لگیں۔ وہ پاکستان اور چین کے درمیان ایک خفیہ معاہدے کی تفصیلی رپورٹ تھی۔ یہ معاہدہ صرف بھارتی حکمرانوں کی ہی نہیں' امریکی حکمرانوں کی خارجہ پالیسی کے خلاف بھی تھا۔

امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ویڈو مارکس نے اس بھارتی انٹیلی جنس کے افسر کے دماغ میں کہا "اس۔۔۔ ڈسک کی ایک کاپی تیار کرکے مجھے دی جائے۔ میں اسے اپنے اکابرین تک پہنچاؤں گا۔"

دوسری ڈسک کو بھی مانیٹر پر دیکھا گیا۔ وہ کشمیر کے معاملات میں پاکستان اور چین کے درمیان ایک بہت ہی اہم خفیہ معاہدہ تھا۔ انٹیلی جنس کے افسر تیج پال نے سوچ کے ذریعے کہا "مسٹر مارکس! میں یہ دونوں ڈسکس اپنے ہیڈ کوارٹر لے جارہا ہوں۔ وہاں ان کی کاپیاں تیار کرکے تمہارے ملک کے حکمرانوں کے پاس بھیج دی جائیں گی۔"

ویڈو مارکس نے کہا "ٹھیک ہے۔ جب تم ہیڈ کوارٹر پہنچو گے تو میں تمہارے اعلیٰ افسران سے باتیں کروں گا۔"

تیج پال دونوں ڈسکس کو اپنے بریف کیس میں رکھ کر ائرپورٹ کی عمارت سے باہر آیا۔ اعلیٰ بی بی ان دونوں ڈسکس کو اس طرح ناکارہ بنانا چاہتی تھی کہ انہیں کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی مداخلت کا شبہ نہ ہو۔ ویڈو مارکس ابھی اس خوش فہمی میں تھا کہ میں اور میرے خیال خوانی کرنے والے انڈیا میں اس کی موجودگی سے بے خبر ہیں۔ وہ ہمیں بے خبر سمجھ رہا تھا۔ ہم اس کی بے خبری میں اسے دبوچ لینا چاہتے تھے۔

وہ ہیڈ کوارٹر کی طرف جارہا تھا۔ اس وقت ویڈو مارکس اس کے اندر نہیں تھا۔ اعلیٰ بی بی نے اس کے اندر بھوک اور پیاس کے احساس میں شدت پیدا کی۔ وہ ایک فاسٹ فوڈ کی دکان کے سامنے گاڑی روک کر اتر گیا۔ ایک بھکاری نے اس کے آگے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "بھگوان کے لیے ایک روٹی کھلا دو۔ کل سے کچھ نہیں کھایا ہے۔"

وہ بھکاری کو دھتکار کر دکان کے کاؤنٹر پر آگیا۔ اعلیٰ بی بی نے بھکاری کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے کار کی فرنٹ

سیٹ پر رکھے ہوئے بریف کیس کو دیکھا پھر کھڑکی میں ہاتھ ڈال کر بریف کیس اٹھا کر وہاں سے بھاگنے لگا۔ گلی کے موڑ پر ہی ایک شخص نے اسے روک کر کہا "ابے چوٹٹے۔ اسے چرا کر کہاں لے جا رہا ہے۔ مجھے دے۔ اس میں میرا بھی حصہ ہے۔"

بھکاری نے تن کر کہا "پورے سو روپے لوں گا نہیں تو جان بھی لے لے تو نہیں دوں گا۔"

اس نے فوراً ہی سو روپے نکال کر دیے۔ وہ روپے لے کر اسے بریف کیس دے کر چلا گیا۔ وہ بریف کیس لے کر تیزی سے چلتا ہوا کئی گلیوں سے گزرتا ہوا ایک بڑے نالے کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ جیب سے چاقو نکال کر بریف کیس کے لاک کو توڑنے لگا۔ وہ تھوڑی سی محنت کے بعد کھل گیا۔ اوپر ہی دو ڈسکس رکھی ہوئی تھیں۔ اعلیٰ بی بی نے اس کے ذریعے انہیں اٹھا کر نالے کے بہتے ہوئے گندے پانی میں پھینک دیا۔ اس میں چند کاغذات ایک ریوالور اور ایک منی کیمرا رکھا ہوا تھا۔ اس شخص نے مایوس ہو کر کہا "نقدی نہیں ہے لیکن ریوالور اور کیمرے کو بیچ کر کچھ رقم حاصل کی جا سکتی ہے۔"

اعلیٰ بی بی اسے چھوڑ کر تیج پال کے دماغ میں آئی۔ وہ اپنی کار میں بریف کیس کو نہ پا کر اِدھر اُدھر پوچھتا پھر رہا تھا "کیا کسی نے یہاں کسی کو بریف کیس لے جاتے دیکھا ہے؟"

کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ وہ دور تک دوڑتا گیا تھا لیکن بریف کیس لے جانے والا کہیں نظر نہیں آیا۔ اس نے پریشان ہو کر ہیڈ کوارٹر میں اطلاع دی۔ آدھے گھنٹے کے اندر ہی پولیس فورس وہاں پہنچ گئی۔ اسے گرفتار کر لیا گیا۔ اس کی لاپروائی کے سبب دو اہم ڈسکس ہاتھ سے نکل گئی تھیں۔ یہ غیر ذمے داری بہت بڑا جرم تھی۔ اسے سخت سزا ملنے والی تھی۔

اسے اعلیٰ افسران کے سامنے پیش کیا گیا۔ اعلیٰ بی بی اس کے ذریعے اعلیٰ افسران کے دماغوں میں پہنچنے لگی۔ فرمان بھی آ گیا تھا۔ ویٹو مارکس ایک افسر کے دماغ میں کہہ رہا تھا "تیج پال نے غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے۔ یہ کھانے پینے کے لیے کار سے اتر کر گیا تھا۔ وہ بریف کیس بھی ساتھ لے جا سکتا تھا۔ اس نے کار کی کھڑکی بھی کھلی رکھی تھی۔ گویا کسی کو بھی بریف کیس چرا کر لے جانے کا کھلا موقع دیا تھا۔"

اعلیٰ افسر نے غصے سے تیج پال کو دیکھ کر کہا "اسے تو گولی مار دینی چاہیے۔"

"آپ اسے جو بھی سزا دیں لیکن وہ اہم راز ہمارے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ ہمارے پچھلے دو ہفتوں کی محنتوں پر پانی پھر گیا ہے۔ ہم ان دو ڈسکس کی موجودگی میں پاکستانی حکمرانوں کو اپنے دباؤ میں رکھ کر ان کی خارجہ پالیسی تبدیل کر سکتے تھے لیکن اب ایسا کچھ نہیں ہو سکے گا۔ ہم جیتی ہوئی بازی ہار چکے ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر مارکس! ہمیں افسوس ہے کہ ہمارے ایک افسر کی غلطی سے ہم بہت بڑا نقصان اٹھا رہے ہیں۔ آئندہ آپ کو شکایت کا موقع نہیں دیا جائے گا۔"

"آئندہ آپ کا جو بھی قابل افسر میرے لیے کام کرے گا، میں اس کی ایسی کوئی غلطی برداشت نہیں کروں گا۔ جس سے مجھے اور میرے ملک کو نقصان پہنچے گا۔ میں ایسی غلطی کرنے والے کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔"

"پلیز مسٹر مارکس! آپ ناراض نہ ہوں۔ میں چاہتا ہوں، آپ مجھ سے تنہائی میں باتیں کریں۔"

وہ افسر کانفرنس ہال سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں آیا۔ وہ اب تک زبان سے گفتگو کر رہا تھا۔ کمرے میں آ کر سوچ کے ذریعے بولا "آپ میرے چور خیالات پڑھ چکے ہیں۔ میری پریشانیوں کو سمجھ رہے ہیں۔ پلیز میرے لیے کچھ کریں۔"

ویٹو مارکس نے اس اعلیٰ افسر سے کہا "مسٹر جے راج! تم اپنی بیٹی کے لیے پریشان ہو۔ تم نہیں چاہتے کہ تمہاری بیٹی کلپنا تمہارے اعلیٰ خاندان سے باہر کسی سے پیار کرے اور اس سے شادی کرے۔ یہ کلپنا کا ذاتی معاملہ ہے، میں کیا کر سکتا ہوں؟"

"آپ آسانی سے معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ کس شخص سے ملتی ہے؟ میں نے اپنے جاسوس لگائے تھے لیکن پتا نہیں وہ انہیں کس طرح دھوکا دے کر اس کے پاس چلی جاتی ہے۔ وہ آپ جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دھوکا نہیں دے سکے گی۔"

"میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ میں کسی کے ذاتی معاملات میں دلچسپی لے سکوں لیکن آپ آرمی انٹیلی جنس کے چیف ہیں۔ آپ کے ساتھ میرا دن رات رابطہ رہتا ہے۔ میں آپ کی پریشانی دور کروں گا۔ مجھے اپنی بیٹی کی آواز سنائیں۔"

اس نے اسی وقت فون کے ذریعے بیٹی کو مخاطب کیا۔ وہ بولی "ہیلو پاپا! کیسے یاد کیا؟"

"تم میری ایک ہی بیٹی ہو۔ مجھے محبتوں سے زیادہ پریشانیاں دے رہی ہو پھر کیسے یاد نہیں کروں گا؟ تم اپنے باپ کو کس جرم کی سزا دے رہی ہو؟"

"اوہ پاپا! آپ پھر وہی بحث شروع کر رہے ہیں۔ پلیز فون پر تو بحث سے باز آ جائیں۔"

کلپنا نے فون بند کر دیا۔ آرمی انٹیلی جنس کے چیف نے کہا "مسٹر مارکس! آپ نے دیکھا، وہ کتنی خود سر اور گستاخ ہو گئی ہے۔ میری پوری بات بھی نہیں سنی اور فون بند کر دیا۔"

"مسٹر جے راج! آپ نے تو دنیا دیکھی ہے۔ یہ جانتے ہیں کہ جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ آپ اطمینان رکھیں میں کلپنا کے اندر جا کر اس کی دیوانگی ختم کر دوں گا۔"

اعلیٰ بی بی اور فرمان فون پر ہونے والی گفتگو سنتے ہی کلپنا کے دماغ میں پہنچ کر اس کے چور خیالات پڑھ رہے تھے۔ پتا چلا کہ دو ماہ قبل ایک بہت بڑی تقریب میں ویٹو مارکس نے کلپنا کو دیکھا تھا۔ اس کے حسن و شباب میں اس کی گفتگو میں اور اس کی اداؤں میں اتنی دلکشی تھی کہ وہ اس پر مر مٹا تھا۔

کلپنا کو خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کرنا کچھ مشکل نہ تھا لیکن اس نے خیال خوانی کے بغیر آزمایا کہ وہ اس سے متاثر ہوتی ہے یا نہیں؟ آرمی انٹیلی جنس کے ایک افسر نے کلپنا سے تعارف کرایا "یہ ہمارے چیف مسٹر جے راج کی صاحب زادی ہیں اور یہ ہیں مسٹر ویٹو مارکس ہمارے امریکی مہمان۔"

دونوں نے مسکرا کر ایک دوسرے سے مصافحہ کیا پھر آرکسٹرا کی ایک دھن پر ایک دوسرے سے لگ کر رقص کرتے ہوئے باتیں کرنے لگے۔ کلپنا پہلی ہی ملاقات میں اس سے متاثر ہو گئی۔ ویٹو مارکس کے لیے یہ فخر کی بات تھی کہ وہ اس کی مردانہ وجاہت سے متاثر ہوئی ہے۔ اس کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ جیسا آئیڈیل چاہتی تھی، ویٹو مارکس ویسا ہی ہے۔ ان خیالات نے مارکس کو اس کا دیوانہ بنا دیا۔ اس نے یہ طے کر لیا کہ انڈیا میں مصروفیات کے دوران میں کسی دن اس سے شادی کر لے گا۔

کلپنا نے کہا "یہ ممکن نہیں ہے۔ میں راجپوت خاندان کی لڑکی ہوں۔ مجھے کوئی راجپوت ہی بیاہ کر لے جائے گا۔ تم غیر ملکی ہو۔ تمہیں قبول نہیں کیا جائے گا۔"

ویٹو مارکس نے اس کے باپ جے راج کے خیالات پڑھے۔ یہی معلوم ہوا کہ وہ اور اس کا پورا خاندان کبھی کسی غیر ملکی کو بطور داماد قبول نہیں کرے گا۔ اس کے باوجود کلپنا باغی ہو رہی تھی۔ اس نے یہ ظاہر نہیں کیا تھا کہ ایک امریکی کو اپنا تن من دے چکی ہے۔ اس کا باپ اپنے سراغ رسانوں کے ذریعے اس کے عاشق کا سراغ لگانے کی کوشش کرتا رہا۔ ویٹو مارکس ان سراغ رسانوں کو خیال خوانی کے ذریعے بھٹکاتا رہتا تھا۔ کلپنا کا عشق باپ اور تمام خاندان والوں کے لیے بہت ہی پراسرار ہو گیا تھا۔ یہ رائے قائم کی جانے لگی تھی کہ کلپنا کسی بھٹکی ہوئی آتما سے عشق کرنے لگی ہے۔

اس پراسرار عشق کے سلسلے میں عجیب و غریب واقعات پیش آئے تھے۔ جے راج نے ایک بار بیٹی پر پابندی عائد کی تھی کہ وہ رات کو کہیں نہیں جائے گی۔ اسے روکنے کے لیے دو مسلح گارڈز کی ڈیوٹی لگائی تھی۔ جب وہ رات کو جانے لگی اور گارڈز اسے روکنے کے لیے آئے تو ویٹو مارکس نے ایک کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے سانس لینے سے روک دیا دم گھٹنے کے باعث وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ دوسرے گارڈ نے ایک جانب اندھیرے میں دیکھ کر چیخ ماری پھر خوف زدہ ہو کر وہاں سے بھاگ گیا۔

دوسری بار جے راج نے ایک جاسوس کو بیٹی کے پیچھے لگایا۔ وہ جاسوس جس کار میں اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ وہ اچانک حادثے کا شکار ہو گئی۔ دوسرے تیسرے جاسوسوں کے ساتھ ایسے ہی واقعات پیش آئے کوئی حادثے میں ہلاک ہو گیا۔ کوئی زخمی ہو گیا۔ زندہ بچنے والوں نے یہی کہا کہ کوئی بھٹکی ہوئی آتما کلپنا سے پریم کر رہی ہے۔

بیٹی کے پریم روگ نے باپ کو پریشان کر دیا تھا۔ وہ یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ کلپنا کسی آتما کے چکر میں پھنسی ہوئی ہے۔ اس کے ایک سراغ رساں نے بتایا تھا کہ لندن، سوئزر لینڈ اور امریکن ایکسپریس بینکوں میں کلپنا کے اکاؤنٹس میں کروڑوں ڈالرز جمع ہو چکے ہیں۔ ہندوستان کرنسی کے حساب سے وہ ارب پتی بن گئی تھی۔ باپ نے پوچھا "تمہارے پاس اتنی دولت کہاں سے آ گئی؟"

اس نے جواب دیا "مجھے آتما شکتی سے بے انتہا دولت حاصل ہو رہی ہے۔ آپ جس طرح چاہیں انکوائری کرائیں۔ آپ آتما کے بھید کبھی معلوم نہیں کر سکیں گے۔"

ان حالات میں جے راج نے ویٹو مارکس سے کہا کہ وہ یہ بھید معلوم کرے اور اس پراسرار عاشق کو بے نقاب کرے۔ گویا وہ چور کو کوتوالی کے فرائض سونپ رہا تھا۔

اعلیٰ بی بی نے مجھے مخاطب کیا اور کہا "اس دیس میں ایک اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے اور وہ ہماری معلومات کے دائرے میں آ گیا ہے۔ حالات بتا رہے ہیں کہ وہ جلد ہی ہماری گرفت میں آ جائے گا۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "شاباش! تم نے آخر اس دوسرے کو بھی ڈھونڈ نکالا ہے۔"

"اسے میں نے نہیں، مسٹر الپا نے دریافت کیا ہے۔ میں آپ کو انڈین آرمی انٹیلی جنس کے چیف کی بیٹی کلپنا کے اندر پہنچا رہی ہوں۔ وہ دہلی میں ہے اور آپ بھی وہیں ہیں۔ اس کے خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کر سکیں گے۔"

میں اپنی بیٹی کے پاس آیا۔ اس نے مجھے کلپنا کے دماغ میں پہنچا دیا۔ اس وقت ویٹو مارکس اس سے باتیں کر رہا تھا

اور یہ کہہ کر ہنس رہا تھا کہ اس کے باپ نے اس چور کا پتا لگانے کے لیے اسے بھیجا ہے، جو اس کی بیٹی کو اس سے چرا رہا ہے۔ کلپنا اس کی بات پر ہنس کر بولی "ہم کب تک چھپ کر ملتے رہیں گے۔"

"میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ ابھی اعلانیہ تمہیں حاصل کرسکتا ہوں۔ تمہارا باپ بہت مغرور ہے۔ وہ مجھے داماد تسلیم کرنے سے انکار کرے گا۔ میری انسلٹ ہوگی۔ اس لیے میں چوری چھپے تم سے مل کر انتقاماً اسے اُلّو بنا رہا ہوں۔"

"اب یہ کھیل ختم کرو۔ ہماری چوری چھپے کی ملاقات رنگ لا رہی ہے۔ میں تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا "کیا سچ کہہ رہی ہو؟"

"ہاں۔ آج میں بہت خوش ہوں۔ تمہارے پاس آکر تمہارے گلے لگ کر یہ خوشی شیئر کرنا چاہتی ہوں۔"

"میری جان! ابھی چلی آؤ۔ میں اتنی بڑی خوش خبری سن کر تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔ میں تمہیں جانے نہیں دوں گا۔ کل صبح رجسٹرار آفس جاکر تم سے شادی کروں گا۔ بس چلی آؤ۔ میں تمہارے اندر ہوں۔ کسی کو رکاوٹ بننے نہیں دوں گا۔"

وہ فوراً ہی ایک اٹیچی میں اپنا ضروری سامان رکھ کر باہر جانے لگی۔ ماں نے اور پہلوان نما چاچا نے پوچھا، وہ کہاں جارہی ہے؟ اس نے جواب دیا۔ میں اپنے پتی دیو کے پاس جارہی ہوں۔ اب مانگ میں سندور بھر کر ہی واپس آؤں گی۔"

چاچا نے گرج کر کہا "بے شرمی کی باتیں نہ کرو۔ اپنے کمرے میں واپس جاؤ۔"

وہ باہر جانے لگی۔ چاچا اسے روکنے کے لیے آگے بڑھا تو لڑکھڑا کر اوندھے منہ گر پڑا پھر جلدی سے اٹھ کر جانا چاہا تو ایک دم سے کئی فٹ اوپر اچھل کر پھر اوندھے منہ فرش پر آگیا۔ کلپنا اس کی طرف دیکھے بغیر باہر آکر کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگی۔ ماں نے فون کے ذریعے اس کے باپ کو اطلاع دی پھر کہا "آپ کی بیٹی ہمارے قابو سے باہر ہے۔ ابھی آپ کے بھائی کو کسی بھوت نے اٹھا کر پٹخا ہے لیکن آپ تو بھوت پریت کو مانتے نہیں ہیں۔ کلپنا یہاں سے جاچکی ہے۔"

باپ نے کہا "فکر نہ کرو۔ میرے آدمی اس کا تعاقب کررہے ہیں۔ آج معلوم ہوجائے گا کہ وہ کس سے ملنے کے لیے کہاں جایا کرتی ہے۔"

وہٹو مارکس یہ باتیں سن رہا تھا۔ اس نے کلپنا کا تعاقب کرنے والوں کو نہیں روکا۔ وہ چاہتا تھا کہ آج یہ بھید کھل جائے۔ وہ کلپنا کو دل و جان سے چاہتا تھا۔ یہ طے کرچکا تھا کہ دوسرے دن اسے اپنی شریکِ حیات بنالے گا۔

وہ مارکس کی رہائش گاہ میں آگئی۔ اس کے باپ کو اطلاع ملی کہ وہ ایک بنگلے کے اندر گئی ہے۔ باپ آرمی کے مسلح جوانوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ وہٹو مارکس کبھی کسی کے روبرو نہیں آتا تھا۔ اس کی تنہائی کی رازدار صرف کلپنا تھی۔ وہ اس کے ساتھ ایک بیڈ روم میں تھی اور پریشان ہوکر پوچھ رہی تھی "تم کسی کے سامنے نہیں جاتے۔ اب میرے پاپا اور دوسرے آرمی والوں سے سامنا کرنا پڑے گا۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں یہاں بیڈ روم میں چھپا رہوں گا۔ ادھر آنے والوں کو خیال خوانی کے ذریعے بھٹکا دیا کروں گا۔ تم اپنے پاپا سے ملنے جاؤ۔ مجھے ان سے باتیں کرنی ہیں۔"

وہ ڈرائنگ روم میں آئی۔ اس کا باپ جے راج آرمی افسر اور کے مسلح جوانوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ بیٹی کو دیکھ کر بولا "آج معلوم ہوا کہ تم یہاں آیا کرتی ہو۔ وہ بزدل کہاں چھپا ہوا ہے؟"

وہٹو مارکس نے ایک فوجی جوان کی زبان سے کہا "میں وہٹو مارکس بول رہا ہوں۔ میں بزدل نہیں ہوں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھپ کر رہنا ہی پڑتا ہے۔"

جے راج نے حیرانی سے پوچھا "مسٹر مارکس! کیا یہ تمہاری رہائش گاہ ہے؟"

"ہاں اور تمہاری بیٹی مجھ سے ہی ملنے آیا کرتی ہے۔ یہ میری محبت ہے۔ میری زندگی ہے۔ کل ہماری شادی ہونے والی ہے۔"

جے راج نے غصے سے کہا "تم نے ہمارے اعتماد کو دھوکا دیا ہے۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ اپنی ٹیلی پیتھی سے ہم ہندوستانیوں کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔ تم فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہاں سے بھگانے آئے ہو۔"

میں نے کلپنا کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولی "پاپا! جب اپنی سلامتی کے لیے دوسرے ملک سے فوجی بلاؤ گے تو وہ یہاں آکر صرف ہمارے دیس کا کھانا نہیں کھائیں گے، یہاں کی ہر چیز استعمال کریں گے۔ یہاں کی بیٹیوں اور بہنوں سے بھی اپنی پیاس بجھائیں گے۔ وہٹو مارکس نے آپ کے اعتماد کو دھوکا نہیں دیا ہے۔ میں خود ہی اس پر مرمٹی تھی۔"

میں نے کلپنا کے ذریعے بیڈ روم کا فون نمبر معلوم کرکے رابطہ کیا۔ فون کی گھنٹی بجتے ہی وہٹو مارکس چونک کر سوچنے لگا، ابھی کون یہاں فون کرسکتا ہے؟ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ میں نے کہا "فون بند نہ کرنا۔ میں تمہارے بیڈ روم کے قریب ہوں۔ تمہیں فرار ہونے کا موقع نہیں دوں گا۔"

اس نے میرے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ میں نے مسکرا کر کہا "تمہارا باپ بھی میرے خیالات نہیں پڑھ سکے گا۔

ویسے میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ جاؤ اور اپنے انجام کا انتظار کرو۔"

میں نے سانس روکی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر فون پر بولا "کیا واقعی آپ فرہاد علی تیمور ہیں؟"

"میرے فرہاد ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ جیسے ہی تم بیڈ روم سے باہر نکلو گے، میں اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کروں گا۔ تم پلک جھپکتے ہی شیر سے چوہے بن جاؤ گے۔"

وہ پریشان ہو کر گڑگڑانے لگا "نہیں۔ پلیز آپ دوا اسپرے نہ کریں۔ ٹیلی پیتھی میرا پہلا اور آخری سرمایہ ہے۔ اس کے بغیر میں صفر ہو جاؤں گا۔"

"اور یہ رہا تو تم میرے خلاف محاذ آرائی کرتے رہو گے۔"

"نہیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ قسمیں کھاتا ہوں۔ میں نے کلپنا سے زیادہ دنیا میں کسی کو نہیں چاہا۔ میں کلپنا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ آپ کے خلاف کبھی خیال خوانی نہیں کروں گا۔"

وہ مجھ سے باتوں میں الجھا ہوا تھا۔ آرمی والے اسے تلاش کرتے ہوئے بیڈ روم میں آگئے۔ ویڈو مارکس ان سے منہ نہ چھپا سکا۔ پہلی بار ان سب کے روبرو ہو گیا۔ کلپنا آکر اس کے گلے لگ گئی۔ پریشان ہو کر بولی "تم نے کہا تھا، تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن یہ تمہیں گرفتار کرنے آئے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "اس وقت میں کسی اور ہی مسئلے میں الجھ گیا ہوں۔ میں ان سب سے نمٹ سکتا ہوں۔ مجھے ان کی پروا نہیں ہے لیکن میرے پیچھے موت کھڑی ہے۔ وہ موت کا فرشتہ صرف مجھے دکھائی دے رہا ہے۔"

میں نے فون کے ذریعے کہا "پہلے ان لوگوں سے نمٹ لو پھر تم سے باتیں ہوں گی۔"

میں نے فون بند کر دیا۔ وہ آرمی انٹیلی جنس کے چیف جے راج سے بولا "مجھے کس جرم میں گرفتار کرنے آئے ہو؟"

"تم نے میری بیٹی کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے بہکا کر...... میرے خاندان کی عزت کو خاک میں ملایا ہے۔ میں تمام امریکی اکابرین سے تمہاری شکایت کروں گا۔"

"شکایت نہیں کرو گے۔ بکواس کرو گے۔ کوئی تمہاری نہیں سنے گا۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے ملک کا سرمایہ ہیں۔ میں تمہاری بیٹی کو بیوی بنا کر یہاں سے لے جاؤں گا۔ تم اور تمہارے بھارتی حکمران میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

ایک آرمی افسر نے کہا "تم ہمارے دیس کے لیے کام کرنے آئے ہو اور ہمارے ہی منہ پر کالک مل رہے ہو۔"

"میں یہاں بہت بڑی خدمات انجام دینے آیا ہوں اور اس کے بدلے صرف کلپنا کا پیار چاہتا ہوں۔ میں یہ معاملہ اپنے اور تمہارے اکابرین کے سامنے پیش کروں گا۔ وہ تمام بڑے جو فیصلہ کریں گے۔ میں اس فیصلے کے مطابق عمل کروں گا۔ ابھی یہاں سے جاؤ۔ آئندہ یہاں نہ آنا۔"

جے راج نے کہا "ٹھیک ہے۔ ہم جا رہے ہیں۔ کل تک تمہارا کوئی فیصلہ ہو جائے گا۔ چلو کلپنا!"

"میں نہیں جاؤں گی۔ میں بالغ ہوں اور ویڈو مارکس کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کر چکی ہوں۔ کل ہماری شادی ہے۔"

باپ نے اسے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا تو ویڈو مارکس نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مارتے ہوئے فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ سب لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ مارکس نے کہا "کلپنا میرے حق میں فیصلہ سنا چکی ہے۔ اس پر ہاتھ اٹھانا تو دور کی بات ہے کوئی انگلی بھی نہیں اٹھا سکے گا۔ میں سہولت سے سمجھا رہا ہوں۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ تم سب دماغی مریض بن جاؤ گے۔"

جے راج تکلیف سے تڑپ رہا تھا۔ جب تکلیف میں ذرا سی کمی ہوئی تو وہ فرش پر اٹھ بیٹھا۔ آرمی افسر نے اسے سہارا دیا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر کوئی بات کیے بغیر ان سب کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔ کلپنا نے اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہا۔

"میرے پاپا بہت ضدی ہیں۔ وہ تمہارے خلاف ایکشن لیں گے۔"

"تمہارے پاپا تو کیا، اس دیس کے حکمرانوں کی بھی مجال نہیں ہے کہ وہ سپرپاور امریکا کے خلاف کوئی ایکشن لے سکیں۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنی ذات میں سپرپاور امریکا ہیں۔"

کلپنا نے میری مرضی کے مطابق کہا "اب اس موت کے فرشتے سے بات کرو۔ جو تمہارے آس پاس ہے۔"

وہ مارکس سے الگ ہو کر ذرا دور جا کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ ویڈو مارکس اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ مسکرا کر بولی "تھوڑی دیر کے لیے کلپنا کو بھول جاؤ۔ فرہاد تم سے مخاطب ہے۔ کیا چند لمحوں کے بعد تم سپرپاور بن کر رہ سکو گے؟"

اس نے بڑی تشویش سے کلپنا کو دیکھا پھر کہا "آپ کلپنا کے خیالات پڑھ کر یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ مجھے یقین کر لینا چاہیے کہ آپ اس بنگلے کے اندر یا باہر کہیں آس پاس ہیں اور کسی لمحے میں بھی دوا اسپرے کر سکتے ہیں۔"

"یقین تو کرنا ہی ہوگا۔ جب تک بیڈ روم کی چار دیواری میں رہو گے، میں دوا اسپرے نہیں کروں گا۔ ساری زندگی

ں کمرے میں رہو گے تو تمہاری ٹیلی پیتھی کا علم محفوظ رہے یہاں سے باہر نکلنے کی ایک شرط ہے۔"

"آپ نے مجھے بری طرح جکڑ لیا ہے۔ آپ کی شرط کیا ہے؟"

"مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔"

"نہیں۔ آپ مجھے اپنا معمول اور محکوم بنا لیں گے۔"

"تمہارے پاس دو ہی راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اینٹی پرے دوا کو قبول کرو یا میرے معمول بن جاؤ۔"

"دوا اسپرے نہ کرو۔ میں اسی کمرے میں رہوں گا۔ اری زندگی یہیں گزار دوں گا۔"

"کیا میں اس کمرے کے باہر ساری زندگی تمہاری نگرانی ا رہوں گا؟ کوئی ایک فیصلہ کرو۔ ٹیلی پیتھی سے محروم ہونا تے ہو یا میری برتری منظور ہے؟"

وہ بے بسی سے بولا "آپ میرے اندر آسکتے ہیں۔"

میں نے اس کے اندر پہنچ کر کہا "تم نے جب سے ٹیلی ی سیکھی ہے، تب سے سکندر اعظم کی طرح جیسے دنیا کو فتح تے آئے ہو۔ لوگوں کو غلام بناتے رہے ہو۔ کسی پر جبر تے رہے، کسی کو بے موت مارتے رہے۔ اپنے اور ملک ے مفادات کے سامنے یہ بھولتے رہے کہ فرعون کو بھی ال آیا تھا۔ آخر کار تم پر بھی یہ وقت آ ہی گیا۔"

میں نے ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل ی۔ وہ چکرا کر گرا اور فرش پر تڑپنے لگا۔ کلپنا دوڑتی ہوئی آکر اسے لپٹ گئی۔ اسے جھنجوڑ کر پوچھنے لگی "یہ تمہیں کیا رہا ہے؟ ایسا تو ابھی میرے پاپا کے ساتھ ہوا تھا۔"

وہ میری گرفت میں آچکا تھا۔ اس نے تکلیف سے راتے ہوئے کہا "حوصلہ کرو کلپنا! میری تکلیف دور جائے گی۔ یوں سمجھو کہ مجھ پر ایک طرح کا دورہ پڑا ہے۔ ں میں چار گھنٹے تک سوتا رہوں گا پھر بیدار ہونے کے بعد لے کی طرح تازہ دم ہو جاؤں گا۔ تمہیں یہ چار گھنٹے یہاں تنہا زارنے ہوں گے۔"

وہ فرش سے اٹھ کر بیڈ پر آگیا۔ میں نے فرمان کو بلا کر کہا س پر تنویمی عمل کرو۔ ہم ایک مخصوص لب و لہجے کے یعے اس کے اندر جا سکیں گے اور یہ ہماری سوچ کی لہروں کو وس نہیں کر سکے گا۔"

میں اسے فرمان کے حوالے کر کے دماغی طور پر حاضر ا۔ اب سے پہلے ہم نے تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے ں کو اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کے ذریعے ناکارہ بنا دیا تھا۔ ویڈو ں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جا سکتا تھا لیکن میں چاہتا ان کا حربہ ان ہی پر آزماؤں۔ انہوں نے ویڈو مارکس کو ے خلاف محاذ آرائی کے لیے بلایا تھا۔ آئندہ میں اسے ان کے ہی خلاف استعمال کر سکتا تھا۔

○☆○

سونیا بنگلے کے ٹیرس پر بیٹھی سوچ میں گم تھی۔ سوچ یہی تھی کہ وہ کب تک اپنوں کی تلاش میں بھٹکتی رہے گی؟ اسے اپنی پچھلی زندگی یاد کیوں نہیں آرہی ہے؟ کم از کم اپنا نام تو یاد آنا چاہیے۔

اس وقت وہ سات برس کی ایک بچی پنکی اور اس کے بوڑھے دادا جان ریڈی کے بنگلے میں تھی۔ پنکی کی ماں ایک حادثے میں مر گئی تھی۔ ماں کا نام میریا تھا۔ سونیا نے بھی اپنا نام میریا بتایا۔ پنکی اس سے گھل مل گئی؟ اسے اپنی ممی کہنے لگی۔ سونیا کو کہیں اپنا ٹھکانا بنانا تھا۔ وہ پنکی کی ماں بن کر وہاں رہ گئی۔ اسے اپنوں کی تلاش تھی۔ اسے اپنے نہیں ملے تو اس نے دوسروں کو اپنا بنا لیا تھا۔

وہ اپنے بارے میں سوچتے سوچتے اچانک عدنان کے بارے میں سوچنے لگی۔ اس نے عدنان کی صورت نہیں دیکھی تھی۔ مورینا اور ڈی سوزا اسے اپنا بیٹا مانتے تھے۔ وہ دونوں واشنگٹن میں پنکی کے دادا جان ریڈی کے بنگلے میں رہنے آئے تھے۔ ائرپورٹ میں سونیا، پنکی اور جان ریڈی انہیں ریسیو کرنے گئے تھے۔ وہاں پتا چلا کہ عدنان کہیں گم ہو گیا ہے۔

وہ مورینا اور ڈی سوزا کے ہمراہ ڈومیسٹک فلائٹ میں سفر کرتا ہوا واشنگٹن آیا تھا لیکن ائرپورٹ پر ان سے بچھڑ گیا تھا۔ سونیا ٹیرس سے اتر کر ڈرائنگ روم میں آئی تو وہاں مورینا، ڈی سوزا، پنکی اور جان ریڈی بیٹھے ہوئے تھے۔ پنکی کمپیوٹر گیم کھیلنے میں مگن تھی۔ مورینا، عدنان کو یاد کر کے رو رہی تھی۔ روتے روتے کہہ رہی تھی "تین برس پہلے بیٹا پیدا ہوا تھا۔ چند گھنٹوں کے بعد مر گیا۔ اس کی موت کے بعد صبر کرنا پڑا کہ ہمارے نصیب میں اولاد نہیں ہے لیکن تین برس کے بعد اچانک عدنان آگیا۔ اسے دیکھ کر دل نے کہا، ہمارا بیٹا واپس آگیا ہے۔"

ڈی سوزا نے کہا "عدنان بھی یہی کہتا تھا کہ ہم اس کے ماں باپ ہیں اور وہ مرنے کے بعد پھر واپس آیا ہے۔"

سونیا نے کہا "کیا آپ کی عقل تسلیم کرتی ہے کہ کوئی مرنے کے بعد واپس دنیا میں آسکتا ہے؟"

"عقل تسلیم نہیں کرتی لیکن وہ بچہ عجیب و غریب تھا۔ اس کی آنکھوں میں کبھی کبھی ایسی کشش پیدا ہو جاتی تھی کہ ہم اس سے آنکھیں نہیں ملا سکتے تھے۔ میں گردے کی تکلیف میں مبتلا تھا۔ ڈاکٹر کہتے تھے گردہ ناکارہ ہو گیا ہے۔ تبدیل کرنا ہوگا۔ ایک رات میں تکلیف سے تڑپ رہا تھا۔ وہ اچانک ہی کہیں سے آگیا۔ اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

آنکھوں سے آنکھیں ملائیں تو رفتہ رفتہ ایسا آرام آیا کہ پھر کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔"

موریتا نے کہا "ڈاکٹر نے انہیں چیک کیا تھا۔ حیرانی سے پوچھ رہا تھا' ان کا ناکارہ گردہ کیسے ٹھیک ہوگیا ہے؟ ان کا کہاں علاج کرایا ہے؟ ہم سب سے یہ نہیں کہتے کہ ہمارے گھر ایک ننھا مسیحا آگیا ہے اور وہ ہمارا بچھڑا ہوا بیٹا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ پھر رونے لگی۔ جان ریڈی نے کہا "تمہیں قسمت سے ایک مسیحا مل گیا تھا۔ شاید وہ ڈی سوزا کا علاج کرنے آیا تھا۔ علاج کرنے کے بعد چلا گیا۔ یہ دیکھو کہ میں کتنا بدقسمت ہوں۔ میرا جوان بیٹا میرے کسی کام کا نہیں ہے۔ غنڈا موالی بن گیا ہے۔ گھر سے دور رہتا ہے۔ میری بہو میریا کو مارتا پیٹتا رہتا تھا۔"

جان ریڈی نے ایسا کہتے ہوئے سونیا کو دیکھا۔ کیونکہ اس نے بھی اپنا نام میریا بتایا تھا اور وہ وہاں پنکی کی ماں بن کر رہ رہی تھی۔ گویا کہ اس کی بہو کی جگہ تھی۔ سونیا نے کہا "انکل! آپ نے میرے سامنے بیٹے کی برائی نہیں کی لیکن میں پنکی سے معلوم کرچکی ہوں۔ وہ اس کی ماں میریا پر بہت ظلم کرتا تھا۔ پنکی بچی ہے' وہ کسی بات کی گہرائی کو نہیں سمجھتی۔ اس نے سنا تھا کہ آپ کا بیٹا جان مین اس کی ماں کو فروخت کرنا چاہتا تھا۔ پنکی نہیں سمجھ سکتی تھی کہ عورت کو فروخت کرنے کا مطلب کیا ہوتا ہے۔ ہم آپ تو سمجھ سکتے ہیں۔"

جان ریڈی نے سر جھکالیا۔ ڈی سوزا نے کہا "میرے دوست! تم نے ہمیں نہیں بتایا کہ جان مین اس حد تک آوارہ اور بدچلن ہوگیا ہے۔ اپنی بیوی کو بیچنا چاہتا تھا؟"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا "وہ جرائم کی دلدل میں اس قدر دھنس گیا ہے کہ اسے بیٹا کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ میں نے اس کا جرم چھپایا ہے لیکن میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا رہتا ہے کہ بیٹا شیطان بن گیا ہے' پھر بھی میں ایک باپ کی طرح اسے کیوں چاہتا ہوں۔ اسے قانون کے حوالے کیوں نہیں کرتا؟"

ڈی سوزا نے پوچھا "تمہارا ضمیر تمہیں سکون سے نہیں رہنے دے گا۔ بہتر ہے' قانون کے محافظوں کے ذریعے اس کا محاسبہ کرو۔ ایسا نہیں کرنا چاہتے تو کم از کم ہمیں بتاؤ' اس نے کیا کیا ہے۔ اس طرح تمہارے دل کا بوجھ ہلکا ہوگا۔"

جان ریڈی نے سر اٹھا کر ان سب کو دیکھا پھر دور بیٹھی ہوئی پنکی کو دیکھا۔ وہ کمپیوٹر گیم میں مصروف تھی۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا "میری بہو میریا حادثے میں ہلاک نہیں ہوئی تھی۔ اسے۔ اسے میرے بیٹے نے قتل کیا تھا۔"

مورینا اور ڈی سوزا نے حیرانی سے یہ بات سنی۔ سونیا کے لیے یہ کوئی حیران ہونے والی بات نہیں تھی۔ ظالم شوہر ظلم کی انتہا کو پہنچ کر ایسی ہی واردات کرتے ہیں۔ وہ بولی "وہ جرائم کی دلدل میں ہے۔ ایک دن ضرور سزا پائے گا۔ آپ کے ضمیر کو مطمئن ہونا چاہیے۔ آپ مقتول بہو کی بچی کو قاتل باپ سے دور رکھتے ہیں اور اسے بھرپور پیار اور توجہ دیتے رہتے ہیں۔"

"وہ مجھے سکون سے نہیں رہنے دے گا۔ کل اس نے فون کیا تھا کہ وہ آج کسی وقت یہاں آئے گا اور اپنی بیٹی پنکی کو لے جائے گا۔ ایک تو یہ مایوسی ہے کہ میں پوتی سے محروم ہوجاؤں گا۔ دوسری یہ پریشانی ہے کہ پتا نہیں وہ اس معصوم بچی کے ساتھ کیسا سلوک کرے گا؟ وہ باپ ہے' میں اسے بچی کو لے جانے سے نہیں روک سکوں گا۔"

مورینا نے کہا "تم فکر نہ کرو۔ وہ یہاں آئے گا تو ہم اسے سمجھائیں گے۔ پنکی کی تعلیم و تربیت تم اچھی طرح کرسکو گے۔ یہ حقیقت اسے تسلیم کرنا چاہیے۔"

"اچھی باتیں اس کی سمجھ میں آتیں تو وہ غلط راستوں پر نہ چلتا۔ وہ باپ کی نصیحتوں پر عمل نہیں کرتا پھر تمہاری بات کیا مانے گا۔ وہ اتنا مغرور ہوگیا ہے جیسے دنیا کا سب سے طاقت ور آدمی بن گیا ہو۔"

سونیا نے کہا "آپ پریشان نہ ہوں۔ جب ماں موجود ہو تو باپ اولاد کو اس سے چھین کر نہیں لے جاسکتا اور میں پنکی کی ماں ہوں۔ وہ میری بیٹی کو مجھ سے نہیں لے جاسکے گا۔"

ڈی سوزا نے کہا "یہ اچھا پوائنٹ ہے۔ جان ریڈی! تم دعویٰ کرو کہ تمہاری بہو میریا زندہ ہے۔ پنکی اپنی ماں کے پاس رہے گی۔ مجرم باپ کے ساتھ نہیں جائے گی۔"

جان ریڈی نے کہا "وہ تو یہی کہے گا کہ اس کی بیوی میریا مرچکی ہے۔ وہ اس میریا کو پنکی کی ماں تسلیم نہیں کرے گا۔ بڑے ہنگامے کرے گا۔ تم اسے نہیں جانتے ہو۔"

سونیا نے کہا "وہ مجھے نہیں جانتا ہے۔ آپ ایک ہی بات پر اڑے رہیں کہ میں آپ کی بہو میریا اور پنکی کی ماں ہوں۔ آپ کے بیٹے نے بیوی کا مرڈر نہیں کیا ہے۔ میں زندہ ہوں۔ آپ ان باتوں پر قائم رہیں۔ باقی میں اس سے نمٹ لوں گی۔"

تقریباً دو گھنٹے بعد وہ آگیا۔ اسے دیکھ کر سب ہی دوبارہ ڈرائنگ روم میں آگئے۔ وہ مورینا اور ڈی سوزا کو دیکھ کر بولا "ہائے آنٹی! ہائے انکل! اچھا ہوا آپ دونوں آگئے۔ میرے ڈیڈ یہاں تنہا ہوجائیں گے۔ میں پنکی کو لے جاؤں گا تو ڈیڈی آپ لوگوں کی صحبت میں بہل جائیں گے۔"

جان ریڈی نے کہا "میری پوتی تمہارے ساتھ نہیں ے گی۔ تم آوارہ بدمعاش ہو۔ اس کی زندگی برباد کردو ے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں باپ ہوں۔ اپنی بیٹی کو کہیں بھی ے جاسکتا ہوں۔"

ڈی سوزا نے کہا "بے شک تم باپ ہو لیکن بیٹی کو دادا پاس رہنے دو۔ یہاں اس کی تعلیم و تربیت اچھی ہوگی۔"

جان مین نے کہا "میں اپنی بیٹی کو تربیت کے لیے ہی لے ہا ہوں۔ یہ ایک ادارے میں رہے گی۔ وہاں کیبرے ں اور دل ربا ادائیں سیکھے گی۔ جوان ہونے تک باپ کی یبرے ڈانسر بن جائے گی۔ لاکھوں ڈالرز کمایا کرے گی۔"

"یہ بڑے شرم کی بات ہے۔ تم اپنی بیٹی کو ننگی نچا کر وں ڈالرز کمانا چاہتے ہو۔ تمہیں باپ دادا کی عزت اور رتبے کا خیال نہیں ہے۔"

وہ بولا "دادا مرگئے۔ باپ بھی کچھ دنوں کے مہمان ۔ مجھے دولت کمانا ہے۔ باپ دادا نے میرے لیے دولت جائداد نہیں چھوڑی ہے۔ مجھے ہی اپنی عقل سے دولت نا ہوگی۔"

"تم بے غیرت ہو۔ سمجھانے سے نہیں سمجھو گے۔ ا کی معصوم بچی کو عیاشوں کے ٹریننگ سینٹر میں داخل کرانا تے ہو۔ بچی کی ماں کبھی اس بات کی اجازت نہیں دے ۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "ڈیڈ! ماں تو مرچکی ہے۔ کیا اب وہ زت دینے یہاں آئے گی؟"

"میری بہو میریا مردہ نہیں زندہ ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ تم اسے قتل کیا تھا۔ تم نے اسے قتل نہیں کیا تھا۔ میں یں قتل کے الزام سے بچا رہا ہوں۔ وہ زندہ ہے۔ میریا! ں آجاؤ۔"

سونیا ایک ادائے ناز سے چلتی ہوئی ڈرائنگ روم میں ئی پھر جان مین کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی "ہائے جان! یکھ کر یہ نہ کہنا کہ میں تمہاری بیوی نہیں ہوں۔"

وہ اسے سر سے پاؤں تک تعریفی نظروں سے دیکھتا ہوا "غضب کا حسن ہے۔ غضب کی جوانی ہے۔ آج پتا چلا کہ ت مرنے کے بعد پہلے سے زیادہ دھماکا خیز ہوجاتی ہے۔"

"یہ تمہارے لیے بہتر ہے کہ پہلے سے دھماکے محسوس ۔ پنکی میری بیٹی ہے۔ یہ میرے پاس رہے گی۔ میں اس پر را سایہ بھی نہیں پڑنے دوں گی۔"

"کیوں خود کو تماشا بنانا چاہتی ہو؟ دنیا جانتی ہے کہ پنکی [illegible] ہے۔"

"دنیا نہیں جانتی۔ ہم اس بنگلے میں دو ماہ پہلے آئے یہاں تمہیں پنکی کے باپ کی حیثیت سے کسی نے نہیں دیکھا۔ میں کہہ سکتی ہوں کہ تم میرے شوہر ہو لیکن پنکی کے باپ نہیں ہو یہ ایک عورت ہی بتا سکتی ہے کہ اس کی اولاد کس مرد سے ہوئی ہے۔"

پنکی دوڑتی ہوئی آکر سونیا سے بولی "ممی! میرا گیم اسٹاپ ہوگیا۔ اس میں کوئی فالٹ پیدا ہوگیا ہے۔"

جان مین نے پنکی سے پوچھا "تم اس عورت کو ممی کیوں کہہ رہی ہو۔ تمہاری ممی مرچکی ہے۔"

وہ بولی "میری ممی زندہ ہے۔ یہ میری ممی ہیں۔ تم بہت گندے پاپا ہو۔ میں تم سے نہیں بولوں گی۔"

وہ ناگواری سے بولا "تم نے میری بیٹی کو اچھی طرح سکھایا پڑھایا ہے۔ میں ثابت کردوں گا کہ تم میری فراڈ بیوی اور پنکی کی فراڈ ممی ہو۔ بہتر ہے' میرے گھر میں آکر یہ تماشے نہ کرو۔ تمہیں اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا ہوگا۔"

جان ریڈی نے کہا "ایک بیوی کو قتل کرنے کے بعد دوسری کو قتل کرنے کی دھمکی دے رہے ہو۔ میرے پاس تمہارے خلاف کوئی ثبوت ہوتا تو ابھی تمہیں پولیس کے حوالے کردیتا۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تم میرے شوہر ہو۔ میرے ساتھ کچھ بھی کرسکتے ہو۔"

وہ سونیا کو گھور کر دیکھتے ہوئے بولا "کیا تم مانتی ہو کہ میری بیوی ہو؟"

"ہاں۔ جب پنکی کی ماں ہوں تو تمہاری بیوی بھی ہوئی۔"

"تو پھر آؤ۔ بیڈ روم میں چلو۔"

اس نے آگے بڑھ کر سونیا کے بازو کو پکڑا پھر اسے کھینچتا ہوا ایک بیڈ روم میں لے آیا۔ اسے حکم دیا "لباس اتارو۔"

وہ مسکرا کر بولی "پہلے دروازہ اندر سے بند کرو۔"

اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ وہ بولی "آؤ۔ میرا لباس اتارو۔ تم نہیں جانتے' میری یادداشت گم ہوگئی ہے۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ کبھی کسی مرد نے میرا لباس اتارا ہو۔"

"آج کے بعد تم کبھی نہیں بھولو گی کہ مرد کس طرح لباس اتارتے ہیں۔"

اس نے قریب آکر اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اسی لمحے منہ پر ایک الٹا ہاتھ پڑا۔ وہ لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے گیا پھر غصے سے آگے بڑھا تو منہ سے چیخ نکل گئی۔ دونوں ٹانگوں کے بیچ میں لات پڑی تھی۔ وہ تکلیف کی شدت سے جھکنے لگا تو منہ پر ایک گھونسا پڑا پھر دوسرا گھونسا پڑا۔ وہ مار کھاتا ہوا پیچھے گیا۔ سونیا نے گھوم کر ایک کک ماری۔ وہ پیچھے دیوار سے ٹکرا کر

فرش پر گر پڑا۔

اس کا سر چکرا رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے رنگ برنگے قمقمے جل بجھ رہے تھے۔ وہ تکلیف کے باعث کراہ رہا تھا۔ اس کے منہ اور ناک سے لہو بہہ رہا تھا۔ سونیا نے کہا "چلو اٹھو۔ میرے پاس آؤ۔ یہ لباس تمہارے جیسے مرد کا انتظار کر رہا ہے۔"

اس نے بڑی پھرتی سے لباس کے اندر ہاتھ ڈال کر پستول نکالا لیکن وہ سونیا سے زیادہ پھرتیلا نہیں تھا۔ پستول پر ایک ٹھوکر پڑی۔ وہ ہاتھ سے نکل کر دور چلا گیا۔ وہ کراہتے ہوئے بولا "تم بہت پچھتاؤ گی۔"

"ابھی تو تم پچھتا رہے ہو۔ کیا اپنے غنڈے اور مسلح ساتھیوں کو بلاؤ گے؟"

"میرے پاس ایسی طاقت ہے کہ تم دماغی مریضہ بن جاؤ گی۔ میرے قدموں میں گر کر معافی مانگو گی۔"

"تمہارے پاس ایسی طاقت ہے تو کتے کی طرح مار کیوں کھا رہے ہو؟"

وہ اپنی جیب سے موبائل فون نکال کر نمبر پنچ کرنے لگا۔ سونیا نے اس سے فون چھین کر نمبر پڑھے۔ انہیں پڑھتے ہی سمجھ گئی کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ایس جی یعنی سینڈی گرے کا فون نمبر ہے۔ اس نے جیری سے جو موبائل فون چھینا تھا۔ اس میں بھی یہی نمبر تھا۔ میامی بیچ میں فرینک بلیو بھی اسی نمبر پر ایس جی سے رابطہ کرتا تھا۔

اس نے فون بند کر کے پوچھا "یہ تمہارا ایس جی کہاں رہتا ہے؟ میں اس کے پیچھے دم ہلانے والے کئی کتوں کو مار چکی ہوں۔ تم بھی مرنے کے لیے میرے پاس چلے آئے ہو۔"

اس نے فرش پر سے پستول اٹھا کر اس کا نشانہ لیا۔ وہ خوف سے لرزتے ہوئے بولا "نن۔ نہیں۔ مجھے نہ مارو۔ میں پنکی کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔ چپ چاپ یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

وہ بولی "جیری سمندر کے ویران ساحل پر لاکھوں ڈالرز کا اسلحہ لے کر آیا تھا' میں نے وہ سب تباہ کر دیا۔ تم نے سنا ہوگا۔ میں نے میامی بیچ میں ایس جی کے دستِ راست فرینک بلیو کو جہنم میں پہنچا دیا۔ تم نے یہ بھی سنا ہوگا۔"

وہ خوف سے دیدے پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہا تھا پھر اس نے پوچھا "تم۔ تم وہی عورت ہو' جس نے ایس جی کے کئی اہم آدمیوں کو ہلاک کیا ہے۔ ایس جی کتے کی طرح تمہاری بو سونگھتا پھر رہا ہے۔"

"اور تم اسے فون کرو گے تو وہ تمہارے خیالات پڑھتے ہی معلوم کر لے گا کہ میں اس بنگلے میں ہوں۔"

"میں۔ میں اسے فون نہیں کروں گا۔ مجھے گولی نہ مارو۔"

"تم فون نہیں کرو گے تب بھی وہ تمہارے دماغ میں آجائے گا۔"

"وہ زبردستی دماغ میں آجاتا ہے۔ میں اسے کیسے روک سکتا ہوں؟"

"ایک ہی راستہ ہے کہ میں یہ بنگلا چھوڑ کر کہیں چلی جاؤں۔ میں کہاں جاؤں گی۔ تمہیں معلوم نہیں ہوگا تو اسے بھی معلوم نہیں ہوگا۔ چلو اٹھو۔ چہرے سے خون پونچھو۔ میں تمہارے ساتھ یہاں سے جاؤں گی۔"

اس نے فرش پر سے اٹھ کر آئینے میں دیکھ کر چہرے سے خون صاف کیا۔ اپنا حلیہ درست کیا پھر اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہ جان ریڈی وغیرہ سے بولی "میں تمہارے بیٹے کے ساتھ اس شرط پر جا رہی ہوں کہ یہ کبھی یہاں آ کر پنکی پر اپنا حق نہیں جتائے گا۔ آپ کی پوتی ہمیشہ آپ کے پاس رہے گی۔"

پنکی آ کر اس سے لپٹ گئی "ممی! میں آپ کو نہیں جانے دوں گی۔ میں آپ کے بغیر نہیں رہوں گی۔"

وہ اسے چومتے ہوئے بولی "میں تمہاری بہتری کے لیے تم سے دور جا رہی ہوں۔ تمہیں دادا جان سے بہت سی محبتیں ملتی رہیں گی۔ تم اچھی بچی کی طرح خوش رہا کرو گی۔"

اس نے اسے سمجھا منا کر مورینا' ڈی سوزا اور جان ریڈی سے مصافحہ کیا پھر اپنا سفری بیگ اٹھا کر جان مین کے ساتھ باہر آئی۔ اس کے ساتھ کار میں بیٹھ کر جانے لگی۔ وہ ڈرائیو کرتے ہوئے بولا "تم کہاں جاؤ گی۔"

"تم کہیں بھی چلتے رہو۔ میں جہاں مناسب سمجھوں گی تمہاری گاڑی سے اتر جاؤں گی۔"

وہ بالٹی مور جانے والے راستے پر چلنے لگا۔ تھوڑی د بعد جان مین کے موبائل سے بزر کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے سی ایل آئی پر دیکھ کر کہا "تمہارا باس ایس جی تمہیں کال کر رہا ہے۔"

"تم یہ فون اٹینڈ نہیں کرو گے تو وہ تمہارے دماغ میں آ کر اٹینڈ نہ کرنے کی وجہ معلوم کرے گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "میں کیا کروں۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔"

وہ اس کی طرف فون بڑھا کر بولی "لو۔ اس سے بات کرو۔"

اس نے حیرانی سے سونیا کو دیکھتے ہوئے سڑک کے کنارے کار روکی پھر فون لے کر اس کا ایک بٹن دبا کر کا سے لگاتے ہوئے بولا "یس باس! میں جان مین بول ر ہوں۔"

کوئی جواب نہیں ملا۔ دوسری طرف سے فون بند ہو گیا تھا۔ اس نے فون اٹینڈ کرنے میں دیر کی تھی۔ سینڈی گرے فون بند کر کے اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا اور اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اسے معلوم ہو رہا تھا کہ وہی پراسرار عورت اس وقت جان مین کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے' جو اس کے کئی اہم آدمیوں کو ہلاک کر چکی ہے اور اس کے لاکھوں ڈالرز کا اسلحہ بھی تباہ کر چکی ہے۔

جان مین کے خیالات نے بتایا کہ وہ اب تک اس کے بنگلے میں تھی۔ جب اسے معلوم ہوا کہ جان مین کا رابطہ ایس جی سے رہتا ہے تو وہ بنگلا چھوڑ کر کہیں جا رہی ہے۔ سینڈی گرے نے کہا "تم اس عورت کا نام میریا بتا رہے ہو۔ یہ خطرناک فائٹر بھی ہے اور مکار بھی ہے۔ ابھی یہ سمجھ رہی ہے کہ میں تمہارے دماغ میں آ کر بول رہا ہوں۔ یہ پھر فرار ہو کر کہیں جا چھپے گی۔ میں پھر اسے تلاش کرتا رہوں گا۔ اسے کسی بھی طرح قابو میں کرنا ہوگا۔"

"یہ بہت زبردست ہے۔ اس کے دو چار ہاتھ کھانے کے بعد ہی مجھے موت نظر آنے لگی تھی پھر یہ کہ میرا پستول اس کے پاس ہے۔ یہ ذرا بھی ترس نہیں کھائے گی۔ مجھے گولی مار دے گی۔ آپ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے قابو میں کیوں نہیں کر رہے ہیں؟"

"یہ یوگا کی ماہر ہے۔ میری خیال خوانی کی لہروں کو اپنے سے بھگا دیتی ہے۔ تم اسے باتوں میں لگاؤ۔ اس کا ساتھ نہ چھوڑو۔ اسے کسی جگہ لے جاؤ۔ وہاں جلد ہی میرے آدمی پہنچ جائیں گے۔ میں بھی آجاؤں گا۔ خبردار! یہ بھاگنے نہ پائے۔"

وہ بولا "ابھی نہ جاؤ۔ یہ تو سوچو' میں اسے کہیں جانے سے کیسے روک سکوں گا۔ یہ مجھے گولی مار دے گی۔"

سونیا نے پوچھا "کیا تمہاری باتیں ختم نہیں ہوئیں۔ اپنے منہ چھپانے والے بزدل سے کہو۔ وہ مجھے کہیں جانے سے روک نہیں سکے گا۔ بہتر ہے' میرے سامنے آجائے۔ میں کسی نہ کسی دن اس کی شہ رگ تک پہنچنے والی ہوں۔ کیا وہ میری باتیں سن رہا ہے؟"

سینڈی گرے نے کہا "سن رہا ہوں اور تم سے بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ یہ راستہ بالٹی مور کی طرف جاتا ہے۔ کیا لڑکی؟"

"کیا تم وہاں میرے روبرو آؤ گے؟ یا اپنے کتوں کو مرنے کے لیے بھیجو گے؟ جواب دو۔ ابھی آؤں گی۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ تمہارے روبرو آؤں گا اور بالکل تنہا آؤں گا۔ بولو' بالٹی مور میں کہاں ملو گی؟"

سونیا نے قہقہہ لگایا پھر کہا "تم مرجانا پسند کرو گے لیکن

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

انسان کی ترقی و
تہذیب کے حیات افروز واقعات
صدیوں سے زندہ ایک پُراسرار شخص
کی آپ بیتی، ہَوا جس کی دوست
تھی، سمندر جس کے لیے آغوشِ مادر
تھا، آگ اس کے بدن کو چھو دیتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ کہانی جس نے اپنے وقت میں مقبولیت کے
کے ریکارڈ توڑ دیے

صدیوں کا بیٹا

پانچ حصوں میں مکمل

قیمت فی حصہ -/60 روپے ✱ ڈاک خرچ فی حصہ -/23 روپے

مکمل سیٹ منگانے پر رعایتی قیمت -/300 روپے' ڈاک خرچ معاف
-/300 روپے کا منی آرڈر پیشگی روانہ فرمائیں۔
یہ رعایت صرف منی آرڈر ارسال کرنے پر ہی مل سکے گی۔

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23
کراچی 74200
kitabiat1970@yahoo.com

میرے سامنے کبھی نہیں آؤ گے۔ یہ باتیں صرف وقت گزارنے کے لیے کررہے ہو۔ تمہارے آدمی یہاں پہنچنے والے ہیں۔ لہٰذا مجھے یہاں سے جانا چاہیے۔"

وہ پستول سے جان مین کا نشانہ لیتی ہوئی بولی "باہر جاؤ۔ میں یہ گاڑی لے جارہی ہوں۔"

سینڈی کہنے لگا "میریا! نہ جاؤ۔ مجھ پر بھروسا کرو۔ میں تمہارے روبرو آکر تم سے ملوں گا۔"

سونیا نے دروازہ کھول کر جان مین کو دھکا دیا۔ وہ کار سے باہر جاکر گر پڑا۔ جلدی سے اٹھ کر بولا "میں اپنے آپ میں نہیں ہوں۔ میرے اندر ایس جی بول رہا ہے۔ دیکھو مجھے گولی نہ مارنا۔"

"تمہیں زندہ چھوڑوں گی تو تم پھر پنکی کے پاس جاؤ گے۔ اس معصوم بچی کو عیاشوں کے جہنم میں پہنچادو گے۔ تمہارے جیسے بے غیرت باپ کو مرجانا چاہیے۔ آخری بار اپنے باس ایس جی کو پکارو۔ کیا اس کی ٹیلی پیتھی تمہیں بچاسکتی ہے؟"

اس نے آواز دی "باس! فار گاڈ سیک۔ مجھے کسی طرح بچالو۔ ٹیلی پیتھی دنیا کا سب سے خطرناک ہتھیار ہے۔ کیا اس ہتھیار سے ایک عورت کو زیر نہیں کرسکو گے؟ باس...! باس...! سنتا کیوں نہیں ہے؟ ابے او ٹیلی پیتھی جاننے والے کتے! تو کیسا کتا ہے؟ ایک عورت کو نہیں کاٹ سکتا؟"

وہ چیخ کر اسے آوازیں بھی دے رہا تھا اور مایوس ہوکر گالیاں بھی بک رہا تھا۔ سونیا نے اسے گولی ماردی۔

○☆○

میں نے ویٹو مارکس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا۔ وہ تکلیف میں مبتلا ہوگیا تھا۔ اس کے سامنے دو ہی راستے تھے۔ ایک تو یہ کہ وہ مجھے اپنے دماغ میں آنے دیتا۔ اگر انکار کرتا تو میں اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کردیتا۔ وہ ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس نے مجبور ہوکر مجھے اپنے اندر آنے دیا۔ میں نے زلزلے کے ذریعے اس کے دماغ کو ذرا کمزور بنادیا۔ تاکہ اس پر تنویمی عمل کیا جاسکے۔

وہ تکلیف کے باعث فرش پر گر کر تڑپ رہا تھا۔ کلپنا آکر اس سے لپٹ گئی۔ اس کی حالت دیکھ کر رونے لگی۔ اس نے کلپنا کو حقیقت نہیں بتائی کہ میں اسے دماغی طور پر کمزور بنا رہا ہوں۔ اس نے اسے سمجھایا کہ اسے پریشان نہیں ہونا چاہیے اس پر ایک طرح کا دورہ پڑا ہے۔ وہ چار گھنٹے تک سوتے رہنے کے بعد نارمل ہوجائے گا۔

تنویمی عمل کے بعد دو چار گھنٹے کی نیند لازمی ہوتی ہے۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ اس کے ساتھ یہی ہونے والا ہے۔ وہ فرش سے اٹھ کر بیڈ پر آکر لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کرلیں۔ فرمان میری ہدایات کے مطابق اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ اس کے چار گھنٹے کی نیند کے دوران میں کلپنا وہاں تنہا رہتی۔ اس لیے میں نے اسے بھی اتنے عرصے کے لیے اس کے پاس ہی بیڈ پر سلادیا۔

ہم نے ویٹو مارکس سے پہلے تین امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے جے وی فری مین، ڈبلیو رائٹ اور روبی برٹن کو اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کے ذریعے ناکارہ بنا کر ہمیشہ کے لیے ٹیلی پیتھی سے محروم کردیا تھا۔ میں اس بار ویٹو مارکس کو ڈھیل دے رہا تھا۔ امریکی اور بھارتی حکمران میرے خلاف محاذ آرائی کے لیے مارکس کو ہندوستان لائے تھے۔ میں اسی مارکس کو آئندہ ان کے خلاف استعمال کرنا چاہتا تھا۔

ویسے بھی کئی انڈین آرمی انٹیلی جنس کے افسران ویٹو مارکس کے خلاف ہوگئے تھے۔ کلپنا ان کے ایک آرمی افسر جے راج کی بیٹی تھی۔ وہ خاندانی راجپوت تھے۔ اپنی بیٹی کا ہاتھ کسی راجپوت کے ہاتھ میں ہی دے سکتے تھے پھر ویٹو مارکس ہندو بھی نہیں تھا۔ عیسائی تھا۔ یہ بات دونوں ملکوں کے اکابرین تک پہنچ رہی تھی۔ یہ شکایت امریکا تک پہنچائی گئی تھی کہ ویٹو مارکس ایک ہندو شریف زادی کی عزت سے کھیل رہا ہے اور دوسرے دن اس سے کورٹ میرج کرنے والا ہے۔

یہ بہت اہم معاملہ تھا۔ اکابرین کے درمیان بحث ہورہی تھی۔ وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ناراض نہیں کر چاہتے تھے اور بھارتی اعلیٰ عہدے داروں کے خاندانی او مذہبی معاملات میں مداخلت کرنا بھی نہیں چاہتے تھے۔

امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے بھارتی حکمرانوں سے کہا "مارکس اور کلپنا ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں او شادی کرنا چاہتے ہیں تو یہ بڑی اچھی بات ہے۔ اس طر دونوں ملکوں کے درمیان جو تعلقات ہیں، وہ اور مضبوط ہو گے۔ ویٹو مارکس آپ لوگوں کا داماد بن کر آپ کے ملک اور زیادہ خدمت کرے گا۔"

ایک بھارتی عہدے دار نے کہا "ہماری ہندو قوم ا مذہبی معاملات میں بہت جذباتی ہے۔ راجپوت اپنے خاندا اور برادری سے باہر اپنی لڑکیاں نہیں دیتے۔ دوسری برادر والے جبراً ان کی لڑکی لینا چاہیں تو وسیع پیمانے پر خاند جھگڑے شروع ہوجاتے ہیں۔ خون کی ندیاں بہنے لگتی ہیں اگر مارکس جبراً کلپنا کو یہاں سے لے جانا چاہے گا تو تما راجپوت ہم حکمرانوں کے خلاف ہوجائیں گے۔ ان بغاوت ہمیں نقصان پہنچائے گی۔ بہتر ہے کہ مارکس کو ا سے دور رکھا جائے۔"

امریکی حاکم نے کہا "ہمارے لیے بڑی مشکلا ہوجائیں گی۔ ہم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذا ملات میں مداخلت نہیں کرتے اور یہ ویٹو مارکس کا ذاتی ملہ ہے۔ ہمارے پاس چند ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں۔ ہم ان میں سے کسی کی بھی ناراضگی مول لینا نہیں ہیں گے پھر بھی ہم کوشش کریں گے۔ شاید مارکس ہماری ت مان کر کلپنا سے دور ہوجائے۔"

امریکی اکابرین نے ویٹو مارکس کے ایک خفیہ فون نمبر پر بطہ کیا۔ اس فون سے ایک ٹیپ منسلک تھا۔ اس میں سے از آئی "میں چار گھنٹے کے بعد رابطہ کروں گا۔ فی الحال مجھے رب نہ کیا جائے۔"

وہ نہیں جانتے تھے کہ ویٹو مارکس وہ چار گھنٹے کہاں گزار کیسے گزار رہا ہے۔ جب انہوں نے رابطہ کیا تھا۔ تب چار پورے ہونے والے تھے۔ وہ تنویمی نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔ ن نے اس کے ذہن میں یہ نقش کیا تھا کہ وہ فرہاد علی تیمور ہونے والی گفتگو بھول جائے گا۔ اسے یاد نہیں رہے گا کہ پر تنویمی عمل کیا گیا ہے اور وہ کلپنا کو پہلے سے زیادہ دیوانہ چاہے گا۔ اس کی خاطر اپنے امریکی اکابرین کی مخالفتیں لے گا اور بھارتی حکمرانوں کی نیندیں حرام کردے گا۔

چار گھنٹے بعد تنویمی نیند پوری ہوگئی۔ اس نے آنکھیں ل دیں۔ بستر پر چاروں شانے چت پڑا رہا۔ چھت کو تکتا سوچنے لگا "میں بے وقت کیوں سوگیا تھا؟ شاید تھک گیا یا میری طبیعت کچھ خراب ہوگئی تھی۔ کلپنا مجھ سے کر رونے لگی تھی۔ میں نے اسے تسلیاں دی تھیں مگر جان کہاں ہے؟"

اس نے اٹھنا چاہا تو پتا چلا، اس کی جان اس کے پہلو میں ہے۔ وہ کروٹ لے کر اس پر چھا گیا۔ اس نے نیند میں جانے پہچانے بوجھ کو محسوس کیا تو آنکھ کھل گئی۔ اپنے پر اس کا چہرہ دیکھ کر بولی "یہ کیا حرکت ہے؟"

وہ مسکرا کر بولا "تمہارا خوابیدہ حسن بہکاتا ہے۔ میں تا ہوں۔"

اس نے مسکراتے ہوئے اسے بانہوں کا ہار پہنادیا۔ وہ دیر تک ایک دوسرے کی محبتوں میں ڈوبتے رہے، رہے پھر وہ بولی "تم نے پاپا کو دماغی تکلیف پہنچائی وہ ناراض ہوکر گئے ہیں۔ تم صرف پاپا کی نہیں پوری ت بٹالین کی مخالفتیں مول لے رہے ہو۔ وہ تمہارے خت کارروائی کریں گے۔ ہمارے درمیان بڑی مضبوط یں کھڑی کی جائیں گی۔"

فکر نہ کرو۔ میں تمہاری خاطر ساری دنیا کی مخالفتیں گا۔ ابھی ہمیں یہ بنگلا چھوڑ دینا چاہیے۔ وہ یہاں پھر ہم کسی دوسری خفیہ رہائش گاہ میں رہیں گے۔"

دونوں کچھ ضروری سامان ایک بیگ میں رکھ کر اس

تحریر اور شخصیت

ان کے لئے ایک نادر کتاب جو اپنی شخصیت کو اُبھارنے، سنوارنے اور نکھارنے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔

قیمت 25 روپے + ڈاک خرچ 23 روپے

کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ

خط و کتابت کا پتہ

kitabiat@hotmail.com
kitabiat1970@yahoo.com

بنگلے سے باہر آئے پھر ایک کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگے۔ کلپنا نے کہا "میری ایک بہت ہی رازدار سہیلی ہے۔ وہ ایک چھوٹے سے بنگلے میں اپنے بوڑھے ماں باپ کے ساتھ رہتی ہے۔ کیا اس کے ساتھ رہنا مناسب ہوگا؟"

وہ بولا "ہم کہیں بھی تنہا رہیں گے تو انٹیلی جنس والے آسانی سے ہم تک پہنچ جائیں گے۔ تمہاری سہیلی مناسب رہے گی۔ میں اس پر اور اس کے ماں باپ پر تنویمی عمل کروں گا۔ وہ ہم دونوں کو بیٹی اور داماد سمجھتے رہیں گے۔ فی الحال وہیں چلو۔"

کلپنا اسے اپنی سہیلی سنگیتا کے گھر لے آئی۔ وہاں پہنچ کر مارکس نے پہلی فرصت میں سنگیتا اور اس کے ماں باپ پر تنویمی عمل کیا پھر کلپنا سے کہا "کوئی مجھے چہرے سے نہیں پہچانتا ہے لیکن تم پہچانی جاؤ گی۔ لہٰذا میں میک اپ کے ذریعے تمہارا چہرہ تبدیل کروں گا۔ جب تک حالات سازگار نہیں ہوں گے تم تبدیل شدہ چہرے کے ساتھ رہو گی۔"

وہ انڈین انٹیلی جنس والوں کو دھوکا دینے اور ان سے محفوظ رہنے کے لیے تمام احتیاطی تدابیر پر عمل کر رہا تھا۔ رات کے دس بجے امریکی فوج کے اعلیٰ افسر نے اس کے خاص فون پر رابطہ کیا پھر کہا "ہیلو مارکس! میں نے چار گھنٹے پہلے رابطہ کرنا چاہا۔ تمہارے فون سے اطلاع ملی کہ تم کہیں مصروف ہو۔"

وہ بولا "ہاں میں اپنے ذاتی معاملات میں مصروف تھا۔"

"تمہارے ذاتی معاملات ہمارے لیے مسائل پیدا کر رہے ہیں۔ بھارتی اکابرین تمہارے خلاف شکایتیں کر رہے ہیں۔"

"ان کی شکایتیں بے جا ہیں۔ کلپنا بالغ ہے۔ وہ اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرنے کا حق رکھتی ہے اور وہ اپنا مستقبل مجھ سے وابستہ کر چکی ہے۔ کل صبح ہم کورٹ میرج کرنے والے ہیں۔"

"پلیز۔ اتنی جلدی نہ کرو۔ تم کل نہ سہی، پرسوں شادی کر سکتے ہو۔ پہلے ہم سب کو کسی مثبت نتیجے تک پہنچنے دو۔"

"آپ کہتے ہیں تو میں ایک دن کی تاخیر برداشت کرلوں گا لیکن کل شام تک میرے حق میں فیصلہ ہو جانا چاہیے۔"

"یوں ضد نہ کرو کہ تمہارے حق میں فیصلہ ہو جانا چاہیے۔ اپنے اندر تھوڑی سی لچک پیدا کرو۔ بعض حالات میں ملک اور قوم کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں دینی پڑتی ہے۔"

"میں ملک و قوم کے لیے اپنی جان دے سکتا ہوں۔ میری وفاداری کا یہ ثبوت کم نہیں ہے کہ میں فرہاد علی تیمور جیسے ٹیلی پیتھی کے پہاڑ سے ٹکرانے آیا ہوں۔ یہاں میری جان بھی جا سکتی ہے۔ میں یہاں جان کی بازی لگا رہا ہوں اور آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"بے شک تم محب وطن ہو۔ ہمارے وفادار ہو۔ ہماری پوری کوشش ہوگی کہ فیصلہ تمہارے حق میں ہو۔ اگر بہت زیادہ مجبوریوں کے باعث ایسا نہ ہو سکا تو تم سمجھوتا کرو گے کلپنا ایک لڑکی ہے۔ اس سے دستبردار رہو کر دنیا کی حسین ترین لڑکیوں سے دل بھی بہلا سکتے ہو اور کسی سے شادی بھی کر سکتے ہو۔"

"سوری سر! میں ساری دنیا کو چھوڑ دوں گا لیکن کلپنا کو نہیں چھوڑوں گا۔ پلیز آپ کلپنا کے خلاف نہ بولیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ایک گھنٹے بعد خیال خوانی کے ذریعے ہمارے پاس آؤ۔ ہم یہاں تمہارے معاملات پر بحث کر رہے ہیں۔"

ویٹو مارکس نے فون کا رابطہ منقطع کیا پھر خیال خوانی کے ذریعے آرمی انٹیلی جنس کے چیف جے راج کے اندر آیا۔ وہ کلپنا کا باپ تھا۔ آرمی کے تمام اعلیٰ افسران سے کہہ رہا تھا "مجھ جیسے اعلیٰ افسر کی بیٹی کو اغوا کیا گیا ہے اور اس اغوا کرنے والے کے خلاف کارروائی نہیں کی جا رہی ہے۔ کیا آپ لوگ ہماری سرکار کو کارروائی کے لیے مجبور نہیں کریں گے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم پُر زور احتجاج کر رہے ہیں۔ ہمارے حکمران امریکی حکمرانوں سے رابطے میں ہیں۔ مذاکرات جاری ہیں۔ جلد ہی اس سلسلے میں کارروائی کی جائے گی۔"

ویٹو مارکس کبھی بھارتی حکمرانوں اور کبھی امریکی حکمرانوں کے اندر جا کر ان کی باتیں سننے لگا۔ بھارت کی طرف سے کہا جا رہا تھا کہ جب تک کوئی آخری فیصلہ نہ ہو تب تک ویٹو مارکس کو چاہیے کہ وہ کلپنا کو اس کے گھر پہنچا دے۔ اغوا کی واردات تمام راجپوت بٹالین کو طیش دلا رہی ہے۔ فوج کے اندر بغاوت کے آثار پیدا ہو رہے ہیں۔

میں ویٹو مارکس کے اندر تھا۔ وہ میری مرضی کے مطا سوچ رہا تھا کہ کلپنا کو اس کے گھر واپس نہیں بھیجے گا بلکہ ا اپنے پاس چھپا کر رکھے گا۔ اس نے اپنے خاص فون کو بند کر دیا۔ تاکہ امریکی اکابرین اس سے رابطہ نہ کر سکیں۔ مم نے اس کی سوچ میں کہا "میں کل صبح تک کسی سے کوئی با نہیں کروں گا۔ وہ اپنے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کہیں گے کہ میرے اندر آکر بات کریں۔ میں کسی کو ا اندر نہیں آنے دوں گا۔"

وہ اپنے اندر پیدا ہونے والی اس سوچ سے قائل ہوگیا۔ کیونکہ وہ بھی یہی چاہتا تھا۔ وہ کلپنا سے کسی حال مم جدا ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اور اس سے جد اگر الوں کو دشمن سمجھنے لگا تھا۔ خواہ وہ اپنے ہی اکابرین کیوں نہ ہوں۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے اکابرین کے دماغوں میں جا کر معلوم کر رہا تھا۔ وہ اس سے مخصوص فون پر رابطہ نہیں کر پا رہے تھے۔ رابطہ نہ ہونے پر جھنجلا رہے تھے۔ انہوں نے اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا کہ وہ مارکس سے رابطہ کریں۔ انہوں نے اس کے دماغ میں آنے کی کوشش کی۔ وہ سانسیں روکتا رہا۔ وہ دونوں ناکام ہو کر چلے گئے۔

بھارتی اکابرین سے کہا گیا کہ ویٹو مارکس کہیں گم ہو گیا ہے یا روپوش ہو گیا ہے۔ اسے وہاں تلاش کیا جائے۔ بھارتی سرکار سے نہ کہا جاتا تب بھی وہ اسے تلاش کرتے۔ وہ ہر حال میں کلپنا کی واپسی چاہتے تھے۔ تمام سول اور ملٹری کے جاسوس پورے دہلی شہر میں پھیل کر انہیں گھر گھر تلاش کر رہے تھے۔ دو چار جاسوسوں نے کلپنا کی سہیلی سنگیتا کے بنگلے کی طرف آنا چاہا۔ مارکس نے خیال خوانی کے ذریعے انہیں بھٹکا دیا۔

جے راج اور دوسرے انٹیلی جنس کے افسران نے حکمرانی سے کہا "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا امریکی ہے۔ میک اپ کے ذریعے چھپنے کے باوجود پہچانا جائے گا۔ وہ ہندی صاف طور سے بول نہیں پاتا ہے۔ اپنی زبان سے پکڑا جا سکتا ہے پھر پکڑا کیوں نہیں جا رہا ہے؟"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے جاسوسوں کو بھٹکا رہا ہے۔ انہیں اپنے روبرو پہنچنے کا موقع نہیں دے رہا ہے۔ اسے تو کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی پکڑ سکتا ہے۔"

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا "دوسرے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ناکام ہو چکے ہیں۔ وہ انہیں اپنے اندر آنے کی اجازت نہیں دے رہا ہے۔"

ڈائریکٹر جنرل نے کہا "وہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا، سو کروڑ ہندوستانیوں کو بے وقوف نہیں بنا سکے گا۔ ٹی وی چینلز اور اخبارات کے ذریعے اعلان کراؤ کہ جو بھی شخص کسی ایسے انگریز کی نشان دہی کرے گا۔ جو ہندو فیملی کے ساتھ رہتا ہو اور وہ اچھی طرح ہندی زبان بول نہیں پاتا ہو تو ایسے اطلاع دینے والے شخص کو پانچ لاکھ روپے انعام کے طور پر دیے جائیں گے۔"

ڈی جی کے حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ تمام جاسوسوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے ساتھ اینٹی میک اپ کیمرا رکھیں۔ تاکہ کلپنا اور مارکس اگر میک اپ میں چھپے ہوں تو اس کیمرے سے ان کے اصلی چہرے سامنے آ جائیں۔

ویٹو مارکس نے انٹیلی جنس کے افسران کے اندر آکر وارننگ دی کہ اسے اور کلپنا کو تلاش نہ کیا جائے۔ اخبارات اور ٹی وی چینلز سے اشتہار بازی بند کی جائے۔ ورنہ وہ افسران ایک ایک کر کے مارے جائیں گے۔

کلپنا نے کہا "مارکس! تمہیں فوراً اس ملک سے چلے جانا چاہیے۔ تم اپنی زبان کی وجہ سے پکڑے جاؤ گے۔"

وہ بولا "میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ تم میرے ساتھ چلو گی یا پھر ہم یہیں جئیں گے۔ یہیں مریں گے۔"

وہ ایک اعلیٰ افسر کے اندر آگیا۔ وہ کئی اعلیٰ افسران کے درمیان بیٹھا ہوا مارکس کے خلاف بول رہا تھا پھر اچانک ہی اس کا لہجہ بدل گیا۔ اس نے کہا "میں اب تمہارا ساتھی نہیں ہوں۔ ویٹو مارکس ہوں۔"

سب نے اسے چونک کر دیکھا۔ وہ اپنا ریوالور نکال کر بولا "سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلتا۔ تم لوگ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے۔ مجھے تلاش کرتے رہو گے۔ میری کلپنا کے لیے مصیبت بنتے رہو گے۔ لہٰذا میں ابھی یہ مصیبتیں ختم کر رہا ہوں۔"

اس نے ایک افسر کو گولی ماری پھر دوسرے کو نشانہ بنایا۔ وہ سب چیختے ہوئے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ جب اس نے تیسرے کو گولی ماری تو ایک افسر نے اسے گولی مار دی۔ اس کے مرتے ہی باقی تمام افسران کو اطمینان ہوا۔

یہ اطمینان دوسرے ہی لمحے میں ختم ہو گیا۔ ایک اور افسر نے ریوالور نکال کر کہا "میں ویٹو مارکس ہوں۔ تم نے اپنے ساتھی افسر کو گولی ماری ہے۔ تمہاری کوئی گولی میری طرف نہیں آسکے گی۔"

ایک افسر نے گڑگڑا کر کہا "پلیز گولی نہ چلانا۔ پہلے ہماری بات سن لو۔ ہم ابھی تمہیں تلاش کرنے والی مہم کو بند کر رہے ہیں۔ تم اور جو کہو گے، ہم وہی کریں گے۔ تم دیکھ سکتے ہو۔ ہم ابھی احکامات جاری کر رہے ہیں۔"

وہ مختلف میڈیاز کو فون کر کے حکم دینے لگا کہ ویٹو مارکس اور کلپنا کے خلاف چلنے والی مہم کو فوراً بند کیا جائے۔ مارکس ان میڈیا والوں کے دماغوں میں پہنچ کر دیکھ رہا تھا۔ وہ احکامات کی تعمیل کر رہے تھے۔

مارکس کو اطمینان حاصل ہوا۔ اس نے اطمینان سے ایک دن گزارنے کے بعد اپنے اکابرین سے رابطہ کیا۔ انہوں نے پوچھا "تم کہاں روپوش رہتے ہو؟ ہم سے رابطہ نہیں کرتے۔ ہم سے ناراض ہو گئے ہو۔ جبکہ ہم بھارتی حکمرانوں سے تمہارے لیے فائٹ کر رہے ہیں۔"

"معاف کیجیے گا۔ آپ لوگ کچھ نہیں کر رہے ہیں۔ میں نے انہیں موت کا منظر دکھایا ہے۔ تب سے وہ سہم کر خاموش بیٹھے ہیں۔"

"تم نے ان کے اعلیٰ افسران کو ہلاک کرکے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ تم نے یہ نہیں سوچا' ہمارے سفارتی تعلقات خراب ہوسکتے ہیں۔ بلکہ ہونے والے ہیں۔ ہم انہیں راضی کررہے ہیں۔ انہیں خوش کرنے کے لیے یہ وعدہ کررہے ہیں کہ ہم پاکستان کو جو مراعات دے رہے تھے۔ ان میں کمی کردیں گے۔ ہم پاکستان کو کم تر بنا کر ہی ہندوستان کو خوش کرسکتے ہیں۔"

"آپ اپنی سیاسی چالیں چلتے رہیں لیکن میں اپنی کلپنا کے خلاف کوئی چال کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔"

"آرمی کی راجپوت بٹالین نے کلپنا کو اپنی انا اور غیرت کا مسئلہ بنالیا ہے۔ بھارت سرکار بہت مجبور ہوگئی ہے۔ وہ کسی طور راضی نہیں ہوگی کہ کلپنا تمہارے پاس رہے۔ فار گاڈ سیک اسے اس کے گھر واپس بھیج دو۔"

"یہ کبھی نہیں ہوگا اور جب تک آپ کلپنا کے معاملے میں میری بھرپور حمایت نہیں کریں گے' میں آپ لوگوں سے رابطہ نہیں کروں گا۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اس نے طے کرلیا کہ کلپنا کو اپنا بنائے رکھنے کے لیے وہ بھارتی حکومت سے لڑتا رہے گا اور اسے یہ دیکھ کر اطمینان ہورہا تھا کہ کسی بھی ٹی وی چینل سے اس کے اور کلپنا کے خلاف کوئی مہم نہیں چلائی جارہی تھی۔ وہ آرمی افسران اور بھارتی اکابرین کے دماغوں میں جاکر ان کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ سب اس کے معاملے میں خاموش تھے۔ اس کے خلاف کچھ نہیں بول رہے تھے۔ ان کی سیکرٹ سروس کے ایک خفیہ ادارے نے ان سب کو ہدایت کی تھی کہ وہ مارکس اور کلپنا کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں۔

مارکس نے معلوم کرنے کی کوشش کی کہ وہ سیکرٹ سروس کا نامعلوم ادارہ کہاں ہے؟ کس نے بھارتی حکمرانوں اور آرمی کے افسروں کو خاموش بیٹھنے کی ہدایت کی ہے اور وہ سب فرماں بردار بچوں کی طرح خاموش ہوگئے ہیں۔

یہ کوئی حاکم اور کوئی آرمی افسر نہیں جانتا تھا۔ میں نے مارکس کی سوچ میں کہا "یہ ایمرجنسی میں کوئی نامعلوم ادارہ قائم ہوا ہے۔ اس ادارے میں یوگا جاننے والے جاسوس ہوں گے۔ مجھے یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ میری لاعلمی اور بے خبری میں مجھ تک پہنچنے کے لیے کوئی سرنگ کھود رہے ہیں۔"

وہ اس سوچ پر غور کرنے لگا۔ وہ تمام اکابرین اور تمام آرمی افسران اچانک خاموش ہوگئے تھے۔ اس کا مطلب صرف یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ خوف زدہ ہوکر ہار مان چکے ہیں۔ وہ درپردہ کچھ کررہے ہوں گے۔ اسے مطمئن ہوکر کلپنا کے پیار و محبت میں ڈوب کر دشمنوں سے بے خبر نہیں رہنا چاہیے۔ دانش مندی کا تقاضا ہے کہ امن و امان کے عرصے میں بھی دشمنوں سے غافل نہ رہا جائے۔

اس نے کلپنا سے کہا "میرے اور تمہارے ممالک کے اکابرین کی خاموشی پراسرار ہے۔ میں خطرہ محسوس کررہا ہوں۔"

"کیا تم خیال خوانی کے ذریعے دشمنوں کے خیالات نہیں پڑھ رہے ہو؟"

"وہ سب خاموش ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ ایک بڑی کامیابی کا انتظار کررہے ہوں۔"

"تم نے میک اپ کے ذریعے میرا چہرہ بدل دیا ہے۔ میرے پاپا بھی مجھے نہیں پہچان سکیں گے لیکن تم صحیح طور سے ہماری ہندی زبان بول نہیں پاتے ہو۔ مجھے تمہاری فکر لگی رہتی ہے۔"

"مجھے دو چار دنوں تک تم سے دور رہنا چاہیے کیونکہ میں یہاں گرفت میں آؤں گا تو اینٹی میک اپ لینس کے ذریعے تمہارا اصلی چہرہ بھی دیکھ لیا جائے گا۔ تم تنہا رہو گی تو کوئی تم پر شبہ نہیں کرے گا۔"

"مارکس! میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔ جہاں جانا چاہتے ہو' مجھے بھی ساتھ لے چلو۔"

"نہیں کلپنا! صرف دو چار دنوں کی جدائی ہوگی۔ میں تمہارے دماغ میں صبح و شام موجود رہوں گا۔ تمہیں تنہائی کا احساس نہیں ہوگا۔ میں دور رہ کر بھی تمہارے قریب' تمہارے اندر رہوں گا۔"

وہ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "تم دماغی طور پر میرے اندر رہو گے' جسمانی طور پر نہیں رہو گے۔ میں تمہیں کس طرح چھو سکوں گی؟ کس طرح ہم ایک دوسرے کی آغوش میں رہیں گے؟ آج رات نہ جاؤ۔ مجھے اپنے بازوؤں میں چھپائے رکھو کل کسی وقت چلے جانا۔"

وہ اس کی خوشی میں خوش رہتا تھا۔ اس نے صرف ایک رات رکنے کی فرمائش کی تھی۔ اس لیے وہ رک گیا۔

دوسری جانب یہ تحقیقات ہورہی تھیں کہ کلپنا کے کتنے دوست اور کتنی سہیلیاں ہیں۔ اس کی ڈائری سے پتا چلا کہ اس کا کوئی بوائے فرینڈ نہیں ہے۔ صرف ایک سنگیتا نام کی سہیلی ہے۔ انہوں نے بڑی خاموشی سے سنگیتا کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ معلوم ہوا کہ دو روز پہلے تک وہ اپنے بنگلے میں ماں باپ کے ساتھ رہتی تھی۔ پچھلے دو دنوں سے ان کے گھر میں ایک مرد اور ایک لڑکی کا اضافہ ہوگیا ہے۔

سیکرٹ سروس والوں نے اس مرد اور لڑکی کو دور ہی دور سے دیکھنا چاہا لیکن وہ دکھائی نہیں دیے۔ پتا چلا کہ وہ دونوں گھر سے باہر نہیں نکلتے ہیں۔ وہ دن رات اس گھر کی چار

یداری کے اندر رہتے تھے۔ اس بات نے شبے کو تقویت ہنچائی۔

ویڈو مارکس اپنی کلپنا کی بات مان کر ایک رات کے لیے اں رک گیا تھا۔ بس وہی رات اس پر بھاری پڑگئی۔ سیکرٹ روس کے مسلح افراد نے اس بنگلے کو چاروں طرف سے گیر لیا پھر چھ مسلح افراد نے دروازے پر آکر دستک دی۔ ات کا ایک بجا تھا۔ مارکس ایک بیڈ روم میں کلپنا کے ساتھ ا۔ اسے پتا چلا کہ آدھی رات کے بعد دروازے پر دستک رہی ہے۔ وہ سنگیتا کے باپ کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے پ نے دروازہ کھولنے سے پہلے پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے آواز سنائی دی "کوریئر سروس ہے۔ مس سنگیتا ے نام خط ہے۔"

مارکس نے اس کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں ہنچنا چاہا لیکن اس نے سانس روک کر اس کی سوچ کی لہروں کو کا دیا۔ مارکس کھٹک گیا۔ کسی کوریئر سروس کا ملازم یوگا کا ہر نہیں ہوسکتا تھا۔ مارکس نے سنگیتا کے باپ کی زبان سے ہا "ہم آدھی رات کے بعد دروازہ نہیں کھولتے۔ کل دن ے وقت آؤ۔"

سانس روکنے والا سمجھ گیا تھا کہ مارکس اس کے دماغ ں آنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے مسلح ساتھیوں کو اشارے ے سمجھایا کہ مارکس اس گھر کے اندر موجود ہے۔ وہ دروازہ ھولنے نہیں دے گا۔ اس نے ریوالور نکال کر دروازے ے لاک پر دو فائر کیے پھر اس کے ہینڈل کو پکڑ کر گھمایا تو روازہ کھل گیا۔ وہ سب دندناتے ہوئے اندر آگئے۔ سنگیتا ر اس کی ماں ڈرائنگ روم میں فائرنگ کی آواز سن کر ئیں۔ ایک نے اینٹی میک اپ لینس آنکھوں سے لگا کر یکھا۔ سنگیتا کے چہرے پر میک اپ نظر نہیں آیا۔ انہوں نے ے اور اس کے ماں باپ سے پوچھا "کلپنا کہاں ہے؟"

سنگیتا نے کہا "کلپنا یہاں نہیں ہے۔ یہاں میری ایک ن اپنے پتی کے ساتھ رہتی ہے۔"

"اپنی بہن اور جیجا جی کو یہاں بلاؤ۔"

سنگیتا اسے بلانے گئی پھر کلپنا کے ساتھ واپس آئی۔ وہ وچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اسے اینٹی میک اپ لینس کے یعے دیکھا جائے گا۔ جب دیکھا گیا تو اوپر سے کیے ہوئے اپ کے پیچھے اصلی چہرہ نظر آگیا۔ اس افسر نے کہا "کلپنا! ب تم نہیں چھپ سکو گی۔ ویڈو مارکس کہاں ہے؟"

وہ بولی "میں کلپنا نہیں ہوں۔ میرا نام رینا ملہوترا ہے۔ یہاں اپنے پتی وجے ملہوترا کے ساتھ رہتی ہوں۔"

"چلو وجے ملہوترا ہی سہی۔ وہ سامنے کیوں نہیں آرہا ہ؟ مگر، سنگیتا! جاؤ اپنے جیجا جی کو بھی بلا کر لاؤ۔"

ویڈو مارکس مجبور ہوگیا تھا۔ وہاں آنے والوں میں سے کسی کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ وہ بولنے والے یوگا کے ماہر تھے۔ وہ فوراً ہی ریوالور لے کر دوسرے دروازے سے نکل کر بالکونی میں آیا پھر وہاں سے چھلانگ لگا کر لان کی گھاس پر آگرا وہاں سے اٹھتے ہی اس پر سرچ لائٹس کی روشنیاں پڑنے لگیں۔ میگا فون کے ذریعے کہا گیا "مارکس! تمہیں چاروں طرف سے گھیرلیا گیا ہے۔ تم شاید یقین نہ کرو۔ ہم یقین دلاتے ہیں۔ فائر!"

اس کا حکم سنتے ہی چاروں طرف سے فائرنگ ہونے لگی۔ گولیاں اس کے قدموں کے پاس آکر گھاس اور مٹی اڑانے لگیں۔ اب فرار کا راستہ نہیں تھا۔ اس نے اپنا ریوالور پھینک دیا۔ میگا فون کے ذریعے بولنے والے کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی اور ناکام رہا۔ وہ بھی یوگا کا ماہر تھا۔

کئی مسلح جوان دوڑتے ہوئے آئے۔ ایک نے اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنادیں۔ اسے کوٹھی کے اندر ڈرائنگ روم میں لے کر آئے۔ ایک افسر نے کہا "آؤ مارکس! ہم نے تمہاری ٹیلی پیتھی کو ناکام بنادیا ہے۔ ہمارا ایک ساتھی کلپنا کو واش روم میں لے گیا ہے۔ اس کے چہرے سے بھی میک اپ دھل رہا ہے۔"

مارکس نے کہا "اس بات پر غرور نہ کرو کہ یوگا میں مہارت رکھتے ہو۔ میں تمہاری قید میں زیادہ دیر نہیں رہوں گا۔ جب بھی رہائی پاکر نکلوں گا' تم لوگوں کے لیے موت بن جاؤں گا۔"

"موت تو تم بن ہی گئے تھے۔ ہمارے کتنے ہی اہم افسران کو مار ڈالا۔ ہمارے اختیار میں ہوتا تو ہم ابھی تمہیں گولیوں سے چھلنی کردیتے لیکن تمہاری موت کا فیصلہ ہمارے اکابرین سنائیں گے۔"

کلپنا کو وہاں لایا گیا۔ اب اس کا اصلی چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ مارکس کو دیکھتے ہی اس کے پاس جانا چاہتی تھی لیکن اسے پکڑ کر دھکا دے کر ایک طرف فرش پر گرا دیا گیا۔ مارکس طیش میں آکر اٹھنا چاہتا تھا۔ اس کے منہ پر گھونسا پڑا۔ وہ صوفے پر گر پڑا۔ دونوں ہاتھ پیچھے ہتھکڑیوں میں بندھے ہوئے تھے۔ وہ غصے سے گرجنے لگا۔ پہلی بار بے بس ہوگیا تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے کے باوجود ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا۔

میں یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی اور فرمان بھی موجود تھے۔ میں نے ان سے کہا "ابھی مداخلت نہ کرو جو ہورہا ہے' اسے دیکھتے رہو۔ فی الوقت ہماری ٹیلی پیتھی بھی کام نہیں آئے گی۔"

ہم کلپنا، سنگیتا اور اس کے ماں باپ کے دماغوں میں رہ کر انہیں آلۂ کار نہیں بنا سکتے تھے۔ کیونکہ وہ سب نہتے تھے۔ گھر میں کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ وہ سب جسمانی طور پر کمزور تھے۔ ہم ان کے ذریعے ان مسلح افراد پر حملہ کرکے ان سے ہتھیار نہیں چھین سکتے تھے۔ یوں بھی اسے رہائی دلانے کی جلدی نہیں تھی۔ یہ دیکھنا تھا کہ مارکس کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے؟

مارکس کو دو آدمیوں نے جکڑلیا تھا۔ تیسرا ایک سرنج میں دوا بھر کے لایا۔ ایک افسر نے ریوالور نکال کر مارکس سے پوچھا "اس ریوالور سے زخمی ہونا چاہو گے یا یہ انجکشن لگواؤ گے۔ ہم تمہیں اعصابی کمزوری میں مبتلا رکھنا چاہتے ہیں۔ تاکہ تم خیال خوانی کے قابل نہ رہو۔"

مارکس نے پریشان ہو کر ریوالور کو دیکھا۔ گولی اس کے ہاتھ یا پاؤں میں لگتی تو وہ اپاہج بن جاتا پھر پتا نہیں وہ کب تک زخم کی تکلیف برداشت کرتا رہتا۔ کلپنا نے روتے ہوئے کہا۔ "پلیز اسے گولی نہ مارو۔ اسے چھوڑدو۔ مجھے مارڈالو۔"

مارکس نے بے بسی سے کلپنا کو دیکھا پھر چپ چاپ انجکشن لگوالیا۔ وہ روتی ہوئی اسے دیکھ رہی تھی۔ مارکس رفتہ رفتہ کمزوری محسوس کررہا تھا۔ ایک افسر نے کہا "اب تم ذہنی طور پر کمزور ہوچکے ہو۔ ہم تمہاری خیال خوانی کی پرواز دیکھنا چاہتے ہیں۔ میرے دماغ کے دروازے کھلے ہیں۔ آؤ چلے آؤ۔"

اعصابی کمزوری نے ذہنی طور پر اسے کمزور بنا دیا تھا۔ وہ خیال خوانی کی پرواز نہیں کرسکتا تھا۔ نڈھال سا صوفے پر پڑا ہوا تھا۔ اس افسر نے کہا "ہم تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والے ہیں، یہ ہمارے ملک کے اکابرین بھی نہیں جان سکیں گے۔ ہم اپنے بھارتی حکمرانوں سے چھپ کروہ کرنے والے ہیں، جس کے بارے میں کوئی کبھی سوچ بھی نہیں سکتا۔"

میں سوچ میں پڑ گیا کہ وہ لوگ اس کے ساتھ کیسا سلوک کرسکتے ہیں؟ اعلیٰ بی بی نے کہا "مارکس نے ان کی آرمی کے کئی اہم افسران کو ہلاک کیا ہے۔ یہ لوگ اسے ذہنی مریض بناکر امریکا کے حوالے کریں گے۔"

فرہان نے کہا "یہ تم سوچ رہی ہو اور وہ دعوے کررہا ہے کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔"

اس افسر نے سنگیتا اور اس کے ماں باپ سے کہا "تم سب سمجھ رہے ہو کہ ہم انڈین آرمی کے لوگ ہیں یا بھارتی حکومت سے ہمارا تعلق ہے۔"

وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا "ہمارے گینگ کو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت تھی۔ ہم نے اس زبردست پلاننگ پر عمل کرتے ہوئے ویٹو مارکس کو شکنجے میں لیا ہے۔ ہم اسے اپنا معمول بناکر اپنے گینگ کو سب سے زیادہ طاقت ور بنائیں گے۔"

یہ ایک نیا انکشاف ہورہا تھا۔ اب تک ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ انڈین سیکرٹ سروس کے لوگ ہیں۔ ویٹو مارکس کو قابو میں کرنے کے لیے یوگا کی مہارت رکھتے ہوئے بڑی رازداری سے آئے ہیں لیکن یہاں گیم کچھ اور ہی تھا۔ وہ لوگ کسی ایشیائی خفیہ تنظیم سے تعلق رکھتے تھے۔ ویٹو مارکس کو امریکا اور بھارت سے چھین کرلے جارہے تھے۔

انہوں نے سنگیتا اور اس کے ماں باپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ کلپنا اور ویٹو مارکس کو قیدی بناکر وہاں سے لے گئے۔

○☆○

جیسا کہ پچھلے باب میں بیان کیا جاچکا ہے۔ "دی ٹیرر سپلائرز" تنظیم کے تین سربراہ تھے۔ وہ تینوں ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ یہ ابھی معلوم نہیں ہوا تھا کہ وہ تینوں امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے تھے یا کہیں سے نئے وارد ہوئے تھے۔ ماضی میں ایک طویل عرصے سے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوتے رہے تھے۔ ان میں سے کئی مارے ہاتھوں فنا ہوگئے اور کئی روپوش ہوگئے۔ روپوشی کے بعد پھر ان کی خبر نہیں ملی۔ اسی لیے وہ میری داستان سے نکل گئے۔

ان روپوش ہونے والوں نے بھی کسی موقع پر اپنے وجود کا ثبوت نہیں دیا۔ لہٰذا فرض کرلیا گیا کہ وہ مرچکے ہیں۔ درحقیقت ان میں سے کچھ ایسے ذہین تھے۔ جو خاموشی سے اس طرح خیال خوانی کرتے رہے کہ کبھی ظاہر نہ ہوسکے۔ وہ ہمیں اور ہمارے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی معرکہ آرائی دیکھ دیکھ کر تجربات حاصل کرتے رہے۔ ہمارے ایک ایک طریقہ کار کو سمجھتے رہے اور اپنی حفاظتی تدابیر پر عمل کرتے رہے۔

ایک طویل عرصے کے بعد تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے سامنے آئے تھے۔ وہ تینوں "دی ٹیرر سپلائرز" تنظیم کے سربراہ تھے۔ امریکا کے شمال سے جنوب تک اس تنظیم کا سربراہ سینڈی گرے تھا، جسے سونیا اور عدنان یعنی دادی اور پوتا اپنے پیچھے دوڑا رہے تھے۔ آئندہ پتا نہیں اس کا کیا حشر کرنے والے تھے۔

یورپ میں اس تنظیم کا سربراہ جیک کیلر تھا اور ایشیا میں مہادھالی اس تنظیم کا سرغنہ تھا۔ امریکا میں سینڈی گرے سے نمٹنے کے بعد ان دونوں کی باری آنے والی تھی۔ پچھلے باب میں یہ ذکر کیا تھا کہ سینڈی گرے کو عدنان کی طرف سے

فکر لاحق ہوئی تھی۔ اس بچے کی وجہ سے اس کا کروڑوں ڈالرز کا اسلحہ تباہ ہوگیا تھا۔ بنجامن نے عدنان کو تلاش کرنے کے لیے اخبارات میں اشتہار دیا تھا۔ سینڈی نے بنجامن کے خیالات پڑھ کر جولی کے بارے میں معلوم کیا کہ وہ بنجامن کی سالی ہے اور کسی رومیو نامی جوان کے ساتھ عدنان کو تلاش کررہی ہے۔ اس نے جولی کے خیالات پڑھے اور رومیو کو ٹریپ کرنے کے لیے ان کی چائے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائی۔ پورس زہریلا تھا اس پر ایسی دوائیں اثر نہیں کرتی تھیں۔ سینڈی کو اسی حد تک معلوم ہوگیا کہ رومیو دراصل فرہاد علی تیمور کا بیٹا پورس ہے اور عدنان' پورس کا بیٹا ہے۔

وہ چائے پی کر جولی اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوگئی تھی۔ پورس نے اسے اسپتال پہنچایا پھر فون کے ذریعے اس کی سسٹر کو اور بنجامن کو اطلاع دی کہ وہ اسپتال آکر جولی کو سنبھالیں۔ اطلاع ملتے ہی بنجامن دوڑا چلا آیا۔ وہ کسی بھی طرح عدنان کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ بچہ اس کے لیے خوش قسمتی لا رہا تھا۔ وہ اس سے محروم نہیں رہنا چاہتا تھا۔

جولی بہت کمزور ہوگئی تھی۔ بستر پر پڑی ہوئی تھی۔ اس نے پورس سے پوچھا "کیا تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

وہ بولا "میں بہت مجبور ہوں۔ یہاں ایک جگہ رہ نہیں سکتا۔ پتا نہیں اپنے بیٹے کی تلاش میں کہاں کہاں بھٹکنا ہوگا۔"

"بیٹے کا معاملہ ہے۔ میں تمہیں نہیں روکوں گی۔ مجھ سے فون پر رابطہ رکھو گے؟ میں عدنان کے لیے دعائیں کرتی رہوں گی۔ وہ مل جائے گا تو میرے پاس آؤ گے۔"

"ہاں۔ میں اسے لے کر تمہارے پاس آؤں گا۔"

بنجامن نے وہاں آکر ان دونوں کو غصے سے دیکھا پھر کہا "تم دونوں کی وجہ سے میرا بیٹا گم ہوا ہے۔ بتاؤ وہ کہاں ہے؟"

جولی نے کہا "میں بیمار ہوں۔ پہلے تمہیں میرا حال پوچھنا چاہیے۔ تم خود غرض ہو۔ اپنی خوش قسمتی کے لیے اس کے پیچھے بھاگ رہے ہو۔ یہاں بھی اسی امید پر آئے ہو کہ وہ بچہ ہمارے پاس ہوگا۔"

"ہاں۔ وہ تمہارے پاس ہے۔ اس رومیو نے اسے چھپا کر رکھا ہے۔ میں اس سے اپنا بیٹا لے کر رہوں گا۔"

پورس نے کہا "تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ ہم اس کی تلاش میں دن رات پریشان رہتے ہیں اور تم مجھے الزام دینے آئے ہو۔"

جولی نے کہا "تم رومیو کو غلط سمجھ رہے ہو۔ میں تمہاری سالی ہوں۔ مجھ پر بھروسا کرو۔ عدنان اب تک لاپتا ہے۔"

"یہ عدنان کون ہے؟ مجھ سے صرف میرے بیٹے کی بات کرو۔"

"رومیو نے اپنے بیٹے کا نام عدنان رکھا ہے۔ تم اپنے طور پر اسے فائبر کہتے رہو۔"

"یہ کون ہوتا ہے' میرے بیٹے کا نام تبدیل کرنے والا؟"

پورس نے کہا "میں۔ نہ تمہارے نہیں اپنے بیٹے کا یہ نام رکھا ہے۔"

"وہ تمہارا نہیں' میرا بیٹا ہے۔ میں تمہارے خلاف رپورٹ درج کراچکا ہوں۔ ابھی پولیس آئے گی اور تمہیں پکڑ کر لے جائے گی۔"

وہ غصے سے تنتناتا ہوا اس کمرے سے باہر آیا پھر موبائل کے ذریعے اس تھانے کے انسپکٹر سے باتیں کرنے لگا۔ جہاں پچھلے دنوں رومیو کے خلاف رپورٹ درج کراچکا تھا۔

سینڈی کا دست راست جولی اور پورس کی نگرانی دور ہی دور سے کیا کرتا تھا۔ جب پولیس والے اسپتال میں آئے تو اس نے فون پر سینڈی سے کہا "یہاں اسپتال میں پولیس آئی ہے۔ اگر پورس نے بچے کو کہیں چھپا رکھا ہے تو اب اسے اس بچے کو پولیس کے حوالے کرنا ہوگا۔"

سینڈی بنجامن کے اندر آگیا۔ وہ پورس کی طرف اشارہ کرکے پولیس افسر سے کہہ رہا تھا "اسی کا نام رومیو ہے۔ اسی نے میرے بیٹے کو اغوا کیا ہے اور اسے کہیں چھپا کر رکھا ہے۔"

افسر نے پوچھا "مسٹر رومیو! ہمارے ساتھ چلو اور بچے کو جہاں چھپایا ہے' وہ جگہ بتاؤ۔"

وہ بولا "ایک بد دماغ آدمی مجھ پر الزام لگا رہا ہے اور آپ اسے سچ مان رہے ہیں۔ میں نے اس کے بیٹے کو اغوا نہیں کیا ہے۔ میں تو خود اپنے گمشدہ بیٹے کو تلاش کررہا ہوں۔"

وہ غصے سے بولا "تم جسے تلاش کررہے ہو' وہ میرا بیٹا ہے۔ تمہارا نہیں ہے۔"

پورس نے افسر سے کہا "آپ اس کی حماقت کو سمجھیں۔ میں اپنے بیٹے کو تلاش کررہا ہوں اور یہ اسے میرا نہیں اپنا بیٹا کہہ رہا ہے۔"

افسر نے بنجامن سے کہا "یہ اپنے بیٹے کو تلاش کررہا ہے تمہارے بیٹے کو کیوں تلاش کرے گا؟ اگر تمہارے بیٹے کو تلاش کررہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس بیٹے کو اس نے کہیں چھپا کر نہیں رکھا ہے۔"

بنجامن نے کہا "یہ بہت مکار ہے اس نے اسے چھپا کر رکھا ہے۔ اسے تلاش نہیں کررہا ہے۔ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ آپ اسے گرفتار کرکے لے جائیں۔ اس کی پٹائی کریں۔ اس پر تھرڈ ڈگری استعمال کریں۔ یہ سچ اگل دے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ مسٹر رومیو! میں تمہیں گرفتار کرتا ہوں۔"

اس نے ایک سپاہی کو حکم دیا کہ پورس کو ہتھکڑی پہنائی جائے۔ پورس نے کہا "آج تک مجھے کسی نے ہتھکڑی نہیں پہنائی۔ کوئی جرم ثابت کیے بغیر تم مجھے ہتھکڑی نہیں پہنا سکو گے۔"

پورس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت عبداللہ وہاں موجود تھا۔ وہ افسر عبداللہ کی مرضی کے مطابق بولا "ٹھیک ہے۔ اسے ہتھکڑی نہ پہناؤ۔ پہلے یہ ثابت ہونا چاہیے کہ اس نے اس بچے کو اغوا کیا ہے۔"

سینڈی گرے خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود تھا۔ اس نے افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ افسر نے کہا "یہ معاملہ پیچیدہ ہے۔ اسے ہتھکڑی پہناؤ۔"

عبداللہ نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ بولا "خبردار! اسے ہتھکڑی نہ پہناؤ۔"

سینڈی گرے نے اسے مجبور کیا۔ وہ سپاہی سے بولا "یُو بلڈی فول! میں تمہیں حکم دے رہا ہوں' ہتھکڑی پہناؤ۔"

عبداللہ اس بار سپاہی کے دماغ پر حاوی ہوگیا۔ سپاہی نے اس افسر کے منہ پر ایک گھونسا جڑتے ہوئے کہا "پاگل کے بچے کبھی کہتا ہے' ہتھکڑی پہناؤ۔ کبھی منع کرتا ہے۔ تجھے افسر کس نے بنایا ہے۔"

افسر نے غصے سے کہا "تم۔۔؟ تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا ہے۔ میں تمہیں نوکری سے ڈسچارج کرادوں گا۔"

سینڈی گرے سمجھ گیا کہ پورس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں اس کی خیال خوانی کا توڑ کررہا ہے۔ وہ اپنے دست راست سے بولا "فوراً اپنے آدمیوں کے ساتھ اسپتال پہنچ کر پورس کو ٹریپ کرو۔ اس نے عدنان کو کہیں چھپا رکھا ہے۔"

دستِ راست نے کہا "ہم اسپتال کے سامنے ایک وین میں ہیں۔ ابھی اندر جاکر پورس کو گھیرنے کی کوشش کریں گے۔"

"میں تمہارے دماغ میں رہوں گا مگر یہ اچھی طرح سمجھ لینا کہ پورس کے ساتھ بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ لہٰذا اس کے سامنے تم سب گونگے بنے رہو گے۔"

ادھر سپاہی اپنے افسر سے معافی مانگ رہا تھا۔ افسر کہہ رہا تھا "پتا نہیں مجھے کیا ہوا ہے۔ ایک حکم دیتا ہوں۔ دوسرے ہی لمحے میں اس حکم سے انکار کرتا ہوں۔ مسٹر رومیو کو کبھی مجرم سمجھتا ہوں۔ کبھی بے قصور مانتا ہوں۔"

بنجامن نے کہا "آفیسر! یہ ضرور کوئی جادو جانتا ہے۔ تم اس کے جادو سے بچ کر اسے گرفتار کرو۔"

اسی وقت عدنان کی آواز سنائی دی "ہائے ڈیڈ!"

اس نے چونک کر گھومتے ہوئے دیکھا۔ عدنان اپنی ماں یعنی مسز بنجامن کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ بنجامن اسے دیکھتے ہی بازوؤں میں لے کر چومنے لگا۔ مسز بنجامن نے افسر سے کہا "میرا ہزبینڈ مسٹر رومیو پر غلط الزام لگا رہا ہے۔ اسے مسٹر رومیو نے نہیں' دوسرے نامعلوم لوگوں نے اغوا کیا تھا۔"

بنجامن نے پورس سے معذرت کی "مجھے افسوس ہے' میں نے تم پر الزام لگایا۔ میرا بیٹا مجھے مل گیا ہے۔ میں بہت خوش ہوں۔ چلو بیٹے! ہم گھر چلیں۔"

عدنان نے پورس کی طرف مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا "ہائے پاپا۔۔!"

پورس نے خوش ہوکر مصافحہ کیا "ہائے عدنان!"

بنجامن نے عدنان سے کہا "تم اسے پاپا کیوں کہہ رہے ہو؟"

وہ بولا "جس طرح آپ کو ڈیڈی کہہ رہا ہوں۔ اسی طرح ان کو پاپا کہہ رہا ہوں۔ اگر یہ میرے باپ نہیں ہیں تو آپ خود کو میرا باپ ثابت کریں۔"

"ہمارے پاس برتھ سرٹیفکیٹ ہے۔"

پورس نے کہا "برتھ سرٹیفکیٹ دس ڈالرز میں جعلی بن جاتا ہے۔"

"میرا بیٹا اٹلی کے شہر روم کے ایک اسپتال میں پیدا ہوا تھا۔ میرے پاس وہاں کا سرٹیفکیٹ ہے۔"

پورس نے کہا "میں بھی فیکس کے ذریعے اسی شہر کے اسی اسپتال کا برتھ سرٹیفکیٹ آج ہی منگوالوں گا۔"

بنجامن کی وائف نے کہا "پلیز! آپ لوگ بحث نہ کریں۔ ہمارے لیے یہ کافی ہے کہ بیٹا مل گیا ہے اور یہ آئندہ ہمارے ساتھ رہا کرے گا۔ کیوں ٹھیک ہے نا فائبر؟"

وہ بولا "پلیز آپ مجھے عدنان کہا کریں۔ یہ نام میری دادی اور دادا کو پسند ہے۔"

پورس مسکرانے لگا۔ بنجامن نے ناگواری سے کہا "تمہاری دادی اور دادا کہاں سے آگئے؟ وہ تو مرچکے ہیں۔"

"پلیز آپ ایسی باتیں نہ کریں۔ وہ دونوں زندہ ہیں اور کسی دن مجھ سے ملنے والے ہیں۔"

بنجامن کو اس کی وائف نے سمجھایا "آپ بیٹے سے بحث نہ کریں۔ یہ جو کہتا ہے۔ مان لیں۔ ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ یہ ہمارے ساتھ رہے اور یہ ہمارے ساتھ رہا کرے گا۔"

عدنان نے کہا "میں آپ کے ساتھ چلوں گا لیکن پاپا سے مجھے ایک بات کرنی ہے۔ کیوں پاپا! ہم واش روم کے اندر چلیں۔ اس کے بعد میں چلا جاؤں گا۔"

پورس نے کہا "لیس مائی سن! آؤ ہم واش روم میں چلیں۔"

اس وقت عدنان کے دماغ میں مختلف خیالات گڈمڈ نہیں ہو رہے تھے۔ اس لیے سینڈی گرے کو اس کے اندر جگہ مل گئی تھی۔ اس نے اپنے دستِ راست سے کہا "عدنان اسپتال میں آیا ہوا ہے۔ تم پورس کو چھوڑو۔ اس کے بیٹے کو اغوا کر کے ہمارے کسی خفیہ اڈے میں لے آؤ۔ میں ابھی اس بچے کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔"

وہ باپ بیٹے واش روم میں آئے۔ پورس نے اس کی پیشانی کو چوم کر پوچھا "بیٹے! تم کہاں بھٹک رہے ہو؟ ہمیں کیوں اپنے پیچھے دوڑا رہے ہو؟"

اس نے باپ کی باتوں کا جواب نہیں دیا۔ اپنے لباس کے اندر سے دو ڈسکس نکال کر اس کی طرف بڑھا دیں۔

وہ ڈسکس کو لیتے ہوئے بولا "یہ کیا ہے؟"

وہ معصومیت سے بولا "پاپا! میں نہیں جانتا۔ میرے دماغ میں جو بات آتی ہے، میں وہی کرنے لگتا ہوں۔ میرے دل میں آیا کہ میں ایک سیاہ بیگ کو کھول کر وہاں سے دو ڈسکس نکال لوں۔ میں نے یہی کیا پھر خیال آیا، میں یہ چیزیں اپنے پاپا کو لے جا کر دوں۔"

"ہر انسان وہی کرتا ہے۔ جو اس کا دماغ کہتا ہے۔ تمہارے دماغ میں ایسی باتیں کہاں سے پیدا ہوتی ہیں، جو تمہاری عمر سے اور تمہاری ذہانت سے بڑھ کر ہوتی ہیں۔"

وہ بدستور معصومیت سے بولا "میں نہیں جانتا۔"

"تم اب تک کہاں بھٹک رہے تھے؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"کیا تم میرے ساتھ نہیں رہو گے؟"

"دماغ بولے گا تو رہوں گا۔"

"کیا تمہارا دماغ بنجامن کے ساتھ رہنے کو کہہ رہا ہے؟"

"میں اس ڈیڈی کے ساتھ بھی نہیں رہوں گا۔"

"پھر تم کہاں رہو گے۔۔۔ کہاں جاؤ گے؟"

"ایک خاتون بھٹک رہی ہیں۔ اپنے گھر کا راستہ بھول گئی ہیں۔ میں انہیں ان کے گھر پہنچاؤں گا۔"

پورس نے حیرانی سے پوچھا "کون ہیں وہ خاتون؟ تم کس کی باتیں کر رہے ہو؟ کیا تم انہیں جانتے ہو؟"

"میں انہیں نہیں جانتا۔ وہ کہیں راستے میں مل جائیں گی۔ میں انہیں گھر پہنچا دوں گا۔"

"بیٹے! تمہاری دادی جان ہمیں بھول گئی ہیں۔ پتا نہیں کہاں بھٹک رہی ہیں۔ ہم انہیں تلاش کر رہے ہیں۔ کیا تم انہی کی بات کر رہے ہو؟"

"میں دادی جان کو نہیں جانتا۔ وہ ملیں گی تو ان سے پوچھوں گا۔ اب میں جاؤں گا۔ باہر چلیں۔"

پارس نے سوچا، اسے بنجامن کے ساتھ جانے دے گا لیکن اس کا تعاقب کرتا رہے گا۔ عبداللہ نے سوچ کے ذریعے کہا "میں نے عدنان کو یہاں دیکھتے ہی اپنے آدمیوں کو بلایا ہے۔ وہ سب عدنان پر کڑی نظر رکھیں گے۔ ہم اسے کہیں گم نہیں ہونے دیں گے۔ یہ یقیناً آگے جا کر بنجامن سے بھی بچھڑنے والا ہے۔"

سینڈی گرے عدنان کے اندر تھا۔ سوچ رہا تھا۔ اس بچے نے وہ دو ڈسکس کہاں سے حاصل کی ہیں۔ یقیناً وہ بہت اہم ہوں گی۔ مجھے یہ چیزیں پورس سے حاصل کرنی چاہئیں لیکن کیسے؟"

وہ سوچنے لگا کہ خیال خوانی کے ذریعے کس کے پیچھے لگنا چاہیے؟ وہ ڈسکس اہم ہوں گی اور عدنان بھی اہم تھا۔

اس نے اپنے دستِ راست سے کہا "تم اپنے آدمیوں کے ساتھ پورس کے پیچھے لگے رہو۔ اس کے لباس کے اندر دو ڈسکس ہیں۔ انہیں کسی طرح اس سے چھین لو۔ اسے پکڑ کر کسی خفیہ اڈے میں لے آؤ۔ اپنے دو آدمیوں کو عدنان کے تعاقب میں رہنے دو۔ میں ان دونوں کو گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

اس کا دستِ راست اپنے آدمیوں کو ہدایات دینے لگا۔ عدنان، پورس کے ساتھ واش روم سے باہر آیا۔ اس نے پولیس افسر سے کہا "جن لوگوں نے مجھے اغوا کیا تھا، وہ اسپتال کے کوریڈور میں موجود ہیں۔ مجھے پھر اغوا کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ افسر اور سپاہیوں کے ساتھ ایک کوریڈور میں آیا پھر سینڈی گرے کے دستِ راست اور اس کے آدمیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا "یہی ہیں وہ لوگ۔ انہیں پکڑ لو۔"

افسر نے ان سب کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ سپاہیوں نے انہیں گن پوائنٹ پر گھیر لیا۔ ان کے لباسوں کے اندر چھپے ہوئے ہتھیار چھین لیے۔ سینڈی گرے اس صورتِ حال سے پریشان ہو گیا۔ بنجامن اپنے ساتھ عدنان کو لے جا رہا تھا اور پورس ان سے دور رہ کر عدنان کی نگرانی کر رہا تھا۔ سینڈی گرے نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے آدمیوں کو پولیس والوں سے نجات دلانی چاہی لیکن عبداللہ اس کی خیال خوانی کا توڑ کرنے لگا۔

سینڈی گرے نے مجبور ہو کر دستِ راست سے کہا "تم سب حوالات میں جاؤ۔ میں بعد میں تمہیں رہائی دلاؤں گا۔"

وہ عدنان کا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ اس کے دماغ میں آ گیا۔ عدنان، بنجامن اور اس کی وائف کے درمیان بیٹھا ہوا کار میں سفر کر رہا تھا۔ سینڈی نے اس کے چور خیالات پڑھنے کی کوشش کی۔ معلوم کرنا چاہا کہ وہ ڈسکس کس نوعیت کی تھیں اور وہ انہیں کہاں سے لایا تھا؟

پتا چلا، وہ اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا ہے۔ اس کا دماغ جو کہتا ہے، وہ اسی کے مطابق عمل کرتا جاتا ہے اور یہ بات ذہن تسلیم کرتا تھا کہ وہ ایک ناسمجھ بچہ ہے۔ اپنی ننھی سی ذہانت سے کچھ نہیں کرتا ہے۔ اسے جب کوئی آگہی حاصل ہوتی ہے۔ تب ہی یہ بڑے کام کر گزرتا ہے۔ سینڈی کو یقین تھا کہ وہ ایسے بچے کو ایک بار پکڑ لے گا تو پھر اسے اپنے قابو میں کر لے گا اور اس کی غیر معمولی صلاحیتوں سے فائدے اٹھا سکے گا۔

پورس اپنی کار میں بنجامن کی کار کا تعاقب کر رہا تھا۔ یہ بات اس کے دل کو لگ رہی تھی کہ عدنان جانے انجانے میں اپنی دادی کو تلاش کر رہا ہے اور وہ ضرور اپنی دادی تک پہنچے گا۔ ابھی چونکہ پہچانتا نہیں ہے۔ اس لیے انہیں ایک اجنبی بھٹکنے والی خاتون کہہ رہا تھا۔

اس نے سوچا "میرا دل کہہ رہا ہے کہ میرا بیٹا ہی ہم سب کو مما تک پہنچائے گا۔ مجھے اس کا تعاقب کرتے رہنا چاہیے۔"

وہ اپنی کاروں میں ایک مصروف شاہراہ سے گزر رہے تھے۔ شاہراہ کے دونوں طرف فلک بوس عمارتیں تھیں۔ بڑی بڑی دکانیں، ہوٹل، کلب اور شراب خانے تھے۔ ایک جگہ عدنان نے کہا "پلیز گاڑی روک دیں۔"

بنجامن نے کار کو ایک سائیڈ میں کرتے ہوئے فٹ پاتھ سے لگا روکا پھر پوچھا "کیا پھر پہلے کی طرح آئس کریم کی فرمائش کرو گے۔ میں آئس کریم لینے جاؤں گا تو تم کہیں چلے جاؤ گے۔"

وہ بولا "میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ آپ کار کو ادھر بیسمنٹ میں لے چلیں۔"

"بیٹے! وہ ایک بہت بڑے کیسینو کا بیسمنٹ ہے۔ وہاں کیوں جانا چاہتے ہو؟ ہمیں سیدھے گھر جانا چاہیے۔"

"نہیں۔ میں پہلے وہاں جاؤں گا۔"

بنجامن کی وائف نے کہا "جب یہ ضد کر رہا ہے تو اسے وہیں لے چلیں۔ جب یہ اپنی مرضی سے کہیں جاتا ہے تو ہمیں فائدہ ہی پہنچتا ہے۔ چلو ادھر گاڑی لے چلو۔"

بنجامن اس بات سے قائل ہو گیا۔ کار اسٹارٹ کر کے ادھر جانے لگا۔ بڑی بڑی عمارتوں کے تہ خانوں کو بیسمنٹ کہا جاتا ہے۔ وہاں درجنوں کاریں پارک کرنے کی گنجائش رکھی جاتی ہے۔ اس وقت وہاں چند گاڑیاں اِدھر اُدھر کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ کار کو ایک جگہ روک کر بولا "بتاؤ، یہاں کیوں آئے ہو؟"

پورس ان کا تعاقب کرتا ہوا، اس بیسمنٹ کے ایک حصے میں آ کر رک گیا۔ عدنان نے بنجامن سے کہا "دروازہ کھولیں۔ باہر چلیں۔"

سینڈی گرے پریشان ہو کر سوچنے لگا "یہ یہاں کیوں آیا ہے؟ یہ تو میرا کیسینو ہے۔ کیا یہ جانتا ہے کہ میں یہاں دسویں فلور والے آفس میں بیٹھا ہوا ہوں۔"

وہ فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر آفس سے باہر آیا۔ اس کی کار بھی بیسمنٹ میں کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے حواریوں سے کہا "بیسمنٹ میں ایک بچہ اپنے ماں باپ کے ساتھ آیا ہے۔ اس بچے کو ان سے چھین کر کیسینو کے پیچھے گودام میں لے جاؤ۔ اس بچے کو بچہ نہ سمجھنا۔ وہ بہت خطرناک ہے۔ اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر، منہ پر ٹیپ چپکا کر لاؤ۔ اسے کسی طرح کا نقصان نہ پہنچانا۔ وہ میرے بارے میں پوچھے تو کوئی جواب نہ دینا۔ کم بخت ایسے آ رہا ہے جیسے میرا پتا جانتا ہو۔"

وہ اپنی پرائیویٹ لفٹ کے ذریعے نیچے جانے لگا۔ بنجامن نے عدنان کے ساتھ کار سے نکلتے ہوئے پوچھا "یہاں تو کچھ نہیں ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا یہاں کیوں آئے ہو؟"

وہ بولا "اس لفٹ میں اوپر چلیں۔ دسویں فلور پر۔"

"پلیز فائبر! گھر چلو۔ یہ اچھی جگہ نہیں ہے۔"

"میرا نام فائبر نہیں ہے۔ عدنان ہے۔"

"تم یہاں اپنے نام پر بحث نہ کرو۔ واپس چلو۔"

وہ دوڑتا ہوا لفٹ کی طرف جانے لگا۔ وہ میاں بیوی بھی اس کے پیچھے لفٹ میں آ گئے۔ دروازہ بند ہو گیا۔ پورس کی کار لفٹ کے قریب تھی۔ وہ نمبر پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ بیٹا دسویں فلور پر گیا ہے۔ وہ بھی اوپر جانا چاہتا تھا پھر رک گیا۔ دو بھاری بھرکم جسموں والے بدمعاش ایک دروازہ کھول کر آئے تھے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

وہ دونوں اِدھر اُدھر متلاشی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ایک نے کہا "نہ وہ بچہ ہے اور نہ ہی اس کے ماں باپ ہیں۔"

دوسرے نے کہا "جب باس نے کہا ہے تو وہ یہاں ضرور ہوں گے یا پھر ادھر آنے والے ہوں گے۔"

پورس ان سے انجان بن کر لفٹ کی طرف جانے لگا۔ وہ دونوں اسے آواز دیتے ہوئے قریب آئے "اے سنو! تم نے یہاں کسی بچے کو اپنے ماں باپ کے ساتھ دیکھا ہے۔"

وہ لفٹ کے اندر جاتے ہوئے بولا "ہاں۔ وہ تینوں اوپر گئے ہیں۔ میں بھی ادھر جا رہا ہوں۔"

وہ دونوں لفٹ کے اندر آ گئے۔ دروازہ بند ہو گیا۔

پورس نے پوچھا "ہاتھ میں ریوالور لے کر بچے کو کیوں ڈھونڈ رہے ہو؟"

ریوالور والے نے غرا کر کہا "تم سے مطلب؟ اپنے کام سے کام رکھو۔"

"اچھا تو لو۔ میں اپنا کام کرتا ہوں۔"

اس نے ایک الٹا ہاتھ منہ پر رسید کیا۔ مار کھانے والے کو یوں لگا جیسے منہ پر ہتھوڑا پڑا ہو۔ آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ اسے پتا ہی نہیں چلا کہ اس کا ریوالور پورس کے ہاتھ میں کیسے آگیا؟ دوسرا شخص اپنے ساتھی کے پیچھے تھا۔ وہ حملہ کرنے کے لیے تیزی سے آگے نہ آسکا۔ لفٹ میں جگہ تنگ تھی۔ ایکشن کی گنجائش نہیں تھی۔

پورس نے ریوالور کے دستے سے دوسرے کے سر پر ضرب لگائی۔ وہ چکرا کر گر پڑا۔ ایسے ہی وقت سینڈی ان میں سے ایک کے اندر آکر عدنان کے متعلق پوچھنا چاہتا تھا۔ ان دونوں کو مار کھاتے دیکھ کر بوکھلا گیا۔ اس نے پوچھا "یہ کون ہے؟ اس سے مار کیوں کھا رہے ہو؟ کیا تمہارے پاس اسلحہ نہیں ہے۔"

اس کا جواب دینے سے پہلے وہ بھی لفٹ کے اندر گر کر بے ہوش ہوگیا۔ سینڈی نے پریشان ہو کر سوچا "کیا وہ بچہ کرامات دکھا رہا ہے؟ کسی کے ذریعے اس کے آدمیوں کو زیر کر رہا ہے۔"

وہ پھر عدنان کے اندر آکر دیکھنے لگا۔ وہ بنجامن اور اس کی بیوی کے ساتھ اس کے آفس میں گھس آیا تھا۔ میز پر رکھی ہوئی چابیاں اٹھا کر بنجامن سے کہہ رہا تھا کہ وہ سیف کو کھولے۔ سینڈی جلدی سے اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا — وہ بدحواسی میں سیف کی چابیاں میز پر چھوڑ آیا تھا۔

وہ سیف کھل چکا تھا۔ اندر بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ بنجامن اور اس کی وائف کی آنکھیں حیرت اور مسرت سے پھیل گئیں۔ وہ ایک بیگ میں وہ گڈیاں اٹھا کر ڈالنے لگے۔ سینڈی میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ وہ عدنان کی غیر معمولی صلاحیتوں کا سامنا کرنے اوپر اپنے آفس میں آتا۔ وہ کیسینو کے سیکیورٹی افسر سے بولا "میرے دسویں فلور والے آفس میں فوراً جاؤ۔ ایک بچہ مجھے لوٹ کر جا رہا ہے اور میں اسے روک نہیں سکتا۔"

وہ حکم دے کر عدنان کے اندر آیا تو اس کے دماغ میں مختلف خیالات گڈمڈ ہونے لگے۔ اس کا ذہن کسی ایک سوچ پر مرکوز نہیں تھا۔ سیکیورٹی افسر دسویں فلور کی طرف جا رہا تھا۔ وہ چیخ کر بولا "نیچے بیسمنٹ میں جاؤ۔ وہ ادھر گیا ہے۔ اسے دیکھتے ہی گولی مار دو۔ میں اسے زندہ نہیں دیکھنا چاہتا۔"

جھنجلاہٹ اس لیے بھی تھی کہ اب عدنان کے دماغ سے معلومات حاصل نہیں ہو رہی تھیں۔ یہ خوف پیدا ہوا کہ وہ اسی کی طرف نہ آرہا ہو؟ جب وہ اس کے کیسینو، اس کے آفس اور اس کے سیف تک پہنچ سکتا تھا تو اس کی شہ رگ تک بھی پہنچ سکتا تھا۔

وہ کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ فوراً اپنی کار میں بیٹھ کر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا اپنے کیسینو سے دور جانے لگا۔ وہ حیران تھا۔ پریشان تھا۔ جس بچے کو ٹریپ کرنا چاہتا تھا، وہ اس کے دفتر میں گھس کر اس کی تجوری خالی کر کے چلا گیا تھا۔

عدنان ان ماں باپ اور بھرے ہوئے بیگ کے ساتھ لفٹ میں آیا۔ وہاں پورس تھا اور لفٹ کے باہر دو شخص بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ بنجامن نے لفٹ میں آکر پورس سے کہا "تم ہمارا پیچھا کیوں کر رہے ہو؟"

پورس نے بٹن دبایا۔ لفٹ نیچے جانے لگی۔ عدنان نے بنجامن سے کہا "آپ پاپا سے جھگڑا نہ کریں۔ یہ آپ کے بیگ میں سے کچھ نہیں لیں گے۔"

وہ تہ خانے میں آئے۔ وہاں سیکیورٹی افسر تین مسلح گارڈز کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ انہوں نے اپنی گنوں کا رخ ان کی طرف کیا۔ پورس نے فوراً ہی لفٹ کا دروازہ بند کیا۔ باہر چلنے والی گولیاں دروازے پر آکر لگ رہی تھیں۔ پورس نے بٹن کو دبایا۔ لفٹ اوپر جانے لگی۔ فائر کرنے والے زینے کے ذریعے اوپر کی طرف دوڑے۔ پورس دوسرے فلور پر پہنچ کر لفٹ کو پھر نیچے لے آیا۔ وہ اوپر جانے والے پھر نیچے کی طرف آنے لگے۔ بنجامن بھاری بیگ اٹھائے اپنی کار میں آیا۔ اس کی وائف بھی آئی۔ اس نے پوچھا "فائبر کہاں ہے؟"

اس وقت گولیاں چلنے لگیں۔ وہ کار کو تیزی سے موڑ کر ڈرائیو کرتا ہوا باہر جانے لگا۔ اس کی وائف نے کہا "فائبر کو چھوڑ کر کیوں جا رہے ہو؟"

وہ بولا "کیا ہم مرنے کے لیے وہاں رک جائیں۔ وہ عجیب و غریب بچہ ہے۔ ہمارے پاس زندہ واپس آئے گا۔"

پورس عدنان کو کھینچتا ہوا ایک ستون کے پیچھے لے آیا۔ مسلح گارڈز کی فائرنگ کے جواب میں فائر کرنے لگا۔ عدنان جھکتا ہوا گاڑیوں کے پیچھے چلا گیا۔ دو مسلح گارڈز مارے گئے۔ ان کا افسر چھپ چھپ کر گولیاں چلانے لگا۔ پورس کے ریوالور میں ایک گولی رہ گئی تھی۔ وہ اس گولی کو احتیاط سے استعمال کرنا چاہتا تھا۔

اس نے سر گھما کر دیکھا تو عدنان نظر نہیں آیا۔ وہ پریشان ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی اس کے قریب سے گزر کر ستون میں پیوست ہوگئی۔

اسے سیکیورٹی افسر دکھائی دیا۔ پورس نے گولی چلائی۔ وہ اچھل کر ایک طرف گرا پھر فرش پر لڑھکتا چلا گیا۔ آخری گولی ضائع ہوگئی۔ وہ بچ گیا تھا۔ فرش سے اٹھ کر فائر کرنا چاہتا تھا۔ پورس ستون کے پاس سے چھلانگ لگا کر ایک گاڑی کی آڑ میں ہوگیا۔

وہ افسر تڑاتڑ فائرنگ کر رہا تھا۔ عدنان کی آواز سنائی دی۔ وہ پکار رہا تھا "پاپا... پاپا...!"

اس نے کار کے نیچے سے جھانک کر دیکھا۔ کچھ فاصلے پر عدنان ایک مردہ گارڈ کے پاس پہنچا ہوا تھا۔ اس نے مردہ گارڈ کی گن اٹھا کر باپ کو نیچے سے جھانکتے ہوئے دیکھا پھر اس گن کو اس کی جانب پھینکا۔ وہ گن فرش پر پھسلتی ہوئی کار کے نیچے سے گزر کر پورس کے پاس آگئی۔ وہ اسے اٹھا کر مسلسل فائر کرتا ہوا ایک اور ستون کے پیچھے آیا۔

سیکیورٹی افسر گاڑیوں کے پیچھے چھپتا ہوا اپنی پوزیشن بدل رہا تھا۔ ان گاڑیوں کے نیچے سے اس کے چلتے ہوئے پاؤں دکھائی دے رہے تھے۔ پورس نے فرش پر لیٹے ہی لیٹے گولیاں چلائیں۔ اس کی چیخیں سنائی دیں۔ پیروں میں گولیاں لگتے ہی وہ گر پڑا تھا۔ گرتے ہی پوری طرح نشانے پر آگیا۔ پورس نے متواتر گولیاں چلائیں۔ وہ گولیاں کھا کر تڑپنے لگا پھر بالکل ساکت ہوگیا۔ وہ آخری دشمن مارا گیا تھا۔

پورس نے اٹھ کر آواز دی "عدنان! میرے پاس آجاؤ۔ خطرہ ٹل گیا ہے۔"

وہ اسے آوازیں دیتا ہوا اس مردہ گارڈ کے پاس آیا۔ جس کی گن اٹھا کر عدنان نے اس کے پاس پھینکی تھی لیکن وہ وہاں نہیں تھا۔ پورس اسے آوازیں دیتا ہوا ادھر سے ادھر جانے لگا "عدنان...! عدنان...! آجاؤ۔ اپنے باپ سے آنکھ مچولی نہ کھیلو۔ بیٹے! یہاں اور دشمن بھی آسکتے ہیں۔ میرے پاس آؤ۔ فوراً آؤ..."

وہ بیسمنٹ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جا کر اسے پکارتا رہا۔ اس کی طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا۔ وہ کہیں نظر نہیں آرہا تھا پھر کہیں گم ہوگیا تھا۔

○☆○

سنگیتا کی کوٹھی کے باہر اچھی خاصی فائرنگ ہوئی تھی۔ آدھی رات کے بعد ہونے والی فائرنگ نے پورے علاقے کو جگا دیا تھا۔ پولیس اور انٹیلی جنس والوں نے وہاں آکر سنگیتا کے باپ سے پوچھا "یہاں فائرنگ کون کر رہا تھا؟ کیوں کر رہا تھا؟"

وہ بولا "ہم نہیں جانتے، وہ کون لوگ تھے۔ ہم انہیں آرمی والے سمجھتے رہے۔ وہ کلپنا اور ویٹو مارکس کو یہاں سے گرفتار کر کے لے گئے ہیں۔"

سنگیتا نے کہا "انہوں نے یہاں سے جاتے وقت ہمیں بتایا کہ ان کا تعلق نہ تو آرمی سے ہے اور نہ ہی کسی بھارتی پولیس اور انٹیلی جنس کے شعبے سے ہے۔ وہ کسی خفیہ گینگ سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہیں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت تھی۔ اس لیے وہ ویٹو مارکس کو کلپنا کے ساتھ قیدی بنا کر لے گئے ہیں۔"

"تم نے ایک ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے گھر میں کیوں چھپایا تھا، جو مفرور تھا اور جس نے آرمی کے افسران کو قتل کیا تھا۔ تم سب اسے پناہ دے کر اس کے جرم میں برابر کے شریک ہوگئے ہو۔"

"ہم نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے سحر زدہ کردیتا ہے۔ اس نے ہمیں اپنا معمول بنالیا تھا۔ وہ آپ کے گھر میں گھستا تو آپ کو بھی معمول بنالیتا پھر آپ اس کا کیا بگاڑ لیتے؟"

یہ بات بھارتی اور امریکی اکابرین تک پہنچی کہ ویٹو مارکس کو کسی خفیہ تنظیم کے لوگ پکڑ کر لے گئے ہیں اور وہ اس کی ٹیلی پیتھی سے فائدہ اٹھانے والے ہیں۔ بھارتی اکابرین اور آرمی کے اعلیٰ افسران نے اپنے ملک کی سیکرٹ سروس کے ایک خفیہ ادارے سے رابطہ کیا۔ اس خفیہ ادارے کے ڈائریکٹر جنرل کا نام رگھوناتھ سہائے تھا۔ اس سے پوچھا گیا "مسٹر سہائے! آپ نے ہمیں خفیہ ہدایات دی تھیں کہ ہم ویٹو مارکس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں۔ آپ اسے ٹریپ کرنے والے ہیں پھر یہ تیسری پارٹی کہاں سے آگئی۔ اسے ٹریپ کر کے کہاں لے گئی ہوگی؟"

رگھوناتھ سہائے نے کہا "میں خود پریشان ہوں۔ ہمارے دیس میں پتا نہیں کتنی خفیہ ایجنسیاں ہیں۔ ان میں سے کسی ایجنسی نے ویٹو مارکس کو اپنا قیدی بنایا ہے۔"

"لیکن اس طرح ہمارے مسائل بڑھ جائیں گے۔ امریکی اکابرین یقین نہیں کریں گے کہ ان کا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا مر گیا ہے یا کہیں بھاگ گیا ہے۔ وہ یہی الزام دیں گے کہ ہم نے خفیہ طور سے اسے قیدی بنا کر رکھا ہے یا اسے مار ڈالا ہے۔"

"انہیں الزام عائد کرنے دیں۔ ہم نے ایسا نہیں کیا ہے۔ اس نے ہماری آرمی کے اہم افسران کو ہلاک کیا تھا۔ ہم صرف احتجاج کر کے رہ گئے۔ امریکا کا کچھ نہیں بگاڑ سکے اور نہ ہی انہوں نے ویٹو مارکس کو قاتل تسلیم کیا۔ وہ مفرور تھا۔ صرف ہم سے نہیں، اپنے اکابرین سے بھی چھپ رہا تھا۔ روپوشی کے دوران میں اگر وہ کسی دشمن کے ہتھے چڑھ جائے گا تو ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔"

"ٹھیک ہے کہ ہم امریکی حکام کے سامنے جواب دہ نہیں

ہیں لیکن اس کی گمشدگی ہمارے لیے مسائل پیدا کرے گی۔ وہ کسی خفیہ تنظیم کا آلہ کار بن کر ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اسے کسی طرح تلاش کیا جائے۔ اسے لے جانے والے ابھی اسی شہر میں ہوں گے۔ ہم پورے شہر کی ناکہ بندی کر چکے ہیں۔ ائرپورٹ اور ہائی وے چیک پوسٹ سے گزرنے والوں کو سختی سے چیک کیا جا رہا ہے۔ آپ اسے کسی طرح بھی ڈھونڈ نکالیں۔"

رگھوناتھ سہائے نے اسے ڈھونڈ نکالنے کا وعدہ کیا پھر اپنے موبائل فون کو بند کر دیا۔ اس وقت وہ سیکرٹ سروس کے ایک خفیہ اڈے میں تھا۔ پولیس اور آرمی والے اس اڈے سے واقف تھے لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ وہاں ایک تہ خانہ بھی ہے۔ وہ اپنی خفیہ کارروائیاں اسی تہ خانے میں کرتے تھے۔

کلپنا اور وِیٹو مارکس کو اسی تہ خانے میں لایا گیا تھا۔ کلپنا ایک کمرے میں تنہا تھی۔ دوسرے کمرے میں مارکس ایک بیڈ پر چاروں شانے چت لیٹا اپنے سامنے کھڑے ہوئے عامل کو دیکھ رہا تھا۔ عامل کی بڑی بڑی مقناطیسی آنکھیں اس کی آنکھوں، اس کے دل اور اس کے دماغ کو اپنی طرف کھینچ رہی تھیں۔ وہ بھاری بھرکم آواز میں بول رہا تھا "تم میری آواز سے متاثر ہو رہے ہو۔ میری آنکھوں میں ڈوب رہے ہو۔ تمہاری آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہو رہی ہیں۔ آنکھیں بند کرنے کے بعد تم میری آواز سنتے رہو گے۔ میری ایک ایک بات تمہارے ذہن میں نقش ہوتی رہے گی۔ ایسے وقت تم رگھوناتھ سہائے کی آواز سنو گے۔ اس کے معمول اور محکوم بن کر اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتے رہو گے۔ میں تمہارا عامل ہوں اور رگھوناتھ سہائے تمہارا حاکم ہے۔ تم میرے معمول اور اس کے غلام رہا کرو گے۔"

میں، اعلیٰ بی بی اور فرمان اس وقت وِیٹو مارکس کے اندر موجود تھے۔ ہم نے سوچ لیا تھا کہ کسی طرح کی مداخلت نہیں کریں گے۔ خاموشی سے تماشا دیکھتے رہیں گے۔

تماشا یہ تھا کہ رگھوناتھ سہائے دیش بھگت تھا۔ اپنے بھارت دیش کی بہتری کے لیے وِیٹو مارکس کو بھارتی حکمرانوں، آرمی کے افسروں اور انٹیلی جنس والوں سے چھپا رہا تھا۔ اگر وہ مارکس کو بھارت سرکار کے حوالے کرتا تو وہ سرکار امریکا کے دباؤ میں آ کر مارکس کو امریکی حکام کے حوالے کر دیتی۔

انڈین آرمی افسران سے بھی مارکس کو چھپا کر رکھا جا رہا تھا۔ کیونکہ راجپوت بٹالین ہر حال میں مارکس کی موت کا مطالبہ کر رہی تھی۔ رگھوناتھ سہائے نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ ایسا کچھ نہیں ہونے دے گا۔ وہ وِیٹو مارکس کی ٹیلی پیتھی سے اپنے بھارت دیش کو فائدہ پہنچاتا رہے گا۔

عامل نے اسے اپنا معمول بنانے کے بعد کہا "اب تم رگھوناتھ سہائے کی آواز سنو اور اس کے احکامات کو اپنے ذہن میں نقش کر لو۔ آئندہ یہ تمہارا حاکم اور تم اس کے محکوم رہو گے۔ کیا تم رگھوناتھ سہائے کے محکوم رہا کرو گے۔"

مارکس نے خوابیدہ آواز میں کہا "میں رگھوناتھ سہائے کا محکوم بن کر رہا کروں گا۔"

پھر ایک آواز سنائی دی "وِیٹو مارکس! میں رگھوناتھ سہائے ہوں۔ میری آواز اور میرے لہجے کو اپنے ذہن میں نقش کرو۔ میں کبھی تمہارے روبرو آیا کروں گا۔ کبھی فون پر احکامات دوں گا۔ تم میری آواز اور لہجہ پہچان کر میرے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے۔"

"میں تمہاری آواز اور تمہارا لہجہ پہچان کر تمہارے احکامات کی تعمیل کرتا رہوں گا۔"

"تم اپنا نام اور اپنی وطن پرستی بھول جاؤ گے۔ بھارت دیس کے لیے اہم کام کرتے رہو گے۔ تمہارا نام دیس لکھ ہے۔ کلپنا تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہے۔ ہم اسے اور اس بچے کو تمہاری کمزوری بنا کر رکھیں گے۔ کبھی کسی وجہ سے تنویمی عمل کمزور پڑے گا تو تم کلپنا اور اپنے بچے کی خاطر ہمارے سامنے جھکتے رہو گے۔"

وہ اسے ہر طرح سے مجبور اور پابند بنا رہے تھے۔ اس طرح شکنجے میں جکڑ رہے تھے کہ وہ صرف ان کے ہی لیے کام کرتا رہے اور کبھی کسی کی گرفت میں نہ آئے۔ آخر میں عامل نے حکم دیا "تم کسی بھی دوست یا دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے دماغ میں نہیں آنے دو گے۔ کسی کی بھی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر اسے بھگا دیا کرو گے۔"

اسے ہر طرح سے پابند بنانے کے بعد عامل نے حکم دیا "اب تم چار گھنٹے تک گہری نیند سوتے رہو گے۔ بیدار ہونے کے بعد بھول جاؤ گے کہ تم پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ اب سو جاؤ۔"

اس کا تنویمی عمل ختم ہو گیا۔ میں نے فرمان کو سمجھایا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ اس نے عامل کے لب و لہجے میں خیال خوانی کے ذریعے مارکس سے کہا "تنویمی نیند سے واپس آؤ۔ تمہیں ایک اور بات ذہن میں نقش کرو۔ میں ایک لب و لہجہ سنا رہا ہوں توجہ سے سنو۔"

فرمان اسے اپنی آواز سناتے ہوئے بولا "اس لب و لہجے میں جو بھی تمہارے اندر آئے گا، اس کی سوچ کی لہروں کو تم محسوس نہیں کرو گے۔ وہ تمہارے اندر موجود رہے گا، تمہیں اس کی موجودگی کی خبر نہیں ہوگی۔"

فرمان نے اپنا لب ولہجہ اس کے اندر نقش کرکے اسے

پھر سے تنویمی نیند سلا دیا۔

رگھوناتھ سہائے کے علاوہ سیکرٹ سروس کے چار اعلیٰ افسران بھی یوگا کے ماہر تھے اور مارکس کو معمول بنائے رکھنے کے سلسلے میں رگھوناتھ کے ہمراز تھے۔ انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ جب تک کلپنا اور مارکس کو تلاش کیا جا رہا ہے۔ تب تک ان دونوں کو اسی سیکرٹ سروس والے بنگلے میں رکھا جائے گا۔ وہاں کسی کو ان کی موجودگی کا شبہ نہیں ہوگا۔ اگر کوئی اچانک ڈھونڈنے آ جائے گا تو ان دونوں کو فوراً تہ خانے میں چھپا دیا جائے گا۔

کلپنا کو تاکید کرتے ہوئے کہا گیا "اگر تم وِیٹو مارکس کو زندہ دیکھنا چاہتی ہو اور ہمیشہ اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو ہمارے احکامات کی تعمیل کرتی رہو۔ کچھ عرصے کے لیے باہر کی دنیا سے رابطہ ختم کر دو۔ اس بنگلے سے باہر قدم نہ نکالو۔ تمہارا باپ اور تمہاری راجپوت برادری والے تمہیں گولی مار دیں گے۔ تمہاری سلامتی صرف ہمارے سائے میں ہے۔"

وِیٹو مارکس نیند سے بیدار ہوا تو تنویمی عمل کو بھول چکا تھا۔ اس کے پاس بیڈ پر کلپنا لیٹی ہوئی تھی۔ اس پر مختصر سا تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ کو لاک کیا گیا تھا۔ تاکہ کوئی دشمن اس کے اندر آ کر مارکس کو نقصان نہ پہنچائے۔

مارکس اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس بیڈ روم کو دیکھ کر سوچنے لگا، کہاں ہے اور پہلے کہاں تھا؟

اسے یاد آیا کہ وہ سنگیتا کی کوٹھی میں تھا۔ وہاں کچھ لوگوں نے اچانک حملہ کرکے اسے بے بس کر دیا تھا۔ اسے ہتھکڑیاں پہنائی تھیں اور اسے اعصابی کمزوری کا انجکشن لگایا تھا پھر آنکھوں پر پٹی باندھ کر اسے وہاں سے لے گئے تھے۔

وہ سوچنے لگا "اب میری حیثیت کیا ہوگی؟ ظاہر ہے، قیدی بنا ہوا ہوں، پتا نہیں کب تک قیدی بنا رہوں گا۔ مجھے یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے لیکن پہلے یہ سمجھنا ہوگا کہ یہ بنگلا کہاں ہے اور میں ان دشمنوں کے دماغوں میں کیسے پہنچ سکوں گا؟ اس گینگ کا لیڈر میرے روبرو بول رہا تھا اور میں اس کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا۔ وہ اور اس کے ساتھی یوگا کے ماہر تھے۔ مجھے کسی ایک کا لب ولہجہ یاد کرنا چاہیے۔"

وہ یاد کرنے لگا۔ اس کے تصور میں رگھوناتھ سہائے تھا۔ اسی نے اپنے آدمیوں کو ہتھکڑیاں پہنانے کا حکم دیا تھا۔ وہ اس کا لب ولہجہ یاد کرتے کرتے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے سانس روک لی پھر فوراً ہی فون کے ذریعے رابطہ کرکے بولا "ہیلو مارکس! ابھی تم میرے اندر آنا چاہتے تھے؟"

"میں یاد کر رہا تھا کہ میرے ساتھ کیا ہو چکا ہے۔ مجھے یاد آیا کہ تم نے اس بنگلے میں آ کر مجھے قیدی بنایا تھا۔ کیا تم بتانا چاہو گے کہ تم کون ہو؟ اور مجھے کیوں قیدی بنا رہے ہو؟"

"خود کو قیدی نہ سمجھو۔ ہم تمہیں دوست بنا رہے ہیں۔ یہ میرا حکم ہے کہ ہمارے دوست بن کر رہو گے۔"

تنویمی عمل کے ذریعے یہ بات اس کے ذہن میں نقش کر دی گئی تھی کہ وہ رگھوناتھ سہائے کے تمام احکامات کی تعمیل کرتا رہے گا۔ اس نے بڑی فرمانبرداری سے کہا "میں تمہارا دوست بن کر رہوں گا۔"

"تم صرف ہمارے دیس کے مفادات کے لیے کام کرتے رہو گے۔ امریکا کی فرماں برداری بھول جاؤ۔"

"میں امریکا کے لیے نہیں، تمہارے دیس کی بہتری کے لیے کام کرتا رہوں گا۔"

"اس بیڈ روم کے وارڈ روب میں تمہارے ناپ کے بہترین ملبوسات ہیں۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس پہنو پھر کلپنا کے ساتھ ڈائننگ روم میں آ جاؤ۔ ہم ساتھ ہی ناشتا کریں گے۔"

"تم نے میری کلپنا کو نقصان نہیں پہنچایا۔ تمہارا شکریہ۔"

"یہ تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہے۔ ہم ماں بننے والی عورتوں کا مان کرتے ہیں۔ جب تک تم ہمارے دوست رہو گے، ہم تمہاری کلپنا کو اور تمہارے بچے کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ تمہیں بھی دشمنوں سے محفوظ رکھیں گے۔"

دوسری طرف سے فون بند ہو گیا۔ مارکس نے ریسیور رکھ کر کلپنا کو محبت سے دیکھا پھر اس پر جھک گیا۔ اس کے چہرے پر اپنے ہونٹوں سے ادھر ادھر دستک دینے لگا۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے مسکرا کر اپنے محبوب کو دیکھا پھر دونوں باہیں اس کی گردن میں ڈال کر اسے سر سے پاؤں تک اوڑھ لیا۔

میں ان کے دماغوں سے چلا آیا۔ تقریباً چالیس منٹ کے بعد پھر ان کے پاس پہنچا تو وہ دونوں تیار ہو کر ڈائننگ روم میں آ چکے تھے۔ رگھوناتھ سہائے سے دوسری بار ملنے کے بعد بے تکلفی سے گفتگو ہو رہی تھی۔ مارکس کے ذہن میں اب یہ بات نہیں تھی کہ اسے جبراً قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔ وہ رگھوناتھ سہائے اور آس پاس بیٹھے ہوئے دوسرے افسران کو شعوری طور پر اپنا دوست تسلیم کر رہا تھا۔

وہ مارکس کو سمجھا رہے تھے کہ اسے کچھ عرصے تک کلپنا کے ساتھ اسی بنگلے میں چھپ کر رہنا چاہیے۔ انڈین پولیس اور جاسوس اسے پورے دہلی شہر میں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔

وہ کلپنا کے ساتھ اپنے نئے دوستوں کے سائے میں ہی محفوظ رہے گا۔

ایک اعلیٰ افسر دیوراج نے کہا "مارکس! اگر تم پوری یکسوئی سے خیال خوانی کے قابل ہو تو پھر کچھ کام کی باتیں کی جائیں۔"

"بے شک! میں بھرپور ذہنی توانائی محسوس کر رہا ہوں۔ خیال خوانی کر سکتا ہوں اور مصروف رہنا چاہتا ہوں۔"

دیوراج نے کہا "تمہیں امریکا سے خاص طور پر اس لیے بلایا گیا تھا کہ تم فرہاد علی تیمور اور اس کے بیٹے کبریا کے خلاف محاذ آرائی کرو۔ وہ ہمارے دیس میں رہتے ہوئے ہمیں بہت نقصان پہنچا رہے ہیں۔ پتا نہیں ہمارے کتنے اہم سرکاری اور فوجی راز معلوم کرتے رہتے ہیں۔ تم خیال خوانی کے ذریعے ان کا سراغ لگا سکتے ہو۔ ان کا پتا ٹھکانا معلوم کرکے انہیں گولی مار سکتے ہو یا ان باپ بیٹے کو یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر سکتے ہو۔"

"بے شک۔ میں اسی لیے آیا ہوں میرے علاوہ ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والا بوبی برٹن یہاں آیا تھا۔ وہ اپنی حماقت سے ان کی نظروں میں آگیا۔ انہوں نے اینٹی ٹیلی پیتھی دوا کے ذریعے اسے خیال خوانی سے محروم کردیا۔ میری ہمیشہ یہ کوشش رہے گی کہ فرہاد اور اس کے بیٹے کو یہاں میری موجودگی کا علم نہ ہو۔ اگر ہو تو وہ کبھی مجھ تک پہنچ نہ پائیں۔"

"تم اس پہلو سے مطمئن رہو۔ فرہاد تو کیا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا کبھی یہاں تک پہنچ نہیں پائے گا۔ ہم چاہتے ہیں' تم ان کا سراغ لگاؤ۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ انہیں ٹریپ کرنے کی کوئی زبردست تدبیر کرنی ہوگی پھر اس پر عمل کرنا ہوگا۔"

"ابھی ایک تدبیر ذہن میں ہے۔ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے انڈین آرمی افسران کے خیالات پڑھتے رہتے ہیں۔ انہیں یہ معلوم ہوگا کہ بھارتی اور امریکی اکابرین تمہیں تلاش کر رہے ہیں اور آرمی افسران تمہیں مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ ان حالات کے پیشِ نظر تم مظلوم بن کر فرہاد کی ہمدردیاں حاصل کر سکتے ہو؟"

"وہ مجھ سے پوچھے گا کہ میں آج کل کہاں ہوں؟ وہ میرا پتا ٹھکانا معلوم کرنا چاہے گا۔"

"تم کہہ سکتے ہو کہ کلپنا کے ساتھ نامعلوم افراد کی قید میں ہو اور فرار کا راستہ ڈھونڈ رہے ہو۔"

میں پہلے یہ اندازہ کر چکا تھا کہ وہ سیکرٹ سروس والے مارکس کو اپنا معمول بنا کر اسے امریکا سے چھین کر سب سے پہلے میرے خلاف استعمال کریں گے۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ ایسے وقت میں کیا کروں گا۔ میں اس وقت دہلی شہر سے کچھ فاصلے پر ایک پہاڑی کے پاس تھا۔ وہاں ایک غار کے پاس کار روک کر تھرماس سے چائے نکال کر پی رہا تھا۔ ایک گھنٹا پہلے وہاں چند مجرموں سے میری ٹکر ہوگئی تھی۔ وہ اس غار میں گولا بارود لے جا کر چھپا رہے تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھ لیا تھا اور میں نے ان کا خفیہ اڈا دیکھ لیا تھا۔ وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔ لہٰذا مجھے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرنا پڑا۔ وہ تعداد میں چار تھے' چاروں فنا ہوگئے۔

ایسے وقت معلوم ہوا کہ ویٹو مارکس مجھ سے رابطہ کرنے والا ہے۔ میں وہیں غار کے اندر زمین پر لیٹ گیا۔ جیسے ہی وہ میرے دماغ میں آیا' میں تکلیف سے کراہنے لگا۔ اس کی توقع کے برخلاف میں نے سانس نہیں روکی تھی۔ میں نے اسے اپنے دماغ سے نہیں بھگایا تھا۔ اس نے پوچھا "مسٹر فرہاد! تمہیں کیا ہوا ہے؟"

پھر وہ میرے خیالات پڑھنے لگا۔ اسے معلوم ہوا کہ چار دشمنوں سے میرا مقابلہ ہوا تھا۔ وہ دشمن مر گئے لیکن میں ان کی گولیوں سے زخمی ہوگیا ہوں۔ میں طبی امداد کا محتاج ہوں۔ مجھ میں اتنی جان نہیں رہی ہے کہ میں اس غار سے نکل کر باہر جا سکوں۔

مارکس نے خوش ہو کر رگھوناتھ سہائے اور دیوراج وغیرہ سے کہا "فرہاد زخمی حالت میں ایک غار کے اندر بے یار و مددگار پڑا ہوا ہے۔ ہم فوراً وہاں پہنچ کر اسے قیدی بنا سکتے ہیں یا اسے گولی مار سکتے ہیں۔"

وہ سب اچھل کر کھڑے ہوگئے۔ ایک نے کہا "تم پورے یقین سے کہتے ہو کہ وہ فرہاد ہی ہے؟"

"میں اس کے لب و لہجے کو پہچانتا ہوں پھر اس کا دماغ جھوٹ نہیں بولے گا۔ اس کے قریب ہی دو لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ ہمیں وہاں پہنچنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

دیوراج نے کہا "تم سب یہیں رہو۔ میں اپنے جوانوں کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں جا رہا ہوں۔ تم مسلسل فرہاد کے دماغ میں رہتے ہوئے اسے وہاں سے جانے نہ دو' اس کا بیٹا اور دوسرے لوگ ضرور اس کی مدد کرنے آئیں گے۔"

مارکس نے کہا "اس کے خیالات بتا رہے ہیں کہ وہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہا ہے۔ اسی لیے اپنے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اطلاع نہیں دے پا رہا ہے۔"

ان سب کو یقین ہوگیا کہ میں زخمی حالت میں غار کے اندر موجود ہوں۔ دیوراج اپنی ایک ٹیم لے کر مجھے گرفتار کرنے آرہا تھا۔ رگھوناتھ سہائے نے مارکس سے کہا "میں تمہارے پاس بیٹھا تمہیں دیکھتا رہوں گا۔ تم مسلسل خیال خوانی کے ذریعے فرہاد کے دماغ میں رہو۔ اسے ہمارے ہاتھ

سے نکلنا نہیں چاہیے۔"

اگر وہ مسلسل میرے اندر رہتا تو میں اس غار سے باہر نہیں آسکتا تھا۔ میرے حرکت کرنے سے معلوم ہوجاتا کہ میں زخمی نہیں ہوں بلکہ انہیں دھوکا دے رہا ہوں ایسے وقت فرمان نے مارکس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ مارکس اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتا تھا۔ اس کے بعد زیر اثر رہ کر اس کی مرضی کے مطابق یہ دیکھتا رہا کہ میں غار میں اسی جگہ زمین پر پڑا ہوا ہوں۔ جبکہ میں اٹھ کر گولا بارود کے ذخیرہ سے دھماکا خیز مواد غار میں دور تک پھیلا رہا تھا پھر میں اپنی کار کو غار کے دہانے سے بہت دور لے گیا۔

ایک ہیلی کاپٹر دور سے آرہا تھا۔ وہ غار کے دہانے کے سامنے اتر گیا۔ دیوراج اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ ہیلی کاپٹر سے باہر آکر غار کے اندر جانے لگا۔ میں نے دہانے کے پاس آکر ریموٹ کنٹرولر کا بٹن دبایا۔ اس سے منسلک بم پھٹ پڑا۔ میں تیز رفتاری سے اپنی کار کی طرف بھاگنے لگا۔ ایک بم کے پھٹنے سے بارود میں آگ لگ گئی پھر تو یکے بعد دیگرے دھماکے ہوتے چلے گئے۔ جیسے زلزلہ آگیا ہو۔ اس پہاڑ کے پتھر ٹوٹ رہے تھے۔ غار کے اندر سے شعلے باہر آرہے تھے۔ وہ اندر جانے والے باہر نہ آسکے۔ وہ اپنے دھرم کے مطابق مرنے کے بعد جلائے جاتے ہیں لیکن وہ زندہ وہاں جل مرے۔ اس وقت فرمان نے مارکس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اسے میرے دماغ میں رہنے دیا۔

وہ چونک گیا۔ اب میں اسے زخمی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اپنی کار ڈرائیو کرتا جارہا تھا۔ میں نے سانس روکی تو وہ باہر نکل کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ رگھوناتھ سہائے نے پوچھا "وہاں کیا ہورہا ہے؟"

"ہونا کیا ہے؟ میں حیران ہوں۔ فرہاد اب زخمی نہیں ہے۔ وہ ایک کار میں کہیں جارہا ہے۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ابھی تم کہہ رہے تھے کہ کسی کے چور خیالات جھوٹ نہیں بولتے۔ تم دھوکا کیسے کھاگئے؟"

"میں حیران ہوں۔ اس شخص کا دماغ بھی عجوبہ ہے۔ وہ کرتا کچھ ہے اور اس کا دماغ بتاتا کچھ ہے۔"

"دیوراج سے بات کرو۔ اسے صورت حال بتاؤ۔ وہ وہاں پہنچ چکا ہوگا۔ شاید اس غار میں کوئی نہ ہو۔"

ویٹو مارکس نے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن اس کی سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں۔ وہ پریشان ہو کر بولا "دیوراج کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ وہ مردہ ہوچکا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا یہ کیا ہورہا ہے؟ آپ اسے فون کریں۔"

رگھوناتھ سہائے نے اس کے موبائل فون پر رابطہ کیا۔ فون بھی خاموش تھا۔ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ سے رابطہ کیا۔ ادھر بھی خاموشی تھی۔ دوسرے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو۔ کون؟"

دوسری طرف سے انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل نے کہا "ابھی اطلاع ملی ہے کہ آپ کا ایک ہیلی کاپٹر پہاڑی کی طرف گیا تھا۔ غار کے اندر بڑے خوفناک دھماکے ہوئے ہیں۔ آدھی پہاڑی کٹ کر رہ گئی ہے۔ وہ ہیلی کاپٹر بھی تباہ ہوگیا ہے۔"

رگھوناتھ سہائے یہ اطلاع سن کر لرز گیا۔ اس کا بہترین قابل ساتھی افسر دیوراج مارا گیا تھا صرف آدھا گھنٹا پہلے وہ زندہ تھا۔ اس سے باتیں کررہا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد موت اسے کھاگئی تھی۔ اس نے فون پر کہا "ہمیں اطلاع ملی تھی کہ فرہاد اس غار میں موجود ہے۔ دیوراج اسے گرفتار کرنے گیا تھا۔ پتا نہیں یہ فرہاد کیسا خبیث ہے۔ انسان ہے یا کسی دوسری دنیا کی مخلوق ہے۔ ہم سمجھتے ہیں، اس کی موت آرہی ہے لیکن وہ موت ہمارے لوگوں کی طرف چلی آتی ہے۔ آئی۔ آئی ہیٹ ہم۔"

وہ فون بند کرکے ویٹو مارکس سے بولا "یہ کیسے ہوگیا؟ تم نے کیسی خیال خوانی کی تھی؟ وہ تمہیں زخمی کیسے نظر آیا تھا۔ تمہاری ٹیلی پیتھی اس کی ٹیلی پیتھی سے کمزور کیوں ہے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس سے مات کیوں کھا جاتے ہیں؟"

"ہماری سمجھ میں ایک ہی بات آتی ہے۔ ہمارے مقابلے میں اس کے تجربات بہت زیادہ ہیں۔ وہ خیال خوانی کی عجیب عجیب تکنیک سے واقف ہے۔ وہ قرنوں سے خیال خوانی کا تجربہ رکھتا ہے۔ ہم مات کھانے کے بعد سوچتے ہی رہ جاتے ہیں۔"

"جب تم اس کے دماغ میں گئے تو کیا اس کے چور خیالات نے یہ نہیں بتایا کہ وہ زخمی ہونے کا بہانہ کررہا ہے؟"

"یہی تو اس کے تجربات ہیں۔ وہ دوسروں کو اپنے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں دیتا ہے۔"

وہ میز پر گھونسا مارتے ہوئے بولا "شٹ۔ اس بار ہم اس کی کسی کمزوری سے فائدہ اٹھائیں گے۔ ہم اس کے بیٹے کبریا کو اس کی کمزوری بنا سکتے ہیں۔ ہمیں اس پہلو سے کوئی تدبیر کرنی ہوگی۔ تم بھی سوچو۔ میں بھی سوچ رہا ہوں۔"

ان دونوں کے سر جھکے ہوئے تھے۔ اس لیے جھکے ہوئے تھے کہ سوچ رہے تھے۔ اس لیے بھی جھکے ہوئے تھے کہ بری طرح شکست کھاچکے تھے۔

○☆○

سونیا سمندر کے کنارے کھڑی آتی جاتی لہروں کو دیکھ رہی تھی۔ لہریں باربار ساحل پر آتی تھیں پھر اسی طرح واپس چلی جاتی تھیں جیسے ساحل ان کے لیے نہیں ہے۔ ان کے مقدر میں سمندر کے گہرے پانیوں میں ہی رہنا ہے۔ وہ سوچ رہی تھی "میں بھی ان لہروں کی طرح بھٹک رہی ہوں۔ ساحل ساحل بھٹک رہی ہوں۔ تاکہ میرے اپنے کسی ساحل پر تو مل جائیں لیکن نہیں ملتے۔ میں پلٹ کر دشمنوں کے ہجوم میں چلی آتی ہوں۔"

وہ میامی اور واشنگٹن تک بھٹکنے کے بعد پھر نیویارک واپس آگئی تھی۔ یہ خیال آیا کہ اس نے خود کو بھولنے کے بعد نیویارک میں اپنے آپ کو دیکھا تھا۔ شاید یہیں اس کے اپنے ہوں گے۔ یہاں وہ ہر علاقے میں جاتی رہے گی تو کسی نہ کسی سے اس کا سامنا ہوجائے گا۔

ادھر پارس اور پورس نے سوچا کہ وہ نیویارک کے چپے چپے میں جاکر اپنی مما کو تلاش کرچکے ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے کے کتنے ہی جاسوس ناکام ہوچکے ہیں۔ وہ کسی دوسرے شہر میں گئی ہے۔ پارس نے کہا "ہمیں اب دوسرے شہروں میں جانا چاہیے۔ یہاں اب امید نہیں ہے۔ وہ کہیں دوسری طرف چلی گئی ہیں۔"

پورس نے کہا "عدنان پھر ہاتھ آکر نکل گیا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ ایک خاتون بھٹک رہی ہیں۔ وہ انہیں ان کی منزل تک پہنچانے جارہا ہے۔ اس نے یہ نہیں بتایا کہ وہ کس شہر اور کس علاقے میں بھٹک رہی ہیں۔ وہ ان کے پیچھے کہاں جارہا ہے؟"

پارس نے کہا "عدنان اپنی دادی کی طرف قدرتی کشش محسوس کررہا ہے۔ وہ ان کے پیچھے دوسرے شہروں میں جاسکتا ہے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی ہے کہ وہ عجوبہ ہماری مرضی سے ہمیں نہیں ملے گا۔ ہوسکتا ہے، مما کو لے کر ہمارے پاس آجائے۔"

"تم کیا کہتے ہو۔ کیا عدنان بھی مما کو تلاش کرنے یہاں سے جاچکا ہے؟"

"ظاہر ہے مما یہاں نہیں ہیں۔ وہ اسی طرف گیا ہے، جہاں انہیں پالینے کی توقع ہے۔"

پورس قائل ہوگیا۔ عدنان یہاں رہے یا وہاں جائے یا کہیں بھی جائے۔ وہ اپنی مرضی سے ہی سامنے آئے گا۔ انہیں اپنی مما کی تلاش میں اب آگے جانا چاہیے۔ لہٰذا وہ دونوں بھائی نیویارک چھوڑ کر دوسرے شہروں کی طرف چلے گئے۔

وہ ادھر گئے۔ سونیا ادھر آگئی۔ اسے اپنے نہیں مل رہے تھے۔ قدم قدم پر دشمن مل رہے تھے۔ وہ یہاں سے میامی اور واشنگٹن تک کتنے ہی دشمنوں کو ٹھکانے لگا چکی تھی پھر یہاں واپس آئی تھی۔ وہ ہوٹلوں، کلبوں، تفریح گاہوں، بازاروں اور لوگوں کے ہجوم میں جاتی رہتی تھی۔ حیران تھی کہ انسانوں کے سمندر میں اسے کوئی اپنا پہچاننے والا کیوں نہیں مل رہا ہے۔

اس وقت وہ سمندر کے کنارے کھڑی ہوئی خیالوں میں گم تھی پھر ایک دم سے چونک گئی۔ کسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا۔ اس نے سر گھما کر دیکھا۔ ایک نوجوان احمقانہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔ صورت سے بھی احمق لگ رہا تھا۔ سونیا نے پوچھا "یس؟"

اس کے کانوں میں ائرفون لگا ہوا تھا۔ وہ میوزک کی تال پر تھرک رہا تھا۔ ایک ہاتھ میں چھوٹا سا کیسٹ ریکارڈر تھا۔ وہ تھرکتے ہوئے کہہ رہا تھا "یہ بڑا زبردست ڈانسنگ میوزک ہے۔ جو بھی سنتا ہے۔ ڈانس کرنے لگتا ہے۔ تم سنو گی؟"

وہ ہنس کر بولی "نہیں۔ مجھے ناچنا نہیں آتا۔ نچانا آتا ہے۔ بائی داوے تم نے مجھے کیوں مخاطب کیا ہے؟"

"میں بہت دیر سے دیکھ رہا تھا، تم یہاں تنہا کھڑی ہوئی ہو۔ مجھے یوں لگا جیسے تم میرے جیسی ہو۔ میں بھی دنیا میں تنہا ہوں۔"

"کیا تمہارا کوئی نہیں ہے؟ تمہارا کوئی گھر بھی نہیں ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر کہاں رہتے ہو؟ کیا کرتے ہو؟"

"ارے! تم ایک ساتھ اتنے سوالات کررہی ہو۔ چلو تم ہی جواب دو، کہاں کھاتی پیتی ہو؟ کام کیا کرتی ہو؟"

"اب تک نامعلوم دشمنوں نے مجھے کوئی کام نہیں کرنے دیا۔ مجھ سے مار کھاتے ہیں اور ہزاروں لاکھوں ڈالرز چھوڑ جاتے ہیں۔"

"پھر تو تم بہت مالدار ہوگی۔ کیا مجھے سو ڈالرز ادھار دو گی؟ یہ تمہارے سوال کا جواب ہے۔ میں ادھار کھا کر گزارا کرتا ہوں۔"

اس نے ایک ہزار کا نوٹ نکال کر کہا "اس میں سو ڈالرز لو۔ باقی نو سو واپس کرو۔"

"عجیب بے وقوف ہو۔ میرے پاس نو سو ہوتے تو تم سے سو کیوں مانگتا۔ تم بہت بھولی ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی اسی جگہ رہوں گی۔ تم ہزار کا کھلا لے آؤ۔ جلدی آنے کی کوشش کرنا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "مجھے ہزار ڈالر مل رہے ہیں تو کیا میں نقصان اٹھانے کے لیے واپس آؤں گا۔ تم بہت بھولی ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "تم بہت بھولے ہو۔ پورے ایک ہزار رکھ لو۔ جاؤ موج کرو۔"

وہ خوش ہو کر جانے لگا۔ وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔ سوچنے لگی۔ اب اسے بھی وہاں سے جانا چاہیے۔ کہاں جانا چاہیے؟ کوئی منزل، کوئی گھر نہیں تھا اور نہ کوئی اس کا انتظار کرنے والا تھا پھر بھی جب تک سانسیں چل رہی تھیں، تب تک چلتے رہنا تھا۔ کہیں نہ کہیں پہنچ کر پیروں کی گردش تھم جانے والی تھی۔

وہ چلتے چلتے رک گئی۔ آگے جانے والا وہ احمق نوجوان تین بندوں میں گھر گیا تھا۔ ایک شخص اس کا گریبان پکڑ کر جھنجوڑ رہا تھا۔ دوسرے نے اس کے سر پر چپت ماری۔ سونیا نے تیزی سے ان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "اے! کیا کر رہے ہو؟ رک جاؤ۔"

وہ قریب آکر بولی "چھوڑو اس کا گریبان۔ تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ چھوڑو اسے۔"

ایک نے کہا "یہ میرے مکان میں پے انگ گیسٹ ہے۔ ایک تو اس نے تین ماہ سے کرایہ نہیں دیا۔ اوپر سے میری الماری کی چابیاں لے آیا ہے۔ اس الماری کے اندر سیف ہے اور سیف میں میرے اہم کاغذات رکھے ہوئے ہیں۔ اس سے پوچھو' چابیاں کہاں ہیں؟"

پھر اس نے سر پر چپت مار کر کہا "لیری تو کرایہ نہیں دیتا' چابیاں تو دے دے۔"

سونیا نے کہا "اسے نہ مارو۔ میں پوچھتی ہوں۔ ہاں لیری! بولو۔ وہ چابیاں کہاں ہیں؟"

لیری نے کہا "اس نے مجھے مارا تھا۔ میں وہ چابیاں چھین کر بھاگ گیا۔ ادھر آتے وقت میں نے انہیں راستے میں کہیں پھینک دیا ہے۔ اب مجھے یاد نہیں ہے' کہاں پھینکا ہے۔"

دوسرے نے گریبان پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہا "پھر تو ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

سونیا نے ایک ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا پھر کہا۔ "سہولت سے بات کرو۔"

اس کے دو ساتھی اس پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ ان کی بھی اچھی خاصی پٹائی ہو گئی۔ وہ مار کھا کر تکلیف سے کراہنے لگے۔ ایک نے ہانپتے ہوئے کہا "یہ ہم پر ظلم ہے۔ تم اتنی دلیر ہو تو اس سے میری چابیاں لے کر کیوں نہیں دیتیں؟"

سونیا نے لیری کو غصے سے دیکھتے ہوئے کہا "یاد کرو۔ تم نے چابیاں کہاں پھینکی تھیں؟"

لیری نے خوش ہو کر کہا "یہ تم نے اچھا کیا۔ ان کی پٹائی کر دی۔ اس نے مجھے زور زور سے مارا تھا اور وہ چابیاں تو مجھے یاد نہیں ہیں' کہاں پھینک دیں۔ میں سچ کہتا ہوں۔"

مار کھانے والے نے کہا "مجھے وہ اہم کاغذات سیف سے نکالنے ہیں۔ ورنہ میرا لاکھوں کا نقصان ہو گا۔"

سونیا نے کہا "میں تمہارے گھر چلتی ہوں۔ تمہاری الماری اور سیف کھول دوں گی۔"

"اگر تم چابیوں کے بغیر کھول سکتی ہو تو ابھی ہمارے ساتھ چلو۔ تمہاری بڑی مہربانی ہو گی۔"

وہ لیری اور ان تینوں کے ساتھ ایک ویگن کار میں بیٹھ کر ایک بنگلے میں آئی۔ وہاں گراؤنڈ فلور میں رہائشی سامان یعنی فرنیچر وغیرہ نہیں تھا۔ ڈرائنگ روم میں سامان سے بھرے ہوئے بڑے بڑے کارٹن رکھے ہوئے تھے۔ سونیا نے پوچھا "وہ الماری کہاں ہے؟"

ایک نے کہا "ہم اوپر والے حصے میں رہتے ہیں۔ نیچے فیکٹری کا مال رکھا رہتا ہے۔"

وہ سب سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر آئے۔ ایک نے جیب سے ایک چابی نکال کر دروازہ کھولنا چاہا تو پتا چلا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ وہ حیرانی سے بولا "میں اسے لاک کر کے گیا تھا۔ یہ کیسے کھل گیا؟"

دوسرے ساتھی نے پوچھا "کیا تمہیں اچھی طرح یاد ہے کہ تم نے لاک کیا تھا؟"

"میں لیری کی طرح احمق نہیں ہوں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ باہر کا دروازہ مقفل تھا۔ یہ اندر کا کیسے کھل گیا؟"

اس نے جیب سے ریوالور نکال کر للکارتے ہوئے پوچھا۔ "اندر کون ہے؟"

سونیا نے اس کے ریوالور کو دیکھ کر تعجب سے سوچا "یہ مجھ سے مار کھاتا رہا۔ جبکہ یہ ریوالور سے مجھ پر فائر کر سکتا تھا یا دھمکی دے کر پٹائی سے بچ سکتا تھا۔ اس نے ریوالور کیوں استعمال نہیں کیا تھا؟"

وہ حیرانی سے بولی "تمہارے پاس ریوالور ہے؟"

اس نے چونک کر اپنے ریوالور کو دیکھا پھر سونیا کا نشانہ لے کر بولا "ہاں۔ ایس جی نے کہا تھا' پہلے یقین کیا جائے کہ تم وہی مطلوبہ عورت ہو۔ ہم نے لیری کے لباس میں ایک مائیک چھپا دیا تھا۔ تمہاری باتیں سنتے رہے۔ جب تم نے لیری سے کہا کہ اب تک نامعلوم دشمنوں نے تمہیں کوئی کام نہیں کرنے دیا۔ وہ تم سے مار کھاتے ہیں اور ہزاروں لاکھوں ڈالرز چھوڑ جاتے ہیں۔ تب ہم نے سمجھ لیا کہ تم وہی ہو۔ جس نے ایس جی کو لاکھوں ڈالرز کا نقصان پہنچایا ہے۔"

دوسرے نے کہا "تب پھر ایس جی نے حکم دیا کہ ہم ریوالور سے تمہیں نشانہ نہ بنائیں۔ تم بہت چالاک ہو پھر ایک بار بچ کر فرار ہو جاؤ گی۔ ہم اس کے حکم کے مطابق تمہیں اس کمرے میں قید کرنے کے لیے لائے ہیں۔ چلو اس کمرے کے اندر جاؤ۔"

ریوالور والے نے ہنستے ہوئے کہا "میں ایس جی ہوں۔ اس کی زبان سے بول رہا ہوں۔ اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما چکا ہوں۔ بولو' اپنے دماغ میں آنے دو گی یا تمہیں زخمی کر کے آجاؤں؟"

جو دروازہ لاک کرنے کے باوجود کھلا ہوا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ پوری طرح کھلنے لگا۔ ان سب نے ادھر دیکھا۔ سینڈی گرے نے اس ریوالور والے کے ذریعے دیکھا تو بوکھلا گیا۔ کوئی نہیں جانتا' قیامت کب آئے گی مگر وہ فتنہ آگیا تھا۔

◆◆◆◆

سینڈی گرے نے خیال خوانی کے ذریعے محسوس کیا کہ ریوالور والا عدنان سے نظریں ملاتے ہی سحرزدہ ہونے لگا ہے۔ ریوالور پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ رہی ہے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا وہ آلہ کار کمزور پڑ جائے۔ اس نے اس کے دماغ کو پوری طرح اپنی گرفت میں لیا۔ تاکہ وہ ان ننھی آنکھوں کے سحر سے نکل جائے لیکن اسے دیر ہو چکی تھی۔

سونیا کب چوکنے والی تھی۔ وہ موقع سے فائدہ اٹھانا جانتی تھی۔ ریوالور والے کو عدنان کی طرف متوجہ ہوتے دیکھا تو اس کے ہاتھ پر ایک ٹھوکر ماری۔ ریوالور ہاتھ سے نکل کر فضا میں اڑتا ہوا عدنان کے پاس آکر گرا۔ سونیا نے پھر کسی کو ریوالور کی طرف جانے کی مہلت نہیں دی۔ ایک ایک کو لاتوں اور گھونسوں پر رکھ کر انہیں سنبھلنے کا موقع ہی نہیں دیا۔

وہ تینوں ایک گھنٹا پہلے سمندر کے کنارے سونیا سے اچھی طرح مار کھا چکے تھے۔ ذرا سی دیر میں فرش پر بیٹھ گئے۔ اپنے کانوں کو پکڑ کر معافی مانگنے لگے۔ عدنان نے ریوالور اٹھا کر سونیا کے ہاتھ کو چھو کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ اس نے سر گھما کر دیکھا۔ عدنان نے وہ ریوالور اس کی طرف بڑھا دیا۔ سونیا نے ریوالور لے کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے۔۔۔ کہا "بیٹے! تم نہ آتے تو ان سے نمٹنا مشکل ہو جاتا۔ کیا تمہارے ساتھ یہاں کوئی اور بھی ہے؟"

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ سونیا نے ان تینوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا تم میں سے کسی کے اندر ہے۔ اسے اب تک سمجھ لینا چاہیے کہ وہ مجھے کبھی ٹریپ نہیں کر سکے گا۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ اس کے گن مین اس بنگلے کے اطراف موجود ہوں گے۔"

سینڈی نے ایک آلہ کار کے ذریعے کہا "تم ٹھیک سمجھ رہی ہو۔ میں صرف تمہیں اس بنگلے میں گھیرنا چاہتا تھا۔ یہ میرا گڈ لک ہے کہ یہ ننھا فتنہ بھی میرے شکنجے میں آرہا ہے۔"

سونیا نے پوچھا "کیا تم اس بچے کو جانتے ہو؟"

"اسے تو کوئی جان نہیں سکتا۔ یہ کوئی خلائی مخلوق ہے۔ کبھی نظروں میں آتا ہے اور پھر کہیں گم ہو جاتا ہے۔ یہ اب تک مجھے کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچا چکا ہے۔ اب یہ بھی یہاں سے زندہ نہیں جا سکے گا۔"

وہ بولی "یہاں گراؤنڈ فلور میں بڑے بڑے کارٹن اور لکڑی کی پیٹیاں رکھی ہوئی ہیں۔ ان میں یقیناً ہتھیار اور گولا بارود رکھے ہوئے ہیں اور یہ بھی کروڑوں ڈالرز کے تو ضرور ہوں گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "کیا تم انہیں تباہ کرنے کی دھمکی دو گی؟ اگر تباہ کرنا چاہو گی تو خود یہاں حرام موت مرو گی۔"

"اور اگر یہاں سے باہر جاؤں گی تو تمہارے آدمی مجھے نشانہ بنائیں گے۔ دونوں صورتوں میں موت ہے لیکن میرے پاس اپنے بچاؤ کا ایک راستہ اور بھی ہے۔ میں ابھی کسی قریبی پولیس اسٹیشن سے رابطہ کرتی ہوں۔ وہ یہاں آکر کروڑوں کے مال کو سیل کر دیں گے میں اس بچے کے ساتھ اس کی پناہ میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

وہ چپ چاپ سوچ میں پڑ گیا۔ اپنے آدمیوں سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ بنگلے کے اندر جا کر سونیا پر حملہ کریں۔ دونوں طرف سے فائرنگ کے نتیجے میں گولا بارود کو آگ لگ سکتی تھی پھر ایک بار کروڑوں کا نقصان اٹھانا پڑتا۔ وہ الجھ کر رہ گیا۔

سونیا ان تینوں کو ہانکتی ہوئی عدنان کا ہاتھ تھام کر گراؤنڈ فلور میں آئی۔ وہاں کے ایک کمرے میں تینوں کو دھکے دے کر اندر کیا پھر باہر سے دروازے کو بند کر دیا۔ باہر وہ بڑی سی وین کھڑی ہوئی تھی۔ جس میں اسے وہاں لایا گیا تھا۔ اس نے دروازہ کھول کر دور تک دیکھا کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ عدنان سے بولی "تم یہاں ٹھہرو۔ جب میں بلاؤں تو چلے آنا۔"

وہ فرش پر لیٹ کر رینگتی ہوئی وین کی طرف جانے لگی۔ اسی وقت تڑاتڑ فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ گولیاں اِدھر اُدھر دیواروں پر آکر لگ رہی تھیں۔ اس نے وین کا دروازہ کھولتے ہوئے جوابی فائرنگ کی۔ ایک اس کی نظروں میں آگیا تھا۔ وہ گولی کھا کر گر پڑا۔ دوسرے بھاگتے ہوئے دوسری طرف پوزیشن لینے لگے۔ وہ عدنان سے بولی "فوراً آؤ۔"

وہ دوڑتا ہوا آکر کھلے ہوئے دروازے سے اندر چلا گیا۔ سونیا نے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کی پھر فائرنگ ہونے لگی تھی۔ وہ تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی' ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ کو سنبھالتی ہوئی' دوسرے ہاتھ سے فائر کرتی ہوئی بنگلے کے احاطے سے باہر آئی پھر مین روڈ پر رفتار بڑھاتی چلی گئی۔ سونیا نے پوچھا "بیٹے! تمہیں ڈر تو نہیں لگ رہا ہے؟"

عدنان نے پوچھا "ڈر کیسے لگتا ہے؟"

وہ ہنسنے لگی پھر بولی "کسی بہادر باپ کے بیٹے ہو۔ تمہارے والدین کہاں ہیں؟ تم اس بنگلے میں کیا کر رہے تھے؟"

وہ بولا "میں ایک وقت میں کسی ایک سے بات کر سکتا ہوں۔ تمہارے ساتھ ساتھ وہ بھی میرے اندر بول رہا

ہے۔"

"اچھا تو وہ کم بخت تمہارے دماغ میں ہے۔ ٹھیک ہے۔ اسے دیکھنا چاہیے کہ میں کس طرح اسے کروڑوں کا نقصان پہنچاتی ہوں۔"

اس نے ایک ٹیلی فون بوتھ کے پاس گاڑی روک کر عدنان سے کہا "آنکھیں بند کرو۔ تاکہ وہ دیکھ نہ سکے کہ میں کیا کررہی ہوں۔"

عدنان نے آنکھیں بند کرلیں۔ سینڈی ٹیلی پیتھی کی قوت سے اس کی آنکھیں کھولنے کی کوششیں کرنے لگا لیکن اس کے ننھے سے دماغ پر خیال خوانی کا اثر نہیں ہو رہا تھا۔ سونیا نے قریبی پولیس اسٹیشن کے انچارج سے رابطہ کرکے اسے بنگلے کا نمبر اور پتا بتایا پھر کہا کہ وہ بنگلا اسلحہ اور گولا بارود کا گودام ہے۔ وہاں فوراً چھاپا مارا جائے۔ اس سے پوچھا گیا کہ وہ کون ہے۔ وہ فون بند کرکے وین میں آگئی پھر اسے اسٹارٹ کرکے آگے جاتی ہوئی بولی "بیٹے! آنکھیں کھولو۔ کیا وہ کتا ابھی تک تمہارے اندر ہے؟"

"پتا نہیں۔ وہ خاموش ہے۔ شاید چلا گیا ہے۔"

"وہ آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ یہ معلوم کرے گا کہ ہم کہاں جارہے ہیں؟"

ایسے وقت پورس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت عبداللہ عدنان کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے سونیا کی باتیں سننے لگا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ عدنان کس عورت کے ساتھ ہے اور کہاں جارہا ہے؟

سونیا نے پوچھا "بیٹے! تم نے میرے سوالوں کے جواب نہیں دیے۔ تم کون ہو؟ تمہارے والدین کہاں ہیں؟ تم تنہا کہاں بھٹک رہے ہو؟"

وہ بولا "میرا نام عدنان ہے۔ اس وقت اپنے والدین کا نام بھول رہا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ تنہا کیوں ہوں؟"

وہ بولی "معلوم ہوتا ہے' میری طرح تمہاری یادداشت بھی گم ہوگئی ہے۔ تم بھی میری طرح اپنوں کی تلاش میں بھٹک رہے ہو۔"

سونیا کی اس بات نے عبداللہ کو چونکا دیا۔ اس نے سوچا "اس خاتون کی یادداشت گم ہوگئی ہے۔ یہ ہماری مادام سونیا تو نہیں ہیں؟ عدنان نے اپنے بابا پورس سے کہا تھا کہ وہ ایک بھٹکنے والی خاتون کو اس کے گھر تک پہنچانے جارہا ہے اور اس وقت وہ ایسی ہی ایک خاتون کے ساتھ ہے۔ کیا یہ عدنان کی دادی جان ہیں؟"

عبداللہ نے پورس کے پاس آکر کہا "سر! عدنان بابا ایک ایسی خاتون کے ساتھ ہیں' جو اپنے ماضی اور اپنے آپ کو بھول چکی ہیں۔ میرا دل کہتا ہے کہ وہ آپ کی والدہ ہیں۔ اس وقت وہ دونوں ایک وین میں وال اسٹریٹ سے گزر رہے ہیں۔ ان کا رخ نیویارک اسٹاک ایکسچینج کی طرف ہے۔ آپ ادھر آئیں۔ میں آپ کو گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

پورس فوراً ہی اپنے کمرے سے نکل کر ہوٹل کے باہر جانے لگا۔ بیٹے نے باپ کو تھکا مارا تھا۔ پورس مایوس ہوکر سوچتا تھا کہ واقعی وہ ایک غیر معمولی بچہ ہے۔ اس کے پیچھے بھاگنے سے وہ ہاتھ نہیں آئے گا۔ اپنی مرضی سے سامنے چلا آئے گا۔ اس وقت وہ مایوس ہونے کے باوجود جارہا تھا کہ اس کے ذریعے وہ اپنی مما (سونیا) تک پہنچ سکتا تھا۔

عبداللہ پھر عدنان کے اندر پہنچ گیا تھا۔ سونیا کہہ رہی تھی۔ "میں اب تک اپنوں کو تلاش نہ کرسکی لیکن میں تمہارے اپنوں تک تمہیں ضرور پہنچاؤں گی۔ تب تک تم میرے ساتھ رہو گے۔ میں تمہیں تنہا بھٹکنے نہیں دوں گی۔"

عدنان نے کہا "تم مجھے کہیں نہیں پہنچاؤ گی۔ میں تمہارے گھر تک تمہیں پہنچانے والا ہوں۔"

اس نے تعجب سے پوچھا "کیا تم جانتے ہو' میرا گھر کہاں ہے؟ جبکہ پہلی بار مجھ سے مل رہے ہو۔"

عبداللہ نے عدنان سے کہا "بیٹے! خاتون سے کہو۔ ہم انہیں جانتے ہیں۔ وہ کہیں گاڑی روک کر انتظار کریں۔ ہم ابھی ان سے ملیں گے اور انہیں ان کے اپنوں تک پہنچا دیں گے۔"

عدنان نے سونیا سے کہا "یہ میرے دماغ میں بول رہا ہے کہ کہیں گاڑی روک کر ہم اس کا انتظار کریں۔"

"اسے بولنے دو۔ یہ دشمن ہے۔ تم اپنی بات کرو۔ مجھے میرے اپنوں تک کیسے پہنچاؤ گے؟"

"میں نہیں جانتا۔ میرے دماغ میں جو بات آتی ہے۔ میں اسی کے مطابق بولتا ہوں اور کرتا ہوں۔"

"کیا تمہارے دماغ میں یہ بات پیدا ہو رہی ہے کہ تم مجھے میری منزل تک پہنچاؤ گے یا دشمن تمہارے اندر بول رہا ہے؟"

"میں نہیں جانتا' کون کیا بول رہا ہے۔ مجھے جو کرنا ہے' میں کرتا رہتا ہوں۔"

عبداللہ نے سونیا کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ وہ سانس روک کر بولی "یہ شیطان ہمارے پیچھے پڑ گیا ہے۔ جانتا ہے کہ میرے دماغ میں نہیں آسکے گا پھر بھی آرہا ہے۔"

عبداللہ نے پریشان ہو کر کہا "عدنان بابا! یہ تمہاری دادی جان سونیا ہیں۔ ہم ان کے فرماں بردار ہیں۔ انہیں گاڑی روکنے کا کہو۔ ہم آرہے ہیں۔"

سینڈی گرے خاموش تھا۔ عبداللہ کی اس بات نے اسے چونکا دیا کہ وہ سونیا ہے' عدنان کی دادی یعنی فرہاد علی تیمور کی وائف ہے۔ اس نے سوچا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں اب تک انجانے میں فرہاد علی تیمور کی فیملی سے ٹکراتا رہا ہوں۔ پہلے یہ عدنان ٹکرایا' پھر پورس اور اب سونیا۔ میں دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے مخالفین کو عبرت ناک انجام تک پہنچتے دیکھ چکا ہوں۔ میری بہتری اسی میں ہے کہ میں ان دادی اور پوتے سے دور ہوجاؤں لیکن پہلے دیکھ تو لوں کہ یہ دونوں کہاں جارہے ہیں۔"

اب وہ توبہ کررہا تھا کہ سونیا اور عدنان کے خلاف کچھ نہیں کرے گا۔ بڑی خاموشی سے ان کی مصروفیات پر نظر رکھے گا۔ تاکہ وہ پھر کبھی دھوکے میں اس سے ٹکرا نہ جائے۔ ادھر عبداللہ پورس سے کہہ رہا تھا "میڈم مجھے دشمن سمجھ کر اپنے اندر آنے دے رہی ہیں اور نہ ہی کہیں گاڑی روک رہی ہیں۔ اب آپ تیزی مین ہٹن کے بیٹری پارک کی طرف آئیں۔ وہ دونوں اسی سمت جارہے ہیں۔ میں عدنان بابا کے پاس جارہا ہوں۔"

سونیا نے عدنان سے پوچھا "کیا تمہیں نیند آرہی ہے۔"

"میں بے وقت نہیں سوتا۔"

"سونا نہ چاہو تو کم از کم آنکھیں بند کرلو۔ اب میں راستہ بدلنے والی ہوں۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ دشمن ہمیں دیکھتا رہے۔"

عدنان نے آرام سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔ عبداللہ اور سینڈی اب یہ نہیں دیکھ سکتے تھے کہ وہ کہاں جارہے ہیں اور کتنی بار راستے بدلتے جارہے ہیں؟ سونیا نے کہا "بیٹے! شاید ہم دونوں کے مقدر میں بھٹکنا لکھا ہے۔ جب تک ہم بھٹکتے رہیں گے' ایک دوسرے کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ میں تمہارے ماں باپ کا سراغ لگانے کی کوشش کروں گی۔"

"میں جہاں جاؤں گا کیا تم بھی وہاں جاؤ گی۔"

"ہاں۔ جہاں تم جاؤ گے' وہاں میں جاؤں گی۔ جہاں میں جاؤں گی۔' وہاں تم ساتھ چلو گے۔"

"میں ابھی گرین وچ ویج جاؤں گا۔"

"گرین وچ میں کس جگہ جاؤ گے؟"

"واشنگٹن اسکوائر کی ففتھ اسٹریٹ میں جانا ہے۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیا تم نیویارک کے تمام علاقوں کو جانتے ہو؟"

"میں نہیں جانتا۔ تم مجھے وہاں پہنچادو۔"

"کیا وہاں تمہارے اپنے ہیں؟"

"اپنا کوئی نہیں ہے۔ وہاں ففتھ اسٹریٹ کے بنگلو نمبر فائیو۔ بی میں ایک شخص بیٹھا ہوا ہے۔ میں اس کے روبرو جاؤں گا۔"

یہ سنتے ہی سینڈی گرے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ کیونکہ وہی ففتھ اسٹریٹ کے بنگلو نمبر فائیو۔ بی میں تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ وہ خوف کے مارے اپنے ایک بیگ میں ضروری سامان اور کرنسی وغیرہ رکھتے ہوئے بڑبڑانے لگا "ارے! اس شیطان کے بچے کو کیسے معلوم ہوگیا کہ میں یہاں ہوں۔ یہ کم بخت میرے کیسینو میں بھی گھس آیا تھا۔ وہاں سے لاکھوں ڈالرز لے کر چلا گیا تھا۔ میرے ماتحتوں نے اسے روکنا چاہا اور وہ سب بے موت مارے گئے۔"

وہ اپنا بیگ اٹھا کر دوڑتا ہوا بنگلے سے باہر چلا گیا۔ اس کا خیال تھا' اتنی بڑی دنیا میں موت سے بچنے کی کوئی تو جگہ ہوگی۔

○☆○

سیاست میں کوئی کسی کا نہیں ہوتا۔ کل جو دوست ہوتے ہیں' وہ آج دشمن بن جاتے ہیں۔ امریکا اور بھارت میں بڑی دوستی ہے۔ سیاسی دوست فائدہ پہنچانے والے کو کبھی ضرورت کے وقت نقصان بھی پہنچاتے ہیں۔ بھارت نے مجھے اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے دیس سے بھگانے کے لیے امریکا سے امداد طلب کی تھی۔ وہاں سے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے آئے تھے۔ ان میں سے ایک بوبی برٹن کو ہم نے ٹیلی پیتھی سے محروم کردیا تھا۔ دوسرا خیال خوانی کرنے والا ویٹو مارکس ہماری گرفت میں تھا لیکن ہم نے اسے ڈھیل دے رکھی تھی۔

ویٹو مارکس نے کلپنا کی محبت میں گرفتار ہوکر بھارتی اکابرین سے دشمنی مول لی تھی۔ انڈیا کی ٹاپ سیکرٹ سروس کے افسران نے بڑی رازداری سے ویٹو مارکس کو قیدی بنایا پھر تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول بنالیا تھا۔

اس طرح انہیں یہ فخر حاصل ہوگیا کہ ان کے دیس میں ان کا اپنا ایک وفادار خیال خوانی کرنے والا ہے دنیا کا سب سے خطرناک ہتھیار ان کے پاس بھی ہے۔ جس امریکا نے ان کی مدد کی تھی۔ اسی کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو انہوں نے بڑی سیاسی مکاری سے چرالیا تھا اور دکھاوے کے لیے یہ الزام دے رہے تھے کہ وہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے

دیس کی ایک شریف زادی کو بھگا کر لے گیا ہے۔ امریکی اکابرین سے کہا جارہا تھا کہ اسے تلاش کرکے ان کی شریف زادی کو واپس لایا جائے۔

امریکی اکابرین اور آرمی کے افسران پریشان تھے کہ ویٹو مارکس کہاں گم ہوگیا ہے؟ ان کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے تلاش کیا اور ناکام رہے۔ کیونکہ تنویمی عمل کے ذریعے ویٹو مارکس کی آواز اور لہجے کو بھی بدل دیا گیا تھا۔ اس کے متعلق یہ رائے قائم کی جارہی تھی کہ وہ مرچکا ہے یا اسے مار ڈالا گیا ہے۔ وہ امریکی' بھارت سے دوستی کرکے اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محروم ہوگئے تھے اور یہ الزام بھی اٹھا رہے تھے کہ ان کے خیال خوانی کرنے والے نے ان کی ایک لڑکی کو اغوا کیا ہے۔ اس کی وجہ سے آرمی میں راجپوت بٹالین باغی ہوگئی تھی۔

انڈین ٹاپ سیکرٹ سروس کے ڈائریکٹر جنرل کا نام رگھو ناتھ سہائے تھا۔ اس نے ویٹو مارکس کو معمول بنا کر سب سے پہلے میرے خلاف کارروائی کی تھی۔ پچھلے باب میں بیان کرچکا ہوں کہ میں نے کس طرح انہیں مات دی تھی۔ ان کا ایک بہت بڑا افسر اپنے سپاہیوں سمیت مارا گیا تھا اور ایک ہیلی کاپٹر تباہ ہوگیا تھا۔ وہ حیران تھے کہ بازی کیسے پلٹ گئی۔ میں زندہ کیسے بچ گیا؟

اب وہ فیصلہ کررہے تھے کہ میری کسی کمزوری سے فائدہ اٹھائیں گے۔ ایک محبت کرنے والا باپ اپنی اولاد کے معاملے میں کمزور ہوتا ہے۔ اولاد پر ذرا سی بھی آنچ آئے تو وہ تڑپ جاتا ہے۔ لہٰذا انہوں نے یہ طے کیا کہ کسی طرح کبریا کو تلاش کیا جائے۔ وہ بھی ہندوستان میں تھا۔ وہ اسے قیدی بنا کر مجھے مجبور اور بے بس کرسکتے تھے۔

میں نے سوچ لیا کہ میں کس طرح جوابی کارروائی کروں گا لیکن اس سے پہلے میں نے ایک اور چال چلی۔ ویٹو مارکس کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ اسے امریکا کے اہم راز چرا کر بھارت سرکار کے پاس پہنچانا چاہئیں۔ اسے تنویمی عمل کے ذریعے بھارت کا وفادار بنایا گیا تھا۔ امریکا سے جو وفاداری تھی' وہ مٹا دی گئی تھی۔ میں نے اس کے اندر تحریک پیدا کی تو اس نے ڈی جی رگھو ناتھ سہائے سے کہا "ہم کبریا کو تلاش کرنے اور اسے ٹریپ کرنے کے دوران میں اور کوئی دوسرا اہم کام بھی کرسکتے ہیں۔ امریکی آرمی ہیڈ کوارٹر کے ریکارڈ روم سے اہم راز چرا کر اتنی بڑے سپر پاور کو اپنے دباؤ میں لاسکتے ہیں۔"

رگھو ناتھ نے کہا "بے شک' تم وہاں کے ریکارڈ روم کے متعلق بہت کچھ جانتے ہو۔ وہاں کے ایک نہیں کئی راز چرا کر لاسکتے ہو۔ تمہیں یہ کام آج ہی کرنا چاہیے۔ بلکہ ابھی کرنا چاہیے۔ کبریا کا سراغ ہم لگاتے رہیں گے۔"

وہ امریکی آرمی ہیڈ کوارٹر کے کتنے ہی افسران کے دماغوں میں پہلے جاچکا تھا۔ اس نے ریکارڈ روم کے ایک انچارج افسر کے خیالات پڑھے۔ اس وقت وہ اپنے آفس میں تنہا بیٹھا ایک فائل کا مطالعہ کررہا تھا۔ ویٹو مارکس نے میری مرضی کے مطابق اسے ایسے ڈسک کی اسٹڈی کرنے پر مجبور کیا۔ جن میں اسرائیل کو اپنے دباؤ میں رکھنے کے لیے امریکی پالیسیاں تھیں۔

یوں تو امریکا اور اسرائیل کی دوستی بے مثال سمجھی جاتی ہے لیکن درپردہ ان دو ملکوں کے درمیان بھی اختلافات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ امریکی اکابرین اسرائیلی حکمرانوں کو دباؤ میں رکھنے کے لیے خفیہ منصوبے بناتے ہیں۔ ریکارڈ روم کے انچارج افسر نے ایسے منصوبوں کی ایک ڈسک کمپیوٹر کے مانیٹر پر دیکھی پھر ویٹو مارکس کی مرضی کے مطابق بھارتی ٹاپ سیکرٹ سروس کے ڈی جی رگھو ناتھ کے کمپیوٹر پر ای میل کے ذریعے اسے ٹرانسفر کردیا۔

رگھو ناتھ سہائے اس ڈسک کی ایک کاپی حاصل کرکے خوش ہوگیا۔ ویٹو مارکس کے شانے کو تھپک کر بولا "شاباش! تم نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ ہمیں مزید ایٹم بم بنانے کے لیے یورینیم کی ضرورت ہے۔ اب ہم اسرائیل سے یہ ضرورت پوری کریں گے۔"

اس نے اسرائیلی آرمی کے چیف سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "بھارت اور اسرائیل کی دوستی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ ہمارے ایک جاسوس نے امریکی آرمی کے ریکارڈ روم سے ایک اہم راز چرایا ہے۔ اس راز کا تعلق تمہارے ملک سے ہے۔"

"اسرائیلی آرمی چیف کے لیے یہ چونکا دینے والی بات تھی۔ اس نے پوچھا "اس راز کی وضاحت کرو۔"

اس نے کہا "تمہارے حکمرانوں کی لاعلمی میں ایک بڑے اسلامی ملک کو خفیہ امداد دی جارہی ہے۔ جبکہ امریکا اور اسرائیل کی پالیسی یہ ہے کہ کسی بھی اسلامی ملک کو تم سے زیادہ طاقت ور ہونے کا موقع نہیں دیا جائے۔ انہیں ہمیشہ اسرائیل سے کم تر بنا کر رکھا جائے۔"

"کیا اس خفیہ امریکی امداد کا ثبوت تمہارے پاس ہے؟"

"بے شک ہے۔ اس کا ثبوت کمپیوٹر ڈسک پر ہے۔ اگر تمہارے حکمران ہماری تھوڑی سی مدد کریں تو ہم یہ ڈسک ای میل کے ذریعے پہنچا سکتے ہیں۔"

"تم کیسی امداد چاہتے ہو۔"

"ہمیں محدود مقدار میں یورینیم کی ضرورت ہے۔"

"میں ابھی اپنے اکابرین سے بات کرتا ہوں۔ ایک گھنٹے بعد تم سے رابطہ کروں گا۔"

رگھو ناتھ سہائے نے اس سے رابطہ ختم کیا۔ ویٹو مارکس نے کہا "آپ نے ان سے کہا ہے کہ آپ کے ایک جاسوس نے یہ ڈسک آرمی کے ریکارڈ روم سے چرائی ہے۔ جبکہ یہ ناممکن ہے۔ صرف ٹیلی پیتھی جاننے والے ہی ایسے راز چرا سکتے ہیں۔"

رگھو ناتھ نے کہا "ہاں۔ اسرائیلی اکابرین یہ تسلیم نہیں کریں گے۔ میں کہہ دوں گا کہ ہم نے جس طرح بھی یہ راز حاصل کیا ہے۔ اسے ہم کسی پر ظاہر نہیں کریں گے۔"

"آپ بھول رہے ہیں۔ میں نے ریکارڈ روم کے اس انچارج کو غائب دماغ بنا کر یہ راز وہاں سے ٹرانسفر کرایا ہے۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہونے کے بعد ضرور سمجھ گیا ہوگا کہ کسی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا اور وہ کوئی راز چرا کر لے گیا ہے۔ اس وقت آرمی ہیڈ کوارٹر میں ہلچل پیدا ہوگئی ہوگی۔ وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے معلوم کرنے کی کوششیں کررہے ہوں گے کہ ایسا کس نے کیا ہے؟"

"تم ابھی جاکر معلوم کرو کہ وہ لوگ اس سلسلے میں کیا کررہے ہیں؟"

وہ ریکارڈ روم کے انچارج کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس چور کا سراغ لگانے کی کوششیں کررہے ہیں اور یہ شبہ ظاہر کررہے ہیں کہ ان کا ایک ہی ازلی دشمن فرہاد علی تیمور ہے۔ وہی ریکارڈ روم سے کوئی اہم راز چرا کر لے گیا ہے۔ ایسی چوری صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوتی ہے اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں وہی ایک دشمن ہے۔

رگھو ناتھ سہائے نے ہنستے ہوئے کہا "بھئی! بڑا مزہ آرہا ہے۔ واقعی شبہ تو اسی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن پر ہونا چاہیے اور یہی ہورہا تھا۔ واردات ہم نے کی الزام فرہاد پر آرہا ہے۔ امریکی اکابرین ہمارے خلاف کبھی نہیں سوچیں گے۔"

اسرائیلی آرمی کے چیف نے رابطہ کرنے کے بعد کہا۔ "ہم مطلوبہ مقدار میں یورینیم پہنچا دیں گے۔ تم اس ڈسک کی معلومات ہمارے ای میل کے ایڈریس میں منتقل کرو۔"

اس خفیہ ڈسک کو اسرائیل کے آرمی چیف کے پاس ٹرانسفر کردیا گیا۔ ان سارے معاملات سے نمٹنے میں دو گھنٹے گزر گئے۔ میں نے اس دوران میں امریکی آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ ریکارڈ روم کے کمپیوٹر کو چیک کرنا چاہیے۔ شاید وہاں سے کوئی معلومات حاصل ہوجائے۔

اس اعلیٰ افسر نے خود ریکارڈ روم میں آکر وہاں کے کمپیوٹر کو آپریٹ کیا۔ پتا چلا ریکارڈ روم کے انچارج نے چار گھنٹے پہلے انڈین آرمی کی سیکرٹ سروس کے ای میل کے ایڈریس پر رابطہ کیا تھا۔ اس نے اس ایڈریس پر کوڈ نمبر زیرو ون ڈسک کی معلومات پہنچائی ہیں۔ یہ معلوم ہوتے ہی امریکی اکابرین پریشان ہوگئے۔ کیونکہ اس ڈسک میں اسرائیل کے خلاف منصوبے تھے۔

ایک اہم سوال پیدا ہوا کہ بھارتی حکمران فرہاد علی تیمور کے جانی دشمن ہیں پھر فرہاد اتنی اہم معلومات انہیں کیوں پہنچائے گا؟ میں نے ان کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ انڈین آرمی کی سیکرٹ سروس والوں نے اپنے ای میل پر وہ معلومات وصول کی ہیں۔ یہ سراسر بھارتی سازش ہے۔

پھر میں نے ان کے اندر...دوسرا خیال پیدا کیا کہ بھارتی سیکرٹ سروس والوں نے ویٹو مارکس کو کسی طرح مجبور اور بے بس بنا کر اس کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے وہ راز چرائے ہیں۔ یہ بھارتی حکمران دوستی کی آڑ میں دشمنی کررہے ہیں۔

ادھر اسرائیلی حکام نے امریکی اکابرین سے کہا "ہماری لاعلمی میں دو بڑے اسلامی ملکوں کو خفیہ امداد دی جارہی ہے۔ ان سب کی رپورٹ ہمارے پاس پہنچ گئی ہے تمہاری وہ کوڈ نمبر زیرو ون ڈسک ہمارے پاس ہے۔"

امریکی اکابرین نے کہا "ہمارے درمیان اختلافات ہوتے ہیں۔ ہم تمہاری شکایات کا جواب بعد میں دیں گے اور تمہیں مطمئن کردیں گے۔ تم اتنا بتادو' کوڈ نمبر زیرو ون ڈسک کس نے تمہارے پاس پہنچائی ہے؟"

"ہمارے ذرائع وسیع ہیں۔ ہم اپنے خفیہ معاملات اپنے ہی پیٹ میں رکھتے ہیں۔ کسی کو نہیں بتاتے۔"

"نہ بتاؤ۔ ہمیں معلوم ہوچکا ہے۔ انڈین سیکرٹ سروس والوں سے تمہارا لین دین ہوچکا ہے۔ ہم ابھی ان سے نمٹ رہے ہیں۔ بعد میں تمہاری شکایات دور کریں گے۔ تمہیں ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ ہم تمہیں خوش کردیں گے۔"

میں نے ایسی چال چلی تھی کہ اب بھارت اور امریکا کے درمیان اختلافات شروع ہونے والے تھے۔ امریکی اکابرین

نے کہا کہ انڈین سیکرٹ سروس والوں نے ان کے اہم راز چرائے ہیں اور وہ تمام راز اسرائیلی حکمرانوں کے حوالے کرچکے ہیں۔ کمپیوٹر کے ذریعے ان کی چوری پکڑی گئی ہے۔

سیکرٹ سروس کا ڈی جی اس حقیقت سے انکار نہ کرسکا۔ اس نے کہا ”ہاں۔ ہم نے انتقاماً ایسا کیا ہے۔ تمہارا ٹیلی پیتھی جاننے والا ویٹو مارکس ہمارے دیس کی ایک شریف لڑکی کو بھگا کر لے گیا ہے۔ اس کی وجہ سے ہماری آرمی کی راجپوت بٹالین باغی ہوگئی تھی۔ ویٹو مارکس ہماری لڑکی کو لے کر تمہارے پاس پہنچا ہے۔ تم نے اسے چھپا رکھا ہے۔ اسے سزا دیتے ہو اور نہ ہماری لڑکی واپس کرتے ہو۔ ہمیں الزام دینے سے پہلے جواب دو کہ ہم سے دشمنی کیوں کررہے ہو؟“

امریکی آرمی کے اعلیٰ افسر نے کہا ”ویٹو مارکس کو تم لوگوں نے چھپا رکھا ہے اور الٹا ہمیں الزام دے رہے ہو۔ ہمارے ریکارڈ روم سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی چوری کرسکتا ہے اور وہ خیال خوانی کرنے والا ویٹو مارکس ہے‘ جسے تم لوگوں نے کسی طرح مجبور اور بے بس بنا دیا ہے۔ وہ امریکی ہو کر امریکا کے خلاف کام کرنے پر مجبور ہوگیا ہے۔“

وہ دونوں ایک دوسرے کو الزام دے رہے تھے۔ امریکی افسر نے کہا ”ایک تو تم نے ہمارے ویٹو مارکس کو قیدی بنالیا ہے۔ دوسرا یہ کہ اس کے ذریعے ہمارے اہم راز چرا رہے ہو۔ تمہاری دوستی ہمیں مہنگی پڑ رہی ہے۔ اگر ویٹو مارکس کو ہم نے چھپایا ہے اور وہ تمہارے پاس نہیں ہے تو دوسرے کس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہمارے راز چرائے ہیں؟“

رگھو ناتھ سہائے نے کہا ”ہمارے پاس ہمارا اپنا ایک وفادار ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ موجودہ دور کا یہ سب سے خطرناک ہتھیار اب ہمارے دیس میں بھی ہے۔“

”کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تمہارے ہندوستان میں بھی کوئی ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہوگیا ہے؟“

”بے شک۔ ہمارا ایک ہندوستانی ہیرو بہت ہی ذہین اور تیز طرار ہے۔ جلد ہی پوری دنیا میں اپنی خیال خوانی کا سکہ جمائے گا۔ فرہاد علی تیمور ٹیلی پیتھی کا ناقابلِ شکست کھلاڑی سمجھا جاتا ہے۔ ہمارا ہیرو جلد ہی اسے رن آؤٹ کرنے والا ہے۔“

امریکی اکابرین میں سے ایک نے کہا ”سمجھ میں نہیں آتا‘ یہ جو لطیفہ تم سنا رہے ہو‘ اس پر ہنسنا چاہیے یا رونا چاہیے۔“

ایک امریکی حاکم نے کہا ”خوب ڈراما پلے کررہے ہو۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا معمول بنا کر اسے ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیرو کی حیثیت سے پیش کررہے ہو۔ تم ہمارے امریکی کو ہندوستانی ہیرو بنانے میں بڑی جلدی کررہے ہو۔“

”تمہیں یقین نہیں آئے گا‘ نہ آئے۔ ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا ہمارے ہیرو کو دنیا والے جلد ہی تسلیم کریں گے۔“

”تم کتنے سچے ہو‘ یہ ابھی معلوم ہوجائے گا۔ اسے کہو ہمارے دماغوں میں آکر بولے۔ ہم اس کے لہجے سے پہچان لیں گے کہ وہ ہندوستانی ہے یا امریکی؟ اگر وہ امریکی ہوگا تو تمہاری مکاری کھل کر سامنے آجائے گی۔ چلو۔ اس سے کہو‘ ہم سے باتیں کرے۔“

اسے رگھو ناتھ کے عامل نے تنویمی عمل کے ذریعے زیر کیا تھا۔ اسے ہندی زبان بھی سکھائی جارہی تھی لیکن اپنی زبان سکھانے اور ہندوستانی لہجہ ذہن پر نقش کرنے کے لیے دوسری بار تنویمی عمل کرنا ضروری تھا اور دوسری بار عمل کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ ویٹو مارکس کو دوسرے معاملات میں مصروف رکھا جارہا تھا۔ فی الحال وہ ہندی بول سکتا تھا لیکن لہجہ ہندوستانی نہیں تھا۔

رگھو ناتھ سہائے نے کہا ”ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے یہ طے کیا ہے کہ وہ کبھی خود کو ظاہر نہیں کرے گا۔ کسی کو پتا نہیں چلنے دے گا کہ وہ کب کسی کے دماغ میں آتا ہے اور اس کے چور خیالات پڑھ کر چلا جاتا ہے۔ سوری‘ وہ تمہارے پاس نہیں آئے گا۔“

”کوئی بات نہیں‘ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے اس کے بل سے نکال لائیں گے۔“

دوسرے حاکم نے کہا ”تم نے ہمارے ریکارڈ روم سے اہم رازوں کو چرانے کی جرأت کی ہے۔ اب دیکھو گے کہ تمہارے اہم راز کس طرح چرائے جاتے ہیں۔ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہندوستان میں ہیں۔ ہم انہیں تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے تک پہنچائیں گے۔“

ویٹو مارکس نے میری مرضی کے مطابق رگھو ناتھ سے کہا ”میں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ ہماری چوری پکڑی جائے گی اور امریکا ہمارا دشمن بن جائے گا۔ اب ہم سیاسی طور پر چاروں طرف سے گھیرے جائیں گے۔“

رگھو ناتھ سوچ میں پڑ گیا کہ فرہاد پہلے ہی ہمارے دیس میں موجود ہے۔ آئندہ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی یلغار ہوگی۔ یہ ویٹو مارکس تنہا ان کا مقابلہ نہیں کرسکے گا۔ ابھی کل ہی فرہاد نے ہمیں بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ نقصان اٹھانے

کی وجہ یہ ہے کہ ٹیلی پیتھی کے حوالے سے فرہاد کا طریقہ کار ویٹومارکس کی سمجھ میں نہیں آتا ہے۔"

ویٹومارکس نے کہا "میں اپنے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو خوب پہچانتا ہوں۔ ان سے نمٹ لوں گا لیکن فرہاد میرے لیے پہاڑ ہے۔ اس پہاڑ کو جھکانے کے لیے اس کے بیٹے کو ٹریپ کرنا بہت ضروری ہے۔ تم اس سلسلے میں کیا کر رہے ہو؟"

"ہمارے جاسوس اسے ہر شہر میں تلاش کر رہے ہیں۔ وہ کسی چھوٹے شہر یا گاؤں میں رہے گا تو ایک اجنبی کی حیثیت سے فوراً نظروں میں آجائے گا۔ اس لیے وہ بڑے شہروں میں لوگوں کے ہجوم میں رہتا ہوگا۔ ہم جلد ہی اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔"

دو ہفتے پہلے بھارت نے امریکا سے چار سپر سونک طیارے خریدے تھے۔ وہ انڈین آرمی کے ائربیس میں تھے۔ کبریا مختلف آرمی کے افسران کے دماغوں میں پہنچتا رہا۔ اس نے ایک افسر کو غائب دماغ بنا کر ان دو طیاروں میں بم رکھوا دیے پھر فون کے ذریعے رگھوناتھ سہائے سے کہا "ہم امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں پہنچ گئے ہیں۔ اپنے ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیرو سے کہو، ہمیں روک سکتا ہے تو روکے۔ ہم انتقامی کارروائی کا پہلا نمونہ دکھا رہے ہیں۔ تم ابھی ایک دل ہلا دینے والی خبر سنو گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "تم کون ہو؟ کیا کرنا چاہتے ہو؟ پہلے ہم سے کھل کر باتیں کرو۔"

کبریا فون بند کر کے اپنے آلہ کار افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے کبریا کی مرضی کے مطابق دونوں طیاروں میں رکھے ہوئے ٹائم بموں کی ٹائمنگ سیٹ کی پھر وہاں سے دور اپنے دفتر میں چلا آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی دو زبردست دھماکے ہوئے۔ دو طیاروں کے پرخچے اڑ گئے۔ اس ائربیس میں بھگدڑ مچ گئی۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اچانک دھماکے کیسے ہو رہے ہیں۔

رگھوناتھ کی سمجھ میں آگیا۔ اس نے امریکی اکابرین سے شکایت کی "تمہارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہمارے دو سپر سونک طیاروں کو تباہ کیا ہے اور ائربیس کو نقصان پہنچایا ہے۔ ہم ایسی انتقامی کارروائی برداشت نہیں کریں گے۔"

"برداشت نہیں کرو گے تو ہمارا کیا بگاڑ لو گے۔ ویسے ہم نے انتقامی کارروائی شروع نہیں کی ہے۔ ہم ابھی معلوم کریں گے کہ ہمارے کس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ایسا کیا ہے۔ ویسے یقین کر لو۔ تمہارے دن کا چین اور راتوں کی نیندیں غارت ہو چکی ہیں۔"

رگھوناتھ نے پریشان ہو کر کہا "ہم نے تمہارے ریکارڈ روم سے ایک راز چرایا۔ ہم سے غلطی ہو گئی۔ پچھلے روز فرہاد نے ہمارے ایک ہیلی کاپٹر کو تباہ کیا تھا اور ایک اہم افسر کو مار ڈالا تھا۔ ہم بہت زیادہ نقصان برداشت نہیں کر سکیں گے۔ ہم سے جو غلطی ہوئی۔ اس کی سزا ہمیں دے چکے ہو۔ اس معاملے کو اب یہیں ختم کرو۔ ہم پہلے کی طرح دوست بن کر رہ سکتے ہیں۔"

"دوبارہ دوستی اتنی آسانی سے نہیں ہوگی۔ پہلے تو جرمانے کے طور پر دس کروڑ ڈالرز ادا کرو اور اس سے پہلے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ویٹومارکس کو رہا کر کے یہاں واپس بھیج دو ابھی ویٹومارکس سے ہمارا رابطہ کراؤ۔"

"ہم نے ویٹومارکس کو قیدی نہیں بنایا ہے۔ پلیز ہم پر شبہ نہ کرو۔ وہ ہماری لڑکی کو لے کر انڈیا سے جا چکا ہے۔"

"کیا تم اب بھی اس بات پر قائم ہو کہ تمہارے دیس میں ایک ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے؟"

"یہ سچ ہے۔ ہمارا ایک ہندوستانی ٹیلی پیتھی جانتا ہے لیکن وہ کسی کے دماغ میں جا کر بولتا نہیں ہے۔"

"کیوں احمقانہ باتیں کرتے ہو؟ وہ بولتا کیوں نہیں ہے؟ کیا وہ گونگا ہے؟"

"تم یقین نہیں کرو گے۔ اسے جھوٹ سمجھو گے۔ جبکہ وہ سچ مچ گونگا ہے۔ وہ سن سکتا ہے لیکن بول نہیں سکتا۔"

"تعجب ہے۔ ایک گونگا یہ علم جانتا ہے مگر کیسے جانتا ہے؟ اس نے یہ علم کیسے سیکھ لیا؟"

"اس نے ہمیں لکھ کر بتایا ہے کہ دن رات محنت کرتے کرتے برسوں کے بعد یہ علم حاصل کیا ہے؟"

ایسے وقت انٹرکام کا بزر سنائی دیا۔ رگھوناتھ نے اس کا بٹن دبایا۔ اس کی سیکریٹری نے کہا "سر! آپ کے لیے فون کال ہے۔"

وہ بولا "میں ضروری باتیں کر رہا ہوں۔ میں نے کہا تھا' مجھے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔"

وہ بولی "سوری سر! کال بہت اہم ہے۔ آپ اسے ضرور اٹینڈ کریں۔ دوسری طرف سے ضد کی جا رہی ہے۔"

اس نے امریکی اکابرین سے کہا "ایکسکیوزمی۔ میں ایک ضروری کال اٹینڈ کرنے کے بعد رابطہ کروں گا۔"

اس نے ادھر سے رابطہ ختم کیا پھر دوسرے فون کا ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو۔ کیا بات ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "سر! میں پلس تھری بول رہا ہوں۔ ہم نے فرہاد کے بیٹے کبریا کو قابو میں کر لیا ہے۔"

وہ حیرت سے اور مسرت سے بولا "کیا سچ کہہ رہے ہو؟ کیا وہ تمہارے شکنجے میں ہے؟"

"یس سر! اس سے پہلے کہ وہ خیال خوانی کرتا اور ہمارے اندر آتا۔ ہم نے اسے گولی مار کر زخمی کر دیا ہے۔"

وہ مضطرب ہو کر بولا "اس وقت تم کہاں ہو؟ اسے ابھی طبی امداد نہ دینا۔ سیدھے یہاں لے آؤ۔"

ایک گھنٹے کے اندر اس بے چارے کبریا کو زخمی حالت میں وہاں لایا گیا۔ اس سیکرٹ سروس کی خفیہ کوٹھی کے تہ خانے میں اسے پہنچا کر اس کی مرہم پٹی کی جانے لگی۔ ویٹومارکس نے اس زخمی کے اندر جا کر اس کے چور خیالات پڑھے۔ یہ یقین ہوا کہ وہ واقعی کبریا ہے اور فرہاد علی تیمور اپنے بیٹے کی گرفتاری سے بے خبر ہے۔ بیٹا زخمی ہونے کے باعث خیال خوانی نہیں کر سکتا ہے۔ اس لیے باپ سے رابطہ نہیں کر پا رہا ہے۔

سیکرٹ سروس کے جاسوس پلس تھری نے کہا "یہ ایک بی کلاس ہوٹل کے کمرے میں رہتا تھا۔ مجھے شبہ ہوا۔ ایک تو یہ اپنے رکھ رکھاؤ سے کوئی رئیس زادہ لگ رہا تھا پھر میں نے ہوٹل کے باہر ایک گارڈن میں اسے کئی گھنٹے تک خاموش بیٹھے دیکھا۔ یہ شبہ ہوا کہ خیال خوانی کر رہا ہے۔ اس کے چہرے سے ظاہر ہوتا تھا کہ یہ اپنے اندر کسی کی باتیں سن رہا ہے۔"

رگھوناتھ سہائے نے پوچھا "تم نے اسی وقت مجھے اطلاع کیوں نہیں دی؟"

"میں پوری طرح مطمئن ہونا چاہتا تھا۔ یہ نہیں چاہتا تھا کہ اسے چاروں طرف سے گھیر کر گرفتار کیا جائے۔ یہ ہوشیار ہو کر فرار ہو سکتا تھا۔ اچھی طرح یقین کرنے کے بعد میں نے اسے گولی مار کر زخمی کیا پھر آپ کو اطلاع دی۔"

رگھوناتھ سہائے نے ویٹومارکس سے پوچھا "تم بھی اس کے خیالات پڑھ کر مطمئن ہو رہے ہو لیکن ہر پہلو سے غور کرو۔ فرہاد کی یہ کوئی چال ہو سکتی ہے۔ وہ بیٹے کی جگہ کسی ڈمی کبریا کو یہاں بھیج سکتا ہے۔"

"اس کے خیالات بتا رہے ہیں کہ اس نے ہمارے دیس میں چھپ کر رہنے کے لیے ماتنتر پلاسٹک سرجری کرائی ہے۔"

"کسی ڈمی کے چہرے پر بھی سرجری کرائی جا سکتی ہے۔ یہ معلوم کرو کیا اسے معمول بنایا گیا ہے؟"

"میں ہر پہلو سے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ فرہاد نے یا کسی نے بھی اس پر تنویمی عمل نہیں کیا ہے۔"

"تم مجھے پوری طرح مطمئن کرو۔ میرے سامنے اس پر تنویمی عمل کرو۔ اگر پہلے عمل کیا گیا ہے تو اس عمل کو مٹاؤ۔ اسے اپنا معمول بناؤ۔ تمہارا معمول بننے کے بعد اس کے خیالات تم سے جھوٹ نہیں بولیں گے۔"

اس کبریا کو ایک بیڈ پر لیٹنے کا حکم دیا گیا۔ ویٹومارکس نے کہا "چاروں شانے چت ہو جاؤ اور اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو۔ میرے ہر حکم کی تعمیل کرتے رہو۔ آنکھیں بند کر لو۔ اب میں تمہارے اندر بول رہا ہوں اور تمہاری آنکھیں بند ہو رہی ہیں۔"

وہ اس پر عمل کرنے لگا۔ میں خاموشی سے تماشا دیکھ رہا تھا۔ میری موجودگی سے اس کبریا کا دماغ اس کے عمل سے متاثر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق ویٹومارکس کے سوالوں کے جواب دے رہا تھا اور یہ تاثر دے رہا تھا کہ وہ اس کا معمول بن چکا ہے۔ ویٹومارکس نے پوچھا "تم میرے معمول ہو تو جواب دو۔ فرہاد ابھی کہاں ہے؟"

معمول کبریا نے جواب دیا "پاپا اپنی جگہ بدلتے رہتے ہیں۔ انہوں نے کہا تھا' وہ آج شام کو مجھ سے کہیں ملیں گے۔ ملاقات سے پندرہ منٹ پہلے بتائیں گے کہ وہ پندرہ منٹ کے بعد کہاں مل سکتے ہیں۔ وہ ہم سے اکثر اسی طرح ملا کرتے ہیں۔"

"ابھی دوپہر ہے۔ میں شام سے پہلے ہی تمہارے باپ کو اطلاع دوں گا کہ تم ہماری قید میں ہو۔ وہ یقین کرنے کے لیے تمہارے اندر آئے گا۔ تم اس کے صرف چند سوالوں کے جواب دو گے۔ اس کی خیال خوانی سے متاثر نہیں ہو گے۔ سانس روک کر بھگا دو گے۔"

اس نے معمول کی حیثیت سے جواب دیا کہ اس کے ان تمام احکامات کی تعمیل کرے گا اور ویٹومارکس کی اجازت کے بغیر اپنے پاپا کو اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گا۔

ویٹومارکس اتنے مستحکم طریقوں سے تنویمی عمل کر رہا تھا کہ رگھوناتھ سہائے مطمئن ہو گیا۔ معمول کبریا کو دو گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ وہ بہت خوش تھے۔ ان کے منصوبے کے مطابق میرا بیٹا ان کے شکنجے میں آگیا تھا۔ اب وہ مجھے اپنے سامنے جھکنے اور اپنی باتیں ماننے پر مجبور کر سکتے تھے۔ وہ اپنی دانست میں میری بہت بڑی کمزوری سے کھیل رہے تھے۔

رگھوناتھ نے ویٹومارکس سے کہا "یہ دو گھنٹے بعد بیدار

ہوگا۔ اس کے بعد تم فرہاد کو اس کی گرفتاری کی اطلاع دو گے۔ اس ایک بات پر ہر پہلو سے غور کرو کہ وہ بیٹے کے دماغ میں آکر کیسی کیسی چالیں چل کر اسے رہا کرا سکتا ہے؟"

"وہ جب تک میرے تنویمی عمل کو نہیں توڑے گا۔ تب تک کبریا اس کی خیال خوانی کے فریب میں نہیں آئے گا۔ کبریا اسے صرف ایک منٹ کے لیے دماغ میں آنے کی اجازت دے گا پھر سانس روک کر اسے بھگا دے گا۔"

"فرہاد کے لیے ایک منٹ بھی بہت ہوگا۔ پتا نہیں وہ اتنی سی دیر میں کیا کر گزرے گا۔"

"اس وقت کبریا کے دماغ پر میرا قبضہ ہوگا۔ فرہاد اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کرکے میرے تنویمی عمل کا توڑ نہیں کر سکے گا۔"

وہ ہر پہلو سے غور کر رہے تھے۔ ان کے اندر خوف سمایا ہوا تھا کہ میں ایسی چال چل سکتا' جو ابھی ان کی سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ پہاڑی کے غار میں یہی ہوا تھا۔ میں انہیں زخموں سے چور دکھائی دے رہا تھا۔ مجھے گرفتار کرنے کے لیے ان کے آدمی وہاں گئے تھے اور سب کے سب مارے گئے تھے۔ ان کا ہیلی کاپٹر بھی تباہ ہوگیا تھا۔ میں وہاں سے کیسے بچ نکلا تھا یہ ان کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

وہ سوچ رہے تھے' اب کوئی ایسی چال میں چل سکتا ہوں' جو بعد میں بھی ان کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔

سیکریٹری نے انٹر کام کے ذریعے رگھوناتھ سے کہا "سر! آپ کی شریمتی جی کا فون ہے۔"

وہ ریسیور اٹھا کر بولا "ہیلو۔ میں اس وقت بہت مصروف ہوں۔ تھوڑی دیر بعد کال بیک کروں گا۔"

بیوی نے کہا "پہلے میری بات سن لیں۔ ہمارا بیٹا کل رات شملہ گیا تھا۔ اس نے کہا تھا۔ وہاں پہنچتے ہی اطلاع دے گا لیکن اب تک اس کی کوئی خبر نہیں ہے۔ میں صبح سے اب تک ہر ایک گھنٹے بعد فون کر رہی ہوں لیکن اس کا موبائل بند ہے۔"

وہ بولا "کیا مصیبت ہے۔ وہ بائیس برس کا جوان ہے۔ اسے کچھ تو عقل سے کام لینا چاہیے۔ کیا وہ فون نہیں کر سکتا ہے؟"

"یہی سوچ کر دل گھبرا رہا ہے کہ وہ فون کیوں نہیں کر رہا ہے۔ وہ ایسا بھی لاپروا نہیں ہے کہ ماں کو بھول جائے۔"

"کیا تم چاہتی ہو' میں ضروری کام چھوڑ کر شملہ جاؤں اور اسے تلاش کرتا رہوں۔"

"آپ اپنے جاسوسوں اور سپاہیوں کو حکم دے سکتے ہیں۔ وہ اسے ڈھونڈیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی شملہ پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو اسے تلاش کرنے کا حکم دے رہا ہوں۔"

اس نے یہی کیا۔ پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو دہلی سے لے کر شملہ تک اپنے بیٹے کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔ ویڈ مارکس نے کہا "آپ اپنے بیٹے کی کوئی تصویر دکھائیں۔ میں اس کی آنکھوں میں جھانک اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔"

اس نے ایک سپاہی کو حکم دیا کہ وہ اس کے بنگلے میں جاکر اس کے بیٹے سومنات سہائے کی ایک بڑی سی تصویر لے آئے۔

وہ سپاہی چلا گیا۔ رگھوناتھ نے پریشان ہوکر کہا "اب میں کبریا اور فرہاد کے معاملے میں پوری توجہ کیسے دوں؟ وہ میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ جب تک اس کی خیریت معلوم نہیں ہوگی۔ میرا دھیان اسی کی طرف لگا رہے گا۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔ وہ خیریت سے ہوگا۔ اس کی تصویر آنے دیں۔ میں پلک جھپکتے ہی اس کے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

وہ اسے تسلیاں دے رہا تھا مگر باپ کا دل مطمئن نہیں ہو رہا تھا۔ ایسے وقت بھی وہ باپ یہ نہیں سوچ رہا تھا کہ میں بھی ایک باپ ہوں اور وہ میرے بیٹے کے ساتھ کیسا سلوک کر رہا ہے؟ سب کو اپنے اپنے لہو کا درد ستاتا ہے۔ پرایا لہو تو جیسے پانی ہوتا ہے۔

○☆○

اعلیٰ بی بی اور فرمان کی دوستی' محبت میں بدلتی جا رہی تھی۔ فرمان تو پہلی ہی ملاقات میں دل ہار چکا تھا۔ فرمان انتظار کر رہا تھا کہ وہ دل سے اس کی طرف مائل ہوتی رہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ کچھ کچھ مائل ہو رہی تھی۔ اسے آزما رہی تھی اور وہ اسے اچھا لگنے لگا تھا۔

وہ ممبئی میں تھے۔ صبح کی ٹرین سے مدراس کی طرف جانے والے تھے۔ انہوں نے اجنتا اور ایلورا کے تاریخی غاروں کے متعلق بہت کچھ سنا تھا۔ وہ ان غاروں میں جاکر پتھروں پر بنے ہوئے نقش و نگار دیکھنا چاہتے تھے۔ فرمان نے اس سے کہا "ہم ایک طویل عرصے سے ایک ساتھ دن رات گزار رہے ہیں۔"

وہ بولی "رات نہیں' دن گزار رہے ہیں۔"

"ہاں مگر آدھی رات تو جاگتے ہوئے اور گھومتے پھرتے ہوئے گزر جاتی ہے۔ کوئی مسئلہ درپیش ہو تو جدوجہد کے دوران میں ساری رات ایک ساتھ رہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"اس طویل رفاقت کے دوران میں تم نے میرے متعلق کوئی رائے قائم کی ہوگی؟"

"ہاں۔ میں تمہیں دیکھتی پرکھتی آرہی ہوں۔ تم ایک بہت اچھے قابل اعتماد ساتھی ہو۔"

"کیا یہ ساتھی زندگی بھر کا ساتھی نہیں بن سکتا؟"

"اس سلسلے میں میں نے سوچا نہیں ہے۔ ابھی سولہ برس کی ہوں۔ یہ علم حاصل کرنے اور اپنی صلاحیتوں میں پختگی پیدا کرنے کا دور ہوتا ہے۔ بائیس یا پچیس برس تک شادی کے متعلق نہیں سوچنا چاہیے۔"

"میں پچیس کیا پچاس برس تک تمہارا انتظار کر سکتا ہوں۔ تم میرے صبر کو آزما سکتی ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "میں اتنا انتظار نہیں کراؤں گی۔ تم اچھے لگتے ہو۔ میں تمہیں چاہتی ہوں لیکن شادی کے سلسلے میں جناب علی اسد اللہ تبریزی صحیح مشورے اور ہدایات دیتے ہیں۔ میں ان کی ہدایات پر عمل کروں گی۔ ہمارا پورا خاندان یہی کرتا ہے۔"

"وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ ان کی ہدایات میرے لیے بھی قابلِ قبول ہوں گی۔"

وہ دونوں اپنا اپنا سفری بیگ اٹھائے ریلوے اسٹیشن پہنچے۔ اے سی کمپارٹمنٹ میں ان کے لیے برتھ ریزرو تھیں۔ اس کمپارٹمنٹ میں چار چار برتھ کے الگ الگ کیبن تھے۔ وہ اپنے کیبن میں آئے۔ وہاں ایک حسین عورت ایک ہٹے کٹے جوان مرد کے ساتھ تھی۔ اس عورت نے فرمان کو دیکھا تو پھر تھوڑی دیر تک اسے دیکھتی رہی۔ اس کا ساتھی بھی اسے حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی اور فرمان اپنی برتھ پر بیٹھ گئے۔ فرمان نے خیال خوانی کے ذریعے اعلیٰ بی بی سے کہا "یہ دونوں مجھے کچھ عجیب نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ کیا تم مارک کر رہی ہو؟"

وہ بولی "ہاں۔ وہ تمہارے اندر کوئی خاص بات دیکھ رہے ہیں۔ ہم باتوں کے دوران میں ان کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کر سکیں گے کہ یہ تمہارے اندر کیا دیکھ رہے ہیں۔ ہمیں خاموش نہیں رہنا چاہیے۔ کچھ بولنا چاہیے۔ فرنچ میں بولو۔"

وہ فرانسیسی زبان میں بولا "انڈیا بہت گرم ملک ہے۔ ہم ائرکنڈیشنڈ کوچ میں نہ ہوتے تو گرمی سے حالت خراب ہوجاتی۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "تم تو ذرا سی گرمی سے پریشان ہوجاتے

امتحان میں کامیابی

قیمت 25 روپے ◆ ڈاک خرچ 23 روپے

یادداشت بڑھانے، مطالعہ کرنے اور امتحان دینے کے کارآمد نفسیاتی طریقے۔

ہر شخص کیلئے کارآمد
[illegible]
طالبعلموں کیلئے بیش بہا تحفہ

کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ پیشگی منی آرڈر ارسال کریں

خط و کتابت کا پتہ
مکتبہ نفسیات
[illegible]

کتابوں کی قیمتیں اور ڈاک خرچ موجودہ ہیں ان میں کسی بھی وقت تبدیلی ہو سکتی ہے 1-6-2001

kitabiat@hotmail.com
kitabiat1970@yahoo.com

ہو۔ انسان کو سردی گرمی سب ہی برداشت کرنا چاہیے۔“

اس حسینہ کے ساتھی نے انگریزی میں پوچھا ”کیا تم ہم سے انگریزی میں باتیں کر سکتی ہو؟“

وہ بولی ”ہم تھوڑی بہت ہندی بھی بول لیتے ہیں۔“

اس حسینہ نے خوش ہو کر فرمان سے پوچھا ”کیا تمہارا نام انیل شرما ہے؟“

فرمان نے کہا ”سوری‘ میں ہندو نہیں‘ مسلمان ہوں۔ میرا نام فرمان ہے۔“

وہ مایوس ہو کر اپنے ساتھی سے بولی ”بھیا! یہ انیل ہے۔ اس سے بولو نا‘ یہ میرا انیل شرما ہے۔“

اس شخص نے کہا ”میرا نام ہنس راج جوگیا ہے۔ یہ میری چھوٹی بہن انیتا شرما ہے۔“

ہنس راج جوگیا نے اعلیٰ بی بی کو دیکھا۔ فرمان نے کہا ”یہ میری کزن عالی ہے۔“

اس نے پوچھا ”کیا آپ یہ مانتے ہیں کہ انسان مرنے کے بعد دوسرا جنم لیتا ہے؟“

”نہیں۔ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد قیامت کے دن اٹھے گا۔“

”اپنا اپنا عقیدہ ہوتا ہے۔ ہمارا عقیدہ بھی سچا ہے۔ انسان ایک جنم کے بعد دوسرا جنم لیتا ہے۔ اس سچائی کا ثبوت تم خود ہو۔ تم دوسرا جنم لے کر اس دنیا میں آئے ہو۔“

فرمان نے مسکراتے ہوئے کہا ”تم ایسا سمجھتے ہو تو پھر سمجھتے رہو۔ میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔“

انیتا نے اسے بڑی لگن‘ بڑی محبت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”تم نہیں مانو گے تو میرے لیے فرق پڑے گا۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے‘ تمہیں خوابوں میں اور خیالوں میں دیکھ رہی ہوں۔ میرے پتا جی مہاگیانی ہیں۔ اپنے گیان دھیان سے آئندہ ہونے والی باتیں بتا دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا تھا‘ تم دوسرا جنم لے چکے ہو اور کسی نہ کسی دن مجھ سے ملنے والے ہو۔ یہ سچ ہو رہا ہے۔“

اعلیٰ بی بی نے کہا ”تم بہن بھائی کی باتیں بڑی دلچسپ ہیں۔ سفر کرنے کا مزہ آئے گا۔“

ٹرین چلنے لگی۔ فرمان نے انیتا سے پوچھا ”تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ پہلے ایک بار میری موت ہو چکی ہے اس لیے یہ دوسرا جنم ہے؟“

”بالکل یہی بات ہے۔ تم پانچ برس پہلے مر گئے تھے۔ یاد کرو۔ میں سولہ برس کی تھی۔ تم بیس برس کے تھے۔ ایک دوسرے کے دیوانے تھے۔ ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ وہ گیت یاد کرو‘ جو ہم گایا کرتے تھے ”جنم جنم کا ساتھ ہے میرے ساجن...“

”او گاڈ! تم کوئی فلمی کہانی سنا رہی ہو۔ میں نے لندن میں ایسی ایک ہندی فلم دیکھی تھی۔“

”پلیز اسے فلمی کہانی نہ سمجھو۔ یہ سچ ابھی ہمارے تمہارے سامنے ہے۔ اسے مان لو۔“

”اچھا یہ بتاؤ۔ پہلے جنم میں‘ میں کہاں تھا؟ میری موت کہاں ہوئی تھی اور کیسے ہوئی تھی؟“

وہ بولی ”یہ ٹرین مدراس جا رہی ہے۔ مدراس سے پہلے ایک چھوٹا سا اسٹیشن آتا ہے۔ اس اسٹیشن اور گاؤں کا نام رتنم پلی ہے۔ ہم وہاں رہا کرتے تھے۔ پتا جی نے ہماری شادی طے کر دی تھی۔ ایک میلے میں پہلوانوں کی کشتی ہو رہی تھی۔ تم نے وہاں میرے بھائی کو کشتی میں پچھاڑ دیا تھا۔“

اعلیٰ بی بی اور فرمان نے انیتا کے ساتھ بیٹھے ہوئے بھائی کو دیکھا۔ وہ سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بول رہی تھی ”یہ تم سے ہارنے کے بعد تمہارا دشمن بن گیا تھا۔ اس نے ایک رات اپنے آدمیوں کے ساتھ تم پر حملہ کیا۔ تم نے بڑی جیداری سے مقابلہ کیا لیکن تم اکیلے تھے اور یہ چار تھے۔ اس نے چاقو سے حملہ کر کے تمہیں ہلاک کر دیا۔“

وہ صدمے سے ایک گہری سانس لے کر بولی ”تمہاری موت کی خبر سنتے ہی میں بے ہوش ہو گئی۔ ہوش میں آنے کے بعد صدمے سے نیم پاگل سی رہی۔ چند مہینے کے بعد میرے ہوش ٹھکانے آئے تو میں خوابوں میں اور خیالوں میں تمہیں دیکھنے لگی۔ تم میرے کانوں میں کہا کرتے تھے کہ ہمارا جنم جنم کا ساتھ ہے۔ تم واپس آؤ گے پھر سے جنم لے کر میرے پاس آؤ گے۔“

وہ اتنی محبت سے فرمان کو دیکھنے لگی جیسے ابھی بے اختیار اس سے لپٹ جائے گی۔ اس کے بھائی ہنس راج جوگیا نے فرمان سے کہا ”میں تمہارا قاتل ہوں۔ تم سے شرمندہ ہوں۔ میرے پتا جی نے مجھے بہت کڑی سزا دی تھی۔ تین دن اور تین راتوں تک مجھے آدھا ننگا کر کے الٹا لٹکائے رکھا۔ وہ مجھے چابک سے مارتا رہتا تھا۔“

اعلیٰ بی بی نے کہا ”تم بہت طاقت ور دکھائی دیتے ہو۔ اپنے باپ کو چابک مارنے سے نہیں روک سکتے تھے؟“

”ہمارا باپ بوڑھا ہے مگر مجھ سے زیادہ طاقت ور ہے۔ کالا جادو جانتا ہے۔ مہاگیانی ہے۔ آگے کیا ہونے والا ہے‘ وہ پہلے سے بتا دیتا ہے۔ میں اور انیتا جب بھی مصیبت میں اس کو پکارتے ہیں تو وہ ہزاروں میل دور رہ کر بھی ہماری مدد کرتا ہے۔ اس کے سامنے بڑے بڑے شکتی مان گھٹنے ٹیک دیتے ہیں۔“

انیتا نے کہا ”پتا جی تو بھیا کو جان سے مار ڈالتے مگر ان کو اپنے گیان سے معلوم ہو گیا تھا کہ تم دوسرا جنم لے چکے ہو اور اس دوسرے جنم میں میری شادی تم سے ہو جائے گی۔ یہ گیان حاصل ہونے کے بعد انہوں نے بھیا کو اس شرط پر معاف کیا کہ جب تک تم نہیں ملو گے‘ تب تک بھیا میرے باڈی گارڈ بن کر میرے ساتھ رہا کریں گے۔“

وہ اپنی برتھ سے اٹھ کر فرمان کے پاس آ کر بیٹھ گئی پھر بولی ”اب تم مل گئے ہو۔ بھیا باڈی گارڈ بن کر نہیں رہیں گے میں ان کو آزاد کرتی ہوں۔ اب یہ میری سیوا نہیں کریں گے۔“

فرمان کھسک کر اعلیٰ بی بی کے قریب ہو گیا۔ انیتا سے ذرا فاصلہ رکھ کر بولا ”پلیز تم اپنی برتھ پر جاؤ اور عقل سے کام لو۔ میں تمہارا محبوب انیل شرما نہیں ہوں۔“

اعلیٰ بی بی نے انیتا کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ وہ سانس روک کر خلا میں تکنے لگی۔ سوچنے لگی ”یہ کوئی میرے اندر آنا چاہتا ہے؟ اب آئے گا تو میں سانس نہیں روکوں گی۔ معلوم کروں گی‘ وہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے؟“

اعلیٰ بی بی نے خیال خوانی کے ذریعے فرمان سے کہا۔ ”انیتا کو یوگا میں مہارت حاصل ہے۔ ہم دونوں ان بہن بھائی کے خیالات نہیں پڑھ پائیں گے۔ اتنا تو اندازہ ہو رہا ہے کہ یہ پراسرار ہیں۔ ان کا باپ پراسرار علوم جانتا ہے اور مہاگیانی کہلاتا ہے۔“

انیتا کھسک کر اس کے قریب ہو کر بولی ”پلیز میرے ساتھ لگے رہو۔ میرے بدن کی آنچ لگے گی تو تمہیں پچھلے جنم کی باتیں یاد آنے لگیں گی۔ سچ بتاؤ‘ کیا مجھ میں کشش نہیں ہے؟ پہلے تم میری طرف کھنچے چلے آتے تھے۔“

وہ ذرا اور لگ کر بیٹھ گئی۔ فرمان نے فرنچ میں کہا ”عالی! یہ تو ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔“

وہ مسکرا کر بولی ”مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ اب سے پہلے پراسرار علوم جاننے والی بنتِ عمارہ کے چنگل میں تھے۔ وہ تمہاری ماں بنی ہوئی تھی۔ یہ تمہاری محبوبہ بن رہی ہے۔ اس کا باپ بھی پراسرار علوم جانتا ہے۔ تمہارا تو اللہ ہی حافظ ہے۔“

انیتا نے فرمان سے پوچھا ”یہ تم سے کیا کہہ رہی ہے؟ تم دونوں کو ہندی بولنا چاہیے۔“

”ہم اپنی باتیں اپنی زبان میں کرتے ہیں۔ تم سے ہندی میں بولیں گے اور یہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اپنی برتھ پر جاؤ۔“

ہنس راج جوگیا نے کہا ”تم میری بہن سے پیچھا چھڑانے والی باتیں نہ کرو۔ میں اس کی انسلٹ برداشت نہیں کروں گا۔“

پھر وہ اعلیٰ بی بی سے بولا ”مس عالی! تم یہاں میرے پاس آ جاؤ۔ ان دونوں کو آزادی سے ملنے دو۔“

وہ فرمان سے بولی ”ابھی تلخی پیدا نہ کرنا۔ غصہ آئے تو برداشت کر لینا۔ پہلے معلوم تو ہو‘ ان کا باپ کتنے پانی میں ہے۔“ پھر وہ جوگیا سے بولی ”پہلے ہم اپنی اپنی برتھ پر رہ کر ضروری باتیں کریں گے۔“

”سب سے ضروری بات یہی ہے کہ میری بہن کو اس کا بچھڑا ہوا پریمی مل گیا۔ ان دونوں کو پریم کرنے دو۔“

”اس سے بھی ضروری بات یہ ہے کہ اپنے باپ سے پہلے رابطہ کرو۔ وہ مہاگیانی ہے۔ اس سے پوچھو‘ ہم سے یہ ملاقات تمہارے لیے سازگار رہے گی؟ ذرا سوچو انیل شرما کی طرح انیتا نے کوئی دوسرا جنم نہیں لیا ہے پھر یہ انیل شرما کے دوسرے جنم میں کیسے مل سکتی ہے؟“

جوگیا نے ناگواری سے پوچھا ”تم کہنا کیا چاہتی ہو؟ کیا انیتا کو مرنا ہو گا۔ انیل کو پانے کے لیے دوسرا جنم لینا ہو گا؟“

”یہ مجھ سے نہیں‘ اپنے مہاگیانی باپ سے پوچھو۔ اگر انیل نے تمہارے عقیدے کے مطابق دوسرا جنم لیا ہے تو اسے حاصل کرنے کے لیے انیتا کو مرنے کے بعد دوسرا جنم لینا ہو گا۔ اصول کے مطابق یہی ہونا چاہیے۔“

انیتا نے سہم کر کہا ”ایسی باتیں نہ کرو۔ میں نہیں مروں گی۔ مجھے اسی جنم میں میرا انیل مل رہا ہے۔“

فرمان نے کہا ”یہ نظروں کا دھوکا بھی ہو سکتا ہے۔ بعد میں پتا چلے گا کہ تھوڑی دیر کے لیے یہ ملاقات ہوئی تھی۔ میں خواب کی طرح آیا تھا۔ آنکھ کھلتے ہی خواب گزر گیا۔ عالی کی بات مانو۔ اپنے باپ سے رابطہ کر کے پوچھو۔“

سسپنس ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

قیمت فی حصہ
50 روپے

طالوت

ڈاک خرچ فی حصہ
23 روپے

③ حصوں میں (مکمل)

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

وہ اپنے بھائی سے بولی "بھیا مجھے ان کی باتوں سے ڈر لگ رہا ہے۔ تم پتا جی کو بلاؤ۔ ہم ان سے بات کریں گے۔"

انیتا نے اٹھ کر اپنے سامان سے پیتل کی تھالی، موم بتی، لوبان، سیندور اور دیا سلائی نکالی۔ ہنس راج جوگیا وہ تمام چیزیں لے کر دونوں برتھ کے درمیان فرش پر پلتھی مار کر بیٹھ گیا۔ فرمان نے پوچھا "کیا جادو کر کے اپنے باپ کو بلا رہے ہو؟"

انیتا نے سر ہلا کر کہا "ہاں۔ پتا جی یہاں آئیں گے لیکن دکھائی نہیں دیں گے۔ ہمیں ان کی آواز سنائی دے گی۔"

ہنس راج جوگیا موم بتی جلا کر تھالی پر رکھ رہا تھا۔ زیر لب منتر پڑھتا ہوا، لوبان کے سفوف میں سیندور ملا رہا تھا۔ ٹرین کے اس کیبن کا ماحول اچانک ہی بدل گیا تھا۔ موم بتی کی لو پر لوبان چھڑکنے کے باعث دھواں اٹھ رہا تھا۔ وہ ماحول طلسمی ہو رہا تھا۔ ٹرین کھٹ کھٹا کھٹ کی آواز کے ساتھ تیز رفتار سے جا رہی تھی۔

وہ بہن بھائی ایک دوسرے کے سامنے پلتھی مار کر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان رکھی ہوئی تھالی پر موم بتی روشن تھی۔ اس کی لو کے آس پاس سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ وہ دونوں تھالی پر سر جھکا کر لوبان کے دھوئیں میں سانسیں لینے لگے۔ انیتا نے آہستگی سے پکارا "پتا جی۔۔۔!" ہنس راج جوگیا نے بھی پکارا "پتا جی۔ میں ہوں ہنس راج جوگیا۔ تمہارا بیٹا۔"

انیتا نے کہا "میں ہوں آپ کی بیٹی۔ انیتا شرما۔ ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔ آجاؤ۔ آجاؤ۔"

ایک بھاری بھرکم آواز انیتا کے کانوں میں سنائی دی "جے ہو ماں کالی کی۔ میں ہوں تمہارا باپ چنڈال جوگیا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "بھیا! پتا جی میرے کانوں میں بول رہے ہیں۔ پتا جی! ایک بہت بڑی خوش خبری ہے۔ مجھے میرا انیل شرما مل گیا ہے۔ یہ اس وقت میرے ساتھ ٹرین کے کیبن میں ہے مگر یہ اس جنم میں مسلمان ہے خود کو بھول گیا ہے۔"

اس کے باپ چنڈال جوگیا کی آواز سنائی دی "چنتا کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ تیرا ہو جائے گا۔"

اپنے باپ کی باتیں صرف بیٹی ہی سن رہی تھی۔ بیٹے کو، فرمان کو اور اعلیٰ بی بی کو سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ وہ کہہ رہی تھی "پتا جی! انیل سے میرا ملن کیسے ہوگا؟ اس کے ساتھ ایک لڑکی ہے۔ یہ کہہ رہی ہے کہ انیل کو حاصل کرنے کے لیے مجھے ایک بار مرنا ہوگا پھر دوسرا جنم لینا ہوگا۔ کیا یہ سچ ہے؟ آگے کی باتیں تم ہی بتا سکتے ہو کہ میرا اس سے ملن کیسے ہوگا؟"

"جے ہو ماں کالی کی۔ میں نے تمہیں پہلے نہیں بتایا تھا کہ اس کا اور تمہارا ملن کٹھن ہے۔ کیونکہ تم موت سے ڈرتی ہو۔ مرنا نہیں چاہو گی تو وہ تمہارے لیے ایک سایہ بن جائے گا۔ تم سائے کے پیچھے بھاگتی رہو گی۔ وہ نہیں ملے گا۔"

"پتا جی! ایسا مت بولو۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔ اپنی بیٹی کے لیے تمہیں کچھ کرنا ہی ہوگا۔"

"میں جانتا تھا۔ جب کبھی انیل دوسرا جنم لے کر آئے گا تو تمہارے من کی شانتی کے لیے مجھے کچھ کرنا ہی ہوگا۔ میں نے تمہارے لیے بہت ہی کٹھن منتروں کا جاپ کیا ہے اور تم پر آنے والی موت کو تمہارے بھیا ہنس راج جوگیا کی طرف موڑ دیا ہے۔ وہ اپنی جان دے گا۔ تمہارے لیے اپنی بلی دے گا تو انیل کا دل تمہاری طرف کھنچ جائے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "پتا جی! تم بہت اچھے ہو۔ اپنے بیٹے سے زیادہ مجھے چاہتے ہو۔ جبکہ دوسرے ماں باپ بیٹوں کو چاہتے ہیں۔"

"تم اندر کی بات نہیں جانتیں۔ یہ میرا اپنا بیٹا نہیں ہے۔ میں اس سے فاضل منتر پڑھانے کا کام لیتا رہتا ہوں۔"

وہ ہنس راج جوگیا کو مخاطب کرتے ہوئے بولا "میں تمہارا باپ چنڈال جوگیا بول رہا ہوں۔ تم کہتے رہتے ہو کہ خوب صورت نہیں ہو۔ عورتیں تم سے دور بھاگتی ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ تمہارا جسم اور چہرہ بدل دوں گا۔ آج بدلنے کا وقت آگیا ہے۔"

وہ بولا "میں تیار ہوں۔ مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"ابھی تمہیں اپنی جان دینی ہوگی۔ جیسے ہی تمہاری آتما اس موجودہ جسم سے نکلے گی۔ میں اس آتما کو ایک بہت ہی خوب رو اور قد آور جوان کے جسم میں پہنچا دوں گا۔ تم ایک پُرکشش نوجوان کے روپ میں ایک نئی زندگی حاصل کرو گے۔"

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات 45 ویں حصے
میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ 15 اپریل 2004ء میں شائع ہوگا